تالیف شیخ الامام

رحمہ اللہ تعالیٰ المعروف بابن دقیق العید

اردو قالب : ابو ضیا محمود احمد غضنفر رحمہ اللہ

تحقیق وتخریج : استاذ حسین اسماعیل الجمل درجہ دراسات العلیا فی الآثار قسم المکتبات جامعۃ القاہرۃ

از افادات ونظر ثانی : فضیلۃ الشیخ محمد ادریس اثری حفظہ اللہ ◦ ابو ضیغم غلام اللہ شارق حفظہ اللہ

NOMANI



نام کتاب

# ضیاء الاسلام فی شرح الالمام باحادیث الاحکام

تالیف الامام القاضی تقی الدین ابی الفتح محمد بن علی بن وھب المصری القشیری المعروف بابن دقیق العید

اردو قالب: ابو ضیاء محمود احمد غضنفر

تحقیق و تخریج: استاذ حسین اسماعیل الجمل
دبلوم دراسات العلیا فی الوثائق قسم المکتبات جامعۃ القاھرۃ

تاریخ اشاعت: جنوری ۲۰۱۰ء

مطبع: قرطاس پرنٹرز لاہور

ناشر: نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور





**NOMANI KUTAB KHANA**
Haq Street Urdu Bazar, Lahore-Pakistan Tel: 7321865
E-Mail: nomania2000@hotmail.com

# ضیاء الإسلام فی شرح الإلمام بأحادیث الأحکام

تالیف الشیخ الإمام
القاضی تقی الدین أبی الفتح محمد بن علی بن وهب المصری القشیری
رحمہ اللہ تعالیٰ عرف بابن دقیق العید



اردو قالب: ابوضیاء محمود احمد غضنفر
تحقیق وتخریج: الأستاذ حسین إسماعیل الجمل
دبلوم دراسات العلیا فی الوثائق قسم المکتبات جامعۃ القاہرۃ

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور 042-37321865

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

# فہرست مضامین



## كتاب الطهارة
### طہارت کا بیان

## کتاب الصلوٰۃ
### نماز کا بیان

## کتاب الزکوٰۃ
### زکوٰۃ کا بیان



## کتاب الصیام
### روزوں کا بیان





## کتاب الحج
### حج کا بیان

## كتاب الجهاد
### جہاد کا بیان



## كتاب البيوع
### خرید و فروخت کا بیان

فہرست

## كتاب الفرائض
وراثت کا بیان

## كتاب النكاح
نکاح کا بیان



## كتاب الصداق
حق مہر کا بیان

## کتاب الجراح
### باب الجراح



## كتاب السير سوى ما تقدم
### سابقہ کے علاوہ دیگر اچھی عادات کا بیان



## کتاب الجامع
### متفرق مضامین کا بیان

# عرضِ ناشر

**نحمده و نصلی علی رسوله الکریم**

امابعد:

نعمانی کتب خانہ کے زیر اہتمام علامہ ابن دقیق العید کی مشہور و معروف کتاب ''الالمام باحادیث الاحکام'' کا اردو ترجمہ ''ضیاء الاسلام فی کتاب الالمام باحادیث الاحکام'' کے نام سے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اس کتاب کو ہر دور میں علوم حدیث کے شائقین کے نزدیک بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی متعدد شروحات بھی لکھی گئیں۔ اور ایک سے زائد ائمہ حدیث نے اس کی تلخیصات کو قلم بند کرنے کا اہتمام بھی کیا۔

حافظ عبدالرحیم عراقی رحمہ اللہ نے اس کتاب کو زبانی حفظ کرنے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ اس کتاب کو اردو قالب میں ڈھالنے کی سعادت ابوضیاء محمود احمد غضنفر کے حصے میں آئی جن کی بیشتر کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔ موصوف نے حیات انبیاء علیہم السلام، نساء الانبیاء، صحابہ کرام، صحابیات کریمات، تابعین عظام اور تابعات عظیمات کی سوانح حیات کو دلاویز، دلنشین اور اثر انگیز اسلوب میں قلم بند کرنے اور اردو قالب میں ڈھالنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ ان کتابوں کو علمی، تربیتی، ادبی اور جہادی حلقوں میں بنظر استحسان دیکھا جاتا ہے۔ اب مشہور و معروف محدث علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کی مرتب کردہ کتاب ''الالمام باحادیث الاحکام'' اردو ترجمہ و تفہیم ''ضیاء الاسلام'' کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ نعمانی کتب خانہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کے زیر اہتمام بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ کے تراجم دیدہ زیب انداز میں زیور طباعت سے آراستہ کر کے منظر عام پر لائے گئے ہیں۔ خدمت حدیث کے حوالے سے نعمانی کتب خانہ ایک ممتاز مقام پر فائز ادارہ ہے۔ قرآن و حدیث کی خدمت ہمارے لیے باعث عزت ہے اور اسے ہم اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں۔ قارئین کرام سے مؤدبانہ التماس ہے کہ مؤلف، مترجم، محقق، ناشر اور جن احباب نے اس کتاب کی تیاری میں کسی نوعیت کا بھی تعاون کیا ہے ان سب کو اپنی خصوصی رحمت سے نوازے اور حدیث کی خدمت کے صلے میں دنیا و آخرت کی کامیابی سے ہمکنار کرے۔ آمین



**وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آله واصحابه وسلم**

ضیاء الحق نعمانی

ستمبر ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حرفِ چند

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين وبعد

علامہ ابن دقیق العید کی مشہور ومعروف کتاب ''الالمام باحادیث الاحکام'' کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ اس کا میں نے نام ''ضیاء الاسلام فی کتاب الالمام باحادیث الاحکام'' تجویز کیا ہے اس سے پہلے مجھے علامہ عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ کی مشہور اور معروف کتاب عمدۃ الاحکام کے ترجمہ وتفہیم کی سعادت حاصل ہوئی جس کا نام میں نے ''ضیاء الکلام شرح عمدۃ الاحکام'' رکھا اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بیان کی گئی تمام احادیث متفق علیہ ہیں۔ میں نے حدیث کی تفہیم میں آسانی پیدا کرنے کے لیے اسے درج ذیل عنوانات کے ضمن میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا

الحدیث، معنی الحدیث، مفردات الحدیث، احکام الحدیث، تخریج الحدیث

اس کے علاوہ حدیث کی خدمت کے ضمن میں احادیث الجہاد اور احادیث قدسیہ کے نام سے دو کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں اور اب نعمانی کتب خانہ کے زیر اہتمام علامہ ابن دقیق العید کی مشہور ومعروف کتاب ''الالمام باحادیث الاحکام'' ''ضیاء الاسلام من کتاب الالمام باحادیث الاحکام'' کے نام سے زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ رہی ہے اس کتاب کو اردو قالب میں ڈھالنے کی سعادت میرے نصیب میں آئی جبکہ نظر ثانی کا فریضہ محترم محمد اشفاق صاحب حفظہ اللہ فاضل مدینہ یونیورسٹی اور فضیلۃ الشیخ محمد ادریس اثری حفظہ اللہ نے سرانجام دیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف، مترجم، محقق اور ناشر کی اس خدمت حدیث کو شرف قبولیت بخشے۔ اور اسے ہمارے لیے توشہ آخرت بنائے آمین۔ 

وصلى الله على النبي محمد وعلى آله واصحابه وسلم

ابوضیاء محمود احمد غفنفر حفظہ اللہ

۱۰ جنوری ۲۰۱۰ء

# مقدمة المحقق

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

امابعد: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حدیث اور حاملین حدیث کو عزت، عظمت، شرافت اور فضیلت کی نعمت سے نوازا ہے اور حدیث کی حفاظت کے لیے اپنی مخلوق میں سے فضل وشرف کے اعتبار سے ممتاز بندوں کو مقرر کیا ہے جنہوں نے حدیث کی تدوین، حفاظت اور اس میں تفقہ کی صلاحیت پیدا کرنے کی خاطر اپنی خواہشات اور دلچسپیوں کو بھلا دیا۔ اور انہوں نے حدیث کو حفظ اور ضبط کرنے کے لیے راتیں جاگ کر گزاریں۔ انہوں نے اپنے خیالات وافکار کو حدیث میں سمجھ بوجھ پیدا کرنے پر لگا دیا۔ حدیث کو ہمیشہ قائم ودائم رکھنے کے لیے اپنی زندگیاں کھپا دیں۔ اس کے عظیم تر فوائد سامنے آئے۔ جب حدیث کے نشانات مٹنے لگے اور علوم حدیث زیر زمین جانے لگے جو یہ صورت حال پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حالات کو پلٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ شخصیات کے ذریعے علوم حدیث کو زندگی بخشی۔ وہ شخصیات حدیث کے علم کو لے کر اٹھیں انہوں نے احادیث کو لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ حدیث کے علم کو پروان چڑھایا انہوں نے علوم حدیث کی رونق کو دوبارہ بحال کر دیا اور اس کے چھپے ہوئے محاسن کو منظر عام پر لانے اور حدیث کے علم کی حفاظت کے لیے بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ محدثین نے علم حدیث کے بہت سے لطائف وطرائف کو متعارف کرایا۔ ان عظیم المرتبت محدثین میں ایک نامور محدث، علامہ امام العلماء، الحافظ فقیہ ابوالفتح محمد بن علی بن وہب المعروف علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے علوم اسلامی کے حوالے سے بہت سی مستند کتابیں تالیف کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ ان میں سے ایک کتاب ''الالمام باحادیث الاحکام'' ہے میں شکر گزار ہوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا جس نے اپنے فضل وکرم اور رحمت خاص سے مجھے اس پر تحقیق کرنے اور اسے دیدہ زیب اسلوب میں پیش کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ یہ کتاب بلاشبہ مستند ہے جس سے کوئی فقیہ اور محدث مستغنی نہیں ہوسکتا۔ ہر ایک کے نزدیک اس کی اہمیت مسلم ہے۔

میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ میرے اس نیک عمل کو اپنی رضا کا باعث بنائے اور اسے شرف قبولیت سے نوازے بلاشبہ میرا رب سننے والا بھی ہے اور مجھ سے قریب بھی ہے۔



وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم

خیر اندیش

حسین اسماعیل الجمل ...... الریاض

# تعارف شیخ امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ



## ا۔ نام ونسب

ابو الفتح تقی الدین محمد بن ابی الحسن علی، بن وہب بن مطیع، بن ابی الطاعۃ، القشیری المصری، جو علامہ ابن دقیق العید کے نام سے مشہور ومعروف ہوئے۔

## ۲۔ ابن دقیق العید کے لقب کا سبب

امام مرحوم کے والد کے دادا نے ایک عید کے دن نہایت سفید رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ لوگوں نے جب آپ کو دیکھا تو بے ساختہ یہ کہا کہ شیخ محترم تو آج "دقیق العید" یعنی عید کا آٹا دکھائی دے رہے ہیں۔ یہی لقب والد کا مشہور و معروف ہوا اور اسی مناسبت سے امام محترم اور ان کے والد ابن دقیق العید کے نام سے مشہور ومعروف ہوئے۔

## ۳۔ خاندان

امام محترم علامہ ابن دقیق العید کے والد محترم ابو الحسن علی بن وہب علم، عمل، عبادت زہد اور تقویٰ کے خوگر تھے اور انھیں ساری علمی دنیا میں قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور ہر کوئی انھیں عزت و احترام کے ساتھ شیخ کے لقب سے پکارتا تھا علامہ ابن دقیق العید کے والد محترم نے ۶۶۷ ہجری میں وفات پائی۔

علامہ مرحوم کی والدہ شیخ فطفر بن عبداللہ بن علی المصری کی دختر نیک اختر تھی، وہ اپنے دور میں مصر کے مفتی اعظم کے منصب پر فائز تھے، انہوں نے فقہ اور اصول فقہ پر بہت کتابیں تصنیف کرنے کا اعزاز حاصل کیا ان کتابوں کو قاہرہ اور اسکندریہ کی مذہبی جماعت نے زیور طباعت سے آراستہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ علامہ ابن دقیق العید مرحوم کے نانا نے اسکندریہ میں ۶۱۲ ہجری میں وفات پائی۔ علامہ ابن دقیق العید ددھیال اور ننھیال کی طرف سے نجیب الطرفین تھے۔

## ۴۔ ولادت باسعادت

شیخ امام محمد بن دقیق العید رحمہ اللہ کے والد محترم جب اپنے اہل خانہ کے ہمراہ اپنی بستی سے بحر احمر کے راستے مکہ معظمہ کی طرف محو سفر ہوئے جب وہ بحری جہاز سے ینبع بندرگاہ کے ساحل پر اترے تو وہاں امام مرحوم بروز ہفتہ ۱۵ شعبان

۶۲۵ ہجری کو پیدا ہوئے پھر وہاں سے والدین مکہ معظمہ پہنچے تو والد محترم نے سب سے پہلے اپنے نومولود بیٹے کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر بیت اللہ کا طواف کیا اور یہ دعا کی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے عالم باعمل بنائے۔

## ۵۔ پرورش

امام ابن دقیق العید نے قوص بستی میں پرورش پائی کیونکہ ان کے والد محترم اسی بستی میں رہائش پذیر تھے تعلیم کی ابتداء قرآن مجید فرقان حمید سے کی پھر حدیث کا علم حاصل کرنے کے لیے دمشق اور اسکندریہ کا سفر اختیار کیا مصر، شام اور حجاز کے علماء سے علوم کے سماع کی سعادت حاصل کی مصر اور قوص مین حدیث کی خدمت بجالانے کا شرف حاصل کیا۔ امام مرحوم نے دینی علوم کو حاصل کرنے اور پھر ان علوم کی نشر و اشاعت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

## ۶۔ اساتذہ

امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے جن اساتذہ کرام سے علم حاصل کیا ان کے اسمائے گرام حسب ذیل ہیں:

① اپنے والد گرامی علی بن وہب سے علم حدیث اور اصول حدیث کے علاوہ امام مالک اور امام شافعی کی فقہ کا علم حاصل کیا اور انہوں نے مالکی اور شافعی فقہ میں امتیاز حاصل کیا۔

② ابو العباس احمد بن عبدالدائم بن نعمۃ المقدسی، الحنبلی المتوفی ۶۶۸ ہجری۔

③ الحافظ ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری رحمہ اللہ المتوفی ۶۵۶ ہجری سے حدیث کا علم حاصل کیا۔

④ ابو الحسن علی بن احمد بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی المتوفی ۶۹۰ ہجری۔

⑤ امام ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالسلام المتوفی ۶۶۰ ہجری جو سلطان العلماء کے لقب سے مشہور و معروف تھے۔ اور ان کے علاوہ بھی امام مرحوم کے اساتذہ کی فہرست بڑی طویل ہے۔

## ۷۔ تلامذہ

امام ابن دقیق العید قوص اور مصر میں مسند حدیث پر جلوہ افروز رہے اس دوران لوگوں کی اکثریت نے ان سے علمی استفادے کا شرف حاصل کیا۔ جن مشہور علماء نے آپ کے سامنے زانوے تلمذ ٹیکے ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

① الشیخ عبدالکریم بن عبدالنور الحلبی المتوفی ۷۳۵ ہجری۔

② الحافظ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی المتوفی ۷۴۸ ہجری۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن دقیق العید سے بیس احادیث سننے کا شرف حاصل کیا۔

③ امام ابو الفتح محمد بن محمد بن محمد بن سید الناس الیعمری المتوفی ۷۳۴ ہجری۔

④ الحافظ یوسف بن الزکی عبدالرحمٰن المزی المتوفی ۷۴۲ ہجری۔ اور بہت سے خوش نصیب ایسے ہیں جنہوں نے امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ سے علمی استفادہ کیا۔

## ۸۔ علمی مقام ومرتبہ اور اکابر علماء کے تعریفی کلمات

بیشتر اکابر علماء جنہوں نے علامہ ابن دقیق العید سے علمی استفادہ کیا۔ انہوں نے اپنے استاذ محترم کی تعریف میں جو باتیں کیں ان کی ایک جھلک قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے اور وہ لوگ جنہوں نے امام مرحوم کی وفات کے بعد ان کی کتابوں سے استفادہ کیا وہ بھی آپ کی تعریف میں رطب اللسان دکھائی دیتے ہیں وہ بھی آپ کی علمی ثقاہت کی گواہی دیتے ہیں۔

شیخ امام علامہ ابن دقیق العید کو شرعی علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ ادفوی نامی آپ کا شاگرد اپنے استاذ محترم کی تعریف میں کچھ اس طرح خراج تحسین پیش کرتا ہے ''جب تفسیر کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس فن میں میرے محمد نامی استاذ محترم محمود المذہب دکھائی دیتے ہیں جب علم حدیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو میرے قشیری نسبت سے مشہور ومعروف استاذ محترم نمایاں اور ممتاز مقام پر فائز دکھائی دیتے ہیں اور جب علم فقہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو میرے ممدوح وموصوف ابو الفتح کی کنیت سے مشہور ومعروف استاذ محترم درجہ اجتہاد پر فائز دکھائی دیتے ہیں۔''

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے استاذ محترم اپنے لائق وفائق شاگرد کی تعریف کچھ اس انداز سے کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ سرزمین مصر دو شخصیات پر فخر کرتی ہے۔ اسکندریہ میں رہائش پذیر ابن منیر رحمہ اللہ پر اور قوص نامی بستی میں رہائش پذیر علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ پر۔ یہ دونوں آسمان علم وادب کے چمکتے ستارے تھے۔

حافظ امام ذہبی رحمہ اللہ علامہ ابن دقیق العید کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کا شمار اپنے دور کی ذہین وفطین شخصیات میں ہوتا ہے۔ وہ بڑے ہی وسیع العلم تھے۔ انہوں نے کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ وہ شب بیداری کا باقاعدگی سے اہتمام کیا کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ علمی مشاغل میں باوقار اور پرسکون رہتے۔ وہ حد درجے کے متقی اور پرہیزگار تھے۔ لوگوں کی آنکھوں نے ان جیسا کوئی نہ دیکھا اور انہیں معقولات ومنقولات میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن دقیق العید اپنے دور کے علماء میں ایک ممتاز مقام پر فائز تھے بلکہ علماء میں انہیں جلیل القدر اور عظیم المرتبت سمجھا جاتا تھا سبھی علوم اور خاص طور پر علم حدیث میں انہیں بڑی مہارت حاصل تھی۔ ہر طرف سے طلباء کی اکثریت علمی فیض حاصل کرنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتی۔ ان کے تمام شاگرد اپنے استاد محترم کے علم، تقویٰ، زہد کے متفقہ طور پر معترف تھے۔ ان مذکورہ

جلیل القدر اور عظیم المرتبت علماء کی گواہی جنہوں نے اپنی آنکھوں سے علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کو دیکھا اور ان کے بلند مقام و مرتبے کو دیکھا اس بات کی علامت ہے کہ وہ واقعی علم و ادب کے بہت بلند مقام پر فائز تھے۔

## ۹۔عقیدہ

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ سلف صالحین کے مذہب کے ساتھ وابستہ تھے۔ اور وہ آیات کی تاویل کے قائل نہ تھے۔ وہ ہمیشہ اس سے پہلو تہی اختیار کرتے۔

## ۱۰۔عہدۂ قضاء

شیخ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ طویل مدت تک قوص کی عدالت میں قاضی کے فرائض سرانجام دیتے رہے لیکن جب ابن بنت الاعز چیف جسٹس سلطان کتبغا المنصوری کے دور حکومت ۶۹۵ ہجری میں وفات پا گئے تو چیف جسٹس کے عہدے کے لیے علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کو پیش کش کی گئی ابتداءً انہوں نے اس منصب کو سنبھالنے کے لیے معذرت کی لیکن اصرار کرنے پر وہ اس منصب کو سنبھالنے کے لیے راضی ہو گئے۔ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ مصر کی عدالت میں شافعی مسلک کے مطابق چیف جسٹس کے عہدے پر بروز ہفتہ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۶۹۵ھ کو فائز ہوئے اور وفات تک وہ اس منصب پر فائز رہے، اس طرح علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ مسلسل آٹھ سال چیف جسٹس کے عہدے پر جلوہ افروز رہے۔ درمیان میں کئی مرتبہ کسی بنا پر انہوں نے علیحدگی اختیار کی لیکن انہیں مجبور کر کے اس منصب پر فائز ہونے کے لیے آمادہ کر لیا گیا اور وہ اصرار کرنے پر یہ فریضہ انجام دینے کے لیے راضی ہو گئے۔ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے حالات زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس منصب کو دلی طور پر پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے ایک دفعہ انہوں نے یہ فرمایا کہ اللہ کی قسم جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عہدۂ قضاء میں مبتلا کیا اس کے حق میں کوئی بہتری کا ارادہ نہیں کیا۔ ایک روز علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے پاس ان کے ساتھی آئے انہوں نے دیکھا کہ آپ بڑے ہی غمگین ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں ایک ساتھی نے آپ کے غمزدہ ہونے اور سوچوں میں گم ہونے کا سبب پوچھا تو اسے جواب میں فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اللّٰهُ لَهُ بِالْقَضَاءِ مَا اَرَادَ لَهُ بِخَيْرٍ

''جس شخص کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قضاء کا منصب سونپنے کا ارادہ کیا اس کے لیے خیر کا ارادہ نہیں کیا۔''

مشہور و معروف کتاب ''طالع السعید'' کے مصنف علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے منصب قضاء پر فائز ہونے کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی عمر کے آخری مرحلے میں اس منصب کو سنبھالا اور اس کے میٹھے اور کڑوے ذائقے کو چکھا۔ اہل علم اور اہل معرفت کا ان کے بارے میں یہ موقف ہے کہ اگر یہ منصب قضاء کو قبول نہ کرتے تو ان کے

لیے بہت بہتر ہوتا۔ انہیں علم کی خدمت کرنے کے اور زیادہ مواقع میسر آتے بایں صورت یہ اپنے دور میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام مالک بن انس رحمہ اللہ اور امام ثوری رحمہ اللہ کے ہم پلہ شمار کیے جاتے۔ یہ ہم عصر اور قدیم علماء پر فوقیت حاصل کر لیتے، علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کئی بار منصب قضاء سے الگ ہوئے اور ہر دفعہ انہیں اس منصب کو سنبھالنے کے لیے مجبور کیا گیا تو آپ عہدۂ قضاء کے فرائض سنبھالنے کے لیے امادہ ہو گئے۔ اور زندگی کے آخری وقت تک اس منصب کے ساتھ وابستہ رہے۔

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے چیف جسٹس بننے سے پہلے عدالت کا ہر سربراہ عدالتی فرائض سرانجام دیتے ہوئے ریشم کا جبہ زیب تن کیا کرتا تھا لیکن علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے ریشم کا جبہ پہننے سے انکار کر دیا تو ان کے لیے اون کا جبہ تیار کیا گیا دوران عدالت اون کا جبہ زیب تن کرنا ضروری قرار پا گیا۔

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ اپنے ماتحت قاضیوں کو گاہے بگاہے پند ونصائح پر مشتمل خطوط لکھتے رہتے تھے اور انھیں اس بات کی تلقین کیا کرتے تھے کہ ہمارے نازک کندھوں پر بڑا بھاری بوجھ ہے۔ اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پکڑ کے خوف کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیشہ عدل و انصاف سے ہر فیصلہ کیا کریں کیونکہ یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے جو ہمارے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے۔ عدالت کا معاملہ بڑا عظیم ہے ہماری ہمتیں کمزور و ناتواں ہیں۔ حالات بڑے گھمبیر ہیں مجھے امن، قرار اور راحت دکھائی نہیں دیتے۔

## ۱۱۔ حق کے لیے سخت مزاجی

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ حق کے معاملے میں بڑے سخت مزاج تھے۔ اگر ان کی عدالت میں حکومت کے کسی کارندے کا کوئی معاملہ آتا تو اس کی خوب اچھی طرح چھان بین کرتے اور اس کے ساتھ کوئی رعایت نہ برتی جاتی۔ اگر فیصلہ سناتے وقت آپ کو اس کارندے کے حق میں فیصلہ دینے کے لیے مجبور کیا جاتا تو آپ اپنے منصب سے الگ ہو جاتے لیکن آپ کی منت سماجت کر کے منصب قضاء سنبھالنے کے لیے امادہ کر لیا جاتا۔

ایک دفعہ یہ ہوا کہ سلطان محمد بن قلاوون نے ۶۹۹ ہجری میں تاتاریوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے شام کی طرف پیش قدمی کا فیصلہ کیا تو اس نے حکومت کے جنرل اکاؤنٹنٹ کے نائب کو طلب کیا تاکہ وہ علماء سے یہ فتویٰ حاصل کرے کہ اس صورت میں افواج کے اخراجات کے لیے رعایا سے ٹیکس وصول کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں جب ابن دقیق العید رحمہ اللہ سے اس کے جواز میں فتویٰ طلب کیا گیا تو انہوں نے جواز کا فتویٰ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ حکومت کے نمائندوں نے کہا محترم علامہ ابن عبد السلام نے ایسے مواقع پر رعایا سے ٹیکس وصول کرنے کے حق میں فتویٰ دیا ہے۔ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کے دور میں کامیاب بادشاہ قطز کی حکومت تھی جب علامہ ابن عبد السلام سے فتویٰ طلب کیا

گیا تو تمام صوبہ جات کے امراء کو بلایا گیا جتنا ان کی ملکیت میں سونا چاندی اور ان کی بیگمات اور اولاد کے پاس زیورات تھے سب ایک جگہ جمع کیے گئے اور سبھی امراء سے یہ حلف لیا گیا کہ اس کے علاوہ ان کی ملکیت میں اور کچھ نہیں ہے تو اس کے بعد علامہ ابن عبدالسلام رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا کہ رعایا کے ہر شخص سے ایک دینار افواج کے لیے وصول کیا جا سکتا ہے لیکن اب ہمارے دور میں سبھی امراء کے پاس وافر مقدار میں سونا چاندی، ہیرے جواہرات موجود ہیں اب تو صورت حال یہ ہے کہ وہ استنجاء کرنے کے لیے لوٹے بھی چاندی کے استعمال کرتے ہیں۔ حکمرانوں کی بیگمات کی جوتیاں سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے مرصع ہوتی ہیں۔ حکومت کے خزانے میں بہت کچھ ہے اب رعایا سے ٹیکس وصول کرنے کی بجائے حکومتی خزانے سے افواج کے اخراجات پورے کیے جائیں یہ کہہ کر علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ حکومتی نمائندوں کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ شعر و شاعری کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ بعض مواقع پر بہت عمدہ اشعار کہے۔

## ۱۲۔ وفات

شیخ امام محمد بن دقیق العید رحمہ اللہ نے بروز جمعہ ۱۱ صفر ۷۰۲ ہجری کو وفات پائی اس وقت ان کی عمر ۷۷ سال تھی۔ آپ کے جنازے میں سلطنت کے نائب صدر، صوبہ جات کے امراء کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور انہیں ہفتہ کے دن مقطم نامی قبرستان میں دفن کیا گیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں ثواب جزیل سے نوازے آمین۔

## ۱۳۔ مشہور تصنیفات

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں جو منقولات و معقولات پر مشتمل کتابیں تصنیف کیں ان میں سے مشہور و معروف کتابیں درج ذیل ہیں:

① احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام

② الالمام باحادیث الاحکام

③ الاقتراح فی بیان الاصطلاح

④ شرح عیون المسائل

ان مندرجہ بالا کتابوں کے علاوہ بھی بہت سی کتابوں کو علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے تصنیف کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔



وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم

ابو ضیاء محمود احمد غضنفر

رَبِّ يَسِّرْ وَاَعِنْ بِالْخَيْرِ

میرے پروردگار! آسانی پیدا کر دے اور خیر و برکت کے ساتھ مدد فرما۔

# کتاب الالمام کے مؤلف کی خدمت میں عقیدت کے پھول

الشیخ، الفقیہ، الامام، العالم، العامل، المحدث، الحافظ تقی الدین ابوالفتح محمد بن الشیخ فقیہ الامہ، الامام العالم العامل، متقی، پرہیزگار، زاہد، عابد مجد الدین ابوالحسن علی بن وہب بن مطیع القشیری رحمہ اللہ جو علامہ ابن دقیق العید کے نام سے مشہور و معروف ہوئے۔

اللہ انہیں اپنے سایہ عافیت میں رکھے۔ آمین

وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم

حسین اسماعیل الجمل

الریاض

# الالمام باحادیث الاحکام

اس کتاب کی تحقیق کے لیے میں کمربستہ ہوا۔ علمائے کا ہمیشہ سے یہ طرز عمل رہا ہے کہ وہ احکام سے متعلق احادیث کے حوالے سے ''کتاب الالمام'' کو بڑی اہمیت دیتے رہے ہیں کیونکہ اس کے مولف علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ مقام ومرتبہ کے لحاظ سے علماء کے درمیان بہت بلند وبالا ہیں۔

## کتاب الالمام کا موضوع

ایسی فقہی احکام پر مشتمل احادیث جن پر اسلامی احکام کا دارو مدار ہے ان احادیث کو ایک جگہ جمع کرنا اس کتاب کا موضوع ہے۔

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے اس کتاب میں بیان کی گئی احادیث ہزار ہا احادیث سے ایک ماہر تجربہ کار محدث کی حیثیت سے انتخاب کیا۔ علامہ محمد بن دقیق العید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کتاب الالمام کی تالیف کرتے ہوئے درج ذیل کتابوں کو پیش نظر رکھا:

۱۔ بلوغ المرام من احادیث الاحکام، حافظ ابن حجر ۸۵۲ ہجری

۲۔ عمدۃ الاحکام، امام عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی ۶۰۰ ہجری

۳۔ المنتقیٰ فی اخبار المصطفیٰ، امام عبدالسلام بن ابن تیمیہ ۶۵۳ ہجری

۴۔ المحرر فی الحدیث فی بیان الاحکام الشرعیۃ، حافظ محمد بن عبدالہادی ۷۴۴ ہجری

یہ سب کتابیں شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

۵۔ الاحکام الصغریٰ، حافظ عبدالحق بن عبدالرحمٰن الاشبیلی ۵۸۱ ہجری

۶۔ الاحکام الوسطیٰ

۷۔ الاحکام الکبریٰ

یہ دونوں کتابیں حافظ عبدالحق الاشبلی کی ہیں۔

۸۔ خلاصۃ الاحکام فی مہمات السنن وقواعد الاسلام، امام یحییٰ بن شرف النووی ۶۷۶ ہجری

## شرط

شیخ امام علامہ محمد بن دقیق العید رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الالمام میں اس شرط کو خاص طور پر پیش نظر رکھا ہے کہ اس کتاب میں صرف اسی حدیث کو نقل کیا گیا ہے جسے آئمہ جرح وتعدیل نے ثقہ قرار دیا ہے۔ وہی حدیث اس کتاب میں درج کی گئی ہے جسے محدثین وفقہاء نے صحیح قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ کتاب الالمام میں جو حدیث بھی درج کی گئی ہے وہ صحیح ہے اس حدیث کو بطور دلیل اور حجت پیش کیا جا سکتا ہے۔

کتاب الالمام باحادیث الاحکام کے مقام ومرتبہ کے بلند ہونے کی بنا پر علماء کے نزدیک اس کتاب کی اہمیت مسلم اور معتبر ہے یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی کئی ایک شروحات بھی لکھی گئیں اور تلخیصات بھی قلم بند کی گئیں۔

اس کتاب کی ایک مستند شرح امام الشیخ محمد بن ناصر الدین الدمشقی نے (وفات ۸۴۲ہجری) نے تحریر کی اور دوسری شرح القاضی الشیخ یوسف بن حسن الحموی (وفات ۸۰۹ہجری) نے قلم بند کی۔ جہاں تک کتاب الالمام کی تلخیص کیں تو وہ درج ذیل علماء نے قلم بند کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

۱۔ امام، حافظ عبدالکریم بن عبدالنور (وفات ۷۳۵ہجری) انہوں نے اس کا کتاب الاہتمام بتلخیص کتاب الالمام رکھا۔

۲۔ حافظ، امام محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسی حنبلی (وفات ۷۴۴) انہوں نے اس کا نام المحرر رکھا۔

۳۔ شیخ علامہ علی بن بلبان الفارسی وفات ۷۳۱ہجری کتاب الالمام کی اہمیت کا اس بات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حافظ عبدالرحیم عراقی نے اسے زبانی یاد کیا اس کتاب کے بلند مرتبہ ہونے میں کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں۔ بلاشبہ ہر دور کے علماء نے اس کتاب کی اہمیت کو تسلیم کیا اور اس سے بھرپور استفادہ کیا۔

وصلی اللہ علی النبی وعلی آلہ وسلم

خیر اندیش

حسین بن اسماعیل الجمبل

الریاض

ترجمانی: ابوضیاء محمود احمد غضنفر

# نماذج لصور مخطوطات



# «الإمـــــام»

عنوان الغلاف من المخطوط : الأصل

الصفحة الأخيرة من المخطوط : الأصل

الصفحة الأخيرة من المخطوط : ( ظ )

فهي أجدر أن لا تزدروا نعمة الله عليكم. عن النبي
صلى الله عليه وسلم قال لا تسموا العنب الكرم فإن الكرم
المسلم. وفي رواية فإن الكرم قلب المؤمن. محمد
ابن عمرو بن عطاء قال سميت ابنتي برة فقالت لي
زينب بنت أبي سلمة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم
نهى عن هذا الاسم وسميت برة فقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم لا تزكوا أنفسكم الله أعلم بأهل البر منكم
فقالوا بم نسميها قال سموها زينب. م
والله أعلم تم الكتاب بحمد الله وعونه وحسن توفيقه
وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسليما كثيرا

حسبنا الله ونعم الوكيل
[illegible] نعم الوكيل

أمان الشفا بسم الله الرحمن الرحيم
ويشف صدور قوم مؤمنين قد جاءتكم موعظة من ربكم وشفاء لما في الصدور وفيه
شفاء للناس وننزل من القرآن ما هو شفاء
ورحمة للمؤمنين وإذا مرضت فهو يشفين
قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء [illegible]

الصفحة الأخيرة من المخطوط : ( د )

طعاما فلا يمسح يده حتى يلعقها أو يلعقها . وعن عائشة رضي الله عنها قالت نزلت هذه الآية
ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها في الدعاء . وعنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقول
أحدكم خبثت نفسي ولكن ليقل لقست نفسي . وعن أبي هريرة رضي الله عنه أن رجلا قال للنبي
صلى الله عليه وسلم أوصني قال لا تغضب فردد مرارا قال لا تغضب . وعن عبد الله بن يزيد
الأنصاري أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن المثلة والنهبى . وعن ابن عمر رضي الله عنهما قال
نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقرن الرجل بين التمرتين حتى يستأذن أصحابه ومن رواية
قال شعبة الإذن في الكلمة الإذن من كلمة ابن عمر يعني الاستئذان . وعن جابر عن النبي صلى
الله عليه وسلم لا تتركوا النار في بيوتكم حين تنامون . وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم من عرض عليه ريحان فلا يرده فإنه خفيف المحمل طيب الريح . وعنه
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قاتل أحدكم أخاه فلا يلطم الوجه وفي رواية
فليجتنب الوجه . وعنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إذا دعا أحدكم فلا يقل اللهم اغفر لي
إن شئت ولكن ليعزم المسألة وليعظم الرغبة فإن الله لا يتعاظمه شيء أعطاه . وعنه
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انظروا إلى من هو أسفل منكم ولا تنظروا إلى من هو فوقكم
فهو أجدر أن لا تزدروا نعمة الله عليكم . وعنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تسموا
العنب الكرم فإن الكرم المسلم وفي رواية فإنما الكرم قلب المؤمن . وعن محمد بن
عمرو بن عطاء قال سميت ابنتي برة فقالت لي زينب بنت أبي سلمة أن رسول الله صلى
الله عليه وسلم نهى عن هذا الاسم وسميت برة فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا تزكوا
أنفسكم الله أعلم بأهل البر منكم فقالوا بم نسميها قال سموها زينب
تم الكتاب بعون الله وحسن توفيقه
والله أعلم بالصواب
وإليه المرجع والمآب

الصفحة الأخيرة من المخطوط : ( ل )

ابو داود والترمذي والنسائي وابن ماجه وصححه الترمذي
واخرجه ابن خزيمه في صحيحه ورجح بن منده ايضا صحته
وعنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يبولن احدكم في الما
الدايم ثم يغتسل فيه لفظ مسلم وروى محمد بن عجلان قال سمعت
ابي يحدث عن ابي هريره قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لا يبولن احدكم في الما الدايم ولا يغتسل فيه من الجنابه اخرجه ابو داود
وروى مسلم من حديث ابي السايب مولى هشام بن زهره
انه سمع ابا هريره يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا
يغتسل احدكم في الما الدايم وهو جنب فقال كيف يفعل يا ابا هريره
قال يتناوله تناولا وروى سماك بن حرب عن عكرمه عن ابن عباس
رضي الله عنه قال اغتسل بعض ازواج النبي صلى الله عليه وسلم
في جفنه فجا النبي صلى الله عليه وسلم ليتوضا منها او يغتسل فقالت
يا رسول الله اني كنت جنبا فقال ان الما لا يجنب لفظ روايه ابي داود
واخرجه الترمذي وصححه وعن ابي هريره قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم اذا وقع الذباب في شراب احدكم فليغمسه ثم
لينزعه فان في احد جناحيه دا وفي الاخر شفا اخرجه البخاري
وعنه من روايه محمد بن سيرين قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم طهور انا احدكم اذا ولغ فيه الكلب ان يغسله سبع مرات
اولاهن بالتراب اخرجه مسلم وفي روايه علي بن مسهر عند مسلم
عن الاعمش عن ابي رزين وابي صالح عن ابي هريره قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم اذا ولغ الكلب في انا احدكم فليرقه ثم ليغسله

الصفحة الأولى من المخطوط : ( هـ )

# خطبہ

**الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین**

وبعد:

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو شرعی احکام کو نازل کرنے والا ہے حلال وحرام کو تفصیل سے بیان کرنے والا ہے جس نے اللہ کی رضا کی خاطر اس کی پیروی اختیار کی اسے وہ سلامتی کے راستے دکھلانے والا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اللہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ ایسی توحید کا حامل ہے جو تقریر میں محکم انتظام اور اخلاص میں وافر الاقسام ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ان پر افضل واکمل درود وسلام پھر ان کی پاکیزہ اور معزز آل پر اور ان کے صحابہ کرام پر جو ہدایت کے ستارے ہیں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ علم حدیث کی ایک مختصر کتاب ہے جسے میں نے پوری ذمے داری سے صحیح احادیث پر مشتمل مرتب کیا اور اس کی تالیف اور احادیث کے انتخاب میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ جس نے اس کتاب کے مقصد کو سمجھ لیا اس کا رابطہ اس کے ساتھ اور مضبوط ہو گیا۔ اس نے اسے یوں اپنی گرفت میں لیا جیسے کوئی بخیل مال کو اپنی گرفت میں لیتا ہے اور اس نے اس کتاب کو بڑی محبت اور عقیدت سے اس کے اعلیٰ مقام و مرتبہ کے پیش نظر اپنے دل میں اتار لیا۔ اور میں نے اس کتاب کا نام ''کتاب الالمام باحادیث الاحکام'' رکھا ہے میں نے اس کتاب میں وہی حدیث درج کی ہے جسے محدثین اور باریک بین آئمہ جرح وتعدیل اور فقیہان ذی وقار نے ثقہ اور صحیح قرار دیا ہے محدثین وفقہاء میں سے ہر ایک کا مرکزی نکتہ ہوتا ہے جس کو وہ ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھتا ہے اور اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے راستے پر چلنے سے وہ پہلو تہی اختیار کرتا ہے ایسا طرز عمل اختیار کرنے میں خیر وبرکت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ ہمیں اس کتاب کے ذریعے دین ودنیا کے لحاظ سے نفع بہم پہنچائے، اور اس کتاب کو ہمارے لیے نور بنا دے جو ہمارے سامنے افشاں وفروزاں رہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کے پڑھنے والوں کو اسے زبانی یاد کرنے کی توفیق عطا کرے اور ہمیں اس کتاب کی برکت کے ذریعے اعلیٰ وارفع مقام پر پہنچائے۔

بلاشبہ ہمارا رب بند عقدے کھولنے والا اور دلوں کے بھید جاننے والا ہے وہ غنی اور کریم ہے۔

www.KitaboSunnat.com

**وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم**

محمد بن دقیق العید عفی عنہ
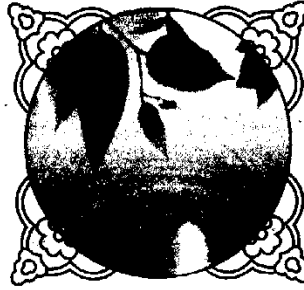
# كِتَابُ الطَّهَارَة



## طہارت کا بیان

(١)١۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَآءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا، أَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ مَآءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: **((هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ))**

أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ: أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمَذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ، وَابْنُ مَاجَهْ، وَصَحَّحَهُ التِّرْمَذِيُّ، وَأَخْرَجَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي ((صَحِيحِهِ)) وَرَجَّحَ ابْنُ مَنْدَةَ أَيْضًا صِحَّتَهُ

(١)۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور تھوڑا سا پانی اپنے ساتھ لے لیتے ہیں اگر ہم اس پانی سے وضو کرلیں تو ہمیں پیاس لگے، کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیا کریں؟
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس کا پانی پاک ہے، اس کا مردار حلال ہے۔''
چار محدثین نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ابوداؤد، ترمذی نسائی، ابن ماجہ، ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابن خزیمہ نے اسے اپنی صحیح میں نقل کیا۔ ابن مندہ نے بھی اس حدیث کے صحیح ہونے کو ترجیح دی۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۳۶۱ ابوداود ۸۳ النسائی ۱/ ۵۰ ترمذی: ۶۹، ان

نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن ماجه ۳۸۶ / ابن خزيمه' ۱۱۱' ابن حبان ۱۱۹' مستدرك حاكم: ۱:۱۴۰-۱۴۱/ البيهقى: ۱:۳-۴' الدار قطنى: ۱:۳۶-۳۷' الدارمى: ۷۳۵۔

یہ حدیث ابوداؤد کی کتاب الطہارہ کے باب الوضوء بماء البحر ترمذی کی کتاب الطہارۃ کے "باب ما جاء فی ما البحرانه طهور" ابن ماجہ کی کتاب الطہارۃ باب "الوضوء بماء البحر" میں اور موطاء امام مالک کے باب "الوضوء بماء البحرء" میں مذکور ہے۔ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ الصحیحہ (۴۸۰)

**فوائد:** (۱) سمندر کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اس سے وضو کرنا اور اس کو صاف کر کے استعمال میں لانا درست ہے جیسا کہ سعودی عرب وغیرہ میں ہے۔

(۲) سمندر کا جانور جو صرف سمندر میں رہ سکتا ہے خشکی پر مر جاتا ہے وہ حلال ہے اس کے برعکس باقی حرام ہے جو سمندر میں طبعی موت مر جائے وہ بھی حلال ہے مگر وہ بدبودار نہ ہو اور نہ ہی پانی پڑ جانے سے پھول چکا ہو۔ سمندری جانور دوسرے جانوروں کی طرح تکبیر کہہ کر کسی دھاری دار آلہ سے ذبح نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح ایک خشکی کا جانور ٹڈی ہے جو کہ ذبح کیے بغیر کھایا جاسکتا ہے۔

(۳) امام احمدؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک تمام سمندری جانور حلال ہیں جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سمندر کا سفر کرنا جائز ہے اور اس میں نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ دوران سفر حسب ضرورت اشیائے خورد ونوش ساتھ لی جاسکتی ہیں یہ توکل کے منافی نہیں۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دین و دنیا سے متعلقہ مسائل کے بارے سوال کرنا درست ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جس سے سوال کیا جائے وہ صاحب علم ہو جو مسائل کی تفصیلات کو جانتا ہو اگر کوئی مزید سوال نہ دریافت کرے تو پھر بھی اسے مزید مفید بات بتادے جیسا کہ سائل نے صرف سمندر کے پانی کی حلت کے بارے سوال کیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے مزید یہ بھی بتادیا کہ اس کا شکار بھی حلال ہے۔ یہ حکمت و دانائی کی علامت ہوتی ہے۔ بلاغت کی اصطلاح میں اسے حکیمانہ اسلوب سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۲) ۲۔ وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَآءِ الدَّآئِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ)) أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔ (وَهُوَ عِنْدَ الْبَاقِيْنَ بِمَعْنَاهُ)

(۲) ۲۔ سیدنا ابوہریرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے پھر وہ اس میں نہائے بھی۔" مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ باقی محدثین کے نزدیک بھی اسی مفہوم کی حدیث منقول ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بحواله بخارى: ۲۳۹ "باب الماء الدائم" مسلم: ۲۸۱ "باب النهى عن البول فى الماء الراكد"

ابوداؤد: "باب البول فی الماء الراکد" ۱/ ۱۸!

(۳)۳۔وَرَوَى مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَآءِ الدَّائِمِ، وَلَا يَغْتَسِلُ فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ))۔
أَخْرَجَهُ أَبُودَاوُدَ۔

(۳)۳۔محمد بن عجلان نے روایت کیا فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی بھی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے اور نہ ہی اس پانی میں جنابت کا غسل کرے۔'' ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔بحوالہ ابوداؤد: ۷۰ "کتاب الطھارۃ فی باب البول فی الماء الراکد" ابن ماجہ: ۳۴۴ ابن حبان: ۱۲۵۴ البیھقی: ۱/ ۲۳۸

(٤)٤۔ وَرَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي السَّائِبِ، مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لَايَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَآءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ)) فَقَالَ: كَيْفَ يَفْعَلُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلًا۔

(۴)۴۔مسلم نے ابوسائب مولیٰ ہشام بن زہرہ کی حدیث سے روایت کیا اس نے سیدنا ابو ہریرہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی بھی کھڑے پانی میں اس حالت میں نہ نہائے کہ وہ جنبی ہو۔'' راوی نے پوچھا اے ابو ہریرہ جنبی کیا کرے؟ انہوں نے کہا کہ پانی کے چلو بھر کر استعمال کرے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۸۳۔

**فوائد:**(۱) کھڑے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے خواہ پانی کی مقدار دو قلوں (۲۲۷کلوگرام) سے کم ہو یا زیادہ۔اگر کم ہوگی تو پانی پلید ہوگا۔زیادہ ہوگی تو پھر بھی پانی کی صفات کی تبدیلی میں فرق آئے گا۔کم مقدار کے پانی میں پیشاب کرنا ممنوع ہے۔اور زیادہ مقدار پانی میں پیشاب کرنے سے بچنا چاہیے۔
(۲) کھڑے پاک پانی میں غلاظت ڈالنا منع ہے اور اس میں جنبی آدمی (جس پر غسل فرض ہو) کا نہانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔
(۳) وہ آدمی جو خواب میں جنبی ہو جائے یا ہمبستری سے جنبی ہو جائے اس پر غسل کرنا فرض ہے! ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

(٥) رَوَى سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اِغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي جَفْنَةٍ فَجَآءَ النَّبِيُّ ﷺ لِيَتَوَضَّأَ مِنْهَا أَوْ يَغْتَسِلَ،

(۵) ۵۔سماک بن حرب نے سیدنا عکرمہ سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عباس سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا، نبی کریم ﷺ کی ایک بیوی نے ایک ٹب میں غسل کیا نبی کریم

فَقَالَتْ لَهُ:يَارَسُوْلَ اللهِ ، إِنِّي كُنْتُ جُنُباً' قَالَ:((إِنَّ الْمَاءَ لَا يَجْنُبُ)).

لَفْظُ رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ' وَأَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

ﷺ تشریف لے آئے تا کہ اس میں سے وضو کریں یا غسل کریں' اس نے آپ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ میں جنبی تھی' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پانی تو جنبی نہیں ہوتا۔'' ابوداؤد کی روایت کے الفاظ ہیں ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد: ۱/ ۲۳۵' ۲۸۳۔ ابو داؤد: ۶۸۔ ترمذی: ۶۵' اس نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ نسائی: ۱/ ۱۷۳۔ ابن ماجه: ۳۷۰۔ ابن خزیمه: ۱۰۹۱۔ ابن حبان: ۲۲۶۔ البیهقی: ۱/ ۱۸۹' ۲۶۷۔ مستدرك حاكم: ۱/ ۱۵۹' حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

**فوائد:** (۱) خاوند اور بیوی دونوں اکٹھے غسل کر سکتے ہیں اور اگر خاوند یا بیوی کا چھوڑا ہوا پانی مشکوک ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس پانی سے غسل نہ کیا جائے۔

(۲) پانی پاک ہوتا ہے مراد جنبی کے کسی پانی والے برتن سے پانی لے کر نہانے کی وجہ سے پانی پلید نہیں ہوتا۔

(۳) بوقت غسل خاوند اور بیوی کے لیے حیا کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ شرمگاہیں کپڑے سے ڈھانپ لیں۔

(٦) ٦۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ (ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ) فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً' وَالْآخَرِ دَوَاءً)).

أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ

(٦) ٦۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی ایک کے مشروب میں مکھی گر پڑے تو وہ اسے ڈبو دے پھر اسے نکالے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے میں دواء۔'' بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۳۲۰' ۵۷۸۲ اس میں ''لینزعه'' کی جگہ ''لیطرحه'' کے الفاظ ہیں۔

**فوائد:** (۱) وہ مشروب جس میں مکھی گر جائے نجس نہیں ہوتی خواہ وہ مر جائے یا زندہ رہے۔

(۲) نجاست زدہ ہونے کا سبب خون ہوتا ہے جن جانوروں میں خون نہیں اگر وہ کھانے پینے میں گر جائیں تو نجاست واقع نہیں ہوتی جیسے شہد کی مکھی' مکڑی' بھڑ یا چیونٹی وغیرہ

(۳) مکھی کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے اور اسی کے بل گرتی ہے جب اس کا دوسرا پر ڈبو دیا جاتا ہے تو یہ بیماری زائل ہو جاتی ہے کیونکہ دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔

(۴) جس مشروب میں مکھی گری ہو وہ ناپاک نہیں ہوتی یہ اپنے اپنے مزاج کی بات ہوتی ہے۔ مشروب سے مکھی نکال کر اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں کوئی کمزور مزاج نہ کھائے تو حدیث کی مخالفت نہیں۔

(٧) ٧۔ وَعَنْهُ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ' قَالَ:

(۷) ۷۔ سیدنا ابوہریرہ نے محمد بن سیرین سے روایت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((طُهُوْرُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُوْلَاهُنَّ بِالتُّرَابِ))۔
أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہو گا کہ اس کو سات مرتبہ دھوئے اور پہلی مرتبہ مٹی سے صاف کرے۔ مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۷۹۔

(۸) ۸۔وَفِي رِوَايَةِ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عِنْدَ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي رَزِيْنٍ [اِسْمُهُ مَسْعُوْدُ بْنُ مَالِكٍ الْأَسَدِيُّ الْكُوْفِيُّ] وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :((إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لِيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ))۔

(۸) ۸۔ علی بن مسہر کی روایت میں مسلم کے نزدیک اعمش سے اور اس نے ابورزین سے (جس کا نام مسعود بن مالک اسدی کوفی ہے) اور اس نے ابوصالح سے اس نے سیدنا ابوہریرہ سے روایت کیا کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کتا تم میں سے کسی ایک کے برتن میں منہ ڈال دے تو وہ اسے انڈیل دے پھر اسے سات مرتبہ دھوئے۔''

**تحقیق و تخریج:** ابوداؤد میں ''سبع مرات'' کی جگہ ''سبع مرار'' کے الفاظ ہیں۔

**فوائد:** (۱) جس برتن میں کتا منہ ڈالے راجح قول یہی ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھویا جائے ایک مرتبہ مٹی کے ساتھ اور دیگر چھ بار پانی سے۔

(۲) کتا پلید اور حرام جانور ہے اس کی زبان میں نہایت خطرناک جراثیم ہوتے ہیں جو اگر انسان کے جسم میں منتقل ہو جائیں تو کینسر جیسی مہلک بیماری لاحق ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

(۳) کتے کو برتنوں کے قریب نہیں آنے دینا چاہیے۔ یورپی تہذیب کو پسند نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ وہ اپنے کتوں کے بوسے لیتے اور ان کے ناز و نخرے برداشت کرتے ہیں۔ ایک برتن میں ہی کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ وہ برتن بھی پلید اور اس میں جو کچھ ہے وہ بھی نجس ہے جو وہ کھاتے ہیں وہ بھی پلید ہے۔

(۴) آج کل کے صابن اور کیمیکل وہ صفائی نہیں دکھاتے وہ جراثیم نہیں مار سکتے جو کہ پاک مٹی صفایا کرتی ہے۔ مٹی پاک ہے جو کہ بعض دفعہ بطور تیمم وضو کا بدل بھی بنتی ہے۔

(۹) ۹۔ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ مِنْ حَدِيْثِ الْمُعْتَمِرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: يُغْسَلُ الْإِنَاءُ إِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُوْلَاهُنَّ أَوْ أُخْرَاهُنَّ بِالتُّرَابِ،

(۹) ۹۔ ترمذی نے معتمر بن سلیمان سے حدیث روایت کی اس نے ایوب سے اس نے محمد بن سیرین سے اس نے ابوہریرہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''برتن سات مرتبہ دھویا جائے گا جبکہ اس میں کتا منہ ڈال دے پہلی یا

وَإِذَا وَلَغَتْ فِيهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً))

آخری مرتبہ مٹی سے' جب اس میں بلی منہ ڈالتی ہے تو وہ ایک مرتبہ دھویا جائے گا۔"

وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَدْ اُخْتُلِفَ فِيْ رَفْعِهِ۔

ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور اس حدیث کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہے۔

**تحقیق و تخریج:** ترمذی: ۹۱' اس نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ البیهقی: ۱/ ۲۴۸۔ الدارقطنی: ۱/ ۶۴' اس نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۱۰) ۱۰۔ وَرَوَى مَالِكٌ مِنْ حَدِيثِ كَبْشَةَ۔ اِبْنَةِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَتْ تَحْتَ اِبْنِ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَكَبْتُ لَهُ وَضُوءاً فَجَاءَتْ هِرَّةٌ لِتَشْرَبَ مِنْهُ فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ' قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَآنِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَتَعْجَبِيْنَ يَاابْنَةَ أَخِيْ؟ قَالَتْ: قُلْتُ: نَعَمْ۔ فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ' إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ أَوِ الطَّوَّافَاتِ**))۔
وَأَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ فِي ((**صَحِيْحَيْهِمَا**))۔ وَصَحَّحَهُ التِّرْمَذِيُّ' وَأَمَّا ابْنُ مَنْدَةَ فَخَالَفَ۔

۱۰۔ امام مالک نے کبشہ بنت کعب بن مالک سے روایت کیا' یہ ابن ابی قتادہ کی بیوی تھی۔ ابوقتادہ اس کے پاس آیا تو میں نے پانی اس کے لیے انڈیلا ایک بلی آئی تاکہ وہ اس سے پانی پیے اس نے بلی کے آگے برتن کر دیا یہاں تک کہ اس نے پانی پی لیا' کبشہ بیان کرتی ہیں کہ ابوقتادہ نے مجھے دیکھا کہ میں اس کی طرف دیکھ رہی ہوں' اس نے کہا: کیا تمہیں تعجب ہو رہا ہے اے میرے مسلم بھائی کی بیٹی! میں نے کہا: ہاں تو اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "یہ بلی نجس نہیں ہوتی یہ تو تم پر چکر لگانے والوں یا چکر لگانے والیوں میں سے ہے۔"
چاروں محدثین نے اسے روایت کیا' ان کے علاوہ ابن خزیمہ' ابن حبان نے بھی اپنی صحیحین میں اس حدیث کو نقل کیا' ترمذی نے اس کو صحیح حدیث قرار دیا۔ اور ابن مندہ نے اس کی مخالفت کی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے مؤطاء امام مالك: ۱۳' مسند امام احمد: ۵/ ۳۰۳' ابوداؤد: ۷۵' ترمذی: ۹۲' اس نے کہا یہ حدیث حسن ہے' نسائی: ۱/ ۵۵' ابن ماجه: ۳۶۷' ابن خزیمه: ۱۰۴' ابن حبان: ۱۲۱' البیهقی: ۱/ ۲۴۵' مستدرك حاکم: ۱/ ۱۵۹۔۱۶۰' حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

**فوائد:** (۱) بلی نجس نہیں ہے اس کا جوٹھا پلید نہیں ہے۔ اس کو گھروں میں بکثرت آمد و رفت کی وجہ سے غیر نجس قرار دیا گیا ہے۔
(۲) پیاسے جانوروں کی پیاس دور کرنا کار ثواب ہے' اور کسی پیاسے کی پیاس کو اپنی پیاس پر فوقیت دینا قابل تحسین عمل ہے جیسا کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بلی کو دیکھ کر پانی انڈیل دیا تھا۔

(۱۱)۱۱۔ وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: جَآءَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُ النَّاسُ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا قَضٰى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَنُوبٍ مِنْ مَآءٍ فَأُهْرِيقَ عَلَيْهِ۔

فِي لَفْظِ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۱)۱۱۔سیدنا انس بن مالک سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک بدوی آیا اور اس نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کر دیا لوگوں نے اسے ڈانٹا' نبی کریم ﷺ نے انہیں منع کر دیا' جب اس نے پیشاب کر لیا نبی کریم ﷺ نے پانی کا ایک ڈول لانے کا حکم دیا تو وہ اس پر بہا دیا گیا۔ یہ بخاری کی روایت میں لفظ ہے اور یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۲۱' مسلم: ۲۸۴' ۲۸۵۔

**فوائد:** (۱) پیشاب بالاتفاق ناپاک ہے اور جس جگہ پر ہو وہ پانی سے پاک کی جائے۔

(۲) پیشاب کرتے وقت کسی کو پیشاب کرنے سے روکنا جائز نہیں اس سے دو نقصان ہوتے ہیں (۱) گردہ یا مثانہ ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے (۲) کپڑوں پر پیشاب پڑتا ہے اور صفائی کی ہنگامی صورت میں فرصت نہیں ملتی۔

(۳) مسجد کا احترام مسلّم ہے۔ مسجد میں غلاظت پھینکنے سے بچنا چاہیے اور اگر کوئی نادان بیوقوفی سے پیشاب کر دے تو اس کے ساتھ مشفقانہ رویہ اختیار کیا جائے۔

(۴) ایسے عمل سے روکنا جو دیکھنے میں درست لگتا ہو لیکن حقیقت میں دوسرے سادہ مزاج آدمی کا نقصان ہو رہا ہو یہ دانشمندی کی علامت ہے۔ جیسا کہ آپ نے صحابہ کو روکا کہ وہ آدمی کو ڈانٹیں مت حالانکہ دیکھنے میں صحابہ کا عمل درست تھا لیکن اس میں آدمی کا نقصان تھا۔

(۵) جب تک پیشاب مکمل نہ ہو بلایا جائے نہ تنگ کیا جائے۔ پیشاب چھپ کر علیحدہ ہو کر اور دور جا کر کرنا چاہیے۔

## بَابُ الْآنِيَةِ

## برتنوں کا بیان

(۱۲)۱۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ أَوِ الْمُقْسِمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِيْ، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِمٍ أَوْ عَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ، وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ، وَعَنِ الْمَيَاثِرِ، وَعَنِ الْقَسِّيِّ

(۱۲)۱۔ معاویہ بن سوید بن مقرن سے روایت ہے کہا کہ میں براء ابن عازب کے پاس آیا وہ کہتے ہیں "ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع کیا ہمیں بیمار کی تیمارداری' جنازے میں شمولیت' چھینک لینے والے کا جواب' قسم کو پورا کرنے' مظلوم کی مدد کرنے' دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنے اور سلام کو پھیلانے کا حکم دیا اور ہمیں انگوٹھیاں پہننے یا سونے کی انگوٹھی پہننے' چاندی کے برتن میں پانی پینے' اور

وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالْإِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ' فِي بَعْضِ وُجُوهِهِ

ہمیں ریشم' دیباج' استبرق پہننے سے منع فرمایا۔'' یہ مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں اس کے بعض طرق میں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۳۹' ۲۴۴۵' ۵۱۷۵' ۵۶۳۵' مسلم: ۲۰۶۶۔

**فوائد:** (۱) مریض کی عیادت کرنا' جنازہ پڑھنا' چھینک کا جواب دینا' قسم پوری کرنا' مظلوم کی مدد کرنا' دعوت قبول کرنا اور کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کہنا اور سونے کی انگوٹھی' چاندی کے برتن میں پینا اور ہر قسم کی ریشم کو استعمال کرنا مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔

(۲) چاندی اور سونے کے برتن استعمال کرنا حرام ہے اور کفار سے مشابہت ہے اور فخر کی علامت ہے۔

(۱۳) ۲۔وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى' أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ فَاسْتَسْقٰى' فَسَقَاهُ مَجُوسِيٌّ' فَلَمَّا وَضَعَ الْقَدَحَ فِي يَدِهِ' رَمٰى بِهِ وَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي نَهَيْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ' كَأَنَّهُ يَقُولُ: لَمْ أَفْعَلْ هٰذَا وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ' وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَلَا الْفِضَّةِ' وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا' فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ))۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَلَفْظُ الْمَتَنِ لِلْبُخَارِيِّ۔

(۱۳) ۲۔عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے وہ حذیفہ بن یمان کے پاس تھے اس نے پانی طلب کیا تو اسے ایک مجوسی نے پانی پلایا' اس نے پیالہ اس کے ہاتھ پر رکھا تو آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: میں نے ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ اس سے منع کیا' گویا آپ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں یہ نہیں کروں گا لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ارشاد فرماتے ہیں: ریشم اور دیباج نہ پہنو اور نہ ہی سونے چاندی کے برتنوں میں پیو اور نہ ہی سونے چاندی کی پلیٹوں میں کھانا کھاؤ' یہ ان کے لیے دنیا میں اور تمہارے لیے آخرت میں ہیں۔''

متفق علیہ متن کے الفاظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۴۲۶' ۵۶۳۲' ۵۶۳۳' ۵۸۳۱' ۵۸۳۷' مسلم: ۲۰۶۸۔

**فوائد:** (۱) کسی بھی قسم کے ریشم کا لباس زیب تن کرنا ممنوع ہے اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا ممنوع ہے۔

(۲) سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور اہل ایمان کے لیے آخرت میں ہے۔

(۱۴) ۳۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ))۔

أَخْرَجُوهُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ

(۱۴) ۳۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی سا چمڑا رنگ دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔'' بخاری کے علاوہ اس حدیث کو دیگر محدثین نے روایت کیا۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: مسلم شریف میں مذکور حدیث کے یہ الفاظ ہیں "اذا دبغ الاهاب فقد طهر" "یعنی جب چمڑا رنگ دیا جاتا ہے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔"

(۱۵) ٤۔وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا بِأَرْضِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَفَنَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ؟ وَبِأَرْضِ صَيْدٍ أَصِيدُ بِقَوْسِي، وَأَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: **((أَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكُمْ بِأَرْضِ أَهْلِ الْكِتَابِ فَلَا تَأْكُلُوا فِي آنِيَتِهِمْ إِلَّا أَنْ لَا تَجِدُوا بُدًّا، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا بُدًّا فَاغْسِلُوا وَكُلُوا، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكُمْ بِأَرْضِ صَيْدٍ فَمَا صِدْتَ بِقَوْسِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَكُلْ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَكُلْ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْهُ))**۔
أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۵)۴۔ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم اہل کتاب کی سرزمین میں رہتے ہیں کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا لیا کریں؟ ہم شکار کے علاقے میں رہتے ہیں میں اپنی کمان سے شکار کرتا ہوں اور اپنے سدھائے ہوئے کتے سے شکار کرتا ہوں اور اس کتے سے بھی جو سدھایا ہوا نہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو تم نے تذکرہ کیا کہ تم اہل کتاب کی سرزمین میں رہتے ہو تم ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ الا یہ کہ تم کوئی چارہ کار نہ پاؤ' اگر تمہارے لیے کوئی متبادل صورت نہ ہو تو دھو لو اور کھا لو اور جو تو نے تذکرہ کیا کہ تم شکار کے علاقے میں رہتے ہو جو تم نے اپنی کمان سے شکار کیا اس پر اللہ کا نام لو اور کھا لو اور جو تو نے اپنے سدھائے ہوئے کتے کے ساتھ شکار کیا اس پر اللہ کا نام لو اور کھا لو اور جو تو نے اس کتے سے شکار کیا جو سدھایا ہوا نہیں ہے تو نے اگر اسے ذبح کر لیا تو اسے کھاؤ۔" بحوالہ بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۴۷۸، ۵۴۸۸، ۵۴۹۶، مسلم: ۱۹۳۰، دونوں میں "فاغسلوها" کا لفظ مذکور ہے۔

**فوائد:** (۱) اہل کتاب (یہود) کے برتنوں میں بوقت مجبوری کھایا پیا جا سکتا ہے بشرطیکہ برتن اچھی طرح دھو لیے جائیں۔
(۲) تیر کے ساتھ شکار ہو یا شکاری کتے کے ساتھ بسم اللہ پڑھ کر اگر چھوڑا جائے تو وہ شکار حلال ہے خواہ زندہ ہاتھ لگے یا بے جان مگر وہ کتا جو شکاری نہیں جب تک اس کے پکڑے ہوئے شکار کو ذبح نہ کیا جائے جائز نہیں ہے۔
(۳) اسلام میں شکار کرنا ضرورت کے وقت جائز ہے فضول جانوروں کو مارنا یہ درست نہیں اس کا حساب ہوگا یا اس لیے پکڑنا کہ اس کو باندھ کر نشانہ پختہ کروں گا یہ سب حرام ہے۔

(۱٦) ٥۔ وَثَبَتَ مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ۔

(۱٦)۵۔عمران بن حصین کی حدیث سے ثابت ہوا' کہتے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے' پھر آپ

وَفِيهِ: ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوَضُوءِ فَتَوَضَّأَ وَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ، فَقَالَ: ((**مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ**))؟ قَالَ: أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ، قَالَ: ((**عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ**)). ثُمَّ سَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَاشْتَكَى النَّاسُ إِلَيْهِ مِنَ الْعَطَشِ، فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا. كَانَ يُسَمِّيهِ أَبُورَجَاءٍ فَنَسِيَهُ عَوْفٌ. وَدَعَا عَلِيًّا فَقَالَ: ((**اذْهَبَا فَابْغِيَا الْمَاءَ**))، فَانْطَلَقَا فَتَلَقَّيَا امْرَأَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ أَوْ سَطِيحَتَيْنِ مِنْ مَاءٍ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا، قَالَ: فَقَالَا لَهَا: أَيْنَ الْمَاءُ؟ فَقَالَتْ: عَهْدِي بِالْمَاءِ أَمْسِ هٰذِهِ السَّاعَةِ، وَنَفَرُنَا خُلُوفٌ، قَالَا لَهَا: اِنْطَلِقِي إِذًا وَفِيهِ: وَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِإِنَاءٍ فَأَفْرَغَ فِيهِ مِنْ أَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ أَوِ السَّطِيحَتَيْنِ، وَأَوْكَأَ أَفْوَاهَهُمَا **وَأَطْلَقَ الْعَزَالِيَ** وَنُودِيَ فِي النَّاسِ أَنِ اسْقُوا وَاسْتَقُوا، فَاسْتَقَى مَنْ سَقَى، وَأَسْقَى وَاسْتَسْقَى مَنْ شَاءَ، وَكَانَ آخِرُ ذٰلِكَ: أَنْ أَعْطَى الَّذِي أَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ إِنَاءً مِنْ ذٰلِكَ [الْمَاءِ]، فَقَالَ: ((**اذْهَبْ فَأَفْرِغْهُ عَلَيْكَ**)).

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

نے پڑاؤ کیا پانی مانگا وضو کیا' نماز کے لیے اذان دی گئی آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی' جب آپ نماز سے پلٹے تو دیکھا کہ ایک شخص الگ ہے اس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی آپ نے دریافت فرمایا: ''اے فلاں تجھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟'' اس نے کہا: میں جنبی ہو گیا پانی نہیں تھا' آپ نے فرمایا: ''مٹی لے لیتے وہ تیرے لیے کافی ہوتی'' (یعنی تیمم کر لیتے) پھر نبی کریم ﷺ چلے' لوگوں نے پیاس کی شکایت کی' آپ سواری سے اترے کسی شخص کو بلایا آپ اس کا نام لے رہے تھے ابورجاء (عوف کو بھول ہوئی ہے) آپ نے سیدنا علیؓ کو بلایا تو ارشاد فرمایا: ''جاؤ دونوں پانی تلاش کرو' دونوں چل دیئے تو دونوں ایک عورت سے ملے جو اپنے اونٹ پر پانی کے دو مشکیزوں کے درمیان سوار تھی راوی کا بیان ہے کہ دونوں نے اس عورت سے کہا پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا: گزشتہ کل اسی وقت پانی کا یہاں میرا وعدہ تھا لوگ ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں دونوں نے اس خاتون سے کہا: پھر تم چلو اس روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک برتن منگوایا دونوں مشکیزوں کے منہ سے پانی اس برتن میں انڈیلا گیا اور دونوں توشہ دانوں کے منہ اوپر سے بند کر دیئے اور لوگوں میں اعلان کر دیا گیا پیؤ پلاؤ' جس نے پیا سو پیا جس جس نے چاہا پانی طلب کیا' آخر میں اس شخص کو پانی کا برتن دیا جو جنبی ہو گیا تھا' آپ نے ارشاد فرمایا: جاؤ یہ پانی اپنے اوپر ڈال لو۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۴۴، ۳۴۸، ۳۵۷۱، مسلم: ۶۸۲۔

**فوائد:** (۱) سفر میں نماز باجماعت کا اہتمام کرنا چاہیے اور ایک امیر سفر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ہر فرد پر نظر

رکھے کس نے نماز پڑھ لی ہے اور کس نے نہیں پڑھی؟ سبھی کا جائزہ لے۔

(۲) اگر پانی نہ ملے تو جنبی آدمی تیمّم کو غسل کا قائم مقام بنا سکتا ہے بعد میں پانی ملنے پر غسل کرے۔

(۳) امیرِ کارواں سے رعایا اپنی بھوک و پیاس کی شکایت کر سکتی ہے اور امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کے کھانے پینے کا بندوبست کرے۔

(۴) بوقت حاجت کوئی چیز ادھاری لی جا سکتی ہے حتیٰ کہ پینے کے لیے پانی بھی کسی سے مانگا جا سکتا ہے۔ سبھی ساتھی مل کر کھائیں پئیں تو برکت ہوتی ہے۔

(۱۷)٦۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ إِذَا أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوهُمْ، وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَا تَفْتَحُ بَاباً مُغْلَقاً، وَأَوْكُوا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ، وَخَمِّرُوا آنِيَتَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ، وَلَوْ أَنْ تَعْرِضُوا عَلَيْهَا شَيْئاً، وَأَطْفِئُوا مَصَابِيحَكُمْ)) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(۱۷)٦۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب رات پر پھیلا دے جب تمہاری شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو روک لیا کرو کیونکہ شیاطین اس وقت پھیل جاتے ہیں۔ جب رات کا کچھ حصہ بیت جائے تو انہیں چھوڑ دیا کرو اور دروازے بند کر لیا کرو اور اللہ کا نام یاد کیا کرو، شیاطین بند دروازے نہیں کھولتے' اپنے مشکیزے باندھ لیا کرو' اور اللہ کا نام لیا کرو' اپنے برتن ڈھانپ لیا کرو اور اللہ کا نام لیا کرو' اور اگر تم ان پر کوئی چیز رکھ دیا کرو تو بہتر ہے اور' اپنے چراغ بجھا دیا کرو۔" بخاری۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۲۸۰، ۳۳۰۴، ۳۳۱٦، ۵٦۲۳ مسلم: ۲۰۱۲۔

**فوائد:** (۱) شام کے وقت شیاطین گشت کرتے ہیں۔ بچوں کو باہر نہ نکلنے دیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہمہ وقت کرنا چاہیے۔ رات کو دروازے بند کر دینے چاہئیں۔

(۲) مشکیزوں کے منہ باندھ دیئے جائیں اور برتن کو ڈھانپ دینا ضروری ہے اور آگ و چراغ کو بجھا دینا چاہیے۔

## بَابُ السِّوَاكِ

## مسواک کا بیان

(۱۸)۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ))۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ، وَابْنُ حِبَّانَ، فِي ((صَحِيحِهِ)) وَأَخْرَجَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ بِطَرِيقٍ أُخْرَى فِي

(۱۸)۱۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا آپ نے ارشاد فرمایا: "مسواک منہ کی پاکیزگی اور رب کی خوشنودی کا باعث ہے۔" امام نسائی نے اسے نقل کیا ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں

((صَحِيْحِهِ))، وَالْحَاكِمُ فِي ((الْمُسْتَدْرَكِ))

بیان کیا اور ابن خزیمہ نے ایک دوسری سند سے اپنی صحیح میں بیان کیا اور حاکم نے مستدرک میں۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے مسند امام احمد: ۶/ ۴۷، ۶۲، ۱۲۴، ۲۳۸، نسائی: ۱/ ۱۰، ابن حبان: ۱۴۳، ابن خزیمہ: ۱۳۵، الدارمی: ۶۹۰، البیہقی: ۱/ ۳۴، بخاری: ۴/ ۸۷

(۱۹) ۲۔ وَأَخْرَجَ (۱) مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ الْمِقْدَامِ، وَهُوَ ابْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ يَبْدَأُ بِالسِّوَاكِ))۔

(۱۹) ۲۔ مسلم نے مقدام کی حدیث بیان کی اور وہ شریح کا بیٹا ہے، اس نے اپنے باپ سے اور اس نے سیدہ عائشہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ''جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو مسواک سے تشریف آوری کا آغاز کرتے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۵۳۔

(۲۰) ۳۔ وَرَوَى جَمَاعَةٌ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: ((لَوْ لَا أَنْ يَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِهِ لَأَمَرَهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ))

(۲۰) ۳۔ محدثین کی جماعت نے امام مالک سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے حمید بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے سیدنا ابوہریرہ سے روایت کی، آپ نے ارشاد فرمایا: ''اگر امت کے لیے دشوار نہ ہوتا تو آپ انہیں ہر وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دے دیتے۔''

**تحقیق و تخریج:** حدیث صحیح ہے موطا امام مالک: ۱۱۷، موقوف، مسند امام احمد: ۲/ ۴۶۰، ۵۱۷، مرفوع، ابن خزیمۃ: ۱۴۰، البیہقی: ۱/ ۳۵ مرفوع، البخاری: ۴/ ۱۸۷۔

(۲۱) ٤۔ وَرَوَاهُ رَوْحٌ عَنْ عُبَادَةَ، عَنْ مَالِكٍ بِسَنَدِهِ إِلٰى أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ))۔ رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي صَحِيْحِهِ۔

(۲۱) ۴۔ روح نے عبادہ سے اور اس نے امام مالک کے حوالے سے اپنی سند کو ابوہریرہ تک پہنچایا، اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔'' ابن خزیمہ نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۵۱۷، صحیح ابن حزیمہ: ۱۴۰۔

(۲۲) ٥۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ))۔

(۲۲) ۵۔ امام مالک نے ابوزناد سے، اس نے اعرج سے، اس نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۸۸۷، اس میں ''عند کل صلوٰۃ'' کی جگہ ہے ''کل صلوٰۃ'' کے الفاظ ہیں۔

(٢٣) ٦۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ))۔ أَخْرَجُوْهُ إِلَّا التِّرْمِذِيُّ وَيَشُوصُ بِمَعْنَى يَدْلُكُ وَقِيلَ: يَغْسِلُ وَقِيلَ: يُنَقِّي۔

(۲۳)۔٦ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو اٹھتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف کرتے۔ ترمذی کے علاوہ دیگر محدثین نے اس حدیث کو روایت کیا ہے "یشوص" سے معنی رگڑنا دھونا اور صاف کرنا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۴۵، ۸۸۹، ۱۱۳۶ اس میں "للتهجد" کے الفاظ مذکور ہیں۔یعنی جب آپ نماز تہجد کے لیے اٹھتے۔ مسلم: ۲۵۵۔

(٢٤) ٧۔ وَرَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: ((دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلَى لِسَانِهِ))۔

(۲۴)۔۷ مسلم نے ابوبردہ کے حوالے سے حدیث بیان کی، اس نے ابوموسیٰ سے روایت کی، انہوں نے بتایا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مسواک کی ایک طرف اپنی زبان پر رکھی ہوئی تھی۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۵۴

**فوائد:** (۱) مسواک کرنا سنتِ نبوی ہے منہ کی صفائی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کا بھی باعث ہے۔

(۲) مسواک چل پھر کر بھی کی جا سکتی ہے۔لیکن ادب کا تقاضا یہی ہے کہ تھوک و بلغم زائل کرنے کے لیے مناسب جگہ پر بیٹھ کر مسواک کی جائے۔اگر چلتے ہوئے کی جائے تو سڑک پر نہ تھوکیں۔

(۳) مسواک ہر وضو کے ساتھ کرنا عمدہ عمل ہے، رات کو سوتے وقت اور اٹھتے وقت مسواک کی جائے تو نفاست و نظافت کے اعتبار سے اچھی ہوتی ہے۔

(۴) مذکورہ بالا احادیث میں مسواک کا حجم نہیں بیان کیا گیا کہ وہ کتنی چھوٹی یا کتنی بڑی ہو۔لہٰذا بالشت سے چھوٹی مسواک کو مکروہ جاننا یا یہ کہنا کہ بالشت سے بڑی مسواک پر شیطان بیٹھ جاتا ہے یہ باتیں درست نہیں ہیں۔ البتہ اپنی پسند کی مسواک جو منہ کو صاف کرنے کی اہلیت رکھتی ہو جائز ہے۔

(۵) اپنے سربراہ یا امیر سے کسی سواری کا مطالبہ کرنا یا دیگر اشیائے ضرورت کی اپیل کرنا درست ہے۔

(٢٥) ٨۔ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِلَفْظِ: ((أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَسْتَحْمِلُهُ فَرَأَيْتُهُ يَسْتَاكُ عَلَى لِسَانِهِ))۔

(۲۵)۔۸ ابوداؤد نے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا "ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری کا مطالبہ کرنے کے لیے آئے میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی زبان پر مسواک کر رہے ہیں۔"

**تحقیق و تخریج:** حدیث صحیح ہے۔ابوداؤد: ۴۹۔

(٢٦) ٩۔ وَرَوَى مُسْلِمٌ (وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) مِنْ

(۲۶)۔۹ مسلم نے روایت کیا (یہ متفق علیہ روایت ہے)

رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيْثاً (فِيْهِ): ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَخَلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ)).

حضرت ابوہریرہ کے حوالے حدیث کو جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' روزے دار کے منہ کی بو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۸۹۴' ۱۹۰۴' مسلم: ۱۱۵۱۔

**فوائد:** (۱) قسم صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی کھانی چاہیے جیسا کہ آپ نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے''۔

(۲) روزے کی حالت میں مسواک کی جاسکتی ہے۔ جائز ہے۔ آدمی کے منہ سے بو آسکتی ہے یہ بعید عن العقل بات نہیں ہے۔ حالتِ روزہ میں بوقابلِ تعریف ہے۔ ایک شہید روز قیامت اللہ کے دربار میں آئے گا۔ اس کے خون کا رنگ خون جیسا ہی ہوگا اور اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔ یعنی شہید کے خون کی خوشبو کستوری کی ہوگی مگر ایک روزہ دار اللہ کے لیے جو بھوکا پیاسا رہنے والا ہے اس کے صرف منہ کی خوشبو کستوری کی خوشبو سے کئی درجے اچھی ہوتی ہے۔ بخاری شریف میں شہید کے خون سے کستوری کی خوشبو والی حدیث ہے۔

(۳) طبی لحاظ سے مسواک روحانی اور جسمانی فوائد کا مخزن ہے معدہ' دماغ' دانت' حلق اور منہ اور جملہ اعضاء کے فاسد مادوں کو بخوبی خارج کرتی ہے' منہ کی بو اور بادی پانی کو خشک کرتی ہے۔ دانت مضبوط ہوتے ہیں۔ آنکھوں کو جلا دیتی ہے۔ دماغ تیز کرتی ہے۔ منہ کے لیے بہترین ورزش کا کام بھی دیتی ہے۔ صاف ستھری مسواک منفعت بخش اور قبض کشا ہوتی ہے۔ بشرطیکہ روزانہ کی جائے۔

(۲۷) ۱۰۔وَرَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ' قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ' وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ' وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ' وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ' وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ' وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ' وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ))۔ قَالَ زَكَرِيَّا: قَالَ مُصْعَبٌ : وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ' وَزَادَ فِيْهِ وَكِيْعٌ: انْتِقَاصُ الْمَاءِ' يَعْنِي الْإِسْتِنْجَاءَ۔

(۲۷) ۱۰۔مسلم نے حضرت عائشہ سے حدیث بیان کی' کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دس چیزیں فطرت میں سے ہیں: موچھیں تراشنا' داڑھی بڑھانا' مسواک کرنا' ناک میں پانی چڑھانا' انگلیوں کی گھانٹھیں دھونا' ناخن کاٹنا' بغل کے بال نوچنا' زیرِ ناف بال مونڈنا اور پانی کم استعمال کرنا' زکریا نے کہا: کہا مصعب نے: دسویں چیز بھول گئی ممکن ہے کہ وہ کلی کرنا ہو' وکیع نے ''انتقاص الماء'' کا اضافہ کیا' یعنی استنجاء کرنا۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم ۲۶۱

(۲۸) ۱۱۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفِ الْإِبِطِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً))۔
أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

(۲۸) ۱۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ہمارے لیے موچھیں تراشنے، ناخن کاٹنے، بغل کے بال نوچنے اور زیر ناف بال مونڈنے کا وقت ہمارے لیے مقرر کر دیا گیا: کہ ہم چالیس راتوں سے زیادہ نہ چھوڑیں۔ مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۵۸۔

(۲۹) ۱۲۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ))۔
(قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ: مَا الْقَزَعُ؟ قَالَ: حُلِقَ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكُ بَعْضٌ) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۲۹) ۱۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بودے سے منع فرمایا، عبیداللہ کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا بودا کیا ہوتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ بچے کے سر کا کچھ حصہ مونڈ دیا جائے اور کچھ حصہ چھوڑ دیا جائے۔ متفق علیہ۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۹۲۱، مسلم: ۲۱۲۰۔

(۳۰) ۱۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((اخْتَتَنَ إِبْرَاهِيمُ (النَّبِيُّ) وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِينَ سَنَةً بِالْقَدُومِ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۳۰) ۱۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''حضرت ابراہیم نبی علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا۔'' متفق علیہ۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۳۵۶، ۶۲۹۸، مسلم: ۲۳۷۰۔

**فوائد:** (۱) فطرت سے متعلقہ اشیاء دس ہیں جو کرنی چاہئیں (۱) مونچھیں کاٹنا (۲) داڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی چڑھانا (۵) انگلیوں کی گھانٹھ گانٹھ دھونا (۶) ناخن تراشنا (۷) بغل کے بال نوچنا (۸) زیر ناف بال مونڈنا (۹) استنجا کرنا (۱۰) کلی کرنا۔

(۲) مونچھوں کو بلیڈ سے بالکل صاف کرنا درست نہیں ہے کیونکہ حدیث میں حلق (مونڈنا) کے لفظ مونچھ کے لیے استعمال نہیں ہوئے بلکہ قص (تراشنا) کا لفظ استعمال ہوا ہے جو درست ہے بال چالیس دن کے اندر اندر کاٹے یا اتارے جائیں اس سے زائد نہیں۔ سر کے بال برابر ہوں یہ نہ ہوں کہ بعض سر مونڈا اور بعض کو چھوڑ دیا یہ انگریزی سٹائل ہے جو حدیث کے مخالف ہے۔ آج کل یہ اکثر ہے۔

(۳) ختنہ کرانا بھی سنت ہے۔

(۴) بغلوں کے بال نوچنے پر آج کل عمل نہیں رہا زیر ناف بال بلیڈ یا پاؤڈر سے صاف کیے جاسکتے ہیں بالکل سارے بال

چھوڑ دینے سکھ لوگوں کی روش ہے بالغ انسان داڑھی' بغلوں اور زیر ناف بالوں سے جانا جاتا ہے۔ یعنی وصف بلوغت کو مذکورہ انہی فطری اصولوں سے مسلم یا غیر مسلم کے درمیان واضح فرق ہو جاتا ہے۔

(۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں بحکم الٰہی اپنا ختنہ ایک بسولے سے کیا۔ معلوم ہوا یہ سنت ابراہیم علیہ السلام ہے۔

## بَابُ صِفَةِ الْوُضُوْءِ وَفَرَائِضِهِ وَسُنَنِهِ

(۳۱) ۱۔عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰی عُثْمَانَ [بْنِ عَفَّانَ]، أَنَّ عُثْمَانَ (بْنَ عَفَّانَ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ تَمَضْمَضَ، [وَاسْتَنْثَرَ، وَفِي نُسْخَةٍ] وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى كَذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ (رِجْلَهُ) الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِي هٰذَا، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِي هٰذَا، ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانَ عُلَمَاؤُنَا يَقُوْلُوْنَ: هٰذَا أَسْبَغُ مَا يَتَوَضَّأُ بِهِ أَحَدٌ لِلصَّلَاةِ۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ]

## وضو کی صفت' فرائض اور سنتیں

(۳۱) ۱۔حمران مولیٰ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا' وضو کیا' اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے' پھر کلی کی' ناک میں سے پانی جھاڑا' ایک نسخے میں ہے ناک میں پانی چڑھایا (پھر اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا) پھر اپنا دایاں ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھویا پھر اپنا بایاں ہاتھ اسی طرح دھویا' پھر اپنے سر کا مسح کیا' پھر اپنا دایاں پاؤں ٹخنوں تک تین مرتبہ دھویا' پھر اپنا بایاں پاؤں ٹخنوں تک تین مرتبہ دھویا' پھر فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میرے اس وضو کی مانند وضو کیا پھر وہ کھڑا ہوا اور اس نے دو رکعت نماز پڑھی' ان دو رکعتوں میں اپنے دل سے کوئی بات نہ کی تو اس کے پہلے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہمارے علماء کہتے ہیں: یہ کامل طریقہ وضو ہے جو کوئی بھی نماز کے لیے کرے۔ متفق علیہ۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۶۴' ۱۹۳۴' مسلم: ۲۲۶۔

(۳۲) ۲۔وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ: ((فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَاحِدَةً))۔ وَقَالَ: هٰكَذَا تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ))۔

(۳۲) ۲۔عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہا: ''میں نے حضرت علی کو دیکھا اس نے وضو کیا اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا اپنے ہاتھ تین مرتبہ دھوئے' اپنے سر کا مسح ایک مرتبہ کیا' اور فرمایا کہ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تھا۔

أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ [وَرِجَالُهُ اِحْتَجَّ بِهِمُ الْبُخَارِيُّ]۔

ابوداؤد۔ (اس کے راوی بخاری کے ہاں قابل حجت ہیں)

**تحقیق و تخریج:** حدیث صحیح ہے' ابو داؤد: ۱۱۵' صحیح اسناد کے ساتھ بخاری کی شرط پر۔

(۳۳) ۳۔وَرَوَى مَالِكٌ' مِنْ حَدِيثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ' (بْنِ عَاصِمٍ) فِي صِفَةِ وُضُوءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: (( **ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ' بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ' ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ' ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ' ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ** ))۔

أَخْرَجُوْهُ مِنْ حَدِيثِ مَالِكٍ۔

(۳۳) ۳۔امام مالک نے روایت کیا عبداللہ بن زید بن عاصم کی حدیث سے رسول اللہ ﷺ کے وضو کی صفت کے بارے میں: ''پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا دونوں ہاتھ سر کے پہلے حصے میں لگائے اور انہیں سر کے پیچھے تک لے گئے۔ سر کے شروع سے ابتداء کی پھر ان دونوں کو سر کی پچھلی جانب گدی تک لے گئے' پھر ان دونوں کو واپس لوٹایا یہاں تک کہ واپس لے آئے اس جگہ تک جہاں سے آغاز کیا تھا' پھر اپنے پاؤں دھوئے۔ محدثین نے اس حدیث کو امام مالک سے روایت کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۸۵' ۱۸۶' ۱۹۱' ۱۹۲' ۱۹۷' ۱۹۹' مسلم: ۲۳۵۔

(۳٤) ٤۔وَفِي رِوَايَةِ خَالِدِ الْوَاسِطِيِّ فِي الْحَدِيثِ: (( **ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا' فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدٍ' فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا** ))۔

وَهِيَ فِي الصَّحِيحِ۔

(۳۴) ۴۔خالد واسطی کی روایت میں ہے: ''پھر آپ نے اپنا ہاتھ داخل کیا تو اسے نکالا' کلی کی اور ناک میں ایک ہی چلو سے پانی چڑھایا' یہ عمل تین مرتبہ کیا۔'' صحیح بخاری میں یہی الفاظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۹۱' مسلم: ۲۳۵۔

(۳٥) ٥۔وَفِي رِوَايَةِ وُهَيْبٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: فَمَضْمَضَ (وَاسْتَنْشَقَ) وَاسْتَنْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ غُرُفَاتٍ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۳۵) ۵۔ وہیب کی روایت میں ہے ''کلی کی' ناک میں پانی چڑھایا اور ناک سے پانی چھڑکا' تین چلوؤں سے۔ متفق علیہ۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۸۶' مسلم: ۲۳۵۔

(۳٦) ٦۔ وَفِي رِوَايَةِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ [أَيْضًا]: (( تَمَضْمَضَ' (وَاسْتَنْشَقَ)' (وَاسْتَنْثَرَ) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ))۔

(۳۶) ٦۔ اسی حدیث میں سلیمان بن بلال کی حدیث میں ہے: ''کلی کی' ناک میں پانی چڑھایا' اور ناک سے پانی چھڑکا تین مرتبہ ایک ہی چلو سے۔''

أَخْرَجَهُمَا الْبُخَارِيُّ۔

بخاری۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۹۹۔

(۳۷)۷۔وَفِي رِوَايَةِ وَاسِعِ بْنِ حِبَّانَ: ((وَمَسَحَ رَأْسَهُ بِمَآءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى أَنْقَاهُمَا))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۳۷)۷۔ واسع بن حبان کی روایت میں ہے: "آپ نے اپنے سر کا مسح کیا اس پانی سے جو آپ کے دونوں ہاتھوں سے بچا ہوا نہیں تھا' اور دونوں پاؤں دھوئے یہاں تک کہ انہیں صاف کر دیا۔" مسلم۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۳۶۔

(۳۸)۸۔ وَرَوَى عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ الطُّهُورُ؟ فَدَعَا بِمَآءٍ فِي إِنَاءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّاحَتَيْنِ فِي أُذُنَيْهِ، وَمَسَحَ بِإِبْهَامَيْهِ عَلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ، وَبِالسَّبَّاحَتَيْنِ بَاطِنَ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا [ثَلَاثًا] ثُمَّ قَالَ: **((هٰكَذَا الْوُضُوْءُ، فَمَنْ زَادَ عَلَى هٰذَا أَوْ نَقَصَ فَقَدْ أَسَآءَ وَظَلَمَ، أَوْ ظَلَمَ وَأَسَآءَ))**۔

أَخْرَجَهُ أَبُودَاوُدَ، وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ إِلَى عَمْرٍو فَمَنْ يَحْتَجُّ بِنُسْخَةِ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ،عَنْ جَدِّهِ فَهُوَ عِنْدَهُ صَحِيحٌ۔

(۳۸)۸۔ عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے' دادا سے روایت کیا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا: یا رسول اللہ وضو کیسے کیا جاتا ہے؟ آپ نے برتن میں پانی منگوایا' اپنی ہتھیلیاں تین مرتبہ دھوئی پھر اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا' پھر اپنے ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں داخل کیں اور اپنے دونوں انگوٹھوں سے اپنے کانوں کی بیرونی جانب سے مسح کیا اور دونوں انگلیوں سے کانوں کے اندر سے مسح کیا پھر اپنے پاؤں تین مرتبہ دھوئے' پھر فرمایا: "وضو اس طرح کیا جاتا ہے' جس نے اس سے زیادہ کیا یا کم تو اس نے برا کیا اور ظلم کیا یا یہ فرمایا کہ ظلم کیا اور برا کیا۔" ابوداؤد نے اس حدیث کو روایت کیا' اس کی سند عمرو بن شعیب تک صحیح ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے' مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۱۸۰' اس میں یہ الفاظ ہیں "فقداساء' وتعدی وظلم" ابوداؤد: ۱۳۵' ابن ماجہ: ۴۲۲' نسائی: ۱/ ۸۸' ابن خزیمہ: ۱۷۳' اس میں یہ الفاظ ہیں "فقد اساء وظلم او اعتدی وظلم" البیهقی: ۱/ ۷۹۔

**فوائد:** (۱) نماز کے لیے وضو شرط اول ہے۔ "وضوء' واؤ کے فتحہ کے ساتھ ہو تو پانی مراد ہوتا ہے۔ واؤ کے کسرہ سے ہو تو برتن اور واؤ کے ضمہ کے ساتھ ہو تو وہ عمل ہوتا ہے جو پاکی کے لیے نماز سے پہلے کیا جاتا ہے۔

(۲) کسی صحابی نے اپنی طرف سے وضو کا طریقہ وضع نہیں کیا سبھی کا وضو وہی ہے جو محمد ﷺ نے بتایا سبھی صحابہ امانت دار ہیں۔

جیسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کر کے بعد میں فرمایا کہ میں نے رسول مکرم کو ایسے ہی وضو کرتے دیکھا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تعلیم سکھانے کے لیے استاد یا دیگر راہنما وضو نماز کے طریقے بتا سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی شاگرد یا اور آدمی کو وضو وغیرہ کا طریقہ نہیں آتا تو موجودہ امام سے پوچھ سکتا ہے۔

(۳) ہر عضو کتنی بار دھونا چاہیے اس کی مقدار حدیث سے ثابت ہے اور کہاں تک دھونا چاہیے اس کی وضاحت بھی موجود ہے۔ تسلی بخش وضو کے بعد ایسی دو رکعتیں جس میں فاسد خیالات نہ آئیں پڑھنے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ گویا کہ عمدہ وضو گناہ کا کفارہ ہوتا ہے۔ وہ عمل جو سنت کے مطابق ہو اور پھر صحیح ادائیگی ہو تو وہ اللہ کو قبول ہوتا ہے اگر سنت کے مطابق ہے صحیح ادائیگی نہیں یا صحیح ادائیگی ہے سنت کے مطابق نہیں تو ایسا عمل قاصر ہوتا ہے۔

(۴) وضو کے لیے الگ پانی لینا چاہیے۔ پانی کے استعمال میں احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے خواہ جاری نہر کیوں نہ ہو۔ وضو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اس کے بعد اس میں کمی یا زیادتی کرنا ظلم ہے گناہ ہے۔

(۳۹) ۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ (مِنْ نَوْمِهِ) فَلْيُفْرِغْ عَلَى يَدِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَ يَدَهُ فِي إِنَائِهِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِيمَا بَاتَتْ يَدُهُ))۔

(۳۹) ۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی تم میں سے اپنی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنے ہاتھ پر تین مرتبہ پانی ڈالے پہلے اس سے کہ وہ اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کرے، وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۶۲، مسلم: ۲۷۸۔

**فوائد:** (۱) سو کر اٹھنے کے بعد ہاتھ دھونے ضروری ہیں۔ کیونکہ رات سوئے ہوئے اس کے ہاتھ جسم کے ہر حصے پر لگ سکتے ہیں۔ تین دفعہ دھونے کے بعد کسی برتن میں ہاتھ ڈال سکتا ہے۔

(۴۰) ۱۰۔ وَعَنْهُ، مِنْ رِوَايَةِ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخَرَيْهِ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ))۔
أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ

(۴۰) ۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ سے ہمام بن منبہ کی روایت کے حوالے سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو وہ اپنے ناک کے نتھنوں میں پانی چڑھائے پھر چھڑک دے۔'' بحوالہ مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۳۷۔

(۴۱) ۱۱۔ وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ؟ قَالَ: ((أَسْبِغِ الْوُضُوءَ، وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِماً))۔

(۴۱) ۱۱۔ عاصم بن لقیط بن صبرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا: میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن وضو کی وجہ سے جو روشنی ہو گی اس کے بارے میں مجھے بتائیے؟ آپ نے فرمایا: ''وضو مکمل

أَخْرَجَهُمَا النَّسَائِيُّ، وَالتِّرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهُمَا ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي ((صَحِيْحِهِ)).

کیا کرو ناک میں خوب اچھی طرح پانی چڑھایا کروالا یہ کہ تم روزے دار ہو۔" نسائی، ترمذی اور صحیح ابن خزیمہ میں یہ روایت منقول ہے۔ ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے، مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۳۳، ۲۱۱، ابوداوٗد: ۱۴۲، ترمذی: ۷۸۸ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، نسائی: ۱/ ٦٦، ابن ماجه: ۴۰۷، صحیح ابن خزیمه: ۱۵۰، مستدرك حاکم: ۱/ ۱۴۷، ۱۴۸، علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی۔

(٤٢)١٢۔ وَرَوَاهُ أَبُودَاوٗدَ مُطَوَّلًا وَفِيْهِ: ((أَسْبِغِ الْوُضُوْءَ، وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ)).

(۴۲)۱۲۔ ابوداوٗد نے طویل حدیث روایت کی اور اس میں یہ الفاظ ہیں: "وضو مکمل کرو اور اپنی انگلیوں کے درمیان خلال کرو۔"

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

(٤٣)١٣۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً)).

أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۴۳) ۱۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "نبی کریم ﷺ نے ایک ایک مرتبہ وضو کیا۔" بخاری۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۵۷۔

(٤٤)١٤۔ وَعَنْ عُثْمَانَ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ)). أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهُ، وَغَيْرُهُ يُخَالِفُهُ فِي التَّصْحِيْحِ۔

(۴۴)۱۴۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "نبی کریم ﷺ اپنی داڑھی میں خلال کیا کرتے تھے۔" ترمذی نے نقل کیا اور اسے صحیح قرار دیا اس کے علاوہ اس کے صحیح ہونے میں اختلاف کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے، ترمذی: ۳۱ اور اس نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، ابن ماجه: ۴۳۰، ابن خزیمه: ۱۵۱، ۱۵۲، ابن حبان: ۱۵۴، الدار قطنی: ۱/ ۹۱، مستدرك حاکم: ۱/ ۱۴۸، ۱۴۹، حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور علامہ ذہبی نے موافقت کی۔

(٤٥)١٥۔ وَعَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ، وَكَانَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ مَرَّةً وَيَمْسَحُ الْمَأْقَيْنِ)).

(۴۵)۱۵۔ سنان بن ربیعہ شہر بن حوشب سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے ابوامامہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "دونوں کان سر کا حصہ ہیں، آپ اپنے سر کا مسح ایک مرتبہ کرتے، اور آپ دونوں موزوں پر مسح کیا کرتے تھے۔

أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ۔ وَسِنَانُ بْنُ رَبِيْعَةَ أَخْرَجَ لَهُ

ابن ماجہ، سنان بن ربیعہ، امام احمد یحییٰ نے اس شہر بن حوشب

الْبُخَارِيُّ وَشَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ وَثَّقَهُ أَحْمَدُ وَيَحْيٰى وَتَكَلَّمَ فِيهِ غَيْرُهُمَا۔

کی توثیق کی اس کے بارے ان دونوں کے علاوہ دوسروں نے کلام کی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** حدیث صحیح ہے' امام احمد بن حنبل: ۵/ ۲۵۸' ابوداؤد: ۱۳۴' ابن ماجه: ۴۴۴' البیهقی: ۱/ ۶۶' ترمذی: ۳۷ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے' الدار قطنی: ۱/ ۱۰۳۔

(٤٦) ١٦۔ وَرَوَى حَبِيبُ بْنُ زَيْدٍ' عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ' عَنْ عَمِّهِ قَالَ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ' فَجَعَلَ يَدْلُكُ (ذِرَاعَيْهِ)))۔

أَخْرَجَهُ أَبُو حَاتِمِ بْنُ حِبَّانَ فِي ((صَحِيحِهِ)) وَذَكَرَ حَبِيبًا فِي كِتَابِ الثِّقَاتِ))۔ وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ: هُوَ صَالِحٌ۔

(۴۶) ۱۶۔ حبیب بن زید' عباد بن تمیم سے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں' اس نے کہا: ''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ نے وضو کیا آپ نے اپنے بازوؤں کو ملنا شروع کیا'' اور حبیب کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور ابو حاتم رازی نے کہا کہ وہ اچھا انسان ہے۔
ابو حاتم بن حبان نے اسے اپنی صحیح میں بیان کیا۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۳۹' ابن خزیمه: ۱۱۸' ابن حبان: ۱۵۵' ۱۵۶' مستدرک حاکم: ۱/ ۱۶۱' حاکم نے مسلم کی شرط پر اسے صحیح قرار دیا ہے' علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

(٤٧) ١٧ ۔وَرَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمُجْمِرِ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَاهُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ: فَغَسَلَ وَجْهَهُ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ' ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ' ثُمَّ (غَسَلَ) يَدَهُ الْيُسْرٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ' ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ' ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ' ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ' ثُمَّ قَالَ: (هٰكَذَا) رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ' يَتَوَضَّأُ [لِلصَّلَاةِ] وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ] فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهُ وَتَحْجِيلَهُ))۔

(۴۷) ۱۷۔ مسلم نے نعیم بن عبداللہ مجمر کی حدیث سے روایت کیا' کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ کو وضو کرتے دیکھا آپ نے اپنا چہرہ دھویا مکمل وضو کیا پھر اپنا دایاں ہاتھ دھویا یہاں تک کہ وہ ہاتھ کو بازو تک بلند لے گئے' پھر بایاں ہاتھ دھویا یہاں تک کہ وہ بازو تک بلند لے گئے پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر دایاں پاؤں دھویا یہاں تک کہ وہ پنڈلی تک بلند لے گئے' پھر بایاں پاؤں دھویا یہاں تک کہ وہ پنڈلی تک بلند لے گئے' پھر کہا اس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز کے لیے وضو کرتے دیکھا ہے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن وضو کی تکمیل کی وجہ سے تمہارے پانچوں اعضاء چمکتے ہوں گے'' جو تم میں سے طاقت رکھتا ہے وہ اپنی چمک کو لمبا کرے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۳۶' مسلم: ۲۴۶۔

(٤٨) ١٨۔ وَفِي رِوَايَةٍ : ((فَغَسَلَ وَجْهَهُ

(۴۸) ۱۸۔ ایک روایت میں ہے: ''آپ نے اپنا چہرہ اور

وَيَدَيْهِ، حَتَّى كَادَ يَبْلُغَ الْمَنْكِبَيْنِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى رَفَعَ إِلَى السَّاقَيْنِ))۔

دونوں ہاتھ دھوئے یہاں تک کہ قریب تھا کہ دونوں کندھوں تک پہنچ جاتے، پھر اپنے پاؤں دھوئے یہاں تک کہ آپ اپنے ہاتھ بلند لے گئے پنڈلیوں تک۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۴۶۔

(۴۹)۱۹۔ وَ فِی رِوَايَةِ أَبِی حَازِمٍ، قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ أَبِی هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ، فَكَانَ يَمُدُّ يَدَهُ حَتَّى يَبْلُغَ إِبِطَهُ))۔ اَلْحَدِيْثَ۔

(۴۹)۱۹۔ ابوحازم کی روایت میں ہے کہ میں ابوہریرہ کے پیچھے تھا اور وہ نماز کے لیے وضوء کر رہے تھے، آپ اپنا ہاتھ لمبا کرتے تھے یہاں تک وہ بغل تک پہنچ جاتا۔ مسلم۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۵۰۔

(۵۰)۲۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِی طُهُوْرِهِ إِذَا تَطَهَّرَ، وَفِی تَرَجُّلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ، وَفِی انْتِعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ))۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ

(۵۰)۲۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دائیں طرف کو پسند کرتے وضو کرنے میں جب آپ وضو کرتے، کنگھی کرنے میں جب آپ کنگھی کرتے، اور جوتا پہننے میں جب آپ جوتا پہنتے۔

متفق علیہ۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۶۸، ۴۲۶، ۵۳۸۰، ۵۸۵۴، ۵۹۲۶، مسلم: ۲۶۸۔

(۵۱)۲۱۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: ((تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ، وَعَلَى الْخُفَّيْنِ))۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ جِهَةِ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ أَبِيْهِ

(۵۱)۲۱۔ مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے اپنی پیشانی کا مسح کیا اور اپنی پگڑی پر اور موزوں پر۔"

مسلم نے روایت کیا مغیرہ بن شعبہ اور ان کے باپ کے حوالے سے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۷۴۔

(۵۲)۲۲۔ وَعِنْدَ الطَّحَاوِيِّ، مِنْ حَدِيْثِ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِی أُمَامَةَ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ أُذُنَيْهِ مَعَ الرَّأْسِ، وَقَالَ: ((الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ))۔ وَشَهْرٌ تَقَدَّمَ۔

(۵۲) ۲۲۔ طحاوی کے نزدیک شہر بن حوشب کی حدیث سے، ابوامامہ سے روایت ہے: "رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا سر کے ساتھ اپنے کانوں کا بھی مسح کیا اور فرمایا کہ دونوں کان سر کا حصہ ہیں۔" اور شہر کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ طحاوی نے اسے "معانی الآثار" میں جلد صفحہ ۳۳ پر نقل کیا ہے۔

(۵۳)۲۳۔ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ: ((فَأَخَذَ

(۵۳) ۲۳۔ بیہقی نے عبداللہ بن زید سے روایت کیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ وضو کرتے

لِصَمَاخَيْهِ مَآءً خِلَافَ الْمَآءِ الَّذِيْ أَخَذَ لِرَأْسِهِ))۔

وَقَالَ بَعْدَ إِخْرَاجِهِ: وَهٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ [وَهُوَ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ]

ہیں ''آپ نے اپنے کانوں کے سوراخوں کے لیے پانی اس کے علاوہ لیا جو آپ نے اپنے سر کے لیے لیا تھا۔'' اور اس کو روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے۔

**تحقیق و تخریج :** یہ حدیث شاذ ہے۔ بیہقی: ١/ ٦٥' بیہقی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے' مستدرک حاکم: ١/ ١٥١' اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا' علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی' اس کی سند میں حبان بن واسع ہے' بخاری نے اس سے روایت نہیں لی' تقریب میں اس کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ یہ راوی سچا ہے۔

(٥٤) ٢٤۔ وَفِي حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ' الطَّوِيْلِ' عِنْدَ الدَّارَقُطْنِيِّ: ((مَا (مِنْ) مِنْكُمْ أَحَدٌ يُقَرِّبُ وُضُوْءَهُ فَيُمَضْمِضُ، وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ إِلَّا خَرَجَتْ خَطَايَا وَجْهِهِ' وَفِيْهِ' وَخَيَاشِيْمِهِ))۔

(٥٤) ٢٤۔ عمرو بن عبسہ سے طویل حدیث مروی ہے دارقطنی کے نزدیک یہ ہے: ''جب تم میں سے کوئی وضو کرتا ہے کلی کرتا ہے' ناک میں پانی چڑھاتا ہے پھر اسے جھاڑتا ہے تو اس کے چہرے سے خطائیں نکل جاتی ہیں۔''

(٥٥) ٢٥۔ وَفِي الْحَدِيْثِ: ((ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ))۔ وَهٰذِهِ اللَّفْظَةُ أَخْرَجَهَا ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي ((صَحِيْحِهِ)) (أَيْضًا) أَعْنِي قَوْلَهُ: ((كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ))' وَأَصْلُ الْحَدِيْثِ عِنْدَ مُسْلِمٍ۔

(٥٥) ٢٥۔ حدیث میں ہے پھر آپ نے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے جیسے کہ آپ کو اللہ نے حکم دیا ''کما امرہ اللّٰہ'' کے الفاظ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیے۔ اصل حدیث مسلم کے ہاں ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ امام احمد بن حنبل: ٤/ ١١٢/ صحیح ابن خزیمہ' ١٦٥۔

(٥٦) ٢٦۔ وَفِي حَدِيْثِ جَابِرِ [بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ] فِي [صِفَةِ] حَجَّةِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ: ((اِبْدَأُوْا بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ))۔

وَالْحَدِيْثُ فِي الصَّحِيْحِ، وَلٰكِنْ بِصِيْغَةِ الْخَبَرِ: ((نَبْدَأُ أَوْ أَبْدَأُ)) لَا بِصِيْغَةِ الْأَمْرِ، وَالْأَكْثَرُ فِي الرِّوَايَةِ هٰذَا، وَالْمَخْرَجُ لِلْحَدِيْثِ وَاحِدٌ۔

(٥٦) ٢٦۔ جابر بن عبداللہ کی حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ کے حج کے ضمن میں نسائی کی روایت کے حوالے سے منقول ہے: ''شروع کرو جہاں سے اللہ نے شروع کیا۔'' یہ حدیث صیغہ خبر کے ساتھ ہے یعنی نَبْدَأُ ہم شروع کرتے ہیں ''أَبْدَأُ'' میں شروع کرتا ہوں صیغہ امر کے ساتھ نہیں روایت میں زیادہ تر اسی طرح ہے اور جبکہ حدیث کا مفہوم ایک ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ نسائی: ٥/ ٢٣٦' نسائی: ٥/ ٢٣٩۔

**فوائد:** (١) ہر حال میں مکمل وضو ضروری ہے۔ روزے کی حالت میں ناک میں پانی چڑھانا منع ہے۔ روزہ ٹوٹ جانے کا

اندیشہ ہوتا ہے۔ انگلیوں اور داڑھی کا خلال بھی وضوء میں شامل ہے۔

(۲) ایک ایک مرتبہ تمام اعضائے وضو دھونے بھی درست ہیں۔ کان، پیشانی سر میں داخل ہیں موزوں کا مسح بھی جائز ہے۔

(۳) روزِ قیامت اعضائے مغسولہ چمکیں گے۔

(۴) ہر کام میں دائیں طرف کو استعمال کرنا سنت ہے۔ وضو پاک صاف پانی سے کرنا چاہیے۔

(٥٧) ٦٧- وَرَوَى الْبُخَارِيُّ حَدِيثَ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ فِي التَّيَمُّمِ، وَفِيهِ عَنْ عَمَّارٍ: فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا وَضَرَبَ بِكَفَّيْهِ ضَرْبَةً عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهُمَا، ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَ كَفِّهِ بِشِمَالِهِ، أَوْظَهْرَ شِمَالِهِ بِكَفِّهِ، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ)).

وَأَخْرَجَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ فِي بَعْضِ طُرُقِهِ: ((إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ تَنْفُضُهُمَا، ثُمَّ تَمْسَحُ بِيَمِينِكَ عَلٰى شِمَالِكَ، وَشِمَالَكَ عَلٰى يَمِينِكَ، ثُمَّ تَمْسَحُ [بِهِمَا] عَلٰى وَجْهِكَ)).

(٥٧) ٦٧۔ تیمم کے بارے میں شقیق بن سلمہ کی حدیث بخاری نے روایت کی، اس میں عمار کے حوالے سے بیان کیا گیا، میں مٹی میں اس طرح لوٹ پوٹ ہوا جس طرح چوپایہ لوٹ پوٹ ہوتا ہے میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا آپ نے ارشاد فرمایا: تیرے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ تم اس طرح کرتے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ایک مرتبہ ماریں پھر انہیں جھاڑا پھر آپ نے اپنی ہتھیلی کی بیرونی جانب اپنے بائیں ہاتھ سے مسح کیا یا آپ نے بائیں ہاتھ کی پشت پر اپنی ہتھیلی سے مسح کیا پھر ان دونوں کو اپنے چہرے پر مل لیا" اسماعیلی نے اپنے بعض طرق میں یہ الفاظ ذکر کئے ہیں، "تیرے لیے یہ کافی ہے کہ تو اپنے ہاتھ زمین پر مارے پھر انہیں جھاڑ دے پھر تو اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر مسح کر اور بائیں سے دائیں ہاتھ پر پھر یہ دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لے۔"

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۳/ ۴۲۴، ابو داؤد: ۱۷۵، البیہقی: ۱/ ۸۳۔

**فوائد:** (۱) تیمم وضو کا بدل ہے لیکن تیمم کا کوئی بدل نہیں ہے۔ تیمم پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے یا بیماری کی حالت میں تیمم کیا جاتا ہے۔

(۲) جتنی دیر پانی نہ ملے تیمم سے عبادات کی جاسکتی ہیں۔ غسلِ جنابت کے وقت پانی کے عدم موجود ہو جانے پر تیمم کفایت کر جاتا ہے۔ پاک مٹی سے تیمم کیا جائے ناپاک اشیاء سے تیمم نہیں ہوتا پاک زمین کی جنس سے جو مہیا ہو اس سے تیمم ہوسکتا ہے۔

(۳) بیماری کی وجہ سے آدمی حرکت نہیں کرسکتا یا مرض بڑھنے کا خدشہ ہو تو پھر بھی تیمم کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح تیمم کے وقت دل میں ارادہ کرنا ضروری ہے۔ تیمم بھی ان اشیاء سے ٹوٹ جاتا ہے جن کے ذریعے وضو ٹوٹتا ہے۔ تیمم دونوں ہاتھ ایک بار مٹی پر مار کر

چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کو مس کرنے کا نام ہے۔تیمم کی حالت میں پانی مل گیا تو تیمم برقرار نہیں رہے گا بلکہ وضو کرنا ہوگا۔
(۴) دورانِ سفر کوئی مسئلہ پیش آجائے کوئی پاس ہو تو اس سے دریافت کرے ورنہ اجتہاد سے کام لے سکتا ہے جیسے عمار رضی اللہ عنہ نے سفر میں جانور کی طرح لیٹی لی لیکن رسول مکرم ﷺ نے اس پر تنقید نہیں کی کہ اس کا تیمم نہیں بلکہ مزید طریقہ بتایا۔

(۵۸)۲۸۔وَرَوَى أَبُودَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا وَفِي ظَهْرِ قَدَمِهِ لَمْعَةٌ قَدْرَ الدِّرْهَمِ لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعِيدَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ))

ابوداوٗد خالد بن معدان کی حدیث بیان کرتے ہیں صحابہ کرام سے: نبیؐ نے ایک آدمی کے قدم پر درہم کے برابر خشکی دیکھی جہاں پانی نہ پہنچا تھا پس آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو اور نماز کو دہراؤ۔

وَفِي إِسْنَادِهِ بَقِيَّةٌ يَرْوِيهِ عَنْ بُحَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ سَعْدٍ وَفِي ((الْمُسْنَدِ)) عَنْ أَحْمَدَ أَنَّهُ قَالَ [يَعْنِي بَقِيَّةَ: وَقَدْ وَثَّقَهُ جَمَاعَةٌ، وَقَدْ زَالَتْ تُهْمَةُ تَدْلِيسِهِ بِقَوْلِهِ حَدَّثَنَا] حَدَّثَنَا بُحَيْرٌ قَالَ الْأَثْرَمُ: قُلْتُ لِأَحْمَدَ: هٰذَا إِسْنَادٌ جَيِّدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ۔

اس کی سند میں بقیہ ہے جو بحیر (ابن سعد) سے روایت کرتا ہے: ''مسند'' میں امام احمد سے مروی ہے کہ بقیہ کو ایک جماعت نے ثقہ کہا ہے اور اس سے الزام تدلیست اس کے اس قول سے زائل ہو گیا ''حدثنا'' یعنی وہ ''حدثنا بحیر'' سے بیان کرتے ہیں۔اثرم کہتے ہیں کہ میں نے احمد سے پوچھا' کیا یہ سند جید ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں!

**فوائد:** (۱) وضوء مکمل کرنا چاہیے کوئی عضو خشک رہ جائے ناقص ہوتا ہے ایسا وضوء دوبارہ کرنا چاہیے۔
(۲) نامکمل وضوء سے نماز ناتمام رہتی ہے۔
(۳) وضوء کا مکمل ہونا نماز کا مکمل ہونا ہے۔

(۵۹)۲۹۔ وَعَنْ أَنَسٍ [قَالَ] ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ (بِالْمُدِّ) وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ))۔
لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۵۹)۲۹۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مد پانی سے وضو کر لیا کرتے تھے اور ایک صاع سے لے کر پانچ مدوں تک پانی سے غسل کر لیا کرتے تھے۔
لفظ مسلم کی روایت کے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۰۱،مسلم: ۳۲۵۔

**فوائد:** (۱) مناسب مقدار پانی سے وضو اور غسل کرنا چاہیے جیسا کہ آپ ﷺ ایک مد سے وضو فرماتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے۔ایک صاع اڑھائی کلوگرام کا ہوتا ہے اور چار مد ہوں تو ایک صاع بنتا ہے۔
(۲) کم سے کم پانی کا استعمال کرنا دانائی کی علامت ہے۔

(۶۰)۳۰۔ وَثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ حَدِيثِ

(۶۰)۳۰۔مغیرہ بن شعبہ کی روایت سے صحیحین میں ثابت

الْمُغِيرَةِ [بْنِ شُعْبَةَ] أَنَّهُ صَبَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الْمَاءَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ۔

ہے کہ انہوں نے نبی کے لیے پانی بہایا اور آپ وضو کر رہے تھے۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی بزرگ شخصیت یا اور کسی کو وضوء کرانا حسین فعل ہے۔ یہ ایک مودب اور بااخلاق انسان کی علامت ہے۔

(٦١) ٣١۔وَرَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ عُمَرَ، فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ، قَالَ فِيهِ: ((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ: ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ) وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ؛إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ))

(۶۱) ۳۱۔ مسلم نے حضرت عمرؓ کے حوالے سے ایک طویل حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو تم میں سے وضو کرتا ہے اور خوب اچھی طرح وضو کرتا ہے۔ پھر یہ کہتا ہے أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ '' ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اسی کے بندے اور رسول ہیں'' اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں جس میں سے چاہے وہ جنت میں داخل ہو جائے۔

**فوائد:** (۱) وضو بسم اللہ پڑھ کر کرنا چاہیے۔ پھر صحیح صحیح اعضاء دھونے چاہیں اور بعد میں دعاء پڑھنی چاہیے۔ ''اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له وان محمدا عبده ورسوله''۔

(۲) اچھا وضوء جنت کے آٹھوں دروازوں کو کھول دینے کی ایک چابی ہوتا ہے۔

(٦٢) ٣٢۔ وَرَوَى أَبُو (مُحَمَّدٍ) عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ الْحَافِظُ فِي ((مُسْنَدِهِ)) مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً وَنَضَحَ))۔

وَرِجَالُ إِسْنَادِهِ رِجَالُ الصَّحِيحِ۔

(۶۲) ۳۲۔ حافظ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی نے اپنی مسند میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک مرتبہ وضو کیا اور پانی کے چھینٹے مارے''

(اس کی سند صحیح ہے)

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ الدارمی: ۷۱۷، بخاری: ۱/ ۵۰۔

**فوائد:** (۱) وضو سے فارغ ہونے کے بعد پانی سے چادر، شلوار یا پینٹ پر چھینٹے مارنا صحیح ہے۔ تاکہ مزید اندیشہ رفع ہو جائے۔

(٦٣) ٣٣۔ وَمِنْ حَدِيثِ بُرَيْدَةَ، قَالَ : أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَدَعَا بِلَالًا فَقَالَ: ((يَا بِلَالُ، بِمَ

(۶۳) ۳۳۔ بریدہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صبح حضرت بلال کو بلایا اور ارشاد فرمایا:

سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ؟ [فَإِنِّي] مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا وَسَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِيْ)) وَفِيهِ: فَقَالَ بِلَالٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ /مَا أَذَّنْتُ قَطُّ إِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ، وَمَا أَصَابَنِي حَدَثٌ قَطُّ إِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَهَا وَرَأَيْتُ أَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((بِهِمَا))

لَفْظُ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ، وَحَكَمَ بِصِحَّتِهِ۔

''اے بلال تو مجھ سے پہلے جنت میں کس عمل کی وجہ سے گیا میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تیرے جوتوں کی آواز میں نے اپنے سامنے سنی۔'' اسی روایت میں ہے کہ بلال نے عرض یا رسول اللہ میں نے جب بھی آذان دی دو رکعتیں پڑھیں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹا میں نے اسی وقت وضو کیا' میں نے دیکھا کہ اللہ کی رضا کی خاطر میرے ذمے یہ دو رکعتیں ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان دو رکعتوں کی وجہ سے تجھے یہ اعزاز ملا ہے۔'' ترمذی کی روایت کے لفظ ہیں' اسے صحیح قرار دیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۵/ ۳۵۴' ترمذی: ۳۶۸۹' ابن حبان: ۲۰۴۴۔

**فوائد:** (۱) اذان دینا نمازوں کے لیے ضروری ہے موذن مقرر کرنا بھی درست ہے۔ موذن کی بہت زیادہ شان ہے۔ جو موذن اذان کے بعد دو رکعت ادا کرے گا اور ہمیشہ باوضوء رہے گا وہ جنت میں جائے گا۔

(۲) ہمیشہ باوضو رہنا بہت بڑا عمل ہے۔ وہ طلسم و جنات کا شکار نہیں ہوتا جو اکثر باوضوء رہتا ہے ہوا خارج ہو جائے تو وضوء دوبارہ کرنا چاہیے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ جیتے جی جنت میں گئے تھے۔

## بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

## موزوں پر مسح کا بیان

(٦٤) ١۔ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ، قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفْراً أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، وَلٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ))۔

صَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ بَعْدَ تَخْرِيجِهِ۔

(۶۴) ۱۔ صفوان بن عسال سے روایت ہے کہتے رسول اللہ ﷺ جب ہم مسافر ہوتے تو ہمیں یہ حکم دیا کرتے تھے کہ اپنے موزے تین دن اور تین راتیں نہ اتاریں سوائے جنابت کے' لیکن بول و براز اور نیند سے اتارنے کا حکم نہ تھا۔ ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۲۳۹' ۲۴۰' نسائی: ۱/ ۸۳' ترمذی: ۹۶' ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن ماجہ: ۴۷۸' ابن خزیمہ: ۱۹۶' ابن حبان: ۱۷۹' البیہقی: ۱/ ۱۱۴' الدارقطنی: ۱/ ۱۹۷' امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس باب میں سب سے بہتر حدیث صفوان بن عسال راوی کی ہے' اس سے ترمذی نے نقل کیا۔

(٦٥) ٢۔ وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ

(۶۵) ۲۔ عروہ بن مغیرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ میں ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا میں

خُفَّيْهِ، فَقَالَ: ((دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ، فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا))۔

لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

نے ارادہ کیا کہ آپ کے موزے اتار دوں آپ نے ارشاد فرمایا: ''انہیں رہنے دیجیے میں نے پاکیزہ پاؤں اس میں داخل کیے ہیں (یعنی باوضو پہنے ہیں) آپ نے ان پر مسح کیا۔'' لفظ بخاری کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۰۶، ۵۷۹۹، مسلم: ۲۷۴۔

(٦٦) ٣۔ وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَتْ: عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَاسْأَلْهُ، فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ: ((جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ))۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(٦٦) ٣۔ شریح بن ہانی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس آیا تا کہ ان سے موزوں پر مسح کے بارے میں سوال کروں، انہوں نے فرمایا کہ آپ ابن ابی طالب سے پوچھیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے تین دن تین، راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن، ایک رات کی اجازت دی ہے۔'' (یعنی مذکورہ مدت میں موزوں پر مسح کیا جا سکتا ہے) مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۷۶

(٦٧) ٤۔ وَعَنْ زُبَيْدِ بْنِ الصَّلْتِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ: ((إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ وَلَبِسَ خُفَّيْهِ فَلْيَمْسَحْ عَلَيْهِمَا، وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا، وَلَا يَخْلَعْهُمَا إِنْ شَاءَ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ))۔

(٦٧) ٤۔ زبید بن صلت سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''جب تم میں سے کوئی وضو کرے اور اس نے موزے پہن رکھے ہوں، تو وہ ان پر مسح کر لے اور انہی میں نماز ادا کر لے، اور انہیں اگر وہ چاہے تو نہ اتارے مگر جنابت سے'' (یعنی بصورت جنابت اتارنا ہوں گے)

رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مِنْ جِهَةِ أَسَدِ بْنِ مُوسَى وَفِيهِ قَالَ: [وَ] حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، وَثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ

دارقطنی نے اسد بن موسیٰ کے حوالے سے روایت کیا کہتے ہیں کہ ہمیں حماد بن سلمہ نے عبیداللہ بن ابی بکر سے، ثابت سے حضرت انس کے حوالے سے اور انہوں نبی کریم ﷺ سے اسی طرح روایت بیان کی۔

وَأَسَدُ بْنُ مُوسَى وَثَّقَهُ الْكُوفِيُّ/وَالنَّسَائِيُّ،

اسد بن موسیٰ کو کوفی، نسائی اور بزار نے ثقہ قرار دیا، حاکم

وَالْبَزَّارُ۔ وَقَالَ الْحَاكِمُ فِي ((الْمُسْتَدْرَكِ)) بَعْدَ ذِكْرِ حَدِيْثِ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: ((خَرَجْتُ مِنَ الشَّامِ))۔ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوْعًا بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ، رُوَاتُهُ عَنْ آخِرِهِمْ ثِقَاتٌ إِلَّا أَنَّهُ شَاذٌّ بِمَرَّةٍ، ثُمَّ أَخْرَجَ حَدِيْثَ أَنَسٍ الْمُقْتَدِمَ، وَقَالَ فِيْهِ: عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

نے مستدرک میں عقبہ بن عامر کی حدیث بیان کرنے کے بعد کہا: میں شام سے روانہ ہوا۔ حضرت انس سے مرفوع صحیح سند کے ساتھ روایت کی اس کے سارے راوی ثقہ ہیں سوائے اس کے کہ وہ شاذ ہے پھر حضرت انس کی سابقہ حدیث بیان کی اور اس میں کہا: یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث شاذ ہے۔ دار قطنی: ۱/ ۲۰۳، حضرت عمر سے مرفوع اور حضرت انس سے موقوف روایت ہے۔ البیهقی: ۱/ ۲۷۹، مستدرك حاكم: ۱/ ۱۸۱، حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی اور کہا کہ یہ حدیث شاذ ہے۔ نصب الرایۃ دیکھئے: نصب الراية ۱/ ۱۷۹، ۱۸۰۔

**فوائد:** (۱) سردی سے بچتے ہوئے موزے یا جرابیں ڈالنا یا پھر کسی اور عارضے کی وجہ سے جرابیں موزے وغیرہ ڈالنا جائز ہیں۔ موزوں اور جرابوں پر مسح سنت ہے۔ وضوء کر کے ان کو ڈالا جائے۔ ایک مقیم آدمی ایک دن اور ایک رات اور مسافر تین دن تین راتیں موزوں کو پہنے رکھ سکتا ہے موزے ایسے ہوں جس سے پاؤں کا چمڑا نظر نہ آئے۔ بالکل باریک نہ ہوں۔

(۲) اگر غسل جنابت واجب ہو جائے تو پھر اتار دینے چاہئیں خواہ ڈالے ہوئے ایک گھنٹہ ہی کیوں نہ گزرا ہو ڈالنے کے بعد اگر اتار لیے تو مسح باقی نہ رہے گا۔

(۳) اگر پیشاب، پاخانہ یا نیند آجائے تو اس سے بھی مسح باطل نہیں ہوتا صرف باقی اعضاء دھونے ضروری ہیں مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ تر کر کے پاؤں کی انگلیوں سے لے کر پنڈلی تک پھیریں۔ مسح ہمیشہ پاؤں کے اوپر سے ہوتا ہے نیچے سے نہیں۔

(۴) اسی طرح اگر پاؤں پر زخم ہو موزے نہ بھی ہوں تو پھر بھی ہلاکت سے بچنے کی غرض سے زخم والی جگہ پر مسح کیا جا سکتا ہے۔

(۵) اپنے کسی محترم یا بڑے عالم کی خدمت کرنا اچھی عادت ہے۔ نیک روح انسان کے جوتے یا موزے آگے بڑھ کر اتارنا درست ہے جیسے عروہ رضی اللہ عنہ نے جھک کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے اتارنے کی کوشش کی۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ سفر میں کوئی نہ کوئی ساتھی ساتھ جا سکتا ہے۔ اکیلے سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔

## بَابُ نَوَاقِضِ الْوُضُوْءِ وَمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنْ ذٰلِكَ

## وضو کے نواقض اس میں جو اختلاف پایا جاتا ہے

(٦٨) ١۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَنَامُوْنَ، ثُمَّ [يَقُوْمُوْنَ] فَيُصَلُّوْنَ وَلَا يَتَوَضَّؤُوْنَ۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(٦٨) ۱۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سو جاتے تھے پھر اٹھتے نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۷۶۔ اس حدیث میں سونے سے مراد اونگھنا ہے، اونگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ گہری نیند سو جانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(٦٩)٢۔ وَفِی رِوَایَةٍ عِنْدَ أَحْمَدَ بْنِ عُبَیْدٍ: ((یَنَامُوْنَ، ثُمَّ یَقُوْمُوْنَ فَیُصَلُّوْنَ، وَلَایَتَوَضَّؤُوْنَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ))۔

(۶۹)۲۔ احمد بن عبید کے حوالے سے ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں صحابہ سو جاتے پھر اٹھتے نماز پڑھتے اور وضوء نہیں کیا کرتے تھے۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ البیهقی: ۱/ ۱۲۰۔ احمد بن عبید صفار بہ کے حوالے سے۔

(٧٠)٣۔ وَفِی رِوَایَةٍ عِنْدَ الْبَیْهَقِیِّ: ((لَقَدْ رَأَیْتُ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یُوْقَظُوْنَ لِلصَّلَاةِ، حَتّٰی إِنِّیْ لَأَسْمَعُ لِأَحَدِهِمْ غَطِیْطًا، ثُمَّ یَقُوْمُوْنَ فَیُصَلُّوْنَ وَلَا یَتَوَضَّؤُوْنَ))۔

قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: هٰذَا عِنْدَنَا وَهُمْ جُلُوْسٌ۔

(۷۰) ۳۔ بیہقی کے نزدیک ایک روایت میں ہے ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کو دیکھا کہ وہ نماز کے لیے بیدار کیے جاتے، یہاں تک کہ میں ان میں سے کسی ایک کے خراٹے سنتا پھر وہ کھڑے ہوتے، نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔'' عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: ''ہمارا خیال ہے وہ بیٹھے ہوئے تھے۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ الدارقطنی: ۱/ ۱۳۰، ۱۳۱، (حدیث صحیح ہے) البیهقی: ۱/ ۱۲۰۔

**فوائد:** (۱) اونگھنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا گہری نیند میں وضوء لازمی ہے۔

(۲) گویا اونگھنے کے بعد نماز پڑھنی بھی درست ہے۔ یہ ثابت بھی ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں کو اصحاب یا صحابہ کہنا درست ہے۔

(۳) وہ نیند جس سے وضوء لازم ہو جاتا ہے وہ معمول کی نیند مراد ہے۔ بیٹھ کر بغیر ٹیک تکیہ کے اگر خراٹے بھی آنے شروع ہو جائیں تو وضو کرنا لازم نہیں ہاں احتیاطاً شک کی موجودگی میں وضو دوبارہ کیا جا سکتا ہے۔ تکیہ یا ٹیک سے نیند آئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس سے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

(٧١)٤۔ وَرَوٰی مُسْلِمٌ مِنْ حَدِیْثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّةِ، عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ (أَنَّهُ) قَالَ: اِسْتَحْیَیْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمَذْیِ مِنْ أَجْلِ فَاطِمَةَ، فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: ((مِنْهُ الْوُضُوْءُ))۔

(۷۱)۴۔ مسلم نے، محمد بن حنفیہ سے روایت کیا اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہتے ہیں کہ میں فاطمہؓ کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے مذی کے بارے میں پوچھنے سے شرمایا، میں نے مقداد کو حکم دیا کہ وہ آپ سے پوچھے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اس سے وضوء ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۳۲، ۱۷۸، مسلم: ۳۰۳۔

(٧٢)٥۔ وَعِنْدَهُ فِیْ رِوَایَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَلِیٍّ فِیْهَا: ((تَوَضَّأْ، وَانْضَحْ فَرْجَكَ))۔

(۷۲)۵۔ مسلمؒ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالے سے اس مسئلہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: ''وضو کر اور اپنی شرم گاہ پر پانی

کے چھینٹے مارے لے۔“

**تحقیق و تخریج:** مسلم : ۳۰۳، سلیمان بن یسار کے واسطے سے۔

**فوائد:** (۱) مذی آنے سے وضو کرنا ضروری ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وضو کے بعد پانی کے چھینٹے شلوار، چادر وغیرہ پر مارنے چاہئیں۔ کیونکہ بعض دفعہ بول کے قطرے یا گری کی وجہ سے لیسدار پانی خارج ہوتا ہے یا مذی کے قطرے لگ جاتے ہیں۔

(۲) مذی کا آجانا بری بات نہیں یہ لیس دار پانی ہوتا ہے جو منی سے قبل خارج ہوتا ہے جو کہ شہوت کی علامت ہے اور منی سے پتلا ہوتا ہے۔

(۳) دین میں کوئی شرم نہیں ہے۔ ہر بات پوچھی جاسکتی ہے۔ اگر ایسا مقام آجائے جہاں مسئلہ دریافت کرنا اپنے لیے باعث شرم ہو تو دوسرے کو کہہ کر مسئلہ کا حل دریافت کروایا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے شرم محسوس کرتے تھے کہ آپ علیہ السلام سے مذی کے بارے سوال کریں۔ حیا نے اجازت نہ دی کہ اپنی ہی بیوی کے باپ سے سوال کریں۔

(۷۳)٦۔ وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ اِسْتَفْتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: [يَا رَسُولَ اللّٰهِ] إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ [النَّبِيُّ ﷺ] ((**ذٰلِكِ عِرْقٌ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتْ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ أَثَرَ الدَّمِ، وَتَوَضَّئِي وَصَلِّي، فَإِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ**)).

(۷۳) ٦۔ حماد بن زید نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ فاطمہ بنت حبیش نے نبی کریم ﷺ سے فتویٰ طلب کیا، عرض کی یارسول اللہ ﷺ، مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یہ تو ایک رگ ہے، حیض نہیں ہے۔ جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دیا کر اور جب حیض ختم ہو تو خون کا نشان دھولیا کر، وضو کر اور نماز پڑھ، بے شک یہ ایک رگ ہے اور حیض نہیں ہے۔“

أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مُخْتَصَرًا وَأَعْرَضَ عَنْ لَفْظَةِ (تَوَضَّئِي)

بیہقی نے اسے روایت کیا، مسلم نے اختصار کے ساتھ بیان کیا اور لفظ ”توضئی“ بیان نہیں کیا۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ البیہقی: ۱/ ۱۱۶، ۳۴۳، بخاری: ۲۲۸، ۳۰۶، ۳۲۰، ۳۳۱، مسلم: ۳۳۳۔

(۷٤)۷۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((**تُصَلِّي الْمُسْتَحَاضَةُ وَإِنْ قَطَرَ الدَّمُ عَلَى الْحَصِيرِ**)).

(۷۴) ۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مستحاضہ عورت نماز پڑھے اور اگر چہ خون کے قطرے چٹائی پر گریں۔“

وَفِي رِوَايَةٍ: ((قَطْرًا))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو بَكْرٍ

حافظ ابوبکر اسماعیلی نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں اعمش

اَلْإِسْمَاعِيْلِيُّ اَلْحَافِظُ فِيْ جَمْعِهِ لِحَدِيْثِ الْأَعْمَشِ۔ کے حوالے سے نقل کیا' ایک روایت میں (قطراً) کا لفظ منقول ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل : ۶/ ۴۲، ۴۷، ۱۳۴، ۲۰۴، ۲۶۲' ابن ماجه : ۶۲۴' معانی الآثار : ۱/ ۱۰۲' البیهقی : ۱/ ۳۴۴-۳۴۵' الدار قطنی : ۱/ ۲۱۱-۲۱۲۔

**فوائد:** (۱) حیض کی حالت میں نماز پڑھنا ممنوع قرار دیا گیا ہے اسی طرح اس کے زمرے میں روزہ تلاوت قرآن آجاتے ہیں۔ روزہ رکھوانا کھانا پکانا ساتھ بیٹھ کر کھانا حیض والی عورت کو مس کرنا بوس و کنار کرنا ساتھ لیٹنا اس سے باتیں کرنا حائضہ عورت کا برتنوں میں ہاتھ ڈالنا اور اس کا اچھا سبق یا بھلائی کی بات کہنا اور دیگر معاملات سرانجام دینا درست ہیں کوئی حرج نہیں۔

(۲) حیض ہر آدم کی بیٹی کے مقدر میں لکھا ہے سوائے اس بات کے کہ کوئی عارضہ مانع حیض ہو جائے حیض کی حالت میں شوہر کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ نہ لیٹے۔ اس پیریڈ میں جماع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ حیض کا خون سیاہی مائل سرخ ہوتا ہے۔ جو کہ ایک مدت مقررہ میں آتا اور ختم ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے وضو یا تیمم کیا ہو اور اس دوران حیض شروع ہو جائے تو وضو یا تیمم باقی نہیں رہتا۔

(۳) حیض یہ بیماری نہیں ہے حیض کی مدت سے زائد خون کا آتے رہنا یہ بیماری ہے جو کہ استحاضہ کے نام سے معروف ہے۔ یہ خون سرخی مائل ہوتا ہے جو مستحاضہ عورت کو آتا ہے۔ اس حالت میں ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا ہوگا۔ اس حالت میں نماز معاف نہیں اسی طرح باقی احکام اسلام ادا کرے گی۔

(۴) حیض کے اختتام پر غسل کرنا ضروری ہے جبکہ استحاضہ میں غسل ضروری نہیں صرف خون کو دھو کر وضو کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے اس سے پہلے والی حدیث میں وضاحت ہے کہ مستحاضہ عورت خون دھوئے وضو کرے اور نماز پڑھے۔

(۵) کسی مسئلہ کے بارہ میں فتویٰ دریافت کرنا ہو تو ایک عالم عاقل آدمی کا انتخاب کرنا چاہیے جو حقائق کو سمجھتا ہو۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فتویٰ لینا دینا اسلام میں جائز ہے۔ فتویٰ مفت دینا چاہیے جیسے رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کا عمل ہوتا تھا فتویٰ زبانی یا تحریری یا زبانی دینے کے بعد لکھ کر مہر ثبت کر کے دینا بھی درست ہے۔ آج کل عوام کالانعام کو فتویٰ کی اہمیت کا اکثر علم نہیں ہوتا۔ فتویٰ کے مقام اور اہمیت کو باور کروانے کے لیے یا وہ مفتی جو بھی کام چھوڑ کر صرف فتاویٰ تحریر کر کے دیتا ہے مناسب معاوضہ لے سکتا ہے۔ بہتر کار خیر دین کی خدمت کا نام ہے۔ مفتی کے لیے فتوے کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔ اس طرح مرد اور عورت یکساں مفتی سے فتویٰ طلب کر سکتے ہیں۔

(۷۵)۸۔ وَرَوَى عَبْدُالْكَرِيْمِ الْجَزَرِيُّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ، ثُمَّ يُصَلِّيْ وَلَا يَتَوَضَّأُ))۔

(۷۵)۸۔ عبدالکریم جزری عطاء سے روایت کرتے اور وہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ بوسہ لیتے تھے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔''

أَخْرَجَهُ الدَّارُقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُ، وَرِجَالُهُ هٰؤُلَاءِ رِجَالُ

دار قطنی اور اس کے علاوہ نے روایت کیا' اس کی سند کے

((الصَّحِيْحَيْنِ))، وَقَدْ أُعِلَّ۔ رجال صحیحین میں سے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۶/ ۲۰۱، ابوداؤد: ۱۷۹، ترمذی: ۸۵، نسائی ۱/ ۱۰۱، ابن ماجہ: ۵۰۲، الدار قطنی: ۱/ ۱۳۷، سنن ترمذی: جلد ا صفحہ ۱۳۵۔۱۳۸ پر شیخ احمد محمد شاکر کی تعلیقات کا مطالعہ کریں۔

**فوائد:** (۱) وضو کی حالت میں آدمی اگر اپنی بیوی بچے کا بوسہ لے لے تو وضو ٹوٹتا نہیں اسی وضو سے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اگر یہی بوسہ شہوت کی وجہ سے لیا جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) اپنے بیوی بچوں کے بوسے لینا جائز ہے۔ کسی غیر محرم لڑکی کا بوسہ لینا حرام ہے۔ ہاں کوئی استاد شفیق یا استانی اپنے طالب علم کا بوسہ لے لے اس کی اچھی عادات واطوار کی وجہ سے، درست ہے استاد یا استانی کے بارے حسن ظن رکھنا چاہیے اور اسی طرح استاد کے لیے ضروری ہے کہ خوف خدا کو ہاتھ سے نہ جانے دے اسی طرح شاگرد فرط محبت سے یا بیٹی بیٹا فرط محبت سے باپ ماں استاد استانی کا بوسہ لے سکتے ہیں۔ اچھی یا بری نیت کا اس میں بہت زیادہ دخل ہے۔

(۳) اسی طرح اپنے عزیز واقارب کے چھوٹے چھوٹے بچی بچوں کا بوسہ لیا جاسکتا ہے۔ "انما الاعمال بالنیات"

(۷۶)۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِيْ بَطْنِهِ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْ لَا، فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا، أَوْ يَجِدَ رِيْحًا))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۷۶)۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں کچھ گڑبڑ محسوس کرے، اس کے لیے یہ مشکل پیش آجائے کہ کچھ نکلا، یا نہیں نکلا مسجد سے وہ اس وقت تک نہ جائے یہاں تک کہ وہ آواز سن لے یا بو محسوس کرے۔" مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۶۲۔

**فوائد:** (۱) ہوا کا خارج ہونا شرعاً بری بات نہیں ہے۔ اگر نماز میں یا ویسے وضو کی حالت میں ہوا خارج ہو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس ہوا کی دو صورتیں ہیں بدبو کا آنا دوسرا آواز کا۔ دونوں میں سے جو بھی ہو یا دونوں ظاہر ہوں تو وضو ثابت نہیں رہتا۔ محض شک ہو کہ ہوا خارج ہوئی ہے یا نہیں بدبو بھی نہ آئی ہو تو اس صورت میں رفع شک یا تو اس طرح ہوگا کہ نمازی یہ یقین کرلے کہ ہوا خارج نہیں ہوئی تو پھر وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر اس کا یقین غالب یہ ہو کہ ہوا خارج ہوئی ہے تو پھر وضو کرلے۔

(۲) کسی کی ہوا خارج ہو تو ہنسنا نہیں چاہیے کیونکہ ہر ایک کے ساتھ ایسا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہوا خارج کرنے والے کو آداب مجلس کا خیال رکھنا چاہیے، اس طرح جان بوجھ کر لوگوں کو ہنسانے کے لیے ہوا خارج کرنا قبیح حرکت ہے۔

(۳) اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے تو پیچھے چلا جائے اور اپنی جگہ پر نائب کھڑا کر جائے۔ اگر امام کا وضو ٹوٹ گیا جبکہ اسے پتا چل گیا اور وہ جان بوجھ کر مصلے پر ڈٹا رہا تو یہ درست نہیں ہے۔ بے وضو امامت اسلام میں جائز نہیں۔

(۷۷)۱۰۔ وَرَوَى قَيْسُ بْنُ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ:

(۷۷)۱۰۔ قیس بن طلق نے اپنے باپ سے روایت کیا

خَرَجْنَا وَفْداً حَتّٰى قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ، وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، جَاءَهُ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا تَرٰى فِيْ رَجُلٍ مَسَّ ذَكَرَهُ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: ((**وَهَلْ وَهُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْكَ، أَوْ بُضْعَةٌ مِنْكَ**)).

فرماتے ہیں کہ ہمارا وفد روانہ ہوا یہاں تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے ہم نے آپ کی بیعت کی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' جب نماز ادا کر لی تو آپ کے پاس آدمی آیا گویا کہ وہ ایک بدوی ہے اس نے کہا' یارسول ﷺ آپ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو اپنا آلہ تناسل چھولیتا ہے اس حال میں کہ وہ نماز میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''یہ تیرے جسم کا ایک ٹکڑا یا یہ فرمایا یہ تیرے جسم کا ایک حصہ ہے۔''

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَصَحَّحَهُ بَعْضُهُمْ، وَتَكَلَّمَ فِيْهِ غَيْرُهُ۔

ابوداؤد' بعض نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بعض نے اس میں کلام کی۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۲۳' ابوداؤد: ۱۸۲'۱۸۳' ترمذی: ۸۵' النسائی: ۱/ ۱۰۱' ابن ماجہ: ۴۸۳' ابن حبان: ۲۰۷'۲۰۸'۲۰۹' معانی الآثار طحاوی: ۱/ ۷۶' الدارقطنی: ۱/ ۱۴۹' ترمذی نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث اس باب میں سب سے اچھی ہے' علامہ طحاوی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(۷۸)۱۱۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**مَنْ أَفْضٰى بِيَدِهِ إِلٰى فَرْجِهِ لَيْسَ دُوْنَهَا حِجَابٌ، فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ**)).

أَخْرَجَهُ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ: أَبُوْ عَلِيِّ بْنُ السَّكَنِ، ثُمَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْبَرِّ۔

(۷۸)۱۱۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنا ہاتھ شرم گاہ کو لگایا اس حال میں کہ اس پر کوئی پردہ نہ ہو تو اس پر وضو واجب ہے۔'' جماعت محدثین نے اسے روایت کیا: ان میں ابوعلی بن سکن اور عمر بن عبدالبر بھی شامل ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۱/ ۳۳۳' کتاب الام امام شافعی: ۱/ ۱۲' ابن حبان: ۱/ ۷۷۔۷۸' الدارقطنی: ۱/ ۱۴۷' البیہقی: ۱/ ۱۳۳' الصغیر للطبرانی: ۱/ ۴۲۔

**فوائد:** (۱) شرمگاہ کو ہاتھ دو طرح سے لگ سکتا ہے (۱) کپڑے سمیت (۲) ننگی ہو۔ شرمگاہ پر کپڑا ہو تو مطلقاً وضو نہیں ٹوٹتا۔ لیکن شہوت کے طریق سے مس کیا جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ تقیید اً ہے۔ ننگی شرمگاہ پر ہاتھ لگنے سے بالاتفاق وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ وضو کرنا واجب ہے۔

(۲) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگایا جا سکتا ہے کیونکہ یہ بھی جسم کا ٹکڑا ہے۔ لیکن بائیں ہاتھ سے چھو سکتے ہیں پیشاب کرتے وقت بھی بائیں ہاتھ کو استعمال کریں۔

(۷۹)۱۲۔ وَعَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ، قَالَ حَدَّثَنِيْ

(۷۹)۱۲۔اسماعیل بن عیاش سے روایت ہے' اس نے کہا

ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا قَاءَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ أَوْ قَلَسَ، فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ، وَلْيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ مَالَمْ يَتَكَلَّمْ))۔ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ بِالْإِسْنَادَيْنِ مِنْ وَجْهَيْنِ، وَاللَّفْظُ لِأَحَدِهِمَا وَالْآخَرُنَحْوَهُ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ وَثَّقَهُ [أَحْمَدُ] وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ مُطْلَقًا فِي رِوَايَةٍ، وَأَثْنَى يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَلَى حِفْظِهِ ثَنَاءً بَلِيغًا، وَضَعَّفَ جَمَاعَةٌ رِوَايَتَهُ عَنِ الْحِجَازِيِّينَ، وَصَحَّحُوا رِوَايَتَهُ عَنِ الشَّامِيِّينَ۔ (قُلْتُ: وَهٰذَا مِنْ رِوَايَتِهِ عَنِ الْحِجَازِيِّينَ)۔

کہ مجھے ابن جریج نے بتایا' اس نے اپنے باپ سے روایت کیا' اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی تم میں سے نماز میں قے کر دے' تو وہ پلٹے وضوء کرے' اگر کسی سے بات نہیں کی تو پہلی نماز پر ہی اس کی بنیاد رکھے۔'' ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی' حضرت عائشہ ؓ کے حوالے سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ایسی ہی حدیث بیان کی۔ دار قطنی نے دوسندوں کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے اور لفظ ان میں سے ایک کے ہیں اور دوسری سند اسی طرح ہے اور یحییٰ بن معین نے اسماعیل بن عیاش کی توثیق کیہے اور احمد نے اور یزید بن ہارون نے تعریف کی ہے اس کے حافظے کی۔ محدثین کی جماعت نے حجازیوں کے حوالے سے اس کی روایت کوضعیف قرار دیا ہے اور شامیوں کے حوالے سے کی گئی روایت کو صحیح قرار دیا ہے اس کی روایت حجازیوں سے ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابن ماجه: ۱۲۲۱' الدارقطنی: ۱/ ۱۵۳۔۱۵۵' البیهقی: ۱/ ۱۴۲۔

**فوائد:** (۱) قے وغیرہ کے آجانے پر وضو کے ٹوٹنے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ حدیث ضعیف ہے اگر کسی کا وضوٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کرے بغیر گفتگو کیے جماعت سے مل جائے تو جتنی پہلے رکعات پڑھیں وہ بھی شمار ہوں گی اور بعد والی بھی رکعات ضائع نہ ہوں گی اور نہ ہی نئے سرے سے نماز پڑھنا ہوگی۔

(۸۰)۱۳۔وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ: أَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ؟ قَالَ: ((إِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَوَضَّأْ))۔ فَقَالَ: أَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، فَتَوَضَّأْ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ)) قَالَ: أُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: أُصَلِّي فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ؟ قَالَ

(۸۰)۱۳۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا' کیا ہم بکری کے گوشت کے استعمال سے وضو کیا کریں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''چاہو تو وضو کر لیا کرو اور چاہو وضو نہ کرو' اس نے پوچھا' کیا میں اونٹ کے گوشت کے استعمال سے وضو کیا کروں آپ نے فرمایا ہاں اونٹ کے گوشت کے استعمال سے وضو کیا کر' اس

((لَا)) أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

نے کہا: میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا: ''ہاں حرج نہیں'' اس نے کہا کیا میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کروں؟ فرمایا: ''نہیں۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۶۰۔

**فوائد:** (۱) بکری بھیڑ مرغی وغیرہ کے گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا البتہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے بارے میں کافی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ اونٹ کے گوشت سے وضو کرنا چاہیے۔

(۲) بکریوں کے باڑے میں نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے اس کے برعکس اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ دیو قامت جانور کے بدکنے سے نمازی نقصان اٹھا سکتا ہے۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سائل کے سوال کا جواب صرف سر ہلا کر ہاں نہیں میں دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے امتحانوں کے بعض سوالات معروضی ہوتے ہیں جن کا جواب تفصیلی کی بجائے اختیاری ہوتا ہے جو ''ہاں/نہیں'' کے الفاظ سے دیا جاتا ہے۔

(۸۱) ۱۴۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مِنْ غُسْلِهِ الْغُسْلُ وَمِنْ حَمْلِهِ الْوُضُوْءُ)) يَعْنِي الْمَيِّتَ۔

أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ قُلْتُ: وَرِجَالُهُ رِجَالُ مُسْلِمٍ۔

(۸۱) ۱۴۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: میت کو غسل دینے سے خود غسل کرنا ہوگا اور اس کو اٹھانے سے وضوء کرنا ہوگا۔'' ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے میں کہتا ہوں اس کے رجال مسلم کے رجال ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ امام احمد بن حنبل: ۲/ ۴۵۴' ابو داؤد: ۳۱۶۱' ابن ماجہ: ۱۴۶۳' ترمذی: ۹۹۳' کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ بیہقی ۱/ ۳۰۰۔۳۰۱' ابن حبان: ۱۱۵۸۔

(۸۲) ۱۵۔وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، فِيْ هٰذَا حَدِيْثًا، اِحْتَجَّ بِهِ الظَّاهِرِيُّ، وَقَالَ أَحْمَدُ، وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ: لَا يَصِحُّ فِيْ هٰذَا الْبَابِ شَيْءٌ۔

ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ عَنْهُمَا فِيْمَا حَكَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(۸۲) ۱۵۔حماد بن سلمہ نے محمد بن عمرو سے اور اس نے ابو سلمہ سے' اس نے ابو ہریرہ سے اس سلسلے میں ایک حدیث بیان کی ظاہری نے اس سے دلیل پکڑی احمد اور علی بن عبداللہ نے کہا: اس باب میں کوئی چیز صحیح نہیں۔ بخاری نے ان دونوں سے ذکر کیا ہے جو ترمذی نے بیان کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** حدیث صحیح ہے۔ بیہقی: ۱/ ۳۰۱' حماد بن سلمہ کے حوالے سے یہ حدیث مرفوع ہے

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جو فوت ہو جائے اسے غسل دے کر دفنانا چاہیے۔

(۲) میت کو غسل دینے سے غسل کرنا فرض نہیں ہے۔ ہاں جو کر لے درست ہے جو نہ کرے حرج نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں میت کو غسل دینے سے غسل ضروری ہے بعض کہتے ہیں ضروری نہیں۔ صحیح یہ آخری بات ہے جو استحباب کا تقاضہ کرتی ہے۔
(۳) میت کی چارپائی کو اٹھانے یا محض ہاتھ لگانے سے وضو متاثر نہیں ہوتا بلکہ برقرار رہتا ہے۔ اس پر وضو ٹوٹنے کا کوئی قائل نظر نہیں آتا۔

## بَابُ حُكْمِ الْحَدَثِ [الْأَصْغَرِ]

(۸۳) ۱ ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ إِلَّا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَحَلَّ لَكُمْ فِيهِ الْكَلَامَ، فَمَنْ تَكَلَّمَ فَلَا يَتَكَلَّمْ إِلَّا بِخَيْرٍ))۔

أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي ((الْمُسْتَدْرَكِ)) مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ مَرْفُوعاً هٰكَذَا، وَقَدْ رَوَى عَنْهُ غَيْرَ مَرْفُوعٍ وَعَطَاءٌ هٰذَا مِنَ الثِّقَاتِ الَّذِينَ تَغَيَّرَ حِفْظُهُمْ أَخِيراً وَاخْتَلَطُوا وَقَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: وَجَمِيعُ مَنْ رَوَى عَنْ عَطَاءٍ رَوَى عَنْهُ فِي الْاِخْتِلَاطِ، إِلَّا شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ۔ قُلْتُ: وَهٰذَا مِنْ رِوَايَةِ سُفْيَانَ۔

## حدثِ اصغر کے حکم کا بیان

(۸۳) ۱۔ عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس میں گفتگو کرنے کو جائز قرار دیا ہے جو کوئی بات کرے بہتری کی بات کرے۔''

حاکم نے اس حدیث کو اپنی مستدرک میں سفیان کے حوالے سے اور اس نے عطاء بن سائب کے حوالے سے مرفوع بیان کیا، اور اس کو غیر مرفوع بھی بیان کیا، عطاء ان ثقہ راویوں میں سے ہے جن کا آخر عمر میں حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں، تمام نے عطاء سے اختلاط کے دور میں روایت کیا سوائے شعبہ اور سفیان کے۔'' میں یہ کہتا ہوں کہ یہ روایت سفیان کی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی ۹۶۰، ابن حبان: ۹۹۸، البیهقی: ۵/ ۸۵، مستدرك حاكم: ۱/ ۴۵۹، حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۳/ ۴۱۴، ۶۴، مستدرك حاكم۔

**فوائد:** (۱) کعبہ کا طواف نماز ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ طواف، کعبہ کے گرد سات چکر لگانے کا نام ہے۔ اس میں ایسی گفتگو کرنا جو اچھی ہو یا دوسروں کو بھلائی بتانا درست ہے فضول باتیں کرنا یا مذاق کرنا جائز نہیں ہے۔
(۲) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض نمازیں گفتگو سے بھی برقرار رہتی ہیں جیسا کہ جمعہ کی نماز ہے خطبہ میں امام لوگوں کو مسائل سے آگاہ کرتا ہے۔ اسی طرح لوگوں میں سے کوئی امام سے دعا کرانے کا مطالبہ کرنا چاہے یا مسئلہ کی بابت پوچھنا چاہے تو کوئی حرج نہیں اس کے برعکس کوئی آپس میں بات کرے یا کسی کو شرارتوں سے روکے یا سوتے ہوئے کو اشارہ کرے تو ایسے آدمی کا جمعہ نہیں ہوتا۔
(۳) بغیر کسی شرعی عذر کے گفتگو کرنا، اشارے کرنا یا حرکتیں کرنا نماز کے منافی ہے۔ شرعی عذر سے نماز یا عبادت میں خلل واقع

نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر نماز میں سانپ' بچھو مارنا یا آگے سے گزرتے ہوئے مرد عورت وغیرہ کو روکنا درست ہے۔ اسی طرح دو آدمی جماعت میں ہوں تو تیسرے کے آنے پر امام مقتدی آگے پیچھے ہو سکتے ہیں۔ نماز باجماعت میں امام قرآن کی آیت بھول جائے تو مقتدی آیت بتا سکتا ہے امام بھول جائے تو مرد سبحان اللہ اور عورت الٹے ہاتھ سے تالی بجا سکتی ہے نماز میں بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا بھی درست ہے۔

(٨٤)٢۔ وَرَوَى مَالِكٌ' عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ۔ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ۔ أَنَّ فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: ((لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ))

وَهٰذَا مُرْسَلٌ وَبَعْضُ الرُّوَاةِ يَقُوْلُ: عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ' وَبَعْضُهُمْ عَنْ أَبِيْهِ' عَنْ جَدِّهِ۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُثْبِتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ بِشُهْرَةِ الْكِتَابِ وَتَلَقِّيْهِ بِالْقَبُوْلِ' وَيَرَى أَنَّ ذٰلِكَ يُغْنِي عَنْ طَلَبِ الْإِسْنَادِ۔

(۸۴)۲۔ امام مالک نے روایت کیا: عبداللہ بن ابی بکر سے اور وہ ہیں ''ابن محمد بن عمرو بن حزم'' بے شک اس خط میں جو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کو لکھا یہ تحریر تھی ''نہ ہاتھ لگائے قرآن کو مگر پاک انسان۔'' یہ روایت مرسل ہے بعض راویوں نے اسے عبداللہ عن ابیہ سے روایت کیا اور بعض نے براہ راست اس کے باپ سے اور دادا سے روایت کیا۔ لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اس حدیث کو خط کی شہرت اور لوگوں کے ہاں قبولیت کی بنا پر ثابت کرتے ہیں۔ ان کا خیال کہ یہ صورتِ حال سند کے مطالبے سے مستغنی کر دیتی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ موطاء امام مالك' كتاب القرآن' الدارقطنی : ۱/ ۱۲۱' کہا کہ یہ روایت مرسل ہے اس کے راوی ثقہ نہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر کے حوالے سے یہ حدیث مرفوع ہے۔ البیهقی : ۱/ ۸۸' معجم الکبیر' طبرانی : ۲/ ۱۳۹' طبرانی کا تبصرہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں یہ حدیث حکیم بن حزام کے حوالے سے مرفوع ہے۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہے ''لَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ'' قرآن کو مت ہاتھ لگا مگر آنکہ تو پاک ہو: الدارقطنی : ۱/ ۱۲۲' مستدرك حاكم : ۳/ ۴۸۵' حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذھبی نے اس کی موافقت کی ہے لیکن اس کی سند میں سوید ابو حاتم ہے۔ تقریب میں اس کے متعلق یہ مذکور ہے کہ یہ سچا ہے لیکن اس کا حافظہ اتنا اچھا نہیں تھا اس سے غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ مجمع الزوائد ۱/ ۲۷۷' میں یہ تبصرہ کیا گیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن رافع آتا ہے جسے یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے' بخاری نے اسے ثقہ قرار دیا ہے' علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس حدیث کو مجموعی اعتبار سے صحیح قرار دیا ہے۔

**فوائد:** (۱) قرآن کو بغیر طہارت کے پڑھنا یا پکڑنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی جنبی ہے تو غسل کر کے قرآن کو مس کرے حالت جنابت میں قرآن کو مس کرنا ممنوع ہے۔ وضو کے بارے میں اختلاف ہے۔ بہتر یہ ہے کہ باوضو ہو کر قرآن کو پکڑا یا پڑھا جائے۔

(۲) پند و نصائح لکھ کر کسی کو دینے یا بھیجنے درست ہیں اسی طرح خط و کتابت کے ذریعے تبلیغ کرنا یا وعظ کرنا جائز ہے جیسے نبی کریم ﷺ اپنی اصحاب اور امرائے ممالک کو لکھ لکھوا کر بھیجتے تھے۔

(۳) حدثِ اصغر میں وہ امور آجاتے ہیں جن سے طہارت بقدرے متاثر ہو جاتی ہے جبکہ وہ حکم نہیں ہوتا جو حدثِ اکبر کا ہوتا ہے۔

(۴) قرآن پاک ہے اس کو پاکی کی حالت میں پکڑا اور پڑھا جائے یہ اس کتاب کا مقام ہے۔

(٨٥)٣۔ وَثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ فِي حَدِيثِ هِرَقْلَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَ إِلَيْهِ: ((بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللَّهِ وَرَسُوْلِهِ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ))۔ وَفِيْهِ وَ ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللَّهِ، فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾۔
[آل عمران: ٦٤]۔

(۸۵) بخاری، مسلم میں ہرقل کی حدیث میں یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ اس کی طرف لکھا: ''بسم الله الرحمن الرحیم'' اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ سے ''عظیم روم ہرقل کی طرف'' اور اس میں یہ درج تھا ''اے اہل کتاب ایک ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان مشترکہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے، اگر تم پیٹھ پھیر گئے تو کہو گواہ رہنا بے شک ہم مسلمان ہیں۔ آل عمران: ۶۴

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۲۹۴۱، مسلم: ۱۷۷۳۔

**فوائد:** (۱) کفار کا نام لینے یا لکھنے سے نہ زبان پلید ہوتی ہے اور نہ ہی تحریر متاثر ہوتی ہے۔ ابوجہل، فرعون، ابولہب، ہامان، ہرقل وغیرہ کے نام لکھنے اور بولنے شرعاً جائز ہیں اسی طرح حرام سے حرام اور پلید سے پلید جانوروں کے نام لینا بھی درست ہے۔ ابو جہل اور دیگر کے نام نبی کریم ﷺ نے ذکر کیے اسی طرح خنزیر کا لفظ قرآن نے ذکر کیا لہٰذا کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲) خط و کتابت میں یا ہر تحریر کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مکمل لکھنی چاہیے اور انہی الفاظ میں ہی لکھا جائے ہندسوں میں بسم اللہ لکھنا احادیث سے ثابت نہیں ہے اسی طرح پہلے بھیجنے والے کا نام ہو اور بعد میں مرسل الیہ کا نام پتہ ہو جیسے ''من محمد بن عبداللہ و رسوله الی هرقل عظيم الروم'' ہے جو مخاطب ہو اس کو احترام سے مخاطب کیا جائے۔ جیسے آپ ﷺ نے لکھا ''عظيم الروم'' مراد ''روم کا سربراہ'' ہے ہمارے نبی ﷺ نے زندگی کے ہر معاملہ میں ہماری راہنمائی فرمائی جیسا کہ اس حدیث میں خط و کتابت کرنے کے اصول بتائے۔

(۳) خاص خطوط میں آیتِ قرآنی اور فرمان نبوی لکھا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں پھر بھی کافر ملک میں بھیجتے وقت احتیاط برتنا چاہیے۔ کہیں توہین کرتے ہوئے روندا نہ جائے بہتر یہ ہے کہ تحریری پیان کسی ڈاکیا یا سفیر کے ہاتھ بھیجے جائیں۔

(٨٦)٤۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ))۔
أَخْرَجُوْهُ، إِلَّا الْبُخَارِيُّ وَالنَّسَائِيُّ۔

(۸۶)۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا: ''نبی کریم ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔''
بخاری اور نسائی کے علاوہ محدثین نے یہ حدیث روایت کی

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۷۳۔

**فوائد:** (۱) اللہ تعالیٰ کا ذکر ضروری ہے۔ ہر حال میں ذکر کرنا چاہیے نبی کریم ﷺ ہمہ وقت ذکر کرتے تھے ہر حال سے مراد ایسے اوقات ہیں جو ذکر کے لیے مناسب ہوتے ہیں۔ بول و براز کرتے وقت یا برہنہ حالت میں ذکر نہیں کرنا چاہیے۔اسی طرح اگر نشے کی حالت ہو تو پھر بھی گریز کرنا چاہیے۔

(۲) بے وضو حالت میں وظائف وغیرہ کیے جائیں یا دعا پڑھی جائے۔ دعا مانگی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

## بَابُ آدَابِ قَضَاءِ الْحَاجَّةِ

## قضائے حاجت کے آداب کا بیان

(۸۷) ١۔عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ، وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ وَ [أَخْرَجَهُ] التِّرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔

(۸۷)۱۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی اتار لیا کرتے تھے۔'' ابوداوٗد نے روایت کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔ ترمذی نے اسے روایت کیا اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابو داوٗد ۱۹: ترمذی: ۱۷۴۶، کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ النسائی: ۸/ ۱۷۸، ابن ماجه: ۳۰۳، مستدرك حاكم: ۱/ ۱۸۷، حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ ابن حبان: ۱۲۵، ابو داوٗد نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، نسائی نے کہا یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

**فوائد:** (۱) رسول اکرم ﷺ کی انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' منقش تھا یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ ناپاک جگہ پر مقدس تحریریں نہیں لے جانی چاہئیں۔

(۲) علیحدہ محفوظ جگہ پر حاجت کے لیے جانا چاہیے۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انگوٹھی جائز ہے۔ مردوں کے لیے چاندی کی اور عورتوں کے لیے سونے کی البتہ لوہے کی انگوٹھی کے بارے اختلاف ہے، بہتر تو یہ ہے کہ گریز کیا جائے ورنہ کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۸۸)۲۔وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: ((انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى تَوَارٰى عَنِّىْ فَقَضٰى حَاجَتَهُ))۔

(۸۸)۲۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ چلے یہاں تک کہ مجھ سے چھپ گئے اور قضائے حاجت کی۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۶۳، مسلم: ۲۷۴۔

(۸۹)۳۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: ((كَانَ أَحَبُّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (لِقَضَاءِ) حَاجَتِهِ هَدَفٌ، أَوْ حَائِشُ نَخْلٍ))۔

(۹۸)۳۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''آپ قضائے حاجت کے لیے کسی ٹیلے یا نخلستان کے جھنڈ کو پسند کرتے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۴۲۔

(۹۰)۴۔وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ**))، قَالُوا: وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((**الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ، أَوْ فِي ظِلِّهِمْ**))

أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

(۹۰)۴۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دولعنت کا باعث بننے والی چیزوں سے بچو'' لوگوں نے کہا' دولعنت کا باعث بننے والی چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: ''جو لوگوں کے راستے میں قضائے حاجت کرے' یا ان کے سائے میں۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۶۹۔

(۹۱)۵۔ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ، وَالنَّسَائِيُّ حَدِيثًا، رَوَاهُ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ رَجُلٍ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ كَمَا صَحِبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَفِيهِ: النَّهْيُ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ۔

(۹۱)۵۔ ابوداؤد اور نسائی نے ایک حدیث بیان کی' اسے حمید بن عبدالرحمٰن نے ایک شخص سے روایت کیا جسے نبی کریم ﷺ کے صحابی ہونے کا اعزاز اس طرح حاصل تھا جس طرح کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو آپ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اس حدیث میں غسل خانے میں پیشاب کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۱۱۱،۱۱۰، ابوداؤد: ۲۸، نسائی: ۱/ ۱۳۰، مستدرک حاکم: ۱/ ۱۶۸، البیهقی: ۱/ ۹۸۔

**فوائد:** (۱) قضائے حاجت کے لیے دور دراز نکلنا چاہیے۔

(۲) قضائے حاجت کے لیے گھنے درختوں والی جگہ یا ٹیلے تلاش کرنے چاہئیں۔

(۳) گزرگاہوں یا راستوں پہ لگے درختوں کے نیچے بول و براز کرنا سخت منع ہے یہ فعل لعنت کو دعوت دیتا ہے۔

(۴) راستے پر بیٹھ جانا یا چھپنے کی کوشش نہ کرنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح ہاتھ دھونے کے لیے اکثر لوگ راستوں پہ ندی نالوں پر بغیر کسی آتے جاتے کو دیکھے بیٹھ جاتے ہیں یہ آداب و حیا کے منافی فعل ہے۔

(۵) غسل خانے میں پیشاب نہیں کرنا چاہیے۔

(۹۲)۶۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: ((**اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ**))۔ اِتَّفَقُوا عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ۔

(۹۲)۶۔ انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء کی طرف جاتے تو یہ دعا پڑھتے ((**اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ**)) ''اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں خبیث جنوں اور جنیوں سے۔'' انہوں نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ اور لفظ بخاری کے ہیں۔

**فوائد:** (۱) بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل دعا پڑھنا سنت ہے۔
(۲) دعا میں جنات وشیاطین کے شر سے محفوظ رہنے کا مطالبہ ہوتا ہے کیونکہ جنات گندی جگہوں پر بسیرا کرتے ہیں۔
(۳) بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعا پڑھنے سے آدمی جنات وشیاطین کی شرارت سے بچا رہتا ہے جن مونث ہوں یا مذکر دونوں یکساں طور پر ضرر رساں ہوتے ہیں۔
(۴) لفظ "اَللّٰھُمَّ" سے دعا مانگنا جائز ہے دعا قبول ہوتی ہے۔
(۵) اسلام کا نظامِ تعلیم غیر محسوس انداز کا حامل ہے۔ بیت الخلاء جاتے وقت دعا پڑھنا' فراغت کے وقت دعا پڑھنا مسجد میں داخل ہوتے وقت دعا پڑھنا' مسجد سے نکلتے وقت دعا پڑھنا وغیرہ وغیرہ یہ جتنی بھی دعائیں ہیں ذکر الٰہی سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی مومن بندہ دن رات میں ذکر الٰہی میں مصروف رہتا ہے۔ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ غیر محسوس انداز سے انسان کو ذکر باری تعالیٰ سے منسلک رکھا جائے۔

(٩٣)٧۔وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا تَغَوَّطَ الرَّجُلَانِ فَلْيَوَارِ كُلٌّ مِنْهُمَا عَنْ صَاحِبِهِ' وَلَا يَتَحَدَّثَا عَلٰى طَوْفِهِمَا فَإِنَّ اللّٰهَ يَمْقُتُ عَلٰى ذٰلِكَ))۔
أَخْرَجَهُ الْحَافِظُ أَبُو عَلِيِّ بْنُ السَّكَنِ' وَصَحَّحَهُ الْحَافِظُ أَبُو الْحَسَنِ ابْنُ الْقَطَّانِ۔

(۹۳)٦۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب دو شخص قضائے حاجت کریں' تو دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے چھپ کر قضائے حاجت کرے' وہ دونوں آپس میں باتیں نہ کریں اللہ اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔ حافظ ابوعلی بن سکن نے اسے روایت کیا ہے' حافظ ابوالحسن بن قطان نے اسے صحیح قرار دیا۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ حدیث معلول ہے' شوکانی نے نیل الاوطار میں اس کو نقل کیا۔
**فوائد:** (۱) بول و براز کے وقت آمنے سامنے بیٹھنا اور ساتھ ساتھ باتیں کرنا اسلام میں جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں۔
(۲) دو یا زیادہ مرد یا عورتیں ہوں تو وہ بول و براز کے وقت ہر ایک دوسرے سے چھپ جائے یہ شرم وحیا کا تقاضہ ہے۔
(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ناراض بھی ہو جاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اچھے افعال پر تبسم و ضحک کا اظہار فرماتے ہیں اسی طرح اپنے بعض بندوں کی ناشائستہ حرکات پر ناراض بھی ہوتے ہیں۔
(۴) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کو پیشاب کرتے وقت سلام کہنا یا جواب دینا ممنوع ہے۔ پیشاب کرتے کرتے کسی کو آوازیں دے کر بلانا بھی صحیح نہیں ہے۔

(٩٤)۔٨ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((مَابَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمًا مُنْذُ أُنْزِلَ عَلَيْهِ

(۹۴)٨۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے جب سے آپ پر قرآن نازل ہوا کھڑے ہو

الْقُرْآنُ))۔ أَخْرَجَهُ الْحَافِظُ أَبُو عَوَانَةَ فِي ((مُسْنَدِهِ الصَّحِيحِ))۔

کر پیشاب نہیں کیا۔" اس کو حافظ ابوعوانہ نے اپنی صحیح سند میں نکالا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۶ / ۱۳۶۔۱۹۲، ترمذی ۱۲ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کی حدیث اس باب میں سب سے زیادہ اچھی ہے اور صحیح ترین ہے۔ النسائی: ۱/ ۲۶، ابن ماجه: ۳۰۷، مستدرك حاكم: ۱/ ۱۸۱، حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، یہ صرف مسلم کی شرط پر ہے، مقدام بن سریح اس کا ایک راوی ہے، بخاری نے اس سے روایت نہیں کی، تقریب میں مرقوم ہے کہ یہ راوی ثقہ ہے۔

(۹۵)۹۔ وَقَدْ ثَبَتَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي حُذَيْفَةَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِماً))۔ [اَلْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]

**(۹۵)۹۔** ابوحذیفہ کی حدیث سے ثابت ہے "نبی کریم ﷺ ایک قوم کے کوڑے کے ڈھیر پر آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔" متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۲۴، مسلم: ۲۷۳۔

(۹۶)۱۰۔ وَفِي حَدِيثِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَفَجَّ رِجْلَيْهِ وَبَالَ قَائِماً))۔ أَخْرَجَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي ((صَحِيحِهِ))۔

**(۹۶)۱۰۔** مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے "نبی کریم ﷺ ایک قوم کے کوڑے کے ڈھیر کے پاس آئے، اپنی دونوں ٹانگیں پھیلائیں اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔"

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۲۴۶، ابن خزیمه: ۶۳، البیهقی: ۱/ ۱۰۱، آپ کی ٹانگ پر پھوڑا نکلا ہوا تھا، جس کی وجہ بیٹھ کر پیشاب کرنا مشکل تھا۔

**فوائد:** (۱) بغیر کسی شرعی عذر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اسلام میں منع ہے۔

(۲) اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے مطابق آپ نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا حضرت ابی حذیفہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق آپ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ ظاہر میں دونوں حدیثوں میں اختلاف ہے دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی روایت بیان فرما رہی ہیں کہ میرے سرتاج نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔ صحابہ کرام چونکہ سفر و حضر میں اکثر ساتھ ہوتے تھے ان کا بیان یہ ہے آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ لہٰذا اختلاف نہیں ہے۔

(۳) جائز عذر کے پیش نظر کھڑے ہو کر پیشاب کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ٹانگ پر زخم ہو پیٹ میں کوئی تکلیف ہو آپریشن کی حالت میں ہو کیچڑ کی بہتات ہو، ہر جگہ گندگی ہو وغیرہ لیکن پھر بھی بول کے چھینٹوں سے بچا جائے اور طہارت کا خیال رکھا جائے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کوڑا کرکٹ کے ڈھیر گاؤں یا شہر سے باہر لگائے جا سکتے ہیں۔

(۴) سوانح عمری کے متعلق معلومات اکٹھی کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ جس کے حالات لکھے جا رہے ہوں اس کے گھر والوں سے اس کے متعلق پوچھا جا سکتا ہے یا اس شخصیت کی بیوی اپنے خاوند کے ہر کام کے بارے بتا سکتی ہے۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کے عمل کے بارے بتایا۔ صحابہ کے بیان کے مطابق آپ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا عذر کی بنا پر تھا۔ وہ یہ کہ

آپ کی ٹانگ پر زخم تھا۔

(۵) ایسی جگہ جہاں کوئی قباحت نہ ہو بقدرے صاف ہو خواہ وہ کسی قوم کی ملکیت ہو تو وہاں پیشاب بغیر اجازت کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی ملکیت ہو چار دیواری ہو جہاں پیشاب کرنے کو ناپسند سمجھا جائے تو وہاں پیشاب نہیں کرنا چاہیے ہمارا حال یہ ہے کہ جس جگہ ''یہاں پیشاب کرنا منع ہے'' لکھا ہوتا ہے وہیں ہم بیٹھ جاتے ہیں اس لکھے جملے کو پڑھ نہیں پاتے کیونکہ پیشاب ہی اتنا تیز آیا ہوتا ہے یا پھر ہٹ دھرمی ہوتی ہے یا پھر ویسے ہی جاہل ان پڑھ لوگ ہوتے ہیں سونے کے پانی سے بھی لکھا ہو تو ان پر کیا اثر۔ آج کل کی یورپی تہذیب یہ کوئی شرعی عذر نہیں ہے۔ لباس کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کا شاید مزہ نہیں آتا۔ پینٹ پر زپ لگی ہوتی ہے جو کہ ایک راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہے وہ یہ کہ کھڑے ہو کر پیشاب کریں اس صورت میں نہ طہارت صحیح ہوتی ہے نہ بول کے چھینٹوں سے بچنے کا امکان ہوتا ہے۔ اور نہ ہی صحیح طور پر سارا پیشاب نکل پاتا ہے۔ صحت کے لیے بھی مضر طہارت کے لحاظ سے بھی ناقص عمل اور سنت کی بھی مخالفت علی الاعلان ہوتی ہے۔ اور سوء ادب بھی ہے یورپی تہذیب کو ترک کر کے اسلامی لباس زیب تن کریں جو شرافت کا سبق سکھاتا ہے۔

(۹۷) ۱۱۔وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهِ، وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِيْنِهِ)). لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

(۹۷) ۱۱۔ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تمہارا کوئی ایک پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب بیت الخلاء میں جائے تو اپنے آلہ تناسل کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ اسے دائیں ہاتھ سے دھوئے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۵۳، ۱۵۴، ۵۶۳۰، مسلم: ۲۶۷۔

**فوائد:** (۱) پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینا منع ہے۔ پانی تین سانسوں میں پیا جائے اور ہر بار منہ کو برتن سے بقدرے دور رکھا جائے۔ کیونکہ برتن میں سانس لینے سے کراہت پیدا ہوتی ہے اور اندر کے جراثیم برتن میں پڑ جاتے ہیں جس سے معدہ بیمار پڑ جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دودھ چائے کو ٹھنڈا کرتے وقت پھونکنا یا پانی میں گرے تنکے کو پھونک سے دور کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) پانی پینا ہو یا اور استعمال کے لیے لینا ہو تو الگ برتن میں لینا چاہیے سفر میں برتن پاس نہ ہو تو بہتے ندی نالے سے دونوں ہاتھوں کو برتن بنا کر پانی پی سکتے ہیں۔ جانوروں کی طرح منہ لگا کر ایک سانس میں پیاس بجھانا سنت کے خلاف ہے۔ پیٹ میں کیڑے مکوڑے گھس جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

(۳) شرمگاہ کو سیدھے ہاتھ سے چھونا جائز نہیں ہے اور نہ ہی سیدھے ہاتھ سے دھونا درست ہے۔ یہ ایک اصول ہے کہ مجبوری کے وقت اسلام کے احکام تخفیف رکھتے ہیں بعض دفعہ شرعی عذر سے سیدھا ہاتھ بھی شرمگاہ کو لگایا جا سکتا ہے مثال کے طور پر کسی کا الٹا ہاتھ ہے ہی نہیں تو وہ سیدھے ہاتھ سے شرمگاہ چھو سکتا ہے دھو سکتا ہے استنجاء کر سکتا ہے۔

(۹۸) ۱۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ، فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا، وَلَا يَسْتَطِبَّ بِيَمِينِهِ، [وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ] وَكَانَ يَأْمُرُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، وَيَنْهَى عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ))۔

لَفْظُ رِوَايَةِ أَبِي دَاوٗدَ، وَهُوَ عِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَقَّبَهُ الدَّارُقُطْنِيُّ۔

(۹۸) ۱۲۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے لیے والد کے مقام پر ہوں تمہیں تعلیم دیتا ہوں، جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لیے جائے تو اپنا رخ قبلہ کی طرف نہ کرے اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرے، نہ اپنے دائیں ہاتھ سے صفائی کرے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے دھوئے، اور آپ تین ڈھیلے استعمال کرنے کا حکم دیا کرتے تھے، لید اور بوسیدہ ہڈی کے استعمال سے منع کیا کرتے تھے۔'' ابوداؤد کے الفاظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ابوداؤد ۸، ابن ماجہ: ۳۱۳، نسائی: ۱/ ۳۸، ابن حبان: ۱۲۸، البیہقی: ۱/ ۹۱، ۱۰۲، ۱۱۲، ابن خزیمہ: ۸۰، مسلم: ۲۶۵۔

(۹۹) ۱۳۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِذَا قَعَدْتَ عَلَى حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَقَدِ ارْتَقَيْتُ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ لَنَا فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ۔

أَخْرَجَهُ مَالِكٌ أَطْوَلَ مِنْ هٰذَا، وَالْحَدِيثُ فِي الْجُمْلَةِ عِنْدَ الْجَمَاعَةِ كُلِّهِمْ۔

(۹۹) ۱۳۔عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ جب تو قضائے حاجت کے لیے بیٹھتا ہے نہ قبلہ کی طرف منہ کیا کر اور نہ ہی بیت المقدس کی طرف، حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ قضائے حاجت کے لیے دو اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کیے بیٹھے تھے۔امام مالک نے اس سے طویل حدیث نقل کی ہے۔اور فی الجملہ تمام کے ہاں ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۴۸، مسلم: ۲۶۲، موطا امام مالک۔

**فوائد:** (۱) ایسی جگہ جہاں کوئی دیوار و مکان نہ ہو خالی میدان ہو وہاں حاجت کے وقت قبلہ سمت اپنا رخ و چہرہ کرنا چاہیے نہ پیٹھ کر کے بیٹھنا چاہیے شمال جنوب سمت کو استعمال کرنا چاہیے اگر چار دیواری ہو محفوظ بیت الخلا ہوں تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ پھر بھی پیٹھ کرنے سے گریز کیا جائے جیسے نبی کریم ﷺ چھت کی لیٹرین میں قبلہ رخ بیٹھے تھے۔

(۲) حاجت کے وقت استنجا کے لیے تین سے کم ڈھیلے یا پتھر نہیں ہونے چاہئیں۔لید، ہڈی، گوبر سے استنجا کرنا منع ہے تیز ہڈی نرم جسم کو نقصان دے سکتی ہے اور ویسے بھی یہ جنوں کا توشہ ہیں۔

(۳) جیسے بیت اللہ مقدس ہے اسی طرح بیت المقدس بھی محترم مقام ہے دونوں کا احترام ہم پر لازم ہے۔

(۴) گھروں کے صحنوں میں یا چھتوں پر لیٹرین بنانا جائز ہے اور گھروں کی چھتوں پر چڑھنے کے لیے سیڑھی یا کوئی اور ذریعہ استعمال کرنا جائز ہے۔ گھر کی چھت پر پردوں کا انتظام ضروری ہے جس سے دوسرے گھروں میں نظر نہ پڑے بیت الخلاء میں بیٹھنے کے لیے اینٹیں پتھر رکھے جاسکتے ہیں تاکہ گندلے پانی یا بول کے چھینٹوں سے محفوظ رہا جاسکے۔

(۵) ایک نبی اپنی قوم کی ہر طرح کی راہنمائی کرتا ہے حتیٰ کہ قضائے حاجت کے انداز بھی بتاتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''انما انا لکم بمنزلة الوالد اعلمکم'' میں تمہیں سکھاتا ہوں کیونکہ میں تمہارے والد جیسا ہوں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ والد اپنی اولاد کا ذمہ دار اور مسئول ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو رہنے سہنے کے ڈھنگ بتائے ان سے پل بھر بھی غافل نہ ہو۔

## بَابُ الْاِسْتِنْجَاءِ وَالْاِسْتِجْمَارِ

## استنجاء اور ڈھیلے کا بیان

(۱۰۰) ۱۔ رَوَى الْبُخَارِيُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ هُوَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: ((**أَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْغَائِطَ فَأَمَرَنِيْ أَنْ أَتَّبِعَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ** ، فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْهُ ، فَأَخَذْتُ رَوْثَةً فَأَتَيْتُهُ بِهَا ، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ: ((**هٰذِهِ رِكْسٌ**))

(۱۰۰) ۱۔ بخاری نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ''نبی کریم ﷺ قضائے حاجت کے لیے گئے مجھے حکم دیا کہ میں تین ڈھیلے لے کر آپ کے پیچھے آؤں مجھے دو ڈھیلے ملے اور ایک میں نے لید کا ٹکڑا اٹھا لیا آپ نے دو ڈھیلے لے لیے اور لید پھینک دی اور فرمایا: ''یہ پلید گندگی ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۵۶۔

(۱۰۱) ۲۔ وَرَوَى الدَّارُقُطْنِيُّ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: ((**أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يُسْتَنْجٰى بِرَوْثٍ أَوْ عَظْمٍ** ، وَقَالَ: ((**إِنَّهُمَا لَا يُطَهِّرَانِ**))۔ قَالَ: إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

(۱۰۱) ۲۔ دارقطنی نے ابوہریرہ کے حوالے سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع کیا کہ لید اور ہڈی سے استنجاء کیا جائے' اور فرمایا یہ دونوں پاک نہیں کرتے'۔ اس کی اسناد صحیح ہے

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ الدار قطنی: ۱/ ۵۶' کہا اس کی اسناد صحیح ہے۔

**فوائد:** (۱) استنجا کے لیے تین سے کم ڈھیلے یا پتھر نہیں ہونے چاہئیں۔

(۲) لید' ہڈی' گوبر سے استنجا جائز نہیں ہے۔ یہ جنوں کا کھانا ہوتا ہے اور یہ پاک نہیں کرتے اس ضمن میں گھاس چارہ سبزیوں کے پتے یا اناج کی کسی قسم کی نوع سے استنجا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ انسانوں اور جانوروں کا کھانا ہیں۔ البتہ کپڑے وغیرہ سے عارضی طور پر بول کے قطروں کو یا گندگی کو صاف کیا جاسکتا ہے لیکن بعد میں دھونا ضروری ہے ڈھیلوں سے استنجا کرنا یا پانی سے دونوں طرح جائز ہیں اگر ڈھیلوں کے بعد پانی بھی استعمال کیا تو یہ قابل تعریف عمل ہے۔

(۳) بول و براز کے وقت اسپیشل ڈھیلوں یا پتھروں کا بندوبست کرنا چاہیے اگر تین ڈھیلے نہ مل سکیں تو دو بھی مجبوری کے وقت استعمال کیے جاسکتے ہیں حالت مجبوری میں ایک ڈھیلا جو صفائی کی مکمل اہلیت رکھتا ہو وہ بھی کفایت کرسکتا ہے۔ بغیر استنجا کے

کھڑے ہونا یا ڈھیلے اٹھانے کی سستی سے زمین پر ویسے رگڑ کھانا صحت وصفائی کے لیے نہایت ضرر رساں ہیں۔

(۴) بڑے آدمی یا بزرگ کی' بچے یا دیگر احباب تواضع وخدمت کر سکتے ہیں حاجت کے وقت پانی یا ڈھیلے استنجا کے لیے پیش کیے جاسکتے ہیں یا لیٹرین میں رکھے جاسکتے ہیں اسی طرح بزرگ کی لاٹھی ٹوپی کپڑا جوتے یا دیگر اشیائے ضرورت اٹھانا بھی جائز ہے۔

(۵) اسلامی ماحول قائم کرنے کے لیے بچوں کو آداب زندگی سے خبردار کرنا چاہیے چھوٹے بڑے کی تمیز اور احترام کرنے کا سبق دینا ضروری امر ہے بڑوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں کی حوصلہ افزائی کریں غلط کام کرنے پر حتیٰ الامکان نہ جھڑکیں جیسے نبی کریم ﷺ نے صحابی بچے کو دو پتھر اور لید لانے پر کچھ نہ کہا بلکہ سبق دیا کہ لید ناپاک ہے۔

(۱۰۲)۳۔ وَرَوَى عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَ غُلَامٌ نَحْوِي إِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ وَعَنَزَةً فَيَسْتَنْجِي بِالْمَآءِ))۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۱۰۲)۳۔ عطاء بن ابی میمونہ نے انس بن مالک کے حوالے سے روایت کیا' کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے تھے میں اور مجھ جیسا ایک لڑکا پانی اور نیزہ اٹھائے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے۔ متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۵۰' ۱۵۱' ۱۵۲' ۵۰۰' مسلم: ۲۷۱۔

## بَابُ أَسْبَابِ الْغُسْلِ

## غسل کے اسباب کا بیان

(۱۰۳)۱۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ (أَنَّهُ قَالَ): ((إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَآءِ))۔

(۱۰۳)۱۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک پانی' پانی سے ہے۔'' یعنی اخراج مادہ منویہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۴۳' البخاری: ۱۸۰۔

(۱۰۴)۲۔ وَعَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَآءُ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيَضُ، وَمَآءُ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَصْفَرُ، فَأَيُّهُمَا سَبَقَ كَانَ الشَّبَهُ))۔

أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ

(۱۰۴)۲۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے' ان دو میں سے جو بھی سبقت لے جائے بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے۔ نسائی

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۱۱' نسائی: ۱/ ۱۱۵' ۱۱۶۔

(۱۰۵)۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا؛ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ))۔

(۱۰۵)۳۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب آدمی اپنی بیوی کے چاروں شانوں کے درمیان بیٹھ جاتا ہے اور طاقت استعمال کرتا ہے تو غسل

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

واجب ہو جاتا ہے۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۹۱، مسلم: ۳۴۸۔

(۱۰۶)٤-وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: ((وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ))۔

(۱۰۶)۴۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے ''اگرچہ مادہ منویہ کا انزال نہ ہی ہوا ہو۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۴۸۔

(۱۰۷)٥- وَفِي رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ: ((إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ، أَنْزَلَ أَوْلَمْ يُنْزِلْ))۔

(۱۰۷)۵۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے ''جب دو ختنے آپس میں مل جاتے ہیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے، انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔''

وَسَيَأْتِي الْغُسْلُ مِنَ الْحَيْضِ وَالْمَوْتِ۔

عنقریب حیض اور موت سے غسل کے متعلق ذکر آئے گا۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ بیہقی: ۱/ ۱۶۳، بیہقی میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں ''اِذَا الْتَقَى الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ'' جب ختنے سے ختنہ ملتا ہے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

**فوائد:** (۱) احتلام سے منی خارج ہو تو تب بھی غسل واجب ہو جاتا ہے جماع سے منی خارج ہو یا نہ ہو پھر بھی غسل واجب ہو جاتا ہے اس میں سبھی کا اجماع ہے۔

(۲) شروع اسلام میں احتلام سے اور جماع سے بصورت خروج منی غسل واجب تھا بعد میں احتلام والا حکم وہی رہا لیکن جماع میں کچھ تبدیلی یوں ہوئی کہ منی خارج ہو یا نہ ہو دونوں مخصوص اعضاء کے صرف ملاپ سے غسل واجب ہو جائے گا احتلام سے مراد خروج منی ہے جو کہ بالغ ہونے کی علامت ہے۔

(۳) تصریحات کنایہ تشبیہات ایجاز تمثیلات اور دیگر اصولِ بلاغہ کو قرآن و حدیث میں بلند مقام حاصل ہے۔ جیسے اذھان، ویسے انداز حدیث نے عورت کی چار شاخوں کی طرف اشارہ کیا جن سے مراد دو بازو اور دو ٹانگیں ہیں پاؤں اور دوران یا دوران اور پنڈلیاں بھی مراد ہو سکتی ہیں پھر فرمایا ''اس نے کوشش کی'' یہ کنایہ ہے جماع کی طرف جو کہ ایک مہذب انداز ہے۔

(۴) دونوں اطراف سے جب منی نکلتی ہے تو مسابقت کی صفت بھی پائی جاتی ہے مرد کی منی پہلے رحم میں جائے تو مرد کی مشابہت رکھتا ہے ورنہ عورت کی۔ دونوں برابر ہوں تو مشابہت مرد عورت دونوں کی ہو سکتی ہے۔

(۵) ختان یہ ختن کی تثنیہ ہے ختن کا معنی کاٹنا ہوتا ہے کیونکہ بچے کی شرمگاہ کا حشوِ زائد کاٹا جاتا ہے اس لیے اس کو ختنہ کہتے ہیں۔ یہ عمل صرف بچوں کے ساتھ ہوتا ہے بچیوں کے ساتھ خاص نہیں ہے البتہ بعض دفعہ ان کے ساتھ بھی کاٹنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے ختان سے مراد دونوں شرمگاہیں ہیں ختن عورت کی طرف سے رشتہ پر بھی بولا جاتا ہے جیسے سسر سالہ داماد وغیرہ۔

(۱۰۸)٦-وَرَوَى ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي ((صَحِيحِهِ)): حَدِيثًا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِيهِ: أَنَّ ثُمَامَةَ بْنَ أُثَالٍ أُسِرَ،

(۱۰۸)۶۔ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ کے حوالے سے حدیث بیان کی کہ ثمامہ بن اُثال گرفتار ہو گیا، نبی کریم

وَفِيهِ: فَمَنَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا فَأَسْلَمَ فَحَلَّهُ وَبَعَثَهُ إِلَى حَائِطِ أَبِي طَلْحَةَ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَغْتَسِلَ، فَاغْتَسَلَ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((حَسُنَ إِسْلَامُ أَخِيكُمْ)).

[وَأَصْلُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَيْسَ فِيهِ: ((فَأَمَرَهُ أَنْ يَغْتَسِلَ))].

ﷺ نے ایک روز اس پر احسان کیا، وہ اسلام لے آیا، آپ نے اسے چھوڑ دیا اور اسے ابوطلحہ کے باغ کی طرف بھیجا، اسے حکم دیا کہ وہ غسل کرے، اس نے غسل کیا دو رکعت نماز پڑھی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے بھائی کا اسلام بہت عمدہ ہوا۔'' متفق علیہ لیکن ''فامرہ ان یغتسل'' کے الفاظ نہیں ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** حدیث صحیح ہے۔ابن خزیمہ: ۲۵۳، البیہقی: ۱/ ۱۷۱۔

**فوائد:** (۱) اسلام کے قبول کرنے کے بعد غسل ضرور کرنا چاہیے۔

(۲) کسی غیر مسلم کو قید کرنا جائز ہے یہ جنگ کی صورت میں، فساد کی صورت میں، دہشت گردی کی صورت میں اور غیر مسلم میں شرارت یا نقصان کے جراثیم پائے جانے کی صورت میں ہے امن کی فضا میں جب مسلمان اور کافر اکٹھے رہتے ہوں تو پھر کسی غیر مسلم کو بلاوجہ قید کرنا مصلحتاً درست نہیں ہے اسی طرح وہ غیر مسلم جن سے صلح کا معاہدہ ہو ان کو قید کرنا جائز نہیں ہاں مسلم ملک میں کوئی غیر مسلم داخل ہونا چاہتا ہے تو اجازت لے کر داخل ہو اور وہ بھی تفتیش کے بعد۔

(۳) قیدی غیر ہوں یا اپنے ان پر احسان کرنا چاہیے شفقت و ہمدردی کا ہتھیار ہمیشہ پاس ہونا چاہیے۔

(۴) غیر مسلم قیدیوں کو اچھے اور مؤثر انداز سے اسلام کی تبلیغ کی جاسکتی ہے۔

(۵) اچھے انسان کی تعریف کرنے اور اس کی عادات واطوار کو بیان کرنے میں کوئی قباحت نہیں جیسے نبی کریم ﷺ نے ثمامہ رضی اللہ عنہ کے بارے صحابہ کو فرمایا تمہارے بھائی کا اسلام اچھا ہے۔ مسلمان بھائی کی منہ پر تعریف کرنا اور اس خوشامدی کی ہوا بھرنا حرام ہے۔ کسی کو مکھن لگانا یا کسی کا خوشامد پسند ہونا نری بیماری ہے جو ذلیل کر دیتی ہے۔

(۱۰۹)۷۔ وَرَوَى عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ [الْخُدْرِيِّ] قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: (([أَلْ]غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ، وَأَنْ يَسْتَنَّ، وَأَنْ يَمَسَّ طِيبًا إِنْ وَجَدَ)).

قَالَ عَمْرٌو: أَمَّا الْغُسْلُ فَأَشْهَدُ أَنَّهُ وَاجِبٌ، وَأَمَّا الْإِسْتِنَانُ وَالطِّيبُ فَاللّٰهُ أَعْلَمُ، أَوَاجِبٌ هُوَ أَمْ لَا، وَلٰكِنْ هٰكَذَا فِي الْحَدِيثِ۔ لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

(۱۰۹)۷۔ عمرو بن سلیم انصاری نے بیان کیا کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں ابوسعید خدری پر وہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں رسول اللہ ﷺ پر آپ نے ارشاد فرمایا: ''ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل واجب ہے اور یہ کہ وہ مسواک کرے اور اگر میسر ہو تو خوشبو لگائے۔'' عمرو کہتے ہیں غسل کے بارے میں تو میں بھی کہتا ہوں کہ یہ واجب ہے رہا مسواک کرنا اور خوشبو لگانا اللہ ہی بہتر جانتا ہے یہ واجب ہے یا نہیں لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۸۸۰، مسلم: ۸۴۶۔

(۱۱۰)۸۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ))۔

(۱۱۰)۸۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایک جمعہ کو آئے تو اسے چاہئے کہ وہ غسل کرے۔" متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۸۷۷، ۸۹۴، ۹۱۹، مسلم: ۸۴۴۔

(۱۱۱)۹۔ وَعَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَاسْتَحْسَنَهُ۔ وَمَنْ يَحْمِلُ رِوَايَةَ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَلَى السِّمَاعِ مُطْلَقًا وَيُصَحِّحُهَا؛ يُصَحِّحُهُ۔

(۱۱۱)۹۔ حسن سمرۃ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جو جمعہ کے دن وضو کر لے تو بہتر ہے جو غسل کرے تو غسل کرنا افضل ہے۔" ترمذی نے نقل کیا اور اس روایت کو حسن قرار دیا ہے اور جو حسن کی روایت عن سمرہ کو مطلق سماع پر محمول کرتا ہے وہ اس کو صحیح کہتا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۵/ ۱۶، ابو داوٗد: ۳۵۴، النسائی: ۳/ ۹۴، ترمذی ۴۹۸ ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے۔ ابن خزیمه: ۱۷۵۷، البیهقی: ۱/ ۲۹۵، ۲۹۶۔

(۱۱۲)۱۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ: مِنَ الْجَنَابَةِ، وَيَوْمِ الْجُمُعَةِ، وَغُسْلِ الْمَيِّتِ، وَالْحِجَامَةِ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ، وَابْنُ خُزَيْمَةَ فِي ((صَحِيْحِهِ))، وَ[صَحَّحَهُ] الْحَاكِمُ فِي ((الْمُسْتَدْرَكِ))۔ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: رُوَاةُ هٰذَا الْحَدِيْثِ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ۔ قُلْتُ: وَقَدْ عُلِّلَ، وَمُصْعَبُ بْنُ شَيْبَةَ رِوَايَةُ قَدْ مُسَّ أَيْضًا، وَلٰكِنِ احْتَجَّ بِهِ مُسْلِمٌ۔

(۱۱۲)۱۰۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: "نبی کریم ﷺ چار وجوہ کی بنا پر غسل کیا کرتے تھے جنابت سے، جمعہ کے دن، میت کو غسل دے کر اور سنگی لگا کر۔" ابوداوٗد نے روایت کیا۔ ابن خزیمہ نے اسے اپنی صحیح میں نقل کیا۔ حاکم نے اسے مستدرک میں نقل کرنے کے بعد صحیح کہا ہے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کبھی معلول ہوتی ہے مصعب بن شیبہ راوی بھی (اسی ضمن میں) ہے لیکن مسلم کے ہاں قابل حجت ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۶/ ۱۵۲، ابو داؤد: ۳۴۸، ابن خزیمه: ۲۵۶، الدار قطنی: ۱/ ۱۱۳، مستدرك حاکم: ۱/ ۱۶۳، حاکم نے شیخین کی شرط پر اسے صحیح قرار دیا علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی اس کی سند میں مصعب بن شیبہ ہے میزان الاعتدال میں علامہ ذھبی نے جلد ۴/ صفحہ ۱۲۰ پر آئمہ کے حوالے سے اس کے ضعف کا تذکرہ کیا ہے۔ دار قطنی نے یہ کہا یہ راوی قوی نہیں اور نہ ہی حافظ نے تقریب میں اسے لین الحدیث قرار دیا ہے۔

**فوائد:** (۱) روزِ جمعہ غسل کرنا۔ زیادہ قابل عمل بات یہ ہے کہ یہ نہایت موکدہ سنت ہے۔ جو لفظ "واجب" حدیث میں آیا ہے وہ "تاکید" کے معنی دیتا ہے بعض کے ہاں حقیقتاً واجب ہے جمہور مسنون ہی قرار دیتے ہیں جمعہ کو وضو کرنا بہتر ہے جو غسل کرے

افضل ہے۔اس حدیث میں غسل جمعہ کے بارے ''افضل'' کا لفظ آیا ہے یہ کسی اختیاری چیز میں مقابلہ کرتے ہوئے زیادہ رتبہ کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن جو''واجب'' یا ''فرض'' کا لفظ ہے یہ صرف اکیلا ہی کافی ہوتا ہے واجب افضل کہنا یا فرض افضل کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔لہٰذا غسل جمعہ اختیاری عمل ہے غسل نہ کرنے کے مقابلہ میں غسل کرنا افضل ہے۔

(۲) غسل جنابت واجب ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں غسل میت سے غسل کرنا یا سینگی لگوانے سے غسل کرنا مسنون ہے۔ واجب نہیں ہے۔

(۳) جمعہ کے دن مسواک کا خاص اہتمام کرنا اور خوشبو لگانا سنت ہے یہی بات صحیح ہے اگر خوشبو پاس نہ ہو تو اپنے مسلمان بھائی سے لی جا سکتی ہے ورنہ خوشبو نہ ملنے پر جمعہ میں خلل واقع نہیں ہوتا جمعہ کا ثواب سلامت رہتا ہے۔

## بَابُ أَحْكَامِ الْحَدَثِ الْأَكْبَرِ

## حدث اکبر کے احکام کا بیان

(۱۱۳)١۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلِمَةَ' عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ عَلَى كُلِّ حَالٍ' لَيْسَ الْجَنَابَةُ))۔

لَفْظُ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ' وَأَخْرَجَهُ أَبُودَاوُدَ' وَالتِّرْمَذِيُّ' وَابْنُ خُزَيْمَةَ' وَالْحَاكِمُ فِي ((الْمُسْتَدْرَكِ)) مَا بَيْنَ مُطَوَّلٍ وَ مُخْتَصَرٍ۔ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلِمَةَ' بِكَسْرِ اللَّامِ' قِيلَ فِيهِ: تَعَرُّفٌ وَتُنْكَرُ'

(۱۱۳)١۔عبداللہ بن سلمہ سے روایت ہے۔وہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ ہر حال میں قرآن پڑھا کرتے تھے' لیکن جنابت کی حالت میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔'' نسائی' ابوداؤد' ترمذی' ابن خزیمہ' حاکم نے مستدرک میں میانہ روی سے بیان کیا ہے۔عبداللہ بن سلیمہ میں سلمہ کی لام مکسور ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ معرفہ' نکرہ دونوں طرح صحیح ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔مسند امام احمد بن حنبل: ۱/ ۸۳' ۸۴' ۱۰۷' ۱۲۴' ابوداؤد: ۲۲۹' نسائی: ۱/ ۱۴۴' ترمذی: ۱۴۶ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱۱٤)٢۔وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ (الْخُدَرِيِّ)' (قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ): ((إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ))۔

أَخْرَجُوْهُ إِلَّا الْبُخَارِيَّ۔

(۱۱۴)٢۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ کے پاس آئے پھر وہ دوبارہ اس کے پاس آنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وضو کر لیا کرے۔''

بخاری کے علاوہ محدثین نے اسے روایت کیا۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم، ۳۰۸۔

(۱۱٥)٣۔وَفِي رِوَايَةٍ: ((بَيْنَهُمَا وُضُوءًا))' وَقَالَ :((ثُمَّ [إِذَا] أَرَادَ أَنْ يُعَاوِدَ))۔

(۱۱۵)۴۔ ایک روایت میں ہے ''دونوں وقفہ کے دوران وضوء ہے اور یہ کہا جب وہ دوبارہ ہم بستری کرنا چاہے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۳۰۸؍ ابوبکر بن ابی شیبہ کے حوالے سے۔

(۱۱۶) ٤۔وَفِیْ رِوَایَةٍ لِابْنِ خُزَیْمَةَ: ((إِذَا أَرَادَأَنْ یَعُوْدَ فَلْیَتَوَضَّأْ وُضُوْءَ هُ لِلصَّلَاةِ)) أَیِ الَّذِیْ یُجَامِعُ ثُمَّ یَعُوْدُ قَبْلَ الْغُسْلِ

(۱۱۶) ۴۔ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے ”جب ارادہ کرے کہ وہ دوبارہ ہم بستری کرے تو وہ وضو کرے نماز جیسا وضو کرنا‘ یعنی جو مجامعت کرتا ہے اور پھر دوبارہ کرتا ہے غسل سے پہلے۔“

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے‘ ابن خزیمہ نے اسے روایت کیا ہے۔ صفحہ ۲۲۰

(۱۱۷)٥۔ وَفِیْ [رِوَایَةٍ أُخْرٰی لَهُ]: ((إِذَا أَرَادَ أَحَدُکُمُ الْعَوْدَ فَلْیَتَوَضَّأْ، فَإِنَّهُ أَنْشَطُ لِلْعَوْدِ))۔ وَأَخْرَجَهَا الْحَاکِمُ فِی ((الْمُسْتَدْرَکِ)) أَیْ هٰذِهِ الزِّیَادَةَ۔

(۱۱۷)۵۔ اسی سے ایک دوسری روایت میں ہے ”جب تم میں سے کوئی دوبارہ ہم بستری کرنے کا ارادے کرے تو اسے چاہیے کہ وضو کرے‘ وضو دوبارہ عمل کرنے کے لیے زیادہ نشاط کا باعث ہوتا ہے۔ مستدرک حاکم

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ابن خزیمہ: ۲۲۱: مستدرک حاکم: ۱/ ۱۵۲۔

**فوائد:** (۱) قرآن حکیم کی کثرت سے تلاوت کرنی چاہیے حالت جنابت میں تلاوت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور کو قرآن پڑھایا جاسکتا ہے۔

(۲) بیوی سے ایک دفعہ جماع کے بعد اگر دوبارہ جماع کرنا ہوتو وضو کرنا چاہیے اس سے ملاپ کا انداز جدید اور تازگی لوٹ آتی ہے یہ وضو نماز والا ہی ہوتا ہے۔ یاد رہے یہ وضو واجب یا فرض نہیں ہے بلکہ یہ پسندیدہ ہے۔

(۳) ایک دفعہ ملاپ کے بعد دوسری بار ملاپ کے لیے وضو کرنے سے پاکی حاصل نہیں ہوتی صرف فرحت وسکون مہیا ہوتا ہے۔ غسل کرنا پڑے گا۔

(۴) حقوق ادا کرنا فرض ہے۔ ملاپ ایک حق ہے بیوی کا مرد پر اور مرد کا بیوی پر۔ دونوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ عدم ادائیگی حق پر ہر ایک مجرم ہے دوسرے کا۔ بیوی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ انکار کرے۔ مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک طویل عرصہ تک بیوی سے غائب رہے یا پاس نہ آئے۔

(۱۱۸)٦۔وَرَوٰی مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: ذَکَرَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ تُصِیْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّیْلِ؛ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَکَرَكَ، ثُمَّ نَمْ)) أَخْرَجُوْهُ إِلَّا التِّرْمَذِیَّ۔

(۱۱۸)٦۔امام مالک نے عبداللہ بن دینار سے اور اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا‘ انہوں نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اسے رات کو جنابت لاحق ہو جاتی ہے رسول اللہ ﷺ نے اسے کہا: ”وضو کر اپنا ذکر دھولے پھر سوجا۔“

ترمذی کے علاوہ محدثین نے اسے روایت کیا۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۰، مسلم: ۳۰۶۔

(۱۱۹)۷۔وَعَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَمَسَّ مَاءً))۔

أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ۔ (وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔وَقَالَ أَحْمَدُ: لَيْسَ صَحِيحًا)۔

(۱۱۹)۷۔ابواسحاق، اسود سے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، فرماتی ہیں ''رسول اللہ ﷺ سو جاتے تھے اس حال میں کہ وہ جنبی ہوتے بغیر اسکے کہ پانی کو ہاتھ لگاتے۔''

چار محدثین نے اسے روایت کیا، اس کے راوی ثقہ ہیں، احمد بن حنبل کا فرمان ہے کہ یہ صحیح نہیں۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۶/ ۴۳، ۱۴۶، ابو داؤد: ۲۲۸، ترمذی: ۱۱۸، ابن ماجہ: ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، بیہقی: ۱/ ۲۰۱۔

(۱۲۰)۸۔ وَلِأَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ))۔ تَعْنِي وَهُوَ جُنُبٌ۔

(۱۲۰)۸۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ''نبی کریم ﷺ جب ارادہ کرتے کہ کھائیں یا سوئیں تو آپ وضو کرتے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۸۸، مسلم: ۳۰۵۔

(۱۲۱)۹۔وَفِي لَفْظِ النَّسَائِيِّ: ((تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ))۔

(۱۲۱)۹۔نسائی میں ہے: ''آپ ایسا وضو کرتے جو نماز کے لیے کیا کرتے تھے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۰۔

**فوائد:** (۱) جماع کے بعد سونے سے قبل شرمگاہ دھو کر وضو نماز والا کر کے پھر سونا طہارت کے لحاظ سے بہت اچھا ہے اگر حالت جنابت میں بغیر وضو یا پانی لگانے کے سولیا جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ البتہ یہ نفاست و مروت کے برعکس ہے۔

(۲) کھانا کھاتے وقت اگر کوئی جنبی ہو تو عضو مخصوص کو دھونے کے بعد وضو کر سکتا ہے مستحب ہے یہ واجب یا فرض نہیں ہے۔

(۳) صفائی کا خیال رکھنا چاہیے۔

## بَابُ صِفَةِ الْغُسْلِ

## غسل کی صفت کا بیان

(۱۲۲)۱۔عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ، فَيُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ، فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ الْمَاءَ

(۱۲۲)۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں ''رسول اللہ ﷺ جب غسل جنابت کرتے پہلے وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتے، اپنے دائیں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے، تو اس سے اپنا ستر دھوتے پھر آپ نماز جیسا وضو کرتے، پھر

فَيُدْخِلُ أَصَابِعَهُ فِيْ أُصُوْلِ شَعْرِهِ، حَتّٰى إِذَا رَأَى أَنْ قَدِ اسْتَبْرَأَ، حَفَنَ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ))۔

پانی لیتے اور اپنی انگلیاں اپنے بالوں کی جڑوں تک لے جاتے، یہاں تک کہ جب آپ یہ دیکھ لیتے کہ پانی کی تری پہنچ چکی ہے تو اپنے سر پر تین چلو ڈالتے پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہاتے پھر اپنے پاؤں دھوتے۔"

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَأَصْلُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

مسلم نے اسے روایت کیا ہے، دراصل یہ حدیث متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۲۴۸، ۲۶۲، ۲۷۲، مسلم: ۳۱۶۔

(۱۲۳)۲۔وَفِيْ رِوَايَةٍ ذِكْرُ ((غَسْلِ الْكَفَّيْنِ ثَلَاثًا))۔

(۱۲۳)۲۔ایک روایت میں مذکور ہے: "آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں تین مرتبہ دھوئیں۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۱۶۔

(۱۲٤)۳۔ وَفِيْ [رِوَايَةٍ] أُخْرٰى: ((بَدَأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ))۔

(۱۲۴)۳۔ایک دوسری روایت میں ہے: "آغاز میں اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پہلے اس سے کہ اپنا ہاتھ برتن میں داخل کریں۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۳۱۶۔

(۱۲٥)٤۔وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: ((ثُمَّ يُخَلِّلُ بِيَدَ[يْ]هِ شَعْرَهُ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوٰى بِشْرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))۔

(۱۲۵)۴۔بخاری کی حدیث میں ہے: "پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بالوں میں خلال کرتے، یہاں تک کہ آپ کو یہ گمان ہو جاتا کہ آپ نے اپنے چمڑے کو تر کرلیا ہے پھر اس پر تین مرتبہ پانی ڈالتے۔"

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۲۷۲، مسلم: ۳۱۶۔

(۱۲٦)٥۔وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوَ الْحِلَابِ، فَأَخَذَ بِكَفَّيْهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ (رَأْسِهِ) الْأَيْمَنِ، ثُمَّ الْأَيْسَرِ، وَقَالَ بِهِمَا عَلٰى وَسْطِ رَأْسِهِ))۔

(۱۲۶)۵۔بخاری کے نزدیک "نبی کریم ﷺ جب جنابت کا غسل کرتے تو ایک دودھ دھونے والے برتن جیسی کوئی چیز مانگتے تو اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑتے، پہلے اسے سر کی دائیں جانب پانی ڈالنا شروع کرتے، پھر بائیں جانب پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے درمیان میں پانی انڈیلتے تھے۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۸۔

(۱۲۷)٦۔ وَعِنْدَهُ فِي حَدِيثِ مَيْمُونَةَ بَعْدَ غَسْلِ الْفَرْجِ: ((فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا، ثُمَّ غَسَلَهَا، فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ، فَنَاوَلْتُهُ ثَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ، فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ))۔

(۱۲۷)٦۔ بخاری میں حضرت میمونہ کے حوالے سے مذکور حدیث میں ہے: ستر دھونے کے بعد اپنا ہاتھ زمین پر مارتے اسے زمین پر ملتے' پھر اسے دھوتے کلی کرتے' ناک میں پانی چڑھاتے' اپنا چہرہ اور دونوں بازو دھوتے پھر پانی اپنے سر پر ڈالتے' پھر پانی اپنے جسم پر ڈالتے. پھر ذرا وہاں سے ہٹتے تو اپنے دونوں پاؤں دھوتے' میں آپ کو کپڑا پکڑاتی آپ اسے نہ پکڑتے' آپ چل دیتے اس حال میں کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو جھاڑ رہے ہوتے۔

**تحقيق و تخريج:** البخاری: ۲۵۹' مسلم: ۳۱۷۔

(۱۲۸)۷۔ (وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ) ((ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا))۔

(۱۲۸)۷۔ ایک روایت میں ہے "پھر اپنا ہاتھ زمین پر دو مرتبہ یا تین مرتبہ مارتے۔"

**تحقيق و تخريج:** البخاری: ۲۷۴۔

(۱۲۹)۸۔ وَفِي [رِوَايَةٍ] أُخْرَى (لَهُ): ((ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِيرَهُ))۔

(۱۲۹)۸۔ اسی کی ایک دوسری روایت میں ہے "پھر آپ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے تو اپنا ستر دھوتے۔"

**تحقيق و تخريج:** البخاری: ۲۶۵۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم ﷺ کا ہر فعل ہمارے لیے دلیل کامل ہے آپ کا اسوہ مشعل نجات ہے پاکی ناپاکی کے تمام تر اصول انسانیت کے سامنے رکھے گئے ہیں مذکورہ بالا احادیث میں نبی کریم ﷺ نے ایک جنبی کو غسل کرنے یا پاکی حاصل کرنے کا طریقہ وضاحت سے بتایا ہے ہمارے لائق اتنا ہی کافی ہے کہ ہم اس کو سیکھ کر عمل کریں اکثر و بیشتر افراد غسل کے صحیح طریقے سے ناآشنا ہیں کئی ہفتے غلاظت لگے گزر جاتے ہیں اللہ کا خوف سامنے رکھتے ہوئے نظافت و نفاست کا خیال رکھنا چاہیے۔

(۲) برتن میں ہاتھ ڈالنے سے قبل ہاتھوں کو تین دفعہ دھونا چاہیے۔ شرمگاہ کو دھونے کے بعد مٹی یا صابن سے ہاتھ واش کرنے چاہئیں پھر نماز والا وضو کرنا چاہیے سر کے مسح کی جگہ تین چلو پانی ڈالیں۔ انگلیوں کو بالوں میں داخل کر کے سر کا خلال کریں ہر بال پانی سے تر ہو کیونکہ ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے سر میں دائیں' بائیں اچھی طرح پانی انڈیلیں اور وسطِ راس کو بھی خوب تر کریں اس کے بعد تمام جسم پر پانی بہائیں بعد میں پاؤں دھوئیں۔ سارے بدن پر پانی ڈالنے سے قبل بھی پاؤں دھوئے جاسکتے ہیں جبکہ غسل خانہ میں پانی نہ رکتا ہو اگر پانی جمع رہتا ہو تو بہتر ہے کہ پاؤں نہانے کے بعد دھوئیں۔

(۳) سر دھونے بعد ہاتھ مٹی پر دو یا تین دفعہ مارنے چاہئیں۔ غسل کے لیے پانی الگ برتن میں لینا چاہیے غسل کے لیے پانی کسی

سے بھی منگوایا جاسکتا ہے خدمت کے پیش نظر میزبان مہمان کے لیے غسل خانہ میں پانی رکھ سکتا ہے اسی طرح گھروں میں بھی بڑوں کی خدمت کی جاسکتی ہے۔

(۴) نہانے کے بعد کپڑا ضرورت کے وقت استعمال کیا جاسکتا ہے مثال کے طور پر نہانے کے بعد کوئی تحریر لکھنی ہو یا کتاب کھولنی ہو تو ہاتھ خشک کر لینے چاہئیں تاکہ صفحات تحریر یا قرطاسِ کتاب متاثر نہ ہوں۔ کپڑا استعمال نہ کرنا بھی جائز ہے کسی کو نہانے کے بعد کپڑا یا تولیہ پیش کرنا جائز ہے لیکن نہانے کے دوران برہنہ حالت میں کپڑا آواز دے کر مانگنا یا کسی کا آواز دے کر بلا کر صابن کپڑا پیش کرنا مروت اور حیاء کے خلاف ہے پہلے سے ہی صابن تولیہ کا بندوبست کرنا چاہیے۔

(۱۳۰)۹۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضُفَرَ رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ؟ فَقَالَ: ((لَا، إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِيَ عَلَى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ، [فَتَطْهُرِينَ] [وَفِي نُسْخَةٍ] ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ الْمَاءَ، فَتَطْهُرِينَ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ۔

(۱۳۰)۹۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ایک ایسی خاتون ہوں کہ میرے سر کی میڈھیاں بڑی سخت ہیں کیا میں غسل جنابت کے لیے انہیں کھول لیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تین لپ پانی اپنے سر پر ڈال لے اور اسے پاک کر لے، اور پھر اپنے اوپر پانی اس طرح ڈال، تو پاک ہو جائے گی۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۳۰۔

(۱۳۱)۱۰۔ وَفِي أُخْرٰى لَهُ: أَفَأَنْقُضُهُ (لِغُسْلِ) الْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ؟ فَقَالَ: ((لَا))۔

(۱۳۱)۱۰۔مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کیا میں کھول لیا کروں حیض اور جنابت کے غسل کے لیے آپ نے فرمایا: نہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۳۰، تهذیب السنن: ۱/ ۱۶۸، صحیح بات یہی ہے کہ ام سلمہ کی حدیث میں غسل جنابت کا ذکر ہے، حیض کا نہیں۔

(۱۳۲)۱۱۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَعَنْ أَبِيهَا وَلُعِنَ مُبْغِضِيهِمَا قَالَتْ: ((سَأَلَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ ﷺ كَيْفَ تَغْتَسِلُ مِنْ حَيْضَتِهَا؟ قَالَتْ: فَذَكَرَتْ أَنَّهُ عَلَّمَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَتْ: كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا؟ قَالَ: تَطَهَّرِي بِهَا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ،

(۱۳۲)۱۱۔عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے باپ سے روایت ہے [دونوں سے بغض رکھنے والے پر لعنت ہو] فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا، وہ حیض کا غسل کیسے کرے حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ''آپ نے اس خاتون کو تعلیم دی کہ وہ کس طرح غسل کرے پھر وہ کستوری لگا ہوا روئی کا پھنبہ لے اور اس سے پاکیزگی حاصل کرے،

وَاسْتَتِرِي))۔ وَفِيهِ: قَالَتْ عَائِشَةُ: (فَأَخَذْتُهَا وَاجْتَذَبْتُهَا إِلَيَّ وَعَرَفْتُ مَا أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقُلْتُ: ((تَتَبَّعِي [بِهَا] أَثَرَ الدَّمِ))۔
أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

اس نے پوچھا میں اس پھنبے سے کس طرح پاکیزگی حاصل کروں، آپ نے فرمایا تو پاکیزگی حاصل کر سبحان اللہ اور آڑ کر لے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں، میں نے اسے پکڑا اپنی طرف کھینچا، میں پہچان گئی کہ اس سے نبی کریم ﷺ کی کیا مراد ہے؟ ''میں نے اس خاتون سے کہا اس روئی کے پھنبے کو خون کے نشان پر لگاؤ۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۳۲۔

**فوائد:** (۱) غسل جنابت کے دوران عورت سر کی مینڈھیاں کھولنے کی بجائے صرف تین چلو پانی مینڈھیوں پر ڈال لے تو یہ کافی ہے۔ اسی طرح حائضہ عورت بھی کرسکتی ہے مینڈھیاں کھولنے کے بارے کوئی وجوبی حکم نہیں ہے استحبابی ہے مراد کوئی عورت کھول لے تو اس کی مرضی ورنہ مینڈھیاں نہ کھولنے پر گناہ نہیں ہے۔

(۲) غسل جنابت یا غسل حیض یا غسل نفاس کے دوران کیے گئے وضو سے نماز پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ غسل کے دوران ہاتھ ستر پر نہ لگا ہو۔

(۳) جریانِ دم کے دوران شرمگاہ پر عورت کپڑا یا روئی کا پھنبہ رکھ سکتی ہے پھنبہ یا کپڑا معطر بھی کیا جاسکتا ہے ویسے تو عورتیں مردوں والی خوشبو استعمال نہیں کرسکتیں کیونکہ اسلام نے عورتوں کی خوشبو رنگ دار رکھی ہے لیکن حیض یا نفاس کے خون کی بدبو کو زائل کرنے کے لیے روئی کپڑے یا پیڈ وغیرہ پر خوشبو عطر لگائی جاسکتی ہے۔

(۴) اسلام میں کوئی شرم نہیں عورتیں ایک عالم سے اپنے پرسنل معاملات کے بارے فتویٰ لے سکتی ہیں خوف الٰہی کا دامن تھامتے ہوئے اور باپردہ ہو کر سوال کیے جائیں۔

(۵) ''سبحان اللہ'' تعجب یا حیرت کے وقت پڑھ سکتے ہیں جیسے آپ نے عورت کو بات نہ سمجھ آنے پر ''سبحان اللہ'' کہا اسی طرح یہ الفاظ عجیب عمل یا عظیم کارنامے کے وقت بھی استعمال ہوسکتے ہیں جیسے ''سبحان الذی اسرٰی بعبدہ'' (پارہ ۱۵) اس میں آپ ﷺ کے معراج کا تذکرہ ہے جو کہ ایک عظیم کارنامہ قدرت ہے اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ''سبحان اللہ'' ''استغفر اللہ'' ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' ''الحمد للہ'' ''العیاذ باللہ'' و دیگر الفاظ کلام کو مؤثر بنانے کے لیے استعمال ہوسکتے ہیں اس حدیث سے یہ بھی بات ملی کہ ایک غیر محرم عورت سلیقے سے حیا کو ملحوظ رکھتے ہوئے شرعی مسائل کی بابت کسی غیر محرم عالم سے ہم کلام ہوسکتی ہے۔ بحالت دیگر اضطراری کے علاوہ عورت کو بلند آواز میں یا غیر محرم مردوں سے گفتگو کرنا حرام ہے کیونکہ آواز بھی پردہ ہے۔

## بَابُ التَّيَمُّمِ — تیمم کا بیان

(۱۳۳) ۱۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ نَبِيَّ

(۱۳۳) ۱۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ

اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ فَضَّلَنِي عَلَى الْأَنْبِيَآءِ)) أَوْ قَالَ: ((أُمَّتِي عَلَى الْأُمَمِ بِأَرْبَعٍ: أَرْسَلَنِي إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَجَعَلَ الْأَرْضَ كُلَّهَا لِي وَلِأُمَّتِي طَهُوْرًا وَمَسْجِدًا، فَأَيْنَمَا أَدْرَكَتِ الرَّجُلَ مِنْ أُمَّتِي الصَّلَاةُ فَعِنْدَهُ مَسْجِدُهُ وَطَهُوْرُهُ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ يَسِيْرُ بَيْنَ يَدَيَّ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ يُقْذَفُ فِي قُلُوْبِ أَعْدَائِي، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ)).

نے فرمایا "مجھے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ﷺ پر یا یہ فرمایا کہ میری امت کو دیگر امتوں پر چار وجوہ کی بنا پر فضیلت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا' اس نے تمام زمین کو میرے لیے اور میری امت کے لیے پاک اور مسجد بنا دیا ہے' میری امت کے جس شخص کو بھی نماز کا وقت آئے تو اس کے پاس مسجد اور پاکیزگی موجود ہوتی ہے' میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے' رعب و دبدبہ میرے آگے ایک ماہ کی مسافت تک چلتا ہے وہ میرے دشمنوں کے دلوں میں ڈال دیا جاتا ہے' غنیمتیں میرے لیے حلال کر دی گئیں ہیں۔

لَفْظُ رِوَايَةِ أَبِي عَبْدِاللّٰهِ الثَّقَفِيِّ فِي ((الْفَوَائِدِ))، وَأَخْرَجَهُ عَنْ قَوْمٍ مُوَثَّقِيْنَ، وَأَصْلُهُ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ.

ابوعبداللہ ثقفی کی روایت کے لفظ "الفوائد" میں ہیں، اس کو اس نے قابل ثقہ قوم سے نکالا ہے اور اس کی اصل بیہقی کے ہاں ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۵/ ۲۴۸، البیهقی: ۱/ ۲۲۲۔

(١٣٤)٢۔[وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ مَعْنَاهُ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ، وَفِيْهِ: ((وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطُهُوْرًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ)). وَذَكَرَ بَاقِيَهَا بِنَحْوِهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ].

(۱۳۴)۲۔ بخاری میں اسی مفہوم کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں: "میرے لیے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا جس آدمی کو نماز آئے اسے چاہیے کہ وہ نماز پڑھ لے" باقی الفاظ وہی ہیں جو پہلے بیان ہوئے۔ واللہ اعلم

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۳۳۵، ۴۳۸، ۳۱۲۲، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے۔

(١٣٥)٣۔ وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيْثِ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ: جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا كَصُفُوْفِ الْمَلَائِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ [كُلُّهَا] مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُوْرًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ)).

(۱۳۵)۳۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مسلم کی روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہمیں لوگوں پر تین وجوہ کی بنا پر فضیلت دی گئی ہے ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی مانند بنایا گیا' ہمارے لیے تمام زمین مسجد بنا دی گئی' اور اس کی مٹی ہمارے لیے پاک کر

وَذَكَرَ خَصْلَةً أُخْرٰى۔

دی گئی اگر ہم پانی نہ پائیں" ایک اور خصلت کا بھی ذکر کیا۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۲۲۔

(۱۳۶)٤۔ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبَيْهَقِيِّ: ((وَجُعِلَ تُرَابُهَا طُهُورًا))۔

(۱۳۶)۴۔ بیہقی کی روایت میں ہے: "اور اس کی مٹی پاک بنا دی گئی ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ البیہقی: ۱/ ۲۱۳۔

(۱۳۷)٥۔وَلِمُسْلِمٍ مِنْ رِوَايَةِ شَقِيقٍ، وَرِوَايَةِ أَبِي مُوسٰى عَنْ عَمَّارٍ: [إِنَّمَا] يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ هٰكَذَا،وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْأَرْضِ فَنَفَضَ يَدَيْهِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ))۔

(۱۳۷)۵۔ مسلم میں شقیق کے حوالے سے روایت ہے اور ابوموسیٰ کی روایت، عمار کے حوالے سے ہے "بے شک تیرے لیے اتنا کافی کہ تو اس طرح کرے آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے دونوں ہاتھوں کو جھاڑا اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کیا۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۶۸، البخاری: ۳۴۷۔

(۱۳۸)٦۔وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلصَّعِيدُ وُضُوءُ الْمُسْلِمِ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَآءَ عَشْرَ سِنِينَ، فَإِذَا وَجَدَ الْمَآءَ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ، فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ))۔

(۱۳۸)۶۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مٹی مسلمان کا وضو ہے اگر چہ اسے دس سال تک بھی پانی نہ ملے جب اسے پانی مل جائے تو اللہ سے ڈرے تو پانی اپنے چمڑے کو مل لے اس میں بہتری ہے۔"

أَخْرَجَهُ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ الْبَزَّارُ، وَأَوْرَدَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ فِي بَابِ أَحَادِيثَ ذَكَرَ أَنَّ أَسَانِيدَهَا صِحَاحٌ۔

حافظ ابوبکر بزار نے اسے روایت کیا، ابن قطان نے صحیح احادیث کے ضمن میں اسے ذکر کیا۔

**تحقیق و تخریج:** مجمع الزوائد میں حافظ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح اور ثقہ ہیں۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۵/ ۱۸۰، ابو داؤد: (۳۳۳)، ترمذی ۱۲۴، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نسائی ۱/ ۱۷۱۔

**فوائد:** (ا) نبی کریم ﷺ اور ان کی امت کے کچھ ایسے امتیازات ہیں جو کہ دوسرے انبیاء اور ان کی امتوں کے نصیبے میں نہ تھے۔ (ا) نبی کریم ﷺ خلق کل کی طرف مبعوث ہوئے (۲) نبی کریم ﷺ اور ان کی امت کے لیے تمام خاکی فرش کو پاک اور سجدہ گاہ بنا دیا گیا اب جہاں بھی کسی امتی کو نماز کا وقت ہو جائے وہی جگہ اس کے لیے پاک اور وہی اس کے لیے سجدہ گاہ ہے (۳) دشمن کے دل میلوں دور بیٹھے دھڑکیں گے یہ بھی نبی کو نصرت ملی (۴) غنیمتیں اس امت کے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔

(۲) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ مٹی پاک ہے۔ پانی کی عدم موجودگی میں یہ طہارت کا فائدہ بھی دیتی ہے تیمّم کیا جاسکتا ہے پانی فی نفسہ پاک ہے اور پاک کرتا ہے اسی طرح مٹی بھی فی نفسہ پاک کرتی ہے۔

(۳) حدیث میں جہاں امتیازات بیان ہوئے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں جیسی بنائی گئی ہیں۔

(۴) احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ فضیلت اللہ تعالیٰ دیتے ہیں ذاتی کاوش سے کبھی نہیں ملتی۔ امتِ محمد یہ تمام امم سے فوقیت رکھتی ہے۔ یہ بھی بات فائدہ کی ملی کہ زمین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھنا یا لیٹ جانا درست ہے۔ لیکن صفائی ستھرائی کا خیال رکھا جائے۔

(۵) وضو کا بدل تیمّم ہے۔ وضو پانی سے کیے ہوئے عمل کا نام ہے اور تیمّم مٹی سے حاصل کی گئی طہارت کا نام ہے دونوں بیک وقت جمع نہیں ہوسکتے پانی ہو تو تیمّم جائز نہیں (بلا شرعی عذر) پانی نہ ہو تو تیمّم ہوتا ہے یہ بھی ثابت ہوا کہ فرشتے صفیں بناتے ہیں تمام تر زمین سجدہ گاہ ہے۔ لیکن مستقل بنیادوں پر عمارت نما مساجد بنانا بھی جائز ہے جو کہ مقیم حضرات کو کئی فوائد سے متعارف کرواتی ہیں۔ مثال کے طور پر سردی گرمی سے بچاؤ نماز باجماعت کا اہتمام رات کے وقت عبادت کرنا بارش' کیچڑ' آندھی' طوفان وغیرہ کے وقت' جلسے و مجلس اور میٹنگ کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور خاص بات یہ کہ پانچ وقت اذان نماز باجماعت اور جمعہ و عیدین کا اہتمام کیا جاتا ہے جبکہ مسافر ایک جگہ پانچ نمازیں ادا کرنے سے بعض دفعہ قاصر ہوتا ہے وہ جہاں مناسب جگہ میسر ہو وہاں نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۶) جب تک پانی نہ ملے عبادات و نماز اور حصول طہارت کے لیے تیمّم کیا جاسکتا ہے خواہ عرصہ طویل تک پانی سے محرومی رہے۔ لیکن جونہی پانی مل جائے تو تیمّم ختم ہوجاتا ہے فارسی میں کہا جاتا ہے۔ ''برآمدِ آب تیمّم برخاست'' پانی مل جائے تو پھر وضو ہی کرنا چاہیے اللہ سے ڈرنا چاہیے مراد یہ ہے کہ تیمّم سے ہی شب و روز عبادات و طہارت نہیں کرتے رہنا چاہیے۔ پانی کی موجودگی میں پانی سے غسل کرنا چاہیے یہ بہتر ہے کہ دوران غسل پورے جسم کو خوب ملا جائے۔

(۱۳۹) ۷۔ وَعَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: خَرَجَ رَجُلَانِ فِیْ سَفَرٍ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَیْسَ مَعَهُمَا مَآءٌ' فَتَیَمَّمَا صَعِیْدًا طَیِّبًا' وَصَلَّیَا ثُمَّ وَجَدَا الْمَآءَ فِی الْوَقْتِ؛ فَأَعَادَ أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ وَالْوُضُوْءَ' وَلَمْ یُعِدِ الْآخَرُ' فَأَتَیَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لِلَّذِیْ لَمْ یُعِدْ: ((**أَصَبْتَ السُّنَّةَ' وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ**)) وَقَالَ لِلَّذِیْ تَوَضَّأَ وَأَعَادَ: ((**لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَیْنِ**))۔

(۱۳۹) ۷۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ دو آدمی ایک سفر پر روانہ ہوئے' نماز کا وقت آیا ان دونوں کے پاس پانی نہیں تھا' دونوں نے پاکیزہ مٹی سے تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی' پھر وقت میں ہی پانی ملا' ان میں سے ایک نے نماز اور وضو لوٹالیا دوسرے نے نہ لوٹایا' وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اس واقعے کا تذکرہ کیا' اس شخص سے کہا جس نے نماز نہ لوٹائی: ''تم نے سنت کو پالیا' تیری نماز ہوگئی'' اور اس شخص سے فرمایا: ''جس نے وضو کیا تھا' اور

نماز لوٹائی تھی' تیرے لیے دہرا اجر ہے۔"

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالْحَاكِمُ فِي ((الْمُسْتَدْرَكِ)) وَلِتَصْحِيْحِهِ طَرِيْقٌ مَذْكُوْرٌ فِي ((الْإِمَامِ))

ابوداؤد نے اسے روایت کیا اور حاکم نے مستدرک میں اسے ذکر کیا ہے اور اس کی تصحیح کے لیے "الامام" میں روایت مذکور ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داود: ۳۳۸' نسائی: ۱/ ۲۱۳' الدار قطنی: ۱/ ۱۸۳۹' مستدرك حاكم: ۱/ ۱۷۸' ۱۷۹'
حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا اور علامہ ذہبی نے اس کے صحیح ہونے پر موافقت کی۔

(۱٤۰)۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۴۰)۸۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: "جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کردوں تم اس سے بچ جاؤ' جب تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو اسے حسب استطاعت بجالاؤ۔" متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۷۲۸۸' مسلم: ۱۳۳۷۔

**فوائد:** (۱) ایک نماز جوکہ تیمم کرکے پڑھی ہو بعد میں پانی ملنے پر اس کا اعادہ کرنا اور ادا شدہ نماز کے لیے وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔ یعنی ایک نماز کے لیے تیمم کیا اور پڑھی وہ نماز شمار ہوگئی بعد میں پانی مل گیا نماز کی قضا نہیں ہوگی لیکن اگلی نماز کے لیے وضو کا اہتمام ہوگا۔

(۲) مذکورہ حدیث میں ایک صحابی جس نے پانی ملنے پر وضو نماز کا اعادہ نہ کیا بلکہ پہلے تیمم اور نماز پر اکتفاء کیا اس کو سنت کا صائب قرار دیا گیا اور نماز کے کفایت کرجانے کی بشارت ملی اور دوسرا صحابی جس نے تیمم میں پڑھی نماز کا اعادہ اسی نماز کے وقت میں پانی ملنے پر وضو کرکے کیا اس کو دو اجر ثواب کی بشارت دی گئی ایک اجر تو وہ ہے جو تیمّم سے نماز پڑھی اور دوسرا اجر (اگرچہ وہ غلطی پر تھا) اجتہاد کرنے کی وجہ سے ملا کیونکہ اجتہاد غلط ہو تو تب بھی ایک اجر مل جاتا ہے۔ اجتہاد دورِ نبوی کا اصول ہے۔

(۳) تیمم سے کئی نمازیں ادا کرسکتے ہیں یہی بات زیادہ صحیح ہے پانی سے مکمل و مستقل طہارت ہوتی ہے جبکہ تیمّم طہارت مستقلہ کا حامل نہیں ہوتا بلکہ وقتی اور عارضی بروقتِ عذر طہارت کا متحمل ہوتا ہے۔

(۴) نبی کریم ﷺ شارع ہیں ان کے ہر امر کو آنکھوں پہ رکھنا چاہیے۔ جو وہ حکم دیں اس پر بشری طاقت کے مطابق پورا اترنے کی سعی کرنی چاہیے اور جس کام کے کرنے سے روک دیں اس کے قریب تادم زیست نہیں جانا چاہیے۔ یہ شارع سے محبت کا تقاضہ ہے "ان المحب لمن یحب یطیع" کیونکہ جس سے محبت کی جاتی ہے اس کی ہر بات کو دل و جان سے تسلیم کیا جاتا ہے۔

## بَابُ الْحَيْضِ

## حیض کا بیان

(١٤١) ١۔رَوَى ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ فِي حَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ دَمَ الْحَيْضِ [دَمٌ] أَسْوَدُ يُعْرَفُ فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ، وَإِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّئِي [وَصَلِّي]))۔

(۱۴۱)ا۔ابن ابی عدی نے فاطمہ بنت حبیش کی حدیث کے حوالے سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے اور اسے بخوبی پہچان لیا جاتا ہے جب یہ خون آئے تو نماز سے رک جاؤ (یعنی نماز چھوڑ دو) اور جب کوئی دوسری قسم کا خون ہو تو وضوء کر اور نماز پڑھ۔''

أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ مُسْلِمٍ، وَقَالَ: وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ فَلَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ مَا ذَكَرَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ۔

نسائی نے اس کو نکالا ہے اور اس کے راوی وہی ہیں جو مسلم میں مذکور حدیث کے راوی ہیں، کہتے ہیں اس حدیث کو کئی محدثین نے روایت کیا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک نے اس کا تذکرہ نہیں جو ابن ابی عدی نے ذکر کیا۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوداود: ۲۸۶، نسائی: ۱/ ۱۸۵، الدارقطنی: ۱/ ۲۰۷، مستدرك حاكم: ۱/ ۱۷۴، حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

(١٤٢) ٢۔ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ، عَنْ سُفْيَانَ فِي حَدِيثِهَا: ((وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي))۔

(۱۴۲)۲۔ابن ابی عمر کی روایت میں ہے اس نے سفیان کے حوالے سے روایت کی ''جب حیض کے دن ختم ہو جائیں تو غسل کر اور نماز پڑھ۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ بیہقی: ۱/ ۳۲۷، ''بحواله ابن ابی عمر عن سفيان''

(١٤٣) ٣۔وَكَذٰلِكَ فِي حَدِيثِ ابْنِ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ: ((وَلٰكِنْ دَعِي الصَّلَاةَ قَدْرَ الْأَيَّامِ الَّتِي كُنْتِ تَحِيضِينَ فِيهَا، ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي))۔

(۱۴۳)۳۔اسی طرح ابن ابی اسامہ سے روایت ہے کہتے ہیں: ''لیکن تو جتنے دن حیض کی حالت میں رہتی ہے نماز چھوڑے رکھ پھر غسل کر اور نماز پڑھ۔''

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۳۲۵۔

(١٤٤) ٤۔ وَعِنْدَ أَبِي دَاوُدَ مِنْ رِوَايَةِ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ، قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ اُسْتُحِيضَتْ مُنْذُ كَذَا

(۱۴۴) ابوداود سہیل بن ابی صالح سے وہ زہری سے وہ عروۃ بن زبیر سے اور وہ اسماء بنت عمیس سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ، فاطمہ بنت ابی حبیش اتنی مدت سے استحاضہ کا خون

وَكَذَا فَلَمْ تُصَلِّ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ، هٰذَا مِنْ [عَمَلِ] الشَّيْطَانِ، لِتَجْلِسْ فِي مِرْكَنٍ فَإِذَا رَأَتْ صَفَارَةً فَوْقَ الْمَاءِ فَلْتَغْتَسِلْ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا وَاحِدًا، وَتَتَوَضَّأُ لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلًا وَاحِدًا، وَتَغْتَسِلُ لِلْفَجْرِ غُسْلًا وَاحِدًا، وَتَتَوَضَّأُ فِيمَا بَيْنَ ذٰلِكَ))۔ وَسُهَيْلٌ اِحْتَجَّ بِهِ مُسْلِمٌ كَثِيرًا، وَقَدْ أَعَلَّ بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ۔

آ رہا ہے اور اس نے اس وقت سے نماز نہیں پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ یہ شیطان کا عمل ہے اسے چاہیے کہ وہ ایک ٹب میں بیٹھے جب پانی کے اوپر زردی دیکھے وہ ظہر وعصر کے لیے ایک غسل کرے اور مغرب اور عشاء کے لیے ایک غسل کرے، اور نماز فجر کے لیے ایک غسل کرے، اور اس کے دوران وضو کرے۔'' مسلم نے سہیل کو کثرت سے بطور دلیل پیش کیا ہے اور بعض نے اس حدیث کو معقول قرار دیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ ابوداوٗد/ ۲۹۶، الدارقطنی: ۱/ ۲۱۵، مستدرك حاكم: ۱/ ۱۷۴، ترمذی: ۱۲۸، ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا۔ ابن ماجه: ۶۲۷۔

(١٤٥)٥۔ وَعِنْدَهُ أَيْضًا، عَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ، قَالَتْ: كُنْتُ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً، وَفِيهِ: ((فَتَحَيَّضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ، أَوْسَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى، ثُمَّ اغْتَسِلِي، حَتّٰى إِذَا رَأَيْتِ إِنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ وَاسْتَنْقَأْتِ، فَصَلِّي ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، أَوْأَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَأَيَّامَهَا، وَصُومِي، فَإِنَّ ذٰلِكِ يُجْزِئُكِ وَكَذٰلِكِ فَافْعَلِي فِي كُلِّ شَهْرٍ كَمَا تَحِيضُ النِّسَاءُ وَ [كَمَا] يَطْهُرْنَ، مِيقَاتَ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ))۔

وَأَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ، وَهُوَ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، وَعَبْدِاللّٰهِ هٰذَا مُخْتَلَفٌ فِي الْاِحْتِجَاجِ بِهِ۔

(۱۴۵)۵۔ ابوداوٗد میں حمنہ بنت جحشؓ سے روایت ہے کہتی ہیں کہ مجھے بڑی کثرت سے استحاضہ کا خون آتا ہے اس کے متعلق فرمایا گیا: ''چھ یا سات دن حیض کے شمار کرلیا کر اللہ کے علم کے مطابق پھر غسل کر جب تو یہ دیکھ لے کہ تو پاک ہو چکی ہے، صاف ہو چکی ہے، تیئس راتیں یا چوبیس راتیں اور دن نماز پڑھا کر اور اسی طرح روزہ رکھ یہ تیرے لیے کافی ہے۔ اسی طرح ہر ماہ کیا کر جس طرح کہ دیگر خواتین کو حیض آتا ہے اور وہ پاک ہوتی ہیں ان کا حیض اور طہر کا وقت مقرر ہوتا ہے۔''

اس کو ترمذی نے نکالنے کے بعد صحیح قرار دیا ہے یہ عبداللہ بن محمد بن عقیل کی روایت ہے اور عبداللہ کے قابل حجت ہونے میں اختلاف ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۱/ ۳۸۱، ۳۸۲، ۴۳۹، ۴۴۰، ابوداوٗد: ۲۸۷، ترمذی: ۱۲۸، ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن ماجه: ۶۲۷، الدارقطنی: ۱/ ۲۱۳، مستدرك حاكم: ۱/ ۱۷۲، البیهقی: ۱/ ۳۳۸۔

(١٤٦)٦۔ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ الْهَادِ، فِي حَدِيثِ عَائِشَةَ: ((أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ۔

(۱۴۶)۶۔ نسائی میں ابن ہاد کے حوالے حضرت عائشہ کی روایت منقول ہے ''ام حبیبہ بنت جحش جو عبدالرحمان

اَلَّتِيْ كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ. وَأَنَّهَا أُسْتُحِيْضَتْ، فَذَكَرَ شَأْنَهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: ((لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، وَلٰكِنَّهَا رِكْضَةٌ مِنَ الرَّحْمِ، لِتَنْظُرْ قَدْرَ قُرُوْئِهَا الَّتِيْ كَانَتْ تَحِيْضُ لَهَا فَتَتْرُكَ الصَّلَاةَ ثُمَّ تَنْظُرَ مَا بَعْدَ ذٰلِكَ، فَلْتَغْتَسِلْ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ)). وَابْنُ الْهَادِ[هٰذَا] مُتَّفَقٌ عَلَى الْاِحْتِجَاجِ بِهٖ.

بن عوف کی بیوی تھی اسے استحاضہ کا مرض لاحق ہوا' اس کی حالت رسول اللہ ﷺ کے پاس بیان کی گئی آپ نے ارشاد فرمایا: ''یہ حیض نہیں ہے یہ تو رحم کی ایک حرکت ہے وہ گذشتہ مہینوں میں اپنے حیض کے ایام دیکھے ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے نماز ترک کرے' پھر وہ اس کے بعد اگر آثار دیکھتی ہے تو ہر نماز کے لیے غسل کیا کرے۔'' ابن ہاد کے قابل حجت ہونے پر اتفاق ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۶/ ۲۲۲' ابوداؤد: ۲۸۹' نسائی: ۱/ ۱۲۰' مسلم: ۳۳۴۔

(۱۴۷) ۷۔ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِعْتَكَفَ وَاعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ أَزْوَاجِهٖ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرَى الدَّمَ)) اَلْحَدِيْثَ.

(۱۴۷) ۷۔ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ''نبی کریم ﷺ اعتکاف بیٹھے' آپ کے ہمراہ آپ کی ایک بیوی بھی اعتکاف بیٹھ گئی اس حال میں کہ وہ مستحاضہ تھی۔''

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۳۰۹' ۳۱۱' ۲۰۳۷۔

(۱۴۸) ۸۔ وَعِنْدَهٗ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: كُنَّا لَا نَعُدُّ الصُّفْرَةَ وَالْكُدْرَةَ شَيْئًا.

(۱۴۸) ۸۔ بخاری میں' ام عطیہ سے روایت ہے کہتی ہیں کہ ہم زردی کو اور خون کے گدلے پن کو حیض شمار نہیں کیا کرتے تھے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۲۶۔

(۱۴۹) ۹۔ وَزَادَ أَبُوْ دَاوٗدَ: (بَعْدَ الطُّهْرِ).

(۱۴۹) ۹۔ ابوداؤد نے اس میں اضافہ کیا ''طہر کے بعد۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد: ۳۰۷۔

(۱۵۰) ۱۰۔ وَكَذَا الدَّارُقُطْنِيُّ إِلَّا أَنَّ لَفْظَهٗ: كُنَّا لَا نَعُدُّ التَّرِيَّةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا، وَهِيَ الصُّفْرَةُ وَالْكُدْرَةُ.

(۱۵۰) ۱۰۔ دارقطنی میں بھی اسی طرح کی ایک روایت منقول ہے مگر اس کے الفاظ یہ ہیں ''ہم طہر کے بعد نمی کو حیض شمار نہیں کیا کرتے تھے اور وہ زردی اور گدلا پن ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ الدار قطنی: ۱/ ۲۱۹۔

**فوائد:** (۱) حیض کا خون سیاہی مائل ہوتا ہے جس کے جاری ہونے پر عورت نماز تلاوت اور روزہ جیسی عبادات سے رک جاتی ہے۔

(۲) خواتین کو زندگی میں تین طرح کے خون سے واسطہ پڑتا ہے (۱) حیض کا خون (۲) نفاس کا خون (۳) استحاضہ کا خون۔

(۱) حیض کا خون: مختلف علاقوں کے لحاظ سے مختلف عورتوں کو ایام کی کمی و زیادتی سے آتا ہے برادری خاندانی یا علاقائی روٹین

کے مطابق عورت کے ہر ماہ کے ایام حیض ہوتے ہیں۔ یہ عورتوں کو خود علم ہوتا ہے۔ بہر کیف جو بھی معمول ہو مقررہ ایام حیض میں عبادات سے الگ رہے گی۔ حیض ختم ہونے پر غسل کر کے تلاوت نماز روزہ رکھ سکتی ہے اور جو روزے رہ گئے ان کی قضائی دے گی نمازوں اور نوافل کی قضائی نہ ہوگی۔

(۴) نفاس کا خون بچے کی پیدائش کے وقت جاری ہوتا ہے یہ چالیس دن تک رہتا ہے اس سے زائد جو خون آئے وہ بھی استحاضہ کا خون ہوتا ہے۔ ان ایام میں روزے صلوٰۃ جیسی عبادتیں نہیں کر سکتی۔ عدت کے بعد غسل کر کے روزوں کی قضائی ہوگی فوت شدہ نوافل' نمازوں کی قضائی نہ ہوگی۔ حیض و نفاس دونوں حالتوں میں جماع کرنا ممنوع ہے۔ حیض و نفاس کے اختتام پر غسل کرتے وقت عورت سر کی میڈھیاں کھولے بغیر تین چلو پانی سر میں بہائے گی۔ میڈھیاں کھولنا ضروری نہیں ہیں استحاضہ کا خون بیماری ہوتی ہے جو کہ حیض کے مقرر ایام سے اوپر جاری خون کا نام ہے۔ اس میں ہر دو نمازوں کو جمع کرتے وقت غسل کرنا مستحب ہے نہ کرے تو گناہ نہیں ہے جبکہ وضو مستحاضہ عورت ہر نماز سے قبل کرے گی۔ مستحاضہ عورت نمازیں روزے عمل میں لائے گی۔ جماع کرنا حالت استحاضہ میں کوئی قبیح عمل نہیں ہے۔

(۳) خون کا زرد ہونا یہ حیض کے اختتام کی علامت ہوتی ہے۔ اس کو معلوم کرنے کے لیے ایک پانی کے برتن میں بیٹھا جائے زردی پانی پر تیر پڑے گی۔ یعنی طہر کے بعد گدلا پن یا زرد پن ظاہر ہوتا ہے۔ حیض چھ یا سات دن اکثر و بیشتر آتا ہے۔ وہ عورت جسے ہر ماہ حیض آتا ہے اسے پتہ ہوتا ہے کہ کتنے دن اسے حیض آتا ہے اس اندازے کے مطابق صلوٰۃ و صیام ترک کرے گی۔ بحالت دیگر مستحاضہ کا خون ہوگا جو ایام حیض کے بعد جاری رہے پھر موسم و فضا اجازت دے تو غسل کرے ورنہ وضو ہر نماز کے ساتھ لازمی کرے غسل نہ کرنے پر گناہ گار نہ ہوگی۔

(۴) مستحاضہ عورت اعتکاف بیٹھ سکتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتیں اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں۔ اعتکاف مساجد میں ہوتا ہے۔ مستحاضہ حج و عمرہ بھی کر سکتی ہے جبکہ حائضہ عورت طواف کعبہ کے علاوہ حج کے سبھی اعمال کر سکتی ہے۔ مثلاً وقوف عرفہ وغیرہ طہارت کے بعد طواف بھی کرے گی۔

(۱۵۱)۱۱۔ وَعَنْ أَنَسٍ، أَنَّ الْيَهُودَ كَانُوا إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ مِنْهُمْ لَمْ يُوَاكِلُوهَا وَلَمْ يُجَامِعُوهَا فِي الْبُيُوتِ [فَسَأَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ] فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ۔ [البقرة : ۲۲۲]
فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ))۔ الْحَدِيثَ۔

(۱۵۱)۱۱۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہودی جب ان میں سے کسی عورت کو حیض آ جاتا نہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے اور نہ ہی گھروں میں اس سے مجامعت کرتے' نبی کریم ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی: ''وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ۔'' (البقرہ : ۲۲۲)'' لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ وہ ایک طرح کی گندگی ہے اور تم عورتوں کو حیض کے دوران

أَخْرَجُوهُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ۔

چھوڑے رہو۔" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جماع کے علاوہ ہر چیز کرو۔" بخاری کے علاوہ دیگر محدثین نے اس حدیث کو روایت کیا۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۰۲۔

(۱۵۲)۱۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ((كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا حَاضَتْ أَمَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تَتَّزِرَ [بِإِزَارٍ] ثُمَّ يُبَاشِرُهَا))۔

(۱۵۲)۱۲۔ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہتی ہیں "جب ہم میں سے کوئی حائضہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسے تہبند باندھنے کا حکم دیتے پھر اس سے مباشرت کرتے۔" متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۰۲، مسلم: ۲۹۳۔

(۱۵۳)۱۳۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَأْتِي اِمْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، قَالَ: ((يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ)) أَوْ ((بِنِصْفِ دِينَارٍ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ فِي (الْأَعْرَابِ) وَأَخْرَجَهُ أَبُودَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۱۵۳)۱۳۔ عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں کہا جو اپنی بیوی کے پاس اس حالت میں آتا ہے جبکہ وہ حائضہ ہو، آپ نے فرمایا: "وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے۔" یہ الفاظ نسائی کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۱/ ۲۲۹، ۲۳۷، ۲۷۲، ۲۸٦، ۳۲۵، ابوداؤد: ۲٦۴، ترمذی: ۱۳٦، نسائی: ۱/ ۱۵۳، ۱۸۸، ابن ماجه: ٦۴۰، الدارقطنی: ۳/ ۲۸٦، البیهقی: ۱/ ۳۱۴۔ ۳۱۵، مستدرك حاكم: ۱/ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی۔

**فوائد:** (۱) ایام حیض میں بیوی سے جماع کے لحاظ سے دور رہنا لازمی ہے یہ فرمانِ الٰہی ہے حیض عورت کے لیے بھی ضرر رساں ہوتا ہے۔ اور جو خاوند جماع کرے گا اس کی صحت کو بھی خطرہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا تکلیف ہو سکتی ہے کہ ایک حد کو پامال کیا جائے۔

(۲) حالت حیض میں سبھی کچھ عورت سے کیا جا سکتا ہے سوائے جماع کے۔ زیر ناف جگہ کے قریب مرد نہیں جا سکتا باقی کھانا پینا ساتھ سونا گھریلو کام کرنے برتنوں کو دھونا استعمال کرنا خاوند کی خدمت کرنا اور دیگر امورِ خانہ سرانجام دے سکتی ہے۔

(۳) نبی کریم ﷺ کے بارے جو حدیث میں مباشرت کا معنی آیا ہے اس سے مراد جماع ملاپ ہرگز نہیں ہے۔ اس کا مطلب صرف ساتھ لیٹنا ہے اور حیض کی حالت میں ساتھ لیٹنے میں کوئی حرج نہیں ساتھ لیٹنا بوس و کنار کرنا جائز ہے۔

(۴) اپنی بیوی کے ساتھ لیٹنے سے قبل حالت حیض میں ضروری ہے کہ بیوی اچھی طرح اہتمام پردہ کرے تاکہ خون سے بھی بچاؤ ہو جائے اور جماع کی لچک بھی پیدا نہ ہو۔

(۵) حالتِ حیض میں جماع کرنے کا کفارہ دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا ہے کیونکہ حالت حیض میں عورتوں کے پاس نہ جانے کا حکم اللہ نے دیا ہے جس کی نافرمانی کی گئی ہے۔

## بَابُ إِزَالَةِ النَّجَاسَةِ وَذِكْرُ بَعْضِ الْأَعْيَانِ النَّجِسَةِ

## نجاست کے ازالے اور بعض عین نجاست کا بیان

(١٥٤)١-عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْخَمْرِ يُتَّخَذُ خَلًّا' قَالَ: ((لَا))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۵۴)۱۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کیا شراب کا سرکہ بنا لیا جائے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں''مسلم۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۹۸۳۔

**فوائد:** (۱) شراب حرام ہے جو کہ غزوہ خیبر کے موقع پر حرام ہوئی اس کا ہر طرح سے استعمال حرام ہے حتیٰ کہ اس سے سرکہ بنانا بھی جائز نہیں ہے۔

(١٥٥)٢-وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((لَا تُنَجِّسُوْا أَمْوَاتَكُمْ' فَإِنَّ الْمُسْلِمَ لَيْسَ بِنَجَسٍ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا))۔ أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ' وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِهِمَا' وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

(۱۵۵)۲۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے مردوں کو پلید قرار نہ دو' بے شک مسلمان زندہ ہو یا مردہ پلید نہیں ہوتا۔'' حاکم نے اس حدیث کو مستدرک میں نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث بخاری' مسلم کی اعلیٰ شرط ہے لیکن انہوں نے اسے نکالا نہیں ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔مستدرک حاکم: ۱/ ۳۸۵' الدار قطنی: ۲/ ۷۰۔

**فوائد:** (۱) فوت شدگان کو پلید کہنا ان کو گالی دینا برے انداز سے یاد کرنا اسلام میں جائز نہیں ہے۔کیونکہ مسلمان کا وقار یہ ہے کہ وہ زندہ ہو یا مردہ دونوں حالتوں میں پاک ہوتا ہے۔پلید ہونا مشرک لوگوں کا وصف ہے۔وہ زندہ ہوں یا مردہ پلید ہوتے ہیں۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غیبت کرنا عیب جوئی کرنا ناپاک و پلید کہنا انگشت درازیاں کرنا یا منافرانہ رموز زندہ مسلمان کی طرف کرنا سخت منع ہے اسلام میں مردہ اور زندہ مسلمان پاکی میں یکساں برابر ہیں۔

(١٥٦)٣-وَرَوٰى أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّهُ عَلَيْهِ [الصَّلَاةُ] وَالسَّلَامُ لَمَّا رَمَى الْجَمْرَةَ وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَقَ' نَاوَلَ الْحَلَّاقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ [فَحَلَقَهُ]' وَدَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ'

(۱۵۶)۳۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جمرہ پہ رمی کی اور اپنی قربانی کا جانور ذبح کیا اور سر منڈایا' سر کا دایاں حصہ نائی کے آگے کیا تو اس نے دائیں حصے کے بال مونڈ دیے' آپ نے ابوطلحہ انصاری کو بلایا اور منڈے

ثُمَّ الشِّقَّ الْأَيْسَرَ، فَقَالَ: احْلِقْ، فَحَلَّقَهُ فَنَاوَلَهُ أَبَا طَلْحَةَ [الْأَنْصَارِيَّ] فَقَالَ: اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ))
لِفَظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ

ہوئے بال اسے دے دیے پھر بایاں حصہ آگے کیا آپ نے فرمایا: اسے مونڈ دو اس نے بال مونڈ دیئے تو وہ بال بھی ابوطلحہ انصاری کو پکڑا دیئے اور فرمایا: ''انہیں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔'' مسلم کی روایت کے لفظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۱۷۱، مسلم: ۱۳۰۵۔

**فوائد:** (۱) بطور تبرک صرف نبی کریم ﷺ کی اشیاء تقسیم کی جاسکتی ہیں یا رکھی جاسکتی ہیں۔ بزرگوں یا بڑوں کا تبرک حاصل کرنا صحیح بات نہیں ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ نے جہاں پٹے زلفیں رکھیں وہاں سر کو منڈوایا بھی ہے۔

(۳) تقسیم کاری میں کوئی انسان اپنا نائب بنا سکتا ہے۔

(۴) ہر کام سیدھی طرف سے شروع کرنا چاہیے جیسا کہ آپ ﷺ اکثر سیدھے ہاتھ اور سیدھی طرف سے کام شروع فرماتے تھے۔ جیسا کہ سر منڈواتے ہوئے پہلے دائیں طرف نائی کے سامنے کی بعد میں بائیں طرف آگے کی۔

(۵) ایسی چیز جس سے لوگوں کو نفع حاصل ہو تقسیم کرنا جائز ہے۔

(۱۵۷) ٤۔ وَفِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ لِسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ ﷺ ((فَحَاصَرْنَاهُمْ، فَأَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيدَةٌ، ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ الْيَوْمَ الَّذِي فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ أَوْقَدُوا نِيرَانًا (كَثِيرَةً) فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا هٰذِهِ النِّيرَانُ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ؟ قَالُوا: عَلٰى لَحْمٍ۔ (قَالَ:أَيُّ لَحْمٍ) قَالَ: قَالُوْ: عَلٰى لَحْمِ الْحُمُرِ الْأَنْسِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَهْرِيقُوهَا وَاكْسِرُوهَا)) (فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُولَ اللَّهِ أَوْ نُهْرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا فَقَالَ: أَوْذَاكَ))
اَلْحَدِيثَ۔ وَهُوَ فِي الصَّحِيحِ۔

(۱۵۷) ۴۔ سلمہ بن اکوع سے مروی ایک طویل حدیث میں مذکور ہے ''ہم نے ان کا محاصرہ کر لیا' ہمیں شدید بھوک لگی' پھر اللہ نے اسے فتح کر دیا جب اس دن کی شام ہوئی جس دن لوگوں کو فتح نصیب ہوئی تھی' انہوں نے بہت آگ جلائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ آگ کیسی ہے تم کس چیز پر آگ جلا رہے ہو' پر لوگوں نے کہا گوشت پر' آپ نے پوچھا کون سا گوشت ہے؟
لوگوں نے کہا گھریلو گدھوں کے گوشت پر
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''گوشت بہا دو اور برتن توڑ دو' ایک شخص نے کہا کہ کیا ہم گوشت پھینک دیں اور برتن دھولیں؟ آپ نے فرمایا ''ایسا کرلو'' یہ صحیح میں ہے۔

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۴۱۹۴، مسلم: ۱۸۰۲۔

**فوائد:** (۱) خیبر کے موقع پر گھریلو گدھے حرام قرار دیے گئے جو کہ پہلے حلال تھے۔ گدھا حرام ہے اس کا گوشت حرام ہے اس کا جوٹھا نجس اور ناپاک نہیں ہے یہ ائمہ اربعہ کا قول ہے۔ امام بصری' امام اوزاعی وغیرہ اس کو ناپاک سمجھتے ہیں گدھے کا پسینہ بھی نجس

نہیں ہے گدھے پر سواری جائز ہی نہیں بلکہ سنت ہے۔

(۲) مرد حضرات کھانے پکانے کا بندوبست کر سکتے ہیں اسی طرح مرد باورچی پیشہ اختیار کر سکتے ہیں۔

(۳) گھروں یا حویلیوں میں کام کاج یا سواری یا روزی کمانے کے لیے گدھے رکھے جا سکتے ہیں۔

(۴) ایک امیر کارواں کے لیے لائق ہے کہ وہ اپنے لشکر و کارواں کی ہر نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھے کہ کہیں لوگ خلاف سنت کام تو نہیں کر رہے۔ اس کے برعکس بے خبر امیر لوگوں کے نقصان کا مالک ہوگا۔

(۱۵۸) ۵۔(وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ فِيْ قِصَّةٍ ذِكْرِهَا فِي الْحَجِّ۔ ((وَإِنِّيْ كُنْتُ تَحْتَ نَاقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، يَمَسُّنِيْ لُعَابُهَا، وَأَسْمَعُهُ يُلَبِّيْ بِالْحَجِّ))۔

أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ هٰكَذَا مُخْتَصَرًا)

(۱۵۸) ۵۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اس قصے میں جس کا ذکر اس نے حج کے ضمن میں کیا' فرماتے ہیں' کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے نیچے تھا مجھے اس کا لعاب لگ رہا تھا اور میں سن رہا تھا کہ آپ حج کا تلبیہ کہہ رہے ہیں۔ بیہقی نے اسے مختصر بیان کیا۔

**تحقیق و تخریج:** یہ صحابی کا قول ہے اس کو اصول حدیث کی اصطلاح میں اثر حسن کہتے ہیں۔ بیہقی ۵/ ۹' اس کی سند میں عباس بن ولید بن مزید ہے جو بڑا سچا راوی ہے۔

**فوائد:** (۱) حلال جانوروں کا لعاب پاک ہے۔ کپڑوں وغیرہ پر لگنے سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے۔

(۲) اپنے محسن یا بلند کردار بزرگ کی سواری کی لگام تھامنا درست ہے اسی طرح ڈرائیونگ کرنا بھی درست ہے۔

(۳) تلبیہ بلند آواز میں کہنا چاہیے دورانِ حج اپنی سواری لے جانا درست ہے۔

(۱۵۹) ٦۔وَفِيْ ((الصَّحِيْحَيْنِ)) مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ: ((إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ، [وَاللّٰهِ لَكَبِيْرٌ] أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ۔وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَسْتَنْزِهُ (مِنَ الْبَوْلِ]۔ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ))۔

(۱۵۹) ٦۔ صحیحین میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے آپ نے فرمایا: ''ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے کسی بڑے برے عمل میں ان دونوں کو عذاب نہیں دیا جا رہا :(اور حالانکہ اللہ بڑا ہے) ان دونوں میں سے ایک اپنے پیشاب سے بچتا نہیں تھا۔ اور دوسرا چغل خور تھا۔''

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۲۱۶، ۲۱۸، ۱۳۶۱، ۶۰۵۲، ۶۰۵۵، مسلم: ۲۹۲۔

**فوائد:** (۱) چغل خوری بہت بڑا گناہ ہے۔ اس سے مقصد صرف انسان کو ایذاء رسانی ہوتا ہے۔

(۲) بول کے چھینٹوں سے بچنا اشد ضروری ہے۔

(۳) پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا اور چغل خوری سے کام لینا گویا کہ قبر کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

(۴) ایسے اعمال جو فی ذاتہ چھوٹے ہوں لیکن ضرر کے اعتبار سے بڑے ہوں ان پر سزا سخت ملتی ہے۔

(۵) قبروں کے پاس سے گزرنا یا قبروں کے درمیان سے گزر کر جانا جائز ہے۔ قبر کا عذاب برحق ہے۔ قبر کی زندگی برحق ہے۔ قبروں کے بارے مسائل اور واقعات بیان کرنا شرعاً صحیح ہے۔

(١٦٠)٧۔ وَثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَافَ عَلَى بَعِيرٍ، وَأَنَّهُ قَالَ لِأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ، وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ))۔

(۱۶۰)۷۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اونٹ پر طواف کیا آپ نے ام سلمہ ؓ سے کہا: ''لوگوں کے پیچھے طواف کر اس حال میں کہ تو سوار ہو۔''

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۱۶۱۲، ۱۶۳۳، مسلم: ۱۲۷۶۔

**فوائد:** (۱) اگر کوئی سوار ہو تو اس لیے یہ ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے پیچھے پیچھے رہے سوار ہو کر طواف کعبہ کرنا درست ہے۔
(۲) راستوں گزرگاہوں یا عبادت گاہوں میں سواری والے لوگ ایک طرف چلیں اور پیادہ لوگ ایک طرف چلیں نبی ﷺ نے ٹریفک کے اصول بھی بتائے۔ تاکہ انسانیت کا خون جسم کی رگوں تک رہے نہ کہ زمین کی رگوں میں رچ جائے۔
(۳) عورت کسی گاڑی یا جانور کو ہانک کر لے جاسکتی ہے بشرطیکہ پردہ کا مکمل اہتمام کیا ہو۔

(١٦١)٨۔ وَصَحَّحَ الْحَاكِمُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي السَّمْحِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ، وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ۔

(۱۶۱)۸۔ حاکم نے ابوسمح ؓ کے حوالے سے صحیح حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں۔ ابوداؤد

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ ابوداؤد: ۳۷۶، ابن ماجه: ۵۲۶، نسائی: ۱/ ۱۵۸، ابن خزیمه: ۲۸۳، الدارقطنی: ۱/ ۱۳۰، مستدرك حاكم: ۱/ ۱۶۶، علامہ ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا۔ التلخیص: ۱/ ۳۸۔

**فوائد:** (۱) لڑکی کے پیشاب کو دھونا اور لڑکے کے پیشاب پر پانی کے چھینٹے مارنا حدیث نے بتایا ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب بچہ بچی ایام رضاعت کے سفر میں ہوں۔ جب دونوں دودھ کی غذا چھوڑ کر اور مدت رضاعت سے نکل کر بڑے ہوں گے تو دونوں کا پیشاب ایک حکم رکھے گا۔ (۲) لڑکی کے پیشاب کو دھونے کی وجہ زیادتی نجاست ہے۔ لڑکے کے پیشاب کو چھینٹے لگانا قلت نجاست پر دلالت کرتا ہے۔ بچی کا پیشاب بچے کی نسبت مدت رضاعت تک زیادہ نجس ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بچے کا پیشاب پاک ہے۔ (۳) جاریہ کے کئی معانی ہیں مثال کے طور پر کشتی لڑکی وغیرہ لیکن یہاں سیاق وسباق سے معنی متعین لڑکی ہے۔ غلام کا عربی میں معنی ہے بچہ لڑکا اور اردو میں اس کا معنی ہے خادم نوکر وغیرہ اگر عربی والا غلام ناموں میں استعمال کریں تو پھر ہوگا ''غلام مصطفیٰ'' مصطفیٰ کا بچہ یا ''غلام ربانی'' ربانی کا بچہ تو یہ غلط ہے۔ اور اگر اردو والا مراد لیں تو اس کا معنی ہوگا مصطفیٰ کا خادم اور ربانی کا خادم۔ مراد محمد مصطفیٰ ﷺ کا نوکر اور اللہ تعالیٰ کا نوکر، یہ درست ہے کوئی قباحت نہیں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اسماء عربی میں بمطابق قرآن وحدیث اور صحیح معانی کے حامل رکھے جائیں کیونکہ عربی اہل جنت کی زبان ہے اپنی اپنی زبان میں کسی نام کا مطلب اچھا ہو تو وہ نام رکھا جاسکتا ہے کوئی حرج نہیں۔
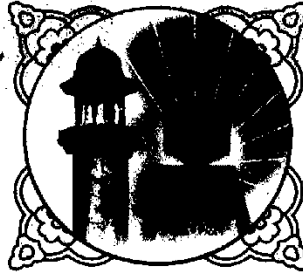
# كِتَابُ الصَّلَاةِ

## نماز کا بیان

(١٦٢)١۔وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ))۔

(۱۶۲)ا۔ابو زبیر سے روایت ہے اس نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرماتے ہیں: ''انسان اور شرک و کفر کے مابین ترک نماز فرق کرتی ہے۔''

یعنی جو نماز پڑھتا ہے وہ مومن اور جو نماز کا تارک ہے وہ مشرک و کافر ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۲۔

**فوائد:** (۱) نماز ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے مسلمان اور مشرک کے مابین فرق واضح کیا جاسکتا ہے اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ نماز کا تارک مسلمان نہیں ہوتا۔

(۲) نماز کو ترک کردینے کے دو مفہوم ہیں (۱) آدمی نماز کی فرضیت کا قائل ہے لیکن سستی کرتا ہے نماز نہیں پڑھتا ہے یا بعض اوقات ایک آدھ نماز پڑھ لیتا ہے اس صورت میں آدمی کافر نہیں ہوگا اور نہ اس پر کفر کا فتویٰ لگاسکتے ہیں البتہ سستی کرنے اور نمازیں عمداً چھوڑنے پر وہ مجرم ہے ملامت گر ہے اور اللہ کے ہاں قابل گرفت ہے (۲) جو آدمی نماز کی فرضیت کو سرے سے تسلیم

نہیں کرتا اس پر کفر کا فتویٰ لگانا درست ہے۔ ایسا آدمی خواہ سخی ہو یا صاحب کردار ہو نماز جیسے عظیم رکن اسلام کے انکار کی وجہ سے راہِ نجات پر نہیں ہے۔

(١٦٣) ٢۔[وَرَوَى الْبُخَارِيُّ فِيْ ((صَحِيْحِهِ)): أَنَّ أَعْرَابِيًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ؟ قَالَ: ((خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِيْ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ)) قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُ هُنَّ؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ))۔ اَلْحَدِيْثَ۔

(١٦٣) ٢۔ بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا کہ ایک بدوی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا' یارسول اللہ ﷺ اللہ نے مجھ پر کیا فرض کیا؟ آپ نے فرمایا: ''دن اور رات میں پانچ نمازیں'' اس نے کہا کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی ہیں' آپ نے فرمایا: ''نہیں الا یہ کہ تم نوافل ادا کرو۔'' الحدیث

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۱۸۹۱' مسلم: ۱۱۔

**فوائد:** (۱) دن اور رات میں صرف فرض نمازیں پانچ ہیں ان کے علاوہ اسلام میں اور کوئی فرض نماز نہیں ہے جو کہ شب و روز مقررہ وقت میں پڑھی جاتی ہو نمازِ جنازہ ہے تو وہ ایک حادثاتی نماز ہے جو ہے بھی فرضِ کفایہ۔ فرض عین نہیں ہے۔ نماز تہجد ہے تو وہ بھی اب نفلی عبادت ہے جو کہ پہلے فرض تھی' عیدین' استسقاء' صلوٰۃ تراویح' اشراق واوابین وغیرہ بھی نفلی عبادتیں ہیں۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فرض نماز زندگی بھر ضروری ہے۔ صرف انسان فرض نماز صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے تو کامیاب ہے۔ خواہ اس نے زندگی بھر نوافل نہ پڑھے ہوں۔

(۳) فرضی نماز کے علاوہ نوافل بھی پڑھنے چاہئیں کیونکہ یہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ رسول مکرم ﷺ کی جنت میں معیت حاصل کرنے کا سبب ہیں اور صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہیں۔ اور فرضی نمازوں میں رہی سہی کسر دور کرتے ہیں۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نوافل زبردستی عبادت کا نام نہیں ہے بلکہ غیر تکلفانہ دل کے ذوق کا نام ہے بچوں بڑوں کو امام استاد کے ذریعے تربیت ایسی دی جائے کہ نوافل وسنت کا طبعی رجحان پیدا ہو۔ اگر نوافل نمازی ادا کرے گا تو اس کا فائدہ ہے اور اگر ادا نہیں کرے گا تو شرعاً گناہ گار نہیں ہے البتہ موکدہ سنن کے تارک کو ملامت کی جاسکتی ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہی بھی فرض نماز کی ہے نہ کہ نوافل کی البتہ فرائض کی کمی کے پیش نظر آدمی کی نفلی عبادات کو چیک کیا جائے گا اگر نفلی عبادات موجود ہوں تو بہتر اور اگر نہ ہوں تو فرائض میں جو کمی واقع ہوئی اس کی وجہ سے پکڑ ہوگی نہ کہ نوافل نہ پڑھنے کی وجہ سے۔

(١٦٤) ٣۔وَعَنْهُ ﷺ قَالَ: ((رُفِعَ الْقَلَمُ عَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَبْلُغَ، وَالنَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيْقَ))۔

(۱۶۴) ۳۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قلم اٹھالی گئی ہے بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے' سوتے ہوئے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے' مجنون سے یہاں تک کہ وہ ہوش میں آجائے۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ حدیث حضرت عائشہؓ علی اور دیگر بہت سے صحابہ سے مروی ہے' مسند امام احمد بن حنبل: ۶/ ۱۰۰' ۱۴۴' ابو داؤد: ۴۳۹۸' نسائی: ۶/ ۱۵۶' ابن ماجہ: ۲۰۴۱' ابن حبان: ۱۴۹۴' مستدرک حاکم: ۲/ ۵۹' حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی۔ ابو داؤد: ۴۳۹۹' ۴۴۰۳' ابن حبان: ۱۴۹۷' مستدرک حاکم: ۴/ ۳۸۸' ۳۸۹۔

**فوائد:** (۱) اسلام میں تین افراد ایسے ہیں جو بری الذمہ ہیں عرشی قلم ان کے نام آجانے پر لکھنے کے لیے جھکتا نہیں ہے۔ (۱) نابالغ بچہ (۲) سویا ہوا انسان حتی کہ بیدار ہو جائے (۳) پاگل جب تک صحیح نہ ہو جائے۔

(۲) ہر بچہ بچی معصوم پیدا ہوتے ہیں۔ بالغ ہونے تک ان کی کوئی نقل وحرکت وافعال کا نوٹس نہیں لیا جاتا ان پر جتنے شرائع اسلام ہیں تادم بلوغت لاگو نہیں ہوتے۔ البتہ تربیت دینے یا آداب وفرائض کا عادی بنانے کے لیے ان پر بقدرے سختی سے کام لیا جاسکتا ہے جیسے وضو نماز غسل روزے اخلاقیات اور احترام وتوقیر کرنے کی عادات کو بچوں میں مکمل طور پر راسخ کرنا۔ لیکن شرعاً بچے کوئی عمل بھی نہ کریں تو مجرم نہیں ہیں۔

(۳) نیند میں محو انسان مردہ سا ہوتا ہے نیند موت کی بہن ہے۔ مردہ میں اور سونے والے میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ مردہ سانس سے خالی ہوتا ہے اور اس میں سانس ہوتی ہے۔ باقی کیفیت یکساں ہوتی ہے۔ انسان جو کچھ بھی نیند کی حالت میں کرتا ہے اس کا مواخذہ نہیں ہوتا سوئے سوئے کسی کو گالی دینا تھپڑ مارنا یا خواب میں کسی کو قتل کر دینا ان تمام ترقباحتوں پر سونے والے کو حد یا سزا نہیں دی جاسکتی۔ سونے سے قبل دھاری دار آلات کو پہنچ سے دور رکھنا ضروری ہے۔ اکثر ایسے ہو جاتا ہے کہ عورتیں کڑھائی سلائی کا کام کرتے کرتے بستر پر سوئی یا کریشہ بغیر سنبھالے سو جاتی ہیں جو خطرناک انداز میں جسم میں پیوست ہو جاتا ہے۔ اوقات نماز میں سویا آدمی مجرم نہیں وہ جس وقت بیدار ہوگا اس وقت نماز کی ادائیگی کا ذمہ دار ٹھہرے گا۔

(۴) اسلام اس آدمی کو مکلف ٹھہراتا ہے جو عاقل بالغ مسلمان ہوتا ہے اور شرائع اسلام کو ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ ایک آدمی جو پاگل ہو حواس باختہ ہو شرعی امور کو سمجھنے اور اپنانے کا شعور نہ رکھتا ہو تو وہ آزاد ہے اس کا کوئی عمل قابل گرفت نہیں ہے اسلام نے ایسے انسان سے سزا وجزا کے ہاتھ اٹھا لیے ہیں۔ اسی ضمن میں مرگی کا دورہ' حالتِ مرض میں بے ہوشی اور آپریشن میں بے ہوشی کا طاری ہونا بھی آجاتا ہے کیونکہ ان حالات میں انسان اپنے آپ سے غافل ہوتا ہے ہاں! پاگل ذہنی لحاظ سے درست ہو جائے یا کسی کو عارضی بے ہوشی سے افاقہ مل جائے تو پھر اسلام کے شرائع شروع ہو جائیں گے۔ پہلے تمام فرائض جو حالت غیر میں رہ گئے ان کی قضائی نہ ہوگی جو مکمل طور پر عرصہ دراز پاگل یا مجنون رہا بعد میں آپریشن کرانے سے یا تقدیراً صحیح ہو گیا اس پر روزے نماز وغیرہ کی قضائی نہیں۔ جو عارضی بے ہوش رہا تین دن سے کم مدت میں تو اس دوران نماز روزہ کی قضائی ہوگی قضائی صرف نماز کے فرائض کی ہوتی ہے نہ کہ سنن ونوافل کی۔

(۱۶۵) ٤۔ وَرَوَى التِّرْمَذِيُّ فِيْ ((صَحِيْحِهِ)) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مُرُوْا الصَّبِيَّ لِلصَّلَاةِ

(۱۶۵) ۴۔ ترمذی نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بچے کو نماز کا حکم دو سات سال کی عمر میں' اور

لِسَبْعٍ، وَاضْرِبُوْهُ عَلٰى تَرْكِهَا لِعَشْرٍ))۔ اسے مارو نماز کے ترک کرنے پر دس سال کی عمر میں۔"

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۳/ ۴۰۴، ابو داؤد: ۴۹۴، ترمذی: ۴۰۷، ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مستدرك حاكم: ۱/ ۲۰۱، حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا، علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی۔

**فوائد:** (۱) بچے اگرچہ مکلف نہیں ہوتے لیکن ان کو تربیت دینے کے لیے اسلام کے احکام سختی سے سکھانا درست ہے۔

(۲) سات سال کے بچوں سے نماز کی ادائیگی کا اہتمام کروایا جائے اور دس سال کی عمر میں سختی سے نوٹس لیا جائے اور حسب حال سزا دی جائے بچوں کو سزا دینے کا یہ مطلب نہیں کہ جی بھر کر مارا جائے بلکہ بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر ان کی تربیت کی جائے حسب موقع مار کی ضرورت پڑے تو مار بھی سکتے ہیں لیکن ہمہ وقت جھڑکتے رہنا داد نہ دینا طرح طرح کی سزاؤں سے دو چار کرنا حوصلہ افزائی نہ کرنا جسموں کو ننگا کر کے دھوپ میں بے یار و مددگار قیدیوں کی طرح معصوم کلیوں کو مسلنا اسلام کا طریقہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی اتنا پیار کیا جائے کہ بچے استاد کے ہاتھوں سے پانی کا گلاس چھین لیں یا پگڑی رومال اتار کر ہنسنے لگ جائیں۔

(۳) نماز کا اتنا مقام ہے اور اتنی اہم ہے کہ بچہ بھی دس سال کی عمر میں سستی کرے نہ پڑھے تو وہ شرعاً سزا دیا جاسکتا ہے۔

(١٦٦)٥۔ وَعَنْ عَلِيٍّ (بْنِ أَبِي طَالِبٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ: ((شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى (صَلَاةِ الْعَصْرِ) [حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ] مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا، ثُمَّ صَلَّاهَا (بَيْنَ الْعِشَاءَيْنِ)، بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ))۔

(۱۶۶)۵۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا: کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احزاب کے دن: "ان لوگوں نے نماز وسطیٰ یعنی نماز عصر سے ہمیں مشغول رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھرے پھر آپ نے یہ نماز دو عشاؤں یعنی مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھی۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۶۲۷۔

(١٦٧)٦۔ وَقَدْ تَبَيَّنَ حَدِيْثُ جَابِرٍ (بْنِ عَبْدِاللّٰهِ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَمَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَصَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ))۔

(۱۶۷)۶۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث واضح ہو گئی ہے "رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی، اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔"

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۵۹۶، ۵۹۸، ۶۴۱، ۹۴۵، ۴۱۱۲، مسلم: ۶۳۱۔

**فوائد:** (۱) نمازیں اوقات مقررہ میں پڑھنی چاہئیں اگر کسی اہم کام کی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو بعد میں پڑھی جاسکتی ہیں۔

(۲) نماز عصر کا بہت زیادہ مقام ہے اس کو قرآن و حدیث میں صلوٰۃ وسطیٰ کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہ بات زیادہ صحیح ہے۔

(۳) مشغولیت کے پیش نظر کئی نمازیں اکٹھی پڑھی جاسکتی ہیں۔

(۴) اگر عصر کی نماز کا وقت ہوا بھی جماعت میں کچھ ٹائم باقی ہو تو ظہر یا فجر کی رہی ہوئی نماز عصر کی جماعت سے قبل پڑھ سکتے

ہیں اس کے بعد عصر با جماعت ہو جائے گی۔

(۵) کافروں کو بددعا دینا اور ان کے خلاف الفاظ بددعا نکالنا درست ہے۔

(۶) ایک مومن اپنی نماز کا بہت خیال رکھتا ہے۔ فوراً موقع پا کر فوت شدہ نمازوں کی قضائی دیتا ہے۔ اور بروقت نماز پڑھنے کا اہتمام کرتا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کفار کے ساتھ لڑنا اسلام نے درست قرار دیا ہے صرف اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر کسی جنگ کا نام کسی وصف یا جگہ کے نام پر رکھنا جائز ہے جیسے بدر اور یہ جگہوں کے نام ہیں ''احزاب'' یہ عدد کثیر گروہوں کا نام ہے۔

(۱۶۸)۷۔وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا رَقَدَ أَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلَاةِ، أَوْغَفَلَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ:﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِيْ﴾۔ [طه : ۱۴]. وَكُلُّ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ عِنْدَ مُسْلِمٍ۔

(۱۶۸)۷۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے بغیر سو جائے یا اس سے غافل ہو جائے تو اسے پڑھ لے جب یاد آ جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''نماز قائم کرو میری یاد کے لئے'' (طٰہٰ:۱۴) یہ تمام احادیث مسلم میں مروی ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۵۹۷، مسلم: ۶۸۴۔

**فوائد:** (۱) فوت شدہ نماز جب یاد آ جائے تو اس کو پڑھنا چاہیے۔ نیند اور غفلت انسانی وجود پر طاری ہو جاتی ہے۔

(۲) کوئی نصیحت یا بات سمجھاتے وقت آیت قرآن کے ذریعے ثبوت یا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

(۱۶۹)۸۔وَعِنْدَهُ فِيْ حَدِيْثٍ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ [وَ] فِيْهِ : اَلنَّوْمُ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ فَرَأَى الشَّمْسَ قَدْ بَزَغَتْ؛ قَالَ: ((ارْتَحِلُوْا، فَسَارَ [بِنَا]، حَتّٰى إِذَا ابْيَضَّتِ الشَّمْسُ، نَزَلَ فَصَلّٰى بِنَا الْغَدَاةَ))۔ اَلْحَدِيْثُ۔

(۱۶۹)۸۔عمران بن حصین کے حوالے سے مروی ہے نیند کی وجہ سے نماز رہ گئی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے آپ نے اپنا سر اٹھایا سورج کو دیکھا کہ وہ چمک رہا ہے، آپ نے فرمایا: ''کوچ کرو چلو آپ ہمیں لے کر چل دے یہاں تک کہ سورج خوب سفید ہو گیا، آپ نے پڑاؤ کیا اور ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔'' الحدیث۔

**تحقیق و تخریج:** متفق علیہ۔

(۱۷۰)۹۔وَعِنْدَ أَبِيْ دَاوٗدَ فِيْ حَدِيْثٍ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَحَوَّلُوْا عَنْ مَكَانِكُمُ الَّذِيْ أَصَابَتْكُمْ فِيْهِ الْغَفْلَةُ قَالَ: فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ، وَأَقَامَ فَصَلّٰى))۔

(۱۷۰)۹۔ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جہاں تمہیں غفلت لاحق ہوئی وہاں سے اپنی جگہ بدل لو راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا اس نے اذان کہی، اور اقامت کہی تو آپ نے نماز پڑھائی۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۴۳۶، مسلم: ۶۸۰، مسلم میں اذان کا ذکر نہیں ہے۔

**فوائد:** (۱) سورج طلوع ہونے کے بعد نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

(۲) سویا ہوا آدمی اگر طلوع آفتاب کے بعد بیدار ہو تو اسی وقت اس کی نمازِ صبح شمار ہوگی۔

(۳) طلوع آفتاب کے بعد بھی جماعت کروائی جا سکتی ہے اسی صورت میں جب سبھی لوگ یا جماعت طلوع شمس کے بعد بیدار ہو۔ اذان واقامت کا بھی بندوبست کیا جا سکتا ہے۔

(۴) سونے والی جگہ سے اٹھ کر آگے پیچھے ہو لینا یا چلے جانا سستی سے نجات دلاتا ہے دوبارہ نیند نہیں آتی۔

(۵) شرعی عذر کی وجہ سے نماز لیٹ ہو جائے تو گرفت نہیں ہے۔ بشرطیکہ پڑھ لی جائے۔

## بَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلَاةِ

## نماز کے اوقات کا بیان

(۱۷۱)۱۔عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ: ((**وَقْتُ صَلَاةِ الْفَجْرِ مَالَمْ يَطْلُعْ قَرْنُ الشَّمْسِ الْاَوَّلُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ بَطْنِ السَّمَآءِ مَالَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرِّ الشَّمْسُ وَيَسْقُطْ قَرْنُهَا الْاَوَّلُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ مَالَمْ يَسْقُطِ الشَّفَقُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَآءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ**))۔

(۱۷۱)۱۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ”فرمایا رسول اللہ ﷺ سے نمازوں کے وقت کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا: ”فجر کی نماز کا وقت ہوتا ہے جب تک کہ سورج کا پہلا سینگ نمودار نہ ہو (یعنی پہلی کرن نہ چمکے) ظہر کی نماز کا وقت ہوتا ہے جب سورج وسط آسمان سے ڈھل جاتا ہے اور عصر کا وقت نہیں آتا، اور عصر کی نماز کا وقت جب تک سورج زرد نہ ہو جائے اور جبکہ اس کا پہلا سینگ گر جاتا ہے (یعنی شعاعیں ماند پڑ جاتی ہیں) مغرب کی نماز کا وقت جب سورج غروب ہو جاتا ہے اور سرخی غائب نہیں ہوتی ہے اور عشاء کی نماز کا وقت نصف رات تک ہوتا ہے۔“

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۷۱۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں اوقات نماز بتائے گئے ہیں۔ فجر طلوع آفتاب تک ادا کی جا سکتی ہے ظہر جب سایہ ایک مثل ہو اور دو مثل سایہ کے بعد عصر کا وقت ہوتا ہے مغرب جب سورج غروب ہو اور سرخی ختم ہو جائے عشاء کا وقت نصف شب تک ہے۔

(۲) وہ اوقات جو ناپسندیدہ ہیں وہ سورج طلوع ہو رہا ہو تو نماز نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ آفتاب پرست سے مشابہت ہوتی ہے اور سورج شیطان کے سینگوں کے مابین طلوع ہوتا ہے اس کے آگے جھکنا لازم آتا ہے۔ زوال کے وقت نماز نہیں پڑھی جا سکتی بغیر عذر کے بوقتِ زوال میت کو دفنانا یا نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ روزِ جمعہ زوال کے وقت نوافل پڑھے جا سکتے ہیں۔

مغرب کا وقت سرخی کے ختم ہونے تک رہتا ہے صحیح قول یہ ہے کہ شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو سورج غروب ہونے کے بعد ظاہر ہوتی ہے عشاء کو نصف نہار تک لیٹ کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد عشاء کی نماز کا وقت نہیں ہوتا۔ نماز عشاء کو لیٹ کر کے پڑھنا درست ہے۔

(۳) سورج کا طلوع وغروب ہونا یہ اس کی ڈیوٹی ہے اور یہ ڈیوٹی قیامت تک رہے گی۔ اوقات صلوٰۃ کی تقرری اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ صاحب استطاعت کے لیے نماز کھڑے ہو کر پڑھنا فرض ہے۔ طاقت ہونے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

(۱۷۲)۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ (زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا)، أَنَّهَا قَالَتْ: ((إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ، فَيَنْصَرِفُ النِّسَآءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ))۔

(۱۷۲)۲۔ حضرت عائشہ (نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھتے تھے، عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس پلٹتی تھیں تو اندھیرے کی وجہ سے وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔''

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۵۷۸، مسلم: ۶۴۵۔

**فوائد:** (۱) صبح کی نماز منہ اندھیرے اول وقت میں پڑھنی چاہیے۔

(۲) عورتیں مساجد میں نماز باجماعت ادا کر سکتی ہیں۔

(۳) ضرورت کے پیش نظر عورتیں گھر سے باہر جا سکتی ہیں گھر سے اجازت لینا یا گھر والوں کو اطلاع دینا بہت ضروری ہے۔ اندھیرے اور روشنی دونوں صورتوں میں عورتیں مسجدوں کی طرف چل کر جا سکتی ہیں۔ اس میں جوان بوڑھی کی کوئی قید نہیں ہے۔ عورتوں کو نہ تو مساجد میں جانے سے روکا جا سکتا ہے خواہ جتنا بھی فتنہ ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ سے اس بارے نفی ثابت ہے نہ ہی آپؐ نے کسی کو روکا اور نہ ہی عورتوں کو جبر سے مسجدوں میں جانے کو کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ عورتیں فرضی ونفلی نماز مسجدوں میں پڑھنے کی مکلف نہیں ہیں۔ عیدین کے موقعہ پر تمام تر خواتین حائضہ غیر حائضہ کو میدان میں آنے کے بارے حکم ملتا ہے تو وہ بھی استحبابی امر ہے اور ترغیبی فرمان ہے عیدین کی طرف عورتوں کا نکلنا کوئی فرض نہیں ہے فرض تو خود عیدین بھی نہیں ہیں لیکن پھر بھی عیدین کے احترام اور عظمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کی طرف نکلا جائے۔

(۴) مساجد کی طرف نکلتے ہوئے عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس طرح کی چادریں اوڑھیں کہ پورا جسم چھپ جائے۔ ننگے سر عورت کا نکلنا حرام ہے۔

(۵) بات میں وزن بھرنے کے لیے دلائل نقلی وعقلی دیئے جا سکتے ہیں۔ جیسے اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز فجر کا وقت بتانے کے لیے فرما رہی ہیں کہ صبح کی نماز رسول اللہ ﷺ اندھیرے میں پڑھتے تھے تاریکی اتنی ہوتی کہ عورتوں کو معرفت مشکل ہوتی تھی۔ اسی طرح اسلام میں عورتوں کے خصائل اطوار، اقوال اور افعال بیان کرنا درست ہے۔ عورتوں کو شعری انداز میں اس طرح بیان کرنا کہ ان کے محاسنِ بدن ایک ایک کر کے واضح ہو جائیں اور تصویر معاشقہ کو ترویج ملے قطعاً درست نہیں ہے۔ اور نہ

ہی مسلمان مستورات کی ہجو گوئی اور عیب جوئی کی اجازت اسلام دیتا ہے جیسا کہ کعب بن اشرف لعین نے نفوسِ قدسیہ پر کیچڑ اچھالا تھا تو پاش پاش کر دیا گیا۔

(١٧٣)٣۔وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأُجُورِكُمْ، أَوْ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ، وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۱۷۳)۳۔رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”صبح کی نماز روشنی میں پڑھو یہ تمہارے لیے بڑے اجروں یا بڑے اجر وثواب کا باعث ہوگا۔“ ابوداؤد، ابن ماجہ

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۱۴۰، ابوداؤد: ۴۲۴، نسائی: ۱/ ۲۷۲، ابن ماجہ: ۶۷۲۔

(١٧٤)٤۔وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ: ((أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ))۔ وَحَسَّنَهُ۔

(۱۷۴)۴۔ترمذی کی روایت میں ہے ”فجر کی نماز روشنی میں پڑھو یہ اجر وثواب کے اعتبار سے بڑی نیکی ہے۔“ ترمذی نے اسے حسن قرار دیا

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی، ۱۵۴ اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(١٧٥)٥۔وَفِي لَفْظٍ لِلطَّحَاوِيِّ: ((أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ، فَكُلَّمَا أَسْفَرْتُمْ [بِالْفَجْرِ] فَهُوَ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ))، أَوْقَالَ: ((لِأُجُورِكُمْ))۔

(۱۷۵)۵۔طحاوی میں الفاظ یہ ہیں ”فجر کی نماز روشنی میں پڑھو جب بھی تم فجر کی نماز روشنی میں پڑھو گے تو وہ اجر و ثواب کے اعتبار سے یا تمہارے لیے بڑے اجر وثواب کا باعث ہوگی۔“

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ معانی الآثار: ۱/ ۱۷۸، نسائی: ۱/ ۲۷۲، ابن حبان: ۲۶۳۔

**فوائد:** (۱) ظاہر میں یہ احادیث مخالفت کر رہی ہیں اندھیرے میں نماز پڑھنے والی حدیث کی لیکن حقیقت میں دونوں طرح کی احادیث میں تعارض نہیں ہے۔ ”اسفار بالصبح“ سے مراد یہ ہے کہ قرأت اندھیرے میں شروع کی جائے اور اتنی لمبی قرأت کی جائے کہ صبح روشن ہو جائے (ابن قیم، طحاوی) یہ ایک توجیہ ہے دوسری توجیہہ یہ ہے کہ ”اسفار“ کا مطلب یہ ہے کہ صبح صادق ہونے میں کوئی ریب باقی نہ رہے (احمد، شافعی) پہلی وجہ زیادہ اچھی ہے۔ کیونکہ اس بارے میں احادیث مرویہ آنحضرت ﷺ کے غلس میں نماز پڑھنے کو بیان کرتی ہیں۔

(۲) صبح صبح نماز کا اہتمام کرنا اجر کے لحاظ کے عظیم عمل ہے۔ اجر معاوضہ کا نام ہے ہر عامل کے عمل پر اجرت دینا اسلام نے متعارف کروایا ہے۔

(١٧٦)٦۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا دَحَضَتِ

(۱۷۶)۶۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔“

الشَّمْسُ))۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۶۱۸۔

(۱۷۷)۷۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا كَانَ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ. وَذَكَرَ أَنَّ النَّارَ اشْتَكَتْ إِلٰى رَبِّهَا فَأَذِنَ لَهَا فِيْ كُلِّ عَامٍ بِنَفَسَيْنِ: نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ، وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ))۔

(۱۷۷)۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب گرمی کا موسم ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر لیا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت، جہنم کی لو ہے اور یہ تذکرہ کیا کہ جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی، تو اس نے اسے سال میں دو سانس لینے کی اجازت دے دی، ایک سانس موسم سرما میں اور ایک سانس موسم گرما میں۔“

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۵۳۶، ۵۳۷، ۳۲۶۰، مسلم: ۶۱۷۔

**فوائد:** (۱) نمازِ ظہر سورج ڈھل جانے کے بعد ادا کی جاتی ہے جب ہر شئی کا سایہ ایک مثل ہو جاتا ہے یہی بات راجح ہے دو مثل سایہ جو ظہر کے لیے بیان کیا جاتا ہے کسی بھی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(۲) موسم گرما میں نماز ظہر کو بقدرے ٹھنڈا کر کے پڑھنا پسندیدہ عمل ہے ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا اور دیر سے پڑھنا یہ نمازیوں کے لیے استحبابی حکم ہے دیر سے مراد ذرا سی تاخیر ہے نہ کہ نماز ظہر کے دوسرے وقت کا آخر حصہ مراد ہے۔

(۳) سردی اور گرمی یہ جہنم کے دو سانس ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہم پر موسم گرما میں جو لو چلتی ہے یا موسم سرما میں جو شدت کی سردی پڑتی ہے اس سے کئی درجے بڑھ کر دوزخ اپنے اندر سختیاں رکھتی ہے۔ دوزخ اور جنت اللہ کی مخلوق ہیں جو موجود ہیں۔

(۴) حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جامد اور بے جان اشیاء بھی اپنے اپنے انداز میں بتوفیقِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتی ہیں اور اپنا ماجرا اور حال اللہ کو سنا لیتی ہیں۔

(۵) گرم اشیائے خورد و نوش و دیگر اشیاء کو ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا چاہیے بے جا شکایات بارگاہِ الٰہی میں نہیں کرتے رہنا چاہیے۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ زیادہ شکووں کی بجائے صبر کرنا چاہیے لاچاری کی حالت میں آدمی سے نہ رہا جاسکے تو اللہ تعالیٰ سے شکوہ و شکایت کرسکتا ہے پرشکوہ اندازِ محبت کو اللہ تعالیٰ کبھی نظر انداز نہیں کرتے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جس کام میں اجازت خداوندی پائی جائے اس کام کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا چاہیے اور جس امر میں اجازتِ الٰہی موجود نہ ہو تو اس میں بے جا اجازت اور لچک کے راستے نہیں نکالنے چاہئیں۔

(۱۷۸)۸۔ وَعَنْ أَنَسِ (بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ): ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ، فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِيْ، فَيَأْتِي الْعَوَالِيَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ))۔

(۱۷۸)۸۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ سورج بلند اور زندہ ہوتا اور جانے والا عوالی مدینہ جاتا اور عوالی پہنچ جاتا اور سورج ابھی بلند ہی ہوتا۔“

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۵۵۰' مسلم: ۶۲۱۔

**فوائد:** (۱) نمازِ عصر کو موخر کر کے پڑھنا درست نہیں ہے اول وقت میں ادا کرنے کو اہل علم نے اختیار کیا ہے۔

(۲) نماز عصر کو صلوٰۃ وسطیٰ کہا جاتا ہے جس کے فوت ہو جانے سے گویا کہ آدمی کا سب کچھ تباہ ہو جاتا ہے خاص مصروفیت یا مجبوری کے پیشِ نظر نماز عصر سورج کے زرد ہو جانے کے وقت بھی ادا کی جاسکتی ہے لیکن یہ مختار وقت نہ ہوگا۔

(۳) سورج بے جان ہونے کے باوجود اپنے اندر روشنی کا اتار چڑھاؤ رکھتا ہے اپنے مدار میں چلتے ہوئے دھیمی کرنوں کو بھی چھوڑتا ہے کبھی مکمل تمازت سے چہرہ دکھاتا ہے اور کبھی مسکین مسافر کی طرح خاموشی سے ڈھلنے کی طرف رواں ہوتا ہے اور ہر نئی صبح اللہ سے اجازت مانگ کر دوبارہ طلوع ہوتا ہے۔سورج اوقات کی نشان دہی کرتا ہے۔قدیم زمانہ سے اس کو دیکھا جارہا ہے اپنی ڈیوٹی میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا قدیم باشندے سورج کی تمازت اور سائے سے اور شکل سے وقت کا اندازہ لگایا کرتے تھے۔ سورج کی روزانہ کی زندگی میں ہماری سالوں بھری زندگی کے لیے اسباق ہیں ان میں ایک واضح سبق یہ ہے کہ جیسے دن کا سورج شام کو آخر غروب ہو جاتا ہے اسی طرح انسان کی زندگی کا خاموش سورج ایک دن غروب جائے گا۔

(۴) دیہاتوں' بستیوں سے شہروں کی طرف آنا جانا تجارت کرنا اشیائے ضروریات شہروں میں دینے یا لینے جانا شرعاً درست ہے۔اسی طرح دور سے چل کر شہروں کی تعلیم گاہوں میں پڑھنا بھی جائز ہے۔

(۱۷۹)۹۔ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ' قَالَ: ((كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ))۔

(۱۷۹)۹۔رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں ''ہم مغرب کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھتے تھے ہم میں سے ایک واپس آتا تو وہ اپنے تیر کے نشانے کو دیکھ لیتا۔''

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۵۵۹' المسلم: ۶۳۷' مسلم: باب بیان ان اول وقت المغرب عند غروب الشمس۔

**فوائد:** (۱) نمازِ مغرب کو اس کے اول وقت میں ہی ادا کیا جائے۔

(۲) مغرب کی نماز زیادہ اندھیرا کر کے نہیں پڑھنی چاہیے اور نہ ہی اتنی جلدی پڑھنی چاہیے کہ بمشکل اذان کا بھی جواب دیا ہو تو جماعت کھڑی ہو جائے بلکہ دو رکعتیں نفل پڑھے جاسکیں۔ یا مختصر اذان اور جماعت کے درمیان دعا مانگی جاسکے۔

(۳) مغرب کا وقت تمام نمازوں کے اوقات سے کم ہوتا ہے رمضان میں نماز مغرب میں افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ یا تو بعض ائمہ کرام افطاری کرتے کرتے رہ رہ کر جماعت کرواتے ہیں یا پھر اتنی جلدی جماعت کروائی جاتی ہے کہ اذان کے فوراً بعد امام کی قراءت سنائی دیتی ہے۔ یہ دونوں صورتیں نماز کے مزاج کے خلاف ہیں اسلام میں اعتدال پسندی محبوب سمجھی گئی ہے۔ اذان کے بعد ذرا سا وقفہ ہو جس میں نمازی حضرات مختصر دعا وظیفہ یا دو رکعتیں ادا کرسکیں اور اتنی تاخیر سے بھی کام نہ لیا جائے کہ بالکل اندھیرا چھا جائے۔ائمہ کرام کے لائق یہ ہے کہ عین وقت جماعت میں نماز پڑھائیں۔

(۴) نمازِ مغرب اتنی روشنی میں ادا ہو جانی چاہیے کہ ہر چیز قریباً نظر آرہی ہو۔

(۱۸۰) ۱۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: ((أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ [بِالْعِشَاءِ] حَتّٰى ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ، وَحَتّٰى نَامَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى، فَقَالَ: ((إِنَّهُ لَوَقْتُهَا لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي))۔

(۱۸۰) ۱۰۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا ایک رات نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی یہاں تک رات کا کافی حصہ گذر گیا اہل مسجد سو گئے پھر آپ تشریف لائے تو نماز پڑھائی اور فرمایا: اگر میں آپ پر بوجھ نہ خیال کروں تو عشاء کی نماز کا وقت یہ ہے۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۶۳۸" "باب وقت العشاء و تاخیرها۔"

(۱۸۱) ۱۱۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((لَوْ لَا أَنْ يَشُقَّ (عَلٰى أُمَّتِي)))۔

وَكُلُّ هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ عِنْدَ مُسْلِمٍ إِلَّا حَدِيثَ الْإِسْفَارِ (بِالْفَجْرِ)۔

(۱۸۱) ۱۱۔ ایک روایت میں ہے "اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا۔" (حدیث الاسفار بالفجر) فجر کی نماز روشنی میں پڑھنے والی روایت کے علاوہ تمام احادیث مسلم میں مذکور ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۶۳۸۔

(۱۸۲) ۱۲۔ وَلِلْبُخَارِيِّ فِي حَدِيثٍ (رَوَاهُ) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا إِذَا رَآهُمْ اجْتَمَعُوا عَجَّلَ، وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَؤُوا أَخَّرَ))۔

(۱۸۲) ۱۲۔ بخاری شریف میں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "عشاء کی نماز کبھی کسی وقت اور کبھی کسی وقت ادا ہوتی، جب آپ صحابہ کو دیکھتے کہ جمع ہو گئے، جلد نماز پڑھا دیتے اور جب انہیں دیکھتے کہ انہوں نے تاخیر کر دی تو آپ تاخیر سے نماز پڑھاتے۔"

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۶۵،۵۰" "باب وقت العشاء اذا اجتمع الناس۔" مسلم: ۶۴۶۔

(۱۸۳) ۱۳۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلٰى اسْمِ صَلَاتِكُمْ أَلَا إِنَّهَا الْعِشَاءُ وَهُمْ يَعْتِمُونَ بِالْإِبِلِ))۔

(۱۸۳) ۱۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: "بدوی تمہاری نماز کے نام پر غالب نہ آ جائیں خبردار اس کا نام عشاء ہے اور وہ شام کو اونٹوں کا دودھ دھونے میں دیر کر دیتے ہیں۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۶۳۸، یہ حدیث مسلم شریف کے درج ذیل باب میں مذکور ہے "باب وقت العشاء وتاخیرها" بخاری شریف کے درج ذیل باب میں مذکور ہے "باب من کره ان یقال للمغرب العشاء" لیکن اس میں "وهم یعتمون بالابل" کے الفاظ نہیں ہیں۔ ابن ماجہ میں "باب النهی ان یقال صلوٰة العتمة" میں ہے۔

(۱۸٤) ۱٤۔ وَعَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَيَّارِبْنِ سَلَامَةَ،

(۱۸۴) ۱۴۔ شعبہ نے سیار بن سلامہ سے روایت کیا کہتے

قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بَرْزَةَ يَقُوْلُ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُبَالِيْ بِبَعْضِ تَأْخِيْرِ (صَلَاةِ) الْعِشَآءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ، وَكَانَ لَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا، وَلَا الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا))۔ قَالَ شُعْبَةُ: ثُمَّ لَقِيْتُهُ مَرَّةً أُخْرٰى فَقَالَ: ((أَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ))۔ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

ہیں کہ میں نے ابوبرزہ سے سنا' آپ فرماتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نمازعشاء کی نصف رات تک تاخیر میں قدرے کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے' آپ عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد باتیں کرنا پسند نہیں کرتے تھے'' شعبہ نے کہا ''پھر میں اس سے دوسری مرتبہ ملا تو اس نے کہا: یا تہائی رات تک'' مسلم۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۴۱' ۷۷۱' مسلم: ۶۴۷' مسلم شریف میں یہ حدیث ''باب استحباب التبكير بالصبح'' اس حدیث کا ایک ٹکڑا بخاری شریف کے ''باب ذكر العشاء والعتمة ومن راه واسعا'' میں مذکورہ ہے۔ اسی طرح بخاری شریف کے ''باب ما يكره من السمر بعد العشاء'' میں بھی مذکور ہے امام بخاری نے مکمل طویل حدیث ''باب وقت الظهيرة عند الزوال'' میں ذکر کی ہے۔

**فوائد:** (۱) نمازعشاء نبی کریم ﷺ کی پسند کے مطابق عام رات کا حصہ گزر جانے کے وقت ادا کرنی چاہیے۔

(۲) نماز عشاء کو اکثر جلد ادا کیا جاتا ہے نمازیوں کی رعایت رکھتے ہوئے۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''یہ اس کا وقت ہے اگر میں امت پر بارِ گراں خیال نہ کروں تو۔''

(۳) نمازی حضرات مسجد میں اونگھ سکتے ہیں سوسکتے ہیں جائز ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نمازیوں کو بغیر شور مچائے امام کا انتظار کرنا چاہیے ہوسکتا ہے کہ امام کسی شرعی عذر کی وجہ سے لیٹ ہوگیا ہو لیکن ائمہ حضرات سے بھی گزارش ہے کہ وہ ہر روز دیر سے آنے کو اپنا معمول نہ بنائیں۔

(۴) مقتدیوں کے لیے درست نہیں ہے کہ وہ ہر جماعت پر لیٹ آئیں یا وہ امام کو لیٹ جماعت کروانے پر مجبور کریں۔ امام کے لیے ضروری ہے کہ نمازی لوگوں کا خیال رکھے دل کی گہرائیوں سے ان سے محبت کرے ان کے روزمرہ کے معمولات پر کڑی نظر رکھے۔ ان کے تعارف اور کاروبار سے باخبر رہے کبھی دیر سے آئیں تو ان کی رعایت رکھتے ہوئے جماعت دیر سے کھڑی کرے یا پھر مقررہ وقت پر۔ نبی کریم ﷺ کے بارہ میں جو حدیث میں آیا ہے کہ لوگ جلدی آجاتے تو جلدی جماعت کرواتے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ عشاء کی جماعت وقت سے بھی پہلے پڑھادیتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ وہ وقت پر نماز پڑھادیتے تھے جب اکثر لوگ بامر ضروری دیر سے آئیں تو جماعت لیٹ کروائی جاسکتی ہے۔ اسی طرح اکثر لوگ جمع ہوں تو جماعت وقت پر کروانی چاہیے یہ امام پر منحصر ہے کہ وہ کس انداز سے مقتدیوں کو لے کر چلتا ہے۔

(۵) امام قوم کا رہنما ہوتا ہے وہ اپنے مقتدیوں اور دیگر عوام کو اچھی باتیں بتا سکتا ہے امام اپنے مقتدیوں سے لیٹ آنے یا نہ آنے کی وجوہات دریافت کرسکتا ہے۔ لیکن نفسیات کو ہاتھ میں لیتے ہوئے کرخت انداز سے پوچھنا یا حوصلہ شکنی کرنا ایک محترم باوقار امام کی شان کے خلاف ہے جیسے آنحضرت ﷺ اپنی محبوب رعایا کا خیال فرمایا کرتے تھے۔

(۶) عشاء کو عتمہ کا نام دینا درست نہیں ہے کیونکہ یہ بدو لوگوں کا رکھا ہوا نام ہے جو کہ اونٹنیوں کا دودھ دیر سے دوہنے کی وجہ سے

رکھا گیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام کا رکھا نام ہی محبوب ہونا چاہیے نہ کہ عوام کا رکھا ہوا نام۔ عشاء سے پہلے سونا سنت نہیں ہے اسی سے یہ پتہ چلا کہ نماز کا وقت ہو جائے تو آدمی کو نماز پڑھ کر سونا چاہیے بغیر نماز ادا کیے سونا جائز نہیں اس طرح نماز کے بعد باتیں کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ عشاء کے بعد محافلِ قرآن یا مجالس دینی کا انتظام کرنا یا ایسی گفتگو کرنا جو دینی مسائل پر مبنی ہو یا تعلیم و تربیت کی کلاسز منعقد کرنا جائز ہے۔ گفتگو جس سے منع کیا گیا ہے وہ عشاء کے بعد فضول باتیں کرنا ہے۔

(۱۸۵)۱۵۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ' وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ؛ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۸۵) ۱۵۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے صبح کی ایک رکعت سورج طلوع ہونے سے پہلے پالی اس نے صبح کی نماز پالی' جس نے نماز عصر کی ایک رکعت غروب آفتاب سے پہلے پالی تو اس نے نماز عصر پالی۔''
متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۵۷۹' مسلم: ۶۰۸' یہ حدیث بخاری شریف میں ''باب من ادرك من الفجر ركعة'' اور مسلم شریف میں ''باب من ادرك ركعة من الصلاة'' میں مذکور ہے۔

(۱۸۶)۱۶۔ وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ: ((إِذَا أَدْرَكَ (أَحَدُكُمْ) سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ' وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ؛ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ))۔

(۱۸۶)۱۶۔ بخاری شریف میں ابوسلمہ کی ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''تم میں سے کوئی ایک غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت پالے تو وہ اپنی نماز پوری کر لے اور جب وہ صبح کی نماز کی ایک رکعت طلوع آفتاب سے پہلے پالے تو وہ اپنی نماز پوری کر لے۔''

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۵۵۶' امام بخاری نے یہ حدیث ''باب من ادرك ركعة من العصر قبل الغروب'' میں اور دوسری جگہ ''باب من ادرك من الصلاة ركعة'' میں ذکر کی ہے لیکن اس میں حدیث کے یہ الفاظ ہیں: ''من ادرك ركعة من الصلوٰة فقد ادرك الصلوٰة۔'' جس نے نماز کی ایک رکعت پائی اس نے پوری نماز پالی۔

(۱۸۷)۱۷۔ وَلِمُسْلِمٍ فِيْ حَدِيْثٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَنْ أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ (الشَّمْسُ)' أَوْ مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ؛ فَقَدْ أَدْرَكَهَا))۔ وَالسَّجْدَةُ إِنَّمَا هِيَ الرَّكْعَةُ۔

(۱۸۷)۱۷۔ مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ''جس نے نماز عصر کا ایک سجدہ غروب آفتاب سے پہلے پالیا یا صبح کی نماز کا ایک سجدہ طلوع آفتاب سے پہلے پالیا' اس نے پوری نماز پالی۔'' یاد رہے کہ سجدہ سے مراد رکعت ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۶۰۹' امام مسلم نے اس حدیث کو "باب من ادرك ركعة من الصلوٰة فقد ادرك تلك الصلوٰة" میں ذکر کیا ہے۔

**فوائد:** (۱) صبح کی نماز باجماعت ادا کرنی چاہیے سوئے رہنے سے یا شرعی عذر کی بنا پر سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے ادا کرنی چاہیے اسی طرح عصر کی نماز اول وقت میں ادا کرنی چاہیے بروقت عذر غروب آفتاب سے قبل ادا کی جاسکتی ہے۔

(۲) نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا یہ اس کی ادائیگی ہوتی ہے اور وقت کے بعد پڑھنا یہ قضائی ہوتی ہے۔

(۳) آفتاب طلوع ہو رہا ہو یا غروب ہوتا جا رہا ہو تو نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اگر ایک رکعت نمازِ فجر کی مل جائے فجر کے وقت میں ہی طلوع آفتاب سے قبل تو دوسری رکعت ادا کر لینی چاہیے اسی طرح عصر کی نماز اس کے وقت میں پڑھی ایک رکعت پڑھی تو آفتاب غروب ہونے لگا تو اس صورت میں دوسری رکعات پڑھ لے نماز مکمل ادا ہو جائے گی۔ عین طلوع آفتاب یا غروب آفتاب ہو رہا ہو تو نماز شروع کرنا منع ہے۔ غروب یا طلوع کے بعد نماز کی قضائی ہوگی۔

(۴) سجدہ یا رکوع کی اتنی اہمیت ہے کہ ان کے بغیر کوئی رکعت ہوتی ہی نہیں سجدہ یا رکوع سے مراد رکعت لینا یا سجدہ و رکوع کو رکعت کہنا درست ہے۔

(۱۸۸)۱۸۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ (اَلْجُهَنِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيْهِنَّ، أَوْ أَنْ نَقْبُرَ فِيْهِنَّ مَوْتَانَا: حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ، وَحِيْنَ يَقُوْمُ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ حَتّٰى تَمِيْلَ الشَّمْسُ، وَحِيْنَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتّٰى تَغْرُبَ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۸۸)۱۸۔ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "تین اوقات میں رسول اللہ ﷺ ہمیں منع کیا کرتے تھے کہ ہم ان میں نماز پڑھیں یا ان اوقات میں اپنے مردے دفنائیں: جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے' جب دوپہر کا وقت ہو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے' جب سورج غروب ہو رہا ہو یہاں تک کہ اچھی طرح غروب ہو جائے۔" مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۳۱' یہ حدیث مسلم شریف میں "باب الاوقات التی نهی عن الصلوٰة فیها" میں ذکر کی گئی ہے۔

(۱۸۹)۱۹۔ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ حَدِيْثِ لِعَمْرِوبْنِ عَبَسَةَ: ((فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ إِلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ؛ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ، وَهِيَ سَاعَةُ صَلَاةِ الْكُفَّارِ، فَدَعِ الصَّلَاةَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ قِيْدَ رُمْحٍ، وَيَذْهَبَ شُعَاعُهَا))۔

(۱۸۹)۱۹۔ نسائی میں عمرو بن عبسہ سے روایت ہے "نماز کی گواہی دی جاتی ہے اس کی حاضری لگائی جاتی ہے طلوع آفتاب تک' سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے یہ کافروں کی نماز کا وقت ہے' طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنا چھوڑ دو یہاں تک وہ نیزے کی مقدار کے مطابق بلند ہو جائے اور اس کی شعاع رواں دواں ہو جائے۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۳۲، نسائی: ۱/ ۲۷۹، یہ حدیث مسلم شریف میں بڑی طوالت کے ساتھ "باب اسلام عمرو بن عبسة" میں مذکور ہے۔

(۱۹۰)۲۰۔ وَعَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ (اَلْخُدَرِیِّ) رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: ((لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ))۔

(۱۹۰)۲۰۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: "صبح کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک سورج غروب ہو جائے۔" متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۵۸۶، مسلم: ۸۲۷، یہ حدیث مسلم شریف کے "باب الاوقات الی نهی عن الصلاة فیها" میں ذکر کی گئی ہے۔

(۱۹۱)۲۱۔ وَعَنْ أَبِیْ سَلْمَةَ أَنَّه سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ السَّجْدَتَیْنِ اللَّتَیْنِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّیْهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ؟ فَقَالَتْ: ((كَانَ یُصَلِّیْهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ ثُمَّ (إِنَّهُ) شُغِلَ عَنْهُمَا أَوْ نَسِیَهُمَا، فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ، ثُمَّ أَثْبَتَهُمَا، وَكَانَ إِذَا صَلّٰی صَلَاةً أَثْبَتَهَا))۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۱) ۲۱۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا جو رسول اللہ ﷺ نمازِ عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ دو رکعتیں عصر سے پہلے پڑھتے تھے، پھر ایک دفعہ آپ مشغول ہو گئے یا انہیں پڑھنا بھول گئے تو آپ نے عصر کی نماز کے بعد یہ دو رکعتیں پڑھیں پھر لگاتار انہیں پڑھا، رسول اللہ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی نماز ایک مرتبہ پڑھ لیتے تو اسی پر دوام کرتے ثابت قدم رہتے۔" مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۳۵، یہ حدیث مسلم شریف کے "باب معرفة الرکعتین اللتین کان یصلیهما التی بعد العصر" میں مذکور ہے۔

**فوائد:** (۱) تین اوقات پورے دن میں ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنا منع قرار دیا گیا ہے۔ ان میں نمازِ جنازہ پڑھنا اور مردوں کو دفنانا بغیر کسی عذر کے بھی منع ہے۔ اسی طرح جب نصف نہار کا سورج سر کی مانگ پر چمک رہا ہو مغرب کی سمت ابھی جھکا نہ ہو یا سورج غروب ہونے کو جا رہا ہو تو پھر نماز پڑھنا اور مردوں کو دفنانا غیر مشروع ہے۔

(۲) اوقات کے اندر اندر کیے اعمال قابل حاضری اور قابل گواہی ہوتے ہیں۔

(۳) کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ سورج کے پجاری طلوع آفتاب کے وقت سورج کو پوجتے ہیں اور سورج طلوع بھی شیطان کے سر سے ہوتا ہے۔

(۴) صبح کی نماز کی قضائی جب سورج ایک نیزہ بلند ہو جائے اور اس کی شعاعیں چہار اطراف پھیلنی شروع ہو جائیں یعنی سورج کے نکلنے میں کسی قسم کا شک باقی نہ رہے، دی جا سکتی ہے۔

(۵) جمعہ کے روز زوال کے وقت نوافل پڑھے جا سکتے ہیں اسی طرح نماز جمعہ بھی ادا کی جا سکتی ہے یہ صرف یوم جمعہ کا امتیاز ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد کسی نماز کی قضائی دی جا سکتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ اسی طرح نماز جنازہ پڑھنا اور شکرانہ نوافل ادا کرنا وغیرہ جائز ہیں۔ اس مسئلہ سے بھی واقفیت ہوگئی کہ جو بھی کام شروع کیا جائے اس پر ہمیشگی کرنی چاہیے اسی طرح معمول والی نماز خواہ وہ نوافل ہی کیوں نہ ہوں ان کی قضائی روٹین بحال رکھنے کی خاطر دی جا سکتی ہے۔ ورنہ نوافل و سنن کی قضائی فرض، واجب نہیں ہے۔

(۶) نبی کریم ﷺ سے قضا نماز ثابت ہے کوئی بات بھول جانا ایک نبی کے لیے عیب نہیں ہے اور نہ ہی شان کے خلاف ہے۔

(۱۹۲)۲۲۔ وَعِنْدَهُ (فِیْ حَدِیْثٍ) عَنْ مُعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: إِذَا صَلَّیْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلَاةٍ حَتّٰی تَكَلَّمَ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ؛ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَنَا (بِذٰلِكَ) أَنْ لَا تُوْصَلَ صَلَاةٌ [بِصَلَاةٍ]، حَتّٰی نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ))۔

(۱۹۲)۲۲۔ مسلم شریف میں حضرت امیر معاویہ سے مروی ہے "جب تم جمعہ کی نماز پڑھ لو تو اس کے ساتھ کوئی نماز نہ ملاؤ یہاں تک کہ بات کرو یا نکل پڑو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ نماز کے ساتھ نماز نہ ملائی جائے یہاں تک کہ ہم بات کر لیں یا نکل پڑیں یعنی جگہ بدل لیں۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۸۳، مسلم شریف میں یہ حدیث "باب الصلوٰۃ بعد الجمعۃ" میں مذکور ہے۔

**فوائد:** (۱) جمعہ کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مسلمانوں کا اکٹھ ہوتا ہے جمعہ فرض ہے۔

(۲) فرض نماز پڑھ کر وظائف کرنا یا دینی باتیں کرنا درست ہے نوافل بعد میں بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔

(۳) فرض نماز کے بعد نوافل کے لیے جگہ بدلی جا سکتی ہے۔ یہ جو حدیث میں آیا ہے "حتی نتکلم او نخرج" اس میں "حتی نتکلم" سے مراد فضول یا دنیاوی گفتگو نہیں ہے بلکہ فائدہ مند دینی گفتگو مراد ہے گفتگو دو یا دو سے زیادہ کے مابین ہوتی ہے۔ جب اکیلا ہی آدمی ہو فرض پڑھنے والا تو نوافل پڑھنے سے قبل وظائف کرنا مفید کلام ہے۔ "نخرج" کا معنی ہے جہاں فرض نماز پڑھی اس جگہ سے نکل جائیں مراد جگہ بدل لیں یہ فرض اور نفل کے درمیان فرق کی علامت ہے۔ جگہ بدلنا یا کلام کرنا فرض نہیں ہے۔ مستحب ہے۔

(۱۹۳)۲۳۔ وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((یَابَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ، لَا تَمْنَعُوْا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَیْتِ، وَصَلّٰی أَیَّةَ سَاعَةٍ شَآءَ مِنْ لَیْلٍ أَوْ نَهَارٍ))۔

(۱۹۳)۲۳۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے بنی عبد مناف تم کسی کو اس گھر (یعنی بیت اللہ) کے طواف سے نہ روکو وہ رات یا دن کے کسی حصے میں بھی نماز پڑھے، اسے اجازت ہے۔"

أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ (وَالتِّرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهُ)۔

نسائی، ترمذی نے اسے بیان کرنے کے بعد صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۸۰، ابو داؤد: ۱۸۹۴، ترمذی: ۸۶۸، ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے۔ نسائی: ۱/ ۲۸۴، ابن ماجہ: ۱۲۵۴، البیہقی: ۲/ ۴۶۱، مستدرک حاکم: ۱/ ۴۴۸، حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

**فوائد:** (۱) بیت اللہ میں تین اوقات مکروہہ میں عبادت کی جاسکتی ہے۔ (جمہور علماء)

(۲) کعبہ کے متولیان حضرات اور مساجد کے متولیان مقرر کرنا مصلحتاً درست ہے۔

(۳) متولیان کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیت اللہ یا مساجد میں غیر مشروع اعمال وافعال کرنے سے عوام کو روکیں۔

(۴) بیت اللہ کا طواف کرنا حالاتِ مختلفہ میں فرض بھی ہے اور سنت ومستحب بھی ہے۔

(۵) بنی عبد مناف سے مراد عبد مناف کی ساری اولاد ہے عبد مناف یہ نبی کریم ﷺ کے جد امجد ہیں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ آنحضرت ﷺ کا نسب پانچ پشتوں سے عبد مناف تک ملتا ہے۔ معنی "عبد" غلام "مناف" بت یعنی بت کا غلام اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کو بلاتے ہوئے احترام والقاب کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔

## بَابُ الْأَذَانِ

## اذان کا بیان

(١٩٤) ١۔ رَوَى طَلْحَةُ بْنُ يَحْيٰى، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يَدْعُوهُ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((اَلْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ))۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۹۴) ۱۔ طلحہ بن یحییٰ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ میں معاویہ بن ابی سفیان کے پاس تھا اس کے پاس ایک موذن آیا اور انہیں نماز کی دعوت دینے لگا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: "اذان دینے والے قیامت کے دن لوگوں کی لمبی نسبت گردن والے ہوں گے۔" مسلم

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث مسلم شریف کے "باب فضل الاذان و هرب الشيطان عند سماعه" میں مذکور ہے۔

**فوائد:** (۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اور جلیل القدر صحابی کاتب وحی اور دور اندیش حکمران تھے۔

(۲) موذن اذان کے بعد کسی کو جگانے یا بلانے کے لیے جاسکتا ہے اسی طرح شرعی عذر کی وجہ سے موذن مسجد سے باہر اذان کے بعد جاسکتا ہے اذان کہنا نمازوں کے لیے فرض ہے۔

(۳) موذن کا بہت بڑا مقام ہے۔ روز قیامت رتبے کے اعتبار سے بلند ہوگا اور فخر سے گردن میں خم نہ آئے گا۔ لوگوں میں چلتا ہوا یا گزرتا ہوا واضح نظر آئے گا۔

(۴) قیامت برحق ہے ایک دن قائم ہوگی سبھی لوگ اکٹھے کیے جائیں گے۔

(۵) مؤذن اذان کے بعد کسی سے ایسی گفتگو کر سکتا ہے جو بیہودہ نہ ہو۔

(١٩٥)٢۔ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۹۵)۲۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک تمہارے لیے اذان کہے اور تم میں بڑا تمہاری امامت کرائے۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۲۸، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۵۸، ۶۸۵، ۸۱۹، مسلم: ۶۷۳، ترمذی میں یہ حدیث ''باب ما جاء فی الاذان فی السفر'' میں مذکور ہے۔ شیخ احمد شاکر مرحوم نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ یہ حدیث مسند امام احمد' جلد ۳' صفحہ ۴۳۶ جلد ۵ صفحہ ۶۵۲ پر مذکور ہے' صحاح ستہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کا تذکرہ کہیں طویل اور کہیں مختصر کیا ہے معانی تقریباً ملتے جلتے ہیں۔

**فوائد:** (۱) جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان کہہ دینی چاہیے مسلمانوں میں سے جو بھی اذان کہے ضروری ہے کہ وہ اذان کے کلمات اچھی طرح ادا کر لیتا ہو آواز بھی اچھی ہو اذان فرض کفایہ ہے۔

(۲) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اذان کے لیے اگر خاص مؤذن نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے جو اذان کہہ سکتا ہو اسے کہہ دینی چاہیے۔

(۳) امامت کا حق دار وہ شخص ہے جو علم کے اعتبار سے بڑا ہو۔ صرف عمر میں بڑا مراد نہیں ہے ہاں دو آدمی علم و فقاہت میں یکساں ہیں تو پھر ان میں جو عمر کے اعتبار سے بڑا ہو وہ امامت کروا سکتا ہے۔

(۴) اذان کہنا اور امامت کروانا دونوں عمل ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رواتب کے حامل ہیں کوئی مؤذن مقرر کرنا فرض نہیں ہے لیکن اذان فرض ہے اسی طرح کوئی امام مقرر کرنا فرض نہیں ہے لیکن جماعت کروانا اور امامت کرانا فرض ہے۔

(١٩٦)٣۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالنَّاقُوسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهِ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلَاةِ؛ طَافَ بِي۔ وَأَنَا نَائِمٌ۔ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهِ، فَقُلْتُ: يَا عَبْدَاللّٰهِ، أَتَبِيعُ [هٰذَا] النَّاقُوسَ؟ قَالَ: وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ قُلْتُ: نَدْعُوا بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ. قَالَ: أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ بَلٰى. قَالَ: تَقُولُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

(۱۹۶)۳۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ ناقوس بنایا جائے تاکہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کی خاطر اسے بجایا جائے ایک آدمی نے جبکہ میں سویا ہوا تھا میرے چکر لگایا' اس نے اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھایا ہوا تھا' میں نے کہا اے اللہ کے بندے کیا تو یہ ناقوس بیچے گا اس نے کہا: آپ اس کا کیا کریں گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعے نماز کے لیے بلایا کریں گے! اس نے کہا کیا میں تجھے اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ اس نے کہا آپ یہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: ثُمَّ اسْتَأْخَرَ عَنِّيْ غَيْرَ بَعِيْدٍ، ثُمَّ قَالَ: ثُمَّ تَقُوْلُ إِذَا أَقَمْتَ الصَّلَاةَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. [قَالَ]: فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا رَأَيْتُ، فَقَالَ [النَّبِيُّ ﷺ] **((إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهِ، فَإِنَّهُ أَنْدٰى صَوْتًا مِنْكَ))** (فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ) فَجَعَلْتُ أُلْقِيْهِ عَلَيْهِ، وَيُؤَذِّنُ بِهِ قَالَ فَسَمِعَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهِ۔ فَخَرَجَ [وَهُوَ] يَجُرُّ رِدَاءَهُ، وَيَقُوْلُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ مَا رَأٰى، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **((فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ))**۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوٗدَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ إِسْحٰقَ، وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ۔

کہیں!''**الله اكبر الله اكبر**'' اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے''**اشهد ان لا اله الا الله**'' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا معبود حقیقی نہیں''**اشهد ان لا اله الا الله**'' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں''**اشهد ان محمد رسول الله**'' میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں''**اشهد ان محمد رسول الله**'' میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں''**حي على الصلوٰة**'' آؤ نماز کی طرف''**حي على الفلاح**'' آؤ کامیابی کی طرف''**قد قامت الصلوٰة**'' نماز قائم ہوگئی''**قد قامت الصلوٰة**'' نماز قائم ہوگئی''**الله اكبر الله اكبر**'' اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے''**لا اله الا الله**'' کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں' راوی کہتا ہے کہ جب میں نے صبح کی تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ آپ کو بتایا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان شاء اللہ یہ برحق خواب ہے آپ بلال کے ساتھ کھڑے ہوں اور اسے جو آپ نے دیکھا بتائیں اور وہ ان کلمات کے ساتھ اذان کہے اس کی آواز تجھ سے زیادہ اونچی ہے'' میں بلال کے ساتھ کھڑا ہوا میں اسے بتانے لگا اور وہ ان کلمات سے اذان دینے لگا' حضرت عمر بن خطاب نے سنا وہ اس وقت اپنے گھر میں تھے وہ چادر گھسیٹتے دوڑے آئے اور کہنے لگے' یا رسول اللہ ﷺ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے' میں نے بھی خواب میں یہی کچھ دیکھا جو اس نے دیکھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا شکر ہے۔''

ابوداؤد نے ابن اسحاق کے حوالے سے حدیث بیان کی ہے

اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۴۳، ابو داؤد: ۴۹۹، ترمذی: ۱۸۹، ترمذی نے کہا کہ یہ روایت حسن صحیح ہے۔ ابن ماجہ: ۷۰۶، ابن خزیمہ: ۳۷۱، ابن حبان: ۲۸۷، بیہقی: ۱/ ۳۹۰، ۳۹۱، یہ حدیث ابوداؤد کے "باب کیف الاذان" میں مذکور ہے۔

**فوائد:** (۱) اذان کا مطلب ہے "پکارنا، ندا دینا" مراد نماز کے لیے بلانا۔ اذان عبداللہ بن زید اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خوابوں اور دیگر صحابہ کے مشوروں کا نتیجہ ہے۔ اذان مدینہ منورہ میں ہجرت کے پہلے سال میں شروع ہوئی۔

(۲) وہ کلمات جو اس حدیث میں موجود ہیں ان کے علاوہ اذان سے پہلے کچھ غیر ضروری الفاظ کہنا درمیان اذان کچھ اضافے کرنا یا اذان کے بعد سوائے دعائے اذان اور درود ابراہیمی کے کچھ پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یا صحابہ کے دور کی اذان سے ثابت نہیں ہے۔

(۳) اذان کے کلمات یہ بتاتے ہیں کہ توحید و رسالت پہ گامزن رہنا چاہیے اذان ہمیں نماز جیسے فلاح دارین رکن کی طرف بلاتی ہے۔ اذان وہ آدمی کہے جو بلند آواز کا مالک ہو اور آواز خوبصورت بھی ہو تربیت دینے کے لیے ایک آدمی یا استاد کا اپنے شاگرد یا آدمی کو تربیت دیتے ہوئے اذان کے کلمات سکھانا درست ہے۔ اسی طرح ایک ایک کلمہ کر کے بھی مکمل اذان کا القاء کرنا درست ہے۔

(۴) خرید و فروخت کے وقت خیر خواہی کا حساب یہاں تک ہونا چاہیے کہ ایک پسند کی چیز خریدنے والے مسلمان بھائی کو اس کی توقع سے بڑھ کر ایسی چیز خریدنے کی پیشکش کرنی چاہیے جو فوائد کے اعتبار سے اس کے لیے ہر لحاظ سے اچھی ہو۔

(۵) اچھے اور سچے خواب آنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں یہ نبوت کا چالیسواں حصہ ہوتے ہیں۔ خواب کی تعبیر صاحب ادراک ذی شعور اور علم سے لبریز شخصیت سے کروانی چاہیے جو کہ انسانیت کی ہمدردی اپنے جگر میں رکھتا ہو جاہل یا تعبیری فن سے ناآشنا کو خواب سنانا، گھر مجلس یا دوست واحباب کو خواب بتانا یہ درست نہیں ہے خواب کی تعبیر جب لگ جاتی ہے تو اسی طرح واقع ہو جاتا ہے اچھا خواب آنا اچھے اور نیک ہونے کی علامت ہوتی ہے مثال کے طور پر عام آدمی کو یہ سنائے کہ "خواب میں وہ مر گیا ہے" تو جاہل آدمی فوراً کہہ دے گا کہ تو مر جائے گا اس تعبیر سے تو اس کی جان جا سکتی ہے۔ اس لیے جو خوابوں کی تعبیر کا ماہر ہو اور خیر خواہ ہو حاسد نہ ہو اس سے تعبیر کروانی چاہیے۔

(۶) خوشی یا جلدی کی وجہ سے چادر یا شلوار زمین پر لگتی جا رہی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے شلوار یا چادر کو ہمیشہ ٹخنوں سے اوپر رکھنا چاہیے اگر شلوار یا چادر کو فخر سے جان بوجھ کر اتراتے ہوئے ٹخنوں سے نیچے رکھا ہو تو ایسا انسان قابل گرفت ہوگا اور مخالف سنت ہوگا۔

(۷) اسلام میں حق کی حمایت میں اور باطل کی مخالفت میں شہادت دینا جائز ہے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آکر خواب میں ملی اذان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو اسی اذان کو سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

بتایا کہ انہوں نے بھی یہی اذان والا خواب دیکھا ہے۔ اسلام کی پاسداری میں اگر مزید گواہیاں نہ ملیں تو ایک شخص کی بات بھی کافی ہوتی ہے جیسے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اذان کے متعلق رسول مکرم ﷺ کو مطلع کیا تو آپ نے فرمایا یہ کلمات بلال رضی اللہ عنہ کو بتاتے جاؤ وہ اذان کہتے ہیں۔ کسی بات کی مزید توثیق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''فللہ الحمد'' جب مزید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی تھی۔ نبی ﷺ کی بعثت برحق ہے اور انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ ہی مبعوث فرمایا کرتے ہیں بس اس رب جلیل کی ہی قسم اٹھانا یا اٹھا کر بات کو پختہ بنانا چاہیے اور اسی کی تعریف کرنی چاہیے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''والذی بعثك بالحق''۔ وہ ذات جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا۔

(۸) مجلس شوریٰ کا قائم کرنا اسلام کا وصف ہے اس میں ہر صاحب رائے کو مشورہ دینے کا موقعہ ملتا ہے ایک نبی بھی اپنی امت کے ذہین لوگوں سے مشاورت کرنے کو ترجیح دیتا ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے نماز کے لیے بلانے کے لیے صحابہ سے مشورے طلب کیے۔ کسی نے بگل بجانے کا مشورہ دیا کسی نے آگ جلا کر بلند کرنے کا مشورہ دیا کسی نے ناقوس کا مشورہ دیا الغرض باہمی مشاورت سے اذان کو ایک امتیاز باوقار ملا۔

(۱۹۷)٤۔ وَرَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ بِسَنَدِهِ إِلَى أَبِيْ مَحْذُوْرَةَ: ((أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَهُ هٰذَا الْأَذَانَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، ثُمَّ يَعُوْدُ فَيَقُوْلُ: ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ[أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] (مَرَّتَيْنِ)، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ[أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ] (مَرَّتَيْنِ))) اَلْحَدِيْثَ۔

(۱۹۷)٤۔ مسلم نے عامر احول سے اپنی سند کے ساتھ ابومحذورہ کے حوالے سے روایت کیا کہ اللہ کے نبی علیہ السلام نے اسے اذان سکھائی جس کے کلمات یہ ہیں۔ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، دو مرتبہ' أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، دو مرتبہ' باقی اذان کے وہی کلمات جو پہلی حدیث میں گزر چکے۔ الحدیث۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۷۹' باب ''صفة الاذان'' ابوداؤد میں ''باب کیف الاذان'' میں یہ حدیث مذکور ہے۔

(۱۹۸)٥۔ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ أَحَدِ شَيْخَيْ مُسْلِمٍ (فِيْهِ) فَذَكَرَ التَّكْبِيْرَ (فِيْ أَوَّلِهِ) مُرَبَّعًا' وَرَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنْ عَامِرٍ (مُرَبَّعًا)۔

(۱۹۸)٥۔ نسائی نے امام مسلم کے ایک شیخ کے حوالے سے روایت کیا اور اس میں ''اللہ اکبر'' کو شروع میں چار مرتبہ کہنے کا ذکر کیا' محدثین کی جماعت نے عامر سے ''اللہ اکبر'' چار مرتبہ کہنے کی ہی روایت بیان کی۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ٦/ ٤٠١' ابوداؤد: ٥٠٣' نسائی: ٢/ ٤۔٥' ابن ماجہ: ٧٠٩' حدیث کے امام مسلم جس کے شیخ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کا نام اسحاق بن ابراہیم ہے۔

(۱۹۹)٦۔ وَرَوَاهُ هَمَّامٌ، عَنْ عَامِرٍ بِسَنَدِهِ إِلَى أَبِي مَحْذُورَةَ قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً: ((اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ)) اَلْحَدِيثُ وَفِيهِ: اَلتَّرْجِيعُ، وَالْإِقَامَةُ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً: ((اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ)) اَلْحَدِيثَ۔ وَفِيهِ: تَثْنِيَةُ التَّشَهُّدَيْنِ، وَالْحَيْعَلَتَيْنِ، وَقَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ۔

أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ رِجَالِ الصَّحِيحِ۔

(۱۹۹)٦۔ ہمام نے عامر سے ابومحذورہ کے حوالے سے روایت کیا فرمایا ''مجھے رسول اللہ ﷺ نے انیس کلموں پر مشتمل اذان سکھلائی ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' ترجیع کے ساتھ یعنی دو مرتبہ اور سترہ کلمات پر مشتمل اقامت سکھلائی ''اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر'' اس میں تشہدین دو مرتبہ اور ''حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح'' اور ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے الفاظ ہیں۔

ابن ماجہ بواسطہ ثقہ صحیح روات۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ٦/ ٤٠١، ابوداوٗد: ٥٠٣، ترمذی: ١٩٢، ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن ماجہ: ٧٠٩۔

(۲۰۰)۷۔ وَأَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ مُخْتَصَرًا لَمْ يَزِدْ عَلَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً، وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً، وَقَالَ/ : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

(۲۰۰)۷۔ ترمذی نے اس حدیث کو مختصر بیان کیا اس نے ان الفاظ سے زیادہ بیان نہ کیے کہ نبی کریم ﷺ نے انیس کلمات پر مشتمل اذان سکھلائی اور سترہ کلمات پر مشتمل اقامت سکھلائی۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی: ١٩٢، دیگر محدثین نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**فوائد:** (۱) ترجیع اذان دینا جائز ہے یہی بات زیادہ قوی ہے۔ ترجیع اذان کا مطلب یہ ہے کہ اذان پہلے معمول کے مطابق دینا ''اشھد ان محمداً رسول اللہ'' دو مرتبہ کہنے کے بعد پھر دوبارہ ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' سے اذان پہلی آواز کی نسبت ذرا بلند آواز سے شروع کرنا دوبارہ پڑھتے وقت بھی دو دو مرتبہ پڑھنا ہے اور باقی اذان مکمل کرنی ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ بنی نوع انسان کو اسلام کے شرائع سکھانے کے لیے مبعوث کیے گئے کوئی راہنما، عالم اور استاد کسی کو اذان سکھا سکتا ہے اور دیگر علوم کی تعلیم دے سکتا ہے۔

(۳) ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو ترجیع اذان سکھائی۔ فرماتے ہیں ''علمہ ھذا الاذان'' ''یہ اذان سکھائی ان کو'' اس میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں کہ ان کی آواز اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھتے وقت پست تھی اس لیے دوبارہ اذان کے کلمات دہرائے یا تعلیم دینے کے لیے بار بار کلمات پڑھوائے۔ اپنا الوسیدھا کر لیا لیکن یہ نہیں سوچا کہ ایک عظیم صحابی کا اس سے کند ذہن ہونا ثابت ہو رہا ہے جنہوں نے رسالت کی پتیوں کو براہ راست نبوت کے سینے سے اخذ کرتا تھا ان کے حافظے بھی اللہ تعالیٰ نے بلا کے پیدا فرمائے تھے۔ اگر یہ سکھانے کی حد تک تھا تو بعد میں مکہ میں ابومحذورہ اور ان کے بعد بھی اذان ترجیع ہوتی رہی اس پر کسی کا رد عمل ثابت

نہیں ہے۔

(۴) ترجیع اذان کے کل کلمات انیس ہیں جو ابومحذورہ کو سکھائے۔ اور ترجیع اقامت کے کلمات سترہ ہیں تکبیر کے حوالہ سے راجح بات یہ ہے کہ اکہری کہی جائے (صحیحین)

(۲۰۱)۸۔ وَعَنْ أَنَسٍ [بْنِ مَالِكٍ] قَالَ: ((مِنَ السُّنَّةِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: (اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ)۔ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ))۔ أَخْرَجَهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ، وَرَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ)) مُخْتَصَرًا، لَمْ يَذْكُرْ (فِيْهِ) تَثْنِيَةَ التَّثْوِيْبِ۔

(۲۰۱)۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ''یہ سنت ہے کہ جب مؤذن فجر کی نماز میں ''حی علی الفلاح'' کہتا ہے اور پھر وہ کہتا ہے ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' ''الله اکبر، الله اکبر لا اله الا الله'' اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے، ابن خزیمہ نے اسے اپنی صحیح میں مختصر بیان کیا، لیکن ان جملوں کو دہرانے کا تذکرہ نہیں۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابن خزیمہ: ۳۸۶، دارقطنی: ۱/ ۲۴۳۔

**فوائد:** (۱) نمازِ فجر کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' دو مرتبہ کہنا سنت ہے اور یہ حی علی الفلاح حی علی الفلاح کے بعد کہنا چاہیے کبھی صبح کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہنا یاد نہ رہے تو اذان ہو جاتی ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) ضرورت جسمانی سے بڑھ کر سونے سے بہتر ہے نماز میں مشغول ہونا۔ نیند جسم انسانی کا حق ہے۔ تھکاوٹ دور کرتی ہے تازگی اور قوت مدافعت کو نئے سرے سے بدن میں بھرتی ہے۔ لیکن ضرورت سے زیادہ نیند سستی کند ذہنی اور مہلک امراض کا باعث ہوتی ہے کثرت سے بغیر ضرورت کے نیند کرنے سے چہرے کی رونق کم ہو جاتی ہے اور روزی میں کمی واقع ہوتی ہے اس کے برعکس نماز پڑھنا ہر لحاظ سے فائدہ مند ہے اس میں کثرت کی ممانعت نہیں ہے بلکہ کثرت صلوٰۃ سے قرب الٰہی جلد نصیب ہوتا ہے لیکن اس میں بھی تکلف سے بالاتر ہو کر مشغول ہونا چاہیے حوائج و ضروریات کو ادا کرنا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔

(۲۰۲)۹۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ، وَيُوْتِرَ الْإِقَامَةَ))۔

(۲۰۲)۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا: ''وہ اذان دہری کہے اور اقامت اکہری کہے۔''

أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؛ لٰكِنْ بِلَفْظِ: ((أُمِرَ بِلَالٌ))۔

نسائی، متفق علیہ لیکن بخاری، مسلم میں الفاظ یہ ہیں ''حضرت بلال کو حکم دیا گیا۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۰۳، ۶۰۷، ۳۴۵۷، مسلم: ۳۷۸۔

(۲۰۳)۱۰۔ وَفِيْ لَفْظٍ عِنْدَالْبُخَارِيِّ مِنْ جِهَةِ

(۲۰۳)۱۰۔ امام بخاری کے نزدیک سلیمان بن حرب کے

سُلَيْمَانَ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ حَمَّادٍ: ((إِلَّا الْإِقَامَةَ)).
قِيلَ: إِنَّهُ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ(عَنْ حَمَّادٍ) فَلَمْ يَذْكُرُوا هٰذِهِ اللَّفْظَةَ.

حوالے سے حماد سے روایت منقول ہے جس میں ''الا الاقامۃ'' کے الفاظ منقول ہیں۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ حماد کے علاوہ بھی کئی ایک نے یہ روایت بیان کی ہے لیکن انہوں نے اس لفظ کا تذکرہ نہیں کیا۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۰۵، ۶۰۷، الا الاقامۃ کے الفاظ مسلم میں ہیں۔ حدیث نمبر ۳۷۸ ملاحظہ کریں۔

**فوائد:** (۱) اذان کو دہرا کہنا اور تکبیر اکہری کہنا درست ہے۔ یعنی اذان میں کلمات ڈبل اور تکبیر میں کلمات سنگل جیسے اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله حی الصلوٰۃ حی علی الفلاح وغیرہ۔ اس میں صرف دو مرتبہ قدقامت الصلوٰۃ قدقامت الصلوٰۃ کہنا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تکبیر دہری نہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔

(٢٠٤)١١۔ وَرَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ [بِمَكَّةَ] وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِي قُبَّةٍ [لَهُ] حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَفِيهِ: ((فَتَوَضَّأَ، وَأَذَّنَ بِلَالٌ، قَالَ: فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا، يَقُولُ يَمِينًا وَشِمَالًا [يَقُولُ]: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ)).

(۲۰۴)۱۱۔ مسلم نے ابو جحیفہ کے حوالے سے حدیث بیان کی، کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس مکہ معظمہ میں پہنچا آپ ابطح مقام پر سرخ رنگ کے چمڑے کے بنے ہوئے خیمے میں تشریف فرما تھے، اس حدیث میں اس بات کا ذکر تھا۔ ''آپ ﷺ نے وضو کیا، بلال نے آذان دی، راوی کہتا ہے کہ میں نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر لگا دیں وہ اذان کے دوران اپنا چہرہ کبھی ادھر کرتے اور کبھی ادھر یعنی وہ ''حی علی الصلوٰۃ'' کے الفاظ کہتے ہوئے اپنا چہرہ دائیں طرف کرتے اور ''حی علی الفلاح'' کہتے ہوئے اپنا چہرہ بائیں طرف کرتے۔

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۶۳۴، مسلم: ۵۰۳۔

(٢٠٥)١٢۔ وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ: ((رَأَيْتُ بِلَالًا يُؤَذِّنُ وَيَدُورُ، وَيَتَّبِعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا، وَأُصْبُعَاهُ فِي أُذُنَيْهِ)).
وَقَالَ: حَدِيثُ أَبِي جُحَيْفَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۲۰۵)۱۲۔ ترمذی کی روایت میں ہے ''میں نے بلال کو اذان دیتے ہوئے دیکھا کہ وہ گھومتے ہیں، اور اپنا چہرہ ادھر ادھر کرتے ہیں اور اس نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں دے رکھی ہیں۔'' امام ترمذی نے کہا کہ ابو جحفہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۳۰۸، ترمذی ۱۹۷، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مستدرك حاكم: ١/ ٢٠٢' الارواء: ١/ ٢٤٩' البخاري: ٦٣٤' مسلم: ٢٤٩۔

**فوائد:** (۱) اذان قبلہ رخ کہنی مسنون ہے۔ اذان میں **حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح** کے وقت چہرے کو دائیں بائیں موڑنا چاہیے چہرہ اتنا مڑے کہ وہ اپنی حد میں ہی رہے آگے تجاوز نہ کرے اذان کھڑے ہو کر کہنی چاہیے۔ بیٹھ کر اذان دینا غیر مشروع ہے۔ الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ اذان دیتے وقت چہرے کے ساتھ جسم کو موڑنا دائیں یا بائیں طرف درست نہیں ہے۔

(۲) اذان کے وقت کسی مؤذن کے انداز اور الفاظ پر توجہ کرنا اور دیکھنا صحیح ہے مؤذن کے پاس کوئی کھڑا ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں شرط یہ ہے کہ شور وغل نہ کرے۔

(۳) چمڑے کو رنگ کر اس کو ہر طرح کے استعمال میں لانا جائز ہے اور اس پر ہر طرح کا رنگ لگانا بھی درست ہے جیسے اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خیمہ سرخ رنگ کا تھا اور چمڑے کا تھا۔

(۴) شہروں کے علاوہ نواحی دیہاتوں یا ڈیروں پر اذان کہی جا سکتی ہے۔ حتیٰ کہ جہاں نماز باجماعت کا اہتمام کرنا ہو تو اذان کہہ کر جماعت کروائی جا سکتی ہے۔ اذان دیتے وقت دونوں کانوں میں شہادت کی انگلیاں ڈالنا جائز ہے۔ قبلہ رخ کھڑے ہو کر کانوں میں انگلی ڈال کر اذان دینے کے کئی فوائد ہیں دیکھنے والے کو پتہ چل جاتا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے آواز سے نمازی حضرات نماز کی طرف آ جاتے ہیں اور کانوں میں انگلی رکھنے سے بہرے حضرات دیکھ کر وقتِ نماز کا اندازہ لگا سکتے ہیں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ سنت پر عمل ہوتا ہے۔

(۵) کسی بات یا کام کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ بات کرنے والے یا کام کرنے والے کی طرف نہایت انہماکی سے دیکھا جائے یا اس کو سنا جائے۔

(٢٠٦)١٣- وَرَوَى الدَّارِمِيُّ فِيْ ((مُسْنَدِهِ)) مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ مَحْذُوْرَةَ مُطَوَّلًا: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ نَحْوًا مِنْ عِشْرِيْنَ رَجُلًا فَأَذَّنُوْا، فَأَعْجَبَهُ صَوْتُ أَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، فَعَلَّمَهُ الْأَذَانَ))۔ وَأَخْرَجَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ))۔

(۲۰۶)۱۳۔ دارمی نے اپنی مسند میں ابو محذورہ کی ایک طویل حدیث بیان کی ہے "رسول اللہ ﷺ نے تقریباً بیس آدمیوں کو حکم دیا انہوں نے اذان دی' تو آپ کو ابو محذورہ کی آواز پسند آئی تو آپ نے اسے آذان سکھلائی۔" ابن خزیمہ نے اسے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ الدارمی: ١١٩٩' صحيح ابن خزيمه: ٣٧٧' صحيح ابن حبان: ١٦٧٨۔

**فوائد:** (۱) اذان کے لیے جو مؤذن مقرر کیا جائے وہ بلند آواز خوش الحان اور واضح البیان ہو۔

(۲) ہر کوئی اذان نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی ہر کسی کو اذان دینے کا لالچ دینا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے قریباً بیس صحابہ کو اذانیں دینے کو کہا ان میں سے جو زیادہ دلکش آواز والا تھا وہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ تھے جن جن کو آپ نے اذان کا طریقہ سکھایا۔

(۳) اس حدیث میں یہ بات واضح مل رہی ہے کہ اذان کوئی معمولی چیز نہیں ہے کہ ہر شخص کے حوالے کی جائے مؤذن کو روز قیامت جو شان ملے گی اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اذان کی شان کیا ہے؟ اسلام کا مقصد توحید الٰہی کو متعارف کروانا اور

انسانیت کو اپنے اندر داخل کرنا ہے۔ یہ تب ہوسکتا ہے جب خوب صورت آواز اور لہجہ سے اذان کہی جائے گی اگر صورت حسین نہ ہو تو دلوں میں کشش ایمان کا تصور بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اچھی آواز اور خوبصورت لہجہ خواہ مخواہ جاتے ہوئے بشر کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

(۴) حسن صوت کا مقابلہ کروانا درست ہے۔ اذان کے فن کو عروج دینے کے لیے یا بہترین مؤذن کا انتخاب کرنے کے لیے مختلف لوگوں سے اذانیں سنی جاسکتی ہیں۔ تربیت کے حوالہ سے اذان نماز کے اوقات کے علاوہ کہی یا کہلوائی جاسکتی ہے۔

(۵) جو کوئی جس کام کی صلاحیت رکھتا ہو وہ اس کام کا ذمہ دار ہونا چاہیے اس میں کسی قسم کی رعایت نہ رکھی جائے صلاحیت نہ رکھنے کی صورت میں کام نااہل آدمی کے سپرد کر دینا کام کو پروان چڑھانا نہیں بلکہ اس کو تہس نہس کرنا ہے۔ کسی کام یا عہدے پر مقرر کرنے کے لیے امیدواران سے انٹرویو یا ٹیسٹ لینا درست ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے اذان سنی اور آخر میں ابو محذورہ رضی اللہ عنہ صحابی کو اذان دینے کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ حالانکہ سبھی صحابہ اچھے اور عادل تھے لیکن سرور کونین نے ہر ہیرے کو اس جگہ پر رکھا جہاں وہ سجتا تھا۔

(۲۰۷) ۱۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُؤَذِّنَانِ بِلَالٌ، وَابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ (الْأَعْمٰى)۔

(۲۰۷) ۱۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے بلال اور نابینا عبداللہ بن ام مکتوم۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۸۰۔

**فوائد:** (۱) مؤذن مقرر کرنا درست ہے ایک مسجد میں دو مؤذن بھی رکھے جاسکتے ہیں مؤذنوں کے مابین اذانوں کی تقسیم کاری بھی درست ہے۔

(۲) اذان دینے والوں کے رنگ و نسل و ذات پات کو اسلام نہیں دیکھتا صرف میرٹ یہ ہے کہ اذان دینے والا اچھا لہجہ، خوبصورت اور بلند آواز کا حامل مسلمان ہو اسلام نے حبشہ کا باشندہ دیکھا نہ کسی کا نابینا پن دیکھا۔ بلال رضی اللہ عنہ حبشہ سے آئے مؤذنِ اسلام بنے اور عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اندھے صحابی تھے تو ان کو اذان و امامت کا منصب سونپا گیا۔

(۳) دورِ نبوی میں مؤذنین فی سبیل اللہ اذانیں کہا کرتے تھے بعد میں بھی ایسے عمل رہا حقیقت میں مؤذن بغیر معاوضہ کے مقرر کرنا چاہیے مصروفیات کے پیش نظر مؤذن سبھی کچھ چھوڑ کر صرف اذانیں دیتا ہو تمام تر وقت اور توجہ مسجد میں لگاتا ہو تا گزر د جوہات کی بنا پر معاوضہ متاخرین علماء جائز قرار دیتے ہیں۔

(۲۰۸) ۱۵۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (الْعِيْدَيْنِ) غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ أَذَانٍ، وَلَا إِقَامَةٍ۔

(۲۰۸) ۱۵۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دونوں عیدیں کئی مرتبہ پڑھیں اذان اور اقامت کے بغیر۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۸۷۔

**فوائد:** (۱) عیدین کے لیے اذان یا اقامت کہنا ثابت نہیں ہے۔ عیدین کا لفظ عید الفطر اور عید الاضحیٰ پر منطبق ہوتا ہے۔ دونوں عیدیں بار بار لوٹ کر آتی ہیں اس لیے ''عیدین'' کہا گیا ہے۔

(۲) اسلام نے جہاں بھی تذکرہ کیا ہے وہاں عیدین کا لفظ بولا ہے جن میں تمام تر مسلمان اکٹھے ہو کر سربسجود دیایۂ التجا دراز کرتے ہیں ان کے علاوہ کسی اور کو مشروع عید قرار دینا درست نہیں۔

(۳) عیدین نفلی حیثیت رکھتی ہیں لیکن وقار بہت زیادہ ہے۔ نمازِ جمعہ بھی مسلمانوں کی عید ہے اور فرض ہے لیکن انفرادی اور اجتماعی عظمت عیدین پر ختم ہو جاتی ہے۔

(۴) نفلی نمازوں کے لیے اذان دینا ضروری نہیں ہے اذانیں صرف فرضی نمازوں کے لیے ضروری ہیں جو شب و روز ادا کی جاتی ہیں ان سے نمازِ جنازہ مستثنیٰ ہے جو کہ فرضِ کفایہ ہے اور حادثاتی نماز ہے۔

(۲۰۹)۱٦۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ [أَبِيْ] رِبَاحٍ، عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ، فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِيْهِ النَّوْمُ عَنِ الصَّلَاةِ، فِيْهِ: ((ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ [بِالصَّلَاةِ]، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى الْغَدَاةَ)) اَلْحَدِيْثَ۔ ((فَصَنَعَ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ كُلَّ يَوْمٍ))۔

(۲۰۹)١٦۔ عبداللہ بن ابی رباح سے روایت ہے، اس نے ابوقتادہ سے ایک طویل حدیث بیان کی جس میں نماز سے پہلے نیند کا تذکرہ تھا اس میں یہ الفاظ ہیں ''پھر بلال نے اذان دی رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر صبح کی نماز پڑھی۔'' باقی اسی طرح حدیث ہے ''آپ نے ایسے ہی کیا جس طرح روزانہ کیا کرتے تھے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ٦٨١۔

(۲۱۰)۱۷۔ وَفِيْ حَدِيْثِ جَابِرٍ الطَّوِيْلِ فِيْ صِفَةِ حَجِّ النَّبِيِّ ﷺ سَاقَهُ إِلٰى ذِكْرِ خُطْبَةِ النَّبِيِّ ﷺ (أَيْ بِعَرَفَةَ)، قَالَ: ((ثُمَّ أَذَّنَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا))۔

وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ: ((حَتّٰى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ، فَصَلّٰى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ))۔

أَخْرَجَ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثَ [كُلَّهَا] مُسْلِمٌ۔

(۲۱۰)۱۷۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مذکور ایک طویل حدیث میں نبی کریم ﷺ کے حج کی صفت بیان کی گئی وہ حدیث کو میدان عرفات میں نبی کریم ﷺ کے خطبہ تک لے گئے ہیں۔ راوی کہتا ہے ''پھر اذان دی نماز ظہر پڑھی، پھر تکبیر کہی پھر نماز عصر پڑھی، ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی دوسری نماز نہیں پڑھی۔'' اسی حدیث میں ہے ''یہاں تک کہ آپ مزدلفہ آئے وہاں مغرب اور عشاء ایک اذان کے ساتھ اور دو تکبیروں کے ساتھ پڑھیں۔'' یہ تمام احادیث مسلم نے روایت کی ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۲۱۸۔

(۲۱۱)۱۸۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا جَآءَ الْمُزْدَلِفَةَ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ: صَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا، وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ بِإِقَامَةٍ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا))۔

(۲۱۱)۱۸۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ”نبی کریم ﷺ جب مزدلفہ تشریف لائے تو وہاں مغرب اور عشاء کو جمع کیا مغرب کی تین رکعت پڑھیں اور عشاء کی دو رکعت، ہر ایک نماز الگ تکبیر کے ساتھ ادا کی اور ان دو نمازوں کے درمیان کوئی اور نماز نہیں پڑھی۔“

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۶۷۳، مسلم: ۱۲۸۸۔

(۲۱۲)۱۹۔ وَفِي حَدِيثِ شُعْبَةَ، بِسَنَدِهٖ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّاهُمَا بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ))۔

(۲۱۲)۱۹۔ شعبہ کی حدیث جو حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالے سے مذکور ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: ”نبی کریم ﷺ نے دونوں نمازیں ایک ہی اقامت سے پڑھائیں۔“

**تحقیق و تخریج:** مسلم شریف میں عبداللہ بن عمر کے حوالے سے یہ حدیث منقول ہے۔ حدیث نمبر ۱۲۸۸، نصب الرایة حافظ زیلعی: ۳/ ۶۹۔

**فوائد:** (۱) نیند کی وجہ سے کوئی نماز رہ جائے تو جماعت کروانی ہو تو ضروری ہے کہ اذان کہی جائے یہ اس صورت میں ہے جب اذان کہی نہ گئی ہو ورنہ سابقہ اذان پر اکتفا کیا جا سکتا ہے۔

(۲) اذان اور جماعت کے مابین وقفہ میں سنتیں وغیرہ پڑھنا درست ہے۔

(۳) صبح کی نماز سے قبل کی دو سنتیں مؤکدہ ہیں ان کے پڑھنے کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مؤکدہ سنتوں کی قضائی دی جا سکتی ہے۔ اگر قضائی نہ دی جائے تو حرج نہیں ہے۔

(۴) ایک اذان سے ایک یا زیادہ نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں لیکن ہر ایک کے لیے تکبیر الگ کہنی ہوگی یہ اس وقت ہے جب کسی صورت میں نمازیں اکٹھی کرنے کا ارادہ ہو۔

(۵) نمازیں ملا کر مقدم کر کے پڑھنی ہوں تو اذان پہلی نماز کے وقت ہوگی مثال کے طور پر ظہر وعصر پڑھنی ہے تو اذان نماز ظہر کے وقت میں کہی جائے گی اذان ایک ہی ہوگی لیکن تکبیر ہر نماز کی جماعت کے لیے الگ ہوگی۔

(۶) نمازوں کو جمع کرنا درست ہے۔ مسافر آدمی نمازوں کو جمع کر سکتا ہے۔

(۷) حالتِ سفر میں نماز قصر کر کے پڑھنی جائز ہے۔ مغرب کی نماز معمول کے مطابق تین فرض ہی پڑھی جائے گی باقی دو دو رکعتیں۔ دورانِ سفر صرف فرض پڑھنے ضروری ہیں نوافل نہ پڑھے تو حرج نہیں ہے۔ اسی طرح قضائی کسی نماز کی دینی ہو تو صرف فرضوں کی قضائی ہوگی نفلوں کی نہیں آنحضرت ﷺ کے متعلق جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک اذان اور دو اقامتوں سے مغرب، عشاء کی نماز پڑھی یہی صحیح ہے۔

(۲۱۳)۲۰۔ وَعَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا

(۲۱۳)۲۰۔ سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بلال رات کو اذان دیتا ہے

وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔ لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

تو تم کھایا پیا کرو یہاں تک کہ عبداللہ بن ام مکتوم اذان دے۔" متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۱۷، ۶۲۰، ۶۲۳، ۱۹۱۸، ۲۶۵۶، ۷۲۴۸، مسلم: ۱۰۹۲۔

**فوائد:** (۱) لوگوں کو بیدار کرنے کی غرض سے طلوع فجر سے پہلے اذان دینا جائز ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اکثر تہجد کی اذان کہا کرتے تھے۔ یہ فرض نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ فرض نمازوں کے علاوہ کئی امور کے لیے اذان کہی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان کہنا' لوگوں کی نماز کی تیاری یا روزہ رکھنے کی غرض سے اذان کہنا بارشیں نہ ہوں تو بارش کی طلب کے لیے اذان دینا' یا زیادہ بارش برس رہی ہو تھم نہ رہی ہو تو اذان کہنا وغیرہ یہ تمام تر اذانیں جائز ہیں فرض نہیں ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ فجر کی اذان کہتے تھے یہ نابینا مؤذن صحابی تھے۔

(۳) جہاں آدمی اپنے نام کو والد کی طرف منسوب کرتا ہے وہاں والدہ کی طرف بھی منسوب کرسکتا ہے جیسے عبداللہ بن ام مکتوم' محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما وغیرہ۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فجر کی اذان شروع ہوجائے تو روزہ رکھنے سے رک جانا چاہیے یا مزید کھانا کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے اپنی طرف سے رعایت رکھ کر کھاتے چلے جانا حتیٰ کہ سارے شہر کی سبھی اذانیں ختم ہوجائیں یہ درست نہیں ہے۔

(۲۱۴) ۲۱۔ وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((إِنَّ بِلَالًا أَذَّنَ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْجِعَ فَيُنَادِيَ: أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ نَامَ، (أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ نَامَ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ، وَقَدْ أُعِلَّ [الْحَدِيْثُ]۔

(۲۱۴) ۲۱۔ حماد بن سلمہ نے ایوب سے روایت کیا' اس نے نافع سے اور اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے "بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان دی نبی کریم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ دوبارہ اعلان کرے خبردار بندہ سو گیا خبردار بندہ سو گیا۔

ابوداؤد اس نے اس حدیث کو معلل قرار دیا۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ ترمذی: ۱/ ۲۰۵' امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ ابو داؤد: ۵۳۲' دار قطنی: ۱/ ۲۴۴، ۲۴۵' التلخیص: ۱/ ۱۷۹۔

**فوائد:** (۱) یہ روایت ضعیف ہے اگر مان بھی لیا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ابتدائے اسلام میں صرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیا کرتے تھے اس وقت کی بات ہے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بعد میں مقرر ہوئے۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی مؤذن بھول جائے دوبارہ اذان کہہ دے تو لوگوں کو اپنی غلطی سے مطلع کرے۔ اسی طرح اگر وقت سے قبل اذان دے تو پھر بھی اطلاع دے۔

(۲۱۵) ۲۲۔ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ

(۲۱۵) ۲۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

عَنْهُ' أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ (الْمُؤَذِّنُ)))۔

أَخْرَجُوْهُ أَجْمَعُوْنَ۔

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔''

اس کو تمام نے نکالا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۱۱' مسلم: ۳۸۳۔

(۲۱۶)۲۳۔ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ' قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ (يُحَدِّثُ) يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ' وَإِذَا قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ' [قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ] قَالَ: وَأَنَا' ثُمَّ يَسْكُتُ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْ عَوَانَةَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ)) (مِنْ رِوَايَةِ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰ عَنْ عِيْسٰى) وَهٰذِهِ اللَّفْظَةُ' أَعْنِيْ: ((ثُمَّ يَسْكُتُ)) عِنْدَ النَّسَائِيِّ أَيْضًا۔

(۲۱۶) ۲۳۔عیسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے امیر معاویہؓ کو حدیث بیان کرتے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ یہ فرماتے ہیں: ''جب مؤذن ''اشهد ان لا اله الا الله'' کہتا ہے تو آپ بھی ''اشهد ان لا اله الا الله'' کہتے جب مؤذن ''اشهد ان محمد رسول الله'' کہتا آپ بھی ''اشهد ان محمد رسول الله'' کہتے' اس نے کہا کہ میں نے بھی ایسے ہی کیا' پھر آپ خاموش ہو جاتے ہیں۔'' ابوعوانہ نے اسے اپنی صحیح میں بیان کیا طلحہ بن یحییٰ عیسیٰ کے حوالے سے' البتہ ''ثم یسکت'' کے الفاظ نسائی میں ہیں۔



**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند ابوعوانہ: ۱/ ۳۳۷' البخاری: ۶۱۲'۶۱۳۔

(۲۱۷)۲٤۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ' فَقَالَ أَحَدُكُمْ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ' ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ' قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَا اللّٰهُ' ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ' قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًارَسُوْلُ اللّٰهِ' ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ' قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ' ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ (اَللّٰهُ أَكْبَرُ)' قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ (اَللّٰهُ أَكْبَرُ) ثُمَّ قَالَ:

(۲۱۷)۲۴۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب مؤذن کہے ''الله اكبر الله اكبر'' تو تم میں سے ہر ایک سننے والا ''الله اكبر' الله اكبر'' جب وہ ''اشهد ان لا اله الا الله'' کہے تو وہ سننے والا ''اشهد ان لا اله الا الله'' کہے جب ''وہ اشهد ان محمد رسول الله'' کہے تو سننے ''والا اشهد ان محمد رسول الله'' کہے جب وہ ''حی علی الصلوٰة'' کہے تو سننے والا ''لا حول ولا قوة الا بالله'' کہے۔ پھر جب ''وہ الله اكبر الله اكبر'' کہے تو سننے والا بھی ''الله اكبر'' کہے پھر وہ ''لا اله الا الله'' کہے تو

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهِ، دَخَلَ الْجَنَّةَ)) أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

سننے والا ''لا اله الا الله'' کہے اپنے دل سے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۸۵۔

(۲۱۸)۲۵۔ وَعَنْ جَابِرِ [بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ] قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ، وَالْفَضِيْلَةَ، وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَهُ، إِلَّا حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)))

أَخْرَجُوْهُ إِلَّا مُسْلِمًا۔

(۲۱۸)۲۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے یہ کلمات کہے جب وہ اذان سن لیتا ہے۔''

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ، وَالْفَضِيْلَةَ، وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَهُ، إِلَّا حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''

''اے اللہ! جو اس پوری دعوت کا رب ہے اور قائم ہونے والی نماز کا رب ہے، محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو بلند درجہ پر فائز فرما اور ان کو مقام محمود پر بھیج دے جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔'' قیامت کے دن اسے شفاعت نصیب ہوگی۔'' مسلم کے علاوہ محدثین نے اسے روایت کیا۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۱۴، ۴۷۱۹۔

**فوائد:** (۱) اذان کا جواب دینا مسنون ہے اذان کا جواب بالکل وہی دینا چاہیے جو مؤذن بول رہا ہے۔

(۲) اذان سننا اور مؤذن کے کلمات کا جواب دینا مشروع ہے پاکی ناپاکی دونوں میں درست ہے لیکن بیت الخلاء میں یا بول و براز کی مصروفیت میں اذان کا جواب دینے سے رکنا چاہیے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی مساجد سے گونج کر آنے والی صداؤں کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کا احترام کیا جائے۔ ہم زیادہ حق دار ہیں کہ اللہ کے پیغام کو دل جمعی سے سنیں۔ اور اس کا جواب دیں اذان کا احترام اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو سنیں اور جواب دیں اور بعد میں دعا، درود پڑھیں۔ مؤذن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اذان معتدل انداز سے دے۔ اذان کو حد سے بڑھ کر طویل کرنا یا بالکل چھ سات سیکنڈ میں اذان کہنا درست نہیں ہے۔

(۴) اذان کا جواب چلتے ہوئے، بیٹھ کر لیٹے ہوئے اور دیگر انداز سے دینا درست ہے اذان کو سننے کے لیے رک جانا یا کھڑے ہیں تو فوراً بیٹھ جانا۔ یا جب تک سر پر ٹوپی کپڑا نہ ہو اس وقت تک جواب نہ دینا یہ تکلفات ہیں سوائے پیشاب، جماع یا بیت الخلاء

میں بیٹھے کے' پاکی ناپاکی میں جواب دیا جا سکتا ہے۔ اذان کا جواب اس طرح ہے کہ بھی اذان کو مؤذن کے پیچھے پیچھے دہرائے جائیں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح پر ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کہنا ہے باقی سبھی اذان اسی طرح کہنا ہے۔ اذان کے بعد یہ دعا ''اللھم رب ھذہ الدعوۃ......'' پڑھنی چاہیے اس کے بعد درود شریف بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(۵) اذان کا جواب صدق دل سے دینا جنت میں دخول کا ذریعہ ہے اور اذان کے بعد دعا پڑھنا روزِ قیامت شفاعتِ رسول ﷺ کی حلت کا باعث ہے۔

(٢١٩)٢٦۔ وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِیْ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَفِیْ رِوَایَةٍ (أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ أَبِی الْعَاصِ) قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اِجْعَلْنِیْ إِمَامَ قَوْمِیْ قَالَ: ((أَنْتَ إِمَامُهُمْ، وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ، وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا یَأْخُذُ عَلَی الْأَذَانِ أَجْرًا))۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوٗدَ/۔

(۲۱۹)۲۶۔ مطرف بن عبداللہ نے عثمان بن ابی العاص ؓ سے روایت کیا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اور ایک روایت میں ہے کہ عثمان بن ابی العاص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے میری قوم کا امام بنا دیں آپ نے فرمایا: ''آپ ان کے امام ہیں اور ان کے کمزوروں کے مطابق نماز پڑھائیں' آپ ایک ایسا مؤذن بھی مقرر کریں جو آذان پر اجرت نہ لے۔'' ابوداؤد۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۲۱، ۲۱۷، ابوداؤد: ۵۳۱، نسائی: ۲/ ۲۳، بیھقی: ۱/ ۴۲۹، مستدرك حاکم: ۱/ ۱۹۹، ۲۰۱، حاکم نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

**فوائد:** (۱) منصب امامت کی خواہش کرنا جرم نہیں ہے لیکن مقصود اصلاح کرنا ہو یا دوسروں کی نسبت واقعی خود کو زیادہ مستحق سمجھتا ہو۔ علاوہ ازیں کسی منصب کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۲) امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ ضعیفوں کا خیال رکھتے ہوئے نماز پڑھائے۔

(۳) ہر قوم' ہر قبیلہ یا ہر مسجد میں الگ الگ امام مقرر کرنا درست ہے۔

(۴) مؤذن ایسا تلاش کرنا چاہیے جو معاوضہ لینے کے بغیر اذان کہہ سکتا ہو۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ امام مؤذن کا چناؤ یا انتخاب کر سکتا ہے اسی طرح جو بھی صاحب عقل صاحب رائے مسجد کے امور کو سرانجام دیتا ہے۔ ایک منتظمِ اعلیٰ امام مسجد کو مؤذن مقرر کرنے کی ذمہ داری سونپ سکتا ہے۔

## بَابُ شُرُوْطِ الصَّلَاةِ

## نماز کی شرائط کا بیان

(٢٢٠)١۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّأَ))۔

(۲۲۰)۱۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تم میں سے کسی ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتے جب کہ اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَتَقَدَّمَ حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي الْقَبْرَيْنِ۔

یہاں تک کہ وہ وضو کرے۔'' متفق علیہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے دو قبروں والی حدیث پہلے گذر چکی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۹۵۴' مسلم: ۲۲۵۔

**فوائد:** (۱) بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی۔

(۲) نماز کے دوران اگر وضو ٹوٹ جائے تو وضو دوبارہ کر لینا چاہیے۔

(۳) نماز کو قبول کرنا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے انسان کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ اندازے لگائے انسان کا کام یہ ہے کہ وہ طہارت کاملہ کو اپنائے اور سنت کے مطابق صحیح صحیح نماز ادا کرے۔

(۴) نماز کے دوران یا حالتِ وضو میں ہوا خارج ہو جائے تو کوئی حرج نہیں وضو دوبارہ کیا جا سکتا ہے یہ اچانک حالت پیدا ہوتی ہے اس لیے اس کو ''حدث'' کہتے ہیں۔

(۵) اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ ہوا کا خروج ایسی قبیح حرکت نہیں ہے جس پر رب جلیل ناراضگی کا اظہار کرتے ہوں البتہ طہارت جسمانی پر اس کا اثر پڑتا ہے۔

(۲۲۱)۲۔ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَنْظُرِ الرَّجُلُ إِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، (وَلَا تَنْظُرِ) الْمَرْأَةُ إِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، (وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي[ال] ثَوْبِ[ال] وَاحِدِ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۲۲۱) ۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی سعید خدری سے روایت ہے وہ اپنے باپ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی مرد دوسرے مرد کے ستر کو نہ دیکھے' اور نہ ہی کوئی عورت دوسری عورت کے ستر کو دیکھے' اور نہ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں ملے' اور نہ ہی کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں ملے۔'' مسلم۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۳۸۔

(۲۲۲)۳۔ وَرَوٰى بَهْزُ بْنُ حَكِيْمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِيْ مِنْهَا وَمَا نَذَرُ؟ قَالَ ((احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ))۔ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ؟ قَالَ: ((إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ

(۲۲۲) ۳۔ بہز بن حکیم نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ستر کون سے ہیں جن کے پاس آئیں اور جن کو ہم چھوڑیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے ستر کی حفاظت کر مگر اپنی بیوی یا اپنی لونڈی سے۔'' کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جب قوم کے

لَا يَرَيَنَّهَا أَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا))۔ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا؟ قَالَ: ((اَللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا [مِنْهُ] مِنَ النَّاسِ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَمَنْ يُصَحِّحْ هٰذِهِ النُّسْخَةَ فَالْحَدِيْثُ عِنْدَهٗ صَحِيْحٌ لِصِحَّةِ الْاَسْنَادِ إِلٰى بَهْزٍ۔

افراد ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہ رہے ہوں؟ فرمایا: کوشش کرو کہ ستر پر کسی کی نگاہ نہ پڑے۔'' (یعنی لباس اس انداز سے پہنو کہ کوئی اسے دیکھ نہ سکے) کہتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جب ہم میں سے ایک الگ تھلگ ہو؟'' فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لوگوں کی نسبت زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔'' اس کو ابوداؤد نے نکالا ہے اور جو اس نسخہ کو صحیح جانتا ہے تو یہ حدیث اس کے ہاں صحیح ہے بہز تک اسناد کی صحت کی بنا پر۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۵/ ۳۔۴' ابو داوٗد: ۴۰۱۷' ترمذی: ۲۹۱۹' حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب ''تقریب'' میں رقمطراز ہیں کہ بہز بن حکیم سچا راوی ہے۔ ابن ماجہ: ۱۹۲۰' مستدرك حاكم: ۶/ ۱۸۰

(۲۲۳) ٤۔ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَقْبَلَ أَبُوْبَكْرٍ آخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهِ، حَتّٰى أَبْدٰى عَنْ رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ)) اَلْحَدِيْثَ۔

أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَغَامَرَ: خَاصَمَ غَيْرَهٗ؛ (كَأَنَّهٗ دَخَلَ فِيْ غَمْرَةِ الْخُصُوْمَةِ)

(۲۲۳) ۴۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کیا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا تھا اچانک حضرت ابوبکر اپنی چادر کا ایک کونہ پکڑے ہوئے تشریف لائے یہاں تک کہ اس کے دونوں گھٹنے ظاہر ہو گئے یعنی برہنہ ہو گئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھی کا کسی سے جھگڑا ہوا ہے۔ بخاری ''غَامَرَ'' کا مطلب ہے کہ وہ کسی دوسرے سے جھگڑ پڑا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۶۶۱۔

**فوائد:** (۱) اسلام حفاظت و احتیاط کا بھی سبق دیتا ہے۔

(۲) اپنی شرمگاہ کے علاوہ کسی دوسرے کی شرمگاہ دیکھنا حرام ہے۔

(۳) کوئی مرد مرد کی یا کوئی عورت' عورت کی شرمگاہ کی طرف نہیں دیکھ سکتی مردوں کو اکٹھے بول و براز کے لیے نکلنا اور پھر ساتھ ساتھ بیٹھ جانا یا آمنے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا ممنوع قرار دیا ہے۔ اسی طرح عورتیں قضائے حاجت کے لیے نکلتے وقت آمنے سامنے بیٹھ کر نہ شرمگاہ کو دیکھ سکتی ہیں اور نہ باتیں کر سکتی ہیں یہ نرا بے حیائی کو دعوت دینا ہوتا ہے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا اور دوسرے کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا اچھے انسان ہونے کی علامت ہے اور یہ باحیا ہونے کی نشانی ہے۔

(۴) جوان مرد آپس میں ایک چادر میں اکٹھے نہیں سو سکتے اور نہ ہی جوان عورت کسی عورت کے ساتھ ایک چادر میں سو سکتی ہے۔ وہ بچے یا بچیاں جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں' قریب البلوغ ہوں' ان کو بھی تربیت دینے کے لحاظ سے الگ الگ لٹایا جا سکتا ہے۔

ایسے ہی سگے بہن بھائی ایک چادر میں نہیں سو سکتے۔

(۵) میاں بیوی یا لونڈیوں کے لیے شرمگاہ ننگی کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو دیکھ سکتے ہیں۔

(۶) جب افراد کی بہتات ہو تو جگہ دور جانے کی نہ ملنے پر آڑ میں بیٹھ کر پیشاب کرتے وقت حتی الوسع شرمگاہ کو چھپانا چاہیے۔ انسان جب اکیلا ہو تو پھر بھی شرمگاہ کو چھپا کر رکھے اللہ تعالیٰ لوگوں کی نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان سے حیا کیا جائے۔

(۷) اپنی شرمگاہ کو نہ دیکھنا انتہا درجے کا تقویٰ ہے اسی طرح میاں بیوی اور لونڈی بھی اس زمرہ میں شامل ہیں۔

(۸) کپڑا گھٹنوں تک اٹھ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے یہ بھی ثابت ہوا کہ مذاق یا ہنسی کی بات اپنے رفیق و سنگی سے شائستہ انداز میں کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(٢٢٤)٥- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ)).

أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ، وَقَدْ رُوِيَ مَوْقُوفًا.

(۲۲۴) ۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے بیان کیا "اللہ بالغ عورت کی نماز بغیر دوپٹے قبول نہیں کرتا۔"

ابوداؤد نے اسے نکالا ہے اور یہ کبھی موقوف بیان کی جاتی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ امام احمد: ۶/ ۲۱۸، ابوداؤد: ۶۴۱، ترمذی: ۳۷۷، ترمذی نے اس حدیث حسن قرار دیا ہے۔ ابن ماجه: ۶۵۵، مستدرك حاکم: ۱/ ۲۵۱، حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

(٢٢٥)٦- وَرَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي ((صَحِيْحِهِ)) بِلَفْظِ: ((لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ امْرَأَةٍ قَدْ حَاضَتْ إِلَّا بِخِمَارٍ)).

(۲۲۵) ۶۔ ابن خزیمہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب "صحیح ابن خزیمہ" میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے "اللہ اس عورت کی نماز قبول نہیں کرتا جو بالغ ہو جائے مگر آنکہ وہ دوپٹہ لے کر نماز ادا کرے۔"

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابن خزیمہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ دیکھئے حدیث نمبر ۷۷۵ اس کی سند صحیح ہے۔

**فوائد:** (۱) وہ عورت جو جوان ہو جس پر نماز فرض ہو وہ بغیر دوپٹے کے نماز نہیں پڑھ سکتی۔

(۲) عورت ساری کی ساری پردہ ہے عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام بدن ڈھانپ کر رکھے۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورت کے سر کے بال بھی پردہ میں شامل ہیں سر ڈھانپ کر اور بال کو دوپٹے میں چھپا کر رکھنے چاہئیں۔

(۴) اس حدیث میں حائضہ عورت سے مراد ہر جوان عورت ہے نہ کہ یہ مراد ہے کہ ماہواری والی عورت دوپٹے کا اہتمام کر کے نماز پڑھے حیض والی عورت تو نماز پڑھ ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ حیض آنا یہ ہر عورت کے جوان ہونے کی علامت ہوتی ہے اس لیے اس وصف کو ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) عورت ننگے سر تو ویسے ہی فطرتاً ناپسند ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو زیادہ حق دار ہیں کہ اس کو ناپسند سمجھیں اللہ تعالیٰ باپردہ عورت کی نماز قبول کرتا ہے جو بے حیائی کا ثبوت دیتی ہوا یسی عورت سے اللہ ہرگز ہرگز نماز قبول نہیں فرماتے۔

(۲۲۶)۷۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))۔ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ النِّسَآءُ بِذُيُوْلِهِنَّ [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ]؟ قَالَ: ((يُرْخِيْنَ شِبْرًا)) قَالَتْ: إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ؛ قَالَ: ((فَيُرْخِيْنَهٗ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ))۔

أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ' وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔

(۲۲۶)۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنا کپڑا (یعنی تہبند) تکبر سے زمین پر گھسیٹا' اللہ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا' ام سلمہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ عورتیں اپنے کپڑوں کے دامنوں کے ساتھ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''وہ ایک بالشت لٹکا سکتی ہیں اس نے عرض کی اس سے بھی ان کے پاؤں برہنہ ہو جاتے ہیں' آپ نے فرمایا: تو وہ ایک ہاتھ دامن لٹکا لیا کریں اس سے زیادہ نہ لٹکایا کریں۔'' نسائی' ترمذی نے اس کو بیان کرنے کے بعد صحیح کہا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی: ۱۷۳۱' اس نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نسائی: ۸/ ۲۰۹' ابن حبان: ۵۴۲۷۔

**فوائد:** (۱) تکبر سے چادر یا شلوار کو زمین پر گھسیٹ گھسیٹ کر چلنا بہت بڑا گناہ ہے۔

(۲) تکبر اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ متکبر انسان کی طرف رب جلیل روزِ قیامت کبھی بھی نظر بھر کے نہ دیکھیں گے۔ تکبر کرنے سے ہر ممکن کوشش گریز کرنا چاہیے۔ ورنہ حشر برا ہوگا۔

(۳) عورتیں شلوار چادریں بقدر لمبی رکھ سکتی ہیں عورتوں کی شلواریں چادریں دوپٹے وغیرہ زمین پر پردہ کی غرض سے لگتے چلے جا رہے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ اگر وہ بھی فخر سے استعمال کریں اور اکڑ اکڑ کر اترا کر چلیں تو گناہ گار ہوں گی۔ کیونکہ دوپٹوں کے ذیل یا شلواروں و چادروں کو تھوڑا سا بڑا رکھنا پردے کی غرض سے ہوتا ہے اسی لیے عورت کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

(۲۲۷)۸۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ))۔

أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ رِوَايَةِ أَبِيْ يَحْيٰى' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنْهُ۔

(۲۲۷)۸۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ران ستر ہے۔'' امام بیہقی نے ابو یحییٰ عن مجاہد کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسند امام احمد بن حنبل: ۱/ ۲۷۵' ترمذی: ۲۷۹۶' معانی الآثار: ۱/ ۴۷۴' البیہقی: ۲/ ۲۲۸' بخاری: ۱/ ۵۷۰۔

(۲۲۸)۹۔ وَثَبَتَ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ:

(۲۲۸)۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ ثابت ہوا

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِنْكَشَفَ فَخِذُهُ، حِيْنَ أَجْرَى، أَيْ اَلْفَرَسَ۔ بِزُقَاقِ خَيْبَرَ))۔

نبی کریم ﷺ کی ران اس وقت برہنہ ہوئی جب آپ نے خیبر کی گلی میں گھوڑا دوڑایا تھا۔"

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۷۱، مسلم: ۱۳۶۵۔

**فوائد:** (۱) "رانیں" شرمگاہ میں داخل ہیں ان کو ڈھانپنا ضروری ہے۔

(۲) رانوں سے کپڑا ہٹانا یا ایسا لباس استعمال کرنا جس میں رانیں عیاں ہوں ناجائز ہے۔ مثال کے طور پر پہلوان حضرات ایسے کچھے استعمال کرتے ہیں جن میں ران بالکل ننگے ہوتے ہیں بلکہ اتنا سا کپڑا ہوتا ہے جس سے بمشکل شرمگاہ چھپتی ہے۔ یہ شریفانہ لباس نہیں ہے سراسر شرمندگی کا باعث ہے۔ اگر کھیل کود میں پڑنا ہی ہے تو کم از کم اتنا کپڑا ہو جو کہ ناف سے گھٹنوں تک کے حصے کو ڈھانپتا ہو۔ لیکن عورت کے لیے لوگوں کے سامنے آنا حرام ہے چہ جائیکہ وہ اپنے بازوؤں اور رانوں کو عیاں کرے عورت تمام تر پردہ ہے۔

(۳) کسی عذر کی بناء پر ران کو ننگا کیا جائے تو کوئی حرج نہیں مثال کے طور پر زخم آ جائے تو مرہم کے لیے ننگا کرنا یا خود بخود چادر وغیرہ ران سے اٹھ جائے جیسے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے نبی کریم ﷺ کا ران مبارک ننگا ہو گیا تھا۔

(۴) گھوڑا استعمال کرنا گھر میں رکھنا اور اس پر سواری کرنا جائز ہے۔

(۵) گلی کوچوں میں سے گھوڑے پر بیٹھ کر گزرا جا سکتا ہے لیکن گھروں گلیوں سے گزرتے ہوئے ادب اور احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ بالکل آہستہ اور آرام سے گزرا جائے۔ تیز رفتاری میں بچے و دیگر مقیم حضرات نیچے آ سکتے ہیں اور گھروں میں سوئے ہوئے لوگ تکلیف بھی محسوس کر سکتے ہیں۔

(۲۲۹) ۱۰۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يُصَلِّيْ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْءٌ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۲۲۹) ۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی بھی اس حال میں ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے پر کوئی چیز نہ ہو۔" مسلم

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۵۹، مسلم: ۵۱۶۔

**فوائد:** (۱) ایک کپڑے میں نماز پڑھنا درست ہے شرط یہ ہے کہ کندھے ننگے نہ ہوں۔

(۲) ننگے سر نماز پڑھنا درست ہے جبکہ ایک کپڑا ہو اگر زیادہ ہوں تو بہتر ہے کہ سر کو ڈھانپ کر نماز ادا کی جائے۔ ویسے مومن کے لیے اچھی بات یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے سر کو ڈھانپے۔ نماز کے وقت صرف سر ڈھانپنے کو ضروری جاننا اور ایک ڈبے میں پڑی ٹوپیوں کو استعمال کر کے بعد میں اتارتے ہوئے مسجد سے باہر نکلتے جانا یہ سراسر تکلف ہے۔ ایک پکے نمازی کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ پگڑی یا ٹوپی اپنے سر پر رکھتا ہے۔ کپڑا سر پر اس نیت سے باندھ کر نماز پڑھنا کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی یہ زیادتی ہے نہ تو یہ فرائض سے ہے نہ ہی نماز کے واجبات میں سے ہے کہ جس سے نماز میں غیر معمولی فرق واقع ہوتا ہو۔

(۴) کندھوں کو نماز میں ڈھانپنا فرض ہے۔

(۲۳۰) ۱۱۔ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرًا عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، فَقَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَجِئْتُهُ لَيْلَةً لِبَعْضِ أَمْرِيْ، فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّيْ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ وَاحِدٌ فَاشْتَمَلْتُ بِهِ وَصَلَّيْتُ إِلَى جَانِبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: ((مَا السُّرٰى يَا جَابِرُ؟)) فَأَخْبَرْتُهُ بِحَاجَتِيْ فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ: **((مَا هٰذَا الْإِشْتِمَالُ الَّذِيْ رَأَيْتُ؟))** قُلْتُ: كَانَ ثَوْبًا، قَالَ: **((فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهِ، وَإِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهِ))**۔

لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

(۲۳۰) ۱۱۔ حضرت سعید بن حارث سے روایت ہے اس نے بیان کیا کہ ہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوا' ایک رات میں اپنے ایک کام کی خاطر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں میرے پاس ایک ہی کپڑا تھا میں نے اپنے جسم پر لپیٹا اور آپ کی ایک جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھی جب آپ نماز سے پھرے تو ارشاد فرمایا: ''جابر کیا کوئی پوشیدہ بات ہے؟'' میں نے آپ ﷺ کو اپنی ضرورت بتا دی' جب میں فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا لپیٹا ہوا ہے جو میں نے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی: یہ کپڑا ہے! آپ نے ارشاد فرمایا اگر کپڑا کھلا ہو یعنی زیادہ ہو تو اپنے سے لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لیا کرو۔ بخاری۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۶۱۔

**فوائد:** (۱) ایک ہی کپڑا اتنا بڑا ہو کہ قریباً پورے جسم کو چھپانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ تو پھر اس سے تمام بدن اس طرح ڈھانپا جائے کہ چادر کے دو اوپر والے کونے مخالف سمت بغلوں سے گزارتے ہوئے کندھوں سے گزار کر گردن کی پچھلی طرف باندھے جائیں اس صورت میں تمام بدن چھپ جائے گا' اور اگر چادر چھوٹی ہو جو صرف ناف سے لے کر ٹخنوں تک کے حصے چھپا سکتی ہو تو پھر تہبند بنالی جائے اس صورت میں بھی نماز درست ہو جائے گی۔

(۲) چادر ایک ہو تو اس کو سادہ سے انداز میں اوپر اوڑھنا درست نہیں ہے۔ دورانِ نماز چادر اتر بھی سکتی ہے یا بار بار دامن نیچے آنے پر اوپر چادر اوڑھنی پڑتی ہے اس سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے اور شرمگاہ کے ننگے ہونے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔

(۳) عذر کے پیشِ نظر صرف چادر میں بھی نماز قبول ہو جاتی ہے تہبند باندھنا جائز ہے۔

(۴) اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھی جا سکتی ہے اگر کوئی نمازی دیکھے کہ جماعت ہو رہی ہے یا کوئی عام آدمی جس کو کسی معتبر شخص یا امام سے کام ہو وہ مسجد میں اپنی حاجت قضائی کے لیے آیا ہو جماعت ہو رہی ہو یا جس سے کام ہے وہ

نماز پڑھ رہا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ فضول بیٹھ کر انتظار کرے بہتر یہ ہے کہ وہ بھی نماز اس کے ساتھ پڑھ لے کام کلام سے قبل نماز کو ترجیح دینی چاہیے۔

(۵) کسی بڑے کے ساتھ سفر کیا جاسکتا ہے دورانِ سفر اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو اپنے امیرِ سفر کو بتانا درست ہے۔ رات کی نماز پڑھنی مشروع ہے۔ رات کے وقت کسی کی ضرورت پوری کرنا یا کسی کو کام یا راز کی بات بتانا درست ہے۔ امیرِ سفر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے لباس و حوائج پر نظر رکھے۔ کوئی ناپسند فعل ہو تو اپنے ساتھیوں کی راہنمائی کرے۔

(۲۳۱)۱۲۔ وَعَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ [سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ] قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ (بْنِ مَالِكٍ): أَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي فِي النَّعْلَيْنِ؟ قَالَ: نَعَمْ

(۲۳۱)۱۲۔ حضرت ابو مسلمہ سعید بن زید سے روایت ہے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عرض کی: کیا رسول اللہ ﷺ دو جوتوں میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۸۶، ۵۸۵۰، مسلم: ۵۵۵۰۔

**فوائد:** (۱) جوتے پہنے ہوں تو اس حالت میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ یہ حکم اب بھی ویسے ہی ہے اس کی منسوخیت ثابت نہیں ہے۔ سفر ہو یا حضر دونوں حالتوں میں جوتوں سمیت نماز پڑھنا درست ہے بشرطیکہ غلاظت و گندگی سے صاف ہوں۔ گندگی تر ہو یا خشک دونوں صورتوں میں نماز جوتے سمیت نہیں ہوتی۔

(۳) دورانِ نماز کسی شرعی عذر سے کپڑا یا جوتا اتارنا درست ہے۔

(۴) مسجد میں جوتے سمیت نماز پڑھنی بھی جائز ہے۔ امام و مقتدیان یکساں جوتوں میں نماز ادا کر سکتے ہیں۔ ان دنوں مساجد پختہ نہ تھیں موجودہ حالات کے پیش نظر پختہ مساجد میں چپس والے فرشوں پر جوتے سمیت داخل ہونا نظافت کے اعتبار سے درست نہیں ہے البتہ اگر جوتا بالکل نیا ہو تو اس کو پہن کر نئے جوتے کی خوشی میں نوافل شکر ادا کر سکتے ہیں جنازہ گاہوں عید گاہوں یا میدانوں میں جہاں صفوں یا چٹائیوں کا بندوبست نہ ہو جوتوں سمیت نماز ادا کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ صرف یہ سمجھنا کہ پاؤں میں جوتے ڈالے جاتے ہیں مٹی پر لگتے ہیں اور گندی جگہوں سے گذرا جاتا ہے اس لیے ان میں نماز پڑھنا درست نہیں یہ اسلام کی طرف سے ممانعت نہیں بلکہ اپنی طرف سے بنائی ہوئی بات ہے جیسا کہ آج کل مخالفین حضرات جوتوں میں نماز پڑھنے کے اشد مخالف ہیں حتیٰ کہ کچی جگہوں پر بھی جوتوں سمیت نماز پڑھنے کو معیوب سمجھتے ہیں جوتے گندگی والے ہوں یا موجودہ دور کی چپس والی پختہ مساجد ہوں تو پھر جوتوں کو اتار کر نماز پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ گندگی سے نماز نہیں ہوتی اور پکی مساجد کے فرشوں پر جوتے لگیں گے تو مٹی ہی مٹی ہو جائے گی گندگی لگنے پر جوتے کے تلوے مٹی پر رگڑ لیے جائیں تو دوبارہ پہن کر نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

(۵) نبی کریم ﷺ کے حکم کے خلاف ''چونکہ چنانچہ'' جیسے انداز نہیں چل سکتے نبی کریم ﷺ نے جوتوں میں نماز پڑھنے کی اجازت دی اب بعد میں اس کو عقلی ناموافق دین رائے کی وجہ سے یا تکلف کی وجہ سے اس حکم کو ترک کرنا یہ شامت کو آواز دینے

کے مترادف ہے۔

(۲۳۲)۱۳۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ نَحْوَبَيْتِ الْمَقْدَسِ، فَنَزَلَتْ ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾)[البقرة: ۱۴۴][الآية] فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَلَمَةَ وَهُمْ رُكُوْعٌ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَقَدْ صَلُّوْا رَكْعَةً، فَنَادَى: ((أَلَا إِنَّ الْقِبْلَةَ قَدْ حُوِّلَتْ، فَمَالُوْا كَمَا هُمْ نَحْوَا الْقِبْلَةِ))۔ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ

(۲۳۲)۱۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوگئی "قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" (البقرة: ۱۴۴)۔ بنو سلمہ کا ایک شخص ان کے پاس سے گزرا وہ نماز فجر میں رکوع کی حالت میں تھے اور وہ ایک رکعت ادا کر چکے تھے اس نے آواز دی کہ قبلہ بدل چکا ہے وہ اسی حالت میں قبلے کی طرف مڑ گئے۔ مسلم نے دونوں کو نکالا ہے۔

**تحقيق و تخريج:** مسلم: ۵۲۷۔

(۲۳۳)۱۴۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔

(۲۳۳)۱۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کیا "مشرق اور مغرب کے درمیانی جگہ قبلہ ہے۔" ترمذی۔

**تحقيق و تخريج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی: ۳۴۲، ۳۴۴، ابن ماجہ: ۱۰۱۱ حضرت عبداللہ بن عمر سے اس باب میں حدیث مرفوع بیان ہوتی ہے۔ البیهقی: ۲/ ۹، دار قطنی: ۱، مستدرك حاكم: ۱/ ۲۰۵، حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

(۲۳۴)۱۵۔ وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ [بْنِ عُمَرَ] عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّيْ عَلَيْهَا الْمَكْتُوْبَةَ))۔

(۲۳۴)۱۵۔ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرو اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: "رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر نوافل ادا کرتے خواہ سواری کسی طرف بھی رخ کیے ہو اس پر آپ وتر بھی پڑھ لیا کرتے تھے، لیکن آپ اس پر فرضی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔"

**تحقيق و تخريج:** بخاری: ۲/ ۵۷۵، فتح الباری: ۲/ ۶۷۰، مسلم بحواله ابن وهب: ۷۰۰۔

**فوائد:** (۱) بیت المقدس کو قبلہ اول کہا جاتا ہے مدینہ میں تشریف آوری کے بعد سولہ یا سترہ ماہ نبی کریم ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے انداز کی تصویر کشی فرما رہے ہیں جب وہ بیت اللہ کی محبت میں مارے مارے اپنے وجہ اطہر کو چشم فلک کی طرف لگائے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کن حکم کے منتظر تھے۔

(۲) دورانِ نماز کسی نمازی کو قبلہ کی صحیح سمت کا علم ہو جائے تو اس کی طرف پھر سکتا ہے اسی طرح کوئی نابینا یا قبلہ کی سمت سے بے خبر انسان نماز میں ٹیڑھا کھڑا ہو تو اس کو قبلہ رخ کرنا جائز ہے۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وحی جیسا عظیم معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی نبی یا ولی کی مرضی پر وحی یا کرامت کبھی ظاہر نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جب چاہتے ہیں وحی فرما دیتے ہیں یا کرامت ظاہر کروا دیتے ہیں اور نہ ہی وحی کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ کو ہمارے معاملات سامنے رکھنے پڑتے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نماز میں تھے حالانکہ امر کا تقاضہ یہ تھا کہ نماز مکمل ہو جاتی تو پھر وحی سے باخبر کیا جاتا کیونکہ ارادتِ الٰہی ان چیزوں کی محتاج نہیں اس لیے نماز میں ہی وحی کا نزول ہوا بشرطیکہ پاکی پائی جاتی ہو۔

(۴) کسی نبی' ولی یا امام سے نماز کی حالت میں اگر اللہ تعالیٰ وحی بھیجیں الہام کریں یا کوئی نشانی ظاہر کر دیں تو اس سے نماز خراب نہیں ہوتی۔ اسی طرح پہلے کسی اور سمت کی طرف نماز پڑھی بعد میں معلوم ہونے پر قبلہ کی طرف رخ کر لیا تو اس سے نماز دہرانی نہیں پڑے گی۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ بیت المقدس کی طرف پڑھی گئی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نمازیں بے کار نہیں گئیں اور نہ ہی اعادہ کی ضرورت پیش آئی سبھی قبول و مقبول ہوئیں۔

(۵) دور دراز ہوتے ہوئے مکمل اور یقینی طور پر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مشکل ہوتا ہے لہٰذا ایک دفعہ سواری کا رخ اپنے اندازے کے مطابق قبلہ رخ کر لیں بعد میں سواری کا رخ جہاں ہو جس طرف ہو کوئی حرج نہیں نماز ہو جائے گی۔ ایسی سواری جو اپنے اختیار میں ہو یا ایسی سواروں کی جماعت جو اکٹھی جا رہی ہو تو فرضی نماز سواری سے اتر کر ادا کی جائے اور ظاہر بات ہے زیادہ تعداد کے ہوتے ہوئے اقامت و جماعت کا اہتمام کرنا ہوتا ہے سواریوں سے اتر کر نماز ادا کی جائے گی البتہ نفلی عبادت سواری پر کی جا سکتی ہے اسی طرح وتر بھی اس پر پڑھا جا سکتا ہے۔ کشتی بحری جہاز ہوائی جہاز پر نفل فرض دونوں پڑھ سکتے ہیں حالات حاضرہ میں اکثر لوگ بے نماز ہوتے ہیں اکثر ڈرائیور کنڈیکٹر حضرات اپنی روزی کے صرف متلاشی ہوتے ہیں ان کو کسی کی نمازوں سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اسلامی ملک میں جہاں نماز کا ٹائم ہو جائے وہاں گاڑی کھڑی کر کے نماز ادا کروائی جائے لیکن اس کے برعکس اذانوں کے وقت بھی بے حیائی فلموں اور گانوں کو جاری رکھا جاتا ہے۔ اس صورت میں ایک نمازی کے لیے بہتر ہے کہ وہ اندازہ لگا کر نمازیں اکٹھی پڑھ لے اور پھر سفر کو روانہ ہو۔

(۶) سواری پر وظائف وغیرہ کرتے ہوئے قبلہ رخ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۲۳۵)۱۶۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ يُكَلِّمُ الرَّجُلُ (مِنَّا) صَاحِبَهُ، وَهُوَ إِلَى جَنْبِهِ فِي الصَّلَاةِ، حَتَّى نَزَلَتْ ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ [البقرة: ۲۳۸] فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ، وَنُهِينَا عَنِ الْكَلَامِ۔

(۲۳۵)۱۶۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے بیان کیا: ''ہم نماز میں باتیں کیا کرتے تھے' ہم میں سے ایک شخص بحالت نماز اپنے پہلو میں کھڑے ہوئے شخص سے بات کر لیا کرتا تھا' یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی ''اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ فرمانبردار بن کر''

أَخرَجَهُمَا مُسلِمٌ وَسَيَأتِي حَدِيثُ ذِي اليَدَينِ (إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى) ۔

(البقرہ: ۲۳۸) تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور ہمیں بات کرنے سے روک دیا گیا۔" مسلم ذوالیدین کی مروی حدیث عنقریب آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۰۰، ۴۵۳۴، مسلم: ۵۳۹۔

**فوائد:** (۱) نماز میں کسی قسم کی کلام کرنا ممنوع ہے۔ نماز میں خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے۔

(۲۳۶)۱۷۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اَلتَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ))۔

(۲۳۶)۱۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سبحان اللہ کہنا مردوں کے لیے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔"

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۰۳، مسلم: ۴۲۲۔

**فوائد:** (۱) نماز میں امام بھول جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۲) امام کے پیچھے مسجد میں عورتیں نماز ادا کر سکتی ہیں مردوں کی صفیں پہلے، بچوں کی بعد میں پھر ان کے بعد عورتوں کی صفیں ہوں گیں۔

(۳) امام کوئی آیت بھول جائے تو مقتدی بتا سکتا ہے اگر امام بھول کر کھڑا ہونے لگے تو مقتدی پیچھے سے "سبحان اللہ" کہہ سکتا ہے اور عورتیں امام کی بھول کے وقت تالی بجا سکتی ہیں تالی بجانے کا طریقہ یہ ہوگا کہ عورت دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں بایاں ہاتھ الٹا کر کے اس کے باطن پر مارے گی۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاں مردوں اور عورتوں کی اکٹھی جماعت ہو وہاں صرف مرد امام جماعت کروائے گا نہ کہ عورت۔

(۵) مردوں کو "سبحان اللہ" ہی کہنا چاہیے امام بھول جائے تو اللہ اکبر یا اور کلمات بولنا غیر مشروع ہے اور عورتوں کو تالی بجانے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے اور وہ بھی مخصوص انداز سے کہ عورت غیر محرم مردوں کے سامنے نہیں بول سکتی اس کی آواز بھی پردہ ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مروجہ انداز سے تالیاں بجانا شیطانی فعل ہے مرد تو تالی بجا نہیں سکتا اگر عورت بجا سکتی ہے تو صرف نماز میں اور وہ بھی امام کے بھول جانے پر اور پھر خاص انداز سے کھیل کود کے میدانوں میں مردوں اور عورتوں کا اکٹھے بیٹھ کر تالیاں بجا کر بے حیائی کا مرکز بن کر متلذذ ہونا غیر اسلامی طریقہ ہے اس سے گریز کرنا چاہیے اسلام تو مردوں عورتوں کے اختلاط سے بارہا دفعہ منع کرتا ہے۔

(۲۳۷)۱۸۔ وَعَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي وَفِي صَدْرِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ))

(۲۳۷)۱۸۔ حضرت مطرف نے اپنے باپ سے روایت کیا، اس نے "میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ رونے کی وجہ سے آپ کے سینے میں ہنڈیا کے ابلنے کی

أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

طرح آواز پیدا ہو رہی ہے۔'' مسلم نے دونوں کو نکالا ہے۔

**تحقیق تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۲۵، ۲۶، ابو داؤد: ۹۰۴، لیکن ابوداؤد میں (کازیز الرحی) کے الفاظ ہیں یعنی چکی کی آواز نسائی: ۳/ ۱۳، ابن حبان: ۵۲۲، ترمذی: ۳۰۵، حدیث کی سند مسلم کی شرط پر ہے۔

**فوائد:** (۱) نماز میں گڑگڑانا جائز ہے خوفِ الٰہی سے اشک بہائے جا سکتے ہیں۔

(۲) نماز میں رونے کی حد بھی یہی ہونی چاہیے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کا خاموش دریا بہہ رہا ہو اور دل ہنڈیا کی سی آواز میں تھر تھر محوِ بیان حمد ہو۔

(۳) بآوازِ بلند رونا نماز میں درست نہیں ہے ایسا رونا جس میں حواس قائم رہیں جائز ہے۔ اور خاص کر فرض نماز میں احتیاط برتنا چاہیے بعض احباب دوران صف کھڑے فرضی نمازوں میں باندازِ تصنع رونے کے بہت عادی ہوتے ہیں یہ ریا کا غیر محسوس حملہ ہوتا ہے جو کہ عبادات کو فالج زدہ کر دیتا ہے۔

## بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ

## نماز کی صفت کا بیان

(۲۳۸)۱۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [عَلَيْهِ السَّلَامَ] ثُمَّ ) قَالَ: ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ))۔ فَرَجَعَ الرَّجُلُ فَصَلّٰى كَمَا كَانَ يُصَلِّيْ، ثُمَّ جَاءَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَعَلَيْكَ السَّلَامُ))، ثُمَّ قَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ))۔ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَ هٰذَا [فَ] عَلِّمْنِيْ۔ قَالَ: ((إِذَا قُمْتَ (إِلَى) الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ

(۲۳۸)۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے ایک شخص اندر آیا اس نے نماز ادا کی پھر وہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کی رسول اللہ ﷺ نے اسے سلام کا جواب دیا' پھر آپ نے ارشاد فرمایا: ''واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز ادا نہیں کی۔'' وہ واپس ہوا اس نے نماز ادا کی جس طرح پہلے نماز ادا کی تھی' پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ کو سلام کہا' رسول اللہ ﷺ نے کہا: وعلیك السلام ''پھر فرمایا واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز ادا نہیں کی'' یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ ایسے ہی کیا اس شخص نے کہا' قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس سے بہتر میں نماز ادا نہیں کر سکتا' آپ مجھے سکھلا دیجئے' آپ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے کھڑا ہو تو ''اللہ اکبر'' کہہ پھر جتنا آسان لگے قرآن پڑھ پھر رکوع کر یہاں تک کہ تو

ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا))۔

رکوع کی حالت میں مطمئن ہو' پھر اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ تم سجدہ کرتے ہوئے اطمینان محسوس کرو' پھر اٹھو یہاں تک کہ بیٹھے ہوئے اطمینان محسوس کرو' پھر اسی طرح تم اپنی ساری نماز میں کرو۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۹۳۔ ۶۲۵۱۔ ۶۲۵۲' مسلم: ۳۹۷۔

(۲۳۹)۲۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ: ((إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ))۔

لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي الْجُمْلَةِ۔

(۲۳۹)۲۔ ایک روایت میں ہے ''جب تو نماز کا ارادہ کرے تو مکمل وضو کر پھر قبلہ رخ ہو کر اللہ اکبر کہہ۔''

لفظ مسلم کے ہیں اور یہ حدیث مجموعی طور پر متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۹۷' بحوالہ ابو اسامہ اور ابن نمیر۔

**فوائد:** (۱) نماز میں تعدیل ارکان بہت ضروری ہے۔ قیام تسلی سے کرنا رکوع تسلی سے کرنا رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑے رہنا سجدہ تسلی بخش کرنا دو سجدوں کے مابین آرام سے بیٹھ کر پھر دوسرا سجدہ کرنا اور باقی تمام نماز مطمئن انداز سے پڑھنا نماز کے کامل ہونے کا یقینی ذریعہ ہیں۔

(۲) سنجیدگی اور طمانیت بہت ضروری ہے۔ وضو نا تمام' قبلہ رخ اختیار نہ کرنا رکوع و سجود و دیگر ارکان کو صحیح صحیح سنت کے مطابق ادا نہ کرنا ناقص نماز کی علامات ہیں۔

(۳) ہر کام توجہ طلب ہوتا ہے اور تصحیح کا طالب ہوتا ہے جبکہ عبادات زیادہ حق رکھتی ہیں کہ ان میں توجہ' انہا کی اور انداز تحسن سے مشغول ہوا جائے۔

(۴) مسجد میں آتے جاتے ہوئے احباب کے لیے ضروری ہے کہ وہ سلام کہیں اور جو نمازی حضرات بیٹھے ہوں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ سلام کا جواب دیں۔ البتہ جو نماز میں مشغول ہوں وہ اپنے ہاتھوں سے ذرا سا اشارہ کر کے جواب دے سکتے ہیں۔

(۵) کسی شرعی عذر کی وجہ سے جماعت ہو جانے کے بعد نماز پڑھی جا سکتی ہے ایک امام و راہنما کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نمازیوں کی نمازوں پر کڑی نظر رکھے ان کی نماز غیر صحیح ہونے پر ان کو صحیح طریقہ نماز سکھائے۔

(۶) ایک ذہین اور دانا امام کی یہ بھی صفت ہونی چاہیے کہ موقع محل کے مطابق عوام کی تربیت کرے اور اگر خاص سبق سکھانا مقصود ہو تو بار بار غلط عمل پر تنقید کرتے ہوئے اس کو دوبارہ کرنے کو کہتا رہے جب تک سائل کے اندر خود دریافت کرنے کی طلب پیدا نہ ہو اس وقت تک کہتا رہے سائل کے جواب طلب کرنے پر اس کو سمجھائے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سائل کو اپنی مرکزی غلطی کا احساس ہوتا ہے پھر دوبارہ زندگی میں وہ کام کرنے سے گریز کرے گا۔

(٢٤٠)٣۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِوبْنِ عَطَاءٍ، أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرُوا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ (السَّاعِدِيُّ): أَنَا كُنْتُ أَحْفَظُكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، رَأَيْتُهُ: ((إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضُهُمَا، وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْأَخِيرَةِ قَدَّمَ [رِجْلَهُ] الْيُسْرَى، وَنَصَبَ الْأُخْرَى (وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ)))۔
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۲۴۰)۳۔محمد بن عمرو بن عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ساتھ بیٹھ ہوئے تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا ابوحمید الساعدی نے کہا' میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو یاد رکھتا ہوں میں نے آپ ﷺ کو دیکھا ''جب آپ اللہ اکبر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر کر لیتے اور جب آپ ﷺ رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ لیتے پھر اپنی کمر کو جھکاتے' جب اپنا سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آتی' جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اس طرح رکھتے جو نہ زیادہ پھیلے ہوئے ہوتے اور نہ ہی دونوں سکڑے ہوئے' آپ اپنے پاؤں کی انگلیوں کے پورے قبلہ رخ کیے ہوتے جب آپ دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو آپ اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور جب آپ آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنا بایاں پاؤں آگے نکال لیتے اور دوسرے کو کھڑا رکھتے اور آپ اپنی پشت پر بیٹھے۔بخاری

**تحقیق و تخریج:** البخاری: ۸۲۸۔

(٢٤١)٤۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ، وَالْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، (وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ، (وَكَانَ) إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِي (وَكَانَ) إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ

(۲۴۱)۴۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیان کیا کرتی ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نماز تکبیر سے شروع کیا کرتے تھے اور قرات کا آغاز ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' سے کیا کرتے تھے'اور جب آپ رکوع کرتے تو اپنے سر کو نہ اتنا اونچا اٹھاتے اور نہ ہی اسے زیادہ جھکاتے لیکن اسے درمیان میں رکھتے' جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے اس وقت تک سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ آپ

جَالِسًا، وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ اَلتَّحِيَّةَ، وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى، (وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى)، وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ، وَيَنْهٰى أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ، وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيْمِ))۔ (أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ)

سیدھے کھڑے ہو جاتے' آپ ہر دو رکعت کے بعد ''التحیۃ'' پڑھا کرتے تھے' آپ بایاں پاؤں بچھا لیتے تھے اور اپنا دایاں پاؤں کھڑا کر لیا کرتے تھے' ''وکان ینھی عن عقبۃ الشیطان'' اور آپ ﷺ منع کیا کرتے تھے کہ کوئی شخص درندے کی طرح ہاتھ پھیلا کر بیٹھے اور ''السلام علیکم'' سے نماز کو ختم کیا کرتے تھے۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** رواہ مسلم: ۴۹۸۔

**فوائد:** (۱) ہر ہر جوڑ جب تک اپنی جگہ پر نہ ہولے اس سے قبل دوسرے رکن میں نہیں پڑنا چاہیے مثال کے طور پر سجدہ سے سر اٹھانا دوسرے سجدہ سے قبل ذرا بیٹھنا کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ جائے۔

(۲) سجدہ کرتے وقت پاؤں کھڑے ہوں اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں اور سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر تھوڑا سا بدن سے دور رکھیں نہ تو ہاتھ زمین پر بچھا کر رکھنے چاہئیں اور نہ ہی جسم کے ساتھ چمٹانے چاہئیں۔

(۳) آخری تشہد میں بایاں پاؤں دائیں پاؤں جو کھڑا ہو اس کے نیچے سے گزارا جائے اور پھر پشت کے بل بیٹھا جائے۔

(۴) سورۃ الفاتحہ نماز میں پڑھنا فرض ہے خواہ منفرد کی نماز ہو یا امام کے پیچھے ہو بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔

(۵) نماز کی ابتداء صرف ''اللہ اکبر'' سے کرنی چاہیے اور اختتام ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' سے کرنا چاہیے۔

(۲۴۲)٥۔ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ:((وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا[مُسْلِمًا] وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنْ [أَوَّلِ] الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، (أَنْتَ) رَبِّيْ وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ، وَاهْدِنِيْ لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْنِيْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ،

(۲۴۲)٥۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے جب کھڑے ہوتے تھے تو یہ دعائیہ کلمات کہتے ''میں اپنا رخ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے یکسر ہو کر اور سر تسلیم خم کرتے ہوئے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں' میری نماز' میری عبادت' میری زندگی' اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سب سے پہلا ہوں' الٰہی تو بادشاہ ہے' تیرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں' تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں میں نے اپنے اوپر ظلم کیا میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں' میرے سارے گناہ

وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِيْ يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ))۔ وَإِذَا رَكَعَ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَلَكَ أَسْلَمْتُ، خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ، وَلَحْمِيْ، (وَمُخِّيْ)، وَعَظْمِيْ، وَعَصَبِيْ))، وَإِذَا رَفَعَ [رَأْسَهُ] قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰاتِ، وَمِلْءَ الْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا، وَمِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ))،

وَإِذَا سَجَدَ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، (وَلَكَ أَسْلَمْتُ) [وَأَنْتَ رَبِّيْ]، سَجَدَ وَجْهِيْ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ، وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ))، ثُمَّ يَكُوْنُ مِنْ آخِرِ مَا يَقُوْلُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، (وَمَا أَسْرَفْتُ) وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ))۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

معاف کر دے' بلاشبہ گناہوں کو صرف تو ہی بخش سکتا ہے' مجھے اچھے اخلاق کی طرف ہدایت دے' تو ہی مجھے اچھے اخلاق کی طرف ہدایت دے سکتا ہے اور برے اخلاق کو مجھ سے پھیر دے تیرے سوا برے اخلاق کو مجھ سے کوئی نہیں پھیر سکتا۔ الٰہی میں حاضر ہوں تمام تر بھلائی تیرے ہاتھوں میں اور شر تیرے حضور پھٹک نہیں سکتا' میں تیری توفیق سے تیرے حضور پیش ہوں' تو بابرکت و بلند ہے میں معافی چاہتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں'' اور جب آپ رکوع کرتے تو یہ کلمات ادا کرتے ''الٰہی میں نے تیرے لیے رکوع کیا' اور میں تجھ پر ایمان لایا' تیرا مطیع و فرمانبردار ہوا میرے کان میری آنکھیں' میرا گوشت' میری ہڈیاں میرے اعصاب سب تیرے آگے جھک گئے' اور جب آپ اپنا سر اٹھاتے تو یہ کلمات کہتے ''الٰہی ہمارے رب سب تعریفیں تیرے لیے ہیں' آسمانوں، زمین اور جو ان دونوں کے درمیان خلا ہے اس کے بھراؤ کے مطابق اور اس کے علاوہ ہر چیز کا بھراؤ جو آپ چاہتے ہیں''(وملء ما شئت من شي بعد) اور جب آپ سجدہ کرتے تو یہ کلمات کہتے: ''الٰہی میں نے تجھے سجدہ کیا تجھ پر ایمان لایا تیرا مطیع ہوا اور تو میرا رب ہے میرے چہرے نے اس ذات کا سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اس کی تصویر بنائی اس کے کان اور آنکھیں بنائیں بابرکت ہے اللہ اچھا خالق ہے'' پھر تشہد اور تسلیم کے درمیان آخر کلمات آپ یہ ادا کرتے: ''الٰہی میرے اگلے پچھلے پوشیدہ اور اعلانیہ سب گناہ معاف کر دے اور جو میں نے زیادتی کی اور جو تو میرے بارے میں جانتا ہے تو مقدم ہے اور تو ہی مؤخر تیرے سوا کوئی معبود

حقیقی نہیں۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۹۸۔

(۲۴۳)٦- وَفِيْ رِوَايَةٍ: إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ (كَبَّرَ) ثُمَّ قَالَ وَذَكَرَ[هُ]

(۲۴۳)٦۔ایک روایت میں ہے ''جب آپ نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے'' پھر وہی کلمات فرماتے جن کا تذکرہ پہلی حدیث میں ہو چکا۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷۷۱۔ بروایت عبدالعزیز بن عبداللہ۔

(۲۴۴)۷- فِيْ رِوَايَةٍ : أَنَّ ذٰلِكَ [كَانَ] فِيْ صَلَاةِ اللَّيْلِ۔

(۲۴۴)۷۔ایک روایت میں ہے ''یہ کلمات رات کی نماز میں کہے جاتے تھے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷٦۹ بروایت عبداللہ بن عباس۔

**فوائد:** (۱) قیام اللیل میں مسنون دعائیں پڑھنا جائز ہے۔

(۲) رات کی نماز کا خاص اہتمام کرنا چاہیے یہ وقت ہوتا ہے رب عظیم سے سرگوشیاں کرنے کا۔ جب رات اپنی زلفوں کو چہار اطراف میں غیر تکلفانہ انداز سے بچھا دیتی ہے جب خوش نما پرندے حمد کی تسبیح نکالتے محو استراحت ہو جاتے ہیں جب بنی آدم پیٹ کے لیے ساز و یراق سمیٹ کر جمائیاں لیتا لیتا خواب غفلت میں سو جاتا ہے جب جوان شب کی سیاہ چادر پر ننھے منے حشرات سیٹیاں بجاتے بجاتے رات کی مدح سرائیاں کرتے کرتے خاموش ہو جاتے ہیں تب مہربان رب آسمان دنیا پر نورانی فضا سمیت تشریف لاتے ہیں جو کہ اپنے بندوں کے قریب تر ہو کر ان کی فریادوں کو سماعت فرمانے کے حد سے بڑھ کر شائق ہوتے ہیں رات کے آخری لمحات میں اپنے کلام کی تلاوت بہت شوق سے سنتے ہیں ہر سائل کے سوال پر جواب دیتے ہیں رزق کے متلاشی رزق سمیٹ لیتے ہیں درگزر کے متلاشی بخششوں کا ایوارڈ اٹھاتے چلے جاتے ہیں۔

(۳) تہجد بہت بڑا عمل ہے یہ ایک سنہری موقعہ ہوتا ہے کہ آدمی دل کا ماجرا کھول کر اپنے خالق کو سنا سکتا ہے۔

(۴) رات کی نماز جتنی لمبی ہو سکے استطاعت کے مطابق انسان لمبی کر سکتا ہے رات کی نماز پڑھنے کی عادت بچوں میں ڈالنی چاہیے تا کہ بڑے ہو کر آسانی سے قیام کا اہتمام کر سکیں۔

(۵) انسان، اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کا سوال کر سکتا ہے سوائے ان سوالات کے جن کے کرنے کی ممانعت ہے مثال کے طور پر آدمی تنگ آ کر موت کا سوال کرے وغیرہ یا ایسے سوالات جو ناممکنات میں سے ہیں جیسے آدمی یہ کہے کہ ''اے اللہ مجھے نبوت عنایت فرما یا مجھے فرشتے کے ذریعے وحی کا نزول فرما وغیرہ۔

(۲۴۵)۸- وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ

(۲۴۵)۸۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک امام کو اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے

اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُوْلُوْا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا، فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ))۔

أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ رکوع کرتا ہے تو تم بھی رکوع کرو جب وہ ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ'' کہتا ہے تو تم ''رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ'' کہو جب وہ سجدہ کرتا ہے تو تم سجدہ کرو، جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔'' بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۳۴، مسلم: ۴۱۷۔

**فوائد:** (۱) ائمہ کرام کو مساجد میں مقرر کرنا درست ہے۔ امام کی اقتداء کرنا فرض ہے جب امام تکبیر کہے تو بعد میں مقتدی اللہ اکبر کہے اور جب امام رکوع و سجود میں چلا جائے تو پھر مقتدی رکوع و سجود میں جائے امام سے پہلے جھکنا یا امام کے اللہ اکبر کہنے کے بعد کافی دیر کھڑے رہنا پھر اللہ اکبر کہنا یہ دونوں طرح درست نہیں ہے۔

(۲) مسابقت تو بالکل جائز نہیں مراد امام سے ہر عمل نماز میں پہلے کرنا۔ موافقت کی گنجائش ہے کبھی کبھار ہو جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن معمول بنانے سے گریز کرنا چاہیے مراد جب امام سجدہ کرے ساتھ سجدہ کرنا وغیرہ متابعت کو ہمیشہ اختیار کرنا چاہیے مراد جب امام اللہ اکبر کہے تب مقتدی اللہ اکبر کہے جب امام رکوع میں چلا جائے بعد میں مقتدی رکوع میں جائے وغیرہ۔

(۳) امام نماز بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں۔

(۴) اس حدیث میں جو آیا ہے کہ جب امام ''سمع الله لمن حمده'' کہے تم ''ربنا ولك الحمد'' کہو ''ربنا ولك الحمد'' یہ ''ربنا لك الحمد'' یعنی بغیر ''واؤ'' کے بھی پڑھنا درست ہے۔

(۵) امام کی اقتداء اس کے عوامل جہریہ میں ہے نہ کہ عوامل مخفیہ میں جیسے نماز میں تمام ادعیہ کا پڑھنا اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے پیچھے دعائیں پڑھے۔ رکوع و سجود اور ان کے مابین دعاؤں کے پڑھنے میں کوئی قید نہیں ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے پیچھے پڑھے اپنی مرضی سے پڑھی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح نماز کی دیگر دعائیں ہیں البتہ امام قرأت کر رہا ہو تو سورۃ الفاتحہ کو مقتدی پیچھے پیچھے پڑھے باقی قراءت قرآن خاموشی سے سنے امام آمین کہے تو مقتدی آمین کہے امام اللہ اکبر کہے تو مقتدی اللہ اکبر کہے امام رکوع کرے تو مقتدی رکوع کرے امام سجدے کرے تو مقتدی بھی سجدے کرے امام سجدہ سہو کرے تو مقتدی بھی سجدہ سہو کرے، امام قنوت نازلہ کرے تو مقتدی بھی قنوت نازلہ کرے امام سلام پھیرے مقتدی بھی سلام پھیرے الغرض جتنے بھی عوامل ظاہر یہ ہیں امام کی آواز سن کر اور اس کو دیکھ کر ادا کرنے چاہئیں۔ جو عوامل مخفیہ ہیں ان میں نمازی مقتدی اپنا انداز اپناتے ہوئے اور ساتھ ساتھ امام کے وقفوں کو سامنے رکھتے ہوئے ادا کرے گا۔

(٢٤٦) ٩۔ وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ[ بْنِ عُمَرَ]، عَنْ أَبِيهِ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ،

(۲۴۶) ۹۔ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے، جب رکوع کے لیے اللہ اکبر کہتے اور جب رکوع سے اپنا سر

وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ (أَيْضًا)، وَقَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُودِ))۔

هٰذِهِ رِوَايَةُ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عِنْدَ الْبُخَارِيِّ۔

اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں تک اٹھاتے اور ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ'' کہتے اور سجدہ میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

''امام بخاری نے یہ روایت امام مالک عن ابن شھاب عن سالم بیان کی۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۸، ۷۳۹، مسلم: ۳۹۰۔

(۲۴۷) ۱۰۔ وَفِي رِوَايَةِ شُعَيْبٍ، عَنْهُ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ اِفْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حَتّٰى جَعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ))۔

(۲۴۷) ۱۰۔ شعیب کی روایت میں اسی کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب نماز میں تکبیر کا آغاز کرتے اللہ اکبر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر تک اٹھاتے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۳۸۔

(۲۴۸) ۱۱۔ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْهُ: ((إِذَا قَامَ (إِلَى) الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُونَا [بِ] حَذْوِ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ))۔

(۲۴۸) ۱۱۔ ابن جریج کی روایت میں اسی کا بیان ہے ''جب آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھ آپ ﷺ کے کندھوں کے برابر ہو جاتے پھر اللہ اکبر کہتے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۳۹۰۔

(۲۴۹) ۱۲۔ (وَكَذٰلِكَ فِي رِوَايَةِ يُونُسَ: حَتّٰى يَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ كَبَّرَ)۔ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدَ مُسْلِمٍ۔

(۲۴۹) ۱۲۔ اسی طرح یونس کی روایت میں ہے ''یہاں تک کہ دونوں ہاتھ آپ ﷺ کے کندھوں کے برابر ہو جاتے پھر آپ ﷺ اللہ اکبر کہتے۔'' یہ تمام تر مسلم کے ہاں ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۳۶۔

**فوائد:** (۱) نماز میں تکبیر اولیٰ فرض ہے۔ تکبیر اولی میں ہاتھوں کو اٹھانا سب کے ہاں بالاتفاق درست ہے۔

(۲) دونوں ہاتھ اٹھا کر پھر ''اللہ اکبر'' کہنا چاہیے۔ ''اللہ اکبر'' کہنے کے ساتھ ہی دونوں ہاتھوں کو اٹھا لینا یہ بھی درست ہے۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھانا بھی درست ہے۔ اگر اللہ اکبر کہہ کر پھر ہاتھ اٹھائے جائیں تب بھی درست ہے۔

(۳) رفع الیدین مسنون ہے۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ آیا رفع الیدین کرنا افضل ہے یا نہ کرنا افضل ہے۔ احادیث کثیرہ اس بات پر دال ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کوئی نماز بغیر رفع الیدین کے نہیں پڑھی۔ اہل حدیث اس کو سنت سمجھتے ہیں اور اس کو کرنا افضل سمجھتے ہیں۔ اور نہ ہی نماز میں رفع الیدین کرنے کی بہتات کے متعلق کچھ ملتا ہے صرف رفع الیدین تکبیر اولی میں واجب ہے

باقی رکوع کے وقت، رکوع سے اٹھتے ہوئے اور دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے ہوئے رفع الیدین ثابت مسنون ہے۔ سجدے میں جاتے ہوئے یا بیٹھتے ہوئے یا سلام پھیرتے ہوئے رفع الیدین کرنے کا جواز نہیں ملتا۔ (واللہ اعلم)

(۴) ہاتھوں کو اٹھانے کے بارے دونوں طرح کی روایات ملتی ہیں کہ کندھوں تک یا کانوں کی لو تک۔ تطبیق دینے سے دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے وہ اس طرح کہ ہاتھوں کو کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان رکھا جائے البتہ کانوں کی لو کو دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے مس کریں یہ درست نہیں ہے۔

(٢٥٠)١٣۔ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ: ((كَانَ إِذَا دَخَلَ (فِيْ) الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ))۔

وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ۔

(۲۵۰)۱۳۔ بخاری شریف، حضرت نافع سے مروی ہے ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے (یعنی نماز کا آغاز کرتے) اللہ اکبر کہتے اور اپنے ہاتھ اٹھاتے جب رکوع کرتے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے (یعنی رفع یدین کرتے) جب آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے'' اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ روایت نبی کریم ﷺ سے مرفوع بیان کی۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۳۹۔

(٢٥١) ١٤۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ))۔ اَلْحَدِيْثَ۔

(۲۵۱)۱۴۔ امام مسلم نے مالک بن حویرث کے حوالے سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ جب اللہ اکبر کہتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور انہیں اپنے کانوں کے برابر لے جاتے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۹۱۔

**فوائد:** (۱) ان احادیث میں رفع الیدین کرنے کی صراحت پائی جاتی ہے۔

(۲) محل رفع الیدین بھی بتایا گیا ہے کہ جب تکبیر اولیٰ ہو یا رکوع کرنے کا موقع ہو یا جب ''سمع اللہ لمن حمدہ'' مراد رکوع سے اٹھتے وقت اور اسی طرح دو رکعتوں سے جب کھڑا ہونا ہو تو رفع الیدین کرنا ہے۔

(۳) ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھانا بھی درست ہے۔

(٢٥٢)١٥۔ وَعِنْدَهُ مِنْ رِوَايَةِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، بَعْدَ ذِكْرِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ: ((ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى))۔

(۲۵۲)۱۵۔ مسلم شریف میں وائل بن حجر سے رفع الیدین کے تذکرے کے بعد یہ الفاظ ہیں ''ثم التحف بثوبه، ثم وضع يده اليمنىٰ على اليسرى'' اور اسی میں یہ الفاظ

وَفِيهِ: ((فَلَمَّا سَجَدَ' سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ))۔

بھی ہیں: ''جب آپ سجدہ کرتے تو دو ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کرتے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۰۱۔

**فوائد:** (۱) دورانِ نماز اگر چادر یا کمبل لیا ہو تو رفع الیدین کرتے وقت ہاتھ نکال کر رفع الیدین کرنا چاہیے پھر دوبارہ اندر ہاتھ باندھ لینے چاہئیں۔

(۲) ہاتھ باندھتے وقت حالتِ قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہیے۔

(۳) سجدہ ہمیشہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرنا چاہیے اس سے یہ پتہ چلا کہ دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر رکھنا چاہیے۔

(۴) بوقتِ ضرورت انسان چادر یا کمبل نماز میں اوپر لے سکتا ہے۔ اس سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

(۲۵۳)۱۶۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً' قَالَ أَحْسِبُهُ (قَالَ) هُنَيَّةً۔ فَقُلْتُ: بِأَبِي وَأُمِّي يَارَسُولَ اللّٰهِ' إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ [فِيهَا]؟ قَالَ: ((أَقُولُ: اَللّٰهُمَّ' بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ' اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ' اَللّٰهُمَّ' اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ))۔

لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

(۲۵۳)۱۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر اور قرأت کے درمیان قدرے خاموش رہتے' راوی کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے (اسکاتة) کی بجائے (هنية) کہا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ قربان ہوں' آپ تکبیر اور قرأت کے درمیان خاموشی میں کیا کلمات کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں یہ کہتا ہوں: الٰہی میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا فاصلہ پیدا کر دے جتنا تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ پیدا کیا ہے' الٰہی مجھے غلطیوں سے پاک کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے' الٰہی میری خطاؤں کو پانی' برف اور اولوں سے دھو ڈال۔'' لفظ روایت بخاری کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۴۴' مسلم: ۵۹۸۔

(۲۵۴)۱۷۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ (الْخُدْرِيِّ)' قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ' ثُمَّ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ' وَبِحَمْدِكَ' وَتَبَارَكَ

(۲۵۴)۱۷۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ جب رات کے وقت اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ'

اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ۔ ثُمَّ يَقُوْلُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، ثَلَاثًا، ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا، ثَلَاثًا، أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، مِنْ هَمْزِهِ، وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ ثُمَّ يَقْرَأُ))۔

رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ مِنْ جِهَةِ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، وَقَدْ احْتَجَّ بِهِ مُسْلِمٌ [كَثِيْرًا] (عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ) وَوَثَّقَهُ وَكِيْعٌ، وَيَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ، وَأَبُوْزُرْعَةَ، وَقَدْ أُعِلَّ الْحَدِيْثُ۔

وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ" پڑھتے، پھر تین مرتبہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کہتے، پھر تین مرتبہ "اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا" کہتے پھر یہ کلمات پڑھتے: "أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهِ، وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ" "الٰہی تو ہر عیب اور نقص سے پاک ہے سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں بابرکت ہے تیرا نام اور بلند ہے تیری شان اور تیرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔ (۲) میں اللہ سننے والے جاننے والے کے حضور پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے اس کے وسوسوں اس کی کبر ونخوت اور اس کے جادو سے۔" پھر آپ قرأت کرتے۔ ابوداؤد نے جعفر بن سلیمان کے حوالے سے روایت کیا، مسلم نے علی بن علی کے حوالے سے اس حدیث کے ذریعے استدلال پکڑا ہے، وکیع اور یحیی بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا اور ابوزرعہ نے بھی اس کو ثقہ کہا ہے اور کبھی یہ حدیث معلول ہوتی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۳/ ۵۰، ابوداؤد: ۷۷۵، ترمذی ۲۴۲، نسائی: ۲/ ۱۳۲، ابن ماجہ: ۸۰۴۔ حدیث کی سند حسن ہے اور اس کے شواہد حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور عمر بن الخطاب سے ثابت ہیں۔

**فوائد:** (۱) نماز میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں دعا نہ ہو یا کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں نمازی خاموش رہتا ہو سوائے اس کے کہ امام کے پیچھے ہو تو سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے بعد قرأت خاموشی سے سنے گا۔ سجدے اور رکوع میں بھی دعائیں ہیں ان کو پڑھنا چاہیے۔

(۲) تکبیر اولیٰ یا تکبیر تحریمہ سے قرأت تک نمازی "اللهم باعد بيني" الخ یا "سبحانك الله اللهم وبحمدك......" الخ پڑھے گا اسی طرح "لا اله الا الله" تین بار، "الله اكبر كبيراً" تین بار پھر "اعوذ بالله السميع العليم ......" الخ پڑھے گا بعد میں قرأت کرے گا۔ آخری دو دعائیں رات کی نماز میں زیادہ کرتے تھے "اللهم باعد بيني......" الخ اور "سبحانك اللهم......" الخ یہ سبھی نمازوں میں آنحضرت ﷺ پڑھا کرتے تھے۔

(۳) مذکورہ دعاؤں میں رب لاشریک کی حمد و تقدیس ہے ابن آدم کی خطاؤں کی دھلائی کی التجا ہے یا شیطان لعین سے اللہ کی معاونت کا تذکرہ ہے۔

(۴) احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نمازی کا تکبیر تحریمہ کے فوراً بعد "الحمد لله" شروع کر دینا یا امام کا تکبیر تحریمہ کے فوراً بعد

قراءت شروع کر دینا ناپسندیدہ عمل ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ذرا اتنا توقف ہو کہ امام بھی افتتاحیہ دعا پڑھ سکے اور اس کے مقتدی بھی تا کہ رب رفیع کی ثنا کے ساتھ ساتھ اپنے کچھ گناہوں کو معاف کروا سکیں۔

(۲۵۵)۱۸۔ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه يَبْلُغَ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ [قَالَ]: ((لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ))۔
لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۲۵۵)۱۸۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے یہ بات لوگوں تک پہنچایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اس کی نماز قبول نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔'' متفق علیہ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۵۶، مسلم: ۳۹۴۔

**فوائد:** (۱) سورۃ الفاتحہ نماز میں پڑھنا فرض ہے۔ امام ہو یا ماموم دونوں کے لیے پڑھنی یکساں ضروری ہے۔
(۲) فرائض نماز میں سے کوئی فرض اگر رہ جائے یا جان بوجھ کر چھوڑ دیا جائے تو نماز نہیں ہوتی۔
(۳) کسی فرض کا تارک کامل ایمان کا حامل نہیں ہو سکتا۔
(۴) ''فاتحۃ الکتاب'' یہ نام ہے قرآن کی پہلی سورت کا۔ اس کا معنی ہے ایسی سورت جو قرآن حمید کی چابی ہے۔ قرأت کے حوالہ سے بھی اور مصحف اطہر کو کھولنے کے حوالہ سے یہ سورت پہلے پہلے سامنے آتی ہے۔ اس سے یہ بھی پتا چلا کہ ''فاتحۃ الکتاب'' یہ حدیث نبوی جو قرآن کی حقیقی تفسیر ہے اس کا رکھا ہوا نام ہے۔
(۵) نماز فرضی ہو یا نفلی دونوں قسم کی نماز بغیر سورۃ الفاتحہ کے نہیں ہوتی۔

(۲۵۶)۱۹۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

(۲۵۶)۱۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ''میں نے نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان ان کے ساتھ نماز پڑھی میں نے ان میں سے کسی ایک کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۹۹۔

(۲۵۷)۲۰۔ وَفِيْ رِوَايَةِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَيْهِ يُخْبِرُهُ عَنْ أَنَسٍ (بْنِ مَالِكٍ)، أَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ أَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِيْ آخِرِهَا۔

(۲۵۷)۲۰۔ اوزاعی کی روایت میں قتادہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ انہوں نے اس کی طرف خط لکھا، آپ اسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے اسے بتایا فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی وہ قرأت کا آغاز ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ''

أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

سے کیا کرتے تھے قرأت کے شروع یا آخر میں ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' نہیں کہا کرتے تھے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۳۹۹' بحواله اوزاعی۔

(۲۵۸)۲۱۔ وَعَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ' قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ' ثُمَّ قَرَأَبِأُمِّ الْقُرْآنِ حَتّٰى بَلَغَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ؛ فَقَالَ: آمِيْنَ؛ فَقَالَ النَّاسُ : آمِيْنَ۔ [وَكَانَ] يَقُوْلُ كُلَّمَا سَجَدَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ' فَإِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوْسِ (قَالَ): اَللّٰهُ أَكْبَرُ' وَيَقُوْلُ إِذَا سَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنِّيْ لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ أَخْرَجَهُ (الْحَافِظُ) أَبُوْ مُحَمَّدِ بْنُ الْجَارُوْدِ' وَالدَّارَ قُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ' وَذَكَرُوْا أَنَّ رُوَاتَهُ ثِقَاتٌ۔

(۲۵۸)۲۱۔ نعیم مجمر سے روایت ہے فرمایا: ''میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی اور پھر سورۃ فاتحہ پڑھی یہاں تک کہ آپ ''ولا الضالین'' تک پہنچے تو آپ نے آمین کہا لوگوں نے بھی آمین کہا' جب بھی آپ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے جب آپ بیٹھنے سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے' جب آپ سلام پھیرتے تو فرماتے: ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں تم میں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہت رکھتا ہوں۔'' اس کو حافظ ابو محمد بن جارود نے نکالا ہے اور دارقطنی اور بیہقی نے نکالا ہے اور انہوں نے ذکر کیا کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ النسائی: ۲/ ۱۳۴' ابن خزیمه: ۴۹۹' الدار قطنی: ۱/ ۳۰۵۔۳۰۶ کہتے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ البیهقی: ۲/ ۵۸' مستدرك حاکم: ۱/ ۲۳۲' حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے علامہ ذہبی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔

**فوائد:** (۱) ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' بالاتفاق ہر سورت کا حصہ ہے۔

(۲) نماز میں قراءت کے وقت ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے ابتداء کی جائے گی یعنی سورۃ الفاتحہ سے قبل اور ہر سورت سے قبل ''بسم اللہ'' پڑھی جائے گی۔

(۳) نماز میں ''بسم اللہ'' بلند آواز سے پڑھنے یا آہستہ آواز سے پڑھنے میں اختلاف ہے۔ محدثین کے نزدیک آہستہ آواز سے پڑھنا بہتر ہے جبکہ بلند آواز سے پڑھ لینا بھی جائز ہے۔ راجح بات بھی یہی ہے کہ ''بسم اللہ'' بلند آواز میں پڑھی جائے۔ احناف بلند آواز سے پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔

(۴) یہ جو مختلف روایات ہیں ان میں تعارض نہیں ہے۔ کوئی بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنے پر دال ہے تو کوئی آہستہ آواز سے پڑھنے پر۔

(۵) ام الکتاب یا فاتحہ الکتاب یہ سورۃ الفاتحہ کے نام ہیں''آمین'' امام وماموم دونوں کے لیے جائز ہے کہ وہ اونچی آواز سے کہیں۔

(۶) ہر خفض، رفع پر تکبیر ہے۔ تکبیر ایک سے دوسرے رکن میں داخل ہونے کی اطلاع دیتی ہے۔ امام کے لیے ضروری ہے کہ تکبیر کو واضح کر کے کہے تاکہ مقتدی وقت پر اس کی اقتداء کرسکیں۔

(۷) کسی قول وفعل کو مزید پختہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانا درست ہے۔

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صلوٰۃِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہر تھے اوران کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے اقرب تھی۔

(۹) تمام نفوس اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

(۲۵۹)۲۲۔ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((**كُنَّا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ** صلی اللہ علیہ وسلم [**فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَقَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ** صلی اللہ علیہ وسلم] **فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: ((لَعَلَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ؟))** قُلْنَا: نَعَمْ، هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: **((لَا تَفْعَلُوْا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا))**۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ (وَغَيْرُهُ)، وَفِيْ إِسْنَادِهِ ابْنُ إِسْحَاقَ فَمَنِ احْتَجَّ بِهِ فَهُوَ عِنْدَهُ صَحِيْحٌ۔

(۲۵۹)۲۲۔ حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز فجر ادا کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت شروع کی اور قرأت آپ پر بھاری ہونے لگی یعنی آپ کو قرآن پڑھتے ہوئے مشکل پیش آنے لگی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''شاید تم اپنے امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہو ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی یہ بات ٹھیک ہے آپ نے فرمایا: ''سورۃ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھا کرو کیونکہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی۔'' ابوداؤد اور دیگر محدثین نے اسے روایت کیا، اس کے سلسلہ سند میں ابن اسحاق ہے جو کہ صحیح اور اس کے ہاں قابل حجت ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۵/ ۳۱۶۔۳۲۲، ابوداوٗد: (۸۲۳) ترمذی: ۳۱۰، الدارقطنی: ۱/ ۳۱۸، ابن حبان: ۴۶۰، مستدرك حاكم: ۱/ ۲۳۸، البيهقى: ۲/ ۱۶۴۔

(۲۶۰)۲۳۔ وَلِمُسْلِمٍ (رِوَايَةٌ) فِيْ حَدِيْثٍ لِأَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ (طَوِيْلٍ): ((**وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا**)) يَعْنِي الْإِمَامَ۔

(۲۶۰)۲۳۔ مسلم شریف میں ابوموسیٰ اشعری کے حوالے سے مروی، طویل حدیث میں یہ الفاظ مذکور ہیں ''وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا'' اور جب وہ قرأت کرتا ہے تو تم خاموش ہو جاؤ، یعنی امام۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۰۴۔

**فوائد:** (۱) امام کے پیچھے صرف سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(۲) مقتدیوں کی بے توجہی اور گنگناہٹ امام کی قرأت کو متاثر کرتی ہے۔ لہٰذا متانت و سنجیدگی سے اور جہاں پیچھے پڑھنے کا موقع ہو وہاں پڑھنا چاہیے ورنہ خاموشی سے قرأت سنی چاہیے قرأت میں بھول یا ثقالت مقتدیوں کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔

(۳) امام نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں سے شرعی کلام کر سکتا ہے دنیاوی معاملات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نماز کے بعد وظائف و اذکار سنت ہیں۔

(۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکثریت سے امام الانبیاء علیہ السلام کے پیچھے نمازیں ادا کرتے تھے۔

(۵) سورۂ فاتحہ کے علاوہ قرأت پر خاموش رہنا امام کے پیچھے فرض ہے۔

(٢٦١) ٢٤ـ وَعَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِي شَيْئًا يُجْزِئُنِي عَنِ الْقُرْآنِ، قَالَ: ((قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ))۔ (اَلْحَدِيْثُ) أَخْرَجَهُ ابْنُ الْجَارُوْدِ فِي ((الْمُنْتَقٰى))۔

(۲۶۱) ۲۴۔ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دیجیے جو میرے لیے قرآن کی جگہ کفایت کر جائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ" کہہ لیا کرو۔"

ابن جارود نے اس روایت کو المنتقی میں نقل کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۳۵۳' ابوداؤد: ۸۳۲' نسائی: ۲/ ۱۴۳' ابن حبان: ۴۷۳' الدارقطنی: ۱/ ۳۱۳۔ ۳۱۴' مستدرك حاكم: ۱/ ۲۴۱' ترمذی: ۳۰۱۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو امام بخاری کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور حدیث میں "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" کا اضافہ بھی کیا ہے۔

**فوائد:** (۱) قرآن نہ پڑھنے والا ان پڑھ آدمی "سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر" یہ کلمات پڑھ لے تو قرآن سے کفایت کر جاتے ہیں۔

(۲) ان پڑھ آدمی کو کچھ نہ کچھ سیکھ لینا چاہیے۔ سیکھنے کا مطالبہ انسان اپنے استاد سے کر سکتا ہے شرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(٢٦٢) ٢٥ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، فَقُوْلُوْا: آمِيْنَ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))۔

(۲۶۲) ۲۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب امام "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ" کہے تو تم "آمین" کہو اس لیے کہ جب نمازی کا آمین کہنا فرشتوں کی آمین کہنے سے مل جاتا ہے تو اس کے پہلے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

**تحقیق و تخریج:** موطاء امام مالك: ۴۸' بخاری: ۷۸۲' ۴۴۷۵۔

(٢٦٣)٢٦۔ وَفِیْ رِوَایَۃِ أَبِیْ صَالِحٍ، (عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ): ((إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا))، وَکِلَاهُمَا عِنْدَ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ،

(۲۶۳)۲۶۔ حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے، ابوصالح کی روایت میں ہے جب امام ''آمین'' کہے تو تم بھی آمین کہو۔ یہ دونوں روایات امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** رواہ مالك: ۴۷، بخاری: ۷۸۰، ۶۴۰۲، مسلم: ۴۱۰۔

**فوائد:** (۱) امام جب ''غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'' کہے تو آمین کہنا ضروری ہے۔

(۲) فرشتے بھی امام کے مذکورہ الفاظ سننے کے بعد آمین کہتے ہیں۔

(۳) امام جب امین کہہ چکے تو پھر امین کہنی ہے۔ امام سے سبقت لے جانا شرعاً غیر درست ہے اور اسی طرح امام کی آواز کے ساتھ ملا کر آمین کہنا اس سے حتی الامکان بچنا چاہیے۔

(۴) جہاں خاکی مخلوق صف در صف مصروف عبادت ہوتی ہے وہاں نورانی مخلوق بھی اس کے ساتھ صفوں میں پیش پیش ہوتی ہے۔ فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافقت ہو جائے تو پہلے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۵) فرشتوں کی زبان عربی ہے اور دیگر زبانوں پر بھی دسترس رکھتے ہیں۔

(٢٦٤)٢٧۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِیْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْأُوْلَیَیْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ وَسُوْرَتَیْنِ، یُطَوِّلُ فِی الْأُوْلٰی وَیُقَصِّرُ فِی الثَّانِیَةِ، وَیُسْمِعُ الْآیَةَ أَحْیَانًا، وَکَانَ یَقْرَأُ فِیْ [صَلَاةِ] الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ وَسُوْرَتَیْنِ، وَکَانَ یُطَوِّلُ فِی [الرَّکْعَةِ] الْأُوْلٰی مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَیُقَصِّرُ فِی الثَّانِیَةِ)) لَفْظُ رِوَایَةِ الْبُخَارِیِّ

(۲۶۴)۲۷۔ عبداللہ بن ابی قتادہ، اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے پہلی رکعت کو قدرے لمبا کرتے اور دوسری رکعت کو اس سے چھوٹا کرتے اور کبھی کوئی آیت سناتے بھی تھے، اور آپ عصر کی نماز میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے، صبح کی پہلی رکعت لمبی کرتے اور دوسری چھوٹی کرتے تھے۔''
بحوالہ بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۵۹، ۷۶۲، ۷۷۶، ۷۷۸، ۷۷۹، مسلم: ۴۵۱۔

**فوائد:** (۱) ظہر کی پہلی دو رکعتیں لمبی ہوتی ہیں جن میں سورۃ فاتحہ اور دو طویل سورتیں قراءت کی جاتی ہیں لیکن ان دونوں میں سے دوسری پہلی کی نسبت چھوٹی ہوتی ہے۔

(۲) نماز عصر میں بھی سورہ فاتحہ اور دو سورتیں تلاوت کی جاتی ہیں۔

(۳) فجر کی نماز لمبی ہوتی ہے۔ پہلی رکعت زیادہ لمبی اور دوسری بقدر قراءت کے لحاظ سے کم ہوتی ہے۔

(۴) ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر یہ سبھی نمازوں کے نام اسلامی ہیں قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔

(۵) فرض نماز جو سری (جس میں قراءت باآواز نہ ہو) ہو اس میں بعض دفعہ کوئی قرآنی آیت تھوڑی سی آواز کے ساتھ پڑھ لی

جائے تو کوئی حرج نہیں۔ یہ مقتدیوں کے باور کروانے اور تربیت کے لحاظ سے درست ہوتا ہے تاکہ عام آدمی بھی جان لے کہ ظہر عصر کی نمازوں میں بھی قرآن کی لمبی سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔

(٢٦٥)٢٨۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: ((وَيَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ))۔

(٢٦٥)٢٨۔ مسلم کی روایت میں ہے ''آپ ﷺ دوسری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۵۱۔

**فوائد:** (۱) چار رکعت والی نماز کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اسی طرح مغرب کی تیسری رکعت میں بھی فاتحہ پڑھی جاتی ہے کوئی سورت پڑھ لی جائے تو گناہ نہیں ہے۔

(٢٦٦)٢٩۔ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ (الْخُدْرِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ ثَلَاثِيْنَ آيَةً وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً أَوْ قَالَ نِصْفَ ذٰلِكَ۔ وَفِي الْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ نِصْفِ ذٰلِكَ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(٢٦٦)٢٩۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''نبی کریم ﷺ نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں تیس آیات کے اندازے کے مطابق قرأت کرتے اور آخری دو رکعتوں میں پندرہ آیات کے اندازے کے مطابق قرأت کرتے یا آپ نے نصف کے الفاظ ارشاد فرمائے اور عصر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر ایک آیت میں پندرہ آیات کے اندازے کے مطابق اور دوسری دو رکعتوں میں اس سے نصف آیات کے اندازے کے مطابق قرأت کرتے۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۵۲۔

**فوائد:** (۱) ظہر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اندازاً تیس تیس آیات تلاوت کرنی چاہئیں جبکہ باقی دو میں سے ہر ایک میں پندرہ آیات کے اندازے کے مطابق قراءت کرنی چاہیے یا اس سے نصف تلاوت کرنی چاہیے۔

(۲) عصر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں پندرہ پندرہ آیات کا انداز رکھنا چاہیے۔ جبکہ آخری دو رکعتوں میں سات سات یا آٹھ آٹھ آیات تلاوت کرنی چاہئیں۔

(۳) اس حدیث سے ہمیں یہ پتا چلا کہ نمازوں میں قراءت اندازے کے ساتھ اور گنی چنی آیات کے ساتھ ہوتی ہے یہ اکثر ہونا چاہیے بحالت دیگر موقع محل کے مطابق نماز کو بالکل مختصر بھی کیا جاسکتا ہے۔

(۴) عصر ظہر عشاء یا دیگر نمازوں کی فرضی یا نفلی رکعات حدیث سے ثابت ہیں امام ہاشمی علیہ السلام نے پڑھ کے دکھائیں اور ان کی تربیت بھی دی رکعات کا یہ انتخاب قرآن میں نہیں ملتا۔ قرآن بعض مجمل احکام کا حامل ہے جبکہ تفسیر نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے۔

(٢٦٧) ٣٠۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ فُلَانٍ قَالَ سُلَيْمَانُ، هُوَ ابْنُ يَسَارٍ، كَانَ يُطِيْلُ الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ، وَيُخَفِّفُ الْأُخْرَيَيْنِ، وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ، وَيَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ، وَيَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِوَسْطِ الْمُفَصَّلِ، وَيَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ))۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ۔

(٢٦٧) ٣٠۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ''میں نے کسی کے پیچھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہت رکھنے والی نماز فلاں شخص، سلیمان بن یسار سے بڑھ کر نہیں پڑھی، وہ ظہر کی پہلی دو رکعتیں لمبی کرتے تھے اور دوسری دو رکعتیں ہلکی کرتے، عصر کی نماز ہلکی پڑھتے، مغرب میں قصار مفصل (بینہ سے والناس تک) سورتوں کی تلاوت کرتے، عشاء میں وسط مفصل (بروج سے بینہ تک) اور صبح کی نماز میں طوال مفصل سورتیں پڑھتے۔'' نسائی

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔نسائی: ٢/ ١٦٧، ابن خزیمہ: ٥٢٠، ابن ماجہ: ٨٢٧۔ طوال مفصل سورہ حجرات تا سورہ بروج کو طوال مفصل کہا جاتا ہے۔ اوساط مفصل سورہ بروج تا سورہ البینہ، قصار مفصل سورہ البینۃ تا سورہ والناس۔

**فوائد:** (١) قرآن پاک کی سورتوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔(١) طوال مفصل (٢) اوساط مفصل (٣) قصار مفصل

(٢) نمازِ مغرب میں قصار مفصل سورتوں کی قراءت کرنی چاہیے اور عشاء میں اوساط مفصل اور صبح کی نماز میں طوال مفصل کی قرأت کرنی چاہیے۔

(٣) اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے جو کہ طریقہ نمازِ رسول اکرم ﷺ کے موافق جماعت کرائے اور ہر امام کو ایسی ہی نماز پڑھانی چاہیے جو کہ نمازِ رسول اکرم ﷺ سے مشابہت تامہ رکھتی ہو۔

(٤) اچھی نماز پڑھانا عمدہ عمل ہے۔اچھی امامت کرانے والے کی تعریف کرنا جائز ہے۔

(٢٦٨) ٣١۔ وَثَبَتَ فِي الصَّحِيْحِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ وَالطُّوْرِ۔

(٢٦٨) ٣١۔ صحیح بخاری میں یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورہ والمرسلات اور سورہ والطور پڑھی۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ٧٦٣، ٤٤٢٩، ٧٦٥، مسلم: ٤٦٢، ٤٦٣۔

**فوائد:** (١) نمازِ مغرب میں امام تھوڑی سی لمبی قراءت کر بیٹھے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب میں والمرسلات، والطور سورتوں کی قراءت فرمائی۔

(٢٦٩) ٣٢۔ وَعَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ (بْنِ سَعْدٍ)، قَالَ: اجْتَمَعَ أَبُوْ حُمَيْدٍ، وَأَبُوْ أُسَيْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَذَكَرُوْا صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ: ((أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ

(٢٦٩) ٣٢۔ عباس بن سہل بن سعد سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ابوحمید، ابواسید، سہل بن سعد، اور محمد بن مسلمہ اکٹھے بیٹھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا، ابوحمید نے کہا میں تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ [إِذَا] رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، كَأَنَّهٗ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ

نماز کو جانتا ہوں' رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے گویا کہ ان پر قبضہ کیے ہوئے ہیں اور اپنے دونوں بازوں میں فاصلہ رکھتے انہیں اپنے دونوں پہلوؤں سے قدرے ہٹا کر رکھتے۔'' ترمذی اور امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ الترمذی: ۲۶۰' ابو داؤد: ۷۳۴' بخاری: ۸۲۸۔

**فوائد:** (۱) صحیح نبوی نماز کا پریکٹیکل کر کے دکھانا شرعاً درست ہے۔

(۲) جہاں تربیت مقصد ہو یا یہ معلوم ہو کہ اس مجلس میں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تو وہ بغیر تکبر کی نیت کے کہہ سکتا ہے کہ میں اس معاملہ میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

(۳) صحابہ کرام ﷺ کی طرح اسلامی مسائل کے بارہ میں بیٹھ کر بات چیت کرنا اصلاحی عمل ہے۔

(۴) نماز میں رکوع کے وقت ہاتھ گھٹنوں پر ہوں اور ہاتھوں کو ان پر مضبوطی سے گرفت حاصل ہو۔

(۵) رکوع کے وقت بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنا چاہیے اور گھٹنوں کو ہاتھوں سے تھام کر رکھنا چاہیے اور اکڑا کر رکھنے چاہئیں اور ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر رکھنی چاہئیں۔

(۲۷۰)۳۳۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ السِّتَارَةَ، وَالنَّاسُ صُفُوْفٌ خَلْفَ أَبِيْ بَكْرٍ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ، أَوْ تُرٰى لَهٗ، أَلَا وَإِنِّيْ نُهِيْتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا، فَأَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ، وَأَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ))۔

[أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۲۷۰)۳۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس ﷠ نے فرمایا: ''نبی کریم ﷺ نے پردہ ہٹایا اور لوگ حضرت ابوبکر ﷜ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگو! نبوت کی مبشرات میں سے نیک خواب کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا جسے مسلمان دیکھتا ہے' یا دکھایا جاتا ہے اس کے لیے' خبردار مجھے منع کر دیا گیا کہ میں رکوع کرتے ہوئے یا سجدہ کرتے ہوئے قرآن مجید پڑھوں' رہا رکوع تو اس میں رب تعالیٰ کی عظمت بیان کرو' رہا' سجدہ تو اس میں خوب دعا کیا کرو یہ لائق ہے کہ تمہاری دعا قبول کر لی جائے۔'' صحیح مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۷۹' باب النهی عن قراة القرآن فی الرکوع والسجود' ج ۲/ ۴۸۔

**فوائد:** (۱) رکوع و سجود میں قرأت کرنا حرام ہے۔ رکوع میں تو رب کی عظمت بیان کی جاتی ہے اور سجدے میں دعا مانگی جاتی ہے اور دعا مانگنے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ یہ حالت دعا کی قبولیت کے لیے بھی مفید ہے اور قربتِ الٰہی کا بھی ذریعہ ہے۔

(۲) نیک خواب نبوت کا حصہ ہوتے ہیں اور ان کا تعلق ایک مسلمان کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے کیونکہ نبوت جیسا پاکیزہ منصب مسلمانوں کے حق میں آیا ہے۔ غیر مسلم اس نعمت سے محروم ہیں۔

(۳) لیکن خواب ایک طرح کی بشارت تنبیہ وعید یا عطا ہوتا ہے۔

(۴) نبوت انبیاء پر ختم ہے اور اس سلسلہ کی آخری قسط ہماری نبی پر ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد کوئی نبوت کا سوال اللہ سے کرے بھی تو نہیں مل سکتی۔

(۵) کسی نبی علیہ السلام کی موجودگی میں اس کا امتی امامت نہیں کرواسکتا ہاں جب کوئی نبی خود اجازت دے وہ امامت کرواسکتا ہے۔ جسے نبی اپنی موجودگی میں اجازت دے وہ بہت خوش نصیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت عظمیٰ حاصل ہوئی۔

(۶) امام مسجد کی رہائش مسجد سے متصل بنائی جاسکتی ہے اور مکان میں مسجد کی طرف کھڑکی بھی رکھی جاسکتی ہے۔ اللہ کے گھر میں جھانکنا گناہ نہیں ہے لیکن ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے گھر جھانکنا گناہ ہے۔ اسی طرح کھڑکی یا دروازے کے آگے پردہ لٹکانا شرعاً درست ہے۔

(۷) لوگ صفوں میں کھڑے جماعت کی تیاری میں ہوں تو امام پھر بھی ان کو وعظ کرسکتا ہے۔ اصل امام کی نیابت اسلام میں درست ہے قائم مقام امام مسجد میں ہونا چاہیے۔

(۲۷۱)۳٤۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهِ وَسُجُوْدِهِ: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ [رَبَّنَا] وَبِحَمْدِكَ' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ)) يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ۔
لَفْظُ مُسْلِمٍ' وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۲۷۱)۳۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں اکثر یہ کہا کرتے تھے ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ'' الٰہی تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ الٰہی مجھے بخش دے۔ آپ قرآن مجید کی تفسیر بیان کیا کرتے تھے' مسلم اور یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۹۴' ۸۱۷' مسلم: ۴۸۴۔ ''ذکر مسلم فی باب ما یقال فی الرکوع والسجود'' ج ۲/ ۴۹۔ وذکرہ البخاری فی ''باب الدعاء فی الرکوع'' ج ۱/ ۹۵۔

**فوائد:** (۱) رکوع وسجود میں ''سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی'' یہ دعا بھی پڑھنی جائز ہے۔ اور اکثر پڑھنی چاہیے۔

(۲۷۲)۳۵۔ وَعَنْ ثَابِتٍ' قَالَ: كَانَ أَنَسُ (بْنُ مَالِكٍ) يَنْعَتُ لَنَا صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: ((فَكَانَ يُصَلِّيْ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ، حَتّٰى

(۲۷۲)۳۵۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: حضرت انس بن مالک ہمیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا وصف بیان کرتے تھے: ''جب آپ نماز پڑھتے تو اپنا سر

نَقُوْلَ قَدْنَسِيَ))۔
أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

رکوع سے اٹھاتے تو اتنا قیام کرتے کہ ہم کہتے کہ شاید آپ بھول گئے ہیں۔'' بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۸۰۰۔ ۸۲۱، مسلم: ۴۷۲۔

**فوائد:** (۱) جب نمازی تسلی سے قبلہ سمت کھڑا ہو جائے تو پھر ''اللہ اکبر'' کہنا چاہیے رکوع کرتے وقت بھی ''اللہ اکبر'' کہنا چاہیے۔ رکوع سے سر اٹھاتے وقت ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہنا چاہیے اور جب صحیح سیدھا کھڑا ہو جائے تو پھر نمازی کہے ''ربنا لك الحمد''۔

(۲) ربنا لك الحمد بھی درست ہے اور ربنا ولك الحمد بھی جائز ہے۔

(۲۷۳) ٣٦۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُوْلُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ، ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ))۔
(أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ)، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ: ((وَلَكَ [الْحَمْدُ]))

(۲۷۳)۳۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے، پھر اللہ اکبر کہتے جب آپ رکوع کرتے پھر آپ ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ'' جب اپنی پیٹھ رکوع سے اٹھاتے پھر آپ کھڑے ہو کر کہتے ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ'' بخاری
بعض نے روایت کیا کہ آپ ''وَلَكَ الْحَمْدُ'' کہتے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۸۹، مسلم: ۳۹۲۔

**فوائد:** (۱) رکوع کے بعد کافی دیر کھڑا رہنا کوئی معیوب بات نہیں یہ سنت ہے۔ ہماری نمازیں اکثر طمانیت سے خالی ہیں عموماً رکوع کے بعد اور دو سجدوں کے درمیان نہ کھڑے ہونے کی فرصت ملتی ہے اور نہ بیٹھنے کی بلکہ یہ بھی کہا جائے کہ ان دونوں موقعوں پر دعا نہیں پڑھی جاتی تو یہ کہنا بعید نہیں کیونکہ اکثر نمازی دعائیں پڑھنے کا موقعہ نہیں پاتے۔

(۲) نبی ﷺ کی نماز کو پڑھ کر یا عمل میں لا کر بتانا درست ہے۔

(۳) ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں ہر قدم پر اطمینان کا سبق دیا ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب رکوع کے بعد کھڑے ہوتے تو اتنا کھڑے ہوتے کہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے کہ آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔

(۴) بھول جانا کوئی بعید بات نہیں ہے عام آدمی سے ہٹ کر ایک نبی بھی بھول سکتا ہے جیسا کہ صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی بھی بھول سکتا ہے۔

(۲۷٤)٣٧۔ [فِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ] أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ

(۲۷۴)۳۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ابوصالح کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امام ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ'' کہتا ہے تو تم

الْحَمْدُ، فَإِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ))۔

لِفَظُ [رِوَايَةِ] الْبُخَارِيِّ [فِيهَا]، وَفِي رِوَايَةِ غَيْرِهٖ ((وَلَكَ))۔

"اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہو اس لیے کہ جب اس کی یہ بات فرشتوں کی بات کے ساتھ مطابقت کر جاتی ہے تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔" بخاری شریف اور بخاری کے علاوہ بھی "ولك الحمد" کے الفاظ مذکور ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۹۶، ۳۲۲۸، مسلم: ۴۰۹۔ بخاری شریف حدیث نمبر ۷۹۵ میں سعید مقبری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ولك الحمد کے الفاظ کا ذکر کرتے ہیں۔

**فوائد:** (۱) امام کی اقتداء فرض ہے جب وہ "سمع الله لمن حمده" کہہ لے تو پھر مقتدی کو سر اٹھانا چاہیے اور "اللهم ربنا لك الحمد" پڑھنا چاہیے۔

(۲) فرشتے بھی دعائیں پڑھتے ہیں جب نمازی کی دعا فرشتوں کی صدا سے جا ملتی ہے تو پہلے کیے ہوئے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۲۷۵)۳۸۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ (الْخُدْرِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ [اَللّٰهُمَّ] لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ))۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۲۷۵)۳۸۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ کہتے: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ [اَللّٰهُمَّ] لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔" "الٰہی ہمارے رب! تیرے لیے اتنی تعریف ہے جس سے آسمان اور زمین بھر جائیں اور اس کے بعد ہر وہ چیز بھر جائے جسے تو چاہے اے تعریف اور بزرگی کے مالک تو اس کا زیادہ مستحق ہے جو کچھ بندے نے کہا اور ہم سب تیرے بندے ہیں، الٰہی! جو کچھ تو عطا کر دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو نہ دے اسے کوئی دینے والا نہیں کسی بزرگی والے کو اس کی بزرگی تیری پکڑ کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔" مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۷۷۔

**فوائد:** (۱) رکوع کے بعد کھڑے ہوتے وقت اس حدیث میں مذکور دعا جو ہے یہ پڑھنی مسنون ہے۔

(۲) اس سے یہ علم ہوا کہ فوراً رکوع کے بعد اٹھتے ہی سجدے میں چلا جانا خلاف سنت عمل ہے اور عبادت میں نقص کی علامت ہے۔ آج کل کی عبادات میں اطمینان مفقود ہے۔

(۲۷۶) ۳۹۔ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، فَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ))۔

لِفْظُ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ، وَيُقَالُ: لَا يُعْرَفُ إِلَّا عَنْ شَرِيكٍ۔

(۲۷۶) ۳۹۔ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ سجدہ کرتے تو گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے جب آپ اٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے زمین سے اٹھاتے۔''

یہ ترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث شریک بن عبداللہ النخعی سے مروی ہے''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے۔ ابو داوٗد: ۸۳۷، الترمذی: ۲۶۸، امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ النسائی: ۲/ ۲۰۶۔۲۰۷، ابن ماجه: ۸۸۲، الدار قطنی: ۱/ ۳۴۵، الحاکم: ۱/ ۲۲۶۔ حاکم نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے امام ذھبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ لیکن اس میں نظر ہے کیونکہ اس کے سلسلہ سند میں شریک بن عبداللہ النخعی مذکور ہے یہ سچا ہے لیکن غلطیاں بہت کرتا ہے، جیسا کہ صاحب تقریب نے اس کے بارے میں بیان کیا ہے۔ مسلم نے اس سے حجت نہیں پکڑی دیگر محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے دار قطنی نے کہا ہے کہ شریک قوی راوی نہیں ہے۔

(۲۷۷) ۴۰۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ، وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوٗدَ، وَاحْتَجَّ بِهِ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ۔

(۲۷۷) ۴۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی تم میں سے سجدہ کرے تو اس طرح نہ بیٹھے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے اسے چاہیے کہ گھٹنوں سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔'' ابو داوٗد بعض اہل حدیث نے اس سے دلیل پکڑی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۳۸۱، ابو داوٗد: ۸۴۰، النسائی: ۲/ ۲۰۷، الترمذی: ۲۶۹۔

**فوائد:** (۱) صحیح سنت عمل یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھ کو گھٹنوں سے پہلے رکھا جائے اس کے برعکس پہلے گھٹنوں کو رکھنا بعد میں ہاتھ رکھنے غیر صحیح طریقہ ہے جس کی بنیاد ایک ضعیف روایت پر ہے۔ احکامات میں ضعیف روایت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) سجدہ کی حالت اس طرح نہیں ہونی چاہیے جس طرح ایک اونٹ کے بیٹھنے کی ہوتی ہے مراد دونوں ہاتھوں سے قبل گھٹنوں کو زمین پر رکھ دیا جائے یہ حالت خلاف سنت ہے بچنا چاہیے۔

(۲۷۸) ٤١ ـ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعٍ، وَلَا أَكْفِتِ الشَّعْرَ وَلَا الثِّيَابَ: اَلْجَبْهَةِ، وَالْأَنْفِ، وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَالْقَدَمَيْنِ))۔
لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۲۷۸)۴۱۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، نہ ہی میں بال پکڑتا اور نہ ہی کپڑے پکڑتا ہوں اور وہ سات اعضاء یہ ہیں: پیشانی، ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں قدم۔''
لفظ مسلم اور یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۸۱۲، مسلم: ۴۹۰۔

**فوائد:** (۱) سات اعضائے جسمانی پر سجدہ کرنا ضروری ہے اگر ان میں سے کسی کو غفلت کی وجہ سے سجدہ میں شامل نہ کیا جائے تو سجدہ درست نہیں ہوتا بالفاظِ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ سجدہ سات اعضائے جسمانی کی یکبارسعی کا نام ہے۔ وہ ہیں (۱) پیشانی (۲) ناک (۳) دو ہاتھ (۴، ۵) دو گھٹنے (۶، ۷) دو قدم پیشانی میں ناک شامل ہے۔

(۲) صرف پیشانی کو زمین پر لگانا، ناک اٹھائے رکھنا یا سجدہ میں پیچھے سے پاؤں اٹھالینا یا ہاتھ اٹھالینا درست نہیں ہے۔

(۳) دورانِ نماز کپڑے سمیٹنا بال سنوارنا درست نہیں ہے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے بے جا حرکات، تصنع کی خارش، دائیں بائیں جسم کے جھکاؤ میں تسلسل اور اوپر نیچے آنکھوں کا گھمانا وغیرہ نماز کے سکون کے خلاف ہے۔

(۲۷۹) ٤٢ ـ وَعَنِ الْبَرَّاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((إِذَا سَجَدْتَّ فَضَعْ كَفَّيْكَ، وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ))۔

(۲۷۹)۴۲۔حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم سجدہ کرو تو اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھو اور اپنی کہنیوں کو اٹھا کر رکھو۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۴۹۴۔

(۲۸۰) ٤٣ ـ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلّٰى فَرَّجَ [بَيْنَ] يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ))۔
أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

(۲۸۰)۴۳۔عبداللہ بن مالک بن بحینہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو سجدہ کرتے وقت اپنے دونوں بازوؤں کے درمیان کشادگی کرتے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگتی۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۸۰۷، مسلم: ۴۹۵۔

**فوائد:** (۱) سجدہ میں دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر اور کہنیوں کو اٹھا کر رکھنا چاہیے۔

(۲) سجدہ کرتے وقت ہاتھوں کو ذرا کھول کر رکھنا چاہیے تا کہ وہ پہلوؤں سے بقدرے دور رہیں۔ اس حالت میں بغلوں والے

حصے نمایاں بھی ہو جائیں تو خلاف شرع نہ ہوگا۔ لیکن نمازی کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ نماز باجماعت کی صورت میں اپنے ساتھ والے ساتھیوں کو کہنیوں سے تکلیف نہ دے اپنے جسم میں رکھے۔

(۳) نبی کریم ﷺ کی بغلیں سفید تھیں۔

(۲۸۱) ٤٤۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ (بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ): ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ، وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ))۔
أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

(۲۸۱) ۴۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھا کرتے تھے: ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ، وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ''
''الٰہی مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما' مجھے ہدایت دے مجھے معاف کر دے' مجھے رزق عطا کر۔'' ابوداود

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ ابوداود: ۸۵۰' الترمذی: ۲۸۴۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔ ابن ماجہ: ۸۹۸' الحاکم: ۱/ ۲۶۲' ۲۷۱۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے لیکن سند میں کامل ابوالعلاء کا نام آتا ہے جو صادق مخطی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں ''عافنی'' کی جگہ ''واجبرنی'' کے الفاظ مذکور ہیں۔

(۲۸۲) ٤٥۔ وَعِنْدَ التِّرْمَذِيِّ: ((وَاجْبُرْنِيْ)) بَدَلَ ((وَاهْدِنِيْ)) وَلَمْ يَقُلْ: ((وَعَافِنِيْ)) وَفِيْ إِسْنَادِهِمَا كَامِلُ أَبُو الْعَلَاءِ، وَعَنِ ابْنِ مَعِيْنٍ تَوْثِيْقُهُ۔

(۲۸۲) ۴۵۔ ترمذی کے نزدیک ''اهْدِنِيْ'' کی بجائے ''وَاجْبُرْنِيْ'' کے الفاظ ہیں ''وَعَافِنِيْ'' کے لفظ کا ذکر نہیں ہے مذکورہ دونوں سندوں میں کامل ابوالعلاء کا نام آتا ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کی توثیق بیان کی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ الترمذی: ۲۸۴۔

**فوائد:** (۱) دو سجدوں کے درمیان کی دعا بھی حدیث سے ثابت ہے اس کو اطمینان کے ساتھ پڑھے بغیر دوسرے سجدے میں نہیں جانا چاہیے۔

(۲) دو سجدوں کے درمیان کی دعا میں مختلف روایات کے الفاظ یکجا کیے ہوئے ہیں جو کہ صحیح ہیں ابو داود' ترمذی اور سنن الکبریٰ ان تینوں کی روایات کے مجموعہ سے سجدہ کی دعا ماخوذ ہے۔

(۲۸۳) ٤٦۔ وَعَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، قَالَ: جَآءَ نَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلّٰى بِنَا فِيْ مَسْجِدِنَا، فَقَالَ: إِنِّيْ لَأُصَلِّيْ بِكُمْ وَمَا أُرِيْدُ الصَّلَاةَ، وَلٰكِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ۔ قَالَ أَيُّوْبُ: فَقُلْتُ لِأَبِيْ قِلَابَةَ: وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَاتُهُ؟ قَالَ:

(۲۸۳) ۴۶۔ ابوقلابہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مالک بن حویرث ہماری مسجد میں آئے اور اس نے ہمیں ہماری مسجد میں نماز پڑھائی' اور فرمایا: ''میں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں حالانکہ میں نماز کا ارادہ نہیں رکھتا لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں دکھلاؤں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کیسے

مِثْلُ صَلَاةِ شَيْخِنَا هٰذَا' وَيَعْنِي عَمْرُوبْنَ سَلِمَةَ۔ قَالَ أَيُّوبُ: وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيرَ' وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ' ثُمَّ قَامَ۔
أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

نماز پڑھتے دیکھا؟ ایوب کہتے ہیں کہ میں نے ابوقلابہ سے کہا آپ ﷺ کی نماز کیسی تھی؟ فرمایا ہمارے اس شیخ کی نماز کے مانند یعنی عمرو بن سلمہ کی طرح' ایوب کہتے ہیں کہ یہ شیخ تکبیر پوری کہتے جب دوسرے سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تو بیٹھتے زمین پر آرام سے بیٹھنے کا سہارا لیتے' پھر کھڑے ہوتے۔'' بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۸۲۴۔

**فوائد:** (۱) نماز کی تصحیح کے لیے عملی تربیت منعقد کی جاسکتی ہیں اور ان کی ورکشاپ مراکز اکثر مساجد ہوتی ہیں۔

(۲) صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے جو نبی کریم ﷺ کی من وعن نماز کو جانتا ہو اور پریکٹیکل کرسکتا ہو اور آگے بتا بھی سکتا ہو۔

(۳) کوئی کسی کے پاس جائے جبکہ وہ عالم و امام بھی ہو تو میزبان کی مسجد میں جماعت کرواسکتا ہے اس میں موجودہ امام کی اجازت کا بھی عمل دخل ہوتا ہے۔

(۴) دوسرے سجدے کے بعد دوسری رکعت کے لیے اٹھنے کے لیے پہلے بیٹھنا چاہیے پھر دونوں ہاتھوں کو زمین پر لگا کر ان کے اعتماد پر اٹھنا چاہیے۔ اس تھوڑے سے بیٹھنے کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دوسری رکعت کے لیے سجدہ سے فوراً اٹھتے ہی سیدھا ہو جانا درمیان میں نہ بیٹھنا خلافِ سنت ہے اسی طرح گھٹنوں کو پکڑتے ہوئے اٹھنا بھی سنت کے خلاف ہے۔

(٢٨٤)٤٧۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: ((مَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا))۔
وَفِي إِسْنَادِهِ أَبُوْ جَعْفَرِ الرَّازِيُّ' وَقَدْ وَثَّقَهُ غَيْرُوَاحِدٍ' وَقَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ۔

(۲۸۴)۴۷۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز میں ہمیشہ دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ دنیا کو چھوڑ گئے۔'' اس روایت کی اسناد میں ابوجعفر الرازی مذکور ہے جس کی ایک سے زائد محدثین نے توثیق کی امام نسائی نے کہا کہ یہ قوی نہیں ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۳/ ۱۶۲' الدارقطنی: ۲/ ۳۹۔ ابوجعفر الرازی کا نام عیسیٰ ابن ابی عیسیٰ بات کا سچا لیکن کمزور حافظے والا تھا۔

**فوائد:** (۱) اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن قنوت کرنا سنت کے خلاف نہیں ہے۔ دیگر روایات میں آپ سے بارہا دفعہ قنوت ثابت ہے مصائب و تکالیف کے رفع اور طلبِ نصرت کے لیے یہ بہترین طریقہ دعا ہے۔ نہ منسوخ ہے نہ مؤکدہ ہے یہ رکوع کے

بعد ہوتی ہے امام ومقتدی ہاتھ اٹھاتے ہیں امام پڑھتا جاتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں۔

(۲۸۵)۴۸۔ وَعَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ، قَالَ: الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي الْوِتْرِ، وَفِي رِوَايَةٍ: فِي قُنُوتِ الْوِتْرِ: ((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّمَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُودَاوُدَ، وَهُوَ مِمَّا أَلْزَمَ الشَّيْخَانِ تَخْرِيجَهُ۔

(۲۸۵)۴۸۔ ابوالحوراء سے روایت حسن بن علی نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے چند کلمات سکھلائے میں یہ کلمات وتر میں پڑھا کرتا ہوں، ایک روایت میں "فی قنوت الوتر کے الفاظ مذکور ہیں اور وہ کلمات یہ ہیں۔ "اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّمَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ" الٰہی مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں میں شامل کر دے جنہیں تو نے ہدایت دی، اور مجھے عافیت دے کر ان میں شامل کردے جنہیں تو نے عافیت دی اور مجھے اپنا دوست بنا کر ان میں شامل کردے جنہیں تو نے دوست بنایا ہے جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے اس میں میرے لیے برکت ڈال دے اور مجھے اس شر سے بچالے جس کا تو نے فیصلہ صادر فرما دیا ہے، یقیناً تو ہی فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، اور جس کا تو والی بنا وہ کبھی ذلیل و خوار نہیں ہو سکتا، اے ہمارے پروردگار تو بابرکت اور بلند و بالا ہے۔ بحوالہ ابوداؤد ۔ اور یہ وہ حدیث ہے جس کی تخریج کا التزام بخاری اور مسلم نے کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۱/ ۱۹۹، ابوداؤد: ۱۴۲۵، الترمذی: ۴۶۴، النسائی: ۳/ ۲۴۸، ابن ماجه: ۱۱۷۸، مستدرك حاكم: ۳/ ۱۷۲، البيهقی: ۲/ ۲۰۹۔

**فوائد:** (۱) وتر کی دعا حدیث سے ثابت ہے اس کو پڑھنا چاہیے یہ بہت جامع دعا ہے۔ ہدایت عافیت دوستی برکت فیصلہ کے شر سے پناہ حاکمیت اعلیٰ کا نظریہ ذلت سے پناہ اور اللہ تعالیٰ کی رفعتِ شان اور بابرکتی وغیرہ کا تذکرہ اس دعا کی خوبی ہے۔ انسان اور اللہ سے متعلق تمام امور کی وضاحت اس میں موجود ہے۔

(۲) یہ دعا سبھی کو یاد کرنی چاہیے اگر نہیں آتی تو کسی سے یاد کر سکتے ہیں پڑھ سکتے ہیں۔ انسان کا جتنا کوئی عزیز ہو اتنی ہی اس کی

تربیت پر توجہ دینی چاہیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے نواسے تھے اس رشتہ کو مزید اسلامی تربیت نے مضبوط کر رکھا تھا۔

(٢٨٦)٤٩۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَعَدَ فِي الصَّلَاةِ جَعَلَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰى بَيْنَ فَخِذِهِ وَسَاقِهِ' وَفَرَشَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى' وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى' (وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى)' وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۲۸۶)۴۹۔عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنا بایاں پاؤں اپنی ران اور پنڈلی کے درمیان کر لیتے' اور اپنا دایاں پاؤں بچھا لیتے اپنا بایاں ہاتھ اپنے بائیں گھٹنے پر رکھتے اور دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر رکھتے اور اپنی سبابہ انگلی سے اشارہ کرتے۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۷۹۔

(٢٨٧)٥٠۔ وَفِيْ حَدِيْثٍ لِابْنِ عُمَرَ: ((وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى' بَاسِطًا عَلَيْهَا))۔

(۲۸۷)۵۰۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے ''آپ ﷺ اپنا بایاں ہاتھ اپنے بائیں گھٹنے پر پھیلا کر رکھتے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۸۰۔

**فوائد:** (۱) چارزانوں بیٹھ کر (یعنی آلتی پالتی مار کر) نماز پڑھنا درست ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب نمازی مریض ہو عام حالت کی بات نہیں ہے۔

(۲) جب چارزانوں پر نماز پڑھی جائے تو دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر ہی رکھا جائے اور ہاتھ پھیلا کر رکھے جائیں۔

(۳) نبی کریم ﷺ سے چارزانوں پر بیٹھ کر نماز پڑھنا ثابت ہے یہ انہوں نے اس وقت پڑھی جب آپ گھوڑے سے گرے تھے۔

(٢٨٨)٥١۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ: (وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى' وَعَقَدَ ثَلَاثًا وَخَمْسِيْنَ' وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ))۔

(۲۸۸)۵۱۔ ایک روایت میں ہے ''آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں گھٹنے پر رکھا اور ترپن کا ہندسہ بنایا' اور آپ ﷺ نے انگشتِ شہادت سے اشارہ کیا۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۸۰۔

(٢٨٩)٥٢۔ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ الزُّبَيْرِ' عِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ:((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُشِيْرُ بِإِصْبَعِهِ إِذَا دَعَا' وَلَا يُحَرِّكُهَا))۔

(۲۸۹م)۵۲۔ابوداؤد میں عبداللہ بن زبیر کی حدیث میں ہے ''نبی کریم ﷺ اپنی انگلی سے اس وقت اشارہ کرتے جب کوئی دعا مانگتے اور اسے مسلسل حرکت نہیں دیتے تھے۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۳' ابوداؤد: ۹۸۹' النسائی: ۳/ ۹۳' ابن خزیمہ:

۷۱۸' البیهقی: ۲/ ۱۳۲' مسلم: ۵۷۹۔

**فوائد:** (۱) جب نمازی تشہد بیٹھ جائے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ لے تو پھر تر پن (۵۳) کی گرہ داہنے ہاتھ پر لگا کر رکھی جائے وہ اس طرح ہے کہ تمام انگلیوں کو بند کر دیا جائے انگوٹھے کو ناخن کی طرف (کنارہ) سے شہادت کی انگلی کی جڑ پر رکھا جائے یا تمام انگلیاں بند کر لی جائیں اور انگشت شہادت کے ساتھ والی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنالیا جائے۔

(۲) انگلی کا اشارہ تشہد سے لے کر سلام پھیرنے تک جاری رکھنا چاہیے۔

(۳) اشارہ کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی انگلی کو حرکت دی جائے حرکات کی بہتات سے گریز کرنا چاہیے۔

(۴) اشارہ کے لیے شہادت کی انگلی کا انتخاب ضروری ہے اگر شہادت کی انگلی کٹی ہوئی ہو تو ساتھ والی انگلی سے اشارہ کیا جاسکتا ہے۔

(۵) اشارہ صرف ایک انگلی سے کیا جائے دو یا اس سے زیادہ انگلیوں سے اشارہ کرنا نبوی طریقہ کے خلاف ہے۔

(۲۹۰)۵۳۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ هُوَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا (إِذَا كُنَّا) مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهِ، السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((لَا تَقُوْلُوْا: السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ ﷺ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذٰلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ، أَوْ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ، فَيَدْعُو))۔

لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۲۹۰)۵۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ''جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے ''السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهِ'' کہتے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے کہ فلاں فلاں پر سلامتی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم ''السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ'' نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے بلکہ کہو ''اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ'' جب تم یہ کلمات کہو گے تو اس کے اثرات اس صالح بندے تک پہنچ جائیں گے خواہ وہ آسمان میں رہتا ہو یا وہ آسمان اور زمین کے درمیان'' پھر یہ کہتے أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ پھر اپنی کوئی بھی پسندیدہ دعا مانگے۔'' یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۸۳۱' ۸۳۵' ۱۲۰۲' ۶۲۳۰' ۷۳۸۱' مسلم: ۴۰۲۔

(۲۹۱) ۵٤۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، وَكَانَ يَقُوْلُ: اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ، الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ ﷺ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ))۔ اِنْفَرَدَ بِهِ مُسْلِمٌ۔

(۲۹۱) ۵۴۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد اس طرح سکھلاتے جس طرح ہمیں قرآن حکیم کی کوئی سورت سکھلاتے' آپ فرمایا کرتے تھے: ''اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ، الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ'' تمام تر بابرکت سلامیاں اور پاکیزہ نمازیں اللہ کے لیے اے نبی اللہ کی سلامتی' برکت اور رحمت ہو آپ پر ہم پر اور اس کے صالح بندوں پر' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔یہ الفاظ صرف مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۰۳۔

**فوائد:** (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے سلام کی محتاج نہیں ہے اور نہ ہی اللہ پر سلام بھیجنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے۔ اس پر سلام بھیجنا منع ہے۔

(۲) ایک اچھے امام کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کے ہر لفظ ہر دعا پر توجہ رکھتا ہے اگر قابلِ اصلاح بات ہو تو فوراً ان کی راہنمائی کرتا ہے۔

(۳) تشہد کی دعا میں رب جلیل کی ہر طرح کی تعریف ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات مطہرہ پر درود بھیجنے اور اپنی ذات اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی کا مطالبہ بھی موجود ہے۔یعنی تشہد ثناء و التجاء کا مخزن ہے۔اس طرح اللہ کی توحید' محمد ﷺ کی رسالت و عبودیت کا اقرار بھی اس میں موجود ہے۔

(۴) تشہد کے بعد ہر طرح کی دعا مانگی جاسکتی ہے افضل یہ ہے کہ مسنون دعائیں پڑھی جائیں۔ نمازی اپنی ذاتی التجا و درخواست کو بھی پیش کرسکتا ہے۔

(۵) تشہد کی دعا کا خصوصی اہتمام اس طرح ہونا چاہیے کہ استاد کثرت سے طلباء کو یہ دعا سکھائے حدیث کے لفظوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تشہد کی دعا کا سیکھنا نہایت ضروری ہے جیسے قرآن کو یاد کروانا ضروری ہے ایسے ہی اس کو بھی اسی طرح وقت دیا جانا چاہیے۔

(۲۹۲)۵۵۔ وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا يَدْعُوفِي صَلَاتِهِ (فَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ) فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عَجِلَ هٰذَا ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ وَلِغَيْرِهِ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ لِيَدْعُ بَعْدُ بِمَا شَآءَ))۔

أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو اپنی نماز میں دعا مانگتے ہوئے سنا اس نے نبی کریم ﷺ پر درود نہیں بھیجا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص نے جلد بازی کی۔'' پھر آپ نے اسے بلایا' اسے اور دوسروں کو یہ بات بتائی' کہ جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے پھر نبی علیہ السلام پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا مانگے۔'' امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۶/ ۱۸' ابوداوٗد: ۱۴۸۱' النسائی: ۳/ ۴۴' ترمذی: ۳۴۷۷۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن حبان: ۵۱۰' مستدرك حاكم: ۱/ ۲۳۰۔ حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

(۲۹۳)۵۶۔ وَعَنْ أَبِي مَسْعُوْدِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ فِي مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، فَقَالَ لَهُ بَشِيْرُ بْنُ سَعْدٍ: أَمَرَنَا اللّٰهُ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ (يَارَسُوْلَ اللّٰهِ) فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى تَمَنَّيْنَا أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى [إِبْرَاهِيْمَ وَ]آلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى [إِبْرَاهِيْمَ وَ] آلِ إِبْرَاهِيْمَ (فِي الْعَالَمِيْنَ) إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عُلِّمْتُمْ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۲۹۳)۵۶۔ ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرمایا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جبکہ ہم حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس میں تھے' بشیر بن سعد نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ ﷺ پر درود بھیجیں ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ راوی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ ہمارے دل میں خیال آیا کہ اس نے آپ سے سوال نہیں کیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، سلام اس طرح کہو جیسے تمہیں سکھلایا گیا۔ مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۰۵ ''باب الصلاة على النبى بعد التشهد۔''

(۲۹٤)۵۷۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ:

(۲۹۴)۵۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ أَرْبَعٍ، يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ))۔

لَفْظُ مُسْلِمٍ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی تشہد بیٹھے تو وہ چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کے حضور پناہ مانگے ''وہ کہے الٰہی میں تیرے حضور جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں' قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں' زندگی اور موت کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں اور فتنہ مسیح دجال کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۸۸' بخاری: ۱۳۷۷' مسلم: ''باب ما یستعاذ منه فی الصلاة۔''

(۲۹۵)۵۸۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلَاةِ))۔ الْحَدِيْثَ۔ وَفِيْهِ: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۲۹۵)۵۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں دعا کیا کرتے تھے (الحدیث) اور اس میں یہ دعا بھی مانگتے ''الٰہی میں تیرے حضور پناہ مانگتا ہوں گناہ اور قرضے سے۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۳۹۷'۸۳۲' مسلم: ۵۸۹' ''باب ما یستعاذ منه فی الصلاة۔''

(۲۹۶)۵۹۔ وَعَنْ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَلِّمْنِيْ دُعَاءً أَدْعُوْبِهِ فِيْ صَلَاتِيْ؛ قَالَ: ((قُلْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ))۔

[مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]

(۲۹۶)۵۹۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے ایک ایسی دعا سکھلایئے جو میں اپنی نماز میں مانگوں آپ نے فرمایا: ''یوں کہو!'' ''قُلْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ'' ''الٰہی میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا' مجھے اپنے فضل و کرم سے بخش دے' مجھ پر رحم کر' بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۸۳۴' ۶۳۲۶' ۷۳۸۷' ۷۳۸۸' مسلم: ۲۷۰۵' بخاری ''باب الدعاء قبل السلام۔''

**فوائد:** (۱) نماز میں ترتیب مراتب کا خیال رکھا جائے یعنی ابتداء اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تحمید سے ہو بعد نبی ﷺ پر درود و سلامتی بھیجی جائے پھر بعد میں نمازی جو چاہے دعا مانگ سکتا ہے۔ چاہے سے مراد جائز دعا ہے۔ موت کی دعا مانگنا وغیرہ جائز نہیں ہے۔

(۲) تشہد فرض ہے اس کے بعد نبی کریم ﷺ پر سلامتی بھیجنا بھی فرض ہے۔ جو جلدی میں درود نہیں بھیجتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(۳) منقول درود پڑھنا چاہیے جو درود غیر منقول ہو اور معنی بھی درست نہ ہوں تو اس کا پڑھنا غیر شرعی ہے۔

(۴) چار چیزوں سے پناہ مانگنا عذاب جہنم عذاب قبر حیات و ممات کے فتنہ اور دجال کے فتنہ سے' ان کے علاوہ گناہ اور قرض سے پناہ مانگنا بھی حدیث سے ثابت ہے۔

(۵) گناہ کرنا یا اپنے نفس پر ظلم ہوتا ہے۔ مومن کا یہ عقیدہ ہونا ضروری ہے کہ اللہ غافر الذنب ذات ہے۔ وہ سبھی مہربانوں سے بڑھ کر مہربان رب ہے۔

(۶) اپنے امام' دوست' محسن سے کسی چیز کے سیکھنے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے جیسے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے محسن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا اسی طرح اپنے رفقاء و احباب کے پاس جانا ملنے یا کام کی غرض سے درست ہے۔ ایسے ہی اکٹھے بیٹھنا اور مسائل پر بحث و مباحثہ کرنا جائز ہے۔

(۷) ٹھہر کر سوچ سمجھ کر جواب دینا ایک مدبر استاد کا امتیاز ہوتا ہے جواب دینے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے استاد سے حقائق کے انکشاف کے لیے سوال کیے جا سکتے ہیں۔

(۲۹۷) ٦٠۔ وَعَنْ وَائِلِ بنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ' حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْأَيْمَنِ' وَعَنْ يَسَارِهِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ' حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْأَيْسَرِ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

(۲۹۷) ٦٠۔ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرمایا: ''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' آپ دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے کہتے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' یہاں تک کہ آپ کے دائیں رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی' بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے یہ کلمات کہتے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' یہاں تک کہ آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی۔'' ابو داؤد

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۹۹۷' بحوالہ وائل بن حجرؓ ابو داؤد بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' ۹۹٦' ترمذی: ۲۹۴' امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ النسائی: ۳/ ٦۲' ابن ماجہ: ۹۱۴' ابن حبان: ۵۱٦۔

**فوائد:** (۱) تمام امور صلاۃ کے بعد آخری مرحلہ وہ ہے جس کے ذریعے نماز سے فارغ ہوا جاتا ہے وہ ہے پہلے دائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا پھر بائیں طرف کہنا۔ سلام کے ذریعے نماز سے فارغ ہونا علماء صحابہ و تابعین رحمہم اللہ کے ہاں فرض ہے۔

(۲) سلام میں ''وبرکاتہ'' کا اضافہ صحیح ثابت ہے۔ یہ بھی کہنا درست ہے۔

(۳) امام کے پیچھے مقتدیوں کے لیے ضروری ہے جب امام ایک طرف سلام پھیر لے اور دوسری طرف شروع کرے تو پھر مقتدی سلام پھیریں۔ امام سے سبقت لے جانا غیر سنت عمل ہے۔ امام و ماموم دونوں کے لیے یکساں ہدایت ہے کہ جب وہ سلام پھیریں تو رخسار پیچھے کی طرف سے نظر آنے چاہئیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کے

رخسار کی سفیدی نظر آتی تھی۔

(۴) سلام کی ابتداء دائیں طرف سے کرنا ضروری ہے سلام کو تحلیل بھی کہتے ہیں۔

(۲۹۸)۶۱۔ وَعَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: كَتَبَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ))۔

لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۲۹۸)۶۱۔ مغیرہ بن شعبہؓ کے غلام وراد سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے حضرت معاویہ ؓ کی طرف خط لکھا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیر لیتے تو یہ کہتے: ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔'' اللہ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، حکومت اسی کی ہے ہر قسم کی تعریف اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ الٰہی جو تو عطا کر دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی صاحب نصیب کو تیرے بغیر کوئی نصیب فائدہ نہیں دیتا۔''
متفق علیہ۔ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۸۴۴، مسلم: ۵۹۳۔

**فوائد:** (۱) سلام پھیرنے کے بعد بھی مسنون اذکار ثابت ہیں انہیں ضرور کرنا چاہیے جیسا کہ اس حدیث میں دعا مذکور ہے یہ دعا ایک جامع اور بے پایاں فضیلت کی حامل ہے۔ اس میں توحید اور اقتدار اعلیٰ کا بیان پایا جاتا ہے۔ اور یہ عاجزی جیسی خوبی کی حامل دعا ہے اور باور کروایا گیا ہے کہ عطا و ممانعت کا اختیار بلند و بالا بزرگ ہستی اللہ کو ہی حاصل ہے۔

(۲) اسلام کی باتیں لکھنا یا لکھ کر کسی کو بھیجنا شرعاً درست ہے۔ احادیث وغیرہ کو قرطاسِ تحریر پر نوٹ کرنے میں کوئی حرج نہیں حرج اس وقت ہے جب اس کو پاؤں تلے روندا جائے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ مقدس اوراق کو تحفظ ملے۔

(۲۹۹)۶۲۔ وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ حِيْنَ يُسَلِّمُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، لَا

(۲۹۹)۶۲۔ ابوزبیر سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ابن زبیرؓ ہر نماز کے بعد جب سلام پھیرتے تو یہ کلمات کہتے: ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ،

إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ [وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ] مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔ وَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُهَلِّلُ بِهِنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ'' اللہ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی بھی اسی کی ہے ہر قسم کی تعریف اس کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' نہیں ہے نیکی کرنے کی طاقت اور نہ برائی سے بچنے کی قوت مگر اللہ کی توفیق سے' اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں' ہم خاص اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کی نعمت ہے اسی کا فضل ہے اسی کے لیے بہتر ثناء ہے' اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہم اخلاص نیت کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں' اگرچہ کافر اسے ناپسند کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد مذکورہ کلمات سے تہلیل وتحمید کیا کرتے تھے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۹۴' ''باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ۔''

**فوائد:** (۱) مذکورہ دعا ہر نماز کے بعد پڑھنی سنت ہے۔

(۲) یہ دعا تسبیح وتہلیل کا مرقع ہے۔ تقدیس وتحمید اس دعا کا امتیاز ہے اللہ ایک ہی معبود ہے نہ تو کوئی اور معبود نہ اس کا شریک اور بادشاہت اس کے لیے ہے اس کے علاوہ اس دعا کے ساتھ آدمی یہ اقرار کرتا ہے کہ نیکی کی طاقت بھی اللہ دیتا ہے اور برائی سے بچنے کی توفیق بھی اللہ دیتا ہے۔ ہم تو صرف اس کے ہی عبادت گزار ہیں ثنائے جمیل اور نعمت وفضل کا وہی مالک ہے کافر جلتے ہیں تو جلیں ہم تو اس کے دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہیں۔

(۳۰۰) ٦٣۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اِسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا، وَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ)) قَالَ الْوَلِيْدُ: فَقُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ: كَيْفَ الْإِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: تَقُوْلُ: أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

(۳۰۰) ٦٣۔ ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہو کر پھرتے تو تین مرتبہ ''أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ'' کہتے پھر یہ کلمات کہتے: ''اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ'' الٰہی تو سلام ہے اور سلامتی تیری طرف سے ہی میسر آتی ہے' اے عظمت وعزت والے تو بابرکت ہے۔

ولید کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعی سے پوچھا کہ استغفار کیسے ہوتا ہے؟ فرمایا کہ تم اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہو اسے ہی استغفار کہتے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۹۱/ ۵۲، ترمذی: ۲۹۸۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**فوائد:** (۱) سلام کے بعد ''اللہ اکبر'' پھر اس کے بعد تین بار ''استغفر اللہ'' کہنا چاہیے اس کے بعد ''اللھم انت السلام'' یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

(۲) اس دعا میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سلام ہے اور سلامتی کی توقع اسی سے ہی کی جاتی ہے جلالت وشان عزت واکرام والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ خود سلام ہے لہٰذا اس پر سلام بھیجنا درست نہیں ہے بلکہ سلام تو وہ اپنے بندوں پر بھیجتا ہے۔

(۴) لفظ ''اللھم'' یہ کثرت سے دعاؤں میں ملتا ہے جو کہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے ذریعے مانگی جانے والی دعا اثر رکھتی ہے قبولیت کا باعث بھی ہوتا ہے۔

(۵) ذوالجلال والاکرام یہ اللہ کے صفاتی نام ہیں۔

(۳۰۱) ٦٤۔وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ، وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِيْنَ (فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ)، وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ، وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ))۔

(۳۰۱) ٦٤۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہر نماز کے بعد تینتیس ۳۳ مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہا تینتیس ۳۳ مرتبہ ''الحمد للہ'' کہا اور تینتیس مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہا اور ان کلمات سے سو کی گنتی پوری کی، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ'' اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۹۷، ''باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ۔''

**فوائد:** (۱) ''سبحان اللہ'' تینتیس مرتبہ ''الحمد للہ'' تینتیس مرتبہ ''اللہ اکبر'' تینتیس مرتبہ نماز کے بعد پڑھنا چاہیے ان کو جمع کریں تو یہ ۹۹ بنتے ہیں سو پورا کرنے کے لیے ''لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیءِ قدیر'' یہ کلمات پڑھیں یا ''اللہ اکبر'' ۳۴ مرتبہ پڑھیں۔

(۲) جو شخص مذکورہ ورد کرے گا اس کے اگر سمندر کی جھاگ جتنے بھی گناہ ہونگے وہ بھی معاف کردیے جائیں گے۔ یہ فرض ونفل نماز کے بعد وظیفہ کیا جاسکتا ہے اگرچہ فرائض کے بعد کرنا علماء کے ہاں مشروع ہے۔

(۳) تقدیس تحمید اور تکبیر بیان کرنے سے انسان کی روح نیک رہتی ہے صغیرہ گناہ ڈھل جاتے ہیں۔ بدن میں سکون' دل مطمئن اور جوڑ جوڑ تنگی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

(۳۰۲) ٦٥۔ وَعَنِ الْبَرَّاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهِ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ' قَالَ: فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ [أَوْ تَجْمَعُ ] عِبَادَكَ))۔

اِنْفَرَدَبِهَا كُلِّهَا مُسْلِمٌ۔

(۳۰۲) ٦٥۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے ہم یہ پسند کرتے کہ ہم آپ کی دائیں طرف شریک نماز ہوں' تاکہ سلام پھیرنے کے بعد آپ کا چہرہ مبارک ہماری طرف ہو' نیز وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا' "رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ أَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ" میرے رب مجھے اپنے عذاب سے اس دن بچائے رکھنا جب تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا' یعنی میدان محشر میں جمع کرے گا۔" یہ تمام تر الفاظ صرف مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷۰۹' "باب استحباب یمین الامام۔"

**فوائد:** (۱) امام کے دائیں طرف صف میں کھڑے ہونا بائیں طرف کی نسبت زیادہ فضیلت کا حامل ہے سب سے پہلے امام دائیں طرف والوں پر سلام بھیجتا ہے۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول مکرم ﷺ کے چہرۂ اطہر کو دیکھتے دیکھتے نہ تھکتے تھے ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ ہم آپ کے دائیں پہلو کی طرف کھڑے ہوں تاکہ سب سے پہلے آپ کا چہرہ ہماری سمت کی طرف پھرے اور سلامتی ملے۔ وہ ہر فرمان کو مانتے تھے۔

(۳) جب آپ ﷺ سلام پھیر لیتے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے یہ صحابہ کا بیان تھا لہٰذا امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ سلام کے بعد مقتدیوں کی طرف چہرے کو ان کے سامنے رکھے ہوئے بیٹھے۔ ایک طرف منہ کر کے بیٹھنا امام کے لیے درست نہیں ہے۔

(۴) عذاب الٰہی سے بچنا اور اس سے پناہ مانگنا بہت بڑا عمل ہے اسی طرح یہ یقین رکھنا کہ ہم روزِ محشر اکٹھے کیے جائیں گے یہ پختہ ایمان کی علامت ہے۔

## بَابُ أُمُوْرٍ مُسْتَحَبَّةٍ وَأُمُوْرٍ مَكْرُوْهَةٍ فِي الصَّلَاةِ سِوَى مَا تَقَدَّمَ

## نماز میں مستحب اور مکروہ کاموں گزشتہ کے علاوہ کا بیان

(۳۰۳) ١۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ يُقْبِلُ بِقَلْبِهِ

(۳۰۳) ۱۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کوئی شخص بھی جب عمدہ طریقے سے وضو کرتا ہے اور دلی رغبت اور توجہ سے دو

وَوَجْهِهِ عَلَيْهِمَا، إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ۔

رکعت نماز پڑھتا ہے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔'' ابوداؤد نے اسے نکالا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۳۴' ابو داؤد: ۱۶۹۔

**فوائد:** (۱) اچھا وضو کرنا مراد اعضاء پر خوب پانی لگا کر انہیں مل کر دھونا اور دو رکعتیں دل لگی سے پڑھ لینا جنت کے واجب ہونے کا ذریعہ ہیں۔

(۲) وضو شرط ہے نماز کے لیے۔ اگر وضو میں حسن نہیں ہے تو پھر نماز میں خضوع کم ہوتا ہے۔

(۳) وضو اور نماز لازم و ملزوم ہیں جب تک دونوں میں نکھار پیدا نہیں ہوگا۔ اس وقت تک جنت میں دخول کی بشارت کا مصداق نہیں بنا جا سکتا۔

(۴) اس میں یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ جو انہماکی اور حسنِ ترتیب سے وضو کرنا جانتا ہے وہ بھرپور توجہ سے نماز بھی پڑھ سکتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرض نماز کے علاوہ نفل نماز سے بھی جنت ملتی ہے۔

(٣٠٤)٢۔وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ، فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ))' فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ۔

[لَفْظُ مُسْلِمٍ]

(۳۰۴) ۲۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن نکلتے تو برچھی لانے کا حکم صادر فرماتے' تو برچھی آپ کے سامنے رکھ دی جاتی' آپ اس کی طرف رخ کرتے ہوئے نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے' سفر کے دوران بھی آپ ایسے ہی کرتے' پھر امراء نے بھی یہی طرزِ عمل اختیار کیا۔ مسلم کے لفظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۹۴' ۴۹۸' مسلم: ۵۰۱' ''باب سترة المصلی۔''

**فوائد:** (۱) نماز پڑھتے وقت سترے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے خاص کر جب کھلا میدان ہو آگے سے گزر کا بھی موقع ہو۔ سترہ امام کے آگے اور مقتدی امام کے پیچھے ہوں گے۔

(۲) عید کی نماز کھلے میدان میں ادا کرنی چاہیے عید کے دن پیدل چلنا زیادہ عمدہ ہے۔

(۳) امام کی خدمت کرنا اس کے آگے کوئی چیز رکھنا یا اس کے لیے کسی چیز کا اہتمام کرنا شرعاً جائز ہے۔

(۴) اگر دورانِ سفر نماز کا وقت ہو گیا ہے تو پھر بھی کھلے میدان میں کوئی چیز اپنے مصلے کے آگے گاڑ کر نماز پڑھے گا اس بنا پر لاٹھی عصا وغیرہ اپنے پاس رکھنا درست ہے۔

(٣٠٥)٣۔وَرَوَى مَالِكٌ' عَنْ بُسْرِبْنِ سَعِيْدٍ أَنَّ زَيْدَ[بْنَ خَالِدٍ] أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَا ذَا

(۳۰۵) ۳۔ امام مالکؒ نے بسر بن سعید کے حوالے سے روایت کیا کہ زید بن خالد نے اسے ابوجہیم کی طرف بھیجا

سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی الْمَارِّبَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ [مَاذَا عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ] فَقَالَ اَبُوْ جُهَیْمٍ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ یَعْلَمُ الْمَارُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ لَكَانَ اَنْ یَقِفَ اَرْبَعِیْنَ خَیْرًا مِنْ اَنْ یَمُرَّ بَیْنَ یَدَیْهِ))۔
قَالَ اَبُو النَّضْرِ: لَا اَدْرِیْ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا' اَوْ شَهْرًا' اَوْ سَنَةً۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِمَا وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ۔

کہ وہ ان سے پوچھے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے نمازی کے آگے سے گذرنے والے کے بارے میں کیا سنا ہے (کہ گذرنے والے کو کس قدر گناہ ہوتا ہے) ابوجہیم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا یہ جان لے کہ اسے کس قدر گناہ ہوتا ہے تو چالیس تک ٹھہرنا نمازی کے سامنے سے گذرنے کی نسبت بہتر ہو۔'' ابونضر کہتے ہیں کہ میں یہ نہیں جانتا کہ آپ نے چالیس دن' چالیس مہینے یا چالیس سال کہا۔ متفق علیہ۔ الفاظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۱۰' مسلم: ۵۰۷۔

(۳۰۶)٤۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّیْ فَقَالَ: ((مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ))۔
اِنْفَرَدَ بِهِ مُسْلِمٌ۔

(۳۰۶)۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے نمازی کے سترے کے بارے میں پوچھا گیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اونٹ کے پالان کے پچھلے حصے کی مانند۔'' مسلم اس روایت میں منفرد ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۰۰۔

(۳۰۷)٥۔وَعَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ اِلٰی سُتْرَةٍ فَلْیَدْنُ مِنْهَا لَا یَقْطَعُ الشَّیْطَانُ عَلَیْهِ صَلَاتَهُ))۔
اَخْرَجَهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

(۳۰۷)۵۔ سہل بن ابی حثمہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی سترہ کی جانب نماز پڑھے تو وہ اس کے قریب ہو جائے تا کہ شیطان اس کی نماز منقطع نہ کر سکے۔'' ابوداؤد

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۲۱۴' ابوداؤد: ۶۹۵' النسائی: ۲/ ۶۲' ابن حبان: ۴۰۹' البیهقی: ۲/ ۲۷۲' مستدرك حاكم: ۱/ ۲۵۱۔۲۵۲۔

**فوائد:** (۱) نمازی کے آگے سے گزرنا گناہ ہے۔ یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ گزرنے والا چالیس دن یا مہینے تو کھڑا ہوسکتا ہے۔ وہ یہ آسان سمجھے گا مگر گزرنا پھر بھی بھاری ہے جبکہ اسے معلوم ہو جائے کہ یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔
(۲) نمازی کو ہر فرضی و نفلی عبادت کرتے وقت اپنے آگے سترہ رکھنا چاہیے۔

(۳) گزرنے کی صورت یہ ہوگی: نمازی قبلہ کی طرف مغرب سمت کھڑا نماز پڑھ رہا ہو تو گزرنے والا جنوب سمت چل پڑے یا جنوب سمت سے آدمی آئے اور نمازی کے آگے سے گزر کر شمال سمت چلا جائے یہ ہوتا ہے "مرور" جو کہ منع ہے۔ اگر آدمی آگے ہے اور نمازی بالکل اس کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ وہ انتظار کرلے جب نمازی سلام پھیر لے تو پھر پیچھے کو مڑتا ہوا چلا جائے اگر شرعی مجبوری یا جلدی ہے تو پھر آدمی آگے کھڑا ہونے والا اپنے پیچھے نماز پڑھنے والے کے آگے سے اٹھ کر جاسکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ مرور کے معنی میں نہیں آتا جو کہ صحیح کراس کا معنی دیتا ہے اور یہ کراس نہیں ہوتا یا اس طرح سمجھیں کہ نمازی کے طول سے گزرنا بامر مجبوری درست ہے اور عرض سے گزرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مرور ہے۔

(۴) سترہ اتنا اونچا ہونا چاہیے جتنا کہ اونٹ کا کجاوہ ہوتا ہے سرے کی موٹائی کی کوئی قید نہیں ہے لیکن محسوس ہونے والی شے ہونا پھر بھی ضروری ہے۔

(۵) سترہ کے قریب ہو کر کھڑا ہونا شیطان کے لیے ضرر رساں ہے۔ ان احادیث سے یہ بھی پتا چلا کہ وضو صحیح ہو نیت ٹھیک ہو خشوع وخضوع بھی نماز میں ہو یعنی سبھی نماز کے عوامل درست ادا کیے جارہے ہوں صرف سترہ نہ رکھنے کی وجہ سے اور آگے سے کسی کے گزر جانے کی وجہ سے نماز میں نقص واقع ہوتا ہے۔

(٦) یہ جو آیا ہے کہ آدمی کی نماز فلاں فلاں چیز توڑ دیتی ہے اس کا یہ مفہوم نہیں کہ وہ دوبارہ نماز پڑھے یا دہرائے یا چھوڑ کر دوبارہ سرے سے نماز شروع کرے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ نماز کے ثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

(۳۰۸)٦۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهٰى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا۔ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۳۰۸)٦۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا: "کوئی شخص نماز پڑھے اپنے پہلو پر ہاتھ رکھ کر۔" متفق علیہ۔ لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۲۰، مسلم: ۵۴۵۔

**فوائد:** (۱) نماز میں آداب بجالانا بہت ضروری ہے صحیح صحیح کھڑا ہونا چاہیے۔ نماز کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے ایسی حرکات سے بچنا چاہیے جو کہ نماز کے خشوع کے منافی ہوں جیسا کہ پہلو پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جانا یہ متکبرانہ انداز ہے۔ یہ انداز یہودیوں کا ہے اس سے بچنا چاہیے۔

(۳۰۹)۷۔وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، فَابْدَؤُوْا بِالْعَشَاءِ، وَلَا يَعْجِلَنَّ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ))۔

(۳۰۹)۷۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب کسی کا کھانا دستر خوان پر رکھ دیا جائے اور نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو پہلے کھانا کھاؤ، وہ شخص قطعا جلدی نہ کرے یہاں تک کہ کھانے سے فارغ ہو جائے۔"

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ٦۷۳، مسلم: ۵۵۹۔

**فوائد:** (۱) ایک طرف کھانا حاضر خدمت ہو تو دوسری طرف جماعت کھڑی ہو جائے یا نماز کا وقت ہو جائے تو پہلے کھانا کھایا جائے اور آرام سے کھایا جائے جلدی سے کھانا نہیں کھانا چاہیے۔

(۲) جلد بازی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہر کام میں اعتدال کو پسند کیا گیا ہے۔ جماعت کھڑی ہو تو اس کے ساتھ ملنے کے لالچ میں کھانا کھانے والا جلدی کرے گا تو معدہ خراب ہوگا کیونکہ چبا کر کھانا پیٹ کے لیے ہاضم دار ہوتا ہے بصورت دیگر نقصان دہ۔ دوسری بات یہ ہے کہ نماز تسلی سے نہیں پڑھ سکے گا کیونکہ تیزی سے فارغ ہوا تیزی سے وضو کیا اور تیزی سے جماعت سے ملا اور ابھی باقی کھانے کے خیالات بھی ساتھ رہ سکتے ہیں اس لیے ضروری ہے جب کھانے سے فراغت ملے تو پھر اطمینان سے نماز پڑھنی چاہیے۔

(۳) اسلام نے پیٹ کا بھی حق بندہ پر رکھا ہے کہ پہلے اس کو تسلی دینی ہے بعد میں اللہ کی عبادت کرنی ہے۔

(۴) رات کے کھانے کو عربی میں ''عشاء'' کہتے ہیں۔

(۵) یہ کبھی کبھار ایسے ہو سکتا ہے یہ نہیں کہ معمول اس طرح کا ہو کہ جب بھی نماز باجماعت کا وقت ہو کھانا آگے رکھ لیا جائے اور یہ بات عام نمازی کے لیے زیادہ زیب دیتی ہے یہ نہیں کہ امام صاحب کھانا رکھوا کر بیٹھ جائیں اور سو آدمی کی جماعت مسجد میں اس کا انتظار کرتے کرتے تھک جائیں ہاں اگر امام کو بھی اس طرح کا واقعہ پیش آ بھی جائے تو اپنے نائب یا پھر نمازیوں کو اطلاع دے کہ کوئی ایک امام بن جائے اور نماز پڑھ لیں۔

(۳۱۰)۸۔وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ، فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلٰكِنْ عَنْ شِمَالِهِ/تَحْتَ قَدَمِهِ))۔

(۳۱۰)۸۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں مشغول ہو تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے، تو وہ اپنے سامنے اور اپنی دائیں طرف نہ تھوکے، البتہ اپنی بائیں طرف پاؤں کے نیچے تھوک لے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۱۲۱۴، مسلم: ۵۵۱۔

**فوائد:** (۱) نمازی ہمیشہ نماز میں اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے۔

(۲) نماز پڑھتے ہوئے نمازی کو نہ اپنے آگے تھوکنا چاہیے نہ دائیں طرف بلکہ بائیں طرف وہ بھی اپنے پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔

(۳) دورانِ نماز تھوکا جا سکتا ہے لیکن مسجد اور نماز کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔ اگر مسجد کچی ہے تو پھر یہ ممکن ہے کہ نمازی اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک لے اور اگر پکی اور پختہ ہے یا قالین وغیرہ ہیں تو تھوکنے سے گریز کرنا چاہیے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ پاس رومال یا کپڑا ہو اس میں تھوک کر اس کو مل دیا جائے۔

(۴) دورانِ نماز قدم کو ضرورت کی بنا پر حرکت دینا یا کپڑے وغیرہ کو استعمال کرنا درست ہے۔

(۵) سامنے اس لیے تھوکنا منع ہے کہ آپ کعبہ یا قبلہ کی طرف منہ کیے ہوتے ہیں قبلہ یا کعبہ کی طرف تھوکنا منع ہے۔ دائیں طرف اس لیے کہ معزز فرشتہ ہوتا ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ نماز میں اپنے بندے سے باتیں کرتے ہیں نمازی کی ایک ایک ادا دیکھتے ہیں پھر خوش ہوتے یا ناراض ہوتے ہیں۔

(۳۱۱)۹۔ وَعَنْ مُعَيْقِيبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' أَنَّهُمْ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمَسْحِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: ((وَاحِدَةٌ))۔

قُلْتُ: اَلْمُرَادُ مَسْحُ الْحَصْبٰى لِلتَّسْوِيَةِ تُبَيِّنُ ذٰلِكَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرٰى۔

(۳۱۱)۹۔ معیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے چھونے کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا: ''میں کہتا ہوں: ''مسح سے مراد کنکریاں برابر کرتے ہوئے چھونا'' اس کی وضاحت دوسری روایت سے ملتی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** لبخاری: ۱۲۰۷'مسلم: ۵۴۶۔

**فوائد:** (۱) دورانِ نماز کسی چیز کو مس کرنا درست نہیں حتیٰ کہ سجدہ کی جگہ پر کنکریاں ہوں تو ان کو پکڑنا یا ہاتھ لگانا ناجائز ہے۔

(۲) ہر طرح کا امن نماز کے لیے کارآمد ثابت ہوتا ہے ثواب میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

(۳) ایسی جگہ نماز پڑھی جا سکتی ہے جہاں کنکریاں پڑی ہوں یعنی میدان و مسجد دونوں میں نماز درست ہے۔

(۴) کنکریوں کو نماز شروع کرنے سے قبل ہموار یا درست کر لینا چاہیے بعد میں اجازت نہیں ہے۔

(۳۱۲)۱۰۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَا يَأْمَنُ الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ فِي الصَّلَاةِ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يُحَوِّلَ اللّٰهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ))۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمَا كُلِّهَا' وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۳۱۲)۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنا سر نماز میں امام سے پہلے اٹھاتا ہے وہ اس بات کا اندیشہ رکھے کہ اللہ اس کی شکل گدھے کی شکل میں تبدیل کر دے گا۔'' متفق علیہ۔ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۹۱' مسلم: ۴۲۷۔

**فوائد:** (۱) امام کی اقتداء فرض امر ہے امام سے پہلے نماز کے کسی پہلو کو ادا کرنا اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا ہے۔

(۲) امام سے پہلے عمل کرنے والا نمازی اپنی اصل شکل سے محروم ہو سکتا ہے سخت وعید ہے۔ کہ اس کی صورت گدھے کی صورت جیسی ہو سکتی ہے۔

(۳) بھول کر نمازی اگر سجدہ سے پہلے اٹھ پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن مسلسل شب و روز امام سے مسابقت درست نہیں ہے۔

(۴) وہ اللہ جس نے انسان کی صورت اول بنائی ہے وہی اللہ اس کو مسخ کرنے یا بدلنے پر قدرت رکھتے ہیں یہ بھی پتا چلا کہ اللہ ایک جنس کی شکل کو دوسری جنس کی شکل میں تبدیل کر سکتے ہیں جیسے بنی اسرائیل کی قوم کو بندر و خنازیر بنا دیا تھا۔

(۵) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام سے سبقت لے جانا حرام ہے اگر موافقت ہو جائے تو گناہ نہیں ہے گنجائش ہے لیکن اس سے بھی گریز کرنا چاہیے کیونکہ اقتداء کے معنی پیچھے پیچھے چلنے پر زیادہ دلالت کرتے ہیں۔

(۳۱۳) ۱۱۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: ((**هُوَ اِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ**))۔

(۳۱۳) ۱۱۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق آپ نے فرمایا: ''یہ اچکنا ہے جو شیطان بندے کی نماز میں نظر کو ہٹاتا ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۵۱/ ۳۲۹۱۔

**فوائد:** (۱) شیطان انسان کا دشمن ہے وہ ہمہ وقت اس کوشش میں رہتا ہے کہ بندے کو مکمل ثواب سے محروم کردے تا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنے سے خشوع ختم ہو جائے یہ اس کا غیر محسوس انداز سے حملہ ہوتا ہے بندے کی نیکیوں پر' لہٰذا ادھر ادھر نماز میں دیکھنے سے بچنا ازحد ضروری ہے۔

(۲) اشد ضرورت کے وقت بغیر جسم اور گردن کو حرکت دینے کے دیکھا جاسکتا ہے مثال کے طور پر نمازی کے پہلو میں سانپ آرہا ہے تو اس کو آنکھیں پھیر کر دیکھا جاسکتا ہے۔امام پیچھے نمازیوں پر نظر رکھ سکتا ہے۔

(۳) فرائض میں حتی الامکان دیکھنے سے' نظر ادھر ادھر لگانے سے بچنا چاہیے۔

(۴) ادھر ادھر جھانکنا نماز کے خشوع کے منافی ہے۔

(۳۱۴) ۱۲۔وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ تَسْتُرُ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((**أَمِيْطِيْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا، فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهُ تَعْرِضُ فِيْ صَلَاتِيْ**))۔ اِنْفَرَدَ بِهِمَا الْبُخَارِيُّ۔

(۳۱۴) ۱۲۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک پردہ تھا عائشہ کے پاس جس کو وہ گھر میں لٹکاتی تھی نبیؐ نے فرمایا: ''اپنے اس پردے کو مجھ سے دور کردو' کیونکہ میری نماز میں اس کی تصویریں سامنے آتی ہیں۔'' بخاری۔ اس دونوں روایات میں منفرد ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۷۴، ۵۹۵۹۔

**فوائد:** (۱) احادیث میں ایسے عوامل بیان کیے ہیں کہ جن سے محتاط نہ رہیں تو نماز میں نقص اور ثواب میں کمی واقع ہوسکتی ہے۔ مثلاً وضو صحیح نہ کرنا ادھر ادھر دیکھنا کپڑوں کو سنوارنا کنکریوں کو برابر کرنا امام کی اقتدا میں کمی کرنا وغیرہ وغیرہ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ رنگدار پردہ کھڑکی دروازے پر ہو یا آج کل جائے نماز بہت زیب و زیبائش سے آراستہ ہوتے ہیں یا وہ پردے جن پر تصاویر ہوں تو یہ تمام چیزیں آدمی کی نماز میں خیالات اور ثواب وخضوع میں نقصان پیدا کرتی ہیں۔

(۲) گھروں میں پردے لٹکانا جائز ہے لیکن جہاں نماز پڑھی جائے وہاں صاف پردہ ہو۔

(۳) اگر باتصویر یا زیادہ بیل والا پردہ یا کپڑا ہو تو اس کو ہٹا دینا چاہیے۔

(٣١٥)١٣۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (فِيْ قِصَّةٍ)، أَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ))۔

(٣١٥)١٣۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں ہوتی اور نہ ہی اس شخص کی نماز ہوتی ہے جسے بول' براز تنگ کر رہے ہوں۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ٥٦٠۔

**فوائد:** (١) ایسے کام جن سے نماز میں وسواس کا اندیشہ ہوتا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ نماز کے وقت کھانا سامنے آجائے بھوک بھی ہو تو پھر جماعت یا نماز میں داخل ہو یہ درست نہیں ہے پہلے کھانا کھایا جائے اسی طرح پاخانہ یا پیشاب آیا ہوا ہو بغیر حاجت قضائی کے نماز میں شامل ہو جائے تو یہ غیر صحیح طریقہ ہے۔

(٢) اسلام انسانی ضروریات کو ساتھ لے کر چلتا ہے کسی موقعہ یا مقام پر وہ انسان کو ضرر پہنچانا پسند نہیں کرتا۔

(٣) وقت پر بول و براز نہ کرنا یہ مثانہ اور معدہ کے نظام کو کمزور بھی کر دیتا ہے۔ اس سے کئی امراض جنم لیتی ہیں لہٰذا محتاط رہنا چاہیے۔

(٤) وقتِ نماز بھوک یا حاجت کا آجانا خلافِ شریعت معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ تو انسان پر آسانی کا دین ہے۔

(٥) یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان معمول کا خواہ کتنا کاربند ہو پھر بھی بھوک یا حاجت پر کنٹرول نہیں کر پاتا یہ اللہ کے حکم سے انسانی وجود کو لاحق ہوتی ہیں۔ یہ نہ آدمی کے آرام کے وقت کو دیکھتی ہیں نہ عبادت کے وقت کو۔ نماز کے وقت ضرورت پیش آجانا شرعی عذر ہے۔ بھوک لگنا یا حاجت کا آنا یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں کتنے ہی لوگ ہیں جو بھوک اور حاجت قضائی جیسی نعمتوں سے محروم ہیں۔

(٣١٦)١٤۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اَلتَّثَاؤُبُ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ))۔

(٣١٦)١٤۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نماز میں جمائی شیطان کی طرف سے ہے' پس جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو حسب استطاعت اس کو روکے۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی: ٣٧٠۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مسلم: ٢٩٩٤' بخاری: ٣٢٨٩۔

**فوائد:** (١) جمائی سستی کی علامت ہوتی ہے سستی شیطان کا پرکیف حملہ ہوتا ہے جس کے ذریعے انسانی اعضاء جامد ہو کر رہ جاتے ہیں منہ کھلنے کو آتا ہے۔

(٢) جمائی آسکتی ہے لیکن اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے بلکہ منہ اگر کھل نہ پائے تو بہتر ہے ورنہ ہاتھ سے منہ کو ڈھانپنا چاہیے اس کے کئی فوائد ہیں ایک تو جمائی والے آدمی کا سانس دوسرے آدمی کو متاثر نہیں کرتا دوسرا اگر معدے کی خرابی کی وجہ سے منہ سے بو آتی ہے تو وہ دوسرے شخص کو متنفر نہیں کرتی۔

(۳) جمائی لیتے ہوئے منہ زیادہ کھولنے سے منہ کا جبڑا خراب ہوسکتا ہے۔ اسی طرح جمائی کے وقت آوازیں نکالنا احمقانہ عمل ہے۔ اس کا بڑا نقصان یہ ہے کہ دوسرے حضرات بھی جمائی لینی شروع کر دیتے ہیں جس سے سستی کی فضا جنم لیتی ہے یہ غیر شرعی ہے۔

(۴) نماز میں تو خاص کر جمائی کے وقت آواز نکالنا منع ہے جمائی کو پی جانا بالکل جمائی نہ آنے دینا بہت اچھی عادت ہے۔

(۳۱۷) ۱۵۔وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَرْفَعُوْنَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَآءِ [فِي الصَّلَاةِ] أَوْ لَا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ))۔

اِنْفَرَدَبِهَا مُسْلِمٌ۔

(۳۱۷) ۱۵۔حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”چاہیے کہ قومیں نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آ جائیں کہ کہیں ان کی جانب واپس ہی نہ لوٹیں۔“ مسلم اس روایت میں منفرد ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۲۸۔

**فوائد:** (۱) نماز میں ادھر ادھر جھانکنا یہ نماز کی اکملیت کے منافی ہے۔ نماز میں نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانا حرام ہے۔

(۲) جو آنکھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے رکھتا ہے اس کی آنکھوں کو خطرہ ہے کہ وہ شاید واپس نہ کی جائیں لہٰذا یہ بھی ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔

## بَابُ سُجُوْدِ السَّهْوِ

## سجودِ سہو کا بیان

(۳۱۸) ۱۔عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلَا تِهِ فَلَمْ يَدْرِكُمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا، فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ/وَلْيَبْنِ عَلٰى مَا اسْتَيْقَنَ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ [يُسَلِّمَ]، فَإِنْ كَانَ صَلّٰى خَمْسًا شَفَعْنَ لَهُ صَلَاتَهُ، وَإِنْ كَانَ صَلّٰى تَمَامًا لِأَرْبَعٍ كَانَتَا تَرْغِيْمًا لِلشَّيْطَانِ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

(۳۱۸) ۱۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شک کرنے لگے وہ نہیں جانتا کہ تین رکعت پڑھیں یا چار تو شک کو جھڑک دے اور اپنے یقین پر بنیاد رکھے، پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے، اگر اس نے پانچ رکعت پڑھ لی ہوں تو اس کی نماز جفت ہو جائے گی، اگر اس نے پوری چار رکعت پڑھی ہوں تو یہ دو سجدے شیطان کی تذلیل کا باعث بنیں گے۔“ مسلم۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۲۸۔

(۳۱۹) ۲۔ وَفِيْ رِوَايَةِ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ: ((إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهِ فَلَا

(۳۱۹) ۲۔ ہشام بن سعد کی روایت میں اس حدیث کے بارے میں یہ ہے ”جب تم میں سے کوئی ایک اپنی نماز میں

يَدْرِ[یْ] کَمْ صَلّٰی ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا، فَلْیَقُمْ فَلْیُصَلِّ رَکْعَةً))۔ اَلْحَدِیْثُ أَخْرَجَهُ الْبَیْهَقِیُّ فِی ((الْمَعْرِفَةِ)) مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْهُ، وَعَنْ غَیْرِهٖ وَلَمْ یَرْفَعْهُ مِنْهُمْ غَیْرُهٗ۔

شک میں مبتلا ہو جائے وہ نہیں جانتا کہ تین رکعت پڑھیں یا چار اسے چاہیے کہ وہ کھڑا ہو اور مزید ایک رکعت پڑھے۔'' بیہقی نے اپنی کتاب معرفہ میں نکالا ہے ابن وہب کی حدیث سے روایت کرتے ہوئے اور اس کے علاوہ سے بھی لیکن رکوع مرفوع صرف اسی سے کی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ بیهقی فی المعرفة: ۱/ ۲۴۵، مسلم: ۵۷۱، ابن حبان: ۵۳۳۔

(۳۲۰)۳۔ وَرَوٰی عَلْقَمَةُ، قَالَ: قَالَ عَبْدُاللّٰهِ: صَلّٰی [لَنَا] رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِبْرَاهِیْمُ: زَادَ أَوْنَقَصَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ وَفِیْهِ: ((إِذَا شَكَّ أَحَدُکُمْ [فِیْ صَلَاتِهٖ] فَلْیَتَحَرَّ الصَّوَابَ، فَلْیُتِمَّ عَلَیْهِ، ثُمَّ یَسْجُدُ سَجْدَتَیْنِ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۳۲۰)۳۔علقمہ نے روایت کیا کہتے ہیں کہ عبداللہ نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی ابراہیم نے بیان کیا کہ آپ نے نماز میں اضافہ کر دیا یا کمی کر دی، پھر حدیث بیان کی اور اس میں یہ بھی کہا: ''جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شک کرے تو درستی تلاش کرے اور اس پر اپنی نماز پوری کرے پھر دو سجدے کر لے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۰۱، مسلم: ۵۷۲۔

**فوائد:** (۱) نماز پڑھتے ہوئے جب بھول ہو جائے تو دو سجدے سہو کے کیے جائیں گے یہ دو سجدے نماز میں کمی واقع ہونے کی صورت میں سلام سے پہلے ہوں گے اور اگر زیادتی واقع ہو جائے تو سلام کے بعد ہوں گے۔

(۲) نمازی کا نماز میں بھول جانا کوئی گناہ نہیں ہے، البتہ یہ لازم دیکھنا چاہیے کہ آیا میں نے تین رکعت نماز پڑھی ہے یا چار۔ شک کے لاحق ہونے پر شک کو دور کیا جائے اور ایک بات پر یقین کر لیا جائے۔ مثال کے طور پر اس نے یہ یقین کیا کہ ''ظہر'' کی رکعات تین پڑھی ہیں تو چوتھی رکعت پڑھے گا اور سلام سے پہلے دو سجدے سہو کے کر کے سلام پھیرے گا لیکن دو سجدوں کے بعد تشہد نہیں پڑھے گا اگر پڑھ لے تو حرج نہیں ہے۔

(۳) بھول کا یا سہو کا کفارہ دو سجدے ہیں ان کی جگہ پر اور کوئی عمل نہیں کیا جا سکتا اور یہ دو سجدے ہی کیے جائیں گے ایک سجدہ نہ ہو گا ہاں اگر کوئی سہو کا ایک سجدہ کرتا ہے دوسرا بھول جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں بھول کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

(۴) یہ دو سجدے شیطان کی ذلت کا موجب ہوتے ہیں۔

(۵) جب نمازی بھول جائے یا شک پیدا ہو جائے تو خوب سوچ و بچار سے کام لینا چاہیے تاکہ معاملہ واضح ہو جائے پھر اگر کوئی رکعت رہتی ہو تو پڑھ لے سلام سے پہلے دو سجدے کرے گا۔

(۳۲۱)٤۔وَعِنْدَ أَبِیْ دَاوٗدَ: ((فَلْیُتِمَّ عَلَیْهِ، ثُمَّ

(۳۲۱)۴۔ابوداؤد کے نزدیک یہ ہے ''اس پر نماز کو پورا

لِيُسَلِّمْ، ثُمَّ لِيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ)) وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحَيْنِ۔

کرے پھر سلام پھیر دے پھر دو سجدے کرے۔" اس حدیث کے راوی بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۱۰۲۰۔

(۳۲۲)٥-(وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَقَالَ: ((إِذَا زَادَ الرَّجُلُ أَوْ نَقَصَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ))

(۳۲۲)٥۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: "جب آدمی نماز میں اضافہ کرے یا کمی تو دو سجدے کر لے۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۷۲۔

**فوائد:** (۱) اگر نماز میں زیادتی واقع ہو جائے تو پھر سلام کے بعد دو سجدے کرنے چاہئیں لیکن ان دو سجدوں کے بعد تشہد میں اختیار ہے تشہد پڑھ بھی سکتا ہے نہ بھی پڑھے تو حرج نہیں ہے۔

(۲) نماز میں بھول کر نمازی زیادتی کر بیٹھے تو گناہ نہیں ہے اسی طرح کمی واقع ہونے پر بھی گناہ نہیں ہے۔ یعنی بھول قابلِ گرفت عمل نہیں ہے۔

(۳۲۳)٦-[وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ: إِمَّا الظُّهْرَ وَإِمَّا الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَتَى جِذْعًا فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَاسْتَنَدَ إِلَيْهَا مُغْضَبًا، وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَخَرَجَ سَرْعَانُ النَّاسِ [فَقَالُوا] قُصِرَتِ الصَّلَاةُ۔ فَقَامَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ؟ فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ يَمِينًا وَشِمَالًا فَقَالَ: مَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالُوا: صَدَقَ، لَمْ تُصَلِّ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَرَفَعَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ)) قَالَ: وَأُخْبِرْتُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ أَنَّهُ قَالَ: ((وَسَلَّمَ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۳۲۳)٦۔ محمد بن سیرین سے روایت ہے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی ظہر کی یا عصر کی، دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا پھر آپ مسجد میں قبلہ جانب ایک درخت کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے آپ ناراض دکھائی دیتے تھے، قوم میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے وہ آپ سے بات کرنے سے ہچکچائے، لوگ جلدی سے نکلے باتیں کرنے لگے کہ نماز کم ہو گئی ہے ذوالیدین کھڑا ہوا تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ نبی کریم ﷺ دائیں بائیں دیکھا اور فرمایا: "ذوالیدین کیا کہتا ہے؟" لوگوں نے کہا، یہ سچ کہتا ہے آپ نے صرف دو رکعتیں پڑھی ہیں، پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیر دیا پھر اللہ اکبر کہا اور سجدہ کیا پھر اللہ اکبر کہا اور سجدہ کیا پھر اللہ اکبر کہا اور سر اٹھایا، راوی کا بیان ہے کہ عمران بن حصین نے کے ذریعے مجھے پتا چلا اور کہا

کہ آپ نے سلام پھیر دیا۔ مسلم کے الفاظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۲۹، مسلم: ۵۷۳۔

(۳۲٤)۷-(وَفِیْ رِوَایَةٍ عِنْدَ الْبُخَارِیِّ فَقَالَ: أَنَسِیْتَ أَمْ قَصُرَتِ [الصَّلَاةُ]؟ فَقَالَ:((لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تَقْصُرْ)) قَالَ: بَلٰی قَدْ نَسِیْتَ/)

(۳۲۴)۷۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے اس نے کہا کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم کر دی گئی ہے آپ نے فرمایا: ''نہ میں بھولا ہوں اور نہ ہی نماز کم کی گئی ہے' اس نے کہا جی ہاں آپ بھول گئے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۲۹۔

(۳۲٥)۸- وَفِیْ رِوَایَةٍ عِنْدَ أَبِیْ دَاوٗدَ:((فَأَوْمَؤُوْا: أَیْ نَعَمْ))، وَعِنْدَهٗ (فِیْ رِوَایَةٍ) فِیْ قِصَّةِ ذِی الْیَدَیْنِ ((کَبَّرَ، ثُمَّ کَبَّرَ وَسَجَدَ))۔

(۳۲۵)۸۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے ''انہوں نے اشارہ کیا کہ ہاں'' اسی کی روایت میں ذوالیدین کے قصے میں یہ ہے ''آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا پھر اللہ اکبر کہا اور سجدہ کیا۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۱۰۰۸۔ ۱۰۱۱۔

**فوائد:** (۱) بھول جانا منصب نبوت اور عالی مقام نبی کی شان میں عیب نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی نبی غیب نہیں جانتا اور نہ ہی اس نے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کیا ہے یہ بھی معلوم ہوا بھول جانا انسان کا خاصہ ہے اور ہر نبی و رسول بالکل انسان ہی تھا۔ نبی کریم ﷺ سے بھول سرزد ہوئی ہے اس میں ائمہ کرام اور جمہور علماء متفق ہیں حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کے معتقد تھے اور ان کا مشاہدہ بھی ہے اس امر میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۲) امام مسجد کسی ستون یا اور چیز کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ سکتا ہے کوئی حرج نہیں جبکہ وہ نماز پڑھا لے۔

(۳) غصہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ یہ انسان کے مزاج کی عکاسی کرتا ہے غصہ کا استعمال جائز ہونا چاہیے مثال کے طور پر انسان کسی سے لڑتا ہے تو اس موقع پر غصہ پر کنٹرول کرنا چاہیے غصے پر قابو پا کر نہ لڑنا یہ بہت بڑا عمل ہے اس کے برعکس انسان اپنی آنکھوں کے سامنے ایک مسلمان کی عزت لٹتی دیکھے یا برائی ہوتے دیکھے یا اللہ اور اس کے رسول کی ذلت ہوتے دیکھے پھر غصہ نہ آئے تو یہ جذبے کا تقاضہ نہ ہوگا بلکہ اس موقع پر غصہ کرنا اور غصہ سے پیش آنا جب وہ طاقتور بھی ہو تو جائز ہے۔

(۴) مقتدیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام کے پیچھے توجہ سے کھڑے ہوں امام بھول جائے تو اس کو متنبہ کریں اگر اس دوران مقتدیوں کو بھی شک گزرے تو امام جب سلام پھیر لے تو بعد میں وہ امام سے نماز کی زیادتی یا کمی کے بارے سوال کر سکتے ہیں لیکن امام کے آداب کو بجالاتے ہوئے امام سے بات کی جائے کیونکہ امام ایک مقدس ہستی ہوتی ہے اس کا احترام مقتدیوں پر ضروری ہے مقتدیوں کو اتنا احترام کرنا چاہیے کہ وہ امام سے بات کرنے سے ہچکچاہٹ محسوس کریں جیسے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ڈرتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے بات نہ کی۔

(۵) اگر کوئی مقتدی امام کے بھول جانے پر اس کو یاد دلائے تو امام کو احسن انداز سے تسلیم کر لینا چاہیے نہ کہ آگے سے خوب جھڑکنا چاہیے یہ امام کی شان کے خلاف ہے بلکہ کوئی بتائے تو مزید تاکید کے لیے دیگر نمازیوں سے مشورہ لینا چاہیے اور پھر اس بھول کا فوراً ازالہ کرنا چاہیے۔ جہاں نمازیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام کی قدر کریں وہاں امام کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھے اور عمدہ طریقے سے پیش آئے۔

(۶) کسی کے سوال کا جواب صرف سر ہلا کر دینا بھی درست ہے۔

(۷) کسی کو پیار سے اس کا اصل نام کی بجائے اور نام سے پکارنا درست ہے استہزاء اور تکلیف دینے کی غرض سے کسی کا الٹا نام لینا شرعاً ناجائز ہے۔

(۸) کوئی نماز چار رکعت ہو اور نمازی نے دو رکعتیں ادا کی ہوں اور سلام پھیرا گیا ہو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ دو رکعتیں کھڑا ہو کر پڑھے اور سجدہ سہو کرے۔ اس حدیث میں سجدہ سہو سلام کے بعد ہے سجدہ سہو میں تکبیر بھی کہنی چاہیے۔

(۹) امام کی بھول بھی کی بھول ہوتی ہے جبکہ مقتدیوں کی بھول امام پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

(۳۲۶)۹۔وَفِي حَدِيثِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عِنْدَ مُسْلِمٍ: ((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الْعَصْرَ فَسَلَّمَ عَنْ ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ، فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ، وَكَانَ فِي يَدَيْهِ طُولٌ فَقَالَ [لَهُ]: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَذَكَرَ لَهُ صَنِيعَهُ، فَخَرَجَ غَضْبَانَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى النَّاسِ، فَقَالَ: أَصَدَقَ هٰذَا؟ قَالُوا: نَعَمْ فَصَلَّى رَكْعَةً، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ))۔

(۳۲۶)۹۔ مسلم شریف میں عمران بن حصین کے حوالے سے حدیث مذکور ہے ''رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی اور تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا اپنے گھر میں داخل ہو گئے' آپ کی طرف ایک آدمی اٹھ کر گیا' جس کا نام خرباق تھا اور اس کے ہاتھ لمبے تھے' اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ' پھر آپ کا عمل بیان کر دیا' آپ یہ سن کر غصے سے اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے یہاں تک کہ لوگوں کے پاس آئے اور فرمایا: ''کیا یہ سچ کہتا ہے؟'' سب نے کہا ہاں' پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھی اور پھر سلام پھیر دیا پھر دو سجدے کیئے پھر سلام پھیر دیا۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۷۴۔

**فوائد:** (۱) رسول کریم ﷺ سے متعدد مقامات پر متعدد انداز سے سہو ثابت ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے جمہور علماء صحابہ کرام ائمہ تابعین اور علمائے کرام۔

(۲) اس حدیث میں سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کا ذکر ہے۔

(۳) تہبند استعمال کرنا سنت ہے۔ اس کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا بھی سنت ہے۔ یہ جو حدیث میں مذکور ہے کہ آپ چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ہمیشہ چادر ٹخنوں سے اوپر رکھتے یہ مراد نہیں ہے کہ تہبند والی چادر نیچے لگ رہی تھی بلکہ وہ

چادر ہے جو آپ نے اوپر لی ہوتی تھی وہ تو بعض دفعہ جلدی میں نیچے گر جاتی ہے۔

(۴) نماز میں کئی بار بھول ہو جائے تو سجدے دو ہی ہوں گے۔

(۳۲۷) ۱۰۔وَعِنْدَأَبِي دَاوُدَ عَنْ عِمْرَانَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ فَسَهَا، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ، ثُمَّ سَلَّمَ))۔

(۳۲۷) ۱۰۔ابوداوٗد میں عمران سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی تو آپ بھول گئے آپ نے دو سجدے کیے پھر تشہد کیا پھر سلام پھیرا۔

**تحقیق و تخریج:** ابوداوٗد: ۱۰۳۹، ترمذی: ۳۹۵، نسائی: ۳/ ۲۶، ابن خزیمة: ۱۰۶۲، ابن حبان: ۲۶۶۰، مستدرك حاكم: ۱/ ۳۲۳۔

**فوائد:** (۱) سلام کے بعد اور سجدہ سہو کرنے کے بعد تشہد بیٹھنا اور پڑھنا اختیاری عمل ہے یہ ضروری نہیں ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے کاموں میں بھول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے معذرت کرنی چاہیے اور معذرت و معافی کے لیے بہترین طریقہ سجدہ ہے جو کہ قرب الٰہی کا سریع ذریعہ ہے۔ اس میں سبق ہے کہ خطا کا ازالہ سجدے سے ہوتا ہے اگر انسان انسان کے حق میں کوتاہی کرے تو ایک دوسرے سے معذرت بھی کرنی چاہیے اور سجدے میں گر کر اللہ سے بھی معافی مانگنی چاہیے۔

(۳۲۸) ۱۱۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ الْأَزْدِيِّ حَلِيفِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ، فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ: يُكَبِّرُ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ))۔

لَفْظُ رِوَايَةِ مَالِكٍ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ۔

(۳۲۸) ۱۱۔ عبداللہ بن بحینہ ازدی، جو بنی عبدالمطلب کا حلیف تھا سے روایت ہے "رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور آپ ایک مرتبہ بیٹھنا بھول گئے، جب نماز مکمل کر لی تو دو سجدے کیے سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھے ہوئے اور ہر سجدہ میں آپ تکبیر کہتے تھے اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا آپ کے ساتھ، اس کے بدلے جو بیٹھنے سے بھولے تھے۔" بخاری کے ہاں مالک کی روایت کے لفظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۳۰، مسلم: ۵۷۰۔

**فوائد:** (۱) دو رکعتوں کے بعد والے تشہد کی بھول پر دو سجدۂ سہو کرنے ہوں گے یہی کافی ہے اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے سے قبل بھی جائز ہے۔ سجدہ کسی بھول کا قائم مقام ہوتا ہے جیسے اس حدیث میں ہے پہلے تشہد کے لیے دو سجدۂ سہو کے کفایت کیے۔ تشہد کی قضائی کی ضرورت پیش نہ آئی۔

(۳۲۹) ۱۲۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ (هُوَ) ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا، فَسَجَدَ فَقِيلَ لَهُ: أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوا: صَلَّيْتَ خَمْسًا، فَسَجَدَ

(۳۲۹) ۱۲۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھ لی تو آپ نے سجدہ کیا آپ سے کہا گیا کیا، کیا نماز میں اضافہ کر دیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ کیا بات ہے؟" انہوں نے

سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ))۔
لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

کہا آپ نے پانچ رکعت پڑھی ہیں آپ نے سلام کے بعد دو سجدے کیے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۶۷، مسلم: ۵۷۲۔

(۳۳۰)۱۳۔وَفِي رِوَايَةٍ عِنْدَ مُسْلِمٍ وَفِيهَا قِصَّةٌ: ((فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ))۔

(۳۳۰)۱۳۔مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے "آپ ﷺ نے دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۷۲۔

**فوائد:** (۱) اگر نماز میں زیادتی واقع ہو جائے تو سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بعد ہوگا اور وہ بھی دونوں طرف سلام پھیرنے سے۔ ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو کرنا غیر شرعی انداز ہے۔ یہ تب ہے جب جان کر ایسے کرے اسی طرح جگہ بدلنا بھی جائز نہیں ہے۔
(۲) سجدہ سہو اسی امام کی قیادت میں ہوگا جس نے جماعت کروائی۔

## بَابُ صَلَاةِ الْمَرِيْضِ

## مریض کی نماز کا بیان

(۳۳۱)۱۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: ((صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ))
أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۳۳۱)۱۔عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھے بواسیر تھی میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا: "کھڑے ہو کر نماز پڑھ لو اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر پڑھ لو اور اگر نہ ہو سکے تو پہلو کے بل پڑھ لو۔ الفاظ بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۱۷۔

**فوائد:** (۱) انسان خواہ حالت مرض میں ہو تب بھی نماز معاف نہیں نماز کی فرضیت و اہمیت کے لیے یہی کافی ہے صرف تخفیف ہے وہ بھی اٹھنے بیٹھنے یا اشارہ کرنے کے اعتبار سے ہے ورنہ دعائیں وہی اور فرائض و واجبات وہی ہونگے۔
(۲) بیماری کا لاحق ہونا یہ معیوب امر نہیں ہے۔ معیوب بات تو یہ ہے کہ انسان اس حالت میں نماز ترک کر دے۔ کھڑے ہونے کی ہمت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس سے بھی گئی گزری حالت ہو تو لیٹ کر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔
(۳) بواسیر بیماری بہت مہلک بیماری ہے جو کہ چودہ صدیوں سے قبل کی ہے آج کل بھی وہی پرانا عربی نام چلتا ہے یہ لفظ مونث استعمال ہوتا ہے۔

(۳۳۲)۲۔وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَادَ مَرِيْضًا فَرَآهُ يُصَلِّيْ عَلٰى وِسَادَةٍ، فَأَخَذَهَا فَرَمٰى بِهَا، فَأَخَذَ عُوْدًا لِيُصَلِّيَ

(۳۳۲)۲۔ابوالزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بیمار کی تیمار داری کی آپ نے دیکھا کہ وہ تکیہ پر نماز پڑھ رہا ہے آپ نے اسے پکڑا

عَلَيْهِ، فَأَخَذَهُ فَرَمٰى بِهِ، وَقَالَ [لَهُ]: صَلِّ عَلَى الْأَرْضِ إِنِ اسْتَطَعْتَ، وَإِلَّافَأَوْمِ إِيْمَاءً، وَاجْعَلْ سُجُوْدَكَ أَخْفَضَ مِنْ رُكُوْعِكَ))۔

اور پھینک دیا' اس نے ایک لکڑی پکڑی تا کہ اس پر نماز پڑھے آپ نے اسے پکڑا اور دور پھینک دیا اور اس سے فرمایا اگر ہو سکے تو زمین پر نماز پڑھو ورنہ اشارہ کر لیا کرو' سجدے کا اشارہ اپنے رکوع سے قدرے نیچے کیا کرو۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔/ رواہ البیہقی ۲/ ۳۰۶/ مجمع الزوائد ۲/ ۱۴۹ علامہ الہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

(۳۳۳)۳۔وَفِي رِوَايَةٍ: ((إِنْ أَطَقْتَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْأَرْضِ وَإِلَّا......))۔لَفْظُ الْبَيْهَقِيِّ فِيهِمَا۔

(۳۳۳)۳۔ایک روایت میں ہے "اگر تم طاقت رکھو تو نماز زمین پر ادا کیا کرو ورنہ......(اشارہ کر لیا کرو)"

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔

**فوائد:** (۱) کسی تکیہ یا لکڑی کے بنے تختوں پر نماز جائز نہیں ہے۔

(۲) سجدہ و نماز زمین پر خوبصورت لگتے ہیں۔

(۳) اگر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھی جائے تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ رکوع کرتے وقت جھکا جائے اور سجدہ کرتے وقت رکوع کی نسبت زیادہ جھکا جائے۔

(۴) بیماری کا حملہ زیادہ ہو ٹانگوں اور اعضائے جسم میں اتنی جان نہ ہو کہ وہ چارپائی یا بیڈ سے نیچے اتر کر نماز پڑھ سکے تو اس صورت میں چارپائی یا بستر پہ نماز جائز ہے۔ یہ بہت ضروری بات ہے کہ بیڈ' بستر' چارپائی وغیرہ پاک صاف اور قبلہ رخ ہوں۔

(۳۳۴)٤۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي مُتَرَبِّعًا))۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ۔

(۳۳۴)۴۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں "میں نے نبی کریم ﷺ کو چوکڑی مار کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔" نسائی

**تحقیق و تخریج:** نسائی: ۳/ ۲۲۴' ابن خزیمہ: ۱۲۳۸' الدارقطنی: ۱/ ۳۹۷' مستدرک حاکم: ۱/ ۲۵۸۔

**فوائد:** (۱) چارزانوں ہو کر نماز بیٹھ کر مجبوری کی حالت میں پڑھی جا سکتی ہے۔

(۲) رسولِ اکرم ﷺ کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

(۳) امام کی بیوی اپنے خاوند کے روزمرہ نیکی کے امور بیان کر سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ اپنے شوہر کے بارے غلط تصورات یا راز کی باتیں کرنے سے گریز کرے جو کہ اس کے ورق عصمت پر ایک داغ ثابت ہوں۔

## بَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِ

## مسافر کی نماز کا بیان

(۳۳۵)١۔عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: فُرِضَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ

(۳۳۵)۱۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں "نماز سفر و حضر میں دو دو رکعت فرض کی گئی تھی' سفر کی نماز

وَالسَّفَرِ، فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ، وَزِيْدَ فِيْ صَلَاةِ الْحَضَرِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

برقرار رہی اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۵۰، مسلم: ۶۸۵۔

(۳۳۶) ۲۔ وَعَنْهَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْصُرُ فِيْ الصَّلَاةِ وَيُتِمُّ، وَيَصُوْمُ وَيُفْطِرُ))۔

أَخْرَجَهُ الدَّارُقُطْنِيُّ، وَقَالَ: هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ۔

(۳۳۶) ۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ''نبی کریم ﷺ سفر میں قصر نماز بھی پڑھتے تھے اور پوری بھی پڑھ لیا کرتے تھے، روزہ رکھ بھی لیتے اور حالت سفر میں چھوڑ بھی لیتے۔'' دارقطنی، اور کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث منکر ہے۔ رواہ الدار قطنی: ۲/ ۱۸۹، امام دارقطنی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے اسے منکر قرار دیا۔ التلخیص: ۲/ ۴۴۔

**فوائد:** (۱) شروع شروع میں حضر و سفر کی نماز دو رکعت فرض رہی بعد میں سفر کی نماز دو ہی رہی اور حضر کی نماز میں دو رکعت کا اور اضافہ ہو کر چار رکعت ہوئی۔

(۲) اسلام نے انسان کو پیش آنے والی تکالیف کو بھی سامنے رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ سفر جو کہ عذاب کا ایک قطعہ ہوتا ہے اس میں نماز دو رکعت ہی رہی باقی امن اور گھر کی صورت میں دو رکعت کا اضافہ ہوا۔

(۳) سفر میں نماز قصر کرنا راجح قول یہی ہے کہ یہ رخصت پر مبنی ہے جو قرآن پاک میں آیا ہے قصر نماز کے بارے میں تو وہ واجب نہیں ہے بلکہ قصر کرنے میں اختیار ہے۔ اگر مسافر پوری نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ البتہ اللہ کی دی ہوئی رخصت کو عمل میں لانا چاہیے۔

(۴) اسی طرح سفر میں روزہ چھوڑنا یا رکھنا اختیاری معاملہ ہے۔ سفر میں روزہ رکھا بھی جا سکتا ہے اور چھوڑا بھی جا سکتا ہے لیکن نماز چھوڑی نہیں جا سکتی البتہ تقدیم و تاخیر کا اہتمام حالات کے پیش نظر کیا جا سکتا ہے۔ نفلی روزے کی قضائی نہیں جو فرضی روزہ ہے اس کی سفر سے واپسی کے بعد قضائی دینا ہوگی۔ یہ ضروری ہے ورنہ گناہ گار ہوگا۔

(۵) سفر میں روزہ رکھا ہو فرضی ہو خواہ نفلی تو بوقت عذر سفر میں توڑا بھی جا سکتا ہے لیکن قضائی کو بعد میں ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔

(۳۳۷) ۳۔ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ يَزِيْدَ الْهُنَائِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قَصْرِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ مَسِيْرَةَ ثَلَاثَةِ أَمْيَالٍ أَوْ ثَلَاثَةِ فَرَاسِخَ۔ شُعْبَةُ الشَّاكُّ۔ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

(۳۳۷) ۳۔ یحییٰ بن یزید ہنائی رضی اللہ عنہ سے روایت کہتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قصر نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا ''نبی کریم ﷺ تین میل یا یہ فرمایا تین فرسخ کی مسافت پر نکلتے تو دو رکعت نماز پڑھتے۔'' (یعنی نماز قصر ادا کرتے) شعبہ کو شک ہے۔ مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۶۹۱۔

(٣٣٨)٤۔ وَعَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يَمْكُثُ الْمُهَاجِرُ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ ثَلَاثًا))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۳۳۸)۴۔حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حج کے مناسک پورے کرنے کے بعد مہاجر' مکہ میں تین دن ٹھہر سکتا ہے۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۹۳۳' مسلم: ۱۳۵۲' نسائی: ۳/ ۱۲۲۔

**فوائد:** (۱) اسلام نے سفر میں حد متعین کی ہے کتنا فاصلہ طے کریں تو وہ سفر مراد ہوتا ہے اور قصر نماز پڑھنی ہوتی ہے؟ اس بارے اختلاف پایا جاتا ہے ''نو میل کی مسافت سفر کہلائے گی اور نماز قصر ہوگی'' یہ اکثر علمائے اہل حدیث کا قول ہے۔اس حدیث سے مراد تین فرسخ لیے جائیں ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ ۹=۳×۳ میل بنتا ہے۔ یہ احتیاطی پہلو ہے جو کہ علماء نے مراد لیا ہے۔

(۲) تین دن تک نماز قصر پڑھی جاسکتی ہے چوتھے دن نماز مقیم والی شمار ہوگی یہ اس وقت ہے جب آدمی نے تین دن کے قیام کی نیت کی ہو۔اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہورہا ہے کہ مناسک حج کے بعد مکہ میں مہاجر تین دن ہی ٹھہرے ظاہر بات ہے نیت تین دن کی ہوگی اگر چار دن کی نیت کرے گا تو مقیم شمار ہوگا۔

(۳) تین دن یہ آنے اور جانے کے وقت کے علاوہ ہیں۔

(٣٣٩)٥۔وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى مَكَّةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ [رَكْعَتَيْنِ] حَتّٰى رَجَعَ' قُلْتُ: كَمْ أَقَامَ بِمَكَّةَ؟ قَالَ: عَشْرًا))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

(۳۳۹)۵۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مدینے سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے' ہم نے دوران سفر دو دو رکعت نماز پڑھی یہاں تک کہ آپ واپس تشریف لے آئے' میں نے پوچھا کہ آپ کتنا عرصہ مکہ میں رہے فرمایا دس دن۔ مسلم

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۸۱' مسلم: ۶۹۳۔

**فوائد:** (۱) سفر کے دوران اگر ایک جگہ نہ ٹھہرا جائے مختلف مقامات پر جانا ہو تو پھر خواہ جتنے دن بھی لگ جائیں تو نماز قصر ہی ادا کی جائے گی جیسا کہ اس حدیث میں آپ ﷺ کے بارہ میں ہے کہ آپ نے دس دن قیام فرمایا مختلف مقامات پر جاتے رہے لیکن نماز قصر ادا کی۔

(٣٤٠)٦۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ /تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا بِمَكَّةَ] يَقْصُرُ الصَّلَاةَ)) فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا قَصَرْنَا' وَإِذَا زِدْنَا أَتْمَمْنَا۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۳۴۰)۶۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ انیس دن مکہ معظمہ میں رہے اور آپ اس دوران نماز قصر ادا کرتے رہے' ہم بھی جب انیس دن کے لیے سفر اختیار کرتے تو قصر پڑھتے اور جب

زیادہ مدت کا سفر کرتے تو پوری نماز ادا کرتے۔ بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۸۱، مسلم: ۶۹۳۔

(۳٤١)٧۔وَفِی رِوَايَةٍ لِأَبِی دَاوُدَ: ((أَقَامَ سَبْعَ عَشْرَةَ [يَوْمًا] بِمَكَّةَ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ))۔

(۳۴۱)۷۔ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے "آپ ﷺ سترہ دن مکہ میں رہائش پذیر رہے اور اس دوران نماز قصر پڑھتے رہے۔"

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ابوداؤد: ۱۲۳۰۔

(٣٤٢)٨۔وَرَوَى مَعْمَرٌ بِسَنَدِهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِتَبُوْكَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا يَقْصُرُ الصَّلَاةَ))۔ وَرَوَاهُ غَيْرُ مَعْمَرٍ فَأَرْسَلَهُ۔

(۳۴۲)۸۔معمر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا "رسول اللہ ﷺ نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اور اس دوران آپ نماز قصر پڑھتے رہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔امام احمد بن حنبل: / ۳/ ۲۹۵، ابوداؤد: ۱۲۳۵۔

**فوائد:** (۱) ان احادیث میں جو یہ بیان آیا ہے کہ آپ مکہ میں انیس دن رہے قصر نماز ادا کی یا سترہ دن ٹھہرے تو نماز قصر ادا کی ان روایات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ مدتِ سفر ہے کیونکہ یہ مختلف ایام آپ ﷺ کی جنگی مہم میں گزرے ہیں لہٰذا ایک جگہ قیام نہ رہا جب ایک جگہ قیام نہ کیا تب قصر ادا کی یعنی یہ آپ کا سفر لڑائی کا تھا نہ کہ ایک جگہ ٹھہرنے کا تھا۔

(۲) اسی طرح آپ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر بیس دن گزارے اور نماز قصر ادا کرتے رہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم انیس دن سفر کرتے تو قصر کرتے اور جب ہم اس سے زائد کرتے تو پوری نماز پڑھتے۔اسی بنا پر مختلف مکاتب فکر نے سفر کی مدت مختلف بیان کی ہے۔

(٣٤٣)٩۔وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا عَجَّلَ بِهِ السَّفَرُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَنْزِلُ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا، فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ يَرْكَبُ))

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۳۴۳)۹۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں "رسول اللہ ﷺ جب سفر پر جلدی روانہ ہو جاتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کر دیتے پھر آپ پڑاؤ کرتے تو دونوں نماز اکٹھی پڑھ لیتے، اگر سورج آپ کی روانگی سے پہلے ڈھل جاتا تو آپ ظہر کی نماز پڑھتے پھر سوار ہوتے۔" مسلم۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۱۲، مسلم: ۷۰۴۔

(٣٤٤)١٠۔وَفِی رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ: ((كَانَ إِذَا كَانَ فِی سَفَرٍ فَزَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ،

(۳۴۴)۱۰۔بیہقی کی ایک روایت میں ہے "جب آپ ﷺ سفر میں ہوتے سورج ڈھل جاتا تو آپ ظہر اور عصر کی

ثُمَّ ارْتَحَلَ))۔

نماز پڑھتے پھر سفر پر روانہ ہو جاتے۔"

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ بیہقی: ۳/ ۱۶۲۔

(۳٤٥) ۱۱۔ وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ [عَبْدَاللّٰهِ] بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَاجَدَّبِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بَعْدَ مَا يَغِيبُ الشَّفَقُ، وَيَقُوْلُ: ((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا جَدَّبِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ))۔

(۳۴۵) ۱۱۔ حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر جب سورج غروب ہونے کے بعد سفر پر روانگی کے لیے تیار ہوتے تو مغرب اور عشاء کو جمع کر لیتے وہ فرماتے ہیں "رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہونے لگتے تو مغرب اور عشاء کو جمع کر لیتے تھے۔" مسلم کے الفاظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۰٦، مسلم: ۷۰۳۔

**فوائد:** (۱) جلدی کی صورت میں دو نمازیں جمع کی جا سکتی ہیں یعنی مسافر جلدی میں ظہر کا انتظار کیے بغیر سفر پر روانہ ہو پھر جہاں قیام کرے عصر کے ساتھ ظہر کی نماز بھی پڑھ لے۔

(۲) اگر ظہر کا وقت ہو جائے تو نماز پڑھ کر سفر کرے۔

(۳) اگر شام کے قریب سفر پر جانا ہو تو مغرب اور عشاء کو جمع کیا جا سکتا ہے۔

(۴) اگر روانہ ہوتے وقت کسی نماز کا وقت ہو تو نماز ادا کر لینی چاہیے تا کہ فریضہ کی ادائیگی ہو جائے لیکن یہ گھر سے روانہ ہوتے وقت کی نماز قصر نہ ہوگی۔ اسی طرح ایک آدمی نے سفر کیا وقت صبح کا تھا اور وہ ظہر کے وقت میں منزل مقصود پر پہنچ گیا اگر منزل ذاتی رہائش ہے تو ظہر کی نماز مکمل پڑھنی ہوگی ہاں اگر منزل مقصود کی حد سے باہر ہے تو پھر وہی ظہر کی نماز قصر ادا کرے گا بشرطیکہ نو میل طے کیا ہو۔

(۵) اسلام نے انسان کے لیے سہولت بھی مہیا فرمائی ہے سفر صبح و شام کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ لیل ونہار کی کسی گھڑی میں بھی نکلا جا سکتا ہے ممانعت نہیں الغرض سفر کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نفل و فرائض ذکر و دعا کی صورت میں یاد رکھا جائے۔

(۳٤٦) ۱۲۔ وَفِي رِوَايَةِ بْنِ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ وَاقِدٍ، أَنَّ مُؤَذِّنَ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اَلصَّلَاةُ، قَالَ: سِرْ، حَتَّى إِذَا كَانَ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ انْتَظَرَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا عَجَّلَ بِهِ أَمْرٌ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ))۔ قِيْلَ وَ بِمَعْنَاهُ رَوَاهُ [عَقِيْلٌ]، ابْنُ جَابِرٍ، وَعَطَاءٌ۔

(۳۴۶) ۱۲۔ ابن فضیل کی ایک روایت میں ہے، وہ اپنے باپ سے اور وہ نافع اور عبداللہ بن واقد سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر کا مؤذن کہتا "الصلاۃ" آپ فرماتے چلو جب ابھی شام کی سرخی غروب نہیں ہوئی اس سے پہلے ہی آپ پڑاؤ کرتے تو مغرب کی نماز پڑھتے، پھر انتظار کرتے یہاں تک کہ شفق غائب ہو جاتی تو آپ عشاء کی نماز پڑھتے، پھر فرماتے، "رسول اللہ ﷺ کو جب جلدی

ہوتی تو آپ اسی طرح کرتے جس طرح میں نے کیا ہے۔'' اسی مفہوم کی عقیل ابن جابر اور عطاء سے روایت منقول ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داوٗد: ۱۲۱۲' باسناد حسن' ابو داوٗد: ۱۲۱۸۔ راوی عقیل بن خالد ابو داوٗد: ۱۲۱۳' راوی عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر۔

**فوائد:** (۱) انسان سفر میں کسی ایسے ساتھی کو ساتھ لے جاسکتا ہے جو اذان تکبیر کا اہتمام کر سکتا ہو اور دوسرا فائدہ ساتھی کا یہ ہوتا ہے کہ انسان سفر میں بھی نماز جماعت کی صورت میں ادا کر سکتا ہے۔

(۲) نمازِ مغرب کے بعد نمازِ عشاء کو سرخی غائب ہوجانے کے وقت پڑھا جاسکتا ہے یعنی بقدر تقدیم سے نماز مغرب کے ساتھ نماز عشاء بھی ادا کی جاسکتی ہے یہ اس صورت میں ہے جب انسان جلدی میں ہو۔

(٣٤٧) ١٣- وَرَوَى (مَالِكٌ بِسَنَدِهِ إِلَى) مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّهُمْ خَرَجُوا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ تَبُوكَ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، فَأَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا......)) اَلْحَدِيثَ۔

(۳۴۷) ۱۳۔ امام مالک نے' حضرت معاذ بن جبل کے حوالے سے روایت کیا ہے ''وہ (یعنی صحابہ کرام) رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تبوک کے سال روانہ ہوئے اس سفر کے دوران رسول اللہ ﷺ ظہر عصر اور مغرب عشاء کو جمع کر کے پڑھ لیا تھا کسی روز آپ نماز کو مؤخر کر دیتے پھر روانہ ہوتے ظہر اور عصر کو جمع کر لیتے پھر داخل ہوتے پھر روانہ ہوتے تو مغرب اور عشاء کو جمع کر لیتے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷۰۶۔

**فوائد:** (۱) ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے ساتھ پڑھنا یا ظہر اول وقت میں اور عصر کی نماز بھی اسی وقت میں پڑھنا دونوں طرح درست ہے۔

(۲) صحیح قول یہ ہے کہ جمع حقیقی جائز ہے۔

(۳) نماز مغرب اور نماز عشاء کو مذکورہ انداز میں جمع کرنا بھی جائز ہے۔

(٣٤٨) ١٤- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ((جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ [جَمِيعًا] بِالْمَدِينَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ))۔ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا أَرَادَ إِلَى ذٰلِكَ؟ قَالَ: أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ۔

(۳۴۸) ۱۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے ''رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں بغیر کسی خوف اور بارش کے ظہر عصر اور مغرب' عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔'' حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی کہ نبی کریم ﷺ کا اس سے ارادہ کیا تھا؟ آپ نے فرمایا

''آپ ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ امت کو کسی تنگی یا مشکل میں مبتلا نہ کریں۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷۰۵۔

(۳۴۹)۱۵۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ: ((صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ [جَمِيْعًا] وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا، مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ [وَلَا مَطَرٍ]))۔

(۳۴۹)۱۵۔ ایک روایت میں ہے ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر اور عصر اور مغرب' عشاء جمع کر کے پڑھائیں جبکہ نہ کوئی دشمن کا خوف تھا' نہ سفر تھا اور نہ بارش تھی۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷۰۵۔

**فوائد:** (۱) بلاخوف وخطر نمازیں جمع کرنا سنتِ رسول ﷺ ہے۔

(۲) شارع علیہ السلام نے اپنی امت کا ہر قدم پر خیال رکھا ہے امت کے لیے نمازیں تقدیم وتاخیر یا بلاخوف وعذر کے جمع کر کے پڑھنے میں آسانی ہے یعنی اسلام قلتِ حرج کا حامل دین ہے۔

(۳) نبی کریم ﷺ کا ایک یہ بھی خاصہ تھا کہ وہ انسانوں کی خوشی وغمی' آسانی اور تکلیف کو اپنا ذاتی مسئلہ سمجھتے تھے اور یہ اللہ کی طرف سے تھا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے سے نبی کریم ﷺ کی کیا مراد تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ چاہتے تھے کہ ان کی امت حرج محسوس نہ کرے۔

(۴) حالات دگرگوں ہوں' بارش' طوفان' آندھی' اندھیرا' کیچڑ وغیرہ ہو تو اس صورت میں نمازیں اکٹھی پڑھی جا سکتی ہے البتہ مذکورہ صورتوں کے علاوہ کبھی کبھار امن میں بھی نمازیں جمع کرنا جائز ہے۔

(۳۵۰)۱۶۔وَرَوَى عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ فِيْ حَدِيْثِ الْمُسْتَحَاضَةِ جَمْعَهَا بَيْنَ الصَّلَاتَيْنَ' وَهُوَ عِنْدَ أَبِيْ دَاوٗدَ وَغَيْرِهِ۔ وَابْنُ عَقِيْلٍ تَقَدَّمَ۔

(۳۵۰)۱۶۔عبداللہ بن محمد بن عقیل نے حدیث بیان کی کہ مستحاضہ عورت دو نمازیں جمع کر کے پڑھ سکتی ہے۔ یہ ابوداؤد وغیرہ کے ہاں ہے اور ابن عقیل کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے بحوالہ ابوداؤد۔

**فوائد:** (۱) اسلام نے مرد اور عورت دونوں کے حالات کو سامنے رکھا ہے مستحاضہ عورت کے لیے اسلام یہ رخصت دیتا ہے کہ وہ حالت استحاضہ میں دو نمازیں اکٹھی کر کے پڑھ سکتی ہے کوئی حرج نہیں۔

(۲) نمازوں کی تقدیم وتاخیر اور تخفیف کا فلسفہ جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں سے تنگی وحرج کو رفع کرنا ہے۔ تاکہ بطریق احسن اور خوشی خوشی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دیگر احکام کو اپنانے میں لگے رہیں کسی قسم کی دقت محسوس نہ کریں۔

## بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ
## نمازِ خوف کا بیان

(۳۵۱)۱۔رَوَى مَالِكٌ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ' عَنْ

(۳۵۱)۱۔ مالک نے یزید بن رومان سے' اس نے صالح

صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ، عَنْ مَنْ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلَاةَ الْخَوْفِ: ((أَنَّ طَائِفَةً وَصَفَّتْ مَعَهُ، وَصَفَّتْ طَائِفَةٌ وِجَاهَ الْعَدُوِّ، فَصَلَّى بِالَّتِي مَعَهُ رَكْعَةً، ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ، ثُمَّ انْصَرَفُوا فَصَفُّوا وِجَاهَ الْعَدُوِّ، وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَصَلَّى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِي بَقِيَتْ مِنْ صَلَاتِهِ، ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا، وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ، ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ)).

بن خوات سے اور اس نے اس شخص سے روایت بیان کی جس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع میں نماز خوف ادا کی تھی' "ایک گروہ نے آپ کے ساتھ صف باندھ لی اور ایک گروہ دشمن کے سامنے صف آراء ہوا' آپ نے اس گروہ کو نماز پڑھائی جو آپ کے ساتھ تھا' پھر آپ کھڑے رہے اور انہوں نے از خود نماز پوری کی پھر وہ پلٹے اور دشمن کے سامنے صف آراء ہو گئے اور دوسرا گروہ آیا' آپ نے اپنی نماز کی بقیہ رکعت ان کو پڑھائی پھر آپ بدستور بیٹھے رہے' انہوں نے اپنی نماز از خود پوری کی پھر آپ نے ان کے ساتھ مل کر سلام پھیرا۔ متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۱۲۹' مسلم: ۸۴۲۔



(۳۵۲)۲۔وَرَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، فَبَيَّنَ الْمُبْهَمَ فِي رِوَايَةِ مَالِكٍ۔

(۳۵۲)۲۔ شعبہ نے اس حدیث کو اس دوسرے طریق سے صالح بن خوات بن جبیر سے اور اس نے سہل بن ابی حثمہ سے روایت کیا اور اس نے مالک کی روایت میں جو ابہام پایا جاتا تھا اسے واضح کر دیا۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۴۱۔

**فوائد:** (۱) حالتِ خوف میں اندازِ نماز بدل جاتا ہے البتہ قرأت' فرائض' واجبات اور ادعیہ مسنونہ وہی ہوتے ہیں۔

(۲) نبی کریم ﷺ سے نماز خوف کئی طریقوں سے ثابت ہے جیسا موقع رہا اسی طرح نماز رہی۔ البتہ اس حدیث میں وہ طریقہ ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔

(۳) نماز خوف سفر و حضر دونوں میں جائز ہے یعنی حضر میں خطرہ ہو تو تب بھی اور سفر میں دشمن سے خطرہ ہے تو تب بھی یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے یہی مسلک جمہور علماء کا ہے بعض کہتے ہیں کہ نماز خوف کے لیے سفر شرط ہے یہ راجح قول نہیں ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کو اپنے تذکرے محبوب لگتے ہیں لیکن حالت خوف میں اپنے تذکرے کرنے والے نفسوں کی روحیں زیادہ عزیز ہیں انسان کی جان محفوظ رہے یہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ اپنے بندوں کی حفاظت کا طریقہ بھی بتایا۔

(۵) اس حدیث میں آپ نے ہر ایک گروہ کو ایک ایک رکعت پڑھائی ایک ایک انہوں نے خود پڑھی پہلے گروپ نے خود سلام پھیرا اور دوسرے گروپ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سلام پھیرا۔

(۳۵۳)۳۔وَرَوَی الْبُخَارِيُّ مِنْ حَدِيْثِ شُعَيْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ يَعْنِي صَلَاةَ الْخَوْفِ؟ فَقَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ، فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ، فَصَافَفْنَاهُمْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ / يُصَلِّي لَنَا، فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ، وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ، فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِي لَمْ تُصَلِّ،فَجَاؤُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ [بِهِمْ] فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ))۔

(۳۵۳)۳۔امام بخاری نے شعیب کی بیان کردہ حدیث زہری کے حوالے سے روایت کی اس نے کہا کہ میں نے اس سے سوال کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کیا نماز خوف پڑھی ہے؟ اس نے کہا مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر نے بتایا کہ عبداللہ بن عمر نے کہا: ''میں نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ نجد کی جانب جنگ لڑی ہم دشمن کے بلمقابل آئے ہم ان کے سامنے صف آراء ہوئے' رسول اللہ ﷺ اٹھے ہمیں نماز پڑھانے لگے ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہوا اور ایک گروہ دشمن کے سامنے رہا' رسول اللہ ﷺ نے اس گروہ کے ساتھ رکوع اور دو سجدے کیے جو آپ کے ساتھ شریک نماز تھا پھر وہ پلٹ کر اس گروہ کی جگہ چلے گئے' جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ لوگ آئے رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور دو سجدے کیے پھر ان کے ساتھ سلام پھیر دیا ان میں سے ہر ایک نے ایک رکعت اپنے طور پر کھڑے ہو کر پڑھی اور دو سجدے کیے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۴۲' مسلم: ۸۳۹۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم ﷺ کی روزمرہ زندگی کے معمولات کے بارہ میں دریافت کرتے رہنا بہت بڑا عمل ہے جو کہ حب نبی پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں امام زہری رحمہ اللہ کا شاگرد ان سے نبی کریم ﷺ کی نماز خوف کے بارے میں سوال کرتا ہے۔

(۲) جس جنگ میں رسول اکرم ﷺ بنفس نفیس شرکت فرمائیں اسے غزوہ کہتے ہیں۔

(۳) نماز خوف کی یہ صورتیں اس وقت ہیں جب ایک جماعت ہو اس کے برعکس اگر انسان اکیلا ہو کفار کا وطن ہو اور جان کا بھی یقینی خطرہ ہو تو اشارۃً بغیر خاص اہتمام کیے نماز پڑھی جا سکتی ہے یا پتا ہو کہ اتنے فاصلے پر جا کر امن مل جائے گا تو مؤخر کر لے اسی طرح مصحف شریف کو لے کر کافروں کی سرحد میں جانے سے گریز کرنا چاہیے۔

(۴) جماعت کی صورت میں امام کی نماز دو رکعت ہو گی جبکہ مقتدی یکے بعد دیگرے صرف ایک ایک جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔

(۵) خوف کے وقت نماز کی جگہ پر اسلحہ سے مسلح ہو کر کھڑے رہنا اور نمازیوں کی رکھوالی کرنا شرعاً درست ہے ورنہ بلا خوف مسجد تو دور

کی بات ہے عام حالت میں چلتے پھرتے ہوئے اسلحہ تان کر چلنا خلاف مروت امر ہے اور منع ہے۔

(٣٥٤)٤۔ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، بِلَفْظٍ آخَرَ، وَفِي آخِرِهِ: قَالَ: وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: ((فَإِذَا كَانَ خَوْفٌ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَصَلِّ رَاكِبًا وَقَائِمًا تُوْمِئُ إِيْمَاءً))۔

(۳۵۴)۴۔ امام مسلم نے نافع کی بیان کردہ حدیث عبداللہ بن عمر کے حوالے سے بالفاظ دیگر بیان کی، جس کے آخر میں کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: ''جب اس سے زیادہ خوف ہو تو سوار ہو کر بھی نماز پڑھ سکتے ہو اور کھڑے کھڑے اشارے سے بھی نماز پڑھ سکتے ہو۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۳۹۔

(٣٥٥)٥۔ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ نَحْوًا مِنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ: إِذَا اخْتَلَطُوْا قِيَامًا، وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَلْيُصَلُّوْا قِيَامًا۔ وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَلْيُصَلُّوْا قِيَامًا وَرُكْبَانًا [إِلَى الْقِبْلَةِ وَغَيْرِ الْقِبْلَةِ]۔ وَهٰذَا الَّذِيْ أَشَارَ إِلَيْهِ مِنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ، أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ بِلَفْظٍ: ((إِذَا اخْتَلَطُوْا فَإِنَّمَا هُوَ الْإِشَارَةُ بِالرَّأْسِ وَالتَّكْبِيْرِ))۔

(۳۵۵)۵۔ امام بخاری نے ابن جریج کی بیان کردہ حدیث، موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے اور اس نے نافع سے اور اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی، اس نے مجاہد کی بات کی مانند ہی کہا کہ جب وہ کھڑے مل جل جائیں اور عبداللہ بن عمر نے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے یہ زائد بات کہی ''اگر وہ اس سے زیادہ خوف و ہراس میں مبتلا ہوں تو وہ کھڑے کھڑے یا سوار نماز ادا کر لیں قبلے کی جانب ہوں یا نہ ہوں'' یہ اشارہ ہے مجاہد کے قول کی طرف، امام بیہقی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ''جب وہ خلط ملط ہو جائیں تو سر کے اشارے اور تکبیر کے ذریعے نماز ادا کر لیں۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۴۳، بیہقی: ۳/ ۲۵۵۔

**فوائد:** (۱) شدت خوف کے وقت سواریوں پر پیادہ اور کھڑے ہوتے ہوئے اشاروں سے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

(۲) اس صورت میں اول پوزیشن میں قبلہ رخ ہونے کی کوشش کرنی چاہیے اگر نہ موقع ملے تو قبلہ وغیر قبلہ دونوں طرح درست ہے۔

(۳) اشارہ سر کے ساتھ ہوگا اور ساتھ ساتھ تکبیر بھی ہوگی۔

(۴) یہ انتہائی خوف و اندیشہ کا عالم ہے لیکن نماز نہ پڑھنے کا فرمان نہیں ملتا نماز ہے خواہ جیسے بھی ہے۔

(٣٥٦)٦۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا،

(۳۵۶)۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

قَالَ: فَرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الصَّلَاةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ ﷺ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ، وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً،

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی علیہ السلام کی زبانی حضر میں چار رکعت' سفر میں دو رکعت اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۶۸۷۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے امر سے ہر بات فرماتے تھے اور ہر کام سرانجام دیتے تھے۔ اسلام کے احکامات میں سے کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو نبی کریم ﷺ نے اپنی مرضی سے صادر فرمایا ہو اس پر دلائل ہیں جن میں سے ایک دلیل یہ حدیث بھی ہے جو کہ بالکل واضح الفاظ میں اس بات پر دال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے حضر کی چار' سفر کی دو اور خوف کی ایک رکعت فرض قرار دی۔

(۲) جیسے جیسے امن مفقود ہوتا جاتا ہے شرائع اسلام بھی تخفیف کی طرف لوٹتے نظر آتے ہیں جیسا کہ امن میں چار فرض' سفر میں دو اور جب مزید دہشت کا سماں بنا تو ایک رکعت فرض ہوئی۔ اب اس میں بھی مزید گنجائش ہے کہ ایک ایک رکعت نماز کے ساتھ اگر خوف بڑھ جائے تو پھر انفرادی طور پر سوار یا پیادہ کی صورت میں سر کے اشارے اور تکبیر سے پڑھی جائے گی اگر یہ بھی حالت برقرار نہ رہ سکے تو پھر جیسے مجاہد کے لیے موقع فراہم ہو ویسے نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۳۵۷)۷۔ وَعَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الْخَوْفِ فَصَفَفْنَا صَفَّيْنِ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ وَالْعَدُوُّبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ۔ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ ﷺ فَكَبَّرْنَا جَمِيْعًا، ثُمَّ رَكَعَ فَرَكَعْنَا جَمِيْعًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ (مِنَ الرَّكُوْعِ) فَرَفَعْنَا جَمِيْعًا، ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ وَالصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ، وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخِّرُفِيْ نَحْرِ الْعَدُوِّ، فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ السُّجُوْدَ وَقَامَ الصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ، اِنْحَدَرَ/ الصَّفُّ الْمُؤَخِّرُ بِالسُّجُوْدِ وَقَامُوْا، ثُمَّ تَقَدَّمَ الصَّفُّ الْمُؤَخِّرُ، وَتَأَخَّرَ الصَّفُّ الْمُقَدَّمُ، ثُمَّ رَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَكَعْنَا جَمِيْعًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَرَفَعْنَا جَمِيْعًا، ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ وَالصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ الَّذِيْ كَانَ مُؤَخَّرًا فِي الرَّكْعَةِ

(۳۵۷)۷۔ عطاء نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز خوف میں حاضر ہوا ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے دو صفیں بنائیں دشمن ہمارے اور قبلے کے درمیان تھا نبی کریم ﷺ نے اللہ اکبر کہا تو ہم سب نے اللہ اکبر کہا پھر آپ نے رکوع کیا تو ہم سب نے رکوع کیا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو ہم سب نے بھی رکوع سے سر اٹھایا پھر آپ اور آپ سے متصل صف والے سجدے میں چلے گئے اور پچھلی صف دشمن کے سامنے کھڑی رہی' جب نبی کریم ﷺ نے سجدہ پورا کر لیا اور آپ ﷺ کے ساتھ والی صف کھڑی ہو گئی تو پچھلی صف سجدے میں چلی گئی' وہ لوگ سجدے کے بعد کھڑے ہوئے پچھلی صف والے آگے بڑھے اور اگلی صف والے پیچھے آ گئے پھر نبی کریم ﷺ نے رکوع کیا اور ہم سب نے رکوع کیا پھر آپ نے اپنا سر رکوع سے اٹھایا ہم سب نے

الْأُوْلٰى، وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِيْ نَحْرِ الْعَدُوِّ، فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ السُّجُوْدَ وَالصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ، انْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدُوْا، ثُمَّ سَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَسَلَّمْنَا جَمِيْعًا)).
قَالَ جَابِرٌ: كَمَا يَصْنَعُ حَرَسُكُمْ هٰؤُلَاءِ بِأُمَرَائِهِمْ۔
اَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

بھی اپنے سر اٹھائے پھر آپ ﷺ سجدے میں چلے گئے اور وہ صف بھی سجدے میں چلی گئی جو آپ کے متصل تھی اور وہ پہلی رکعت میں پیچھے تھی پچھلی صف دشمن کے سامنے کھڑی رہی، جب نبی کریم ﷺ اور آپ سے متصل صف نے سجدہ پورا کر لیا تو دوسری صف سجدے میں چلی گئی، انہوں نے سجدہ کیا پھر نبی کریم ﷺ نے سلام پھیرا اور ہم سب نے سلام پھیرا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں، جس طرح تمہارے چوکیدار اپنے امراء کا پہرہ دیتے ہیں۔'' مسلم نے دونوں نکالی ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۴۰۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں ایک اور نماز خوف کا طریقہ سامنے آتا ہے۔ جس میں نبی کریم ﷺ نے چار رکعت نماز پڑھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دو دو رکعت پڑھیں یعنی آپ ﷺ کے دو فرض ہوئے اور دو نفل۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ امام نفلی نماز پڑھا رہا ہو تو اس کے پیچھے فرض پڑھے جاسکتے ہیں یہ درست ہے۔

(۲) یہاں یہ ذکر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دو دو رکعت نماز پڑھی جبکہ اس سے قبل والی حدیث میں یہ ہے کہ نماز خوف ایک رکعت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام کے ساتھ ایک رکعت ہے ورنہ دوسری رکعت صحابہ نے خود پڑھی ہے جو کہ ان کی دو رکعت نماز بنی یہ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا قول ہے۔

(۳) خوف و ہراس کی بنا پر آج بھی مساجد اور مدارس وغیرہ میں نماز کے وقت چوکیداران یا گارڈز وغیرہ تعینات ہوتے ہیں جن کا تعلق سول پرائیویٹ یا سرکار سے ہوتا ہے لیکن افسوس کی بات ہے وہ صرف پہرہ دیتے ہیں نماز نہیں پڑھتے اگر کوئی پڑھتا ہے تو رہ کر نماز کے اکثر وقت نکل جانے کے بعد پڑھتا ہے۔ کیونکہ ان حضرات کا مطمع نظر صرف نگہبانی ہوتا ہے یعنی اپنی ڈیوٹی سے غرض ہوتی ہے جو کہ ایک مجبوری بھی ہوتی ہے اور پیٹ پالنا بھی ہوتا ہے۔ ورنہ ان محکموں میں کوئی خاص طور پر ان کو نمازوں کا عادی تھوڑا بنایا جاتا ہے۔ عبادت سے کنی کتراتے ہیں نماز پڑھنا ان کو صحیح آتی نہیں یہ قابل توجہ امر ہے۔ ایسے ہی منتظمین کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی نمازوں کا خیال رکھیں اور ان کو بروقت نماز پڑھنے کا موقع دیں۔ گارڈز حضرات کو ہر نماز ایک فریضہ سمجھ کر پڑھنی چاہیے سستی اور ریاکاری سے اجتناب کرنا چاہیے۔

## بَابُ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

## باجماعت نماز کا بیان

(۳۵۸)١۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ

(۳۵۸)١۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''باجماعت نماز، انفرادی نماز سے ستائیس

صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً))۔

درجے افضل ہے۔"

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ٦٤٥، مسلم: ٦٥٠۔

(٣٥٩)٢۔وَفِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ سَعِيْدٍ: ((بِخَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً))۔

(٣٥٩)٢۔حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں "پچیس درجے" افضل ہونے کا ذکر ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ٦٤٦۔

(٣٦٠)٣۔ وَفِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: ((بِخَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ جُزْءًا))۔ وَالْكُلُّ فِي الصَّحِيْحِ۔

(٣٦٠)٣۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ حدیث میں "پچیس اجزاء کا ذکر ہے۔"

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ٦٤٨، مسلم: ٦٤٩۔

**فوائد:** (١) نماز باجماعت ایک نہایت ضروری امر ہے۔ ان مذکورہ احادیث سے ظاہراً تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے کیونکہ اس میں منفرد کی نماز کا تذکرہ ہے خواہ درجات میں تفاوت کے ساتھ ہے اگر جماعت کے ساتھ نماز ضروری ہوتی تو اکیلے آدمی کی نماز جائز نہ ہوتی یہ بیان محل نظر ہے اس میں تو بلکہ ترغیب ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا یہ ثواب ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جو منفرد کی نماز کے بارے مذکور ہے وہ اس پر دال ہے کہ جماعت سے کسی عذر کی وجہ سے رہ جانے والے کو بہت کم ثواب ملتا ہے۔

(٢) احادیث مذکورہ میں جو پچیس درجہ یا ستائیس درجہ کا ذکر آیا ہے یہ حقیقت میں تعارض نہیں ہے یہ ہوسکتا ہے کہ پہلے آپ نے پچیس اور بعد میں ستائیس کا ذکر کیا ہو۔ بعض نے اور طرح کے فرق بتائے ہیں مثال کے طور پر خشوع وخضوع کی قلت و کثرت' جماعت کے تعدد یا مسجد سے گھروں کے قرب و بعد کے اعتبار سے ہے۔ اسباغ وضوٗ نیت ومسواک کے اعتبار سے وغیرہ۔

(٣) اعمال کی نوعیت بدلنے سے ان کے ثواب میں بھی تفاوت آتا ہے۔ یعنی بعض اعمال بعض اعمال سے حد درجہ افضل ہوتے ہیں۔

(٤) اعمال کے ثواب میں کمی وزیادتی رکھنے کا فلسفہ بچاؤ اور ترغیب ہے جو کہ ایک سرگرمی کی صورت میں امتحان ہوتا ہے۔

(٣٦١)٤۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْتَطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلٰى قَوْمٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا، أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ

(٣٦١)٤۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا کہ حکم دوں' ایندھن اکٹھا کیا جائے پھر یہ حکم دوں کہ نماز کے لیے آذان دی جائے پھر ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ امامت کرائے' پھر میں قوم کے گھروں کا چکر لگاؤں اور جماعت میں شامل نہ ہونے والوں کے گھروں کو جلا دوں' مجھے قسم ہے اس ذات

الْعِشَاءَ))۔
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ [لَفْظُ الْبُخَارِيِّ]

کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کسی ایک کو معلوم ہو جائے کہ وہ مسجد میں ایک موٹی ہڈی یا دو عمدہ گوشت والی ہڈیاں پائے گا تو وہ عشاء کی نماز میں ضرور حاضر ہو۔ متفق علیہ لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۴۴، ۶۵۷، مسلم: ۶۵۱۔

**فوائد:** (۱) صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے نام صفات اور ذات کی قسم کھائی جاسکتی ہے یہی انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ہے اور ہمارے محترم نبی ﷺ نے بھی اس حدیث میں اللہ کی ذات کی قسم کھائی فرمایا ''والذی نفسی بیدہ'' اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے نام کی قسم کھانا ناجائز ہے خواہ وہ کتنی ہی محترم ہو۔ نبی کریم ﷺ کا قسم کھانے کا انداز بہت شاندار نظر آتا ہے جس میں یہ بھی سبق ہے کہ سبھی جانیں اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں وہ جدھر چاہے جیسے چاہے کرسکتا ہے۔

(۲) جہاں بھی نبی کریم ﷺ کا یہ انداز قسم مذکور ہے۔ وہاں رعب' غیرت اور ایک کام کی اہمیت سامنے آتی ہے۔

(۳) اسلام میں نیابت جائز ہے۔

(۴) اگر آگ میں جلا دیا جائے تو تب بھی فرض نماز نہیں چھوڑنی چاہیے ایسے ہی وہ آدمی جو جماعت کے وقت یا جماعت سے پیچھے رہے اس کو مع اس کے گھر کے تعزیر جلا دینا یہ انتہا درجہ کی توبیخ ہے اور جماعت کے وقار اور اہمیت کو اجاگر کرنے والا فرمان ہے۔

(۵) جیسے مال کے اعتبار سے وہ موٹی تازی اونٹنیاں بہترین ہوتی ہیں اسی طرح ثواب کے لحاظ سے مومن کے لیے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا یہ اونٹنیوں سے بھی عمدہ ہے۔ یہ ان کے ذہن کے مطابق خطاب ہے۔

(٣٦٢)٥۔وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوا لَهُنَّ))۔
لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

(۳۶۲)۵۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: ''جب تمہاری خواتین (رات کے وقت) مسجد جانے کی اجازت طلب کریں تو انہیں اجازت دے دیا کرو۔'' بخاری کی روایت کے لفظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۸۶۵، ۸۹۹، مسلم: ۴۴۲۔

(٣٦٣)٦۔وَعِنْدَ أَبِي دَاوُدَ: ((لَا تَمْنَعُوا نِسَائَكُمُ الْمَسَاجِدَ، وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ))۔

(۳۶۳)۶۔ابوداؤد میں مروی ہے ''اپنی خواتین کو مساجد سے نہ روکو البتہ ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔رواہ امام احمد بن حنبل: ۲/ ۷۶، ۷۷، ابوداؤد: ۵۶۷، مستدرک حاکم: ۱/ ۲۰۹۔

(٣٦٤)٧۔وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةَ

(۳۶۴)۷۔بسر بن سعید سے روایت ہے کہ زینب ثقفیہ

كَانَتْ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ/ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْعِشَاءَ فَلَا تَطَيَّبْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بیان کیا کرتی ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم خواتین میں سے کوئی ایک عشاء کے وقت مسجد میں حاضری دے تو وہ اس رات خوشبو نہ لگائے۔'' مسلم۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۴۳۔

**فوائد:** (۱) عورتوں کا مساجد میں نماز پڑھنا درست ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ عورتیں اپنی پاکی ناپاکی کو سامنے رکھیں اور جو لازم بات ہے وہ یہ ہے کہ گھر سے اجازت طلب کریں اور گھر والوں کے لیے لائق ہے کہ وہ عورتوں کو اجازت دے دیں روکیں نہیں البتہ عورتیں گھروں میں نماز پڑھیں تو یہ زیادہ اچھا ہوتا ہے یعنی مفہوم یہ نکلا کہ عورتوں کو ان کی مرضی پر چھوڑا جائے نہ ان کو مساجد میں جانے سے روکا جائے اور نہ ہی ان کو صرف گھروں میں نماز پڑھنے پر مجبور کیا جائے۔

(۲) گھر سے باہر نکلتے وقت اسلام نے عورتوں کو آداب بتائے ہیں وہ یہ ہیں کہ خوشبوئیں عطر اور میک اپ کرکے باہر نہ نکلیں یہ ان کے لیے اچھا ہوگا۔

(۳) عورتیں اندھیرے میں مسجد میں جاسکتی ہیں جیسے صبح اور عشاء کی نمازیں ہیں۔

(۴) عورتیں امام کے ساتھ باجماعت بھی نماز پڑھ سکتی ہیں کوئی حرج نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ تمام طرح کی احتیاطی تدابیر کو ملحوظ رکھا جائے۔

(٣٦٥)٨۔وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى۔ وَالَّذِيْ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ))۔

(۳۶۵)۸۔ بخاری میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت اس نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں میں سے نماز کا زیادہ ثواب اسے ملتا ہے جو زیادہ دور سے چل کر آئے اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ امام کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے، وہ اس شخص سے زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے جو نماز پڑھتا ہے اور سو جاتا ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۵۱، مسلم: ٦٦٢۔

**فوائد:** (۱) مساجد سے گھروں کی جتنی دوری ہوگی اتنا زیادہ اجر ملے گا۔

(۲) دور سے چل کر مسجد کی سمت جانا زیادہ ثواب کا ذریعہ ہے۔

(۳) مساجد واحد ایسی جگہیں ہیں جن کی طرف پیش قدمی کرنے سے ثواب ملتا ہے اور یہ زمین کے بہترین قطعات ہوتے ہیں۔

(۴) ایک نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا بھی قابل تحسین عمل ہے یہ علامت ہوتی ہے کہ آدمی کو نماز و عبادت سے الفت ہے اور خوف خدا کا حامل ہے ورنہ غافل انسان کا یہ عمل نہیں ہوتا۔ جو دوسری نماز کا انتظار کرتا ہے وہ نماز میں ہی رہتا ہے اور

وہ اس شخص سے بہتر ہوتا ہے جو ایک نماز پڑھنے کے بعد سو جاتا ہے۔

(۵) ایک دور سے آنا دوسرا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تیسرا ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار کرنا یہ ایک پارسا آدمی کی ہی خصوصیت ہو سکتی ہے۔

(٣٦٦)٩۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِهِ، فَلَا صَلَاةَ لَهُ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ))۔

أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

(۳۶۶)۹۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے اذان سنی پھر وہ بلا عذر مسجد میں نہ آیا اس کی نماز قابل قبول نہیں۔‘‘ ابن ماجہ

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابن ماجه: ۷۹۳، دارقطنی: ۱/ ۴۲۰، بیهقی: ۳/ ۵۷، ابن حبان: ۲۰۶۱، مستدرك حاکم: ۱/ ۲۴۵۔

**فوائد:** (۱) اذان کو سننا سنت ہے اور اس کا جواب دینا اور اذان کے بعد دعا و درود پڑھنا ضروری ہے۔

(۲) اذان اسلام کا شعار عظیم ہے کہنے اور سننے والے دونوں کیلیے ثواب ہے بآواز بلند کہنا تا کہ تمام مسجد کی طرف چلے آئیں یہ ضروری ہے اور ایسے مؤذن کا انتخاب ہو جو کہ بلند آواز کا حامل اور حسن صوت کا ملکہ رکھتا ہو۔

(۳) اذان یہ علامت ہوتی ہے وقت نماز کی۔ سننے کے فوراً بعد آنا ضروری ہے تا کہ جماعت میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ ملا جائے۔

(۴) شرعی عذر ہو تو دیر لگ جانے پر پکڑ نہیں ہے۔

(۵) اس حدیث میں جماعت کے ساتھ نماز کی مزید اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ جو کہ ایک اہم عمل ہے۔

(٣٦٧)١٠۔وَرَوَى مَالِكٌ۔ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذَّنَ بِالنَّاسِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ فَقَالَ: أَلَا فَصَلُّوا فِي الرِّحَالِ، ثُمَّ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ أَوْ ذَاتُ مَطَرٍ (فِي السَّفَرِ) أَنْ يَقُولَ: أَلَا صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ))۔

(۳۶۷)۱۰۔مالک نے نافع سے روایت کیا کہ عبداللہ بن عمر نے ایک ٹھنڈی اور آندھی والی رات، لوگوں میں اعلان کیا اور کہا خبردار گھروں میں نماز ادا کر لو پھر فرمایا جب کوئی رات ٹھنڈی یا بارش والی ہوتی سفر میں آپ ﷺ فرماتے: ’’خبردار! اپنے گھروں میں ادا کر لو۔‘‘

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ٦٦٦، مسلم: ٦٩٧۔

(٣٦٨)١١۔وَفِي رِوَايَةِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ، أَوْ ذَاتُ مَطَرٍ فِي السَّفَرِ أَنْ يَقُولَ: أَلَا صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ))۔مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ الثَّانِي لِمُسْلِمٍ۔

(۳۶۸)۱۱۔عبداللہ نافع سے روایت کرتے ہیں ’’رسول اللہ ﷺ جب دوران سفر کوئی رات ٹھنڈی یا بارش والی ہوتی تو آپ فرماتے خبردار! لوگو اپنے گھروں میں نماز ادا کر لو۔‘‘

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۳۲، مسلم: ۶۹۷۔

(۳۶۹)۱۲۔وَفِي رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَادَى مُنَادِي [-وَفِي لَفْظٍ: مُؤَذِّنُ] رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِذٰلِكَ فِي الْمَدِينَةِ فِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ وَالْغَدَاةِ الْقَرَّةِ۔

(۳۶۹)۱۲۔محمد بن اسحاق، نافع سے اور وہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں، ایک روز رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا اور ایک روایت میں مؤذن کے الفاظ آتے ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے مدینہ منورہ میں ایک برشیلی رات اور اور خنک صبح کو یہ الفاظ کہے (لوگو اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو)

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ابو داؤد: ۱۰۶۴۔

**فوائد:** (۱) بوقت عذر گھر میں نماز پڑھنا درست ہے اس وقت جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کی رخصت ہے مثال کے طور پر بارش اندھیرے کیچڑ اور طوفان کے وقت یا بیماری دیگر عذرات کی بنا پر گھر میں نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

(۲) اجتماعی عذر کی بنا پر اذان میں "الا صلوا فی رحالکم" کا اضافہ کیا جائے گا تاکہ ہر ایک سن کر آرام سے گھر نماز پڑھ لے۔

(۳) ایک یا دو اشخاص کا عذر ہو تو ان کی خاطر نہ اذان میں اضافہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی جماعت کو ترک کیا جا سکتا ہے۔

(۴) سفر و حضر دونوں میں جائز ہے کہ اذان میں یہ بتا دیا جائے کہ لوگو! نماز گھروں میں ادا کرلو۔

(۵) عذر دو طرح کا ہوتا ہے اور دونوں کے حکم میں بقدرے فرق ہے۔(۱) عارضی جیسے عورت کو حیض آنا و دیگر ایسے عذر (۲) دائمی جیسے نابینا مستحاضہ و دیگر ایسے عذر۔اب حیض یہ عارضی عذر ہے نماز منع ہے یہاں تک کہ حیض ختم ہو جائے اور غسل کر لیا جائے بعد میں سبھی احکام اسی طرح دوبارہ لوٹ آتے ہیں۔نابینا پن یہ دائمی عذر ہے یہ اس بات کے مانع نہیں ہے کہ نماز گھر میں پڑھی جائے بلکہ مسجد میں اذان سننے کے بعد آنا پڑے گا ایسے ہی مستحاضہ عورت ہے تو اس کو ہر نماز نئے وضو سے پڑھنی پڑے گی غسل نہیں کرنا پڑے گا البتہ غسل مستحب ہے۔یعنی یہ تمام شرائع ادا کریں گے۔

(۶) اجتماعی عذر کے پیش نظر ہر ایک نماز گھر میں پڑھ سکتا ہے لیکن مؤذن اور امام کے لیے زیادہ لائق یہ ہے کہ وہ مسجد میں نماز پڑھیں تاکہ اذان کے ذریعے لوگوں کو اطلاع مل جائے دوسرا مسجد سے نماز کی بالکل چھٹی نہ ہو۔

(۳۷۰)۱۳۔وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، قَالَ: سُئِلَ أَنَسٌ عَنِ الثُّومِ، فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ، وَلَا يُصَلِّيْ مَعَنَا))۔

لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۳۷۰)۱۳۔عبدالعزیز بن صہیب سے روایت ہے کہا کہ حضرت انسؓ نے تھوم کے بارے میں سوال کیا کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے اس درخت سے کھایا وہ ہمارے نزدیک نہ آئے اور وہ ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔" لفظ مسلم کے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۸۵۶' مسلم: ۵۶۲۔

**فوائد:** (۱) نماز کے لیے اور مسجد کے لیے ہر طرح کی طہارت شرط ہے۔ مسجد میں بدبودار منہ لے کر داخل ہونا مروت و طہارت کے منافی ہے جیسے لہسن ہے یا پیاز وغیرہ۔ یہ کھا کر مسجد میں نہیں جانا چاہیے۔

(۲) لہسن سے منع کرنے کی وجہ بو ہے تو اس زمرہ میں ہر وہ چیز آ گئی جس سے منہ میں بو پیدا ہو۔ لہٰذا سگریٹ وغیرہ بھی مسجد و نماز کے منافی ہے کیونکہ یہ بدبودار ہوتی ہے اور اس کے عادی انسان کا منہ بدبودار رہتا ہے بعض حضرات مسجد میں آتے ہیں تو سگریٹ کی ڈبی کو اپنے جوتوں میں رکھ کر یا الگ رکھ کر مسجد میں داخل ہوتے ہیں حالانکہ ان سگریٹوں کی تاثیر تو منہ میں ہوتی ہے کوئی لہسن پیاز کھالے تو وہ منہ سے بو ختم کرے ایسے ہی سگریٹ کے عادی کو سگریٹ چھوڑ دینی چاہیے یا کم از کم منہ کی صفائی کر کے آنا چاہیے یہ مسجد و نماز کے وقار کے موافق ہے۔ سگریٹ کی فضول خرچی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۳) کوئی ضروری نہیں ہے کہ تناور درخت ہو تو اسے ہی شجر بولتے ہیں بلکہ عربی میں لہسن کے پودے کو بھی شجر کہا گیا ہے۔ یعنی عربی میں ہر بڑے اور چھوٹے درخت کو شجر کہا جا سکتا ہے۔

(۳۷۱) ۱۴۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ الْأَسْوَدِ' عَنْ أَبِيْهِ' قَالَ' قَالَ: ((شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَجَّتَهُ' فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِيْ مَسْجِدِ الْخَيْفِ' فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ [فَانْحَرَفَ] إِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِيْ أُخْرَى الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ' فَقَالَ: عَلَيَّ بِهِمَا' فَجِيْءَ بِهِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا' فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا [مَعَنَا]؟ فَقَالَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' إِنَّا قَدْ كُنَّا صَلَّيْنَا فِيْ رِحَالِنَا' فَقَالَ: فَلَا تَفْعَلَا' إِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا / ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ' فَإِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ))۔

أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔

(۳۷۱) ۱۴۔ جابر بن یزید بن اسود اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کیا صبح کی نماز' میں نے آپ کے ساتھ مسجد خیف میں پڑھی جب آپ نے نماز پوری کر لی تو آپ پلٹے اچانک یہ منظر دیکھائی دیا کہ لوگوں کے پیچھے دو آدمیوں نے آپ کے ساتھ نماز ادا نہیں کی تھی' لایا گیا ان دونوں کے کندھے کانپ رہے تھے آپ ﷺ نے دریافت کیا: ''تم دونوں کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے میں کس نے روکا؟'' دونوں بولے یا رسول اللہ ﷺ ہم نے اپنے گھر نماز ادا کر لی تھی آپ نے ارشاد فرمایا: ''آئندہ ایسا نہ کرنا جب تم اپنے گھر میں نماز پڑھ لو پھر تم مسجد میں آؤ دیکھو کہ جماعت ہو رہی ہے تو تم نماز پڑھ لیا کرو یہ تمہاری نفلی نماز ہوگی۔''

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۱۶۰۔۱۶۱' ابوداؤد: ۵۷۵' نسائی: ۲/ ۱۱۲۔۱۱۳' ترمذی: ۲۱۹' امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مستدرك حاکم: ۱/ ۲۴۴۔۲۴۵' ابن حبان: ۱۵۶۴۔

**فوائد:** (۱) کسی عذر کی بنا پر گھر میں نماز پڑھنا درست ہے۔

(۲) اگر آدمی نے فرضی نماز گھر پڑھی ہو پھر مسجد میں چلا جائے جبکہ وہاں جماعت ہو رہی ہو تو اس کے ساتھ مل سکتا ہے گھر میں پڑھی نماز اس کی فرضی اور جماعت کے ساتھ والی نماز نفلی ہوگی۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام فرضی نماز پڑھا رہا ہو تو اس کے پیچھے نفل پڑھنے والے کی نماز ہو جاتی ہے۔

(۴) مسجد میں جماعت کے وقت پیچھے بیٹھے رہنا معیوب بات ہے جماعت کے ساتھ شامل ہو جانا چاہیے اس میں جماعت کا وقار بھی مجروح نہیں ہوتا اور آدمی بھی مزید ثواب کا حق دار بن جاتا ہے۔

(۵) ایک امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کا جائزہ لے تاکہ کوئی جماعت سے پیچھے نہ رہے اسی طرح امام کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کو صحیح سمت چلائے اور فرض و نوافل کا عادی بنائے۔

(۳۷۲)۱۵۔وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا يَقُوْلُ: ((لَا تُبَادِرُوْا الْإِمَامَ، إِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا۔۔اَلْحَدِيْثُ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۳۷۲)۱۵۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تعلیم دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: ''امام سے سبقت نہ کیا کرو جب وہ اللہ اکبر کہے تو پھر تم اللہ اکبر کہا کرو۔'' (مسلم)

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۱۵۔

(۳۷۳)۱۶۔وَفِي رِوَايَةِ مُصْعَبِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عِنْدَ أَبِيْ دَاوٗدَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَلَا تُكَبِّرُوْا حَتّٰى يُكَبِّرَ، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَلَا تَرْكَعُوْا حَتّٰى يَرْكَعَ))۔ وَفِيْهِ: ((وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَلَا تَسْجُدُ حَتّٰى يَسْجُدَ))۔ وَمُصْعَبُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثِقَةٌ۔

(۳۷۳)۱۶۔ ابوداؤد میں مصعب بن محمد سے یہ روایت ہے ''امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور تم اس وقت تک اللہ اکبر نہ کہو یہاں تک کہ وہ اللہ اکبر نہ کہہ دے جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کیا کرو تم اس وقت تک رکوع میں نہ جاؤ جب تک وہ رکوع میں نہ جائے، جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کیا کرو تم اس وقت تک سجدہ نہ کرو جب تک وہ سجدہ نہ کرے۔'' مصعب بن محمد ثقہ راوی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۳۴۱، ابو داؤد: ۶۰۳۔

**فوائد:** (۱) امام کی اقتداء امرِ واجب ہے۔

(۲) امام کو مقرر کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کی ہر نقل و حرکت کی پیروی کی جائے امام کی تکبیر کے بعد تکبیر کہی جائے اس کے رکوع میں چلے جانے کے بعد رکوع میں جایا جائے ایسے ہی اس کے سجدہ کر لینے کے بعد سجدہ کیا جائے۔

(۳) امام کا اسلام میں ایک مقام ہے اس کے احترام کو بحال رکھتے ہوئے اس کی ہر موافق اسلام بات مانی جائے۔

(۳۷۴)۱۷۔وَرَوَى أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ

(۳۷۴)۱۷۔ابواسحاق نے عبداللہ بن یزید سے روایت کیا

يَزِيْدَ' قَالَ: قَالَ لِيَ الْبَرَّاءُ۔ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ۔: ((إِنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّوْنَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ أَرَ أَحَدًا يَحْنِيْ ظَهْرَهُ حَتّٰى يَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ' ثُمَّ نَخِرُّ مِنْ وَرَائِهِ سُجَّدًا))۔
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ' وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

کہتے ہیں کہ مجھے حضرت براء نے کہا اور وہ بات کے جھوٹے نہیں ہیں ''وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے جب آپ ﷺ رکوع سے اپنا سر اٹھاتے' میں نے کسی کو بھی اپنی کمر جھکاتے نہ دیکھا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ لیتے' پھر ہم آپ کے پیچھے سجدے میں گر پڑتے۔'' متفق علیہ' اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۹۰-۷۴۷-۸۱۱' مسلم: ۴۷۴۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم علیہ السلام کی زندگی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی بھی ہمارے لیے چراغ راہ ہے۔ نماز کے حوالے سے ان کے انداز اور طریقے کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ ایسے ہی دیگر معمولاتِ زندگی' اعمال' افعال اور ان کے احکامات کو بھی اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز کچھ اس طرح تھا کہ اپنے محترم امام علیہ السلام کے پیچھے ہوتے' رکوع کے بعد آپ سجدہ کو جاتے جب تک آپ اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ نہ لیتے اس سے قبل کوئی بھی صحابی اپنی کمر کو جھکاتا نہ تھا آپ کے سجدہ میں چلے جانے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم سجدے میں جاتے تھے۔

(۳) نماز میں امام کے پیچھے پیچھے اطمینان سے اور دلجمعی سے رہنا چاہیے۔

(۴) سجدے کی حالت میں پیشانی کو زمین پر لگانا ضروری ہے اسی طرح ناک پیشانی میں داخل ہے اس کو بھی لگانا ضروری ہے بعض حضرات اس معاملہ میں سستی سے کام لیتے ہیں۔

(۵) نبی علیہ السلام کی شان وعظمت کی بحالی بھی اس امر میں رہی کہ وہ خالق فلک وثریٰ کے سامنے اپنی پیشانی کو ہمیشہ جھکاتا رہا۔ اللہ کے سامنے پیشانی جھکانے کا ہدیہ پیش کرنا عزت ملنے کا باعث ہے' پیشانی کو نہ جھکانا یہ مہلک عادت ہے جو ذلت کا باعث ہوتی ہے۔

(۳۷۵)۱۸۔وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى فِيْ أَصْحَابِهِ تَأَخُّرًا فَقَالَ لَهُمْ: ((تَقَدَّمُوْا فَأْتَمُّوْا بِيْ' وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ' لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى))۔
أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۳۷۵)۱۸۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ میں تاخیر دیکھی تو ارشاد فرمایا: ''قدرے پیش قدمی کیا کرو اور میری اقتداء کیا کرو تاکہ تمہارے پیچھے کھڑے ہونے والے تمہاری اقتداء کریں کوئی قوم جب لگاتار تاخیر کرنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے مؤخر کر دیتا ہے۔'' مسلم۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۳۸۔

**فوائد:** (۱) صفوں کو یکے بعد دیگرے مکمل کرنا ضروری ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پہلی صف کو پہلے مکمل کرنا ضروری ہے اس کے بعد دوسری صفیں مکمل کرنی ہیں اور یہ بھی پتا چلا کہ پہلی صف دوسری صفوں کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔

(۳) پہلی صف تو براہ راست امام کی اقتدا کرے گی اور دوسری صف پہلی صف کی اقتدا میں انفرادی طور پر ہو گی ورنہ مجموعی قیادت تو امام کی ہی ہو گی۔

(۴) ایک امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کو وعید و ترغیب سے نوازتا رہے۔

(۵) صفوں کو درست کرنا، مکمل کرنا یہ ضروری ہے اور امام کو چاہیے کہ وہ صفوں کی درستگی کا خاص اہتمام کرے۔

(۶) امام کی راہنمائی کے بعد بھی کوئی بار بار صفوں سے پیچھے ہٹے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو واقعی سبھی سے ہر لحاظ سے پیچھے کر دیں گے۔

(۳۷۶) ۱۹۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهِ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ، فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَامَ أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ بِذٰلِكَ، فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ، فَقَامَ (مَعَهُ) نَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهِ، صَنَعُوْا ذٰلِكَ / لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، لَمْ يَخْرُجْ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ النَّاسُ قَالَ فَقَالَ: إِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ))۔

لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

(۳۷۶) ۱۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ تہجد اپنے حجرے میں ادا کرتے تھے حجرے کی دیوار چھوٹی تھی لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھ لیا لوگ بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے پھر وہ اس موضوع پر باتیں کرنے لگے آپ دوسری رات نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور لوگ آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے لوگوں نے دو یا تین راتیں ایسے ہی کیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ حجرے کے اندر بیٹھے رہے باہر نہ نکلے، جب صبح ہوئی لوگوں نے تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے اندیشہ ہوا کہ تم پر تہجد فرض کر دی جائے گی۔'' بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۲۹، ۷۳۰، ۹۲۴، ۱۱۲۹، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، مسلم: ۷۶۱۔

(۳۷۷) ۲۰۔وَعِنْدَ مُسْلِمٍ، فِيْ رِوَايَةِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيْرٍ فَصَلَّى فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [لَيَالِيَ] حَتَّى

(۳۷۷) ۲۰۔ مسلم شریف میں زید بن ثابت کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں چٹائی کا حجرہ بنایا رسول اللہ ﷺ نے اس میں رات کی نماز پڑھی یہاں تک کہ لوگ بھی

اجْتَمَعَ النَّاسُ اِلَيْهِ، ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَظَنُّوْا اَنَّهٗ قَدْ نَامَ۔۔۔اَلْحَدِيْثُ))۔ (وَأَصْلُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

آپ کے پاس جمع ہو گئے پھر لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی آواز سنائی نہ دی انہوں نے یہ خیال کیا کہ آپ سو گئے ہیں۔اور اس کی اصل متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۳۱، ۶۱۱۳، ۷۲۹۰، مسلم: ۷۸۱۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم علیہ السلام نے مسجد میں الگ الگ ایک طرف ماہ رمضان میں جگہ مقرر کر لی تاکہ وہاں عبادت کی جائے، لوگوں نے دیکھتے ہی آپ کے پیچھے نماز شروع کر دی یہ سلسلہ دو یا تین راتیں رہا اس کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے یہ معاملہ ترک کر دیا جب لوگوں نے دریافت کیا تو جواب دیا ''مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر یہ رات کی نماز فرض نہ ہو جائے۔''

(۲) مسجد میں ایسی سمت کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جہاں نمازیوں کو تکلیف نہ ہو جائز ہے تاکہ نمازی بھی ضرر سے محفوظ رہیں اور خود بھی نماز میں متوجہ ہو۔

(۳) اچھے مقتدیوں کی یہ علامت ہوتی ہے کہ جو ان کا امام و پیشوا کرتا ہے فوراً اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں اور اسی طرح کرتے ہیں جیسے ان کا پیشوا کرتا ہے۔

(۴) اپنے ساتھیوں یا مقتدیوں سے عمدہ طریقے سے پیش آنا چاہیے اور ان کو مسئلہ کی صحیح وضاحت بتانی چاہیے تاکہ وہ دین کو سمجھ سکیں۔

(۵) حضرت زید رضی اللہ عنہ کی روایت میں کچھ اس طرح بھی ہے کہ نماز آدمی کی اپنے گھر میں افضل ہے فرض نماز کے علاوہ۔

(۶) جو حدیث میں ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ تم پر رات کی نماز فرض نہ کر دی جائے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا انداز عبادت اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب لگتا ہے کہ قریب ہے وہی انداز عبادت ہمیشہ کے لیے مقرر کر دے۔

(۳۷۸) ۲۱۔وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ:((صَلّٰى مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الْاَنْصَارِيُّ لِأَصْحَابِهِ الْعِشَاءَ فَطَوَّلَ عَلَيْهِمْ، فَانْصَرَفَ رَجُلٌ مِنَّا فَصَلّٰى۔۔۔ اَلْحَدِيْثُ))۔ [لَفْظُ مُسْلِمٍ] (وَأَصْلُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)۔

(۳۷۸)۲۱۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں:''حضرت معاذ بن جبل نے اپنے ساتھیوں کو عشاء کی نماز پڑھائی اور بڑی طویل نماز پڑھائی ایک شخص ہم سے پلٹا اور اس نے اکیلے نماز پڑھ لی۔'' یہ لفظ مسلم کے ہیں اور دراصل یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۵، ۷۱۱، مسلم: ۴۶۵۔

(۳۷۹) ۲۲۔وَفِيْ حَدِيْثٍ لِمُسْلِمٍ ((فَانْحَرَفَ رَجُلٌ مِنَّا فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى وَحْدَهٗ۔ اَلْحَدِيْثُ))

(۳۷۹)۲۲۔مسلم کی ایک روایت میں ہے''ہم میں سے ایک آدمی پلٹا اس نے سلام پھیرا پھر اکیلے نماز پڑھ لی۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۶۵، راوی سفیان بن عیینہ۔

**فوائد:** (۱) نماز کے معاملہ میں ایک نازک مسئلہ پر خاص توجہ دی جائے وہ یہ ہے کہ امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے

مقتدیوں کا ہر حال میں خیال رکھے قرأت اتنی ہونی چاہیے کہ نہ تو نمازی بوجھ محسوس کریں اور نہ ہی نماز کا مقصد فوت ہو' کیونکہ نمازیوں کی نوعیت و استعداد مختلف ہوتی ہے' کمزور بھی ہوتے ہیں' مریض اور بچے بھی ہوتے ہیں یعنی معتدل قسم کی قرأت ہونی چاہیے بالفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ ایسی نماز جس میں قرأت بھی مناسب لمبی ہو اور رکوع وسجود و دیگر ارکانِ نماز میں بھی توازن ہو' اس کا اہتمام ضروری ہے۔

(۲) حسب حال اگر پتہ ہے کہ نمازی لمبی قرأت پسند کرتے ہیں تو لمبی قرأت کے ساتھ بھی نماز پڑھائی جاسکتی ہے۔

(۳) خواہ جتنی بڑی اور جیسی بھی عبادت ہو اس میں اسلام نے بندوں کے حقوق کو پہلے رکھا ہے تا کہ قید سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔

(۴) ایسے ہی صاحب حاجت نمازی بھی ہوتے ہیں جو کہ زیادہ وقت نہیں لگا سکتے یا ان کے پاس وقت کچھ اتنا ہوتا ہے۔

(۵) اسلام کا ایک خاصہ یہ ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کی تربیت کچھ اس طرح کرتا ہے کہ ان کو بوجھ محسوس نہیں ہوتا دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ غیر محسوس انداز سے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے۔ جیسے یہاں اشارہ کیا کہ نمازیوں کی کمزوری' تھکاوٹ' عذر' حاجت کا خیال رکھ کر قرأت کو لمبا کیا جائے تا کہ وہ آئندہ بھی جماعت کے ساتھ مل سکیں نہ کہ وہ بددل ہو جائیں اور جماعت کو ترک کرنے کے عادی بن جائیں۔

(۶) ایسا امام جو اپنے مقتدیوں کا خیال نہ رکھے وہ اسلام کے لیے مضر ہے اس دوران اگر نمازی جماعت سے الگ ہو کر نماز پڑھ لے جلدی کی وجہ سے تو اس کی نماز ہو جائے گی وہ قابل ملامت نہ ہوگا یہ بھی ثابت ہوا کہ عذر کی وجہ سے جماعت سے الگ ہوا جاسکتا ہے۔

(۳۸۰)۲۳۔وَفِیْ حَدِیْثِ الْأَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' قَالَتْ: لَمَّاثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَآءَ بِلَالٌ یُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ' وَفِیْهِ:((مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ' فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نَفْسِهِ خِفَّةً' فَقَامَ یُهَادٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ۔وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ۔ حَتّٰی دَخَلَ الْمَسْجِدَ' فَلَمَّا سَمِعَ أَبُوْ بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ (أَبُوْ بَكْرٍ) یَتَأَخَّرُ' فَأَوْمَأَ إِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ' فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی جَلَسَ عَنْ یَسَارِ أَبِیْ بَكْرٍ' وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ یُصَلِّیْ قَائِمًا' وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (یُصَلِّیْ) قَاعِدًا' یَقْتَدِیْ أَبُوْبَكْرٍ بِصَلَاةِ

(۳۸۰)۲۳۔اسود کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: ''جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو بلال آتے اور آپ کو نماز کی اطلاع دیتے آپ فرماتے: ''ابوبکرؓ کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' جب وہ نماز میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے تئیں ہلکا پن محسوس کیا آپ اٹھے' دو آدمی آپ کو سہارا دے کر مسجد کی طرف لائے آپ کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے یہاں تک آپ مسجد میں داخل ہوئے' جب حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے رسول اللہ ﷺ نے اسے وہیں ٹھہرے رہنے کا اشارہ کیا' رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں طرف بیٹھ گئے حضرت

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَالنَّاسُ يَقْتَدُوْنَ بِصَلَاةِ أَبِيْ بَكْرٍ)). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ۔

ابوبکر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نماز ادا کر رہے تھے اس طرح کہ حضرت ابوبکرؓ نماز میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرتے تھے۔'' متفق علیہ اور لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۸۳، ۷۱۳، مسلم: ۴۱۸۔

**فوائد:** (۱) کسی عارضہ کی بنا پر امام کسی کو اپنا نائب بنا کر جماعت کروانے پر مقرر کر سکتا ہے یہ وہ نماز ہے جو نبی کریم علیہ السلام نے بیٹھ کر پڑھائی تھی یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم علیہ السلام کی اقتداء میں تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیروی میں نماز ادا کر رہے تھے۔

(۲) حالت مرض میں یہ انتہا درجہ کا شوق اور مسجد وعوام سے محبت کی علامت ہوتی ہے کہ انسان جیسے بھی تنگی ومرض کے عالم میں ہو وہ دوسروں کے سہارے چل کر مسجد میں حاضری دیتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے کیا، قدم صحیح زمین پر لگ نہیں سکتے تھے لیکن دو صحابیوں کے کندھوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ یہ شدتِ مرض کا موقعہ تھا۔

(۳) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام آ جائے تو نائب امام کو نماز میں ہی اس کی جگہ دے دینی چاہیے یہ صرف اور صرف نبی کریم علیہ السلام کا خاصہ ہے اور نبی علیہ السلام کا احترام یہی ہے کہ اس کو اس کے مرتبہ پر برقرار رکھا جائے۔ ہاں اگر اب کوئی امام اپنا نائب مقرر کرتا ہے لیکن بعد میں جماعت سے قبل وہ خود آ جاتا ہے تو نائب امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے امام کا احترام کرتے ہوئے مصلّی کی جگہ دے دے اگر وہ نماز شروع ہو جانے کے بعد آیا ہے تو پھر صحیح یہ ہے کہ وہ نائب امام کے پیچھے ہی کھڑا ہو اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھے۔

(۴) یہ بھی ثابت ہوا کہ دو آدمی ہوں تو جماعت کے وقت امام بائیں طرف ہوگا اور مقتدی دائیں طرف کھڑا ہوگا اور یہ ساتھ ساتھ ہی کھڑے ہوں گے ایک یا دو قدم کے آگے پیچھے سے کھڑے نہیں ہوں گے۔

(۵) امام اپنا نائب مقرر کرتے وقت کسی تیسرے آدمی کو اس کے نام پیغام بھیج کر یا لکھ کر بتا سکتا ہے، یہ درست ہے اور نائب کے لیے ضروری ہے کہ امام کے حکم کو سننے کے فوراً بعد اس کی تعمیل کرے۔

(۳۸۱) ٢٤۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ السَّقِيْمَ، وَالضَّعِيْفَ، وَالْكَبِيْرَ، وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَاشَآءَ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۳۸۱) ۲۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ایک لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہیے کہ ہلکی پھلکی نماز پڑھائے ان میں بیمار بھی ہوتے ہیں، کمزور بھی اور بڑی عمر کے لوگ بھی اور جب کوئی تم میں سے اکیلا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۰۳۔ ۶۷۲۔

**فوائد:** (۱) امام کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ جماعت کرواتے وقت تخفیف کو ملحوظِ خاطر رکھے کیونکہ کمزور، مریض وغیرہ اس کے پیچھے ہوتے ہیں۔

(۲) انسان اگر خود اکیلا نماز پڑھے تو اس میں قید نہیں ہے وہ جتنی لمبی قرأت کرنا چاہے کر سکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق اب اس کے نفس کے ساتھ ہی ہے ظاہر ہے لمبی کرے گا تو اس کا نفس چاہتا ہو گا تو کرے گا۔

(۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام میں اپنی مرضی نہیں چلتی جماعت میں قرأت کا معیار مقتدیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہو گا۔

(۴) بعض ائمہ کا انداز یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو مصلّٰی پر پا کر خوب جوش دکھانے کے چکروں میں لمبی قرأت کرتے جاتے ہیں جس میں کچھ نہ کچھ ریا کاری کا بھی عمل دخل ہوتا ہے جبکہ ان کی انفرادی قرأت کا یہ حال ہے کہ وہ دو رکعتیں بھی پڑھیں تو سورۂ اخلاص اور سورۃ الناس سے تجاوز نہیں کرتے لہٰذا ایمانداری سے کام لینا چاہیے۔ بلکہ یہ ہونا چاہیے کہ ذاتی نماز زیادہ طویل ہو اور جماعت کرواتے وقت نماز میں اعتدال و توازن کی جھلک ہو۔

(۳۸۲) ۲۵۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ' قَالَ: كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ' فَكَانَ يَمُرُّبِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ: مَا لِلنَّاسِ' مَالِلنَّاسِ؟ مَا هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُونَ: يَزْعَمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَهُ' أَوْحٰى إِلَيْهِ كَذَا' (أَوْحٰى إِلَيْهِ كَذَا)' فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذٰلِكَ الْكَلَامَ' فَكَأَنَّمَا يَقَرُّ فِيْ صَدْرِيْ' وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلَامِهَا' فَيَقُولُونَ: اُتْرُكُوْهُ وَقَوْمَهُ (فَإِنَّهُ) إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ۔ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ (أَهْلِ) الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ' وَبَدَرَ أَبِيْ قَوْمِيْ بِإِسْلَامِهِمْ' فَقَالَ: جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ نَبِيِّ اللّٰهِ حَقًّا' قَالَ: ((صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا' وَ[صَلُّوْا] صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا' فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ' وَلْيَؤُمَّكُمْ' أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا))۔ فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّيْ' لِمَا كُنْتُ أَتَلَقّٰى مِنَ الرُّكْبَانِ' فَقَدَّمُوْنِيْ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ۔ وَأَنَا ابْنُ

(۳۸۲) ۲۵۔ عمرو بن سلمہ سے ایک روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم' لوگوں کی گزرگاہ پر واقع ایک پانی کے گھاٹ پر تھے' قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم ان سے پوچھتے لوگوں کی صورت حال کیا ہے؟ لوگوں کی صورت حال کیا ہے؟ یہ شخص کون ہے؟ کیا ہے؟ وہ کہتے کہ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی ہے' میں یہ گفتگو زبانی یاد کر لیا کرتا تھا یوں دکھائی دیتا کہ جیسے میرے سینے میں ٹھنڈ پڑ رہی ہے' عرب اسلام پر طعنہ زنی کیا کرتے تھے وہ یہ کہتے کہ اسے اور اس کی قوم کو اپنے حال پر چھوڑ دو اگر یہ ان پر غالب آ گیا تو وہ سچا نبی ہو گا' جب فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا تو ہر قوم بڑی جلدی دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگی' میرے ابا جان میری قوم کی طرف تیزی سے آگے بڑھے اور کہا بخدا میں تمہارے پاس ایک برحق نبی کے پاس سے آیا ہوں فرمانے لگے ''یہ نماز اس وقت پڑھو اور یہ نماز اس وقت

سِتِّ سِنِيْنَ أَوْسَبْعِ سِنِيْنَ۔ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ فَكُنْتُ إِذَا [صَلَّيْتُ وَ] سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّيْ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْحَيِّ:أَلَا تُغَطُّوْنَ عَنَّا اِسْتَ قَارِئِكُمْ ؟فَاشْتَرَوْا (فَقَطَعُوْا) لِيْ قَمِيْصًا، فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِيْ بِذٰلِكَ الْقَمِيْصِ۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

پڑھو' جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی ایک شخص آذان کہے اور تم میں سے امامت کے فرائض وہ ادا کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔'' تو انہوں نے نظر دوڑائی کوئی بھی مجھ سے زیادہ قرآن نہیں جانتا تھا اس لیے میں قافلوں سے علم کی باتیں سیکھ لیا کرتا تھا' انہوں نے مجھے آگے کیا میں اسی وقت چھ یا سات برس کا تھا میں نے صرف ایک چادر اوڑھ رکھی تھی' جب میں نماز پڑھتا' سجدہ کرتا تو چادر سرک جاتی محلے کی ایک عورت نے کہا تم اپنے قاری کے سرین کیوں نہیں ہم سے ڈھانپتے؟ تو انہوں نے میرے لیے قمیص خریدی مجھے یہ قمیص حاصل کر کے اتنی خوشی ہوتی کہ کبھی کسی چیز سے اتنا خوش نہ ہوا۔ بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۳۰۲۔

**فوائد:** (۱) امامت کے معاملہ میں معیار یہ ہے کہ امام قرآن کو زیادہ جاننے والا ہو' جو زیادہ عالم بالقرآن ہو وہ دوسروں کے مقابلہ میں امامت کا حق رکھتا ہے خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو اور خواہ وہ معذور ہی کیوں نہ ہو' عمر کی قید نہیں ہے اور یہ زیادہ صحیح بات ہے۔ جیسا کہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بچے تھے لیکن اپنی قوم کے امام تھے۔ وہ کبھی نمازیں پڑھاتے تھے' اس میں نفل و فرض کی قید نہیں ہے۔

(۲) عمرو بن سلمہ کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کو جاننے سے مراد قرآن ان کو دیگر حضرات کی نسبت زیادہ آتا ہو۔

(۳) امام کی خدمت کرنا اور اس کی حوصلہ افزائی کرنا جائز ہے کوئی تحفہ یا ہدیہ دے تو امام اس کو خوشی سے قبول کر سکتا ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی پتا چلا کہ عوام کو اپنے امام کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا چاہیے اور امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہو سکے تو امامت فی سبیل اللہ کروائے اگر وہ محتاج ہے تو معقول معاوضہ پر رکھا جا سکتا ہے۔

(۵) موذن کے لیے تقرری کے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ آیا کہ وہ حسن صوت اور بلند آواز کا ملکہ رکھتا ہے بس یہی انتخاب کا معیار ہے۔

(۶) اگر دورانِ نماز کسی امام یا مقتدی کے ستر سے کپڑا ہٹ جائے تو نماز میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

(۷) چھ یا سات سال کے بچے کی حدیث یا بات معتبر سمجھی جاتی ہے۔

(۸) اچانک کی نظر اگر کسی غیر محرم یا کسی اجنبی کی شرمگاہ پر پڑ جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ اگر لباس کی خرابی کا مسئلہ ہو تو اس کی درستگی کے لیے خبردار کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے بیک وقت مرد اور عورت نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(۳۸۳)۲٦۔وَعَنْ أَبِیْ مَسْعُوْدِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، فَإِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَ ةِ سَوَاءٌ فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ/فَإِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءٌ فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءٌ فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا، وَلَا يَؤُمَّ الرَّجُلُ فِيْ سُلْطَانِهِ، وَلَا يُقْعَدُ فِيْ بَيْتِهِ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

(۳۸۳)۲٦۔ابومسعود انصاری کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قوم کی امامت وہ کروائے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو اگر اس میں سب برابر ہوں تو جو سنت کا زیادہ عالم ہو اگر علم میں سب برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو اگر وہ ہجرت میں برابر ہوں تو جو اسلام پہلے لایا ہو اور نہ کوئی کسی حاکم کی موجودگی میں امامت کروائے اور نہ اس کے گھر میں اس کی عزت والی مخصوص جگہ پر بیٹھے۔'' اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(٣٨٤)٢٧۔وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ مَكَانَ: ((سِلْمًا)) ((سِنًّا))۔

(۳۸۴)۲۷۔ایک روایت میں ''سلما'' (اسلام) کی جگہ ''سنا'' (عمر) کے الفاظ آئے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ٦٧٣۔

(٣٨٥)٢٨۔وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ (وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَ ةً)، فَإِنْ كَانَتْ قِرَاءَ تُهُمْ سَوَاءٌ فَلْيَؤُمُّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءٌ فَلْيَؤُمُّهُمْ أَكْبَرُ هُمْ سِنًّا، وَلَا يَؤُمَّ الرَّجُلُ فِيْ أَهْلِهِ، وَلَا فِيْ سُلْطَانِهِ، وَلَا تَجْلِسْ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَكَ، أَوْ بِإِذْنِهِ))۔

(۳۸۵)۲۸۔ایک اور روایت میں ہے ''قوم کی امامت ان میں سے سب سے زیادہ قرآن کا قاری کروائے اگر قراءت میں برابر ہیں تو جو ہجرت میں آگے ہو وہ کروائے اگر ہجرت میں برابر ہیں تو جو عمر میں بڑا ہے وہ کروائے۔ اور کوئی کسی کے گھر میں یا اس کی سلطنت میں امامت نہ کروائے اور نہ اس کی عزت والی جگہ پر بیٹھے اس کی اجازت کے بغیر۔''

**فوائد:** (۱) امام وہ ہوگا جو زیادہ قرآن کو جاننے والا ہوگا اگر قرأت کے لحاظ سے برابری ہو تو پھر وہ امام ہوگا جو سنت کا زیادہ عالم ہوگا اگر اس امر میں بھی برابری ہو تو پھر وہ امام ہوگا جو ہجرت کے لحاظ سے آگے ہو اگر اس میں بھی برابری ہو تو پھر یہ اعتبار کیا جائے گا کہ اسلام پہلے کون لایا یہ اس وقت ہے جب مختلف مدارج کے ائمہ موجود ہوں ایسے ہی عمر کے بارے آیا ہے کہ ہجرت کی برابری کے بعد عمر کا اعتبار کیا جائے گا۔

(۲) ایک معزز آدمی کی جگہ پر اس کی اجازت و رضا کے بغیر بیٹھنا منع ہے۔ ایسے ہی ایک امام یا سلطان کی جگہ پر امامت بھی جائز نہیں الا کہ وہ خود اجازت دے یعنی اسلام نے احترام کو بھی سامنے رکھا ہے اور منصب کی عزت افزائی کی ہے اور اجازت کو اہم قرار دیا ہے۔ یہ ایسے امور ہیں جن کی وجہ سے اختلافات کا سد باب رہتا ہے اور اندرونی کدورتیں ختم ہو کر رہ جاتی ہیں اور

نظام میں بہتری آتی ہے۔

(۳) اب سوال یہ ہے کہ ان مراتب کا تقرر کون کرے؟ تو یہ بات انتظامیہ اور مجلس شوریٰ کے کندھوں پر آتی ہے اور اسی طرح صاحب فہم وفراست حضرات کا کام ہے۔

(٣٨٦) ٢٩ـ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ أُوْلُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثَلَاثًا، وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ**)).

لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَالْهَيْشُ: الْعَيْثُ ـ وَيُقَالُ هَاشَ: إِذَا عَاثَ، وَكَأَنَّ الْمُرَادَ الْفِتَنُ وَالْهَيْجُ

(۳۸۶) ۲۹۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اہل دانش میرے قریب کھڑے ہوں پھر ان میں وہ لوگ کھڑے ہوں جو ان سے ملتے جلتے ہوں اور تم بازاروں کے فتنوں سے بچو۔'' لفظ مسلم کے ہیں ''ھیش'' سے مراد ''عیث'' ہے اور کہا جاتا ہے کہ ''ھاش'' مراد فتنے فساد ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۳۲۔

**فوائد:** (۱) امام کے قریب وہ حضرات ہوں جو عقلمند اور سمجھدار ہوں اس کے بعد درجہ بدرجہ دوسرے کھڑے ہوں۔

(۲) امام کے پیچھے صاحب عقل وذکا کا کھڑا ہونا کچھ اس لحاظ سے بھی عمدہ ہے کہ بعض دفعہ امام کو پیچھے ہٹنا پڑے تو قریب سے ہی سمجھدار آدمی کو مصلیٰ پر کھڑا کر سکتا ہے۔ ایسے ہی امام بھول سکتا ہے تو عقلمند مقتدی امام کو یاد دلا سکتے ہیں اور بھول سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی امام کو کوئی خلش کا خطرہ نہیں ہوتا سکون ملتا ہے اگر بچے یا شرارتی ذہن کے لوگ پیچھے ہوں تو سکون واطمینان کے مفقود ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔

(۳) بازاروں میں بے فائدہ گھومنا یا جانا شرعاً درست نہیں ہے بازاروں کے فتنوں سے دور رہنے میں ہی سلامتی ہے۔ البتہ کسی حاجت کے لیے جانا درست ہے۔ ایسے ہی اس نیت سے جانا کہ لوگوں کو تبلیغ کی جائے یا اس نیت سے جانا کہ بازار میں لوگ بکثرت موجود ہوتے ہیں ان کو سلام کیا جائے تو یہ صورتیں درست ہیں۔

(٣٨٧) ٣٠ـ وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا، وَحَاذُوْا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنِّيْ لَأَرَى الشَّيَاطِيْنَ تَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصُّفُوْفِ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ**)) أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ عَنْ رِجَالِ الصَّحِيْحِ۔

وَالْحَذَفُ، بِفَتْحِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ:

(۳۸۷) ۳۰۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''صفیں سیدھی کرو، صفوں میں ملاپ پیدا کرو گردنوں کو برابر رکھو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ وہ صفوں کے درمیان داخل ہوتے ہیں اور وہ یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے بکریوں کے بچے ہوں۔'' ابوداؤد۔ ''الحذف'' اور حا

غَنَمٌ صِغَارٌ يُقَالُ: مِنْ غَنَمِ الْحِجَازِ۔

کے فتح کے ساتھ اور ذال کے فتحہ کے ساتھ ہے مراد حجاز کی چھوٹی بکری۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ٦٦٧، نسائی: ٢/ ٩٢، ابن حبان: ٣٨٧، مسند امام احمد بن حنبل: ٣/ ٢٦٠۔

**فوائد:** (۱) نماز میں صفوں کو درست کرنا ضروری ہے اور صفوں کو درست اس طرح کیا جائے کندھے، ایڑیاں برابر ہوں اور پاؤں کے ساتھ پاؤں ملے ہوئے ہوں پاؤں کے ساتھ پاؤں ملانے کی طرف واضح اشارہ ہے کہ شیطان بکری کے بچے کی مانند بیچ میں داخل ہو جاتا ہے اس معاملہ سے محتاط رہنے اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے آپ نے قسم بھی کھائی ہے۔

(۲) ایک کام کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے لیے قسم کھائی جا سکتی ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی۔

(۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ مروجہ طریقہ جو فاصلے پر کھڑے ہونے کا ہے وہ غیر درست ہے نظر ثانی کے قابل ہے۔

(۴) امام کی طرف ملا جائے نہ کہ ملتے ملتے مخالف سمت چلا جائے اور امام کی طرف سے واضح فاصلہ پر رہا جائے۔ اسی طرح ملتے ہوئے اس انداز سے کھڑا ہوا جائے کہ اپنے جسم میں پاؤں رہیں نہ کہ پاؤں کو جسم کی ضخامت سے زیادہ کھولا جائے جو پاؤں زیادہ پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں ان کو یہ انداز بدلنا چاہیے۔

(٣٨٨) ٣١۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَآءِ آخِرُهَا، وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا))۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]

(٣٨٨) ٣١۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مردوں کی پہلی صف بہتر ہے اور آخری صف پر خطر ہے اور عورتوں کی آخری صف بہتر ہے اور پہلی پر خطر ہے۔'' (مسلم)

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ٤٤٠۔

**فوائد:** (۱) ایک امام کے پیچھے مرد بھی صفیں بنا سکتے ہیں اور عورتیں بھی صف بنا کر نماز پڑھ سکتی ہیں۔

(۲) یہاں صفوں کے درجے بتائے گئے ہیں کہ مردوں کی پہلی صف اچھی اور آخری صف بری ہوتی ہے۔ عورتوں کی پہلی صف بری ہوتی ہے جبکہ ان کی آخری صف اچھی ہوتی ہے یہ اس صورت میں ہے جب مردوں، عورتوں کی صفیں آگے پیچھے ساتھ ساتھ ہوں۔

(۳) اس حدیث میں ترغیب ہے کہ پہلی صف میں شامل ہونا چاہیے جبکہ عورتوں کے لیے یہ ہے کہ وہ آخری صف میں شامل ہوں۔

(۴) مردوں کی آخری صف اور عورتوں کی پہلی صف اس لیے اچھی نہیں کہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہو کر کھڑے ہونے کا یہ موقع غلط خیالات کی طرف لے جاتا ہے جو کہ نماز کی خرابی کا سبب ہے اگر عورتیں الگ ہوں اور مرد الگ جگہ پر ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے پھر معمول کے مطابق عورتوں کی پہلی صف زیادہ اہمیت کی حامل ہوگی آخری کی نسبت۔

(۳۸۹)۳۲۔وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ ((فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ فَقُمْتُ عَنْ یَسَارِهِ' فَأَخَذَنِیْ بِرَأْسِیْ وَأَقَامَنِیْ عَنْ یَمِیْنِهِ))۔

(۳۸۹)۳۲۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ کے ہاں رات گذاری ''نبی کریم ﷺ اٹھے اور تہجد کی نماز پڑھنے لگے میں آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا آپ نے مجھے سر سے پکڑا اور اپنے دائیں کھڑا کر لیا۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۷' ۱۳۸' ۱۸۳' ۶۹۷' ۶۹۸' ۶۹۹' ۷۲۸' مسلم: ۷۶۳۔

**فوائد:** (۱) اگر دو آدمی ہوں تو جماعت کے موقع پر ایک امام بنے گا جبکہ دوسرا امام کی دائیں طرف کھڑا ہو گا۔

(۲) دورانِ نماز جائز حرکت کی جا سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کلام نہ کیا جائے نمازی آگے پیچھے ہو سکتا ہے کوئی حرج نہیں مثال کے طور پر سانپ آ جانے کی وجہ سے نماز میں مارا جا سکتا ہے ایسے ہی کوئی بچہ آ کر بائیں طرف کھڑا ہو جائے تو اس کو پکڑ کر دائیں طرف کیا جا سکتا ہے۔

(۳) بچوں کو نماز کا طریقہ بتانا سنت ہے ایسے ہی نماز کی جگہ پر یا مسجدوں میں بچوں کو نماز کے لیے لے جانا درست ہے بعض حضرات بچے کے مسجد میں آنے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔

(۴) اپنی خالہ خالو کے گھر جانا اور رات رہنا درست ہے۔

(۵) بچوں کو قیام اللیل کے لیے مجبور نہ کیا جائے اگر وہ خود شوق سے نماز کی جگہ پر آ کر نماز شروع کر دیں تو ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور ان کی رہنمائی کرنی چاہیے۔

(۳۹۰)۳۳۔وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّیْتُ) أَنَا وَیَتِیْمٌ فِیْ بَیْتِنَا خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ' وَأُمِّیْ خَلْفَنَا أُمُّ سُلَیْمٍ))۔ لَفْظُ الْبُخَارِیِّ فِیْهِمَا۔

(۳۹۰)۳۳۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ''میں نے اور ایک یتیم نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے اپنے گھر میں نماز پڑھی اور میری والدہ ام سلیم ہمارے پیچھے کھڑی تھیں۔'' دونوں میں بخاری کے لفظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۲۷' ۸۷۰' ۸۷۴' مسلم: ۶۵۸۔

**فوائد:** (۱) نفلی نماز کی جماعت مسجد میں بھی درست ہے اور گھر میں بھی درست ہے۔

(۲) جب مرد' بچے اور عورتیں ہوں تو صفوں کی ترتیب یوں ہو گی کہ امام آگے ہو گا اس کے بعد مرد' ان کے بعد بچے اور بچوں کے بعد عورتوں کی صف ہو گی۔

(۳) عورت خواہ جتنی قریبی کیوں نہ ہو وہ مرد کے ساتھ کھڑی نہیں ہو سکتی' جماعت کے موقع پر۔

(۴) یتیم کو گھر میں رکھنا اور تربیت دینا شرعاً درست ہے اور کارِ ثواب ہے۔

(۵) امام اپنے مقتدیوں یا خادموں کے گھر جا سکتا ہے اور وہاں نفلی نماز بھی پڑھ سکتا ہے اور پڑھا بھی سکتا ہے۔ ایک نبی تو ویسے

ہی قوم کے لیے باپ کی حیثیت رکھتا ہے وہ بالا ولی اپنے ساتھیوں کے گھر جا سکتا ہے۔

(٦) حصولِ برکت کے لیے کسی نیک' پارسا کی امامت میں گھر نفلی نماز پڑھنا درست ہے۔

(٣٩١)٣٧۔ وَعَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا، وَلَا تَعُدْ))۔

أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(٣٩١)٣٤۔حسن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت گئے جب کہ آپ رکوع میں تھے وہ بھی صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے پھر نبی کریم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا آپ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ آپ کے شوق میں اضافہ کرے آئندہ ایسے نہ کرنا۔'' بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ٧٨٣۔

**فوائد:** (١) کوئی نمازی اگر جلدی سے صف سے ملنے سے قبل ہی رکوع کر لے تو یہ درست نہیں ہے صف میں کھڑے ہو کر اطمینان سے قبلہ رخ ہو کر پھر نماز میں داخل ہونا چاہیے۔

(٢) دوڑنا' بھاگنا یہ نماز کے وقار کے خلاف ہے۔

(٣) ایک نمازی سے کوتاہی ہو جائے تو اس کو جھڑکنے کی بجائے اس کی راہنمائی کی جائے اور احسن انداز سے گائیڈ کیا جائے تا کہ وہ آئندہ دوگنے شوق کے ساتھ جماعت سے قبل حاضر ہو۔

(٤) ایک اچھے امام کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر چلتا ہے اور وہ جان جاتا ہے کہ فلاں نابلد ہے پہلی دفعہ غلطی کا ارتکاب کیا ہے وہ بھی بے عملی کی وجہ سے۔

(٥) پہلی دفعہ غلطی پر اعادہ کی ضرورت نہیں لیکن بار بار غلطی کرنے والے کے لیے یہ حکم نہیں بلکہ مستقل یہ حکم ہے کہ وہ دوبارہ پڑھے گا۔

(٦) اس حدیث سے یہ بھی ثابت کیا جاتا ہے کہ جس نے رکوع پا لیا اس کی رکعت ہو گئی یہ بات غیر صحیح ہے قیام جیسے فرض نماز کو اور سورۃ الفاتحہ جیسے فرض کا ترک کرنا لازم آتا ہے جس سے نماز ادھوری رہ جاتی ہے۔

(٣٩٢)٣٥۔وَعَنْ عَمْرِو بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ:((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ))۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ۔

قَالَ أَحْمَدُ:حَدِيثُ وَابِصَةَ[حَدِيثٌ] حَسَنٌ، وَقَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: ثَبَّتَ الْحَدِيثَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ۔

(٣٩٢)٣٥۔عمرو بن راشد وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ''نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف سے پیچھے اکیلا نماز پڑھ رہا ہے آپ نے اسے حکم دیا کہ اپنی نماز کو لوٹائے۔'' ابوداؤد نے اسے روایت کیا' امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ وابصہ سے مروی حدیث حسن ہے' ابن منذر ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث

کو امام احمد بن حنبل اور اسحاق نے صحیح قرار دیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۲۲۷، ۲۲۸، ابو داؤد: ۶۸۲، ترمذی: ۲۳۱، ابن حبان: ۲۱۹۶، بیہقی: ۳/ ۱۰۴، ابن ماجہ: ۱۰۰۴۔

**فوائد:** (۱) اس مسئلہ میں اختلاف ہے آیا کہ صف کے پیچھے اکیلا آدمی آ کر کھڑا ہو جائے تو درست ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اکیلا آدمی صف میں کھڑا جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۲) پہلی صف مکمل ہونی چاہیے اب پیچھے سے آنے والا آ کر اکیلا کھڑا ہو جائے پہلی صف کے آخر سے یا درمیان سے کسی فرد کو لے گا تو پہلی صف میں خلل واقع ہوگا اور نمازیوں میں بے جا حرکت پیدا ہوگی اس میں اس فرد کے لیے بھی تکلیف ہے جس کو پیچھے لایا جا رہا ہے۔ لیکن بعض کا کہنا ہے کہ اکیلے کی نماز نہیں ہوتی دلیل ان کی یہ حدیث ہے اس لیے تو اس کو نماز دوبارہ پڑھنے کو کہا پہلی صورت والے یہ کہتے ہیں کہ جو نماز لوٹانے کا حکم ہے وہ تو آپ نے تنبیہ کے طور پر صادر فرمایا ہے۔

(۳۹۳)۳۶۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((إِذَا سَمِعْتُمُ الْإِقَامَةَ فَامْشُوْا إِلَى الصَّلَاةِ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةَ وَالْوَقَارَ وَلَا تُسْرِعُوْا، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا))۔ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَقَدِ اخْتُلِفَ فِيْ هٰذِهِ اللَّفْظَةِ فَقِيْلَ: ((فَأَتِمُّوْا)) وَقِيْلَ: ((فَاقْضُوْا))۔ وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ۔

(۳۹۳)۳۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم تکبیر سنو تو نماز کی طرف سکون، آرام اور وقار سے چلو جلدی نہ کرو، جو تم پا لو وہ نماز پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے پورا کر لیا کرو۔'' متفق علیہ، لفظ بخاری کے ہیں۔ اس لفظ میں اختلاف کیا گیا ہے ''فاتموا'' بھی کہا گیا ہے اور ''فاقضوا'' بھی کہا گیا ہے جبکہ یہ دونوں صحیح ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۳۶، ۹۰۸، مسلم: ۶۰۲۔

**فوائد:** (۱) نماز کی طرف وقار و سکون سے جانا چاہیے دوڑنا، جلد بازی سے کام لینا غیر مناسب ہے۔

(۲) جب اذان کہہ دی جائے تو فوراً نماز کی طرف لپکا جانا ہی افضل عمل ہے اس کا مطلب صرف یہ بھی نہیں ہے کہ جب اذان ہو اسی وقت ہی جایا جائے بلکہ اذان سے پہلے بھی مسجد میں جایا جا سکتا ہے یہ تو بہت اچھی بات ہے لیکن جب اذان ہو جائے تو اس کا مطلب ہے ہر صورت مسجد میں پہنچ جانا چاہیے۔

(۳) امام نماز میں جہاں ہو وہاں سے اپنی نماز کی ابتداء کرنی ہے مثال کے طور پر امام سجدے میں ہے تو مقتدی اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جائے اور نماز میں داخل ہو جائے جتنی امام کے ساتھ رکعتیں مکمل ہوئیں ٹھیک ہوا، باقی جو رہ گئی ہیں مقتدی سلام کے بعد کھڑا ہو کر اپنے طور پر وہ پڑھے گا۔ بعض حضرات آتے ہیں تو انتظار کرتے رہتے ہیں کہ کب امام سجدے سے سر اٹھا کر دوسری رکعت یا اور رکعت کے لیے کھڑا ہو تو ہم اللہ اکبر کہیں یہ درست نہیں ہے۔ فوراً جہاں امام ہو وہاں مل جانا چاہیے اسی طرح بعض حضرات کو نماز کے صحیح طریقے نہیں آتے وہ آتے ہیں امام رکوع میں یا سجدے میں ہے تو وہ پہلے تسلی سے تکبیر اولیٰ کہتے ہیں

پھر قیام میں کھڑے کھڑے کچھ پڑھتے ہیں بعد میں امام کے ساتھ ملتے ہیں یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ امام کی اقتداء کرنی ہے' دوسرا اب قیام کرنے کا فائدہ نہیں ہے اور نہ ہی اس قیام سے رکعت مکمل ہو گی لہٰذا خیر اس بات میں ہے کہ امام جہاں ہو صرف اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہو کر امام کے ساتھ مل جائیں۔

(۴) اس بات میں اختلاف ہے آیا کہ مقتدی جہاں آ کر ملا ہے وہ اس کی پہلی رکعت ہو گی یا آخری؟ صحیح بات یہ ہے کہ مقتدی کی یہ پہلی رکعت ہو گی کیونکہ حدیث کا مفہوم بھی یہی بتاتا ہے کہ جو رہ جائے وہ پڑھ لو۔

(۵) فرض نماز مکمل فوت ہو جائے یا ایک رکعت یا سجدہ و رکوع تو اس کی قضا ہو گی اگر رکعت مکمل رہ گئی تو رکعت پڑھی جائے گی اگر سجدہ یا رکوع رہ جائے تو تب بھی ایک رکعت مکمل پڑھنا ہو گی۔

## بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ

## نفلی نماز کا بیان

(۳۹۴)۱۔عَنْ جَابِرٍ[بْنِ عَبْدِاللّٰهِ]رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((**أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ**))۔

(۳۹۴)۱۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''افضل نماز وہ ہے جس میں لمبی دعائے قنوت پڑھی جائے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم : ۷۵۶۔

**فوائد:** (۱) نفلی عبادت وہ ہوتی ہے جو فرض نہیں ہوتی اور فضائل و ترغیبات کی متحمل ہوتی ہے۔ جس کی بنا پر آدمی ایسی فضیلت و رغبت کی حامل عبادت کو اپنی طرف سے ادا کرتا ہے لیکن شارع علیہ السلام کے بنائے ہوئے طریقہ کے مطابق عبادت کرنا شرط ہے نفلی عبادت نہ کرنے والا گناہگار نہیں ہوتا البتہ بعض دفعہ ملامت کے لائق ہوتا ہے دلی رغبت و شوق کو نفلی عبادت میں کافی عمل دخل ہوتا ہے۔

(۲) نفلی عبادت میں قیام و قرأت کو طویل کرنا جائز ہے بلکہ وہ بہترین نفلی عبادت ہوتی ہے جس میں قرأت کو لمبا کیا جائے۔

(۳) نفلی عبادت اکیلے کرنا یا جماعت کی صورت میں کرنا دونوں طرح جائز ہے البتہ بعض مواقع ایسے ہیں جن میں نفلی عبادت باجماعت کا اہتمام زیادہ عمدہ ہوتا ہے مثلاً نمازِ عیدین' نماز استسقاء' نماز کسوف اور نمازِ تراویح وغیرہ ان کی جماعت کا ایک حسن ہوتا ہے۔

(۳۹۵)۲۔وَعَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: كُنْتُ أَبِيْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَآتِيْهِ بِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ' فَقَالَ لِيْ: ((**سَلْ**))۔ فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ۔ فَقَالَ: **أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ۔** قُلْتُ: هُوَ ذٰلِكَ۔ قَالَ: فَأَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ

(۳۹۵)۲۔ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس رات بھر رہتا' میں آپ ﷺ کو پانی اور ضرورت کی اشیاء آپ کی خدمت میں پیش کرتا' آپ نے مجھ سے فرمایا: ''مانگو!'' میں نے عرض کی میں جنت میں آپ کی رفاقت کا سوالی ہوں' آپ نے

السُّجُوْدِ))۔
أَخْرَجُوْهُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ۔

فرمایا: ''اس کے علاوہ کچھ اور'' میں نے کہا بس یہی طلب ہے آپ نے فرمایا: ''کثرت سجود سے آپ میری مدد کریں۔'' بخاری کے علاوہ سبھی نے اسے روایت کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۴۸۹۔

**فوائد:** (۱) یہاں کثرتِ سجود سے مراد زیادہ سے زیادہ نفلی نماز پڑھنا ہے کیونکہ کثرت پر جو بات دلالت کرتی ہے وہ نوافل ہیں ورنہ فرضی نمازیں تو دن میں پانچ ہیں اس سے زیادہ تو نہیں ہوسکتیں۔ سجدوں سے مراد رکعات ہیں کیونکہ سجدہ رکعت کا اہم رکن ہوتا ہے سجدہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہوتا ہے اس میں انتہا درجے کی عاجزی ہوتی ہے اس لیے نفلی نماز کو سجدوں کا نام ہی دے دیا۔

(۲) حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ نفلی عبادت جنت کے حصول کا باعث ہے اور پھر جنت میں نبی کریم علیہ السلام کی معیت کا بھی سبب ہے۔ معلوم ہوا کہ کثرتِ عبادت رفاقت نبی اور دیدار الٰہی کا ذریعہ ہے۔

(۳) قابل عزت احباب کی خدمت کرنا، ان کی خدمت میں پانی و دیگر اشیاء پیش کرنا قابل اجر عمل ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صرف الفاظی الفت یا خدمت پر نبی کا ساتھ نصیب نہیں ہوتا بلکہ کثرتِ نوافل و عبادت کی وجہ سے بھی نصیب ہوتا ہے اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت نہیں ہوتی کہ نوافل پڑھنے سے ہی جنت ملے گی فرضوں کی ضرورت نہیں بلکہ فرض پہلے ہیں فرض نمازوں کی ادائیگی نہیں تو لاکھوں نوافل بے فائدہ ہیں۔

(۵) اپنے خدمت گزار سے محبتانہ اور دوستانہ ماحول رکھنا چاہیے اس کی خیر خواہی کا سوچنا اور کسی نہ کسی طرح اس کی خدمت کا بدلہ دینا چاہیے وہ مال کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے شکریہ کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے اور کوئی علمی بات بتا دینے کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے۔

(۶) اگر کوئی کسی سے دعا کروائے یا کسی سے کوئی مطالبہ کرے تو آخرت کے بارے میں کرنا چاہیے جیسے صحابی رسول علیہ السلام نے نبی کریم علیہ السلام سے جنت میں رفاقت کا سوال کیا۔

(۳۹۶)۳۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ عَشْرَ رَكْعَاتٍ: رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ فِيْ بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَكَانَتْ سَاعَةٌ لَا يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيْهَا، [وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ] حَدَّثَتْنِيْ حَفْصَةُ: أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ۔

(۳۹۶)۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دس رکعات یاد کیں ظہر سے پہلے دو رکعتیں، اور ظہر کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں، عشاء کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں، صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں، ایک ایسی گھڑی بھی آتی تھی کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی بھی نہیں جا سکتا تھا۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں حفصہؓ نے مجھے بتایا ''جب مؤذن اذان دیتا اور فجر طلوع ہو جاتی تو آپ دو رکعت نماز

لَفظُ الْبُخَارِيِّ (وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پڑھتے۔" لفظ بخاری کے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۳۷، ۱۱۶۹، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۱۔ مسلم: ۷۲۹۔

(۳۹۷) ٤۔ وَلِمُسْلِمٍ: ((وَبَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ)) وَلَمْ يَذْكُرْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ۔

(۳۹۷)۴۔مسلم کی ایک روایت ہے "جمعہ کے بعد دو رکعت" صبح سے پہلے دو رکعت کا تذکرہ نہیں کیا۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم ۷۲۹، بخاری: ۱۱۶۹، ۱۱۷۲۔

**فوائد:** (۱) فرض نمازوں سے قبل اور بعد میں سنت و نوافل کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۲) تمام نمازوں سے قبل اور بعد والی رکعات احادیث مبارکہ سے صحیح ثابت ہیں۔

(۳) اس حدیث میں ظہر سے قبل دو سنتیں اور بعد میں بھی دو سنتیں مذکور ہیں ایسے ہی مغرب کے بعد دو رکعتیں گھر میں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں وہ بھی گھر میں، اسی طرح دو سنتیں صبح کی نماز سے قبل ثابت ہیں۔

(۴) سنت و نوافل دونوں طرح کی نماز پر ہمیشگی کرنی چاہیے یہی نماز ہماری نیکیوں کی کمی کو دور کرے گی۔ مراد یہ ہے کہ سنت و نوافل عبادت کا حصہ ہیں ان کو بھی اہمیت دینی چاہیے بہترین مربی کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے شاگرد کو علمی باتیں یاد کرواتا ہے۔

(۵) ہر ہفتہ میں ایک دن ظہر کی چار رکعت فرض نماز کو دو فرض نماز کر کے پڑھا جاتا ہے اس دن کو جمعہ کہتے ہیں اور جمعہ اسلام کا نمایاں شعار ہے۔

(۶) جمعہ کے روز جمعہ کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کا اہتمام خاص کرنا چاہیے۔

(۳۹۸)٥۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ))۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۳۹۸)۵۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔"

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۸۲۔

**فوائد:** (۱) ظہر سے قبل چار رکعات پڑھنا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور ایسے ہی صبح کی نماز سے قبل کی دو سنتیں ثابت ہیں۔ یہ بھی سنتیں مؤکدہ ہیں مؤکدہ سے مراد ایسی سنتیں جن پر نبی کریم علیہ السلام نے ہمیشگی اختیار کی ہو اور ان کو پڑھنے کی بارہا دفعہ تاکید کی ہو۔

(۳۹۹)٦۔وَرَوَى التِّرْمَذِيُّ مِنْ حَدِيثِ أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ حَافَظَ عَلٰى أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا، حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ))۔

(۳۹۹)۶۔ترمذی نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام حبیبہ کے حوالے سے روایت نقل کی کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا "جس نے ظہر سے پہلے اور بعد چار چار رکعت پابندی سے ادا کی اللہ اس پر

قَالَ:[هٰذَا] حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ۔

آگ کو حرام قرار دے دیتا ہے۔" امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس طریق سے صحیح غریب ہے۔

**تحقیق و تخریج:** امام احمد بن حنبل: ۶/ ۳۲۵، ابو داؤد: ۱۲۶۹، نسائی: ۳/ ۲۶۵، ترمذی: ۴۲۸، امام ترمذی کہتے ہیں کہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ابن ماجه: ۱۶۰، مستدرك حاكم: ۱/ ۳۱۲۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں چار ظہر سے قبل اور چار بعد میں رکعات پڑھنے کا ذکر آیا ہے جو کہ جائز ہیں۔

(۲) مختلف روایات سے مختلف تعدادِ رکعات ثابت ہیں سبھی رکعات کے پڑھنے کا انتظام کرنا چاہیے۔

(۳) نوافل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو آگ سے آزادی دے دیتے ہیں۔

(۴) بہترین عمل وہ ہوتا ہے جس پر ہمیشگی کی جائے خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ہمیشگی اور تسلسل کا ایک وزن اور حیثیت ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جن کی ہمیشگی کے بارے میں حکم آیا ہے ان کو اپنایا جائے۔

(۴۰۰)۷۔وَرَوَى أَيْضًا مِنْ حَدِيثِ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ))۔

وَقَالَ: [هٰذَا] حَدِيثٌ حَسَنٌ

قُلْتُ:وَبَعْضُهُمْ يُصَحِّحُ رِوَايَةَ عَاصِمٍ هٰذَا عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

(۴۰۰)۷۔ایسے ہی عاصم بن ضمرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی، فرمایا: "رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور ان کے درمیان مقرب فرشتوں اور ان کی پیروی کرنے والے مسلمانوں اور مومنوں پر سلام کرتے ہوئے فاصلہ کر دیا کرتے تھے۔" امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بعض نے عاصم کی یہ روایت جو علی رضی اللہ عنہ سے ہے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۶۵۰، ترمذی: ۴۲۹، ۵۹۸، ۵۹۹، ابن ماجه: ۱۱۶۱۔

**فوائد:** (۱) چار سنتوں کو دو دو کر کے پڑھنا بھی درست ہے یعنی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر لیا جائے پھر دو رکعتیں اور پڑھی جائیں۔

(۲) عصر سے قبل چار سنتیں اکٹھی پڑھنا بھی درست ہے۔

(۳) عصر کی جماعت سے قبل چار سنتیں پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔

(۴۰۱)۸۔ وَرَوَى مُسْلِمٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، حَدِيثًا فِيهِ: وَكُنَّا (نُصَلِّيْ) عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، فَقُلْتُ لَهُ: أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

(۴۰۱)۸۔مسلم نے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے میں نے ان سے پوچھا کیا رسول

صَلَاهُمَا؟ قَالَ: ((كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا، وَلَمْ يَنْهَنَا))۔

اللہ ﷺ نے یہ رکعتیں پڑھی ہیں؟ فرمایا: ''آپ ﷺ ہمیں دیکھتے تھے کہ ہم یہ دو رکعت پڑھ رہے ہیں آپ نے نہ ہمیں حکم دیا اور نہ ہی ہمیں روکا۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۳۶۔

(۴۰۲)۹۔وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِاللهِ الْمُزَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((**صَلُّوا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: لِمَنْ شَاءَ، كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتَّخِذَهَا/النَّاسُ سُنَّةً**))۔

(۴۰۲)۹۔بخاری نے عبداللہ مزنی کے حوالے سے حدیث روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مغرب سے پہلے نماز پڑھا کرو'' تیسری مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: ''جو چاہے یہ نماز پڑھے اس اندیشے کی بنا پر کہ لوگ اسے سنت نہ بنا لیں۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۸۳، ۷۳۶۸۔

**فوائد:** (۱) مغرب کی نماز سے قبل دو رکعت نماز یہ صحابہ کا معمول ہے اور یہ دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہیں۔

(۲) وہ کام جس پر نبی کریم علیہ السلام کی خاموشی ہو منع کیا ہو اور نہ حکم دیا ہو وہ بھی حدیث کے زمرہ میں شامل ہوتا ہے اور اس کو اصطلاح میں ''تقریر'' کہتے ہیں۔

(۳) کسی کام پر یا بات پر دریافت کرنے کے باوجود بھی خاموشی ہو یا کوئی معاملہ کسی کی موجودگی میں کیا جا رہا ہو لیکن اس کو ناپسند جانا نہ روکا تو اس کا مطلب ہے وہ راضی ہے اور معاملہ اس کو پسند ہے۔

(۴) دوسری حدیث سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب سے قبل دو رکعت پڑھنے کا حکم صادر فرمایا ہے اور یہ حکم استحباب پر دال ہے، سنت پر نہیں اس سے یہ بھی علم ہوا کہ مغرب سے قبل کی رکعتیں سنت نہیں ہیں۔

(۵) حکم کی کئی اقسام ہیں جن کا قرائن اور موقع محل کے مطابق پتہ چلتا ہے ان میں سے ایک استحبابی حکم بھی ہے جو یہاں مذکور ہے اور یہ بھی فائدہ حاصل ہوا کہ جو سنت ہے اس کو سنت کا نام دیں اور جو مستحب یا فرض ہے اس کو اس کے مطابق نام دیں۔ سنت کو فرض یا فرض کو سنت قرار دینے سے گریز کرنا چاہیے۔

(۴۰۳)۱۰۔وَعَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ [بِاللَّيْلِ] قَالَتْ: ((**كَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى أَهْلِهِ فَيُصَلِّي أَرْبَعًا، ثُمَّ يَأْوِي إِلَى فِرَاشِهِ۔۔۔الْحَدِيثُ**))۔ أَخْرَجَهُ أَبُودَاوُدَ،

(۴۰۳)۱۰۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا وہ فرماتی ہیں: ''آپ ﷺ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر اپنے گھر لوٹ آتے اور چار رکعت پڑھتے تھے، پھر اپنے بستر پر لیٹ جاتے۔'' ابوداؤد۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد: ۱۳۴۶، ۱۳۴۹، نسائی: ۳/ ۲۴۱، ۲۴۲، ابن حبان: ۲۶۹۔

**فوائد:** (۱) اہل خانہ میں سے کوئی اپنے گھر کے سربراہ کے روزمرہ کے امور کے بارے میں سوال کیے جانے پر بیان دے سکتا ہے اس میں عورت و مرد یکساں طور پر برابر ہیں۔

(۲) عشاء کی فرضی نماز کے بعد انسان سنتیں وغیرہ گھر میں آ کر پڑھ سکتا ہے ایسے ہی عشاء کی نماز کے بعد چار سنتیں پڑھنے کے بعد سو سکتا ہے درست ہے۔

(۳) ہمارے ہاں دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک تکلف سے کام لیتے ہیں اور بعض سستی سے کام لیتے ہیں وہ لوگ جو تصنع اور تکلف سے کام لیتے ہیں وہ عشاء کی سترہ رکعات مانتے ہیں اور سبھی کو قریباً فرض جیسا سمجھتے ہیں یعنی ان کے ہاں جب تک سترہ رکعات مکمل نہیں ہوتی نماز مکمل نہیں ہوتی جبکہ اس کے برعکس بعض حضرات ایسے ہیں جو کہ ہر نماز کے بعد کی دو دو' چار چار رکعات کے قائل ہیں لیکن اتنی تعداد کی کمی کے باوجود وہ فرض نماز کے بعد دو رکعات کو بھی نہیں پڑھتے' ٹال مٹول سے کام لیتے ہوئے مسجد سے چل بستے ہیں ان دو طرح کے حضرات کو توازن واعتدال برقرار رکھنا چاہیے۔

(۴) یہ بھی ثابت ہوا کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد پہلا اور آخری کام سو جانا ہے عشاء کے بعد ناجائز گفتگو و مجلس سے گریز کرنا چاہیے۔

(٤٠٤)١١۔وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' [قَالَتْ]: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ' فَيُخَفِّفُ حَتَّى إِنِّيْ لَأَقُوْلُ: هَلْ قَرَأَ فِيْهِمَا بِأُمِّ الْكِتَابِ))؟ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]

(۴۰۴)۱۱۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعت اتنی ہلکی پھلکی پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ میں کہتی کہ کیا آپ ﷺ نے سورۃ فاتحہ ان میں پڑھی۔؟'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۶۵'۱۱۷۱' مسلم: ۷۲۴۔

**فوائد:** (۱) نماز کو اکیلے ہوتے ہوئے مرضی کے مطابق مختصر یا لمبا کیا جا سکتا ہے لیکن نماز کا مقصد سامنے رکھتے ہوئے۔

(۲) نبی کریم علیہ السلام صبح کی سنتیں اس قدر مختصر پڑھتے تھے کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جی میں کہتی تھی کہ کیا آپ نے سورۂ فاتحہ بھی پڑھی ہوگی۔ یعنی دل کی چاہت کے مطابق ایسا کیا جا سکتا ہے لیکن اختصار کے باوجود سورۃ فاتحہ وادعیہ اور ارکانِ نماز مکمل کرنے ہوں گے۔

(٤٠٥)١٢۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: ﴿قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾' وَ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾۔

(۴۰۵)۱۲۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں ''قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ'' اور ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھا کرتے تھے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷۲۶۔

**فوائد:** (۱) قرأت لمبی کرنے کے وقت میں مختصر قرأت کی جا سکتی ہے یعنی جہاں طوال مفصل پڑھی جاتی ہیں وہاں قصار، اوساط کی تلاوت بھی کی جا سکتی ہے جیسے اس حدیث میں ہے کہ آپ نے صبح کے وقت ''قل یایھا الکفرون'' اور ''قل ھو اللہ احد''

کی تلاوت فرمائی۔ یہ نفلی وفرضی نماز دونوں کے لیے یکساں طور پر جائز ہے لیکن معمول نہیں بنانا چاہیے۔

(۲) موقع محل کے مطابق قرأت لمبی یا مختصر کرنا سنت ہے۔

(٤٠٦)١٣۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ [فِي الْأُوْلٰى مِنْهُمَا] ﴿قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا﴾ [البقرة: ١٣٦] اَلْآيَةُ الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ' وَفِي الْآخِرَةِ مِنْهُمَا: ﴿آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾۔ [آل عمران : ٥٢] أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

(۴۰۶)۱۳۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں ''قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا'' (البقرہ: ۱۳۶) اوردوسری رکعت میں ''آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔'' (آل عمران۵۲) پڑھا کرتے تھے۔'' مسلم۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷۲۷۔

**فوائد:** (۱) مقصد تو ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرنا تو وہ پورے قرآن میں جہاں کہیں سے جی کرے تلاوت کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ آپ نے صبح کی پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ کی آیت ''قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا'' سے شروع کیا اور دوسری میں آل عمران کی سورۃ سے آیت ''امنا باللہ واشھد بانا مسلمون'' پڑھا۔

(۲) بعض مواقع ایسے ہیں جن پر آپ بعض سورتیں زیادہ تلاوت کرتے تھے مثلاً نماز جمعہ میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ کا تذکرہ ملتا ہے وغیرہ۔

(٤٠٧)١٤۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ))۔

لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ' وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۴۰۷)۱۴۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ جب فجر کی دو رکعت پڑھ لیتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔''

متفق علیہ۔ اور لفظ بخاری کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۶۰' مسلم: ۷۳۶۔

**فوائد:** (۱) صبح کی دو سنتوں کے بعد دائیں پہلو پر تھوڑا سا ستانا سنت ہے۔

(۲) بعض حضرات ان کے لیے یہ ضروری قرار دیتے ہیں جو تہجد کے عادی ہوں کیونکہ رات کے قیام میں بقدرے تھکاوٹ ہو جاتی ہے اس لیے صبح کی سنتوں کے بعد ستایا جا سکتا ہے مطلق نمازی بھی ستا سکتا ہے البتہ ہر نمازی کے لیے ضروری ہے کہ وہ قیام اللیل کا عادی ہو تاکہ دو رکعتوں کے بعد ستانا مزید معنی خیز ثابت ہو۔

(۳) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں آگے پیچھے یا جماعت سے قبل ستایا جا سکتا ہے اور اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۴) لیٹنے سے مراد تھوڑا سا سکون ہوتا ہے لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ مسجد میں بھی سکون حاصل کرنے کے لیے لیٹا جا سکتا ہے بلکہ نماز

سے فراغت حاصل کرنے کے بعد نمازی گہری نیند سو بھی سکتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے۔ مسجد کے احترام کے خلاف نہیں ہے۔ اگر آدمی کو لیٹنے سے اونگھ' نیند آ جائے تو وضو کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب بھی لیٹا جائے یا سویا جائے تو دائیں پہلو پر سویا یا لیٹا جائے یہ سنت ہے۔

(٤٠٨) ١٥-وَرَوَى مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ وَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ [عَبْدِاللّٰهِ] بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى' فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً(وَاحِدَةً) تُوْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلّٰى))۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۴۰۸) ۱۵۔ امام مالک نے نافع اور عبداللہ بن دینار سے انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے رات کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے' جب تم میں سے کوئی ایک اندیشہ محسوس کرے کہ صبح کا وقت ہوا چاہتا ہے تو وہ ایک رکعت پڑھ کر ادا کی ہوئی نماز کو وتر بنائے۔'' متفق علیہ۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۹۰' مسلم: ۷۴۹۔

(٤٠٩) ١٦-وَعِنْدَ أَبِيْ دَاوٗدَ مِنْ حَدِيْثِ يَعْلٰى' هُوَ ابْنُ عَطَاءٍ' عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَارِقِيِّ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى))۔

وَسُئِلَ الْبُخَارِيُّ عَنْ حَدِيْثِ يَعْلٰى أَصَحِيْحٌ هُوَ؟ فَقَالَ:نَعَمْ' وَخَالَفَ النَّسَائِيُّ فَقَالَ: هٰذَا الْحَدِيْثُ عِنْدِيْ خَطَأٌ' وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

(۴۰۹) ۱۶۔ ابوداؤد میں یعلیٰ کے حوالے سے حدیث مذکور ہے وہ ابن عطاء سے اور وہ علی بن عبداللہ بارقی سے اور وہ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رات اور دن کی نفلی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے' امام بخاری سے یعلیٰ کی حدیث کے بارے میں پوچھا گیا' کیا وہ صحیح ہے؟ فرمایا: ''ہاں!'' یعلیٰ کی حدیث کے بارے بخاری سے سوال کیا گیا آیا وہ صحیح ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اور نسائی نے مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ میرے نزدیک غلطی ہے۔ واللہ اعلم

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد: ۲/ ۵۱' ابوداؤد: ۱۲۹۵' ترمذی: ۵۹۷' ابن ماجہ: ۱۳۲۲' نسائی: ۳/ ۲۲۷' ابن حبان: ٦٣٦' بیہقی: ۲/ ۴۸۷' دارقطنی: ۱/ ۴۱۷۔

**فوائد:** (۱) رات کا قیام کرنا یہ سنت ہے اور یہ امتیاز ہے پرہیزگاروں کا۔

(۲) رات کی نماز کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دو دو رکعت کر کے پڑھی جائے۔

(۳) اگر صبح کی نماز کا وقت ہوا چاہتا ہو تو پھر ایک وتر پڑھ کر نماز ختم کی جا سکتی ہے۔

(۴) رات کا قیام صبح کی اذان تک کیا جا سکتا ہے اس کی اختتامی نشست وتر کے ساتھ ہوتی ہے یہ بھی کی سبھی نفلی عبادت ہوتی

ہے۔

(۵) دوسری روایت میں دن کی نماز کے بارے میں بھی آیا ہے کہ وہ دو دو رکعت ہے تو اس سے مراد بھی یہ ہے کہ فرض رکعات کے علاوہ دو دو رکعت کی صورت میں نوافل گھر یا مسجد میں پڑھے جا سکتے ہیں۔

(٤١٠)١٧۔وَعَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْفَعُهُ قَالَ: سُئِلَ۔ يَعْنِى النَّبِيُّ ﷺ/أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ بَعْدَ [الصَّلَاةِ] الْمَكْتُوْبَةِ، وَأَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَشَهْرِ رَمَضَانَ؟ فَقَالَ: ((أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ الصَّلَاةُ فِىْ جَوْفِ اللَّيْلِ، وَأَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ [صِيَامِ] شَهْرِ رَمَضَانَ صِيَامُ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ))۔ وَانْفَرَدَبِهِ مُسْلِمٌ

(۴۱۰)۱۷۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا' فرض نماز کے بعد کونسی نماز زیادہ افضل ہے اور ماہ رمضان کے بعد کون سے روزے زیادہ افضل ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''فرضی نماز کے بعد زیادہ افضل نماز وہ ہے جو رات میں پڑھی جائے اور ماہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزے ماہ محرم کے روزے ہیں۔'' مسلم اس کے ساتھ منفرد ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۱۶۳۔

**فوائد:** (۱) فرض نماز کے ثواب کا مقابلہ نفلوں کا ثواب ہرگز نہیں کر سکتا خواہ وہ تہجد جیسی عبادت ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) اپنے اپنے شعبہ میں ایک عمل دوسرے سے بڑھ کر افضل ہے۔ نماز کے زمرہ میں فرض نماز نفلوں سے افضل ہے اس کے بعد افضل نفلی عبادت قیام اللیل ہے ایسے ہی روزوں میں افضل روزے فرضی ہیں ان کے بعد نفلی روزوں میں زیادہ فضیلت محرم کے روزوں کو حاصل ہے۔

(۳) اسلام میں مختلف اعمال مختلف درجات و مراتب کے حامل ہیں یعنی ایک دوسرے سے ثواب کے لحاظ سے افضل ہیں۔

(۴) حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جیسے اعمال کے ثواب میں کمی و زیادتی ہے ایسے ہی ایمان میں کمی و زیادتی موجود ہے یعنی ایمان بڑھتا بھی ہے اور کم بھی ہوتا ہے یہ بات زیادہ صحیح ہے۔ ایسے ہی بعض اعمال بعض سے چھوٹے یا بڑے ہوتے ہیں۔

(٤١١)١٨۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: ((أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوٗدَ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ: كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُيَوْمًا))۔ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

(۴۱۱)۱۸۔عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب روزے' داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' وہ آدھی رات سوتے تھے رات کا تہائی حصہ قیام کرتے اور رات کا چھٹا حصہ سوتے تھے' وہ ایک دن روزہ رکھتے اور

ایک دن افطار کرتے۔'' بخاری کے لفظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۳۱، ۳۴۲۰، مسلم: ۱۱۵۹۔

**فوائد:** (۱) بندوں کی نمازوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں جو محبوب ترین نماز ہے وہ داؤد علیہ السلام کی ہے' ان کی عبادت کا انداز یہ تھا کہ نصف رات آرام فرماتے اور رات کے تہائی حصہ میں عبادت کرتے پھر رات کے چھٹے حصے میں آرام فرماتے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں جو محبوب ترین روزہ ہے وہ بھی داؤد علیہ السلام کا ہے جو کہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے۔

(۲) بعض اندازِ عبادت آج بھی انبیاء کرام کے تسلیم کیے جاتے ہیں اور معمول بھی ہیں جیسے صوم داؤد علیہ السلام ہے آج مذہب اسلام میں بھی ایسے کرنا درست ہے۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کا اندازِ تبلیغ' انداز عبادت اختیار کیا جا سکتا ہے۔

(۴) اس حدیث میں رات کے قیام کی ترغیب بھی بتائی گئی ہے اور قیام کرنے کا پسندیدہ انداز بھی بتایا گیا ہے۔

(۵) اسلام نے صرف عبادت کرنے پر مجبور ہی نہیں کیا بلکہ انسانی اعضاء کی سلامتی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے مقصد یہ ہے کہ نیند و آرام جسم کا حق ہے اس کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔

(٤١٢)١٩۔وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: ((لَأَرْمُقَنَّ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اللَّيْلَةَ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، (ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا) ثُمَّ أَوْتَرَ))۔ فَذٰلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً۔

اِنْفَرَدَ بِهِ مُسْلِمٌ۔

(۴۱۲)۱۹۔زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''میں رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز ضرور دیکھوں گا' آپ نے پہلے دو ہلکی پھلکی رکعتیں ادا کیں' پھر دو بڑی طویل رکعتیں ادا کیں' پھر دو رکعتیں جو پہلی رکعتوں سے قدرے ہلکی تھیں' پھر دو رکعتیں ادا کیں جو پہلی رکعتوں سے قدرے کم تھیں' پھر دو رکعتیں ادا کیں جو پہلی سے قدرے کم تھیں' پھر دو رکعتیں ادا کیں جو پہلی رکعتوں سے قدرے کم تھیں' پھر وتر ادا کیا' اس طرح آپ نے تیرہ رکعت نماز پڑھی۔ مسلم اس روایت میں اکیلے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷۶۵۔

**فوائد:** (۱) قیام اللیل تیرہ رکعات سنت نبوی ہے۔

(۲) رات کی نماز کی قرأت توقع سے بھی بڑھ کر لمبی کی جا سکتی ہے۔

(۳) رات کی عبادت میں پہلی دو رکعتیں ہلکی پڑھنا سنت ہے۔ اس کے بعد باقی درجہ بدرجہ لمبی لمبی رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ یعنی دو رکعتیں لمبی پڑھی ہیں تو بعد والی دو رکعتیں اس سے تھوڑی لمبی ہوں اس کے بعد والی دو رکعتیں اس سے چھوٹی ہوں اس کے

بعد والی دو رکعتیں اس سے چھوٹی ہوں یہ ایسے ہی بارہ رکعات مکمل کرنی ہیں جبکہ ایک وتر الگ پڑھا جائے گا یہ وہ رکعات ہیں جو آپ شروع میں پڑھتے رہے۔

**(۴)** نبی کریم علیہ السلام کی نماز کو یاد کرنا' دہرانا یا آگے بتانا نیکی کا کام ہے اور رسول اللہ ﷺ سے گہری الفت کی علامت ہے۔

**(۵)** اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وتر ایک بھی ہوتا ہے۔

(٤١٣) ٢٠ـ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ: ((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيَّامُ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَقَوْلُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَأَخَّرْتُ، وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ، أَنْتَ إِلٰهِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ))۔

لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۴۱۳) ۲۰۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کے وقت نماز کے لیے قیام کرتے تو یہ دعا کیا کرتے تھے: ''الٰہی! سب تعریفیں تیرے لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے' سب تعریفیں تیرے لیے ہیں' تو آسمانوں اور زمین کو سنبھالا دینے والا ہے سب تعریفیں تیرے لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے ان کا رب ہے' تو برحق ہے' تیرا وعدہ سچا ہے' تیری بات سچی ہے' تیری ملاقات برحق ہے' جنت برحق ہے' دوزخ برحق ہے' قیامت برحق ہے' الٰہی! میں تیرے لیے مسلمان ہوا' تجھ پر ایمان لایا میں نے تجھ پر بھروسہ کیا' تیری طرف رجوع کیا' تیری خاطر ٹکر لی اور تجھی سے فیصلہ لیا' میرے اگلے پچھلے پوشیدہ اور ظاہری گناہ بخش دے تو میرا معبود حقیقی ہے' تیرے سوا میرا کوئی معبودِ حقیقی نہیں۔'' یہ لفظ مسلم کے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۲۰' ۶۳۱۷' ۷۳۸۵' ۷۴۴۲' ۷۴۹۹' مسلم: ۷۶۹۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم علیہ السلام رات کے قیام میں مذکور دعا پڑھا کرتے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کی نسبت نفلی نماز میں اور بھی دعا پڑھی جا سکتی ہیں اور وہ بھی سنت ہیں۔

(۲) رات کے قیام کا مقصد خالق ارض و سما سے جی بھر کر سرگوشیاں کرنا ہوتا ہے یہ ایک الگ ماحول ہوتا ہے جب عابد اپنے معبود کے قدموں میں سر رکھ کر اندازِ عاجزانہ سے کبھی معذرت کرتا ہے' کبھی اپیلیں کرتا ہے' کبھی روتا ہے' کبھی اشکباریوں کا ہدیہ پیش کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی ذات کا تصور جی میں لاتا ہے تو قربت و دیدار کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپنا شروع ہو جاتا ہے۔ کبھی اس کے ساتھ معاہدے کرتا ہے' کبھی ثناؤں کا نذرانہ پیش کرتا ہے' کبھی بندہ اللہ کی کبریائی و عظمت کا اقرار کرتے نظر آتا ہے اور کبھی آئندہ کے لیے اعمالِ صالحہ پر کاربند رہنے کی قسم کھاتا ہے۔ ایک عابد ہے دوسرا معبود ہے عابد اللہ کی رضا چاہتا ہے جبکہ معبود

اپنے عابد کی بقا چاہتا ہے اس ماحول میں بندہ میٹھا میٹھا اپنے رب پر دعویٰ رکھتے ہوئے جھگڑ بھی لیتا ہے اور اپنے راز وعیب بھی بیان کر لیتا ہے۔

(٤١٤)٢١۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَاعَبْدَاللّٰهِ، لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ))۔

لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۴۱۴)۲۱۔عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عبداللہ تو فلاں شخص کی مانند نہ ہو جانا وہ رات کو قیام کیا کرتا تھا پھر اس نے رات کا قیام چھوڑ دیا۔ متفق علیہ۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۵۲، مسلم: ۱۱۵۹۔

**فوائد:** (۱) جو نیکی کا کام شروع کیا جائے اس پر ہمیشگی کی جائے ایک کام کو شروع کر کے اس پر ہمیشہ کار بند رہنا یہ سنت رسول علیہ السلام ہے۔

(۲) اپنے دوست یا رشتہ دار کو اچھی بات کی وصیت ونصیحت کی جا سکتی ہے۔

(۳) کسی کی جائز خامی کو ذکر کرنا درست ہے جبکہ اس سے مراد اس کی توہین نہ ہو بلکہ تحقیق وتفتیش یا مثال دینے کی غرض سے دوسرے کو متنبہ کرنا ہو۔

(۴) اچھے استاد یا امام کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے حلقۂ احباب کو ترغیب تنبیہ یا خوشخبری سناتا رہتا ہے تاکہ وہ صراط مستقیم پر کار بند رہیں اور اعمال صالحہ کے تارک نہ بن بیٹھیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں نبی کریم علیہ السلام نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی کہ فلاں کی طرح قیام اللیل شروع کرنے کے بعد چھوڑ نہ دینا۔

(۵) نفلی عبادت میں ہمیشگی اور مداومت اختیار کرنا درست ہے۔

(٤١٥)٢٢۔ وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَاأَهْلَ الْقُرْآنِ أَوْتِرُوْا، فَإِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَعَاصِمٌ يُخْرِجُ لَهُ الْحَاكِمُ فِيْ ((الْمُسْتَدْرَكِ))۔

(۴۱۵)۲۲۔عاصم بن ضمرہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے اہل قرآن وتر ادا کیا کرو بلا شبہ اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔'' اس کو ابوداؤد نے نکالا ہے اور عاصم کی روایت حاکم نے اپنی مستدرک میں بھی بیان کی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۱/ ۱۱۰، ابوداؤد: ۱۴۱۶، ترمذی: ۴۵۳، نسائی: ۳/ ۲۲۸۔۲۲۹، ابن ماجہ: ۱۱۶۹، ابن خزیمة: ۱۰۶۷، بیہقی: ۲/ ۴۶۸۔

(٤١٦)٢٣۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اجْعَلُوْا آخِرَ

(۴۱۶)۲۳۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم رات کی نماز کا اختتام وتر سے کیا

صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ

کرو۔'' بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۹۸' مسلم: ۷۵۱۔

**فوائد:** (۱) وتر پڑھنا سنت موکدہ ہے' یہاں حکم وجوب کا نہیں ہے۔

(۲) مسلمانوں کو اہل قرآن کا نام دے کر پکارنا جائز ہے۔

(۳) حدیث میں مسلمانوں کے لیے ترغیب ہے کہ انہیں رات کا قیام کرنا چاہیے۔

(۴) وتر کا تعلق رات کی عبادت کے ساتھ ہے یہ ایک بار ہوتا ہے بار بار وتر نہیں ہوتا اور یہ دن کی عبادت سے خارج ہے۔

(۵) وتر کا تعلق نفلی عبادت سے ہے اور یہ سب سے آخر میں پڑھا جاتا ہے وتر کو چھوڑنے پر قضا نہیں ہے اور نہ ہی گناہ ملتا ہے۔ صرف یہ ہے کہ وتر کے تارک کو ملامت کی جا سکتی ہے۔

(٤١٧) ٢٤۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُوتِرُ بِتِسْعِ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَوْتَرَ بِسَبْعِ رَكَعَاتٍ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَ الْوِتْرِ يَقْرَأُ فِيهِمَا، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ۔

(۴۱۷) ۲۴۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ''نبی کریم ﷺ نو رکعت وتر ادا کیا کرتے تھے' پھر سات رکعت وتر ادا کیے وتر کے بعد آپ دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے اور ان دو رکعتوں میں قرأت کرتے' جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو آپ کھڑے ہوتے اور پھر رکوع کرتے۔'' ابوداؤد

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ابو داؤد: ۱۳۵۱' مسلم: ۷۳۱۔

(٤١٨) ٢٥۔وَقَدْ رَوَى مُسْلِمٌ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ [بَعْدَ الْوِتْرِ جَالِسًا] مِنْ حَدِيثِ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ وَلَيْسَ فِيهِ الْقِيَامُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ۔

(۴۱۸) ۲۵۔امام مسلم نے ان دو رکعتوں کے بارے میں روایت کیا جو وتر کے بعد بیٹھ کر ادا کیں بحوالہ روایت سعد بن ہشام' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی اور اس میں قیام کا تذکرہ نہیں ہے کہ جب آپ رکوع کرنا چاہتے تو قیام کرتے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷۴۶۔

(٤١٩) ٢٦۔وَفِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدٍ: ((يَقْرَأُ فِيهِمَا: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾، وَ ﴿إِذَا زُلْزِلَتْ﴾))۔

(۴۱۹) ۲۶۔حسن نے سعد سے روایت کیا ''آپ ﷺ ان دو رکعتوں میں ''قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور إِذَا زُلْزِلَتْ الْأَرْضُ'' پڑھا کرتے تھے۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔معانی الآثار: ۱/ ۲۸۰' ۲۸۱۔

**فوائد:** (۱) ایک سے زائد وتر پڑھنے بھی جائز ہیں۔

(۲) ایک، تین، پانچ، سات، نو وتر انسان پڑھ سکتا ہے۔

(۳) جماعت کی صورت میں وتر کم از کم تین ہوں گے اور جماعت کے ساتھ ملنے والے کو امام کی اقتداء کرتے ہوئے تین وتر ہی مکمل کرنے ہوں گے بعض احباب جب وتروں کی جماعت ہوتی ہے تو بیٹھے رہتے ہیں جب دو رکعت پڑھ لی جاتی ہے تو تیسری رکعت میں ساتھ مل جاتے ہیں اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیتے ہیں یہ جماعت اور امام کی اقتداء کے خلاف ہے بلکہ ہونا اس طرح چاہیے کہ وتروں کی جماعت ہو رہی ہو تو ایک یا دو رکعت پڑھی جا سکتی ہوں تو بعد میں ملنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ سلام کے بعد کھڑا ہو کر اپنے طور پر جو رکعتیں رہ گئی ہیں ان کو مکمل کرے کیونکہ وہ امام کی اقتداء میں ہے نہ کہ منفرد ہے۔

(۴) وتر رات کی نماز کی آخری شق ہے اس کے بعد عموماً عبادت نہیں کی جاتی البتہ وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھ لی جائیں تو گناہ نہیں ہے درست ہے۔

(۵) وہ آدمی جسے پچھلی رات بیدار ہونے کا یقین نہ ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ عشاء کی نماز کے ساتھ ہی وتر پڑھ لے اور اگر وہ رات کے وقت بیدار ہو سکتا ہے تو پھر پہلے حصے کی بجائے رات کے آخر میں جب بیدار ہو تو قیام کے بعد پڑھ لے۔ ایک آدمی وہ ہے جس نے وتر اس نیت سے پڑھ لیا کہ وہ بیدار نہیں ہو سکتا لیکن رات کے کسی حصے میں بیدار ہو جاتا ہے اور نماز پڑھنا چاہتا ہے تو پھر صورت یہ ہوگی کہ رات والے وتر کو جفت بنانے کے لیے ایک اور رکعت پڑھ لے اور بعد میں باقی نماز پڑھ لے پھر آخر میں وتر پڑھ لے اس کے بھی قائل ہیں اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وتر کو جفت بنانے کی بھی ضرورت نہیں ہے وتر کے بعد دو رکعت پڑھی جا سکتی ہیں۔

(۶) نبی کریم علیہ السلام جو بعد میں دو رکعت پڑھتے تھے اس میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الزلزال کی تلاوت فرماتے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جہاں جہاں نبی کریم علیہ السلام نے جو جو سورتیں پڑھیں ہمیں بھی ایسے ہی کرنا چاہیے۔

(٤٢٠) ٢٧ـ وَرَوَى أَبُوْدَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ ابْنِ يَزِيْدَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَسَأَلَهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِاللَّيْلِ، فَقَالَتْ: ((كَانَ يُصَلِّيْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً مِنَ (اللَّيْلِ) ثُمَّ إِنَّهُ صَلَّى إِحْدٰى عَشَرَةَ (رَكْعَةً)، وَتَرَكَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ [إِنَّهُ] قُبِضَ حِيْنَ قُبِضَ [ﷺ] وَهُوَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكْعَاتٍ، آخِرَ صَلَاتِهِ مِنَ اللَّيْلِ الْوِتْرَ))۔
وَأَخْرَجَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ عَنْ شَيْخِ أَبِيْ دَاوُدَ فَأَبْدَلَ الْأَسْوَدَ بِمَسْرُوْقٍ، وَقِيْلَ: إِنَّ رِوَايَةَ أَبِيْ دَاوُدَ أَصَحُّ۔

(۴۲۰) ۲۷۔ ابوداؤد میں ہے کہ ابواسحاق، اسود بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے ان سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ تیرہ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے پھر آپ نے گیارہ رکعت نماز ادا کی اور دو رکعتیں چھوڑ دیں، لیکن جب آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے آپ ﷺ رات کی نماز نو رکعت ادا کیا کرتے تھے آپ ﷺ رات کی نماز کے آخر میں وتر پڑھا کرتے تھے۔'' ابن خزیمہ نے شیخ ابوداؤد سے روایت کیا اور اسود کی بجائے مسروق کا حوالہ دیا ہے، کہا جاتا ہے کہ ابوداؤد کی

روایت زیادہ صحیح ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۱۳۶۳' ابن خزیمہ: ۱۱۶۸' بخاری: ۱۱۳۹۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم ﷺ پہلے تیرہ رکعات رات کی نماز پڑھتے رہے اور بعد میں دو رکعت ترک کر دیں اور نو رکعات مع وتر آخر تک پڑھتے رہے یہ حضرت عائشہ ؓ کا فرمان ہے۔

(۲) اس حدیث سے بغیر کسی شک کے ثابت ہوتا ہے کہ تراویح نماز آٹھ رکعات ہیں۔ کیونکہ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ امی عائشہ ؓ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی رات کی نماز کیا تھی؟ تو آپؓ نے فرمایا آپ کی رمضان اور غیر رمضان میں نماز گیارہ رکعات تھی نو یا گیارہ دونوں حدیثوں سے آٹھ رکعات تراویح ثابت ہوتی ہیں اور یہ دونوں حدیثیں حضرت عائشہ ؓ کی ہیں نفلی عبادت آپ اکثر گھر میں کرتے تھے اور گھر کے حال کو حضرت عائشہ ؓ سے بڑھ کر کوئی نہیں جان سکتا۔

(۳) یاد رہے کہ سارے سال کی رات کی نماز ہی رمضان میں مصلحتاً جماعت کی صورت اختیار کرتی ہے جیسے نماز تراویح بولتے ہیں یہ کوئی الگ نماز نہیں ہوتی کہ تہجد الگ ہو اور یہ تراویح الگ ہوں۔ بالفاظ دیگر نماز تہجد ہی نمازِ تراویح ہے۔

(۴۲۱) ۲۸۔وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا وِتْرَانِ فِيْ لَيْلَةٍ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ أَطْوَلَ مِنْهُ' وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: [حَدِيْثٌ] حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔وَقِيْلَ: وَغَيْرُهُ يُصَحِّحُ (هٰذَا) الْحَدِيْثَ۔

(۴۲۱) ۲۸۔طلق بن علی ؓ سے روایت ہے کہتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں: ''ایک رات میں دو وتر نہیں ہوتے ہیں۔'' ابوداؤد نے اس سے طویل روایت بیان کی ہے اور ترمذی نے بھی اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور کہا گیا ہے کہ امام ترمذی کے علاوہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۲۳' ابو داؤد: ۱۴۳۹' نسائی: ۳/ ۲۲۹' ۲۳۰' ترمذی: ۴۷۰' ابن حبان: ۶۷۱' ابن خزیمہ: ۱۱۰۱' فتح الباری: ۲/ ۵۵۸۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ایک رات میں ایک ہی وتر ہوگا دو وتر نہیں ہو سکتے۔

(۲) جو احباب اس بات کے قائل ہیں کہ رات کے وتر کو جفت بنا کر بھی نفلی عبادت شروع کر دیں اور آخر میں پھر وتر پڑھ لیں یہ حدیث ان کی مخالفت کرتی ہے۔

(۴۲۲) ۲۹۔وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَكْعَاتٍ يَقْرَأُ فِي الْأُوْلٰى: بِـ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾' وَفِي الثَّانِيَةِ: بِـ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾' وَفِي الثَّالِثَةِ' بِـ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾' وَيَقْنُتُ قَبْلَ

(۴۲۲) ۲۹۔ابی بن کعب ؓ سے روایت ہے ''رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے وہ اس طرح کہ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى' دوسری میں ''قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ'' اور تیسری میں ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ'' پڑھتے رکوع سے پہلے دعائے قنوت مانگتے جب آپ

الرُّكُوعِ، فَإِذَا فَرَغَ قَالَ عِنْدَ فَرَاغِهِ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يُطِيلُ فِي آخِرِهِنَّ))۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ (وَغَيْرُهُ)

وتروں سے فارغ ہوتے تو ''سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ'' تین مرتبہ کہتے آخری دفعہ قدرے طوالت کے ساتھ مذکورہ کلمات کہتے۔'' نسائی وغیرہ۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کی سند میں زبید عن سعید بیان کرتا ہے جس نے ملقنت قبل الرکوع کے لفظ زائد کہے ہیں اس لیے یہ روایت ان الفاظ سے شاذ ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۵/ ۱۲۳، ابوداؤد: ۱۴۲۳، نسائی: ۳/ ۲۳۵، ابن ماجہ: ۱۱۷۱، دارقطنی: ۲/ ۳۱، نصب الرایۃ: ۲/ ۱۱۸۔

**فوائد:** (۱) تین وتروں میں قرأت کچھ اس طرح ہوگی جو کہ سنت طریقہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ الاخلاص پڑھی جائے گی۔

(۲) وتر کی دعا پڑھنے کا صحیح طریقہ اور صحیح مقام یہ ہے کہ رکوع سے قبل بغیر ہاتھ اٹھائے پڑھی جائے اور اس کی کچھ وضاحت یہ ہے کہ تیسری رکعت میں قرأت کے بعد حالت قیام میں بغیر ہاتھ چھوڑے دعا پڑھی جائے گی۔ بعض حضرات کھڑے رہتے ہیں قرأت کرنے کے بعد ہاتھوں کو حرکت دیتے ہیں تا کہ قرأت اور وتر کی دعا میں فرق کیا جائے۔

(۳) ایک طریقہ یہ ہے کہ رکوع سے قبل ہاتھ دعا کے لیے اٹھا کر دعا کی جائے ایسے ہی رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر یا ہاتھ اٹھا کر ان میں سے مذکورہ بالا پہلا طریقہ رکوع سے قبل بغیر ہاتھ بلند کیے والا زیادہ صحیح ہے۔

(۴) وتر سے فارغ ہو جانے کے بعد ''سبحان الملك القدوس'' تین مرتبہ پڑھنا سنت ہے اور نبی کریم علیہ السلام کا یہ انداز تھا کہ وہ یہ کلمات پڑھتے اور آخر میں وقفہ کے وقت لمبا کرتے القدو......س

(۵) انسان کی تخلیق کا فلسفہ عبادت الٰہی ہے اور عبادت الٰہی کا فلسفہ اللہ کی عظمت و کبریائی بیان کرنا ہے۔

(٤٢٣) ٣٠۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً، [وَ] يُوتِرُ مِنْ ذٰلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ إِلَّا فِي آخِرِهَا))۔

(۴۲۳) ۳۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ''نبی کریم ﷺ رات کو تیرہ رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے، اس میں پانچ وتر پڑھتے اس طرح کہ آپ صرف آخری رکعت میں بیٹھتے۔''

**تحقیق تخریج:** مسلم: ۷۳۷۔

(٤٢٤) ٣١۔ وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ))۔ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

(۴۲۴) ۳۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ''رات کے ہر حصے میں رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھا اور وتر کی انتہا سحری تک کی۔'' مسلم نے ان کو روایت کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۹۶، مسلم: ۷۴۵۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ تیرہ رکعات پڑھتے جبکہ ان میں سے ہی پانچ وتر پڑھتے۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پانچ وتروں کے درمیان تشہد وغیرہ نہ تھا صرف آخر سلام والا تشہد ملتا ہے۔ لہٰذا بغیر تشہد یہ اتنے وتر جائز ہیں اور یہ بات زیادہ صحیح ہے۔

(۳) جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے کہ آٹھ رکعات تراویح سنت ہے تو اس حدیث میں یہ بات ملتی ہے وہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت ہے کہ آپ کی تیرہ رکعات ہوتیں جن میں پانچ وتر ہوتے تو یہ ۸=۵-۱۳ ہوئیں اور یہ مسلم کی روایت ہے اور یہی آپ کی آخر دن تک نماز رہی۔ یعنی آٹھ رکعات تہجد۔

(٤٢٥)٣٢۔وَعَنْ جَابِرٍ[بْنِ عَبْدِاللّٰهِ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((أَيُّكُمْ خَافَ أَنْ لَا يَقُوْمَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ، ثُمَّ لِيَرْقُدْ، وَمَنْ وَثِقَ بِقِيَامٍ (مِنَ) اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ مِنْ آخِرِهِ، فَإِنَّ قِرَاءَةَ (آخِرِ) اللَّيْلِ مَحْضُوْرَةٌ، وَذٰلِكَ أَفْضَلُ))۔

اِنْفَرَدَ بِهٖ مُسْلِمٌ۔

(۴۲۵)۳۲۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے سنا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''تم میں سے جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ پچھلی رات نہیں اٹھ سکے گا وہ وتر پڑھے اور سو جائے اور رات کو اٹھنے کا یقین ہو وہ رات کے آخری حصے میں وتر پڑھے' رات کے آخری حصے میں قرأت مقبولیت کا درجہ رکھتی ہے اور یہ افضل ہے۔'' مسلم اس روایت میں منفرد ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷۵۵۔

**فوائد:** (۱) حسب عبادت رات کے ہر حصے میں وتر پڑھا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) وتر پڑھنے کی آخر حد انتہائے سحری ہے یعنی صبح کی نماز کے وقت سے قبل تک۔

(۳) رات کا قیام حاضر کیا جاتا ہے اور وہ بھی رات کے آخری حصہ کا اور یہ افضل عبادت ہوتی ہے۔

(۴) اگر بیداری کا یقین نہ ہو تو وتر پڑھ کر سونا چاہیے اور اگر یقین ہو تو پھر پچھلی رات ہی پڑھنا چاہیے یہ زیادہ فضیلت کے حامل عمل ہیں۔

(٤٢٦)٣٣۔ ((إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ فَقَدْ ذَهَبَ كُلُّ صَلَاةِ (كُلِّ) اللَّيْلِ وَالْوِتْرُ، فَأَوْتِرُوْا قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ))۔

أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى وَقِيْلَ: إِنَّهُ تَفَرَّدَ بِهٖ، وَالْبُخَارِيُّ تَكَلَّمَ فِيْهِ مِنْ أَجْلِ أَحَادِيْثَ تَفَرَّدَ بِهَا، قِيْلَ: هٰذَا مِنْهَا۔ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنَ الْمُتَقَدِّمِيْنَ تَكَلَّمَ فِيْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى۔ وَسُلَيْمَانُ بْنُ مُوْسٰى ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ

(۴۲۶)۳۳۔''جب فجر طلوع ہو جائے تو ہر قسم کی رات کی نماز اور وتر کا وقت ختم ہو گیا' پس آپ لوگ فجر طلوع ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔''

اس کو ترمذی نے سلیمان بن موسیٰ کی حدیث سے بیان کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ امام ترمذی اس میں منفرد ہیں اور بخاری نے منفرد احادیث کی وجہ سے کلام کی ہے اور ترمذی نے کہا میں نے قدماء میں سے کسی ایک کو سلیمان بن موسیٰ کے بارے میں کلام کرتے نہیں سنا۔ سلیمان بن موسیٰ اہل

الْحَدِيْثِ۔

حدیث کے ہاں ثقہ راوی ہے۔

**فوائد:** (۱) طلوع فجر کے بعد رات کی نماز جائز نہیں ہے اور اسی طرح وتر بھی۔

(۲) وتر طلوع فجر سے قبل پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(٤٢٧) ٣٤۔وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ أَوْ نَسِيَهُ) فَلْيُصَلِّهِ إِذَا ذَكَرَهُ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

(۴۲۷) ۳۴۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو وتر پڑھے بغیر سو گیا یا اسے پڑھنا بھول گیا' جب یاد آئے وتر پڑھ لے۔''

ابوداؤد۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۳/ ۳۱'۴۴' ترمذی: ۴۶۵' ابن ماجہ: ۱۱۸۸' ابوداؤد: ۱۴۳۱' دار قطنی: ۲/ ۲۲' بیهقی: ۲/ ۴۸۰' مستدرك حاكم: ۱/ ۳۰۲' حاکم نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔علامہ ذہبی نے موافقت کی ہے۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر جب یاد آئے پڑھنا چاہیے نبی کریم علیہ السلام کے اس حکم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وتر فرض ہے اور اس کی قضا بھی فرض ہے بلکہ یہ حکم ترغیبی ہے۔

(۲) وتر کا خاص خیال رکھنا چاہیے اس کا عبادت میں ایک مقام ہے۔

(۳) وتر رہ جائے آدمی سو جائے یا بھول جائے تو جب بیدار ہو یا یاد آئے تو پڑھ بھی سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

(٤٢٨) ٣٥۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ ﷺ بِثَلَاثٍ: صِيَامِ ثَلَاثَةٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى، وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ))۔

(۴۲۸) ۳۵۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ''میرے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے تین باتوں کی تلقین کی: ہر ماہ تین روزے رکھنے' چاشت کی دو رکعت ادا کرنے اور یہ کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۷۸'۱۹۸۱' مسلم: ۷۲۱۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم علیہ السلام کو ان کے سچے پیروکار دوست' خلیل کے نام دے سکتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست نے نصیحت کی۔ نبی کریم علیہ السلام کو دوست' خلیل و دیگر قابل دید ناموں سے یاد کرنے میں توہین نہیں ہے۔

(۲) جس جس صحابی کو رسول مکرم علیہ السلام نے وصیت یا نصیحت کی اس صحابی نے پوری زندگی وہ بات مانی اور عمل کیا اگر چہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہاں تو موجود نہیں ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پوری زندگی اس نصیحت پر عمل کرتے رہے ہیں تاہم ایک صحابی کے بارے میں یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے مربی و محسن کی بات کو سننے کے بعد اس پر پورا نہیں اترا یا عمل نہیں کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں حسن ظن رکھنا ایمان کی سلامتی کی علامت ہے۔

(۳) اچھے امام کی یہ خاصیت ہے کہ وہ اپنے حلقہ احباب کو کار نجات کی نصیحت کرتا رہتا ہے۔

(۴) نبی کریم علیہ السلام نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہر ماہ تین روزے رکھنے ہیں' دو رکعت نماز اشراق پڑھنی ہے اور وتر سو جانے سے قبل پڑھنا ہے۔

(۵) عشاء کے بعد سونا ہو یا رات کے کسی حصے میں سونا ہو تو پہلے وتر پڑھنا ہے بعد میں سونا ہے۔

(٤٢٩)٣٦۔وَعَنْ أُمِّ هَانِیءٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ((ذَهَبْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ، قَالَتْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ۔ فَقَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ فَقُلْتُ: أُمُّ هَانِیءٍ بِنْتُ أَبِيْ طَالِبٍ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِیءٍ۔ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ فَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ (مُلْتَحِفًا) فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، زَعَمَ ابْنُ أُمِّيْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا أَجَرْتُهُ، فُلَانَ بْنَ هُبَيْرَةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَاأُمَّ هَانِیءٍ۔ قَالَتْ أُمُّ هَانِیءٍ: وَذٰلِكَ ضُحًى))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ فِيْهِمَا۔

(۴۲۹)۳۶۔ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' کہتی ہیں ''میں فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی آپ غسل کر رہے تھے آپ کی بیٹی فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے پردہ کیا ہوا تھا' کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا ام ہانی بنت ابی طالب آپ نے فرمایا: ''ام ہانی خوش آمدید'' جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے آٹھ رکعت نماز پڑھی اس حال میں کہ آپ صرف ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے' جب آپ پلٹے' میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا بھائی علی بن ابی طالب ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتا ہے جس کو میں نے پناہ دے رکھی ہے' وہ ابن ہبیرہ کو قتل کرنے کے درپے ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جسے ام ہانی نے پناہ دی ہم بھی اسے پناہ دیتے ہیں۔'' ام ہانی فرماتی ہیں: ''یہ چاشت کا وقت تھا۔'' ان دونوں میں لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۵۷' مسلم: ۳۳۶۔

**فوائد:** (۱) اشراق یا ضحیٰ کی نماز آٹھ رکعات بھی پڑھی جا سکتی ہیں سنت ہے اشراق کا وقت سورج طلوع ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور سورج کی تمازت سے قبل ختم ہو جاتا ہے۔ ایک روایت میں بارہ کا بھی ذکر ہے یعنی آخری حد بارہ رکعات ہیں۔

(۲) غسل پس پردہ کرنا چاہیے اگر غسل خانہ نہ ہو یا غسل خانہ کی دیواریں نہ ہوں تو کسی سے پردہ کروایا جا سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ غسل کرنے والا چادر باندھ کر غسل کرے جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے لیے پردے کا بندوبست کرتی ہیں اب یہ فتح مکہ کا موقع ہے حضرت فاطمہؓ شادی شدہ ہیں اگر یہ کہا جائے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پردہ کیے ہوئے تھیں اور آپ ﷺ برہنہ غسل فرما رہے تھے تو یہ غلط ہے یعنی اتنی بڑی بیٹی سے برہنہ صورت میں خدمت لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا اس سے اشارہ یہ ملتا ہے کہ پس پردہ بھی چادر باندھ کر غسل کرنا چاہیے حیا کا یہی تقاضا ہے۔ یہ بھی پتا چلا کہ مزین قسم کے غسل خانوں کی بجائے نبی کا کچے فرش پر غسل

کرنا خلاف شان نہیں ہے۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غسل کرنے والے پر سلام کہنا اور غسل کرنے والے کا سلام کا جواب دینا درست ہے اور کلام بھی کیا جا سکتی ہے یہ اس وقت ہے جب غسل کرنے والے نے کپڑا وغیرہ باندھا ہوا ہو ورنہ بالکل عریانی کی حالت میں کلام کرنے سے گریز بہت ضروری ہے اور یہ مروت و حیا کے خلاف ہے۔

(۴) مہمانوں کو استقبالیہ الفاظ کا گلدستہ پیش کرنا جائز ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ خواہ اپنوں کے گھر جائیں تب بھی کسی کے پوچھنے پر اپنا نام اور والد کا نام بتانا اچھی بات ہے۔ کوئی پوچھے کون؟ آگے سے کہہ دینا کہ ''میں ہوں'' یا یہ کہنا کہ ''آپ کا دوست ہوں'' یہ خیال کرتے ہوئے کہ پوچھنے والا مجھے جانتا ہے لہٰذا نام بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ یا نام بتانے میں یا پوچھے جانے میں توہین سمجھنا' یہ بھی امور خلاف سنت ہیں۔

(۵) ایک چادر میں نماز پڑھنا بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ چادر ستر اور کندھے ڈھانپنے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہو۔ اسی طرح عبادت سے پہلے نہانا اور غسل کرنا محبوب عمل ہے۔

(۶) اسلام کا ایک شعار ہے کہ کوئی کافر کسی ایک مسلمان کے ہاں پناہ لے لے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا خواہ امان دینے والا مرد ہو یا عورت۔ اسلام اس کو امن دیتا ہے۔ کافر کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ایک مسلمان کی دہلیز پر آ گرا ہے اور اسلام والوں سے امن کی توقع رکھی۔

(۷) اپنے چچازاد بھائی و بہن کے گھر کسی ضرورت کی وجہ سے یا ویسے ملنے ملانے کی غرض سے جانا درست ہے۔ جیسا کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نبی کریم علیہ السلام کے پاس آئیں جو کہ رشتہ میں بھائی تھے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن اور ابو طالب کی صاحبزادی تھیں۔

(٤٣٠)٣٧۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى أَهْلِ قُبَاءٍ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ فَقَالَ: صَلَاةُ الْأَوَّابِيْنَ إِذَا رَمِضَتِ الْفِصَالُ))۔

اِنْفَرَدَ بِهِ مُسْلِمٌ۔

(۴۳۰)۳۷۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبا والوں کی طرف گئے تو دیکھا کہ وہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا: ''چاشت کی نماز کا وقت یہ ہے کہ جس وقت اونٹ کے بچے کے پاؤں جلنے لگیں۔ (تپش کی وجہ سے)''۔ مسلم نے صرف یہ روایت کی ہے۔

(٤٣١)٣٨۔ وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنْ مَطْلَعِهَا قَدْرَ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ كَقَدْرِ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ مَغْرِبِهَا صَلّٰى

(۴۳۱)۳۸۔ عاصم بن ضمرہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ دو رکعت نماز پڑھتے جب سورج طلوع ہونے کی جگہ سے ایک یا دو نیزے کے بقدر ہٹ جاتا اور عصر اور مغرب کی درمیان نماز کے بعد پھر

رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَمْهَلَ حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ الضُّحٰى صَلَّى أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ، ثُمَّ أَمْهَلَ حَتَّى إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ قَبْلَ [(صَلَاةِ] الظُّهْرِ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ۔۔۔ اَلْحَدِيْثَ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ۔

کچھ دیر ٹھہر کر جب ذرا اور بلند ہو جاتا تو چار رکعات پڑھتے پھر کچھ دیر پڑھ کر جب سورج زوال کے قریب ہوتا تو آپ چار رکعات پڑھتے اور یہ تمام ظہر کی نماز سے قبل پڑھتے جبکہ سورج زوال سے آگے جا چکا ہوتا۔'' یہ نسائی کے الفاظ ہیں۔

(٤٣٢)٣٩۔وَفِيْ رِوَايَةِ حُصَيْنٍ لَهُ: ((وَيَجْعَلُ التَّسْلِيْمَ فِيْ آخِرِ رَكْعَةٍ' يَعْنِيْ مِنَ الْأَرْبَعِ رَكْعَاتٍ))۔ وَعَاصِمٌ تَقَدَّمَ۔

(۴۳۲)۳۹۔حصین کی روایت میں ہے ''نبی کریم ﷺ آخر میں سلام پھیرتے یعنی چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے۔'' اور عاصم گزر چکا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔نسائی : ۲/ ۱۲۰۔

**فوائد:** (۱) نماز اوّابین کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب گرمی محسوس ہو اور تپش ہو اوّابین سے مراد ان لوگوں کی نماز ہے جو کہ کثرتِ عبادت کے عادی ہوں۔ یہ سورج کے بہت زیادہ بلند ہو جانے کے بعد ہوتی ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ اوابین کی نماز بھی ہوتی ہے اور یہ نفلی ہوتی ہے اور یہ چار رکعات نماز ثابت ہے اس حدیث میں چاروں کو اکٹھا کرنا سنت ہے اور دو دو کر کے بھی پڑھ لینا درست ہے۔

(۳) یہ نماز زوالِ شمس کے بعد اور ظہر کی نماز سے قبل پڑھی جاتی ہے۔

(۴) اسلام نے شب و روز کے دورانیہ کو بتدریج قیام و ثنا کی لڑی میں پرویا ہوا ہے اور یہ نظامِ عبادت تمام تر انسانی حوائج کو سامنے رکھ کر اللہ کے بندوں کو اللہ کے قریب ہونے کا غیر محسوس انداز سے عادی بناتا ہے جیسا کہ مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پہلے تہجد پھر وتر' پھر نماز فجر' پھر صلاۃ الضحیٰ پھر اوابین اور پھر اسی طرح دیگر نمازیں' اب ان کے درمیان انسان اپنے دنیاوی' ضروری امور سرانجام بھی دے سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔

(٤٣٣)٤٠۔وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ' يَقُوْلُ: إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ' وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ' وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ' فَإِنَّكَ

(۴۳۳)۴۰۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں: ''ہمیں رسول اللہ ﷺ تمام معاملات کو سرانجام دینے کے لیے استخارہ کی تعلیم ایسے دیتے جیسے قرآن کی سورت سکھلاتے' آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جب کوئی کسی کام کا قصد کرتا ہے تو فرض کے علاوہ دو رکعت ادا کرے پھر یہ کلمات کہے۔''الٰہی! میں تیرے علم کے ذریعے خیر کا طلبگار ہوں اور تیری قدرت کے ذریعے استطاعت کا طلبگار ہوں

تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔ اَللّٰهُمَّ، إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، أَوْ قَالَ: فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، أَوْ قَالَ: فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ، فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ۔ قَالَ: وَيُسَمِّ حَاجَتَهُ))۔ اِنْفَرَدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ۔

اور تیرے فضل عظیم کا سوالی ہوں' بلا شبہ تو قدرت رکھتا ہے میں قدرت نہیں رکھتا' تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے' الٰہی! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے دینی' معاشی اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے یا یہ فرمایا جلد یا دیر ہے تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور اسے مجھ سے پھیر دے' میرے لیے جہاں بھی بہتر ہے مقدر کر دے پھر مجھے اس پر راضی کر دے۔ فرمایا: ''اپنی ضرورت کا نام لے۔'' بخاری اس روایت میں منفرد ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۶۶، ۶۳۸۲، ۷۳۹۰۔

**فوائد:** (۱) استخارہ نفلی عبادت ہے اور یہ قابل تشویش یا قابل اختیار معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے مشاورت طلب کرنے کا نام ہے۔ استخارہ کی دعا خود اس مفہوم کی آئینہ دار ہے۔

(۲) استخارہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھلائی طلب کرنا' استخارہ کرنا جائز ہے یہ تمام جائز معاملات میں ہوسکتا ہے یہ نہیں ہے کہ استخارہ میں پوچھا جائے کہ میں نے ابھی فوت ہونا ہے یا نہیں؟

(۳) استخارہ سے مقصود ایک ایسی ہستی کی کسی اہم معاملہ میں راہنمائی ہوتی ہے کہ جس سے بڑھ کر اور کوئی اچھا راہنما نہیں اور جس کو کوئی راہنمائی نہ دے یا کوئی راہنما نہ ہو وہ ہر معاملہ میں اللہ کو راہنما بنائے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی بہتری کی راہ نہیں۔

(۴) اس کو دو طرح سے پڑھا جا سکتا ہے (۱) دو رکعت نفلی نماز پڑھ کر سلام پھیرنے سے پہلے دعا مانگنا (۲) دو رکعت نماز سے فارغ ہو کر کسی بھی وقت پڑھنا اس کے لیے دن یا رات کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے البتہ انہماکی سے دعا ضرور مانگنی چاہیے استخارہ بار بار بھی کیا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں یعنی جب تک قلبی سکون نہ ملے اس وقت تک استخارہ کیا جا سکتا ہے۔

(۵) رات کے وقت استخارہ کرنا اور بعد میں سو جانا اور خواب کا انتظار کرنا کہ سبھی معاملے کے پردے خواب میں چاک ہوں گے یہ غلط نظریہ ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ اگر خواب میں واضح طور پر اطلاع دے دے تو یہ ممکن ہے لیکن یہ ثابت نہیں ہے کہ صرف خواب میں پتہ چلتا ہے۔ یہ تو صرف اللہ سے خیر طلبی ہوتی ہے۔ ایسے ہی استخارہ کر کے مردوں کے بارے میں جاننا کہ وہ جنتی ہیں یا جہنمی یا دیگر غیبی اشیاء کے متعلق استخارہ کرنا یہ وہ باتیں ہیں جو شارع علیہ السلام سے ثابت نہیں ہیں اور ویسے بھی استخارہ اس بات پر دال ہے کہ اپنے معاملہ کو سدھارنے کے لیے یہ ایک دعا ہوتی ہے نہ کہ پامسٹ' نجومی اور اعلیٰ قسم کا سنیاسی بننے کا گر ہوتا ہے۔

(۶) دعائیں جتنی بھی ہیں وہ اکیلے ہوتے ہوئے زبانی بھی پڑھی جا سکتی ہیں اگر زبانی یاد نہ ہوں تو اوپر سے دیکھ کر پڑھی جا سکتی

ہیں۔ استخارہ سے اللہ تعالیٰ ایک قلبی میلان پیدا کر دیتے ہیں' سکون آتا ہے اور ذہنی اطمینان کا رجحان معاملہ کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں بڑھتا ہے۔ اساتذہ کے لیے اور دیگر نگرانوں کے لیے ضروری ہے کہ یہ دعائے استخارہ معاشرے کے فرد فرد کو سکھائیں۔ استخارہ کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔

(۷) دعائے استخارہ حمد وثنا کا بہترین مرقعہ ہے' دنیا و آخرت کی بہتری' حاجت کشائی کے طریقوں اور حصول رضائے الٰہی کی یہ دعا حقیقی تصویر ہے۔ ''أنَّ هٰذا الامر'' کی جگہ پر اپنی حاجت کا نام لینا ہے' عربی میں بول سکتا ہو تو فبہا ورنہ اپنی زبان میں اپنے کام کا نام لے لے یہ درست ہے۔

# فَصْلٌ

(٤٣٤)٤١۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي [يَوْمِ] الْجُمُعَةِ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ ﴿الٓمّٓ تَنْزِيْلُ﴾' السَّجْدَةِ' وَ ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾))۔ لَفْظُ [رِوَايَةِ] الْبُخَارِيِّ۔

(۴۳۴)۴۱۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز صبح کی نماز میں ''الم تنزیل'' سورہ سجدہ اور ''هَلْ اَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ'' پڑھا کرتے تھے۔'' بخاری کے لفظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۸۹۱'۱۰۶۸' مسلم: ۸۸۰۔

**فوائد:** (۱) جمعہ کے روز صبح کی نماز میں ''سورۃ السجدۃ'' نماز کی پہلی رکعت میں اور ''سورۃ الدھر'' نماز کی دوسری رکعت میں قرأت کرنا سنت ہے۔ سنت کے مطابق قرأت کرنا زیادہ اچھا ہے۔

(٤٣٥)٤٢۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' قَالَ: (صٓ) لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ' وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْجُدُ فِيْهَا۔

(۴۳۵)۴۲۔ابن عباس کہتے ہیں کہ سورہ (ص) کا سجدہ مستقل سجدوں میں سے نہیں لیکن میں نے آپ ﷺ کو اس جگہ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۰۶۹'۳۴۲۲۔

**فوائد:** (۱) سورۃ صٓ میں سجدۂ تلاوت ہے اور کرنا چاہیے۔ نبی کریم علیہ السلام کرتے تھے۔

(٤٣٦)٤٣۔وَعَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ))۔

(۴۳۶)۴۳۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ''نبی کریم ﷺ نے سورہ النجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں' مشرکین' جنات اور انسانوں نے بھی سجدہ کیا۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۷۱'۴۸۶۲۔

(۴۳۷)۴۴۔وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا))۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ وَاللَّذَانِ قَبْلَهُ انْفَرَدَ بِهِمَا [مُسْلِمٌ]۔

(۴۳۷)۴۴۔زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں ''میں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے سورہ النجم پڑھی آپ نے سجدہ نہیں کیا۔''

متفق علیہ یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور اس سے پہلی دو روایتوں میں مسلم منفرد ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۷۳' مسلم: ۵۷۷۔

**فوائد:** (۱) سورۃ النجم میں سجدہ ہے۔

(۲) جماعت کی صورت میں قرأت کے دوران سجدہ آ جائے تو امام کو چاہیے کہ وہ سجدہ کرے اور مقتدیوں کو چاہیے کہ وہ بھی امام کی اقتداء میں سجدہ کریں لیکن امام کسی مقتدی کے سجدہ پر سجدہ نہیں کرے گا اور نہ ہی مقتدی کو اجازت ہے کہ امام کے پیچھے ہوتے ہوئے کہ وہ سجدہ میں اکیلا چلا جائے مثال کے طور پر ظہر کی نماز ہے امام اور قرأت کرتا ہے اور مقتدی ایسی سورت کی تلاوت کرتا ہے جس میں سجدہ ہو تو اب اس صورت میں مقتدی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ سجدہ میں چلا جائے جب کہ امام اس کے آگے کھڑا ہو۔

(۳) سجدہ تلاوت نفلی عبادت میں شامل ہے۔ یہ جہاں کہیں آ جائے کرنا چاہیے سنت ہے اگر رہ جائے یا تعلیم کی غرض سے نہ کیا جائے تو حرج نہیں ہے جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو سورۃ النجم سنا رہے تھے نہ آپ نے سجدہ کیا نہ زید بن ثابت نے اسی طرح بچے قرآن حفظ کرتے ہیں تو اس دوران کیونکہ بار بار سورتوں کو یاد کرنا ہوتا ہے اس لیے صرف ایک دفعہ سجدہ کر لیا جائے تو کفایت کر جاتا ہے سجدہ تلاوت آ جانے پر فوراً بھی کیا جا سکتا ہے تاخیر سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حقیقی مشرک بھی اللہ کی عبادت کرتے تھے لیکن حق بجا نہ لاتے اور نہ آداب بجا لاتے تھے مثال کے طور پر وہ مالی عبادت میں حجاج کرام کی خدمت' بیت اللہ کی خدمت' مہمانوں کی خدمت' مساکین و یتیموں کی خدمت وغیرہ کرتے تھے اسی طرح مالی و بدنی عبادت جیسے بیت اللہ کا حج' طواف' صفا و مروہ کی سعی' عرفات میں قیام و قربانی بتوں کو خوب راضی کرتے لیکن اللہ کی برائے نام عبادت کرتے۔ کعبہ کی تعمیر' حلف الفضول' خدام بیت اللہ' حدود حرم کی حفاظت وغیرہ وغیرہ زمانۂ جاہلیت کے ہی کارنامے ہیں۔ لیکن عقائد و اعمال کی خرابی نے ان تمام عبادات کو گڈ مڈ کر کے رکھ دیا تھا۔

(۴۳۸)۴۵۔وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَجَدْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ وَ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ لَفْظُ مُسْلِمٍ

(۴۳۸)۴۵۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ''إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ'' اور ''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ'' میں سجدہ کیا۔ مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۷۸۔

**فوائد:** (۱) ''سورۃ الانشقاق'' اور ''سورۃ العلق'' میں بھی سجدہ تلاوت موجود ہے نبی کریم علیہ السلام نے یہ بھی سجدے کیے ہیں ان کو سنت جانتے ہوئے کرنا چاہیے۔

(۲) سجدے کئی طرح کے ہوتے ہیں ان کی دعائیں اور نوعیت ایک طرح کی نہیں ہوتی البتہ ایک جیسی رہتی ہے مثال کے طور پر نماز کے سجدے ہیں وہ ایک خاص عمل پر ہوتے ہیں یعنی رکوع کے بعد ہوتے ہیں اس سے آگے پیچھے نہ ہوں گے۔ بھول کے سجدے ہیں تو وہ نماز کے فارغ ہونے کے بعد یا سلام سے قبل ہوتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ نماز میں بھول ہوئی ہو عام حالات میں بھول جانے پر یہ سجدے ہرگز نہ ہوں گے یہ ''سجدۂ سہو'' کے نام سے ماسوم ہیں ایک تلاوت کا سجدہ ہوتا ہے یہ قرآن پاک میں قریباً ۱۵ یا سولہ مقامات پر ہوتا ہے یہ تلاوت کرتے کرتے آ جانے پر کیا جاتا ہے یہ قرأت قرآن کے ساتھ خاص ہے۔ یہ ایک ہوتا ہے ایسے ہی سجدہ شکر ہے یہ ایک ہوتا ہے اور اس وقت ہوتا ہے جب انسان کا دل کسی بات یا کام کی کامیابی پر خوشی سے باغ باغ ہو جاتا ہے۔ ایک تعظیمی سجدہ ہوتا ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے جو اب ناجائز ہے۔ ایک سجدہ دعا کی شکل میں ہوتا ہے یعنی سجدہ قرب الٰہی کا اعلیٰ ذریعہ ہے بعض دفعہ بندہ بیٹھ کر ہاتھ اٹھا کر یا بغیر ہاتھ اٹھائے دعا مانگتا ہے اور بعض دفعہ جب زیادہ اللہ تعالیٰ سے سرگوشیاں کرنے کو جی چاہتا ہے تو سجدے کی حالت میں دعا کرتا ہے نماز نفلی ہو یا فرضی اس کے سجدوں میں ''سبحان ربی الاعلی و سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی'' دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ سجدہ سہو میں بھی مذکورہ دعائیں ہی ہوتی ہیں۔ سجدہ تلاوت کی دعا یہ ہے ''اللهم اكتب لی بها عندك اجرا وضع عنی بها وزرا واجعلها لی عندك ذخرا وتقبلها منی كما تقبلتها من عبدك داود'' سجدہ شکر کی دعا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کا نام ہے خواہ کسی صورت میں ہو اور یہ موقع محل کے مطابق جذبات کے اظہار کا نام ہے۔ اپنے بیان میں خواہ عربی میں ہو یا اور زبان میں دعا مانگی جاسکتی ہے۔ تعظیمی سجدہ اس امت کے لیے جائز نہیں ہے لہٰذا یہ نہیں کرنا چاہیے۔ جو سجدہ دعا کی صورت میں ہوتا ہے اس میں ہر طرح کی دعا مانگی جاسکتی ہے۔

(۴۳۹)۴۶۔وَعَنِ الْبَرَّاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ إِلَى الْيَمَنِ يَدْعُوْهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ۔ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فِيْ بَعْثِهِ عَلِيًّا وَإِقْفَالُهُ خَالِدًا، ثُمَّ فِيْ إِسْلَامِ هَمْدَانَ قَالَ: فَكَتَبَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (يُخْبِرُهُ) بِإِسْلَامِهِمْ، فَلَمَّا قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْكِتَابَ خَرَّ سَاجِدًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلٰى هَمْدَانَ))۔

أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي ((الْمَعْرِفَةِ)) وَقَالَ [بَعْدَ

(۴۳۹)۴۶۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ نے خالد بن ولید کو یمن کی طرف بھیجا تا کہ وہ اہل یمن کو اسلام کی دعوت دیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت خالید بن ولید رضی اللہ عنہ کے وہاں موجود ہونے کی اطلاع دی اور ہمدان کے اسلام لانے کا تذکرہ بھی کیا' راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا جس میں ہمدان کے اسلام لانے کی خبر دی' جب رسول اللہ ﷺ نے خط پڑھا تو سجدے میں چلے گئے پھر اپنا سر مبارک اٹھایا اور کہا ہمدان پر سلامتی ہو۔'' بیہقی

تَخْرِيْجِهِ و]: هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ۔

نے اس روایت کو اپنی کتاب ''المعرفۃ'' میں نقل کیا ہے اور کہا کہ یہ روایت صحیح ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ البیہقی: ۲/ ۳۶۹' المعرفۃ: ۱/ ۲۵۷۔ اس کی سند میں ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق السبیعی ہے جو سچا راوی ہے۔

**فوائد:** (۱) تبلیغ کے سلسلہ میں کسی علاقے' ملک یا شہر میں اپنے جانشین وغیرہ کو بھیجنا درست ہے۔

(۲) جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے ایسے دیگر اکثر صحابہ بھی لکھ پڑھ لینا جانتے تھے۔

(۳) اپنے امیر کو اپنے اور اہل علاقہ کے متعلق رپورٹ تیار کر کے بھیجی جا سکتی ہے اور اگر کوئی خوشی کا موقعہ ہو تو تب بھی اپنے امیر کو خط یا سفیر کے ذریعے اطلاع دینا درست ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمدان کے اسلام کے بارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رپورٹ لکھ کر ارسال فرمائی۔

(۴) اس حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ کسی خوشی یا کامیابی کے موقع پر سجدہ شکر کرنا جائز ہے۔ سجدے میں حمد و تقدیس و دیگر الفاظ کہے جا سکتے ہیں اور سجدے کے بعد بھی دعا پڑھی یا دی جا سکتی ہے جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے سجدہ شکر کیا اور بعد میں پھر ہمدان کو سلامتی کی دعا دی۔

(۵) کسی مبلغ کی مدد کے لیے اور آدمی کو بھی بھیجا جا سکتا ہے۔

## بَابُ الْمَسَاجِدِ

## مسجدوں کا بیان

(٤٤٠) ١۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ ((قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۴۴۰) ۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ یہودیوں کو تباہ و برباد کرے انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۳۷' مسلم: ۵۳۰۔

**فوائد:** (۱) مساجد سے مراد ایسی جگہیں ہیں جن کا زیور کثرت سجود ہوں۔

(۲) قبروں کو مسجد والی حیثیت دینا حرام ہے۔ قبروں پر سجدہ کرنا شرک ہے۔ قبروں پر وہ کام کرنا جو مساجد میں ہوتے ہیں نماز' سجدہ اور تلاوت وغیرہ ناجائز ہیں یہ مساجد کا امتیاز ہیں۔

(۳) یہود و نصاریٰ کو ہلاکت کی دعا دینا اسلام میں درست ہے۔

(۴) قبر خواہ کتنی ہی پارسا ہستی کی ہو وہ قبر ہی ہے اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں نبی علیہ السلام کی قبر و دیگر انبیاء کرام کی قبریں قبریں ہی رہیں گی مساجد نہیں بن سکتیں۔

(۵) دوسرے مذاہب کی تعلیم سے آگاہی حاصل کرنا یا کسی دوسرے کو آگاہ کرنا درست ہے۔

(٤٤١) ٢۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا [قَالَتْ]:

(۴۴۱) ۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' فرماتی ہیں

((أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ، وَأَنْ تُطَيَّبَ وَتُنَظَّفَ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَالدُّوْرُ اَلْقَبَائِلُ وَالْمَحَالُّ۔

''رسول اللہ ﷺ نے گھروں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا اور یہ کہ انہیں پاکیزہ خوشبودار اور صاف ستھرا رکھا جائے۔''

ابوداؤد گھروں سے مراد قبائل اور محلے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد: ٦/ ٢٧٩، ابو داؤد: ٤٥٥، ترمذی: ٥٩٤، ابن ماجہ: ٧٥٨، ٧٥٩، ابن حبان: ٣٠٦۔

**فوائد:** (١) قبیلوں اور محلوں میں مسجدیں قائم کرنا شرعاً جائز ہے۔

(٢) مساجد کو خوبصورت، خوشبودار اور نظافت و نفاست کا حامل بنانا نیکی کا کام ہے۔

(٣) مساجد کی تعمیر ٹاؤن، محلے میں ضرورت کے پیش نظر صحیح ہے۔ اس حدیث میں ''الدور'' سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہر فرد اپنے اپنے گھر میں اپنی اپنی مسجد بنا بیٹھے۔ بلکہ قبیلوں اور محلوں کی مجموعی آبادی مراد ہے۔

(٤٤٢)٣۔وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ شَابٌّ أَعْزَبُ لَا أَهْلَ لَهُ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

(٤٤٢)٣۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ مسجد نبوی میں سو جایا کرتے تھے جبکہ وہ جوان تھے اور ابھی ان کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ بخاری کے لفظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ٤٤٠، مسلم: ٢٤٧٩۔

**فوائد:** (١) صحیح بات یہ ہے کہ مسجدوں میں آرام کرنا، سونا جائز ہے۔

(٢) دین کے طلبہ یا اساتذہ کا دینی مساجد میں سونا درست ہے۔ اس میں اب کسی قسم کی قید نہیں ہے کہ وہ بچہ ہو، جوان ہو، یا بوڑھا ہو۔

(٣) ایسے ہی خدام اور مہمان مسجد میں سو سکتے ہیں۔

(٤) مساجد قابل احترام مقامات ہوتے ہیں۔ پاکی و پلیدی کا خاص خیال رکھنا چاہیے مثال کے طور پر والد کو پتہ ہوتا ہے کہ ہمارا بچہ اکثر بول کر دیتا ہے تو بچے کی عادت کا خیال رکھ کر مسجد میں مناسب یہ ہے کہ اس کو لایا جائے۔ ایسے ہی جوان حضرات ہیں ان کو اس طرح کا بندوبست کر کے سونا چاہیے کہ بے خوابی و جنابت کی حالت میں مسجد کی صفیں و طہارت متاثر نہ ہوں ایسے ہی حیض و جنبی کا مسجد میں سونا تو بہت دور کی بات ہے وہ مسجدوں میں تو داخل بھی نہیں ہو سکتے۔ مساجد کا احترام مسلم ہے ایسے ہی مسجد کے حجم میں کمرہ ہو یا مسجد ہو تو میاں بیوی ہم بستری نہیں کر سکتے یہ حرام ہے۔

(٤٤٣)٤۔وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ (بَنِي) حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ۔۔۔

(٤٤٣)٤۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف مجاہدین کا قافلہ بھیجا، وہ قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک آدمی ثمامہ بن اثال کو پکڑ کر لے آئے اور اسے مسجد کے ایک ستونوں میں سے ایک ستون کے

اَلْحَدِيثَ))۔ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ ساتھ باندھ دیا۔" لفظ بخاری' متفق علیہ۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۶۲، ۴۶۹، ۲۴۲۲، ۲۴۲۳، ۴۳۷۲، ۴۳؛ مسلم: ۱۷۶۴۔

**فوائد:** (۱) مساجد میں اسیران کو قید رکھنا اور ان کو مساجد کے ستونوں سے باندھے رکھنا درست ہے۔

(۲) کافروں کی طرف جہادی لشکر روانہ کیے جاسکتے ہیں سنت ہے اور یہ سرگرمی ضروری ہے۔

(۳) کافر آدمی مسجد میں آجائے یا اس کو پکڑ کر مسجد میں لایا جائے تو اس سے مسجد کی شان میں کمی واقع نہیں ہوتی اور نہ ہی مسجد پلید ہوتی ہے۔

(۴) اسلام ایک ایسا دین ہے جو اپنے اندر وسعت رکھتا ہے حتی کہ کافر کے ساتھ بھی وسعت ظرفی سے پیش آنے کی تبلیغ کرتا ہے۔ اس کی مثال اس حدیث میں موجود ہے۔

(٤٤٤)٥۔وَعَنْهُ' أَنَّ عُمَرَ مَرَّ بِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ وَهُوَ يُنْشِدُ الشِّعْرَ' فِي الْمَسْجِدِ فَلَحَظَ إِلَيْهِ' فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أُنْشِدُ وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ. ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ' أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ:أَجِبْ عَنِّي' [أَجِبْ عَنِّي] اَللّٰهُمَّ' أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ))۔ قَالَ: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ۔
لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۴۴۴)۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گذر حضرت حسان بن ثابت کے پاس سے ہوا وہ مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے' حضرت عمرؓ نے اس کی طرف بغور دیکھا تو اس نے کہا میں مسجد میں شعر پڑھا کرتا تھا جبکہ اس میں آپ سے بہتر شخصیت تشریف فرما ہوتی تھی' پھر اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور کہا میں اللہ کو گواہ بنا کر آپ سے پوچھتا ہوں کیا آپ نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میری طرف سے جواب دو' میری طرف سے جواب دو' الٰہی اس کی روح القدس سے تائید فرما حضرت ابوہریرہ نے کہا بالکل درست ہے۔ مسلم کے لفظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۵۳، ۳۲۱۲؛ مسلم: ۲۴۸۵۔

**فوائد:** (۱) مساجد میں صحیح اسلامی اشعار پڑھنا' صحیح نعتیں اور حمدیں پڑھنا درست ہیں شرط یہ ہے کہ شرک سے پاک ہوں کیونکہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہیں۔

(۲) ایسے اشعار جو اسلام کی ترجمانی کرتے ہوئے کہے جائیں تو کوئی قباحت نہیں ہے لیکن اشعار کی بہتات سے بچا جائے۔ آج کل والا معاملہ نہ ہو۔

(۳) اگر کوئی کسی صحیح کام پر اعتراض کرے یا کسی کے اعتراض کرنے کا شک ہو تو اس کو دلائل دیے جاسکتے ہیں جیسا کہ شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دلیل دی کہ میں نبی کے ہوتے ہوئے بھی یہاں اشعار پڑھتا رہا ہوں۔

(۴) کفار کا منہ توڑ جواب یا ان کی ہجو گوئی اشعار کی صورت میں کی جا سکتی ہے۔ جیسے حضرت حسان نے کی تھی۔

(۵) جو انسان اسلام' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پاسداری کرتا ہے اور ان کی طرف سے کفار کو للکارتا ہے اس کی نصرت کے لیے اللہ جبریل امین کا انتخاب فرماتے ہیں۔

(۶) کسی کو اپنے معاملے پر یا کام کو صحیح ثابت کرنے کے لیے گواہ بنانا جائز ہے جیسے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنا گواہ بنایا۔

(٤٤٥)٦۔وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ' فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ'

(۴۴۵)۶۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی شخص کو سنا کہ وہ مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتا ہے تو وہ یہ کہے' اللہ اس چیز کو تیری طرف نہ لوٹائے' مساجد اس لیے نہیں بنائی جاتیں۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۶۸۔

**فوائد:** (۱) گم شدہ چیز کا اعلان مسجد میں کرواتے پھرنا یہ سراسر خلاف شرع عمل ہے بلکہ ایسے شخص کو اس کی توقع کے برعکس الفاظ بولنے کا حکم ملتا ہے جو مساجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرواتا ہے۔ مساجد کا عبادت سے تعلق ہے نہ کہ دنیاوی اشیاء کی دیکھ بھال کا مرکز ہے۔

(۲) مسجد میں کسی قسم کا اعلان جائز نہیں۔ اعلانات کے لیے الگ سپیکر کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ہمارے معاشرہ کی مساجد آج کل اعلانات و اطلاعات کا کھلم کھلا مرکز ہیں حتی کہ مشاہدہ کی بات ہے کئی ایسی بھی مساجد ہیں کہ جن میں ڈیروں پر افراد اکٹھے کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے اور جاگیردار اعلان کرواتا ہے کہ مولانا صاحب یہ اعلان کر دیں کہ فلاں آدمی جہاں بھی ہے وہ فلاں ڈیرے پر آ جائے کہ سیٹھ صاحب بلا رہے ہیں۔ سیٹھ صاحب وہ ہوتے ہیں جن کو مسجد کے ساتھ دور کا تعلق بھی نہیں ہوتا۔ وہی چودھری اگر اسی سپیکر سے تھوڑی سی اذان سنتے ہیں تو پتہ نہیں وہ کیسے برداشت کرتے ہیں اور اچھی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے ہی شادی کی تقریبات کے اعلان ہوتے ہیں۔

(٤٤٦)٧۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا: لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ...... اَلْحَدِيْثُ))۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ۔

(۴۴۶)۷۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں خرید و فروخت کرتا ہے تو تم کہو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔'' نسائی

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی: ۱۳۲۱' نسائی ''ذالیوم واللیله'' ۱۷۴' ابن خزیمه: ۱۳۰۵' ابن حبان: ۳۱۳' الدارمی: ۱۴۰۸' البیهقی: ۲/ ۴۴۷' مستدرك حاکم: ۲/ ۵۶۔

**فوائد:** (۱) مسجد میں خرید و فروخت کرنا' بیع و بیعانہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) مساجد تجارت کی منڈیاں نہیں ہوتیں بلکہ یہ تو وہ گھر ہیں جن میں اللہ کے مبارک نام کو بلند کیا جاتا ہے۔

(۳) بیع چھوٹی ہو یا بڑی ہر طرح کا سودا مسجد میں ناجائز ہے اس ضمن میں ریٹ طے کرنے' ریٹ میں تخفیف کروانا یا حساب و کتاب کرنا آ جاتا ہے البتہ ویسے تعلیم کے لحاظ سے جائز ہے تجارت کی غرض سے نہیں۔ حساب و کتاب سیکھنا پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے کیونکہ یہ صرف تعلیم ہے جیسا کہ حساب و کتاب کی تعلیم کی وضاحت قرآن میں بھی ہے اور احادیث میں بھی ہے۔ انسانی زندگی میں عملی طور پر سب سے زیادہ علم حسابیات کا ہاتھ ہے۔ ایک ایک شے کی گنتی' حساب اور ٹوٹل نکالا جاتا ہے مثال کے طور پر سالوں کی گنتی' دنوں کی گنتی' مہینوں کی گنتی' ہفتوں کی گنتی' افراد کی گنتی' روپے کی گنتی' اناج کی گنتی' کلوگرام کی گنتی' اراضی وایکڑوں کی گنتی' حدود کی سزاؤں کی گنتی' خراج و ٹیکس کی گنتی' مکانات و افراد کی مردم شماری' اضلاع و تحصیلات کی گنتی' محکمات کی گنتی' تجارتی مال کی گنتی' وراثت کے حصص کی گنتی وغیرہ وغیرہ انسانی زندگی کا لازمی جز ہیں۔ اسی طرح رکعات و تسبیحات کی گنتی بھی ہے۔

(۴) جو مساجد میں بیع کرتا نظر آئے اس کو یہ کہنا کہ اللہ تجھے اس تجارت میں نفع نہ دے جائز ہے۔

(۵) مساجد میں دنیاوی امور کی روک تھام کے لیے اقدامات کرنا نیکی کا کام ہے۔

(٤٤٧)٨۔ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ [الصِّدِّيْقِ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((هَلْ مِنْكُمْ أَحَدٌ أَطْعَمَ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا؟ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا أَنَا بِسَائِلٍ يَسْأَلُ، فَوَجَدْتُ كِسْرَةَ خُبْزٍ فِيْ يَدِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ فَأَخَذْتُهَا، فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

(۴۴۷)۸۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کسی نے آج مسکین کو کھانا کھلایا؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا' میں آج مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک سائل سوال کر رہا ہے' میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا دیکھا میں نے وہ پکڑا اور اس سائل کو دے دیا۔'' ابوداؤد

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ رواہ ابو داؤد: ۱۶۷۰ اس کی سند میں مبارک بن فضالہ ہے جو تدلیس سے کام لیتا ہے۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کوئی سائل مسجد میں سوال کرے تو اس کو جو کچھ پاس ہو دے دینا چاہیے دراصل یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ تحقیق میں بھی مذکور ہے۔

(۲) آج کل ہماری مسجدیں سائلین سے کھچا کھچ بھری نظر آتی ہیں یہ آداب مساجد کے خلاف ہے اپیلیں وغیرہ مسجد سے باہر ہونی چاہئیں۔ مساجد میں مستحق یا غیر مستحق کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اپنی درخواست کو نمازیوں کے سامنے پیش کرے آج کے سائلین کچھ بھانپ کر آتے ہیں نماز سے فارغ ہونے کے بعد اذکار تک نہیں کرتے فوراً امام کے پیچھے مڑنے سے قبل پہلی صف سے نکل کر کھڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کا مطمع نظر رقم سمیٹنا ہوتا ہے نہ کہ جماعت' نماز یا پہلی صف کا ثواب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ الا ما شاء اللہ انتظامیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مساجد کو ان مکروہات سے صاف رکھیں۔

(٤٤٨)٩۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ:

(۴۴۸)۹۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں:

((أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْأَكْحَلِ، فَضَرَبَ [لَهُ] النَّبِيُّ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ يَعُوْدُهُ مِنْ قَرِيبٍ))۔ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

''حضرت سعد غزوۂ خندق میں اکحل میں گہرا زخم لگا نبی کریم ﷺ نے اس کا خیمہ مسجد میں لگا دیا تا کہ قریب سے اس کی تیمارداری کی جا سکے۔'' بخاری کے الفاظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۶۳، مسلم: ۱۷۶۹۔

**فوائد:** (۱) مسجد میں خیمہ لگانا اور اس میں لیٹنا اور بیٹھنا اور نماز ادا کرنا بھی درست ہے۔ اسی طرح مساجد میں گرمی کی حدت و شدت کی بنا پر سائبان لگانے درست ہیں۔

(۲) مریض آدمی مسجد میں بیماری کے رفع ہونے تک رہ سکتا ہے اس کا علاج و معالجہ اور خدمت و عیادت کرنا بھی درست عمل ہے۔

(۳) امام اپنے مقتدیوں کے لیے بوقت ضرورت راحت و سکون یا عیادت کی غرض سے مسجد میں خیمہ یا حجرے کا بندوبست کر سکتا ہے۔ یعنی مسجد اپنے نمازیوں کا احترام بھی کرتی ہے۔

(۴) امام اپنے مقتدی کی عیادت و خدمت کر سکتا ہے۔ امام اصل میں قوم کا خادم ہوتا ہے اسے چاہیے کہ ایک ایک مقتدی کی خدمت و عیادت و ضرورت کا خیال رکھے۔

(۵) زخمیوں کی مرہم و اصلاح مسجد میں کی جا سکتی ہے یعنی مسجد ہسپتال کا کام بھی دے سکتی ہے۔

(۴۴۹)۱۰۔ وَعَنْهَا قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فِي بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ (فِي الْمَسْجِدِ) وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ أَنْظُرُ [فِي الْمَسْجِدِ] إِلَى لَعِبِهِمْ))۔

(۴۴۹)۱۰۔ حضرت عائشہ ؓ سے فرماتی ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک روز اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے دیکھا اور صورتِ حال یہ تھی کہ حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنی چادر سے میرے لیے پردے کا اہتمام کر رہے تھے' تا کہ میں مسجد میں ان کا کھیل دیکھ سکوں۔'' متفق علیہ۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۵۴، ۴۵۵، ۹۵۰، ۹۸۸، ۲۹۰۷، ۳۵۳۰، ۵۱۹۰، مسلم: ۸۹۲۔

**فوائد:** (۱) دینی ٹریننگ یا جنگی مشقیں مسجد کے صحن میں کی جا سکتی ہیں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ سرگرمیاں اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی خاطر ہوتی ہیں اور یہ دینی امور میں شامل ہیں اور دینی امور کی سرانجامی مسجد میں جائز ہے۔

(۲) مسجد کی سمت گھر کا دروازہ رکھنا درست ہے۔

(۳) کسی ٹریننگ یا جنگی مشق کا معائنہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح مرد حضرات اور پردہ نشیں خواتین یکساں طور پر دیکھ سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ عورت حیا کے عالم میں بستے ہوئے پردے کا خاص اہتمام کرے اور نیت صرف ٹریننگ یا جنگی تربیت دیکھنے کی ہو یہ بہت ضروری ہے کیونکہ عورت غیر محرم حضرات کی طرف دیکھ نہیں سکتی۔

(۴) دنیاوی گیمیں مساجد میں کھیلنی منع ہیں مثلاً گیند اچھالنا' بیٹ کے ساتھ کھیلنا یا فٹ بال کا استعمال مسجد میں کرنا آداب مساجد کے خلاف ہے ایسے ہی دیگر کھیلیں مسجدوں میں کھیلنا سخت منع ہے۔ باقی دینی تربیت اور ٹریننگ کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔
(۵) خاوند ایسا ہونا چاہیے جو کہ ہمہ وقت اپنی اہلیہ کے پردے کا خود بھی اہتمام کرے اور پردے میں رہنے کی تلقین کرے۔
(۶) خاوند اور بیوی ایک چادر اکٹھے استعمال کر سکتے ہیں۔

(٤٥٠) ١١۔وَعَنْهَا' أَنَّ وَلِيدَةً كَانَتْ سَوْدَاءُ بِحَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَأَعْتَقُوهَا' فَكَانَتْ مَعَهُمْ وَفِيهِ: فَجَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَسْلَمَتْ' قَالَتْ: عَائِشَةُ: فَكَانَ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ' أَوْ حِفْشٌ۔۔۔اَلْحَدِيثَ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۴۵۰)۱۱۔حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے" ولیدہ سیاہ رنگ کی تھی اور عرب کے کسی قبیلہ نے اسے آزاد کیا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ عائشہ کہتی ہیں اس کے لیے مسجد ہی میں خیمہ لگوا دیا یا ایک جھونپڑی بنائی ۔ بخاری۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۳۹' ۳۸۳۵۔

**فوائد:** (۱) مردوں کی طرح عورتیں بھی مسجد میں سو سکتی ہیں' رہ سکتی ہیں' کوئی حرج نہیں لیکن خاص ایام کا خیال رکھتے ہوئے۔
(۲) اکیلی عورت جبکہ اس کا کوئی نہ ہو تو اس کے رہنے سہنے کا انتظام ایک ذمہ دار انسان کر سکتا ہے۔ ایسے ہی جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا وارث مسلمان حکمران ہو سکتا ہے وہی ولی اور ذمہ دار کہلائے گا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی عورت کے غیر مسلم رشتہ دار نہ وارث ہو سکتے ہیں اور نہ اس کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں وہ مسلمان خاتون مسلمانوں کے پاس رہے گی وہی اس کے وارث ہوں گے۔ یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ جیسے عورت مسجد میں رہ' بیٹھ اور سو سکتی ہے اسی طرح مسجد میں رہ کر اس کی صفائی وغیرہ کا کام بھی سر انجام دے سکتی ہے یعنی عورت خادمہ ہو سکتی ہے۔

(٤٥١) ١٢۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ' عَنْ كَعْبٍ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ (فِي الْمَسْجِدِ)' فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ' فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا فَكَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادَى: ((يَاكَعْبُ' قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' قَالَ: ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا' وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ' أَيِ الشَّطْرَ' قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' قَالَ: ((قُمْ فَاقْضِهِ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۴۵۱)۱۲۔عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ کعب نے ابن ابی حدرد سے مسجد میں قرضے کا مطالبہ کیا' دونوں کی آوازیں بلند ہوئی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں ہی انہیں سنا آپ ان کی طرف نکلے اپنے حجرے کا پردہ ہٹایا اور آواز دی" اے کعب! عرض کی لبیک یا رسول اللہ ﷺ اسے نصف قرض معاف کر دے اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا حکم سر آنکھوں پر' آپ نے دوسرے فریق سے کہا اٹھو بقایا اسے ادا کر دو" متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۵۷' ۴۷۱' ۲۴۱۸' ۲۴۲۴' ۲۷۰۶' ۲۷۱۰' مسلم: ۱۵۵۸۔

**فوائد:** (۱) مسجد کا ایک شعبہ قضا بھی ہے یعنی مسجد بطور عدالت کے کام دے سکتی ہے اس میں فیصلے سنے اور سنائے جا سکتے ہیں۔ یہ درست ہے بالفاظِ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایک مسجد زندگی کے متعلقہ کئی شعبوں کا مرکز ہوتی ہے۔

(۲) ایک اچھے قاضی کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان منصفانہ انداز سے فیصلہ کرتا ہے۔ دونوں طرف سے کمی وبیشی کر کے دونوں فریق کو خوشی سے واپس لوٹا تا ہے۔

(۳) اشارات سے بھی بات کی جا سکتی ہے اور دوسرے کو سمجھائی جا سکتی ہے۔

(۴) مساجد میں آوازیں بلند کرنا درست نہیں ہے جب امام مقتدیوں کی آوازیں سنے تو اس کو چاہیے کہ وہ ان کو منع کرے اور ان کا جھگڑا ختم کرائے۔

(۵) ایک دوسرے کو بوقتِ ضرورت قرضہ دینا درست ہے۔

(٦) ایسے ہی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام کا گھر مسجد سے ملحق بنایا جا سکتا ہے اور مسجد کی طرف دروازے پر پردہ بھی لٹکایا جا سکتا ہے۔

(٤٥٢)١٣۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۴۵۲)۱۳۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسجد میں تھوکنا خطا ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کرنا ہے۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۱۵، مسلم: ۵۵۲۔

**فوائد:** (۱) مسجد کی صفائی وطہارت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میں تھوکنا منع ہے۔ اگر غلطی سے کوئی تھوک لے تو اس کو مسجد سے صاف کرنا چاہیے یہی تھوکنے کا کفارہ ہے۔ ایسے ہی اس میں قے کرنا، بلغم پھینکنا، پیشاب کرنا، غلاظت پھینکنا، کان، ناک سے نکلنے والا مواد لگانا اور ہر وہ کام جو مسجد کی زیب وزینت اور طہارت کو متاثر کرے سخت منع ہے۔

(٤٥٣)١٤۔ وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ))۔ اَخْرَجَهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

(۴۵۳)۱۴۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگ مساجد کے بارے میں فخر کرنے لگیں گے۔'' ابوداؤد۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد: ۳/ ۱۳۴، ابوداؤد: ۴۴۹، نسائی: ۲/ ۳۲، ابن ماجہ: ۷۳۹، ابن خزیمة: ۱۳۲۲، ۱۳۲۳۔

**فوائد:** (۱) مساجد کو اترانے یا فخر کرنے کی غرض سے تعمیر کرنا یا اس کو خوبصورت اس غرض سے بنانا کہ لوگ دیکھ کر بنانے والے کو داد دیں گے یعنی ریاکاری وشہرت کی بنا پر مسجد کا قیام نیکی نہیں ہے بلکہ یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے۔ اسی طرح یہ بھی ناجائز ہے کہ مسجد بنا کر اس میں اپنی حکومت یا سرداری کو چمکایا جائے۔ ایسے ہی مقابلہ پر مساجد بنا کر ایک دوسرے سے فخر کرنا کہ ہماری مسجد خوبصورت اور بلند وبالا ہے۔ مذکورہ تمام باتیں اسلام کے خلاف ہیں ان سے مسجد کا اصل مقصد فوت ہو

جاتا ہے۔اس صورت میں مسجد صرف عمارت کی مانند رہ جاتی ہے۔

(٤٥٤) ١٥ - وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ))۔ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۴۵۴)۱۵۔ ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی تم میں سے مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کرے۔'' متفق علیہ لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۴۴، ۱۱۶۷، مسلم: ۷۱۴۔

**فوائد:** (۱) مسجد میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہیے کہ بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے ان دو رکعتوں کو ''تحیۃ المسجد'' کا نام دیا جاتا ہے اور یہ نفلی عبادت ہوتی ہے اگر کوئی نہ بھی پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا حکم ترغیب کے لیے ہے۔

(۳) ''فَلْيَرْكَعْ'' کا مادہ ''رَكَعَ'' ہے اور رکوع اس سے نکالا ہوا ہے۔ یعنی رکوع مراد لے کر یہ بتایا ہے کہ رکوع نماز کا اور رکعت کا اہم رکن ہے۔

## بَابُ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ

## نماز جمعہ کا بیان

(٤٥٥) ١ - عَنِ الْحَكَمِ بْنِ مِينَاءَ أَنَّ [عَبْدَاللّٰهِ] بْنَ عُمَرَ، وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَا: سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلَى أَعْوَادِ مِنْبَرِهِ: ((لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ، أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلَى قُلُوْبِهِمْ، ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۴۵۵)۱۔ حکم بن میناء سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ اپنے منبر پر بیٹھے ارشاد فرماتے ہیں: ''لوگ اپنے جمعے چھوڑنے سے باز آ جائیں گے یا پھر اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۶۵۔

**فوائد:** (۱) لگاتار جمعات چھوڑنے سے اللہ تعالیٰ دل پر مہر لگا دیتے ہیں لہٰذا جمعہ چھوڑنے سے بچنا چاہیے یہ فرض ہوتا ہے اسے بلا عذر ترک نہیں کرنا چاہیے۔

(۲) جمعہ چھوڑنے والا شخص غافل حضرات کی لسٹ میں شامل ہو جاتا ہے۔

(۳) امام کے کھڑے ہونے کے لیے منبر بنایا جا سکتا ہے وہ حالات کے مطابق کسی طرح کا بھی ہو سکتا ہے مثال کے طور پر لکڑی، سیمنٹ یا لوہے وغیرہ کا منبر بنایا جا سکتا ہے مقصود امام کے کھڑے ہونے کا اہتمام کرنا ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام نماز کے علاوہ خطاب و تقریر کے موقعہ پر لوگوں کی نسبت بلند جگہ پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ البتہ نماز میں بھی منبر پر کھڑا ہو سکتا ہے جبکہ مقتدیوں کی نماز کے حوالہ سے تربیت مقصود ہو۔

(۵) بلند مقام پر امام کا کھڑا ہونا یہ اس کی تقریر کے مؤثر ہونے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

(۶) مہر کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی چھاپ سیاہی ہوتی ہے جس کے لگنے سے انسان بصیرت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے خیر و شر کے مابین یا کھرے اور کھوٹے کے مابین تمیز کرنے کا ملکہ چھن جاتا ہے آخر وہ بھٹکتا بھٹکتا گمراہوں یا غافل لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مہر کے کانوں پر لگنے کا ذکر بھی فرمایا ہے جو کہ برحق ہے۔

(۴۵۶)۲۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ نَرْجِعُ نَتَتَبَّعُ الْفَيْءَ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۴۵۶)۲۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھتے جب سورج ڈھلتا، پھر ہم واپس آتے ہم سایہ تلاش کرتے۔" متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۱۶۸، مسلم: ۸۶۰۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں جمعہ کا وقت بتایا گیا ہے یہ زوال شمس کے بعد شروع ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ظہر کے اصل وقت تک ہوتا ہے۔

(۲) اس حدیث کی رو سے ثابت ہوا کہ آج کے ہمارے کئی گھنٹوں پر مبنی خطبات خلاف شرع ہیں جو عصر کی نماز کے وقت کے قریب تک چلے جاتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔

(۳) سورج کی تمازت اور گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے سائے تلے بیٹھنا یا سائے تلاش کرنا درست ہے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ ہر جسم و حجم رکھنے والی چیز سایہ رکھتی ہے۔

(۴۵۷)۳۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ تَكُوْنُ الْقَائِلَةُ))۔

(۴۵۷)۳۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔"

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۴۱، مسلم: ۸۵۹۔

**فوائد:** (۱) دوپہر کے وقت قیلولہ کرنا سنت ہے۔

(۲) جمعہ کے روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر قیلولہ کرتے تھے۔ اس انداز کو ہمیں بھی اپنانا چاہیے۔

(۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز سے پہلے سونا ناجائز عمل ہے۔ نماز سے فراغت کے بعد سونا چاہیے۔

(۴۵۸)۴۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بَيْنَا نَحْنُ (نُصَلِّيْ) مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَقْبَلَتْ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوْا إِلَيْهَا، حَتّٰى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا،

(۴۵۸)۴۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے ایک تجارتی قافلہ اناج سے لدا ہوا آ پہنچا لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ صرف

فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ [اَلْجُمُعَةُ: ١١] لَفْظُ الْبُخَارِيِّ فِيهِمَا۔

بارہ افراد رہ گئے تو یہ آیت نازل ہوئی ''وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا'' (الجمعۃ ۱۱) ان دونوں میں الفاظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۳۶، ۲۰۵۸، ۲۰۶۴، مسلم: ۸۶۳۔

**فوائد:** (۱) جمعہ کے وقت تجارت و کاروبار کرنا حرام ہے۔

(۲) جمعہ پڑھتے پڑھتے امام کو منبر پر چھوڑ کر اور نماز پڑھے بغیر کاروبار کی غرض سے باہر چلے جانا سخت منع ہے۔ ایسے ہی موبائل سننے کے لیے باہر نکلنا بھی ممنوع ہے موبائل سیٹ کو بند کر کے مسجد میں داخل ہونا چاہیے۔ البتہ شرعی عذر کی بنا پر باہر جایا جا سکتا ہے مثال کے طور پر وضو بنانے کے لیے جانا' پیشاب وغیرہ کے لیے نکلنا درست ہے۔

(۳) ہر فرض نماز کے وقت تجارت و دیگر امور کو سرانجام دینا منع ہے۔

(۴) دنیا کے ہر طرح کے منافعوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھے منافع کی پیشکش ہے لہٰذا جتنا بھی سرمایہ ملے وقت جمعہ میں اس کی طرف آنکھ بھی نہیں اٹھانی چاہیے۔ یعنی جمعہ کے وقت جمعہ جیسے اچھے کار کا دنیاوی معاملہ سے سودا نہیں کرنا چاہیے۔

(۵) ویسے تجارت کرنا جائز ہی نہیں بلکہ اچھا پیشہ ہے عام حالات میں اوقات نماز کے بعد تجارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۶) دوران جمعہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنا یا کسی کی حرکت کو نوٹ کرنا درست ہے بلکہ حالات کے پیش نظر ہوشیار رہنا ضروری ہوگا۔ شرط یہ ہے کہ اشارہ کیا جائے نہ کسی سے بات کی جائے۔

(۷) اگر کوئی باہر سے آئے اور مسجد میں دورانِ خطبہ کسی کو آواز دے کر بلا لے جائے تو اس صورت میں نہ آنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ امام کے خطبہ یا نماز کے دوران آواز لگائے بلکہ خاموشی کے ساتھ آ کر بیٹھ جائے اور نہ ہی جس کو آواز دی گئی ہے اس کے لائق ہے کہ وہ آواز پر لبیک کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہو اور چلا جائے جبکہ امام منبر پر ہو جب مذکورہ امور کا جائزہ لیا جاتا ہے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جمعہ کی مجلس بڑی مبارک اور قابل رشک ہوتی ہے۔

(٤٥٩) ٥- وَرَوَى الدَّارَقُطْنِيُّ مِنْ حَدِيثِ بَقِيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ الْأَيْلِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، (عَنِ ابْنِ عُمَرَ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ وَغَيْرِهَا، فَلْيُضِفْ إِلَيْهَا [رَكْعَةً] أُخْرَى، وَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ))۔

(۴۵۹) ۵۔ دارقطنی نے بقیہ بن ولید کی حدیث روایت کی ہے' کہتے ہیں کہ یونس بن یزید الایلی نے مجھے حدیث بیان کی زہری کے حوالے سے اور انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر کے حوالے سے اور سالم نے اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کی ایک رکعت پا لی اس کے ساتھ دوسری

مَعْدُوْدٌ فِيْ أَفْرَادِ بَقِيَّةَ عَنْ يُوْنُسَ، وَبِقِيَّةُ مُوَثَّقٌ وَقَدْ زَالَتْ تُهْمَةُ تَدْلِيْسِهِ، لِتَصْرِيْحِهِ بِالتَّحْدِيْثِ۔

رکعت ملا لے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔'' یاد رہے کہ بقیہ بن ولید قابل اعتماد راوی ہے اس پر تدلیس کی تہمت جو لگائی گئی تھی وہ زائل ہو چکی ہے تحدیث کی تصریح کے ساتھ۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ نسائی: ۱/ ۲۷۴، ابن ماجہ: ۱۱۲۳، دارقطنی: ۲/ ۱۲، التلخیص: ۲/ ۴۲، الارواء: ۳/ ۸۸۔

**فوائد:** (۱) جمعہ کے روز فرض نماز جمعہ کی دو رکعت ہوتی ہے۔ اگر کسی نے ایک بھی رکعت پا لی اس کی جمعہ کی نماز ہو جائے گی لیکن یہ بہت ضروری ہے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر دوسری رکعت بھی پڑھے۔ دو فرض کی ادائیگی سے نماز مکمل ہو جائے گی۔

(۲) جس نے جماعت کے ساتھ کسی بھی فرض نماز کی ایک رکعت پا لی تو اس نے جماعت کی نماز پا لی۔

(۳) جمعہ کے روز اگرچہ نماز، ظہر والی اور اس کے ٹائم والی ہوتی ہے لیکن اس دن کی نماز کو جمعہ کی نماز کہا جاتا ہے نہ کہ ظہر کی نماز سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۴) امام کی قیادت و اقامت میں فرضی یا نفلی نماز مکمل کرنا ہوگی ورنہ نماز نہ ہوگی۔

(۴۶۰)۶۔وَعَنْ جَابِرٍ(هُوَ) ابْنُ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ:((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَجْلِسُ، ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا، فَمَنْ نَبَّأَكَ أَنَّهُ كَانَ/ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ، (فَقَدْ) وَاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفَيْ صَلَاةٍ))۔

(۴۶۰)۶۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے پھر آپ بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے اور کھڑے ہو کر خطبہ دیتے جس نے تمہیں یہ بتایا کہ آپ ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ بولا اللہ کی قسم میں نے آپ ﷺ کے ساتھ دو ہزار نمازوں سے بھی زیادہ نمازیں پڑھیں۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۶۲۔

**فوائد:** (۱) جمعۃ المبارک کے دو خطبے ہوتے ہیں اور دونوں ہی کھڑے ہو کر پڑھنے ضروری ہیں البتہ ان دونوں کے درمیان تھوڑا سا بیٹھنا درست ہے۔

(۲) جمعۃ المبارک کا خطبہ بیٹھ کر دینا منع ہے۔ البتہ کسی عارضہ کی وجہ سے بیٹھ کر خطبہ دیا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی دو خطبوں کے درمیان نہ بیٹھنا غیر شرعی طریقہ ہے۔

(۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم علیہ السلام کی ہر نقل و حرکت کو دیکھتے، یاد کرتے اور پھر اس کو بیان بھی فرماتے تھے۔ نبی کریم علیہ السلام ایک عمدہ نمونہ تھے جبکہ صحابہ کرام علیہم السلام نمونہ کا حقیقی عمل تھے۔

(۴) عبادت ونماز کی گنتی کرنا اور گن گن کے اذکار کرنا درست ہے۔ بلکہ اکثر اوقات شمار کرنا ضروری بھی ہے مثال کے طور پر نمازوں کے فرائض ہیں امام یا نمازی کے لیے ضروری ہے کہ وہ کوئی بھی نماز پڑھتے وقت نماز کی رکعات کی تعداد اپنے ذہن میں شمار کرتا جائے اگر ایسا نہیں کرے گا تو کوئی رکعت بھول سکتا ہے ایسے نماز ادھوری رہ سکتی ہے۔ ذکر واذکار میں بھی ایسے ہی ہے تسبیح فاطمہ رضی اللہ عنہا انگلیوں کے پوروں پر شمار کر کے پڑھی جاتی ہے دیگر عبادات میں بھی شماریات موجود ہیں۔

(٤٦١)٧۔ وَعَنْ جَابِرٍ (هُوَ) ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَاخَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلَاصَوْتُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتّٰى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ: صَبَّحَكُمْ وَ مَسَّاكُمْ، وَيَقُوْلُ: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ، وَيَقْرِنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى، وَيَقُوْلُ: أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّالْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا أَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، مَنْ تَرَكَ مَا لًا فَلِأَهْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ))۔

(۴۶۱)۷۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تھے آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آپ کی آواز بلند ہو جاتی' آپ کا غصہ شدید ہو جاتا' یوں دکھائی دیتا جیسے آپ کسی لشکر کو ڈرانے والے ہیں' آپ فرماتے ''صَبَّحَكُمْ أَوْ مَسَّاكُمْ'' آپ فرماتے مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے یہ کہتے ہوئے آپ اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا لیتے' اور آپ یہ الفاظ کہتے: ''اما بعد بہتر بات اللہ کی کتاب ہے' بہتر تحفہ حضرت محمد ﷺ کا تحفہ ہے' بدتر معاملات بدعات ہیں ہر بدعت گمراہی ہے' پھر آپ فرماتے: میں ہر مؤمن کے لیے اس کی ذات سے بھی زیادہ قریب ہوں جس نے بھی کوئی مال چھوڑا وہ اس کے اہل وعیال کے لیے ہے' جس نے قرض چھوڑا اس کی ادائیگی میری طرف سے ہو گی۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۶۷۔

**فوائد:** (۱) جمعہ کے خطبہ کے دوران آواز میں اتار چڑھاؤ پیدا کرنا اور تسلسل کا خیال رکھنا سنت ہے۔

(۲) پُر تاثیر تقریر کی ایک خوبی یہ بھی ہوتی ہے کہ امام جہاں بات پر زور دینے کا موقعہ ہوتا ہے وہاں گرجدار آواز اور رعب سے خطاب کرتا ہے اچھے خطیب کی یہ اعلیٰ خصلت ہوتی ہے کہ وہ ایک بات پر غصے میں آ کر عوام کو وعید کے ذریعے ڈرا دیتا ہے' ایک بات پر ہنسا دیتا ہے اور ایک ہی بات پر رُلا دیتا ہے۔

(۳) غصہ بھی اللہ کی نعمت ہے برمحل اس کا اظہار دانائی ہے اور قابل اثر انداز ہوتا ہے ہمارے خطباء کے لیے رسول مکرم ﷺ کا بیان اسوہ ہے۔ ہمارے خطباء حضرات کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اصل مقصد کی طرف توجہ دیں خطاب کو مذاقوں اور تمسخروں سے بھرنا اور مقدس جگہ پر کھڑے ہو کر خلاف حیا و نازیبا الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں۔

(۴) نبی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے اور وہ مومن کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوتا ہے۔ نبی بے حرص ہوتا ہے وہ اپنی امت میں مال تقسیم کرتا ہے نہ کہ خود ان سے لیتا ہے البتہ مومنوں کے مال کی حفاظت کا ذمہ بھی لیتا ہے اور ان کے قرضے وغیرہ بھی ادا کرتا ہے جب وہ مقروض فوت ہوتے ہیں اور اگر فوت شدگان مال چھوڑ کر جائیں تو وہ مال ان کے گھر والوں کو ہی دیتا ہے اور یہ نبی کے امانت دار ہونے کی علامت ہے۔

(٤٦٢)٨۔وَفِي رِوَايَةٍ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ يَحْمَدُ اللّٰهَ، وَيُثْنِي عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ يَقُوْلُ: مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَخَيْرُ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ))۔

(۴۶۲)۸۔ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے خطاب کرتے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے جس کا وہ اہل ہے پھر آپ فرماتے ”جس کو اللہ ہدایت دے دیتا ہے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں بہترین بات اللہ کی کتاب ہے۔“

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۶۷۔

**فوائد:** (۱) جمعۃ المبارک کا خطبہ حمد و تقدیس، درود و سلام اور وعظ و وعید و احکام کا مخزن ہوتا ہے۔

(۲) جمعۃ المبارک کے خطبہ میں کئی اسباق ہیں جن کی بنیاد وحدانیت ہے اور اصلاح انسان ہے یعنی سبھی کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ گمراہ کرے تو کوئی ہادی نہیں کام آتا اگر وہ ہدایت سے ہمکنار کرے تو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کو حدیث کا نام دینا درست ہے بلکہ یہ بہترین حدیث ہے۔

(۴) خطبہ جمعہ سے یہ بات بھی ملتی ہے کہ امور دینیہ میں کچھ عوامل خرابیاں پیدا کرتے ہیں جو کہ ظاہراً اچھے لیکن حقیقت میں خرابی کی خصلت رکھتے ہیں وہ بدعت ہوتے ہیں اور یہ انسان کو گمراہ کر دیتے ہیں ان سے بچنا چاہیے۔

(۵) وہ خطبہ سنت کے عین موافق ہوتا ہے جو الفاظ اور انداز کے لحاظ سے نبوی ہو۔ جسے ”صحیح مسنون نبوی خطبہ“ کہا جاتا ہے۔

(٤٦٣)٩۔ وَعَنْ أُخْتٍ لِعَمْرَةَ قَالَتْ: ((أَخَذْتُ ﴿قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ﴾ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (يَوْمَ الْجُمُعَةِ) وَهُوَ يَقْرَأُبِهَا عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ))۔

(۴۶۳)۹۔عمرہ کی بہن سے روایت ہے، کہتی ہیں ”میں نے ”ق والقران المجید“ سورت رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر زبانی یاد کر لی، آپ ہر جمعہ کو منبر پر یہ سورت پڑھا کرتے تھے۔“

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۷۲۔

**فوائد:** (۱) دورانِ خطبہ منبر پر قرآن مجید کے کسی بھی حصے کی تلاوت کی جا سکتی ہے۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ خطبہ میں ”ق والقرآن المجید“ کی تلاوت فرماتے تھے یہ عمل ہر جمعہ کو کرنا سنت ہے۔

(۳) سامعین کے لیے جائز ہے کہ وہ خطبہ کے الفاظ بغور سنیں اور ان کو یاد بھی کریں جیسا کہ ایک صحابیہ بیان فرماتی ہیں کہ میں

نے "ق والقرآن المجید" یہ رسول اللہ ﷺ سے اخذ کی جو کہ آپ ہر جمعہ کو منبر پر قرأت فرماتے تھے۔

(۴) خواتین امام کے پیچھے مسجد میں جمعہ پڑھ سکتی ہیں۔

(٤٦٤) ١٠۔ وَعَنْ وَاصِلِ بْنِ حَيَّانَ، قَالَ: قَالَ أَبُو وَائِلٍ: خَطَبَنَا عَمَّارٌ فَأَوْجَزَ وَأَبْلَغَ (فَلَمَّا نَزَلَ قُلْتُ: يَا أَبَا الْيَقْظَانِ، لَقَدْ أَبْلَغْتَ وَأَوْجَزْتَ، فَلَوْ كُنْتَ تَنَفَّسْتَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ، فَأَطِيلُوا الصَّلَاةَ وَأَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ، فَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا))۔

أَخْرَجَهَا كُلَّهَا مُسْلِمٌ۔

(۴۶۴) ۱۰۔واصل بن حیان سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ابووائل نے کہا کہ عمار نے ہم سے خطاب کیا خطاب بڑا مختصر اور فصیح و بلیغ تھا، جس میں وہ منبر سے اترے تو میں نے کہا، اے ابویقظان آپ نے بلاغت سے بھرپور بالکل مختصر خطاب کیا اگر کچھ مفصل خطاب فرماتے تو بہت بہتر ہوتا اس نے جواباً فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے ہیں: ''کسی شخص کا لمبی نماز پڑھنا اور مختصر خطبہ دینا اس کی سمجھ داری کی علامت ہے، لہٰذا نماز لمبی پڑھو اور خطبہ مختصر دو، بلاشبہ بیان میں بھی جادو کا سا اثر ہوتا ہے۔'' مسلم نے یہ سبھی روایت کی ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۳۴، مسلم: ۸۵۱۔

**فوائد:** (۱) جمعۃ المبارک کا خطبہ مختصر مگر جامع دینا اور نماز کو لمبا کرنا یہ سمجھداری کی علامت ہوتی ہے۔ لہٰذا خطبہ مختصر مگر نماز خطبہ کی نسبت لمبی ہونی چاہیے۔

(۲) آج کل معاملہ بالکل اس حدیث کے برعکس ہے یعنی خطبہ خوب لمبا کیا جاتا ہے حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت بالکل قریب آ لگتا ہے اور جب نماز کی باری آتی ہے تو ائمہ کرام ایسی جلد بازی سے کام لیتے ہیں کہ وہ غیر مطمئن انداز اختیار کرتے ہوئے اوپر نیچے آتے جاتے اور جھٹ سلام پھیرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ جائز نہیں ہے۔

(۳) امام کو مقتدیوں کے کہہ دینے پر سنت طریقہ ترک نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کو خاموش کرانے اور ان کی ذہن سازی کرنے کے لیے مثبت دلائل دینے چاہئیں نہ کہ خود بدل جانا چاہیے۔

(۴) امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی نرسری تیار کرے جو اس کے فوت ہو جانے یا چلے جانے کے بعد دین کا کام چلاتی رہے تاکہ اللہ کا کام جاری رہے۔

(٤٦٥) ١١۔ وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ((إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ: أَنْصِتْ (يَوْمَ الْجُمُعَةِ). وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَقَدْ لَغَوْتَ)). لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۴۶۵) ۱۱۔سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اپنے ساتھی سے جمعہ کے دن اس وقت جب امام خطبہ دے رہا کہو کہ خاموش ہو جاؤ تو آپ لغو بات کرتے

ہیں۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۳۴' مسلم: ۸۵۱۔

**فوائد:** (۱) دورانِ خطبہ جو کسی کو خاموش کرواتا ہے' اشارہ کرتا ہے یا ہنستا' ہنساتا ہے تو اس کا جمعہ خراب ہو جاتا ہے۔ حتی کہ دورانِ خطبہ مصافحہ بھی جائز نہیں ہے۔

(۲) جمعہ کے خطبہ کے دوران خاموشی' اطمینان اور سنجیدگی کا استعمال قابل تحسین عمل ہے۔ البتہ وقت ضرورت مقتدی بھی امام سے استفسار کر سکتا ہے۔

(٤٦٦)١٢۔وَعَنْهُ' قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَنْ تَوَضَّأَ [يَوْمَ الْجُمُعَةِ] فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ' ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ' غُفِرَلَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ[الْأُخْرٰى]' وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ' وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا))۔

[أَخْرَجُوْهُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ]۔

(۴۶۶)۱۲۔سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کے روز اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ ادا کرنے گیا غور سے خطبہ سنا اور خاموش رہا' اللہ اس کے اگلے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دے گا بلکہ تین دن مزید کے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے جس نے دوران خطبہ کنکری کو چھوا اس نے بھی فضول کام کیا۔'' بخاری کے سوا سبھی نے اس کو روایت کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۵۷۔

**فوائد:** (۱) جمعہ کا ثواب اس قدر ہے کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے سبھی گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ تین دن اور اوپر بھی شامل ہیں یہ تب ہے جب وضو اچھا کیا ہو' خطبہ کان لگا کر سنا ہو اور خاموشی اختیار کی ہو اور نیت ثواب کی ہو۔

(۲) خود بولنا' کسی سے بات کرنا یا کسی کی بات کا جواب دینا بھی ناجائز ہے۔

(۳) مسجد کی صفوں' چٹائیوں اور قالین کے دھاگے' تنکے اکھاڑنا اور کنکریوں کو چھیڑنا یا ان کو پھینکنا سخت منع ہے۔ اسی طرح موبائل کو چھیڑنا' اس میں سارے خطبہ کے دوران ریکارڈنگ کرتے رہنا' مائیک کو آگے' پیچھے کرنا' رومال یا کپڑے کو سنوارتے رہنا' ٹوپی سیدھی کرتے رہنا یا انگلیوں کے پٹاخے نکالتے رہنا وغیرہ یہ ممنوع کام ہیں موویز یا تصاویر بنانا بھی سخت منع ہے۔ امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کی اصلاح کرے اور مذکورہ بالا امور سے باز رہنے کو کہے۔

(٤٦٧)١٣۔وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' قَالَ: ((بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ' إِذْ جَآءَ رَجُلٌ' فَقَالَ [لَهُ] النَّبِيُّ ﷺ أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ؟ قَالَ: لَا' قَالَ: قُمْ فَارْكَعْ))۔

لَفْظُ مُسْلِمٍ' وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۴۶۷)۱۳۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ایک شخص آیا اس سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو نے نماز پڑھی ہے یعنی سنتیں ادا کر لی ہیں'' اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا: ''اٹھو اور نماز پڑھو۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۳۱؛ مسلم: ۸۷۵۔

(٤٦٨)١٤۔وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ:((يَا سُلَيْكُ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا، ثُمَّ قَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ (يَوْمَ) الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا))۔

(۴۶۸)۱۴۔مسلم کی ایک روایت میں ہے ''اے سلیک اٹھو اور دو رکعت ادا کرو اور یہ دونوں رکعت مختصر پڑھو پھر فرمایا: جب جمعہ کے روز کوئی آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو آنے والا دو رکعت ادا کرے اور یہ دو رکعت مختصر پڑھے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۷۵۔

**فوائد:** (۱) دورانِ خطبہ دو رکعت نماز پڑھی جا سکتی ہے کوئی حرج نہیں بلکہ لیٹ آنے والے کو اختصار کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھ لینی چاہیے۔

(۲) خطبہ کے درمیان امام کسی مقتدی سے بات کر سکتا ہے یا اس سے کوئی بات پوچھ بھی سکتا ہے۔ امام کے لیے بولنے' نہ بولنے' حرکت کرنے یا نہ کرنے کی قید نہیں ہے۔

(۳) مذکورہ حکم جو دورانِ خطبہ دو رکعت نماز پڑھنے کا ہے یہ ترغیبی ہے اور مندوب پر دلالت کرتا ہے نہ کہ وجوب پر۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ مقتدی بیٹھے رہیں' جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو تو وہ بھی نفل پڑھنے کے لیے کھڑے ہو جائیں یہ تو صرف اس کے لیے ہے جو دیر سے دورانِ خطبہ آئے۔

(۴) دورانِ خطبہ دو رکعتیں جو ادا کی جاتی ہیں ظاہراً تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس حکم کے خلاف حکم ہے جو خطبہ کے دوران خاموش رہنے کا آیا ہے لیکن حقیقت میں ایسے نہیں ہے' دو رکعتوں کے دوران جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں وہ انصات کے خلاف نہیں ہیں ''انصات'' کا معنی ہی یہی ہے کہ بغیر آواز کے پڑھنا دل یا زبان تو بغیر آواز کے حرکت کرتے ہیں یعنی بغیر آواز کے بولنا' درود شریف پڑھنا یا دعا مانگنا جائز ہے۔

(٤٦٩)١٥۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ حَدِيْثٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ، وَالْمُنَافِقِيْنَ))۔

(۴۶۹)۱۵۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز جمعہ میں ''سورہ الجمعہ اور سورہ المنافقون' پڑھا کرتے تھے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۷۹۔

**فوائد:** (۱) جمعہ کی نماز میں سورۃ الجمعہ و سورۃ المنافقین کی تلاوت و قرأت کرنا سنت ہے۔

(۲) جمعہ کی نماز میں بقدرے لمبی سورتیں تلاوت کی جا سکتی ہیں۔

(٤٧٠)١٦۔وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((يَقْرَأُ فِيْ

(۴۷۰)۱۶۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ کی نماز میں ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ

الْعِيْدَيْنِ) وَفِي [صَلَاةِ] الْجُمُعَةِ بِ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ وَ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾، قَالَ: وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيْدُ وَالْجُمُعَةُ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ يَقْرَأُ بِهِمَا فِي الصَّلَاتَيْنِ))۔ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

الْأَعْلٰى" اور "هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ" پڑھا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب عید اور جمعہ ایک دن ہوتے تو ان دونوں میں یہی سورتیں پڑھتے۔" ان دونوں کو مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۷۸۔

**فوائد:** (۱) جمعہ کی نماز میں سورۃ الاعلیٰ، سورۃ الغاشیہ کی تلاوت کرنا بھی درست ہے بلکہ یہ نبی کریم علیہ السلام اکثر جمعہ کے روز تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

(۲) عیدین کے موقع پر بھی یہی سورتیں قرأت کی جاسکتی ہیں سنت ہے۔

(۳) اگر ایک دن میں عید اور جمعہ اکٹھے آ جائیں تو دونوں کی نماز میں سورۃ الاعلیٰ، سورۃ العلق کی تلاوت کرنا مسنون ہے۔

(۴) مسلمانوں کے مذہبی تہوار جو اجتماعی حیثیت رکھتے ہیں وہ دو ہیں اور یہ سال میں ایک دفعہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔ جن کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ان دو عیدوں کے علاوہ حدیث کی رو سے کوئی تیسری اجتماعی عید نہیں ہے۔

(۵) ایک ہی دن میں جمعہ اور عید جیسی دو خوشیاں جمع ہو سکتی ہیں۔ دونوں کی جماعت و نماز اپنے اپنے وقت میں ہی ہوگی اور انداز بھی اپنا اپنا ہوگا۔

(٤٧١) ١٧۔وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۴۷۱) ۱۷۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایک جمعہ کی نماز ادا کرے تو اس کے بعد چار رکعت ادا کرے۔" مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۸۱۔

**فوائد:** (۱) جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعات پڑھنے کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے۔ اگر کام ہے گھر وغیرہ میں تو دو مسجد میں اور دو گھر جا کر رکعات پڑھی جاسکتی ہیں یہ بھی نوافل ہیں۔

(۲) فرضی نمازوں کے ساتھ ساتھ نوافل کا خود بھی عادی بننا چاہیے اور دوسروں کو بھی بنانا چاہیے۔ اس حدیث میں بھی چار رکعات پڑھنے کے متعلق ترغیبی امر ہے وجوبی نہیں ہے۔

(٤٧٢) ١٨۔وَرَوَى مَالِكٌ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ۔ يَعْنِي تُبَاعُ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ

(۴۷۲) ۱۸۔امام مالک نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے مسجد کے دروازے پر دیکھا کہ چوغے فروخت ہو رہے ہیں تو عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ یہ خرید لیں جمعہ کے دن اسے پہنا کریں اور

الْجُمُعَةِ، وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ... اَلْحَدِيثَ [اتَّفَقَا عَلَيْهِ]۔

کسی وفد کی آمد پر اس سے ملاقات کرتے وقت پہن لیا کریں۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۸۸۶، ۲۶۱۲، مسلم: ۲۰۶۸۔

**فوائد:** (۱) جمعۃ المبارک کے دن امام خاص لباس، عمدہ اور خوبصورت لباس استعمال کرسکتا ہے اس سے امام کے وقار میں اضافہ ہوتا ہے اور امام طہارت کا عملی نمونہ دکھائی دیتا ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ کسی کی آمد پر یا کسی کو ملنے جانے پر مخصوص لباس زیب تن کرنا درست ہے۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حلہ دیکھا اور نبی کریم علیہ السلام کو خریدنے کو فرمایا تو آپ خاموش رہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ یہ تقریری حدیث ہے اور یہ قابل قبول ہوگی ہے اس پر عمل کرنا درست ہوتا ہے بالاتفاق۔

(۴) اچھے جانشین کی یہ علامت ہوتی ہے کہ وہ اپنے پیشوا یا امام کے لیے عمدہ اشیاء کا انتخاب کرتا ہے اور اچھے کام کا مشورہ دیتا ہے اور اپنے راہنما کے بارے میں وہ سوچ رکھتا ہے جو وہ اپنے بارے میں رکھتا ہے۔

(۵) مسجد کی حدود سے باہر تجارت کرنا درست ہے ایسے ہی مسجد کے دروازے کے پاس خرید و فروخت کی اشیاء و دیگر سامان رکھا جا سکتا ہے کوئی قباحت نہیں ہے۔ ایسے ہی بنے بنائے کپڑے، کوٹ، لباس اور دیگر اشیائے ضروریات نئی اور سیکنڈ ہینڈ خریدی جا سکتی ہیں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۴۷۳) ۱۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلٰى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَائِكَةٌ يَكْتُبُوْنَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ، وَجَاءُوْا يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ، وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يُهْدِيْ الْبَدَنَةَ، ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ [الْ]بَقَرَةَ، ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ الْكَبْشَ، ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ الدَّجَاجَةَ، ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ الْبَيْضَةَ))۔ (أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ)۔

(۴۷۳) ۱۹۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے آنے والوں کے نام ترتیب وار لکھتے ہیں، جب امام منبر پر آ بیٹھتا ہے تو وہ صحیفے لپیٹ لیتے ہیں تو وہ خطبہ سننے لگتے ہیں، پہلے آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اونٹ کی قربانی دیتا ہے، پھر اس شخص کی سی جو گائے قربان کرتا ہے، پھر اس شخص کی سی جو مینڈھا قربان کرتا ہے، پھر اس جیسی جو مرغی قربان کرتا ہے پھر اس جیسی جو انڈا قربان کرتا ہے۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۵۰۔

**فوائد:** (۱) جیسے دیگر اعمال کے مابین ثواب کے لحاظ سے تفاوت پایا جاتا ہے اسی طرح جمعہ کے دن آگے، پیچھے آنے والوں کے ثواب میں فرق ہے۔ مثال کے طور پر سب سے پہلے جو جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں حاضر ہوتا ہے اس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے، بعد میں آنے والے کو گائے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے اس کے بعد والے کو مینڈھے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے اس

کے بعد والے کو مرغی کی قربانی کا ثواب ملتا ہے اور آخری کو انڈے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ مرغی اور اس کے انڈے کی قربانی کرنا درست ہے قربانی کے لیے جانور، اونٹ، گائے، بکرا و بکری، بھیڑ، مینڈھا اور اکثر کے نزدیک بھینس و بھینسا بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔ گھوڑے کی قربانی، مرغ کی قربانی، انڈے کی قربانی، جنگلی حلال جانوروں کی قربانی اور دریائی جانوروں کی قربانی غیر معروف ہے اور شرعی نہیں ہے۔

(۳) کچھ فرشتوں کی ڈیوٹی اعمال تحریر کرنے پر ہوتی ہے۔ فرشتوں میں اس طرح کی صلاحیت اللہ نے پیدا فرمائی کہ وہ ہر ایک کی زبان کو سمجھتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ہیں۔

(۴) ضروری بات کو تحریر کرنا اسلام میں جائز ہے۔

(۵) مسجد کے دروازے میں بیٹھنا یا ڈیوٹی دینا درست ہے۔ مسجد کی دربانی کوئی گھٹیا عمل نہیں ہے۔

(۶) جمعہ کا خطبہ شروع ہو جائے تو ہر طرح کا حساب و لکھت ٹھپ کر دینا چاہیے اور جمعہ ادا کرنا چاہیے۔

(۷) انسانوں کی طرح فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کا قرآن سنتے ہیں اور ذکر و اذکار کی مجلسوں میں تشریف لے جاتے ہیں۔

(۸) جمعہ اجتماعیت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ ذکر و اذکار کی مجلسوں میں جانا اور ان کی رونق دوبالا کرنا جائز ہے۔ بالکل اس کے برعکس یہ بھی ثابت ہوا کہ بری مجلسوں میں جانا، ان کی رونق کو دوبالا کرنا جائز نہیں۔

(٤٧٤) ٢٠ـ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا (عَبْدٌ) مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ (فِيهَا) خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، قَالَ: وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيفَةٌ)).

[مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ]۔

(۴۷۴) ۲۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جمعہ میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ کوئی بندۂ مسلم اس میں کسی بہتری کا اللہ سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دیتے ہیں فرمایا: یہ گھڑی بڑی ہی تھوڑے عرصے پر مشتمل ہوتی ہے۔“ متفق علیہ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۳۵، مسلم: ۸۵۲۔

(٤٧٥) ٢١ـ وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى (الْأَشْعَرِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: أَسَمِعْتَ أَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ [شَيْئًا] فِي شَأْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ، قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((هِيَ) مَابَيْنَ أَنْ يَجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى

(۴۷۵) ۲۱۔ ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن عمرؓ نے بتایا، کیا تو نے اپنے ابا جان سے سنا وہ رسول اللہ ﷺ سے جمعہ کی خاص گھڑی کے بارے میں حدیث بیان کرتے ہیں؟ کہا ہاں میں نے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ”یہ مبارک گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز

الصَّلَاةُ))۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

کے اختتام کے درمیان کسی وقت ہوتی ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۵۳

**فوائد:** (۱) جمعہ کے مبارک دن میں دعا کی قبولیت کی ایک گھڑی ہوتی ہے جس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس گھڑی میں دعا رد نہیں ہوتی۔

(۲) اسلام میں بعض اوقات ایسے بھی ہیں جن میں ہر کس و ناکس کی اپیل و دعا قبول ہوتی ہے ان میں ایک گھڑی جمعہ والی بھی ہے۔

(۳) دعا مانگنا بھی عبادت ہے۔ جب دعا مانگی جائے تو خیر طلبی کی مانگی جائے دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی کی دعا مانگی جائے صرف دنیا کو مطمع نظر نہیں بنانا چاہیے۔ شرکی دعا مانگنے سے بچنا ضروری ہے مثال کے طور پر آدمی یہ دعا مانگے کہ اے اللہ مجھے فوت کر لے وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کریم و جواد ہیں ہر ایک کو اپنی مرضی سے دعا کا ثمرہ دیتے ہیں۔

(۴) اس گھڑی کے وقت میں اختلاف ہے کہ وہ کب آتی ہے یہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد سے لے کر ادائے نماز تک کا وقت قبولیت دعا کا وقت ہے۔

## بَابُ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ

## نمازِ عیدین کا بیان

(٤٧٦)١۔عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُمَيْرٍ الرَّحَبِيُّ، قَالَ: خَرَجَ[عَلَيْنَا] عَبْدُاللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ صَاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ (مَعَ النَّاسِ) فِيْ يَوْمِ عِيْدِ فِطْرٍ أَوْ أَضْحٰى فَأَنْكَرَ إِبْطَاءَ الْإِمَامِ، وَقَالَ: ((إِنَّا كُنَّا (قَدْ) فَرَغْنَا سَاعَتَنَا هٰذِهِ، وَذٰلِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوٗدَ۔ وَيَزِيْدُ بْنُ خُمَيْرٍ وَثَّقَهُ شُعْبَةُ، وَيَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ وَفِيْ رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ: ((إِنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ))۔

(۴۷۶)۱۔ یزید بن خمیر رجی سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ عبداللہ بن بسر، نبی کریم ﷺ کے صحابی عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن ہماری طرف نکلے انہوں نے امام کی تاخیر کو ناپسندیدہ قرار دیا اور فرمایا ہم اس وقت یعنی بہت جلدی فارغ ہو جایا کرتے تھے ''وَذٰلِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ'' اور یہ ہمارا ذکر و اذکار کا وقت ہوتا تھا۔ ابوداوٗد
یزید بن خمیر کو شعبہ اور یحییٰ بن معین نے ثقہ قرار دیا بیہقی کی روایت میں ہے ''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد: ۱۱۳۵، ابن ماجه: ۱۳۱۷، بیهقی: ۳/ ۲۸۲، مستدرك حاکم: ۱/ ۲۹۵، بخاری: ۲/ ۵۲۹۔

**فوائد:** (۱) ''عید'' کا معنی ہے ہر بار لوٹ کر آنا کیوں کہ یہ ہر سال آتی ہے اور خوشیوں کے ساتھ آتی ہے اس لیے اس کو عید کا نام دیا گیا ہے ویسے اس سے عربی تہوار بھی مراد لیا جاتا ہے۔

(۲) ''عید'' دو طرح کی ہوتی ہے (۱) عید الفطر (۲) عید الاضحیٰ۔ یہ دونوں عیدیں ابتدائے ہجری سے شروع ہوئیں یعنی ۲ ہجری میں ان کا آغاز ہوا۔ عید الفطر صرف اجتماع اور ذکر و اذکار کا نام ہے۔ جبکہ عید الاضحیٰ نماز و اذکار، اجتماع اور جانور ذبح کرنے کا نام

ہے دونوں میں حقیقی خوشی موجود ہوتی ہے یہ مسلمانوں کے ایک سال میں دو مذہبی تہوار ہوتے ہیں اور یہ نفلی عبادات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان مواقع پر ہمدردی، احساس، محبت اور تعاون اپنی اصل شکل میں نظر آتے ہیں۔ دراصل یہ اجتماعیت کا سبق بھی دیتے ہیں۔

(۳) عیدین کو لیٹ ادا کرنا ان کے وقت میں انہیں ادا نہ کرنا غیر سنت طریقہ ہے۔

(۴) نماز عیدین کا وقت طلوع آفتاب کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور یہ سورج کے ایک یا دو نیزے کی مقدار بلند ہو جانے تک ہوتا ہے۔

(۵) نماز کے لیٹ ہو جانے یا نماز وقت نکل جانے پر مقتدی حضرات ناپسندیدگی کا اظہار کر سکتے ہیں اور اعتراض بھی کر سکتے ہیں اور صحیح وقت کے بارے میں بتا بھی سکتے ہیں۔



(٤٧٧)٢۔وَعَنْ أَبِي عُمَيْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَكْبًا جَاؤُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَشْهَدُونَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ، ((فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُفْطِرُوْا، وَإِذَا أَصْبَحُوْا يَغْدُوْا إِلَى مُصَلَّاهُمْ [اَلْحَدِيْثَ]))۔

أَخْرَجَهُ أَيْضًا [أَبُوْدَاوُدَ] وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ بَعْدَ تَخْرِيْجِهِ: هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ۔

(۴۷۷)۲۔ابوعمیر بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے چچا صحابی رسول سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ مسافر لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے وہ گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے گذشتہ کل چاند دیکھا ہے آپ نے ''انہیں اگلے روز روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ جب صبح ہو تو عید گاہ کی طرف جائیں۔'' ابوداؤد نے ایسے ہی نکالا ہے اور بیہقی نے اس کو نکالنے کے بعد کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد: ۵/ ۵۷،۵۸، ابوداؤد: ۱۱۵۷، نسائی: ۳/ ۱۸۰، ابن ماجہ: ۱۶۵۳، البیهقی: ۳/ ۳۱۶۔

**فوائد:** (۱) عید کی ادائیگی یا روزوں کا اختتام نیا چاند دیکھنے کے بعد ہوگا مطلع غیر شفاف ہونے کی صورت میں چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے مکمل کر لینے چاہئیں۔

(۲) امام یا سلطان خود چاند کو دیکھ لے تو عید کا اعلان کرے یا کروائے اگر کوئی اور معتبر اور دانا بتا دے یا باہر سے آنے والے قابل اعتبار حضرات بتا دیں تو پھر بھی روزوں کے اختتام اور عید کی نماز کا اعلان کروایا جا سکتا ہے۔ اعلان کرنے والے کروانے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ قابل اعتماد آدمی ہو۔

(۳) قابل وثوق ذرائع سے ایک دن بعد بھی اطلاع مل جائے کہ عید کا چاند نظر آ گیا ہے تو پھر بھی عید کی طرف نکلا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی رات چاند نظر آنے کی بجائے علی الصبح اطلاع ملی کہ رات چاند نکل آیا تھا تو تب بھی نمازِ عید ادا کی جائے گی اگر زوالِ شمس سے بالکل تھوڑی دیر پہلے اطلاع ملی تو تب بھی نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ زوال شمس تک نماز ادا کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) عید کی نماز کھلے میدان میں ادا کرنی چاہیے بوقت عذر مسجد میں بھی ادا کی جا سکتی ہے۔

(۵) ایک یا دو آدمیوں نے چاند دیکھا خود اکیلے اکیلے نماز پڑھ لی لیکن دوسروں کو اطلاع نہ دی تو یہ بہت بری بات ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سرکاری طور پر اعلان کیا جا سکتا ہے۔ چاند دیکھنے کے لیے یا چاند کے بارے اطلاع وصول کرنے کے لیے صاحب بصیرت و بصارت حضرات پر مبنی کمیٹی تشکیل دینا جائز ہے۔ ایسے ہی موجودہ میڈیا کے ذریعے اطلاع درست ہے۔

(٦) یہ بھی معلوم ہوا کہ باہر سے آنے والے حضرات شہر کے لوگوں کو اطلاعات فراہم کر سکتے ہیں اور شہر والوں کے لیے ضروری ہے کہ مخبر حضرات اگر قابل اعتبار ہیں تو ان کی باتوں کو تسلیم کریں یہ بھی پتہ چلا کہ رسول مکرم ﷺ غیب نہیں جانتے۔

(۷) اسلام میں شہادت و گواہی دینا جائز ہے۔

(۸) اگر شک کی بنا پر کچھ حضرات نے روزہ رکھا' بعد میں پتہ چلا کہ چاند نظر آ گیا ہے تو وہ روزے دار اپنے روزے منقطع کر دیں گے اور نمازِ عید ادا کریں گے اس صورت میں گناہ ہو گا نہ روزہ ہوگا اور نہ قضا ہو گی البتہ جتنا روزہ رکھا اتنا نیت کے مطابق ثواب ملے گا۔

(٤٧٨)٣۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((وَفِطْرُكُمْ يَوْمَ تُفْطِرُوْنَ' وَأَضْحَاكُمْ يَوْمَ تُضَحُّوْنَ))۔
اَلْحَدِيْثُ أَخْرَجَهُ أَيْضًا [أَبُوْ دَاوُدَ]۔

(۴۷۸)۳۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری عید الفطر اس دن ہوتی ہے جب تم روزے پورے کر کے روزے رکھنے چھوڑ دیتے ہو اور تمہاری عید الاضحیٰ اس دن ہوتی ہے جس دن تم قربانی کرتے ہو۔'' ابوداؤد نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ابو داؤد: ۲۳۲۴' ابن ماجہ: ۱۶۶۰' دار قطنی: ۲/ ۱۶۳' بیہقی: ۴/ ۲۵۱' ترمذی: ۶۹۷۔

**فوائد:** (۱) عید الفطر کو فطر اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں روزہ رکھا نہیں جاتا بلکہ چھوڑ دیا جاتا ہے جبکہ عید الاضحیٰ کو الاضحیٰ کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ اس میں قربانی کی جاتی ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ عید الفطر و عید الاضحیٰ یہ اسلام کے رکھے ہوئے نام ہیں۔

(٤٧٩)٤۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَغْدُوْا يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ))۔أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۴۷۹)۴۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن نہیں نکلتے تھے یہاں تک کہ کھجوریں کھاتے۔'' بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۵۳۔

(٤٨٠)٥۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَلَّقَهَا وَأَسْنَدَهَا الْإِسْمَاعِيْلِيُّ: ((يَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا))۔

(۴۸۰)۵۔ایک روایت میں اسماعیلی نے تعلیق بیان کرتے ہوئے کہا ''نبی کریم ﷺ طاق کھجوریں کھاتے تھے۔''

**تحقیق و تخریج:** ابن خزیمہ: ۱۴۲۹۔

(٤٨١)٦۔وَعِنْدَ التِّرْمَذِيِّ مِنْ حَدِيْثِ ثَوَّابِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ، وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْأَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ))۔

وَثَوَّابٌ وَثَّقَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ۔

(۴۸۱)٦۔ترمذی میں ثواب بن عتبہ کی حدیث مذکور ہے اس نے عبداللہ بن بریدہ سے روایت کیا اور اس نے اپنے باپ سے روایت کیا' کہتے ہیں "رسول اللہ ﷺ عیدالفطر کو گھر سے نہیں نکلتے یہاں تک کہ آپ کچھ کھا لیتے اور عید الاضحیٰ کے روز کچھ نہیں کھاتے تھے یہاں تک کہ نماز پڑھ لیتے۔" ثواب بن عتبہ کو یحییٰ بن معین نے ثقہ قرار دیا۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد: ۵/ ۳۵۲' ترمذی: ۵۴۲' ابن ماجہ: ۱۷۵۶' ابن خزیمة: ۱۴۲۶' ابن حبان: ۵۹۳' الدارقطنی: ۲/ ۴۵' البیهقی: ۳/ ۲۸۳' مستدرك حاكم: ۱/ ۲۹۴' نصب الرایة: ۲/ ۲۰۹۔

**فوائد:** (۱) عیدالفطر کے روز عیدگاہ کی طرف نکلتے ہوئے کچھ کھا کے نکلنا چاہیے کھجوریں وغیرہ مل جائیں تو ان کو طاق کر کے کھانا چاہیے یہ سنت ہے۔ جبکہ عیدالاضحیٰ کے روز اس وقت تک کچھ نہیں کھانا چاہیے جب تک نماز نہ پڑھی جائے یہی طریقہ سنت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

(۲) بعض حضرات قربانی کے دن قربانی کے گوشت تک بھوکا رہنے اور کچھ نہ کھانے کو روزہ قرار دیتے ہیں جو کہ غلط ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں اور نہ ہی کسی حدیث سے اس کی وضاحت ملتی ہے بلکہ اس کے خلاف دلائل ہیں جیسا کہ آیت مبارک ہے "تم روزوں کو رات تک پورا کرو" یعنی روزہ وقت سحری سے لے کر غروب آفتاب تک رکھنے کا نام ہے اس سے قبل ایک منٹ بھی روزہ ٹوٹ گیا' چھوڑ دیا یا دو تین گھنٹے کے لیے رکھا تو وہ روزہ نہ ہو گا۔ اس لیے اس دن روزے کی نیت کر لینا اور اپنے آپ کو صائم شمار کر کے پھرنا غیر شرعی طریقہ ہے۔

(۳) یاد رہے عیدالفطر کے روز کچھ نہ کھانے والا یا عیدالاضحیٰ کے دن کچھ کھا لینے والا شرعاً گناہ گار نہ ہو گا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ عیدین کی نماز سے قبل کھانا یا نہ کھانا کوئی فرض مسئلہ نہیں ہے یہ محض سنت پر دلالت کرتا ہے البتہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی ایک ایک سنت سے پیار کریں اور اس کو اپنائیں۔ سنت کا تارک ملامت گر تو ہوتا ہے گناہگار نہیں ہوتا البتہ سنت کا سرے سے انکار کرنے والا مسلمانوں میں سے نہیں ہوتا۔

(٤٨٢)٧۔وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((أَمَرَنَا تَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ۔۔۔ أَنْ نُخْرِجَ فِي الْعِيْدَيْنِ الْعَوَاتِقَ، وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، وَأَمَرَ الْحُيَّضَ أَنْ يَعْتَزِلْنَ مُصَلَّى الْمُسْلِمِيْنَ))۔

لَفْظُ مُسْلِمٍ وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۴۸۲)۷۔ام عطیہ کہتی ہیں کہ ہمیں نبی ﷺ نے حکم دیا "ہم آزاد عورتوں اور دوپٹہ لینے والی تمام خواتین کو عیدگاہ میں لائیں اور حیض والیوں کے متعلق ہمیں حکم دیا کہ وہ عیدگاہ سے کچھ الگ ہو کر بیٹھیں۔"

متفق علیہ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۲۴' ۳۵۱' ۹۷۱' ۹۷۴' ۹۸۰' ۹۸۱' مسلم: ۸۹۰۔

**فوائد:** (۱) چونکہ عیدین اجتماعی عبادتیں اور مذہبی تہوار ہیں۔ اس لیے اس کی رونق کو دو بالا کرنے کے لیے سبھی کو عیدگاہ کی طرف نکلنا چاہیے یہاں تک کہ پردہ نشیں اور حیض والی عورتیں بھی نکلیں جبکہ ماہواری والی عورتیں صرف نماز کے وقت الگ رہیں گی لیکن دعا میں وہ بھی شریک ہوں گی۔

(۲) مسجد میں حائضہ عورت داخل نہیں ہوسکتی۔ کھلے میدان میں عید ادا کرنے کا فائدہ یہ بھی ہے کہ ہر طرح کی عورت شمولیت اختیار کرسکتی ہے۔

(۳) عیدین کے موقع پر عورتوں کو عیدگاہ کی طرف نکلنے کو ضرور کہنا چاہیے جبکہ دیگر نمازوں کے لیے عورت کو نکلنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عورت کی افضل نماز گھر میں ہوتی ہے البتہ عورتیں مسجد میں جائیں یا نہ جائیں ان کو روکا نہیں جاسکتا وہ اس معاملہ میں خودمختار ہیں۔ سبھی مسلمانوں کا مجتمع ہونا غیر مسلموں پر کثرت رعب کا باعث ہے۔

(۴) صاحب معارضہ عورتیں دعا میں شریک ہوں گی کوئی حرج نہیں ہے۔

(٤٨٣)۸۔وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوا يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۴۸۳)۸۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ابوبکرؓ اور عمرؓ خطبہ سے پہلے عید کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ مسلم کے لفظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۶۳، مسلم: ۸۸۸۔

**فوائد:** (۱) عیدین کے روز سنت طریقہ یہ ہے کہ خطبہ بعد میں دیا جائے اور نماز پہلے پڑھی جائے۔ یہی بات حق ہے، جمہور محدثین اور علماء کا یہی موقف ہے۔

(۲) عام معمول یہ ہے کہ خطاب کیا جاتا ہے پھر نماز پڑھی جاتی ہے جیسا کہ جمعہ کا خطبہ ہے لیکن عیدین میں ایسا نہیں ہے۔ جو حضرات خطبہ پہلے دیتے ہیں وہ مروان حکمران بنی امیہ کی سنت پر عمل کرتے ہیں نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

(۳) عیدین نفلی عبادت ہیں جبکہ مقام و شان کے لحاظ سے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کہ یہ فرض ہیں۔ عیدین کا وقار خوب بلند ہے۔ عیدین کے لیے نہ اذان ہوتی ہے نہ تکبیر۔

(۴) عیدین کا خطبہ بھی وہی ہوتا ہے جو کہ دیگر مواقع پر پڑھا جاتا ہے۔ فرق صرف موقع محل کا ہوتا ہے۔ اس موقع پر عوام الناس کو وعظ و نصیحت سے اور تذکیر بآلاء اللہ تذکیر بایام اللہ اور تذکیر بالموت سے خوب نوازنا چاہیے۔ بے مقصد و سیاسی کلام سے گریز کیا جائے۔

(۵) عیدین کے خطبہ کے وقت منبر استعمال کرنا ناجائز ہے۔ خطبہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے۔ امام صحیح عارضہ کی بنا پر کرسی وغیرہ پر بیٹھ کر بھی خطبہ دے سکتا ہے۔ ایسے ہی سواری وغیرہ پر خطبہ بھی دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے اونٹنی پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ (ابن حبان)

(٤٨٤)۹۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ

(۴۸۴)۹۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ”نبی

النَّبِيّ ﷺ: ((أَنَّهٗ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا (وَمَعَهٗ بِلَالٌ)... اَلْحَدِيْثَ))۔
لَفْظُ الْبُخَارِيِّ (وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)۔

کریم ﷺ عید کے روز نکلتے دو رکعت نماز پڑھتے آپ نہ تو ان سے پہلے نماز پڑھتے اور نہ ہی بعد میں اور آپ کے ساتھ بلال ہوتے۔''
متفق علیہ'لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۶۴'۹۷۹' مسلم: ۸۸۴۔

(٤٨٥) ١٠۔[وَعِنْدَ مُسْلِمٍ: عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ أَضْحٰى أَوْفِطْرٍ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا، وَلَا بَعْدَهُمَا))۔

(۴۸۵)۱۰۔مسلم میں' ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''نبی کریم ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن نکلے دو رکعت نماز پڑھی ان دو رکعتوں سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ بعد میں۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۸۴۔

(٤٨٦) ١١۔[وَعِنْدَ مُسْلِمٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ أَضْحٰى أَوْ فِطْرٍ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا، ثُمَّ أَتَى النِّسَآءَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِيْ خُرُصَهَا وَسِخَابَهَا))۔
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۴۸۶)۱۱۔مسلم میں مذکور ہے ''نبی کریم ﷺ عید الاضحیٰ کے دن یا عید الفطر کے دن نکلے دو رکعت نماز پڑھی نہ ان سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ بعد میں' پھر آپ خواتین کے پاس آئے' آپ ﷺ کے ساتھ بلال تھے' آپ ﷺ نے انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو عورت اپنی بالیاں اور ہار اتار اتار کر دینے لگی۔ متفق علیہ۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۹۶۴'۹۸۹' مسلم: ۸۸۴۔

**فوائد:** (۱) عیدگاہ میں آ کر صرف امام کے ساتھ باجماعت دو رکعت نماز پڑھنی ہے۔ اس کے علاوہ جماعت سے قبل اور جماعت کے بعد کوئی نماز نہیں ہے اور نہ ہی اور عمل ثابت ہے صرف عیدین نماز سے قبل اور بعد میں تکبیریں ہیں جو دل میں اور بقدرے آواز سے پڑھی جاسکتی ہیں۔

(۲) عید کی نماز صرف دو رکعت ہے اس سے زائد نہیں ہے۔

(۳) نماز و دعا کے بعد صدقے وصول کرنا یا کرانا درست ہے بلکہ عوام کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی تاکید و تلقین اور ترغیب دینا بھی درست ہے۔

(۴) صدقات و خیرات نقدی بھی ہو سکتے ہیں اور مال و زیورات کی صورت میں بھی ہو سکتے ہیں' اسی طرح غیر مرئی چیز بھی صدقہ بن سکتی ہے جیسی اچھی بات کہنا یا علم سکھانا وغیرہ۔

(۵) عورت اپنے ذاتی مال میں تصرف کر سکتی ہے اس میں خاوند سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ خاوند و بیوی کا مشترکہ

مال ہو یا اکیلے خاوند کا ہو تو خاوند سے پوچھ لینا ضروری ہے اگر اپنے خاوند کے مزاج کا علم ہو کہ وہ کچھ برا نہیں منائے گا تو عورت کچھ اللہ کے راستے میں دے سکتی ہے اللہ کے راستے میں بغیر خاوند کی اجازت کے عورت کچھ دے بھی دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے دونوں کو ثواب ملے گا البتہ اور انداز میں عورت' خاوند کا مال کسی کو دے تو یہ ناجائز ہے اجازت ضروری ہے۔

(۶) خطیب کا ایسا شاہانہ انداز ہو اور ایسی پرتاثیر کلام ہو کہ عوام اس کی بات بات کو ماننے کے لیے مجبور ہو جائیں حتی کہ اگر خطیب صدقہ کا حکم دے تو عوام اپنے قیمتی زیورات اتار کر اللہ کے راستے میں دینے سے بھی گریز نہ کریں۔

(۷) مسلمان حضرات کے لیے ضروری ہے کہ ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کی ذات ہر شئی پر مقدم ہو اگر اللہ تعالیٰ کے نام سے کچھ ان سے مانگا جائے تو وہ اپنی قیمتی سے قیمتی چیز دے دینے کے لیے بھی رضا مند ہوں جیسا کہ ایک صحابیہ نے اپنی بالیاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں۔

(۸) یہ بھی ثابت ہوا کہ اشاعت اسلام کے لیے' اصلاح معاشرہ کے لیے' جہاد و قتال کے لیے' افراد کی اجتماعی امداد کے لیے صحیح مستحق و مقروض کے لیے امام عوام سے صدقہ کی اپیل کر سکتا ہے۔ ائمہ کرام کا بلا وجہ اپنے لیے مانگنا یا کسی اور کا مسجد میں بلا مجبوری چندہ مانگنا غیر شرعی طریقہ ہے جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں نے یہ پیشہ بنایا ہوا ہے اگر کوئی واقعی مستحق ہے تو اس کو امام صاحب سے رابطہ کرنا چاہیے۔ اگر امام اس کی اپیل کرے تو کوئی حرج نہیں سوال کیا جا سکتا ہے اس صورت میں امام کے لیے لازم ہے کہ وہ انصاف سے کام لے یہ نہیں ہے کہ سائل واقف کار ہے لیکن فی الحقیقت وہ مستحق نہیں تو اس کے لیے اجازت نامہ لکھ دے اور مستحق غیر واقف کو رد کر دے۔

(٤٨٧) ١٢ـ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْمُصَلَّى صَلَّى رَكْعَتَيْنِ)).

فِي إِسْنَادِهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، وَقَدْ تَقَدَّمَ.

(۴۸۷) ۱۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ جب عیدگاہ سے واپس آتے تو دو رکعت نماز پڑھتے۔''

اس کی سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ہے جو پہلے گزر گیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند الامام احمد بن حنبل: ۳/ ۲۸، ۴۰، ابن ماجه: ۱۲۹۳، ابن خزیمه ۱۴۶۹، مستدرك حاكم: ۱/ ۲۹۷۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام عید کے روز' عید کی نماز کے علاوہ اور بھی نماز پڑھتے تھے۔ اس کا مفہوم ہوگا کہ عیدگاہ میں عید کی جماعت سے قبل اور جماعت کے بعد کوئی نماز نہیں۔ البتہ گھر میں آ کر دو نفل پڑھ لیے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی نماز قضا ہو گئی ہو تو عید کے دن کسی ٹائم میں قضا دی جا سکتی ہے۔ البتہ عیدگاہ میں نماز عید کے وقت اس سے توقف کیا جائے۔

(۲) یہ بھی ثابت ہوا کہ عید کے روز اگر کوئی گھر میں نوافل ادا کرے تو گنہگار نہ ہوگا اور جو حدیث میں آیا ہے کہ عید سے قبل اور

عید کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے کوئی نماز نہیں پڑھی تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے صبح کی نماز نہیں پڑھی یا ظہر کی نماز نہیں پڑھی بلکہ یہ مطلب ہے کہ عیدگاہ میں عید کی جماعت سے قبل جبکہ لوگ وہاں موجود ہوتے ہیں یا آ رہے ہوتے ہیں اس وقت کوئی رکعات وغیرہ نہیں پڑھیں۔ اسی طرح عید کی نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد بھی کوئی رکعات نماز نہیں پڑھی۔ یعنی دوسرے الفاظ میں یہ کہیں گے کہ اوقاتِ نمازِ عید میں آپ علیہ السلام نے صرف عید کی ہی جماعت کروائی ہے۔ بس وہی دو رکعت نماز پڑھی ہے۔

(٤٨٨) ١٣۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَبَّرَ فِي الْعِيْدَيْنِ: فِي الْأُوْلٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ، وَفِي الْآخِيْرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ))۔

أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ وَاسْتَحْسَنَهُ فِي ((الْجَامِعِ))، وَذَكَرَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْهُ عَنِ الْبُخَارِيِّ أَنَّهُ صَحَّحَ الْحَدِيْثَ۔

(۴۸۸) ۱۳۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ عیدین میں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔'' امام ترمذی نے اس کو نکالا ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے اپنی جامع میں اور بیہقی نے اس سے بخاری کے حوالہ سے ذکر کیا کہ یہ روایت صحیح ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد: ۲/ ۱۸۰_۶/ ۷۰، ابو داؤد: ۱۱۵۲، ۱۱۵۰، ابن ماجہ: ۱۲۷۸_۱۲۸۰۔

**فوائد:** (۱) عیدین میں بارہ تکبیریں ہوتی ہیں۔ پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ اور یہ تکبیر اولیٰ کے متصل ہوتی ہیں اسی طرح دوسری رکعت سے اٹھنے کے بعد ہوتی ہیں۔ ان میں رفع الیدین کرنا سنت ہے مذکورہ تکبیرات پر اکثر صحابہ و تابعین وفقہاء کا عمل ہے جو کہ راجح اور قوی ہے۔

(۲) دعائے استفتاح تکبیر اولیٰ کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے اور سات تکبیریں کہہ لینے کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے اختیار ہے۔

(۳) دورانِ عبادت کلمات یا الفاظ کو شمار کرنا درست ہے اس سے نماز میں خلل واقع نہیں ہوتا اگر گنتی کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو تب نماز وعبادت میں خلل واقع ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہیں گے کہ اسلام میں حسابات و شماریات کا جواز ملتا ہے حتیٰ کہ عبادات میں بھی شماریات کو شامل کیا گیا ہے۔

(۴) دونوں رکعات میں قرأت تکبیرات کے بعد ہی ہوگی۔

(٤٨٩) ١٤۔ وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ قِرَاءَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي يَوْمِ الْعِيْدِ؟ فَقُلْتُ: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (وَانْشَقَّ الْقَمَرُ)﴾، وَ ﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾))۔ اِنْفَرَدَ بِهِ مُسْلِمٌ۔

(۴۸۹) ۱۴۔ عبید اللہ بن عتبہ سے روایت ہے وہ ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں ''مجھ سے عمر بن خطاب نے عید کے روز رسول اللہ ﷺ کی قرأت کے بارے میں پوچھا: ''میں نے کہا ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ'' پڑھا کرتے تھے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۹۱۔

**فوائد:** (۱) نماز عیدین میں ''سورۃ القمر'' اور ''سورۃ ق'' کی قرأت کرنا سنت ہے البتہ دیگر قرآن کی سورتیں بھی قرأت کی جا سکتی ہیں۔

(۲) نماز عیدین میں لمبی سورتیں بھی تلاوت کی جا سکتی ہیں کوئی حرج نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ موقع محل کو بھانپ لیا جائے۔

(۳) اصول وہی رہے گا کہ خطبہ مختصر اور نماز بقدرے لمبی ہو۔ یہی سنت طریقہ ہے۔

(٤٩٠) ١٥۔ وَعَنْ جَابِرٍ [بْنِ عَبْدِاللّٰهِ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ))۔

اِنْفَرَدَبِهِ الْبُخَارِيُّ۔

(۴۹۰) ۱۵۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ عید کے روز مختلف راستے سے آتے جاتے تھے۔''

بخاری اس کے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۸۶۔

**فوائد:** (۱) عید کے دن راستہ تبدیل کرنا سنت نبوی ہے ہمیں اس کی اقتداء کرنی چاہیے۔

(۲) راستہ تبدیل کرنے سے دیگر احباب سے ملنے کا موقع مل جاتا ہے۔

(۳) راستہ بدلنا یہ کوئی لازمی اور فرض امر نہیں ہے شرعی ضرورت کے پیش نظر ایک ہی راستہ پر دوبارہ واپس بھی آیا جا سکتا ہے۔

(۴) راستہ تبدیل کرنے سے ایک اور بھی فائدہ ہوتا ہے کہ مختلف راستے نیک آدمی کے لیے گواہ بن سکیں اور اسلام کی عظمت دوبالا ہو سکے۔

(٤٩١) ١٦۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ أَبُوْبَكْرٍ، وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ [بِ] مَا تَقَاوَلَتْ بِهِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ۔ قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَبِمَزْمُوْرِ الشَّيْطَانِ فِيْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَذٰلِكَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ؟ فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا أَبَابَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ عِيْدًا، وَهٰذَا عِيْدُنَا))۔

لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

وَقَدْمَرَّحَدِيْثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فِيْ لَعِبِ الْحَبَشَةِ فِيْ (الْمَسْجِدِ)۔

(۴۹۱) ۱۶۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ''میرے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے میرے پاس انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں تھیں وہ گیت گا رہی تھیں جو انصار جنگ بعاث کی مناسبت سے گیت گایا کرتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ دونوں لڑکیاں مغنیہ نہیں تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے گھر میں یہ شیطانی موسیقی؟ یہ واقعہ عید کے دن کا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوبکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث گذر چکی ہے جس میں مسجد نبوی میں حبشیوں کے کھیلنے کا تذکرہ ہے مسلم کے الفاظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۴۹، ۹۵۲، ۹۸۷، ۲۹۰۶، ۳۹۳۱، مسلم: ۸۹۲۔

(٤٩٢)١٧۔وَفِي رِوَايَةٍ فِيهِ: ((وَكَانَ يَوْمُ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ [فِيهِ] بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ))۔

(۴۹۲)۱۷۔ایک روایت میں ہے کہ عید کے دن سوڈانی نیزو ڈھال سے مسجد میں کھیل رہے تھے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۹۵۰، ۲۹۰۷، مسلم: ۸۹۲۔

**فوائد:** (۱) عید کا دن ایک خوشی و مسرت کا دن ہوتا ہے اس روز حقیقی خوشیوں کے جذبات کا اظہار کیا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) عرب میں عید تہوار کا نام تھا جو کہ کفار بھی منایا کرتے تھے۔ایسے ہی ہمارے مذہبی تہوار کو عید کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو کہ درست ہے۔

(۳) عید کے روز کھیلنا' کودنا' مفید مظاہرے کرنا' حمد و نعت اور ایسے اسلامی و جہادی ترانوں کا اہتمام کرنا جس سے مراد مسلمان قوم کی جرأت بڑھانا ہو جائز ہے۔ایسے ہی چھوٹی بچیاں' بچے دف کے ساتھ اسلامی گیت گا سکتے ہیں اور اسلامی اشعار پڑھ سکتی ہیں کوئی حرج نہیں ہے۔دف کا استعمال صرف نابالغ حضرات کے لیے ہے۔اس سے عام مراد لینا درست نہیں ہے جیسا کہ آج کل ہر نعتیہ کلام کے ساتھ دف کو خوب مترنم انداز سے بجایا جاتا ہے۔اس سے بچنا چاہیے۔لیکن بچیوں کے لیے بھی اس حد تک ہے کہ وہ عادی نہ ہوں کیونکہ یہ شیطانی آواز اور سر ہے جو کہ مزید موسیقی کا شائق بنا سکتی ہے۔

(۴) کفار کے تہواروں کو اپنانا' ان کے تہواروں کو اچھا جاننا یا ان کے ساتھ خوشی کا اظہار کرنا ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے اس سے بچنا چاہیے کفار کی مجالس کی رونق کو بڑھانا گویا کہ ان کو حوصلہ دینا ہے جو کہ سخت منع ہے اور نہ ان کو مبارکباد دینی چاہیے۔

(۵) بیٹیوں کے گھر باپ جا سکتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ خیر و عافیت کی خبر لینے کے ناطے جانا چاہیے۔

(۶) بڑوں کے جائز کارناموں پر ان کو اچھے الفاظ میں یاد کیا جا سکتا ہے لیکن ضروری ہے کہ مبالغہ آرائی سے اجتناب کیا جائے۔

(۷) عید کے روز مسجد میں کوئی دینی تربیت کے حوالہ سے کسی مظاہرے یا ٹریننگ کا بندوبست کیا جا سکتا ہے اور ویسے بھی عید کے دن جائز کھیلوں کا بندوبست کیا جا سکتا ہے آج کل کی مروجہ کھیلیں اور عیاشیاں جن میں جوا' شراب' زنا اور ناجائز کشیدگیاں شامل ہیں۔ایسے ہی ہماری کھیلیں غیر اسلامی ہیں جن سے ملک کی سلامتی اور حفاظت مقصد نہیں ہے بلکہ ملکی سرمایہ کا ضیاع ہے' اسی طرح مذہبی تہواروں کی آڑ لے کر لڑکے' لڑکیوں کے ناجائز اور حد سے بڑھتے تعلقات سامنے آتے ہیں جس کا نتیجہ معاشرہ و ملک کی تباہی ہے یہ بھی عوامل غیر مشروع ہیں مسلمانوں کو ان سے دور رہنا چاہیے۔

(۸) اسلام نے انسان کو جو خوشی کے اظہار کا موقعہ فراہم کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ مکمل طور پر آزاد ہے بے لگام ہے۔حیا کے دائرے میں رہتے ہوئے اور اسلام کی حدود میں رہتے ہوئے اور ساتھ ساتھ عید کے دن کی بقیہ نمازیں وقت پر ادا کرنے کا نام عید ہے۔اگرچہ انسان طبعی طور پر آزادی پسند اور انتہا درجے کا خوشی پسند ہے لیکن اسلام میانہ روی کا سبق دیتا ہے۔

## بَابُ مَا يُمْنَعُ لُبْسُهَا وَيُكْرَهُ وَمَا لَيْسَ كَذٰلِكَ

## ممنوع، مکروہ اور جائز لباس کا بیان

(٤٩٣) ١۔عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوْ عَامِرٍ، أَوْ أَبُوْ مَالِكٍ، وَاللّٰهِ يَمِيْنُ أُخْرٰى، حَدَّثَنِي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَيَكُوْنَنَّ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ))، قَالَ فِي حَدِيْثِ هِشَامٍ: ((الْخَمْرَ وَالْحَرِيْرَ))، وَقَالَ فِي حَدِيْثِ دُحَيْمٍ: ((الْخَزَّ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ... الْحَدِيْثُ)) أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا، وَأَبُوْدَاوُدَ وَالْإِسْمَاعِيْلِيُّ مُتَّصِلًا، وَهٰذَا مِنْ لَفْظِ الْإِسْمَاعِيْلِيِّ، وَفِي تَرْجَمَةِ أَبِي دَاوُدَ (وَالْبَيْهَقِيِّ) وَمَا تَقْتَضِي أَنَّهُ ((الْخَزُّ)) بِالْخَاءِ وَالزَّاءِ، وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ أَنَّهُ تَصْحِيْفٌ وَأَنَّ الصَّوَابَ: ((الْحِرَ)) بِالْحَاءِ وَالرَّاءِ وَالتَّخْفِيْفِ۔

(۴۹۳)ا۔عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھے ابوعامر یا ابومالک نے بتایا، اللہ کی قسم! ان دو ناموں میں سے بعد والا ہے، مجھے بتایا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو حلال سمجھیں گے'' ہشام کی حدیث میں ہے کہا ''شراب اور ریشم کو'' دحیم کی حدیث میں ہے کہ ''ریشم، شراب اور موسیقی کے آلات کو''۔ الحدیث، اس کو بخاری نے تعلیق کے طور پر اور ابوداؤد اور اسماعیلی نے متصل بیان کیا ہے اور لفظ اسماعیلی کے ہیں، ابوداؤد اور بیہقی میں لفظ ''خز'' خاء اور زا کے ساتھ ہے اور بعض نے خیال کیا ہے کہ یہ غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ ''حر'' حاء اور راء اور مخفف کے ساتھ۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۵۹۰، ابو داؤد: ۴۰۳۹، بیہقی: ۱۰/ ۲۲۱۔

**فوائد:** (۱) شراب، ریشم اور زنا یہ اسلام میں حرام ہیں۔ شراب اور زنا مرد و زن پر حرام ہیں جبکہ ریشم عورت استعمال کر سکتی ہے مرد استعمال نہیں کر سکتے۔

(۲) نماز کے امور میں لباس کی حلت و حرمت کا تذکرہ کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لباس کی درستگی نماز کی صحت کا باعث ہے ایک نمازی کے لیے ضروری ہے کہ وہ حلال اور سنت کے مطابق لباس استعمال کرے ممنوع لباس سے دور رہے۔

(۳) شراب میں حواس قائم نہیں رہتے، عقل قائم نہیں رہتی۔ زنا معاشرہ کی خرابی کا باعث ہوتا ہے اور ریشم کے استعمال میں تکبر اور تفخر پوشیدہ ہوتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ ریشم ویسے بھی عورت کا لباس ہے۔ اس کو استعمال کرنے پر عورتوں سے مشابہت بھی لازم آتی ہے جو کہ اسلام میں جائز نہیں ہے۔

(۴) حریر کا لفظ عام ہے یہ ریشم کی تمام اقسام کو مشتمل ہوتا ہے۔

(۵) احادیث مبارکہ میں جہاں کہیں بھی آیا ہے کہ قیامت کے نزدیک ایسے ایسے لوگ آئیں گے وہ یہ یہ کریں گے یا کہیں گے تو اس سے بعض حضرات یہ مراد لیتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام سچے ہیں وہ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ لہٰذا ان کی بشارت و پیشینگوئی ہے کہ قرب قیامت ایسا ایسا ہوگا۔ اس لیے یہ ہونا ہی ہے اس میں بندوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ یہ تصور غلط ہے اس کو بدلنا چاہیے۔

بلکہ یہ مراد ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ہمیں ترغیب اور ترہیب دی ہے کہ ہم ایسے ایسے کاموں یا باتوں سے بچیں جو کہ قربِ قیامت کے عوام الناس میں موجود ہوں گی اور یہ بھی ہے کہ جیسے جیسے ایمان اور عمل کم ہوتا جائے گا یہ عادات لوگوں میں رونما ہوتی جائیں گی یعنی نبی کریم علیہ السلام کی مراد یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو ایسے کاموں یا باتوں سے دور رکھیں جو علاماتِ قیامت میں سے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے جو فرمایا سچ فرمایا ہے اس میں شک کرنا کفر ہے یہ اس صورت میں ہے جب ہم نبی کریم علیہ السلام کی احادیث پر کان نہیں دھریں گے۔ اپنی مرضی کریں گے اور ان ممنوعات سے نہ بچیں گے جن سے نبی کریم علیہ السلام نے ہمیں منع فرمایا تو تب یہ پیشینگوئیاں پوری ہو کر رہیں گی یہ حق بات ہے۔ آج ہماری یہی حالت ہے ممنوعات سے باز نہیں رہتے الٹا ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے پہلے ہی یہ فرما دیا لہٰذا یہ ہو کر ہی رہے گا ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

(۶) جتنی پیشینگوئیاں ثابت ہیں یہ تمام تر نبی کریم علیہ السلام نے وحی کے ذریعے بتائی ہیں ایک نبی کا مقام یہ ہے کہ وہ وحی کے بغیر تکلم نہیں فرماتا۔

(٤٩٤)٢۔وَفِيْ رِوَايَةِ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ فِيْ حَدِيْثِ اِسْتِسْقَاءِ حُذَيْفَةَ الْمُتَقَدِّمِ: ((أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَشْرَبَ فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَأَنْ نَأْكُلَ فِيْهَا، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ، وَأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ))۔

(۴۹۴)۲۔جریر بن حازم کے حوالے سے حذیفہ کی حدیث پانی طلب کرنے کے سلسلے میں مروی ہے ''اللہ کے نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ہمیں منع کیا کہ ہم سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھائیں پئیں اور باریک موٹی ریشم پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع کیا۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۴۲۶، ۵۶۳۲، ۵۶۳۳، ۵۸۳۱، ۵۸۳۷، مسلم: ۲۰۶۷۔

**فوائد:** (۱) سونے، چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے۔

(۲) ریشم کسی قسم کی بھی ہو نہ وہ لباس کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس پر بیٹھ سکتے ہیں۔

(۳) ممنوعات سے بچنے میں نجات ہے۔

(۴) جو بھی اشیاء اسلام نے حرام قرار دیں وہ نقصانات کی حامل ہیں مثال کے طور پر سونے چاندی کے برتن یا ریشم کا لباس ہے تو اس میں تکبر اور فخر ہے جو ایمان کو ختم کر دیتا ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کو غیر مسلم امراء شوق سے اور فخر سے استعمال کرتے رہے۔

(٤٩٥)٣۔وَرَوَى مُسْلِمٌ عَنْ [حَدِيْثِ] سُوَيْدِ ابْنِ غَفْلَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَبَ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ: ((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ إِلَّا مَوْضِعَ إِصْبَعَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ أَرْبَعٍ))۔

(۴۹۵)۳۔مسلم میں سوید بن غفلہ کے حوالے سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں خطبہ دیا فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا مگر دو تین یا چار انگلیوں کے برابر پہننے کی اجازت ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۰۶۹۔

(٤٩٦)٤۔ وَعَنْ قَتَادَةَ' أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَنْبَأَهُمْ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ' وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِيْ (لُبْسِ) [الْقُمُصِ] الْحَرِيْرِ فِي السَّفَرِمِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا أَوْوَجَعٍ كَانَ بِهِمَا))۔

(۴۹۶)۴۔قتادہ سے روایت ہے کہ انس بن مالک نے انہیں بتایا ''رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف' زبیر بن عوام کوسفر کے دوران ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی' کیونکہ انہیں خارش یا کوئی اور تکلیف تھی۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۸۳۹' مسلم: ۲۰۷۶۔

(٤٩٧)٥۔وَفِيْ رِوَايَةٍ:((رَخَّصَ لَهُمَا فِيْ قَمِيْصِ الْحَرِيْرِ فِيْ غَزَاةٍ لَهُمَا))۔

(۴۹۷)۵۔ایک روایت میں ہے ''آپ ﷺ نے ان دونوں کو ایک جنگ کے دوران ریشم کا قمیص پہننے کی اجازت دی۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۰۷۶۔

**فوائد:** (۱) ریشم کے استعمال میں جو اجازت ملتی ہے وہ دو' تین یا چار انگلی کی مقدار ریشم کے کپڑے کی ہے اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔

(۲) عذر یا مرض کی بنا پر ریشمی لباس استعمال کیا جا سکتا ہے وہ بھی اس وقت تک جب تک مرض رفع نہ ہو جائے عذر ختم ہونے کے فوراً بعد ریشمی لباس کے استعمال کا بھی اختتام ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں نبی کریم علیہ السلام نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سفر کے دوران خارش کی وجہ سے ریشمی لباس کے استعمال کی اجازت دی تھی۔ ایسے ہی زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو اجازت دی۔ سفر' حضر یا جنگ میں رفع ضرر کے لیے استعمال ہوسکتا ہے۔

(۳) ریشمی کپڑا ملائم اور نرم ہوتا ہے خارش یا جوؤں کو ختم کرنے میں مدد دیتا ہے کیونکہ کھردرا کپڑا مزید خارش کرتا ہے جب ریشمی کپڑا جسم سے لگے گا تو سکون ملے گا مزید زخم نہیں ہوں گے۔ اسی طرح جوئیں وغیرہ ملائم کپڑے پر ٹھہر نہیں پاتیں وہ پھسل کر نیچے گر جاتی ہیں۔یعنی ریشم کا کپڑا خارش اور جوؤں کی کمی کا باعث ہوتا ہے۔

(٤٩٨)٦۔وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: ((أُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُلَّةٌ سِيَرَاءُ فَبَعَثَ بِهَا إِلَيَّ فَلَبِسْتُهَا' فَعَرَفْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهِ' فَقَالَ:((إِنِّيْ لَمْ أَبْعَثْ بِهَا(إِلَيْكَ) لِتَلْبَسَهَا[وَ] إِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا إِلَيْكَ لِتُشَقِّقَهَا خُمُرًا بَيْنَ النِّسَاءِ))۔
وَكُلُّهَا عِنْدَ مُسْلِمٍ' وَبَعْضُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۴۹۸)۶۔علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو حلہ سیراء بطور تحفہ دیا گیا آپ نے وہ میری طرف بھیج دیا' میں نے وہ پہن لیا جب میں نے آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے یہ تمہاری طرف اس لیے نہیں بھیجا کہ تم اسے پہن لو میں نے تو یہ اس لیے بھیجا ہے کہ تم اسے دوپٹے بنا کر خواتین میں بانٹ دو۔'' یہ تمام تر مسلم کے ہاں ہے اور

بعض ان میں متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۸۴۰، مسلم: ۲۰۷۱۔

**فوائد:** (۱) حلال چیز کا تحفہ قبول کرنا چاہیے اور تحفہ دینا بھی چاہیے۔ وہ چیز جو ایک لحاظ سے حرام ہو لیکن دوسرے اعتبار سے حلال ہو ایسی چیز کا تحفہ قبول کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے ریشم کا حلہ بطور تحفہ قبول فرمایا جو کہ مرد ہونے کے لحاظ سے آپ پر حرام تھا جبکہ آپ نے اس کو قبول فرمایا تاکہ اس کو گھر کی عورتیں استعمال کر لیں۔ عورتوں کے لیے ریشم جائز ہے کوئی حرج نہیں۔ ایسی چیز جو مکمل طور پر حرام ہو اس کا تحفہ لینا اور دینا حرام ہے مثال کے طور پر ایک دوست دوسرے دوست کو سیل بند شراب ارسال کرے یا کوئی خنزیر کا گوشت روسٹ کر کے تحفہ کے طور پر کسی کو بھیجے یہ حرام ہے۔

(۲) کوئی شخص بغیر عذر کے غلطی سے ریشمی کپڑا استعمال کرتا ہے تو خطا کار نہ ہوگا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ جو ارادۃً کپڑا استعمال کرتا ہے وہ گناہگار ہے۔

(۳) اچھے امام کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ساتھی کو غلطی کر بیٹھنے پر گالی گلوچ یا ڈانٹ نہیں پلاتا بلکہ صرف سبق سکھاتا ہے۔ ایسے ہی اچھے مقتدی کی یہ علامت ہوتی ہے کہ وہ اپنے امام کے مزاج سے واقف ہوتا ہے وہ چہرے کی رنگت بدلنے پر بھانپ جاتا ہے کہ مجھ سے کوئی لغزش ہوگئی ہے۔ یعنی عقلمند کو اشارہ کافی ہوتا ہے۔

(۴) جائز موقع محل پر غصہ ظاہر کرنا یہ دانائی کی علامت ہے اور غصے کا صحیح استعمال ہے۔ غصہ بھی اللہ کی عطا ہے جو بالکل شرعی حکم کے پامال ہو جانے پر بھی خاموش رہتا ہے غصہ نہیں کرتا وہ کامل مومن نہیں ہے۔

(۵) کسی تحفہ کی ہیئت و کیفیت بدل دینا جائز ہے جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے ریشمی حلہ کو عورتوں کی چادروں میں تبدیل کرنے کا حکم دیا۔ یہ بھی پتا چلا کہ تحفہ کسی کو آگے بھی دیا جا سکتا ہے جیسے نبی کریم علیہ السلام کو تحفہ ملا لیکن آپ نے آگے عورتوں کو دے دیا۔

(٤٩٩) ٧۔ وَعَنْ فُضَيْلِ بْنِ فَضَالَةَ عَنْ (أَبِي رَجَاءِ الْعُطَارِدِيِّ) قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا عِمْرَانُ بْنُ الْحُصَيْنِ وَعَلَيْهِ مِطْرَفُ خَزٍّ، فَقُلْنَا: يَاصَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ! تَلْبَسُ هٰذَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((**إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ إِذَا أَنْعَمَ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً أَنْ تُرٰى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَيْهِ**))۔

أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ، وَقَالَ يَحْيَى (بْنُ مَعِينٍ) فُضَيْلُ بْنُ فَضَالَةَ الَّذِي رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ ثِقَةٌ۔

(۴۹۹) ۷۔ **فضیل بن فضالہ** ''ابو رجاء عطاردی'' سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں، کہ ہمارے پاس عمران بن حصین آئے ان پر ریشم کی چادر تھی، ہم نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے صحابی آپ یہ پہنتے ہیں، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ جب وہ کسی بندے پر انعام کرتا ہے تو انعام و اکرام کے اثرات اس پر دیکھے جائیں۔'' بیہقی نے اسے روایت کیا، یحییٰ بن معین کہتے ہیں، فضیل بن فضالہ جس سے شعبہ نے دریافت کیا وہ ثقہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بیہقی: ۳/ ۲۷۱، طبرانی فی الکبیر: ۲۸۱، ۲۱۸۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین صحابی رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی عذر کے ریشم کی چادر استعمال کی۔ یہ صحابی کا ذاتی عمل ہے۔

(۲) انسان صاحب ثروت ہو تو اس کے لیے یہ عمدہ بات ہے کہ وہ دی ہوئی اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور اچھے صاف ستھرے اور نفیس کپڑے استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمتوں کے اثرات کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ غیر شرعی لباس سے اجتناب کیا جائے اور تکبر و بڑائی سے بچا جائے۔

(۳) عمدہ کھانا کھانا' اچھا لباس زیب تن کرنا' اچھی کوالٹی کے جوتے استعمال کرنا' عطر و خوشبو استعمال کرنا یہ خلاف شرع کام نہیں ہیں۔ آدمی صاحب استطاعت ہو تو قیمتی اور نفیس اشیاء استعمال کر سکتا ہے۔ یہ تقویٰ کے خلاف نہیں ہے۔

(۴) انسان مالدار ہو لیکن سادہ ہو عام سا لباس معمولی جوتے استعمال کرتا ہوا اپنے بجائے غریبوں و یتیموں میں مال تقسیم کرتا ہو تو یہ انتہا درجہ کا تقویٰ ہے۔

(۵) آدمی صاحب حیثیت نہ ہو لیکن وہ اپنی آمدنی سے زیادہ قیمتی لباس و دیگر اشیاء استعمال کرے تو یہ دانائی نہیں ہے۔ بلکہ تنگی کو دعوت دیتا ہے میانہ روی سے کام لینا چاہیے اسلام میانہ روی کا سبق دیتا ہے۔

(۵۰۰)۸۔وَثَبَتَ النَّهْيُ عَنْ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

(۵۰۰)۸۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کردہ حدیث میں ''معصفر'' (رنگے ہوئے کپڑے) کو پہننے کی ممانعت ثابت ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۰۷۸۔

**فوائد:** (۱) زرد رنگ کا لباس مرد استعمال نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے منع قرار دیا گیا ہے۔ زرد رنگ کا لباس عورت کا لباس ہے۔ عورتوں سے تشبیہ رکھنا اسلام میں حرام ہے۔

(۲) ہر وہ رنگ جو عورتیں استعمال کرتی ہیں وہ مخصوص رنگ مرد استعمال نہیں کر سکتے البتہ بعض ایسے رنگ ہیں جو مشترک ہیں جیسے سفید رنگ ہے' سیاہ رنگ کے لباس سے مردوں کو اجتناب کرنا چاہیے ایک تو عورتوں کے لباس سے مشابہ ہے اور دوسرا آج کل ایک خاص فرقہ کا لباس ہے جس کے استعمال سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور ان سے تشبیہ بھی لازم آتی ہے۔

(۵۰۱)۹۔وَثَبَتَ لُبْسُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِرْطًا [مُرَحَّلًا] مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔

(۵۰۱)۹۔سیاہ بالوں سے بنا ہوا کپڑا پہننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۰۸۱۔

**فوائد:** (۱) ایسی چادر یا ایسا کپڑا جو خالص اون کا ہو جس پر بال نمایاں ہوں وہ استعمال کیا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ لباس میں میچنگ کا استعمال جائز ہے یعنی مکمل سیاہ لباس درست نہیں ہے البتہ سیاہ رنگ کی چادر یا شال وغیرہ استعمال کی جا سکتی ہے۔ ایسے ہی کوٹ یا جرسی وغیرہ سیاہ رنگ کی استعمال کی جا سکتی ہے۔

(۳) ایک رنگ کو یا ایک سٹائل کو اپنا شعار مقرر کرنا درست نہیں ہے مثال کے طور پر بعض نے سبز رنگ کو لازم پکڑا' بعض نے سیاہ رنگ کو' بعض نے زرد کو ہر ایک کی خواہش یہ ہے کہ ہر ایک چیز اس اس رنگ میں ہونی چاہیے وہ اپنے اپنے رنگوں کو بالکل عین اسلام کے مطابق تسلیم کرتے ہیں۔ یہ نظریات درست نہیں ہیں جن چیزوں کی اسلام اجازت دیتا ہے سبھی کو زندگی میں استعمال کرنا چاہیے اور جن اشیاء سے اسلام منع کرتا ہے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنا جائز نہیں ہے۔

## بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوْفِ — نماز کسوف کا بیان

(۵۰۲) ١۔عَنِ الزُّهْرِيِّ' يُخْبِرُ عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَهَرَ فِيْ صَلَاةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَ تِهِ' فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ))۔

(۵۰۲) ١۔ زہری سے روایت ہے وہ عروہ کے حوالے سے خبر دیتے ہیں' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں ''نبی کریم ﷺ نماز خسوف بلند قراءت سے پڑھتے تھے' آپ نے دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کیے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۶۵' مسلم: ۹۰۱۔

**فوائد:** (۱) کسوف و خسوف کا معنی ہے گرہن ہونا یہ الفاظ چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگنے پر استعمال ہوتے ہیں۔ ماہرین' کسوف کو سورج کے لیے اور خسوف کو چاند کے لیے استعمال کرنا زیادہ فصیح سمجھتے ہیں۔

(۲) نماز کسوف و خسوف کے لیے اذان نہیں ہوتی۔ جس طرح مناسب ہو گرہن کے موقع پر عوام کو اطلاع دی جاسکتی ہے۔ جماعت کے لیے صدا لگائی جاسکتی ہے کہ ''جماعت کے لیے حاضر ہو جاؤ''

(۳) اس نماز کا کوئی متعین وقت نہیں ہے بلکہ یہ ایک اچانک نماز ہوتی ہے جس میں دن اور رات کی قید بھی نہیں لگائی جاسکتی حتی کہ زوال کے وقت بھی گہن لگ جائے تو یہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ یہ ایک امام کی اقتداء میں جماعت کی صورت میں ادا کی جاتی ہے۔

(۴) صحیح بات یہ ہے کہ نماز کسوف نفلی عبادت ہے اور یہ مسنون ہے اس نماز کی دو رکعتیں با جماعت نبی کریم علیہ السلام سے ثابت ہیں اور دو رکعتوں میں چار رکوع ثابت ہیں یعنی ہر حرکت میں دو رکوع ہوں گے۔ صورت یہ ہوگی کہ قیام میں قراءت کے بعد بعد رکوع ہوگا' رکوع سے اٹھنے کے بعد پھر قراءت ہوگی پھر رکوع ہوگا۔ پھر سجدہ میں جانا ہوگا۔ پہلی قراءت میں سورۃ فاتحہ کی قراءت پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ وہ واجب ہے البتہ دوسری قراءت میں اختلاف ہے کہ آیا سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھنی چاہیے یا نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ اس میں بھی پڑھی جائے۔

(۵) اس حدیث میں یہ وضاحت ملتی ہے کہ نمازِ کسوف میں قراءت ظاہری ہوتی ہے' بہتر بات بھی یہی ہے البتہ قراءت مخفی بھی کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۶) چاند کو گہن لگے یا سورج کو نماز ایک ہی ہوگی' اتنی رکعات ہوں گی اور اتنے ہی رکوع ہوں گے۔

(۵۰۳) ٢۔قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَأَخْبَرَنِيْ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ'

(۵۰۳) ٢۔ زہری نے کہا مجھے کثیر بن عباس نے بتایا' اس

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّهُ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ)).

نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ''نبی کریم ﷺ نے دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کیے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۰۲۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں جو ''صلی اربع رکعات'' کے الفاظ آئے ہیں ان سے مراد چار رکوع ہیں یعنی نبی کریم علیہ السلام نے دو رکعتوں میں چار رکوع کیے ایسے ہی نبی کریم علیہ السلام نے دو رکعتوں میں چار سجدے کیے۔ یہ واحد نماز ہے جس میں رکوع دہرے ہوتے ہیں اور قرأت بھی ڈبل کی جاتی ہے۔

(۲) نماز کسوف متعدد بار پڑھی گئی۔ ظاہر بات ہے کہ گرہن بھی متعدد بار پیش آیا ہوگا۔

(۳) ہر رکعت میں صحیح بات یہ ہے کہ رکوعات کی تعداد دو ہی ہوگی اس سے زائد نہ ہوگی۔

(۴) یہ بھی پتہ چلا کہ گرہن والی نماز میں شرکت ضرور کرنی چاہیے۔ سورج یا چاند کو گہن لگ جانا یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے گہن کے حقیقی فلسفہ کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں لیکن جو ظاہر سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سورج اور چاندی کو کسی بھی وقت بے نور کر سکتے ہیں اور وہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا میرے بندے ہر وقت ہماری یاد و عبادت کے لیے چوکس رہتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے آدھی رات کو بھی گہن لگ جائے تو گھروں کو چھوڑ کر عبادت گاہوں کی طرف راہ لیتے نظر آتے ہیں۔

(٥٠٤)٣- وَفِيْ رِوَايَةِ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيْ حَدِيْثٍ أَطْوَلَ مِنْ هٰذَا: ((وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ، ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، الْحَدِيْثُ)).

(۵۰۴) ۳۔ یونس کی روایت ہے اس نے زہری سے طویل روایت بیان کی ''آپ ﷺ کے سلام پھیرنے سے پہلے سورج صاف ہو گیا پھر آپ کھڑے ہوئے، لوگوں سے خطاب کیا پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جیسا کہ اس کا حق تھا پھر فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں دو نشانیاں ہیں۔'' الحدیث

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۴۶، مسلم: ۹۰۱۔

**فوائد:** (۱) سورج یا چاند کو گرہن ہونا یہ اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں۔ ان کا تعلق کسی حادثے، موت، پیدائش اور کسی شخصیت کے وجود کے ساتھ نہیں ہوتا۔

(۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نماز میں قرأت اتنی طویل ہونی چاہیے کہ گہن ختم ہو جائے۔

(۳) چاند یا سورج کا یہ بے نور ہونا یہ عارضی ہے جو کہ بعد میں ٹھیک ہو جاتا ہے یعنی جب تک اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں سورج یا چاند کو بے نور رکھتے ہیں بعد میں اس کی روشنی بحال کر دیتے ہیں۔ گرہن کی حالت میں سورج اور چاند مکمل بھی سیاہ ہو سکتے ہیں اور ان کا بعض جز بھی سیاہی مائل ہو سکتا ہے۔

(۴) نماز کسوف میں بھی عید کی نماز کی طرف پہلے نماز ادا کی جاتی ہے اور بعد میں خطاب وتقریر کی جاتی ہے۔ نماز کسوف کے بعد لوگوں کو وعظ وخطاب کرنا جائز ہے۔ بہترین تقریر و وعظ وہ ہے جس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد وتقدیس سے کی جائے۔

(۵) گرہن کے وقت طرح طرح کے نظریات قائم کیے جاتے ہیں جو کہ سبھی غلط ہیں اور موضوع ہیں۔ گرہن والی نماز کے وقت نماز پڑھنے کی بجائے مساجد میں چندا اکٹھا کرنے کے اعلان کیے جاتے ہیں جو درست نہیں ہیں۔ البتہ کسی نے صدقہ وخیرات کرنا ہو تو کرسکتا ہے وہ بھی نماز ادا کرنے کے بعد۔ جائز ہے۔

(٥٠٥) ٤ـ وَفِي رِوَايَةِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْهُ أَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ((فَبَعَثَ مُنَادِيًا [بِ] الصَّلَاةِ جَامِعَةٌ، فَاجْتَمَعُوا، وَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ... اَلْحَدِيثُ))۔

(۵۰۵) ۴۔ اوزاعی کی روایت میں ہے ''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو آپ ﷺ نے منادی کرنے والے کو بھیجا اس نے اعلان کیا ''الصلاة جامعة'' لوگ اکٹھے ہو گئے آپ آگے بڑھے اور اللہ اکبر کہا۔'' الحدیث

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۶۶، مسلم: ۹۰۱۔

**فوائد:** (۱) وقت گرہن لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لیے کسی صدا یا ندا دینے والے کو بھیجا جا سکتا ہے۔ سپیکروں کے ذریعے اعلان بھی کیا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ''الصلاة جامعة'' کی صدا لگانا یا اپنی زبان میں لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لیے آواز لگانا جائز ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کسوف کے لیے تکبیر بھی نہیں کہی جاتی جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو نبی کریم علیہ السلام نے آگے بڑھ کر اللہ اکبر سے نماز شروع کی۔

(۳) امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے آنے کا انتظار کرے جب لوگ جمع ہو جائیں تو پھر فوراً جماعت کروانے کے لیے آگے بڑھے۔

(۴) امام کے فرائض میں سے ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ حالات سے باخبر رہے جونہی کوئی حادثہ پیش آئے لوگوں کو خبر دے اور اعلان کروائے جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے گرہن کے وقت ایک آدمی کو صدا لگانے کے لیے بھیجا۔

(٥٠٦) ٥ـ وَفِي رِوَايَةِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: ((أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى سِتَّ رَكَعَاتٍ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ))۔

(۵۰۶) ۵۔ عبید بن عمیر کی روایت میں ہے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں ''نبی کریم ﷺ نے دو رکعتوں میں چھ رکوع اور چار سجدے کیے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۰۱۔

(٥٠٧) ٦ـ وَفِي رِوَايَةِ عَمْرَةَ عَنْهَا، قَالَتْ عَائِشَةُ: ((فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَكَعَ [فَرَكَعَ] رُكُوعًا

(۵۰۷) ۶۔ عمرہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ نے لمبا قیام کیا پھر لمبا رکوع کیا پھر

طَوِيْلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا (طَوِيْلًا) وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ [فَرَكَعَ] رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ (دُوْنَ) (ذٰلِكَ) الرُّكُوْعِ [الْأَوَّلِ] ثُمَّ رَفَعَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ: إِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ كَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ۔۔۔۔۔اَلْحَدِيْث))۔

لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے قدرے کم تھا' پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے قدرے کم تھا' پھر سر اٹھایا اور سورج صاف ہو چکا تھا' آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم قبروں میں فتنہ دجال کی مانند آزمائے گئے ہو۔'' الحدیث

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، مسلم: ۹۰۳۔

(۵۰۸)۷۔وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ جَابِرٍ: ((فَصَلّٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ بِأَرْبَعِ سَجَدَاتٍ))۔ وَفِيْهَا بَعْدَ ذِكْرِ السَّجْدَتَيْنِ فِي الْأُوْلٰى: ((ثُمَّ قَامَ (فَصَلّٰى) (أَيْضًا) [فَرَكَعَ] ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، لَيْسَ مِنْهَا رَكْعَةٌ إِلَّا الَّتِيْ قَبْلَهَا أَطْوَلُ مِنَ الَّذِيْ بَعْدَهَا، وَرُكُوْعُهُ (فِيْهَا) نَحْوَ مِنْ سُجُوْدِهِ))۔

(۵۰۸)۷۔جابر کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے چھ رکوع کیے اور چار سجدے کیے اس میں مذکور ہے کہ پہلی رکعت میں دو سجدوں کے بعد آپ اٹھے' نماز پڑھی' پھر تین رکوع کیے ہر پہلا رکوع مابعد کے رکوع سے لمبا تھا اور اس میں رکوع سجدوں کی مانند تھے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۰۴۔

(۵۰۹)۸۔ وَرَوٰى طَاوُسٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ((صَلّٰى [بِنَا] رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فِيْ أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ))۔

(۵۰۹)۸۔طاؤس' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں ''جب سورج کو گرہن لگا تو نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور دو رکعتوں میں آٹھ رکوع کیے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۰۸۔

**فوائد:** (۱) ان مذکورہ بالا احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گرہن کی نماز میں رکوعات کی تعداد مختلف رہی ہے۔ یعنی دو' دو' تین تین اور چار چار رکعات دو رکعتوں میں ثابت ہیں۔ کچھ علماء جو کہتے ہیں کہ نماز کسوف میں صرف دو دو رکوع ہی نہیں بلکہ حالات کے پیش نظر زیادہ بھی کیے جا سکتے ہیں ان کی دلیل یہ مسلم کی روایات ہیں۔ جبکہ بخاری کی روایت میں دو' دو رکوع ثابت ہیں۔ اسی وجہ سے امام بخاری' امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ و دیگر ائمہ اس بات کے قائل ہیں کہ رکوع دو' دو ہی ہوں گے۔ یعنی دو دو رکوع کرنا راجح ہے۔ دو' دو رکوع والی روایت مسلم میں بھی مذکور ہے۔ نماز میں رکوعات زیادہ کر لیے جائیں تو حرج نہ ہوگا۔ فرق صرف راجح اور مرجوح کا ہے۔

(۲) ہر نماز میں ایک اصول کارفرما ہوتا ہے کہ ہر رکعت اپنے سے پہلی رکعت سے قدرے چھوٹی' ہر قیام قرأت' رکوع اور سجود

اپنے سے پہلے قیام' قرأت رکوع اور سجدوں سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ایسے ہی اس نماز میں عمل ہوگا۔

(۳) قبر کا فتنہ برحق ہے اور اسی طرح دجال کا فتنہ بھی برحق ہے۔جس طرح دجال کے چنگل میں ہر اچھا و برا آئے گا اسی طرح قبر کی آزمائش میں بھی نیک و بد آئیں گے صرف تنگی اور آسانی کا فرق ہوگا۔ نبی کریم علیہ السلام نے جو متنبہ کیا ہے آزمائش قبر سے تو اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ غیب جانتے ہیں بلکہ یہ بھی علم اللہ کی جانب سے ہے۔

(۴) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں لہٰذا ان کو "نبی اللہ" اور "رسول اللہ" کہنا دونوں طرح درست ہے۔ سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو ان کے صفاتی ناموں سے اور عمدہ القاب سے یاد کیا جائے البتہ ذاتی نام میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔

(٥١٠)٩-وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ يُخَوِّفُ [اللّٰهُ] بِهِمَا عِبَادَهُ، وَإِنَّهُمَا لَا يَكْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا وَادْعُوا، حَتَّى يُكْشَفَ مَابِكُمْ)).

أَخْرَجَهَا كُلَّهَا مُسْلِمٌ، وَبَعْضَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۵۱۰)۹۔ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' اللہ ان کے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے ان کو لوگوں میں سے کسی ایک کی موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا' جب تم یہ صورت دیکھو تو نماز پڑھو' دعا کرو' یہاں تک کہ تمہارے سامنے آنے والی یہ صورت صاف شفاف ہو جائے۔" یہ تمام تر مسلم نے روایت کی ہے اور بعض اس کی متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۴۱، ۱۰۵۷، مسلم: ۹۱۱۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کئی نشانیاں ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ زمین ہے تو وہ بھی نشانی ہے زلزلہ آجاتا ہے۔مخلوق شدید خوف کا سامنا کرتی ہے۔ زمین پھٹ بھی جاتی ہے دھنسنے کی صورت سے لوگ ہراساں ہو جاتے ہیں ہوا نشانی ہے اس کے ذریعے صحراؤں' میدانوں اور دریاؤں میں طوفان آ جاتے ہیں اللہ کی مخلوق ڈر جاتی ہے دریا ہیں تو وہ بھی نشانیاں ہیں خطرناک سیلاب آ جاتے ہیں' بڑی بڑی بلائیں بھی ساتھ لیے آتے ہیں اللہ کے بندے یکدم دہل جاتے ہیں۔ستارے بھی اللہ کی نشانی ہیں جو کہ شہاب ثاقب کی صورت میں ٹوٹتے اور شیاطین کو لگتے ہیں دیکھنے والا ڈر جاتا ہے۔بادل نشانی ہیں جب وہ گرجتے ہیں اور ان سے بجلی کی کڑک دکھائی دیتی ہے یا بعض دفعہ بجلی گرتی ہے تو جانی و مالی نقصان ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے بندے تسبیحیں کرتے کرتے اور استغفار کرتے کرتے محفوظ جگہ میں گھس جاتے ہیں ایسے ہی سورج اور چاند یہ بھی اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں جب ان کو گہن لگتا ہے تو ہر طرف خوف کی فضا نظر آتی ہے یہ وہ نشانات ہیں جو کہ کچھ شمار کیے گئے ہیں اور حد درجہ کے بڑے اور پُر خطر ہیں جبکہ دیگر نشانیاں بھی ہیں جو لامحدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا سبھی نشانیوں کو حالت غیر میں دکھانا اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے سے ڈرایا جائے اور ان کو مطیع بنایا جائے۔

(۲) بعض لوگوں کا خیال تھا کہ گہن کسی بڑے کی موت پر پیش آتا ہے بعض نے کہا کہ کسی بڑی شخصیت کی پیدائش اور بعض کہتے ہیں بلکہ لکھتے بھی ہیں کہ گہن کی وجہ یہ ہے ''کبھی کبھی چاند گردش کرتا ہوا سورج اور زمین کے بالکل درمیان آ جاتا ہے تو سورج کی کرنیں زمین تک نہیں پہنچ پاتیں۔ ایسی حالت کو سورج گرہن کہتے ہیں۔ جب کبھی زمین حرکت کرتی ہوئی سورج اور چاند کے درمیان آ جاتی ہے تو سورج کی شعاعیں چاند تک پہنچ نہیں پاتیں۔ ایسی حالت کو چاند گرہن کہتے ہیں۔ گویا کہ اس نظریہ کے حاملین نے اجرام میں سے بعض کا بعض کے آمنے سامنے آنے کو گرہن کا باعث کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کو ڈرانا چاہتے ہیں یا ہوشیار کرنا اور آزمانا چاہتے ہیں تو پھر وہ اپنے نشانات قابل دہشت بنا کر پیش کرتے ہیں یعنی معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کا نظریہ اور ہے۔ اسلام سائنس کا محتاج نہیں بلکہ اکثر سائنس اسلام کے موافق ہے۔

(۳) اگر اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی خوف زدہ کرے تو اس کا حل یہ ہے کہ نماز پڑھنی چاہیے' دعا مانگنی چاہیے۔ ایسے ہی مزید اذکار کیے جاسکتے ہیں یہ مسنون ہیں۔

(۴) ہمیں خوفِ خدا اپنانا چاہیے کئی ہفتوں میں کی ایک نیکی کو سالوں بھر کے لیے کافی نہیں سمجھنا چاہیے اور نہ ہی بار بار جتلاتے رہنا چاہیے بلکہ نبی کریم علیہ السلام والا طریقہ اپنانا چاہیے کہ جو معصوم ہو کر بھی اللہ تعالیٰ سے مکمل طور پر خائف رہتے تھے انتہا درجے کی عاجزی ہے۔ عبادتوں اور تہجدوں کا حیاتِ مبارکہ میں بے پناہ ذخیرہ کیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ حالت خوف کے وقت نماز و ثنا کے لیے لوگوں کی نسبت پیش پیش نظر آتے ہیں۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تک گرہن رہے نماز کو پڑھتے رہنا چاہیے قرأت کو خوب لمبا کرنا چاہیے ایسے ہی زندگی میں کوئی اور امتحان سر آ پڑا ہے تو اس وقت تک زانوئے التجا ہوتے رہنا چاہیے جب تک آزمائش ہوتی چلی نہ جائے۔

## بَابُ صَلَاةِ الْاِسْتِسْقَاءِ

## نماز استسقاء کا بیان

(٥١١)١۔عَنْ هِشَامِ بْنِ إِسْحَاقَ۔ وَهُوَ ابْنُ كِنَانَةَ۔ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَرْسَلَنِي الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنِ اسْتِسْقَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَتَيْتُهُ، فَقَالَ:((إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ مُتَبَذِّلًا مُتَوَاضِعًا مُتَضَرِّعًا [حَتَّى أَتَى الْمُصَلَّى فَلَمْ يَخْطُبْ خُطْبَتَكُمْ هٰذِهِ، وَلٰكِنْ لَمْ يَزَلْ فِي الدُّعَاءِ، وَالتَّضَرُّعِ، وَالتَّكْبِيرِ، وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَمَا كَانَ يُصَلِّي فِي الْعِيدِ]))۔

أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

(۵۱۱)ا۔ ہشام بن اسحاق سے روایت ہے اور وہ ابن کنانہ ہے' وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ مجھے ولید بن عتبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا' وہ مدینے کے گورنر تھے' وہ آپ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز استسقاء کے بارے میں سوال کرے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ معمولی لباس پہن کر اور عاجزی کے ساتھ اور گڑگڑاتے ہوئے گھر سے نکلے یہاں تک کہ آپ جائے نماز میں تشریف لائے' آپ نے تمہارے اس خطبہ کی طرح خطبہ

نہیں دیا' البتہ مسلسل دعا کرتے رہے گڑگڑاتے رہے اور تکبیر کہتے رہے پھر دو رکعتیں ادا کیں جس طرح آپ نماز عید پڑھتے تھے۔''

ترمذی' انہوں نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۱/ ۲۶۹'۳۵۵' ابو داؤد: ۱۱۶۵' نسائی: ۳/ ۱۵۶'۱۵۷' ابن ماجه: ۱۲۶۶' ابن خزیمة: ۱۴۰۵' ابن حبان: ۶۰۳' دار قطنی: ۲/ ۶۷'۶۸' مستدرك حاكم: ۱/ ۳۲۶' بيهقی: ۳/ ۳۴۷۔

**فوائد:** (۱) استسقاء کا لفظ وقت ضرورت یا حالت قحط میں پانی طلب کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۲) نماز استسقاء سے مقصود رحمت کی بارش طلب کرنا ہوتا ہے اس حدیث میں نماز استسقاء کا ایک طریقہ مذکور ہے جو کہ قحط کے وقت عمل میں لایا گیا اور یہ انتہا درجے کا طریقہ ہے۔ نماز استسقاء کے دیگر طریقوں میں سے یہ طریقہ حد درجہ کی عاجزی' انکساری' خشوع اور تضرع کا حامل ہوتا ہے۔ لوگ اپنے شہر یا جائے آبادی سے باہر نکل کر ایک جگہ مجتمع ہو جاتے ہیں امام ان کو دو رکعت کی جماعت کرواتا ہے اس سے قبل ان کو جمع ہونے کا مقصد بتاتا ہے اور ساتھ ہی ان کے دل خدا کی طرف مائل کرتا ہے اس میں اندازِ دعا عجیب ہی ہوتا ہے۔ تسبیح و تحلیل کی پر کیف فضا ہوتی ہے جس سے بارانِ رحمت کا نزول از حد متوقع ہوتا ہے۔

(۳) اس نماز کو نمازِ عید کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس نماز کے لیے بھی اذان اور تکبیر نہیں ہیں اور نہ ہی اس سے قبل اور بعد میں کوئی نماز ہے یعنی نماز استسقاء صرف دو رکعت نماز کا نام ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے نماز عید میں تکبیریں کہی جاتی ہیں اسی طرح نماز استسقاء میں بھی کہی جاتی ہیں۔ دار قطنی کی تکبیروں کے حوالے والی روایت اگرچہ کمزور ہے لیکن یہ روایت اس کی تائید کر رہی ہے۔

(۴) اس حدیث میں جو خطبہ کے حوالہ سے بیان آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ عوام کو جمع ہونے کا مقصد بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ خطبہ مکمل طور پر حمد و ثنا' تسبیح و تقدیس' خشوع اور دعا پر مبنی ہوتا ہے اس نماز میں قرأت جہری ہوتی ہے۔

(۵) طریقہ کار یہ ہوگا کہ پھٹا پرانا لباس ہو امام دو رکعت نماز قرأت بآواز بلند کے ساتھ پڑھانے کے بعد مسنون خطبہ پڑھے' اپنی چادر کو الٹا کرے اور قبلہ رخ ہو کر خوب اندازِ والہانہ سے دعا مانگے۔ یہ نماز مسنون ہے۔ بارش طلب کرنے کے لیے اس طریقے میں نماز' خطبہ اور دعا شامل ہیں۔

(۶) کسی شہر کا گورنر یا نگران مقرر کرنا اسلام میں درست ہے اسی طرح امیر یا گورنر کا کسی کو سفیر بنا کر دوسرے کی طرف ہر جائز معاملہ کے لیے بھیج سکتا ہے۔ ایسے ہی دور دراز سے آ کر کسی اچھے عالم اور مفتی سے فتویٰ لیا جا سکتا ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آج کے حکمرانوں کے برعکس پہلے مسلم حکمران ہمیشہ نبی کریم علیہ السلام کے اسوہ کے بارے معلومات اکٹھی کرنے اور ان کو عملی جامہ پہنانے کے لیے شب و روز کوشاں رہتے تھے۔

(٥١٢)٢۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ((اِشْتَكَى النَّاسُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُحُوْطَ الْمَطَرِ فَأَمَرَ [هُمْ] بِمِنْبَرِ[ه] فَوُضِعَ لَهُ فِي الْمُصَلّٰى، [وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُوْنَ فِيْهِ]. اَلْحَدِيْثَ، [وَفِيْهِ الصَّلَاةُ بَعْدَ الْخُطْبَةِ]۔

اِنْفَرَدَبِهِ أَبُوْدَاوُدَ، وَقَالَ: هٰذَا الْحَدِيْثُ غَرِيْبٌ، وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ۔

(۵۱۲)۲۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ”لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بارش نہ ہونے کی شکایت کی، آپ نے انہیں منبر لانے کا حکم دیا وہ عیدگاہ میں رکھ دیا گیا، اور لوگوں میں نماز پڑھنے کے دن کا اعلان کر دیا۔ اس موقع پر خطبہ کے بعد نماز ادا کی۔“ ابوداؤد، انہوں نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند جید ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ ابو داؤد: ۱۱۷۳، مستدرك حاكم: ۱/ ۳۲۸، بيهقي: ۳/ ۳۴۹، حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز استسقاء کے وقت خطیب کے لیے میدان میں منبر رکھ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) امام بذات خود بھی اپنے مقتدیوں کو رفع قحط کے لیے بارش کی نماز کی ترغیب دے سکتا ہے اور عوام بھی اپنے امام کو کسی تنگی کی شکایت کر سکتے ہیں۔ عوام کا امام پر یہ حق ہے کہ امام ان کی شکایت سنے اور جائز شکایت کو پورا بھی کرے۔

(۳) امام لوگوں کو ایک وقت مقرر یا مقررہ دن کا وعدہ دے سکتا ہے تاکہ اس وقت یا اس دن سبھی اکٹھے ہو کر میدان کی طرف نکلیں۔

(٥١٣)٣۔وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ إِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ، حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ))۔

(۵۱۳)۳۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے البتہ نماز استسقاء میں آپ دعا کے وقت اپنے ہاتھ اتنے اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔“

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۰۳۱، مسلم: ۸۹۵۔

**فوائد:** (۱) نماز استسقاء کے دوران دونوں ہاتھوں کو دعا کے لیے اتنا بلند کرنا کہ بغلوں کا اندرونی حصہ نظر آنے لگے جائز ہے اور سنت ہے۔

(۲) اس حدیث میں جو دعا کے متعلق تذکرہ ہے کہ آپ کسی دعا میں بھی ہاتھ نہ اٹھاتے سوائے نماز استسقاء کے تو اس سے مراد یہ ہے کہ نماز استسقاء میں زیادہ ہاتھ لمبے کر کے اٹھاتے تھے۔ اس سے یہ نفی نہیں ہوتی کہ آپ نے کبھی بقیہ حالات میں ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کی۔ یعنی نماز استسقاء میں رفع الیدین میں مبالغہ ہوتا تھا۔

(۳) دعا ہر طرح مانگی جا سکتی ہے ہاتھ اٹھا کر بھی اور بغیر ہاتھ اٹھائے بھی ایسے ہی سجدہ کی حالت میں بھی دعا مانگی جا سکتی ہے

الغرض دعا کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خداوند باری تعالیٰ تک اپنی التجا پہنچانا تو وہ جیسے مناسب ہو پہنچائی جا سکتی ہے۔

(٥١٤) ٤۔ وَعَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِسْتَسْقٰى فَأَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ إِلَى السَّمَآءِ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَالْأَوَّلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۵۱۴)۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''نبی کریم ﷺ نے بارش طلب کی اور اپنی ہتھیلیوں کی پیٹھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔'' لفظ مسلم کے ہیں اور پہلی روایت متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۹۶۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز استسقاء کے وقت ہاتھ الٹے کر کے دعا مانگنا صحیح ہے۔ دعا جہاں بھی ثابت ہے وہاں سیدھے ہاتھوں کے ساتھ ثابت ہے صرف اس دعا میں ہاتھوں کی کیفیت بدلتی ملتی ہے۔ فرق یہ محسوس ہوتا ہے کہ نعمت و رحمت کی التجا میں ہاتھ معمول کے مطابق سیدھے اٹھانے چاہئیں جبکہ تنگی، فلوکِ امتحان اور حالات کی تبدیلی کے لیے الٹے ہاتھوں سے دعا مانگی جائے۔

(۲) موقع ہائے استسقاء پر لوگوں کا امام سمیت کھلے میدان میں نکلنا، پرانے، معمولی سے کپڑے ڈال لینا، چادر الٹانا یا ہاتھ الٹے کر لینا وغیرہ ان عوامل سے مراد کیا ہوتا ہے؟ سبھی کا کھلے میدان میں آنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ امورِ دنیا سے قطع تعلق ہو کر منصبوں کی متلذ ذنشستیں ترک کر کے یکسو ہو کر مالک حقیقی کو پکارا جائے پھٹے کپڑوں کا استعمال، چادر کو اٹھا کر اور ایسے ہی ہاتھوں کو الٹا کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ رب نعیم کے سامنے عملی طور پر حالات کی فرسودگی کی شکایت اور صحیح معنوں میں طالبین رحمت ہونے کا اظہار کیا جائے۔ بالفاظ دیگر یوں مراد ہو گی کہ الٰہی جیسے ہم آج آپ کے سامنے اس انداز سے در و دیوار سے نکل آ کھڑے ہیں ہم واقعی اندرونی لحاظ سے بھی ایسے ہی ہیں۔ اے اللہ! ہماری خستہ حالتوں کو یکسر بدل دے۔

(٥١٥) ٥۔ وَعَنْهُ: ((أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ تَعَالٰى يُغِيثُنَا۔ قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا، اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا، [اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا] قَالَ أَنَسٌ: وَلَا وَاللّٰهِ مَا نَرٰى فِي السَّمَآءِ مِنْ (سَحَابٍ) وَلَا قَزَعَةٍ، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ، قَالَ: فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ،

(۵۱۵)۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''جمعہ کے روز ایک شخص مسجد میں دارالقضاء کی جانب کے دروازے سے داخل ہوا، رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا پھر اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مال مویشی ہلاک ہو گئے، راستے بند ہو گئے، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں وہ ہمیں بارش عطا کرے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے پھر کہا ''الٰہی! ہمیں بارش عطا کر، الٰہی! ہمیں بارش عطا کر، الٰہی! ہمیں بارش عطا کر، انس کہتے ہیں، اللہ کی قسم! ہم نے آسمانوں میں کوئی بادل یا بادل کا کوئی ٹکڑا نہیں دیکھا

فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَآءَ اِنْتَشَرَتْ، ثُمَّ أَمْطَرَتْ۔ قَالَ: فَلَا وَاللّٰهِ مَارَأَيْنَا الشَّمْسَ سَبْتًا قَالَ: ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [قَائِمٌ] يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا عَلَيْنَا۔ قَالَ: فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ، وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ۔ قَالَ: فَانْقَلَعَتْ، وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ))۔

قَالَ شَرِيْكٌ: فَسَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ قَالَ: لَا أَدْرِيْ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

ہمارے اور اس درے کے درمیان کوئی گھر یا خیمہ نہیں تھا' کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے سے ڈھال کی مانند ایک بادل نمودار ہوا جب وہ آسمان کے وسط میں پہنچا تو پھیل گیا پھر برسنے لگا' کہتے ہیں کہ بخدا ہم نے پورا ہفتہ سورج نہیں دیکھا' کہتے ہیں کہ اگلے جمعہ اسی دروازے سے ایک شخص مسجد میں داخل ہوا' رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے وہ شخص سامنے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مال مویشی تباہ ہو گئے' راستے منقطع ہو گئے' اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ بارش کو ہم سے روک لے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے پھر دعا یہ کلمات کہے "اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ، وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ" "اے اللہ! ہم سے پھیر لے' ہم پر بارش نہ کر' اے اللہ! ٹیلوں' میدانوں' وادیوں کے دامن اور جنگلوں میں اس کو لے جایئے۔" کہتے ہیں کہ بارش بند ہو گئی ہم نکلے اور دھوپ میں چلنے لگے۔" شریک کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے سوال کیا یہ وہی پہلا شخص تھا؟ انہوں نے کہا' میں نہیں جانتا۔ متفق علیہ' لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۱۳' مسلم: ۸۹۷۔

**فوائد:** (۱) استسقاء کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ صرف دعا مانگی جائے۔ نماز نہ پڑھی جائے تو یہ بھی انداز جائز ہے اور سنت ہے۔ اس طریقہ میں میدان کی طرف نہیں جایا جاتا۔

(۲) کشف تکلیف کے لیے مسلمان اپنے امام سے شکایت کر سکتے ہیں اجتماعی طور پر بھی اور انفرادی طور پر بھی۔ جیسا کہ اس حدیث میں جو صحیح معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سائل مسلمان تھا باقی اس کے نام میں اختلاف ہے۔

(۳) جمعہ کے خطبہ کے دوران امام کا کھڑے ہو کر خطبہ دینا ضروری ہے۔ امام سے کوئی کھڑا ہو کر جائز سوال کر سکتا ہے اور خاص کر جو اجتماعی مسئلہ ہو وہ بالاولیٰ جائز ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ امام کے لیے کوئی قید نہیں ہے وہ خود بات کر سکتا ہے اور لوگوں سے کچھ دریافت بھی کر سکتا ہے۔ یعنی امام کو عوام کی بات پر کان دھرنا چاہیے اور بات کی اہمیت کے مطابق اس کا حل نکالنا چاہیے۔

(۴) قحط کی ضد میں انسان کے علاوہ حیوان' حشرات الارض اور دیگر ذی روح چیزیں بھی آ جاتی ہیں سبھی کے لیے دعا کی جا سکتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان دیگر مخلوقات جو کہ اس کی مطیع کر دی گئی ہیں ان پر نگران مقرر کیا گیا ہے۔ ان کی دیکھ بھال کرنا انسان پر ضروری ہے۔

(۵) ایسا مسئلہ جو علاقائی یا قومی بن چکا ہو اس کو فی الفور حل کرنا چاہیے جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے دورانِ خطبہ ہی ہاتھ اٹھائے اور بارش کی فوراً دعا مانگی یہ بھی پتہ چلا کہ امام وعظ و نصیحت کرتے کرتے بیچ میں خطبہ چھوڑ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا سکتا ہے اور دعا مانگ سکتا ہے درست ہے۔

(٥١٦)٦۔وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ' عَنْ عَمِّهِ' قَالَ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي' قَالَ: فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ' وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو' ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَ هُ' ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَ ةِ))۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ' وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ۔

(۵۱۶)٦۔عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں ''میں نے نبی کریم ﷺ کو اس دن دیکھا جب آپ باہر نکلے بارش کی دعا مانگنے لگے' کہتے ہیں' آپ نے لوگوں کی طرف اپنی پیٹھ کی اور قبلہ رخ ہو کر دعا مانگنے لگے پھر آپ نے اپنی چادر کو پلٹا دیا پھر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں بلند آواز سے قرأت کی۔'' متفق علیہ' اور لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۲۵' مسلم: ۸۹۵۔

(٥١٧)٧۔وَعِنْدَ أَبِي دَاوُدَ فِي رِوَايَةٍ: ((اِسْتَسْقَى النَّبِيُّ ﷺ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ (لَهُ) سَوْدَاءُ فَأَرَادَ (رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ) أَنْ يَأْخُذَ بِأَسْفَلِهَا فَيَجْعَلَهُ بِأَعْلَاهَا' فَلَمَّا ثَقُلَتْ [عَلَيْهِ] قَلَّبَهَا عَلَى عَاتِقِهِ))۔

(۵۱۷)٧۔ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ''نبی کریم ﷺ بارش کے لیے دعا کر رہے تھے اور آپ نے کالے رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی' رسول اللہ ﷺ نے ارادہ کیا کہ اسے پلٹا دے کر چادر کے نچلے حصے کو اوپر کر لوں جب وہ آپ کو بھاری محسوس ہوئی تو آپ نے اسے اپنے کندھے پر ہی پلٹا لیا۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۴۱' ابوداؤد: ۱۱۶۴' نسائی: ۳/ ۱۵۶' اخبار اصبہان: ۱/ ۷۸۔

(٥١٨)٨۔وَفِي لَفْظٍ: ((فَلَمَّا ثَقُلَتْ عَلَيْهِ [قَلَّبَهَا]))۔

وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ' وَالْخَمِيصَةُ : كِسَاءٌ مُرَبَّعٌ لَهُ عَلَمَانِ۔

(۵۱۸)٨۔ایک روایت میں ہے ''جب آپ کو چادر بھاری محسوس ہوئی تو آپ نے اسے پلٹا دیا۔''

اس روایت کے رجال صحیح ہیں اور ''خمیصہ'' ایسی چادر کو کہتے ہیں جو مربع نما ہو اور حاشیے ہوں۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کا حوالہ اس سے پہلی حدیث میں گذر چکا ہے۔

**فوائد:** (۱) امام کا قبلہ رخ کھڑے ہونے کا طریقہ اس طرح ہوگا کہ وہ لوگوں سے نکل کر سب سے آگے کھڑا ہوگا اور پیٹھ نمازیوں کی طرف کرے گا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ نماز استسقاء میں قرأت باآواز ہوگی۔

(۲) چادر سیاہ رنگ کی استعمال کی جاسکتی ہے کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح حاشیوں والی چادر بھی استعمال ہوسکتی ہے۔

(۳) چادر وغیرہ وزنی ہونے کی صورت میں اگر وہ مکمل الٹائی نہ جاسکے اور نہ ہی ساری اوپر لی جائے تو کندھوں پر رکھی جاسکتی ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) وزنی قسم کا کپڑا یا چادر وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے۔

(۵) نماز استسقاء سے قبل چادر کو الٹا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نیچے والی طرف کو اوپر اور چادر کے اوپر والے حصے کو نیچے کرلیا جائے یہ بھی درست ہے' بائیں طرف والا حصہ دائیں طرف اور چادر کا دائیں طرف والا حصہ بائیں طرف کرنا بھی درست ہے اور چادر کا اندر والا حصہ باہر اور باہر والا حصہ اندر کرنا بھی درست ہے یعنی ہر لحاظ سے چادر کو الٹایا جاسکتا ہے۔ اس موقعہ پر خاص رنگ کا لباس یا چادر وغیرہ استعمال کرنے کا تعین نہیں کیا جاسکتا صرف یہ ہے کہ عام لباس سے ہٹ کر قدرے بوسیدہ و پرانا ہو۔

(۵۱۹)۹۔وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ إِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ' فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِيْنَا' [اَللّٰهُمَّ] وَإِنَّا [اَلْيَوْمَ] نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا ﷺ' فَأَسْقِنَا' قَالَ فَيُسْقَوْنَ۔

(۵۱۹)۹۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ جب قحط سالی ہوتی تو حضرت عباس بن عبدالمطلب کی امامت میں نماز استسقاء پڑھتے اور یہ کہتے الٰہی! ہم تیرے نبی کی امامت میں نمازِ استسقاء پڑھتے تھے تو آپ ہمیں بارش عطا کر دیا کرتے تھے' الٰہی! آج ہم اپنے نبی کے چچا کی امامت میں نماز استسقاء ادا کر رہے ہیں لہٰذا ہمیں بارش عطاء کر دے۔ راوی کہتا ہے کہ انہیں بارش کی نعمت سے سرفراز کر دیا جاتا۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۱۰۔

**فوائد:** (۱) دعا کی جلد قبولیت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ نبی کے بعد خاندانِ نبوت کی کسی پرہیز گار شخصیت سے دعا کرائی جائے۔

(۲) نیک و پارسا اشخاص سے دعا کرنا' کروانا بالکل درست ہے لیکن ضروری شرط یہ ہے کہ وہ اشخاص و بزرگ زندہ ہوں۔ جیسا کہ قرآن وسنت سے ناآشنا اکثر لوگوں نے بے جا مراد لی ہے کہ زندہ و مردہ حضرات یکساں ہیں کہ ان کو وسیلہ بنایا جائے یہ عقیدہ درست نہیں ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ زندہ ہیں ان سے دعا کروائی جارہی ہے جبکہ افضل ہستی ساتھ روضہ مبارک میں موجود ہے ان سے دعا کا مطالبہ نہیں کیا۔

(۳) اس حدیث سے خاندانِ نبوت کا مرتبہ اور مقام ثابت ہوتا ہے یعنی اہل بیت کو افضل ہی گردانا ہوگا ورنہ اس کے بغیر ایمان نامکمل ہوتا نظر آئے گا۔

(۴) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین ہیں لیکن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے دعا منگوا رہے ہیں یہ ایک ہی چراغ کے دو پرتو ہیں ایک سے عاجزی وانکساری جھلک رہی ہے جبکہ دوسرے کا مرتبہ وتقویٰ ظاہر ہو رہا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خلیفۂ ثانی صرف خلیفہ ہی تھے متقی وغیرہ کم تھے۔ اس بات پر سبھی کا اتفاق ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہر لحاظ سے افضل اور پائے کے ولی تھے۔ خلفائے راشدین کی ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ حسب مراتب یکے بعد دیگرے منصب خلافت پر براجمان ہوتے رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کئی مراتب کے متحمل ہونے کے باوجود بھی خاندانِ نبوت کے چراغ سے دعا کی التجا کر رہے تھے۔

(۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سبھی ہی خانۂ نبوت سے دلی محبت کرتے تھے جیسا کہ خلیفۂ ثانی رضی اللہ عنہ نے رسول مکرم علیہ السلام کے چچا سے عزت وتکریم کا برتاؤ برتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خلفائے ثلاثہ وصف غصب کے حامل نہ تھے۔ بلکہ ان کو اہل بیت سے والہانہ محبت تھی یہ بھی معلوم ہوا کہ محترم عباس رضی اللہ عنہ بھی مستجاب الدعوات تھے۔

(۵۲۰) ۱۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا))۔ أَخْرَجَهُمَا الْبُخَارِيُّ۔

(۵۲۰) ۱۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ”رسول اللہ ﷺ جب بارش دیکھتے تو کہتے الٰہی! موسلادھار نفع بخش بارش عطا کرنا۔“ ان دونوں کو بخاری نے نکالا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۰۳۲۔

**فوائد:** (۱) جب بھی ابر باراں نظر آئے یا انسان بارش ہوتے دیکھے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے ”اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نافعا“ یہ مسنون دعا ہے۔

(۲) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بارش ضرر رساں بھی ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے۔

(۳) نفع بخش بارش وہ ہوتی ہے جس میں رحمت کے قطرات کی آمیزش ہوتی ہے۔

(۵۲۱) ۱۱۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَطَرٌ، قَالَ: فَحَسَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَوْبَهُ حَتّٰى أَصَابَهُ مِنَ الْمَطَرِ فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟) قَالَ: ((لِأَنَّهُ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۵۲۱) ۱۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ”ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے ہمیں بارش نے آلیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ”اس لیے کہ یہ بارش بالکل نئی نئی رب کے پاس سے آئی ہے۔“ مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۸۹۸۔

**فوائد:** (۱) بارش میں نہانا درست ہے نہانے کے دوران قمیص وغیرہ کو ہٹا لیا جائے اور تھوڑا سا جسم ننگا کر لیا جائے تو بھی درست ہے۔

(۲) ہر نئی چیز قابل توقیر ہوتی ہے اور اچھی لگتی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہر نعمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اور اس کو دل سے قبول کرنا چاہیے یہی نعمت کی قدر ہوتی ہے۔

(۴) پانی رب جلیل کی عظیم نعمت ہے جو کہ ہر چیز کے احیاء کا سبب ہے لیکن آسمان سے منزل پانی مزید مفید اور خصائص کا حامل ہوتا ہے۔ زیر زمین یا دریاؤں' سمندروں کی شکل میں جو پانی ہے وہ محدود جگہوں' کھیتوں کو سیراب کرتا ہے اور نالوں یا پائپوں کی صورت میں استعمال ہوتا ہے جبکہ بارش کا پانی ہر جانب وسیع پیمانے پر ترچھاؤ کرتا ہے حتی کہ پہاڑوں اور ٹیلوں کی نباتات و مخلوقات بھی بارش سے اپنی تشنگی رفع کر لیتی ہیں جہاں دریا' سمندر کا پانی پہنچ نہیں پاتا وہاں بارش کا پانی پہنچتا ہے۔

## بَابُ صَلَاةِ الْجَنَائِزِ وَمَا يَتْبَعُهُ

## نمازِ جنازہ اور اس کے توابع کا بیان

(٥٢٢) ١۔وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ (أَنَّهُ) قَالَ: لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ، وَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي))۔ اِتَّفَقُوا عَلَى إِخْرَاجِهِ، وَاللَّفْظُ لِلتِّرْمِذِيِّ۔

(۵۲۲) ۱۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی کسی ایسے نقصان کی وجہ سے موت کی خواہش نہ کرے جو اس پر وارد ہوا ہو بلکہ وہ یہ کہے: ''الٰہی! مجھے زندہ رکھ جب تک میری زندگی میرے لیے بہتر ہے اور مجھے وفات دینا جب وفات میرے لیے بہتر ہو''۔ سبھی اس کو روایت کرنے میں متفق ہیں اور لفظ ترمذی کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۳۵۱' مسلم: ۲۶۸۰۔

**فوائد:** (۱) موت برحق ہے اس کے بارہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اس کا ایک وقت مقرر ہے جس سے تقدیم وتاخیر ممکن نہیں ہر کس و ناکس' ذی روح شارب قدح موت ہے۔

(۲) موت کی تمنا دنیاوی مصائب سے اکتا کر کرنا' رشتہ داروں کے برے برتاؤ یا حالات کی تنگی کے باعث کرنا صحیح نہیں ہے اسلام اس کا سبق نہیں دیتا۔ البتہ بوقت تکلیف کچھ کہا جا سکتا ہے تو اس انداز سے کہا جا سکتا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ یعنی یہ مذکورہ دعا مانگی جا سکتی ہے۔

(۳) زندگی مومن کے لیے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ اس میں وہ بڑھ چڑھ کر بھلائی کے کام کرتا ہے۔ یعنی خوب جی بھر کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ریاضت کرنے کا موقع ہاتھ لگتا ہے۔ برے آدمی کے لیے بھی یہ زندگی غنیمت بن سکتی ہے جبکہ وہ زندگی بھر سیاہ کاریاں کرتا رہا۔ لمبی زندگی گناہوں سے آلودہ ہوگئی ساتھ ہی آخر میں توبہ تائب ہوگیا اور اپنے گناہ معاف

کروا لیے۔ یعنی لمبی زندگی بھی اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے جو کہ متقی کے لیے مزید عمدہ ثابت ہوتی ہے اور توبہ کرنے والے کے لیے سنہری موقعہ ہوتا ہے۔

(۴) موت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے لیکن اچھی موت نجات دہ اور جنت میں داخلے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ آخری سانس میں کلمہ نصیب ہو جانا وغیرہ۔ اچھی موت کی دعا تو کر سکتے ہیں لیکن موت کے مقررہ وقت سے قبل موت کی خواہش نہیں کر سکتے۔

(۵) اچھی یا بری موت طاری کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے اچھی وفات کی دعا مانگتے رہنا چاہیے اور بری موت سے کانپتے رہنا چاہیے خاتمے کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں وہ قادرِ مطلق ہیں۔

(٥٢٣)٢۔وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ: ((لَا يَمُوْتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللّٰهِ الظَّنَّ))۔ لَفْظُ (رِوَايَةِ) أَبِي دَاوٗدَ، وَأَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ، وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۵۲۳)۲۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے اپنی وفات سے تین دن پہلے یہ ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک وفات نہ پائے مگر آنکہ وہ اللہ تعالیٰ پر حسن ظن رکھتا ہو۔'' یہ ابوداؤد کی روایت کے لفظ ہیں اور اس کو مسلم اور ابن ماجہ نے نکالا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۸۷۷، ابوداؤد: ۳۱۱۳۔

**فوائد:** (۱) فوت ہونے سے قبل کسی کو وصیت کرنا اسلام میں جائز ہے فوت ہونے سے پہلے پہلے کسی وقت بھی وصیت کی جا سکتی ہے اور وصیت کا حق یہ ہے کہ جائز وصیت کو نافذ العمل بنایا جائے۔

(۲) کسی کو خیر کی تلقین کرنا صحیح بات پر کاربند رہنے کی ترغیب دینا بھی وصیت میں شامل ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قریب الموت کے پاس اقرباء کا ہونا ضروری ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ پر زندگی بھر حسن ظن رکھنا چاہیے اور خاص کر موت کے وقت تو لازمی اللہ تعالیٰ کے بارے اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ حسن ظن کئی طرح سے ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ مجھے موت اچھی دیں گے، کلمہ شہادت کی توفیق دیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دیں گے کیونکہ وہ غفور ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ یعنی ہر لحاظ سے عاقبت کی بہتری کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں عمدہ امید اور اچھا خیال رکھنا حسن ظن کہلاتا ہے۔ بندہ جیسے اللہ کے بارے گمان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح اس کے لیے ہو جاتے ہیں۔

(٥٢٤)٣۔وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ))۔ أَخْرَجُوْهُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۵۲۴)۳۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے مردوں کو ''لا الہ الا اللہ'' کی تلقین کرو۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۱۷۔

**فوائد:** (۱) جو حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مُردوں کو تلقین کرو' تو اس سے مراد وہ ہیں جو قریب المرگ ہوں نہ کہ جو فوت ہو چکے ہوں۔

(۲) جو قریب الموت ہو اس کو ''لا الہ الا اللہ'' کی تلقین کرنی چاہیے ''لا الہ الا اللہ'' سے مراد مکمل کلمہ شہادت ہے نہ کہ ایک جز مراد ہے۔ اگر ایک جز مراد ہو تو یہ تو صرف توحید پر دال ہے جبکہ مسلمان کے لیے توحید و رسالت کا اقرار کرنا بیک وقت ضروری ہے۔ وہ آدمی مسلمان نہ ہوگا جو صرف لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے اور کہے کہ باقی حصہ میں پھر زندگی میں پڑھوں گا یا کہے میں نہیں پڑھوں گا۔

(۳) جو قریب الموت ہو اس کے پاس بیٹھ کر کلمہ بآواز پڑھنا چاہیے۔ مرنے والے کے اگر حواس ٹھیک ہوں تو اس کو بھی شائستہ انداز سے پڑھنے کو کہا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔

(۴) بعض حضرات جو ''اپنے مردوں کو تلقین کرو'' سے مراد فوت شدہ لیتے ہیں درست نہیں ہے۔ کسی متوفی کے پاس بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھنا یا سورۃ یٰسین و دیگر مروجہ وظائف کرنا درست نہیں ہے' یہ لفظ پرستی ہے۔

(۵) کلمہ شہادت سے مقصود تو یہ ہوتا ہے کہ شاید مریض آدمی کلمہ پڑھ لے۔ اس کے برعکس فوت شدہ سے تو یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی سورہ یٰسین پڑھنا اس سے مقصود جان کے خروج کے سلسلہ میں آسانی ہوتا ہے۔ یہ بھی فوت شدہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ سورۃ یٰسین والی روایت پر کمزور ہونے کے باوجود اکثر امت کا عمل ہے۔

(۵۲۵) ٤۔وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى أَبِيْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ، فَأَغْمَضَهُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الرُّوْحَ إِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ، فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ، فَقَالَ: لَا تَدْعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِيْ سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ، وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِيْنَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، وَأَفْسِحْ لَهُ فِيْ قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لَهُ فِيْهِ))۔
أَخْرَجُوْهُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ۔
[وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ]

(۵۲۵)۴۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ''رسول اللہ ﷺ ابوسلمہ کے پاس آئے جبکہ اس کی نگاہ تارے لگی ہوئی تھی' آپ نے اس کی آنکھیں بند کر دیں پھر یہ ارشاد فرمایا: ''روح کو جب قبض کر لیا جاتا ہے تو نگاہ اس کا پیچھا کرتی ہے' اس کے خاندان کے افراد آہ و فغاں کرنے لگتے ہیں' آپ نے فرمایا اپنے نفسوں کے بارے صرف بہتری کی دعا کرو' جو تم کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں پھر فرمایا الٰہی! ابوسلمہ کو بخش دے' ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کے درجے بلند کر دے' اور اس کا انجام اچھا کر دے' ہمارے پروردگار! ہمیں اور اسے بخش دے' اس کی قبر کو فراخ کر دے اور اس کی قبر اس کے لیے منور کر دے۔'' اس کو بخاری اور ترمذی کے علاوہ سبھی نے نکالا ہے۔

اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۲۰۔

**فوائد:** (۱) کسی کے فوت ہونے کے بعد آنکھیں کھلی ہوں تو فوراً ان کو بند کر دینا چاہیے۔ جسم سرد پڑ جانے پر آنکھیں بند نہیں ہوتیں اور ویسے بھی دہشت پیدا ہوتی ہے۔

(۲) روح اللہ کی جانب سے آتی ہے اور بعد میں اسی کی طرف لوٹ جاتی ہے جبکہ جسم اس دنیا کی مٹی میں ہی رہ جاتا ہے۔ جب روح جسم کا ساتھ چھوڑتی ہے تو آنکھیں پیچھا کرتی ہیں آخر آسمان کے ساتھ معلق ہو جاتی ہیں اور کھلی رہتی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز کے زندہ رہنے یا مر جانے کی شناخت آنکھوں کی حرکت اور عدم حرکت سے زیادہ کی جاسکتی ہے۔

(۳) فوت شدہ کے بارے اچھے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ ناشائستہ الفاظ کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔ اس وقت فرشتے جو کچھ کہا جاتا ہے اس پر آمین کہتے ہیں ظاہر بات ہے فرشتوں کی آمین قبولیت کا سبب ہوتی ہے۔

(۴) جب بھی اپنے لیے یا کسی اور کے لیے، مردہ کے لیے یا زندہ کے لیے دعا مانگنی ہو تو خیر کی دعا مانگنی چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی۔ یہ کتنی اچھی دعا ہے جو کہ جامع مانع بھی ہے اور اپنے ساتھی سے وفاداری کی منہ بولتی تصویر بھی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے عزیز کے لیے اچھی سے اچھی دعا کا انتخاب کرنا چاہیے۔ نماز جنازہ سے قبل میت کو دعائیں دینا اور اچھے الفاظ سے داد دینا درست ہے۔

(۵) ایسی بیوی جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو وہ اپنے خاوند کے ساتھ واقع مسئلہ کو بیان کر سکتی ہے ایسے ہی ایک امام اپنے مقتدیوں یا ان کے گھر والوں پر حق رکھتا ہے کہ ان کو مکروہ و ناجائز کام پر ڈانٹے۔

(٥٢٦)٥۔وَعَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((سُجِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ مَاتَ فِيْ ثَوْبٍ حِبَرَةٍ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۵۲۶)۵۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ”نبی کی وفات پر آپ کو دھاری دار چادر سے ڈھانپا گیا۔“ لفظ مسلم کے ہیں اور یہ روایت متفق علیہ ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، مسلم: ۹۴۲۔

**فوائد:** (۱) تجہیز و تکفین سے قبل میت کو کسی کپڑے یا چادر سے ڈھانپنا درست ہے۔ حاشیوں یا دھاریوں والی چادر کے ساتھ بھی ڈھانپ سکتے ہیں۔

(۲) اس حدیث سے ایک بڑے مسئلے کا حل ہوتا ہے وہ ہے مسئلہ حیات النبی ﷺ۔ زوجۂ رسول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ ہے اور بیان ہے کہ نبی کریم علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اس لیے فرمایا ”حین مات“ جب آپ فوت ہوئے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ وہی معاملہ ہوا جو کہ دیگر فوت شدگان کے ساتھ ہوتا ہے (موت کے لحاظ سے)

(٥٢٧)٦۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [أَنَّهُ]

(۵۲۷)۶۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

قَالَ: ((لَا تَزَالُ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةً بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضٰى عَنْهُ))۔ أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ۔

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مومن کی جان اپنے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اسے ادا کر دیا جائے۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد: ۲/ ۴۷۵، ۵۰۸، ترمذی: ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

ابن ماجه: ۲۴۱۳، بیهقی: ۴/ ۶۱، المعرفة: ۲/ ۱۴۲۔

**فوائد:** (۱) مقروض آدمی فوت ہو جائے نہ تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی جاتی ہے اور نہ ہی وہ آزاد ہوتا ہے یعنی ایسے آدمی کی نمازِ جنازہ کا اسلام حکم نہیں دیتا وہ اپنے قرض کے ساتھ معلق ہی رہتا ہے تاوقتیکہ قرض ادا کر دیا جائے۔

(۲) میت مقروض ہو تو اس صورت میں میت کے ترکہ سے قرض ادا کیا جائے گا یا اس کے وارث قرض ادا کریں گے اگر قرض لینے والے میت کو قرض معاف کر دیں تو پھر بھی درست ہے۔

(۳) ایک دوسرے کو قرض دینا اسلام میں جائز ہے۔ قرض ایک بوجھ ہوتا ہے اس سے بچنا چاہیے چند ساعتوں کا فاقہ کاٹ لینا وہ صحیح ہے اس سے کہ ہر ساعت قرض لینے والے دستک بباب رہیں۔ کسی مجبوری کی بنا پر قرض لے لیا جائے تو اس کو جلد اتارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(۴) اس حدیث میں حقوق العباد کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ زندگی میں دو طرح کے حقوق سے واسطہ پڑتا ہے۔ حقوق اللہ سے اور حقوق العباد سے۔ دونوں کو ادا کرنا فرض ہے حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد ہیں لیکن زیادہ قابل گرفت حقوق، بندوں کے نظر آتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ رحیم ہیں وہ اپنے حقوق معاف کر سکتے ہیں لیکن حقوق العباد دو طرح کے مقام رکھتے ہیں ایک تو یہ ہے کہ بندہ بندے کو اپنا حق معاف کر دے تو اللہ بھی معاف کر دیں گے اگر بندے نے معاف نہ کیا تو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کریں گے۔ بالفاظ دیگر یوں کہیں کہ بندے کا بندے کو معاف کر دینا یا نہ معاف کر دینا گویا کہ اللہ تعالیٰ کا معاف کر دینا یا نہ معاف کر دینا ہے۔

(۵) انسان خواہ کتنا ہی پاک باز و مومن کیوں نہ ہو، قرض کے لحاظ سے کسی طرح کی معافی نہیں ہے۔

## فَصْلٌ فِيْ غُسْلِ الْمَيِّتِ

## میت کو غسل دینا

(۵۲۸)۷۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا وَقَصَهُ بَعِيْرُهُ، وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُمِسُّوْهُ طِيْبًا، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ، فَأَنْ يَبْعَثَهُ (اللّٰهُ) يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّدًا))۔

(۵۲۷)۷۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص کی اس کے اونٹ نے گردن توڑ دی، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، اس شخص نے احرام باندھ رکھا تھا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اسے پانی اور بیری سے غسل دو، اسے دو کپڑوں کا کفن پہناؤ، اسے خوشبو نہ لگانا اور اس کا سر نہ ڈھانپا، اسے اللہ تعالیٰ اس حال میں قیامت کے

لَفظُ رِوَايَةِ سَعِيدٍ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ لِلبُخَارِيِّ۔

وَفِي رِوَايَةِ عَمرٍو عَنهُ: ((مُلَبِّيًا))۔

دن اٹھائیں گے کہ وہ ملبد ہوگا۔" عمرو کی روایت میں ہے کہ وہ لبیک پکارنے والا ہوگا۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۶۵، ۱۲۶۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، مسلم: ۱۲۰۶۔

**فوائد:** (۱) میت کو بیری کے پتوں سے ابلے ہوئے پانی سے غسل دینا جائز ہے۔ یہ میل اور صفائی کے لیے اچھا ہے۔

(۲) غسل کا تعلق ان مخلوقات میں سے ہے جو مکلف ہوں' دیگر مخلوقات کو بغیر نہلائے زمین میں دفن کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر گھوڑا یا کوئی اور جانور مر جائے تو اس کو غسل وغیرہ نہیں دیا جائے گا۔

(۳) دفن کرنے سے قبل انسان کو غسل دینا یہ اس کا آخری غسل ہوتا ہے اور وہ بھی بے چارگی کی حالت میں عزیز و اقرباء دیتے ہیں۔ یہ انسان کی انتہا درجہ کی بے بسی کی علامت ہے۔

(۴) مردوں کو غسل دینا یہ بھی شریعت اسلام کا ایک شعار ہے میت کو غسل دینے کے بعد اس کو خوشبو لگانا درست ہے۔ اس حدیث میں خوشبو نہ لگانے کا جو حکم ہے وہ اس لیے ہے کہ فوت ہونے والا ایک محرم تھا اور محرم حالت احرام میں خوشبو نہیں لگا سکتا۔ ایسے ہی نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو دو چادروں میں کفن دو اور سر ننگا رکھو۔ کیونکہ احرام دو چادروں کا نام ہے اور محرم اپنا سر ننگا رکھتا ہے اس لیے یہ حکم صادر فرمایا۔ ورنہ عام میت کا سر ڈھانپا جا سکتا ہے خوشبو لگانا بھی جائز ہے۔

(۵) انسان جس انداز' جس حالت اور جس عمل پر فوت ہوگا ویسے ہی روزِ قیامت اٹھایا جائے گا۔ محرم بالکل اپنے احرام میں ہی اٹھے گا اور تلبیہ پکارتے ہوئے اٹھے گا۔ محرم فوت ہو جائے تو اس کو بھی نئے سرے سے غسل دیا جائے گا اور کفن بھی نیا ڈالا جا سکتا ہے لیکن کفن وہی احرامی ہوگا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ محرم حج کے دوران سواری استعمال کر سکتا ہے۔

(۶) جانور و دیگر حیوانات بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بعض دفعہ تو موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ کسی جانور سے گرنے کی صورت میں اور فوت ہو جانے کی صورت میں جانور کو قتل نہیں کیا جا سکتا صرف اسے سدھارا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ کوئی گھوڑے سے گرے اور مر جائے اب نہ تو گھوڑا قتل کیا جائے گا خواہ اپنا ہو یا کسی کا اور نہ ہی کسی کا گھوڑا ہونے کی صورت میں گھوڑے کے مالک سے بدلہ لیا جائے گا۔ بعض وہ جانور ہیں جو سراسر نقصان دہ اور شرارتی ہوتے ہیں ایسے جانور کو قتل کیا جائے گا تاکہ مزید نقصان نہ دیں جیسے سانپ اور باؤلے کتے وغیرہ ہیں۔

(۵۲۹)۸۔ وَعَن يَحيَى بنِ عَبَّادٍ عَن أَبِيهِ عَبَّادِ بنِ عَبدِاللّٰهِ بنِ الزُّبَيرِ' قَالَ: سَمِعتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا تَقُولُ: لَمَّا أَرَادُوا غُسلَ النَّبِيِّ ﷺ قَالُوا: وَاللّٰهِ مَا نَدرِيْ' أَنُجَرِّدُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ (مِن ثِيَابِهِ) كَمَا نُجَرِّدُ مَوتَانَا' أَو نَغسِلُهُ وَعَلَيهِ ثِيَابُهُ؟ فَلَمَّا اختَلَفُوا أَلقَى اللّٰهُ عَلَيهِمُ النَّومَ' حَتَّى مَا مِنهُم رَجُلٌ إِلَّا

(۵۲۹)۸۔ یحییٰ بن عباد سے روایت ہے وہ اپنے باپ عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا آپ فرماتی ہیں "جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو کہنے لگے بخدا ہم تو یہ نہیں جانتے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے کپڑے اتار دیں جس طرح ہم اپنے مردوں کے کپڑے

وَذَقْنُهُ فِيْ صَدْرِهٖ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَا يَدْرُوْنَ مَنْ هُوَ: اِغْسِلُوا النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ۔ فَقَامُوْا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَغَسَلُوْهُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصُهُ، يَصُبُّوْنَ الْمَآءَ [مِنْ] فَوْقِ الْقَمِيْصِ، وَيَدْلُكُوْنَهُ بِالْقَمِيْصِ دُوْنَ أَيْدِيْهِمْ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُوْلُ: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَاغَسَلَهُ إِلَّانِسَاؤُهُ۔

رَوَاهُ أَبُوْ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، فَعَلَى قَوْلِ مَنْ يُوَثِّقُهُ:هُوَ صَحِيْحٌ لِأَنَّ يَحْيٰى وَثَّقَ يَحْيَى وَمُسْلِمًا أَخْرَجَ لِعَبَّادٍ، وَالْحَدِيْثُ عِنْدَ أَبِيْ دَاوٗدَ۔

اتارتے ہیں یا آپ کو اسی طرح غسل دے دیں اور کپڑے آپ کے جسم پر بدستور باقی رہیں؟ جب ان کی رائے میں اختلاف در آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک کی ٹھوڑی ان کے سینے میں آ رہی (یعنی یوں دیکھائی دے رہا تھا جیسے وہ اپنے گریبانوں میں جھانک رہے ہوں) پھر گھر کے ایک کونے سے ایک بولنے والے نے ان سے بات کی اور وہ (یعنی صحابہ کرام) نہیں جانتے تھے کہ بولنے والا شخص کون ہے اس نے کہا نبی کریم ﷺ کو غسل دو اس حال میں کہ آپ کے کپڑے بدستور آپ کے بدن پر رہیں یہ سن کر وہ سب رسول اللہ ﷺ کی طرف اٹھے انہوں نے آپ کو غسل دیا اس حال میں کہ آپ کی قمیص بدستور آپ کے جسم پر تھی، وہ پانی قمیص کے اوپر ڈالتے اور قمیص کو ہی آپ کے جسم پر ملتے تھے اپنے ہاتھوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر میں آگے بڑھتی تو دوبارہ پیچھے نہ ہٹتی پھر آپ کو آپ کی بیویاں ہی غسل دیتیں۔'' ابو اسحاق نے یحییٰ بن عباد سے روایت کیا اور یہ روایت اس آدمی کے قول کے مطابق صحیح ہے جو اس کو ثقہ جانتا ہے کیونکہ یحییٰ نے یحییٰ کو ثقہ قرار دیا ہے اور مسلم نے عباد کی روایت نکالی ہے اور حدیث ابوداؤد کے ہاں ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۶/ ۲۶۷' ابوداؤد: ۳۱۴۱' ابن ماجہ: ۱۴۶۴۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے بہت سارے امور ثابت ہوتے ہیں سب سے پہلے تو یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام فوت ہوئے اور ان کو غسل دیا گیا' کفن اور دفن کا معاملہ بھی پیش آیا۔

(۲) نبی کریم علیہ السلام کی وفات پر کئی طرح کے اختلافات سامنے آئے جن میں سے ایک اختلافی مسئلہ یہ بھی تھا کہ ان کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے یا عام مردوں کی طرح کپڑے اتار کر غسل دیا جائے۔ تو اس اختلاف کا حل اللہ تعالیٰ نے غیبی آواز سے کیا۔

چنانچہ نبی کریم علیہ السلام کو قمیص میں غسل دیا گیا۔

(۳) نبی کریم علیہ السلام حاضر ناظر نہیں ہیں اگر ہوتے تو ان کو غسل دینے کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا اور نہ ہی صحابہ کرام کو غیبی آواز کی تعمیل کرنا پڑتی ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی جان بوجھ کر حاضر ہونے اور جاننے کے باوجود اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتا نہ سکے اور ان کا اختلاف سنتے اور دیکھتے رہے۔

(۴) بیوی اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے کوئی حرج نہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ جب کبھی اپنے نبی یا صحابہ کی نصرت و تائید کرنا چاہتے ہیں تو ان پر اونگھ یا نیند طاری کر دیتے ہیں جو کہ ان کے لیے رحمت ثابت ہوتی ہے۔

(۵۳۰)۹۔وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا [قَالَتْ]: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَيْثُ أَمَرَهَا بِغُسْلِ ابْنَتِهِ قَالَ لَهَا: ((اِبْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۵۳۰)۹۔ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اسے اپنی بیٹی کو غسل دینے کا حکم دیا تو فرمایا: ''دائیں طرف سے شروع کریں اور وضو کے اعضاء کو دھوئیں۔'' متفق علیہ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۵۴، ۱۲۵۶، مسلم: ۹۳۹۔

(۵۳۱)۱۰۔وَفِيْ لَفْظٍ لِلْبُخَارِيِّ، وَعَنْهَا: تُوُفِّيَتْ إِحْدٰى بَنَاتُ النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((اِغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وِتْرًا))۔ وَفِيْهِ قَالَتْ: فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَ قُرُوْنٍ فَأَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا۔

(۵۳۱)۱۰۔بخاری شریف میں مذکور ہے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک بیٹی وفات پا گئی تو نبی کریم ﷺ ہمارے پاس آئے آپ نے فرمایا: ''اسے بیری کے ساتھ طاق مرتبہ نہلاؤ'' اور اسی روایت میں کہتی ہیں کہ ہم نے اس کے بالوں میں مینڈھیاں کیں اور انہیں اس کے پچھلی جانب ڈال دیا۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۶۳۔

**فوائد:** (۱) میت کے جسم کو اچھے طریقے سے ملنا چاہیے تا کہ صحیح صفائی ہو سکے۔ نبی کریم علیہ السلام کی قمیص شرف و مقام کے اعتبار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتارنا مناسب نہ سمجھی۔ ورنہ دیگر مردوں کی قمیصیں اتار لیتے تھے اور ہمارے لیے بھی نمونہ ہے کہ میت کی قمیص اتار کر اس کو نہلایا جائے کسی عذر کی بنا پر قمیص نہ اتاری جا سکے تو ویسے بھی غسل دیا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں لیکن اس کو خوب مل کر دھویا جائے۔

(۲) یاد رہے کسی میت کے گلے سے قمیص اتارنا یا قمیص پھاڑ کر اتارنا ظلم نہیں ہے ظلم یہ ہے کہ زندہ انسان کے گلے سے قمیص اتار لی جائے یا پھاڑی جائے کیونکہ مردہ کی قمیص اتارنے سے مقصد اس کو غسل دینا ہے جبکہ زندہ کے ساتھ ایسے کرنا جبراً اور ظلماً ہوتا ہے یہ اس وقت ہے جب آدمی کی توہین مقصود ہو۔

## فَصْلٌ فِي الْكَفَنِ

## کفن کا بیان

(٥٣٢)١١۔عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' قَالَتْ: ((كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ [مِنْ كُرْسُفٍ]' لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ))۔ أَخْرَجُوْهُ جَمِيْعًا۔

(۵۳۲)اا۔عائشہ فرماتی ہیں ''رسول اللہ ﷺ کو (یمن کی بستی) سحولیہ کی بنی ہوئی سفید رنگ کی کاٹن کی تین چادروں میں کفن دیا گیا' اس میں قمیص اور پگڑی نہ تھی۔'' اس کو سبھی نے نکالا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۶۴' ۱۲۷۲' ۱۲۷۳' ۲۱۲۷' مسلم: ۹۴۱۔

**فوائد:** (۱) مردمیت کو تین چادروں میں کفن دینا چاہیے۔عذروحالات کی بنا پر تین سے کم میں بھی جائز ہے۔

(۲) کفن ایک ایسا لباس ہے جس میں پگڑی اور قمیص نہیں ہوتی۔

(۳) کاٹن کا کفن بہتر ہوتا ہے۔کسی مشہور علاقہ سے کفن منگوایا جاسکتا ہے۔

(۴) کفن کا رنگ صرف سفید ہی ہوسکتا ہے۔

(۵) میت کا کفن یعنی اس کا آخری لباس اَن سلا ہوتا ہے جس میں تہہ بند قمیص اور پگڑی کا جواز نہیں ہوتا ایسے ہی بٹن بھی نہیں ہوتے۔

(٥٣٣)١٢۔وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' قَالَ: جَاءَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ' إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ' (حِيْنَ مَاتَ أَبُوْهُ) فَقَالَ: [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ] أَعْطِنِيْ قَمِيْصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيْهِ' وَصَلِّ عَلَيْهِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۵۳۳)۱۲۔عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہتے ہیں ''عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جب اس کا باپ فوت ہوا عرض کی یارسول اللہ ﷺ اپنی قمیص مجھے عطا کیجیے تاکہ میں اس میں اسے کفن دے سکوں اور آپ اس کا نمازِ جنازہ بھی پڑھا دیں۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۶۹' مسلم: ۲۷۷۴۔

**فوائد:** (۱) اعتقادی وعملی منافق کی نماز جنازہ اسلام میں جائز نہیں ہے۔البتہ آج کل کے عملی منافق کی نماز پڑھائی جاسکتی ہے اسی طرح حقیقی منافقوں کے لیے استغفار بھی منع ہے۔

(۲) قبر میں مدفون میت کو جائز مقصد کے پیش نظر قبر سے نکال کر دوبارہ دفن کرنا درست ہے۔ایسے ہی قبر کے بیٹھ جانے یا خراب ہو جانے پر میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ میں دوبارہ بھی دفنایا جاسکتا ہے۔لاش کے بارے تحقیق کرنے کے لیے اس کو نکالا بھی جاسکتا ہے لیکن چیر پھاڑ سے بچا جائے۔

(۳) نئے کفن کے علاوہ مستعمل کپڑا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ صاف ہو۔

(۴) یہ ثابت ہوا کہ دو قمیصیں بھی بیک وقت استعمال کی جاسکتی ہیں۔جیسے رسول مکرم علیہ السلام نے دو ڈالی تھیں پھر ایک وعدہ کی

پاسداری کرتے ہوئے منافق ابن ابی کو پہنا دی یہ بھی پتہ چلا کہ وعدہ پورا کرنا ضروری ہے۔

(۵) نبی کریم علیہ السلام رحمت تھے یہ آپ کی فطری شفقت اور محبت کا نتیجہ ہے کہ آپ نے اپنے زہریلے سے زہریلے دشمن کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا۔ اس حدیث سے آپ کا یہ رویہ واضح ہو رہا ہے اور یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اپنے ساتھیوں کی تمناؤں پر کتنا پورا اترتے تھے' ان کی خواہشوں کو بر لاتے تھے۔

(۶) باپ خواہ کافر یا منافق ہو دنیاوی لحاظ سے زندگی و موت کے امور میں اس کی مدد کی جا سکتی ہے ایسے ہی ماں ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین کو برا ہونے کی وجہ سے الگ نہیں کر دینا چاہیے وفات تک ان سے رابطہ اس حوالہ سے رکھنا چاہیے کہ ان کو دین کی طرف لاؤں گا۔

(٥٣٤)١٣۔وَرَوَى النَّسَائِيُّ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدِيْثًا فِيْهِ: وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا وَلِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

(۵۵۴)۱۳۔ نسائی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو کفن کی ذمہ داری دی جائے تو وہ اپنے بھائی کو اچھا کفن پہنائے۔'' ابوداؤد

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۴۳۔

**فوائد:** (۱) میت کے لیے نفیس کفن کا بندوبست کرنا چاہیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ قیمتی ہو۔

(۲) کفن کے معاملہ میں اسراف و تبذیر سے بچنا ضروری ہے۔

(۳) کفن کی ذمہ داری ورثاء پر ہوتی ہے اور میت کے ترکہ سے ہی تیار کیا جاتا ہے۔ میت کا ترکہ نہ ہو تو بھی اس کے ورثاء ہی کفن کا بندوبست کریں گے کفن کا تحفہ میت کے دوست بھی پیش کر سکتے ہیں۔

(۴) ایسی میت جس نے نہ مال چھوڑا ہو اور نہ ہی ورثاء تو اس کے کفن کا بندوبست بیت المال سے یا عوام کے اشتراکی تعاون سے کیا جا سکتا ہے۔

## فَصْلٌ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ

## میت پر نماز جنازہ کی فصل

(٥٣٥)١٤۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ: ((أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟)) فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ: ((أَنَا شَهِيْدٌ عَلَى هٰؤُلَاءِ، وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ

(۵۳۵)۱۴۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہدائے احد کے دو شہیدوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن پہناتے پھر ارشاد فرماتے: ''ان میں سے قرآن کا زیادہ علم کس کے پاس ہے؟ جب آپ کو ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا تو اسے پہلے لحد میں اتارتے اور فرماتے: ''میں ان کا گواہ ہوں'' انہیں ان کے خون

يَغْسِلْهُمْ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

سمیت دفن کرنے کا حکم دیا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور نہ ہی انہیں غسل دیا۔ بخاری۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۳۴۳، ۱۳۴۵، ۱۳۴۷، ۱۳۵۰، ۴۰۷۵۔

**فوائد:** (۱) حالات کے پیش نظر کفن کے لیے ایک کپڑا بھی درست ہے اور ایک میں دو، دو کو کفنانا اور دو، دو یا زیادہ کو ایک ایک قبر میں دفن کرنا بھی جائز ہے۔ البتہ میتوں کو قبر میں اتارنے یا رکھنے کی ترغیب یوں ہوگی کہ جو زیادہ حامل قرآن ہوگا اس کو پہلے قبر میں رکھا جائے گا اس کے بعد یکے بعد دیگرے مراتب کے تفاوت کا خیال رکھتے ہوئے دفنایا جائے گا۔

(۲) امیر کے اشارہ پر کام کرنا چاہیے امیر کی اطاعت فرض ہے۔ اسی طرح امیر کا تقرر، دنیا و آخرت کی بھلائی اور معاشرہ کے امن کے لیے از حد ضروری ہے۔ ایسے ہی عوام امام کو اشارہ سے بات سمجھا سکتی ہے۔

(۳) قبر میں لحد بنانا سنت ہے۔ یہ وہ قبر ہوتی ہے جس کے ایک پہلو کو مزید گہرا کیا ہوتا ہے یعنی بغلی قبر۔

(۴) شہید کو غسل دیے بغیر دفنانا درست ہے ان کو ان کے لگے ہوئے خون سمیت دفن کیا جائے گا۔ خون و زخم صاف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۵) شہید پر نماز جنازہ بھی جائز نہیں ہے۔

(٥٣٦)١٥۔وَأَخْرَجَ أَيْضًا مِنْ حَدِيثِ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ، وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ))۔ اَلْحَدِيثَ۔

(۵۳۶)۱۵۔ بخاری شریف میں، عقبہ بن عامر سے مروی حدیث مذکور ہے ''نبی کریم ﷺ ایک روز باہر تشریف لے گئے شہدائے احد کے پاس آئے اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی پھر واپس آئے، منبر پر براجمان ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''میں تمہارے لیے پہلے جا کر منتظر بنوں گا اور میں تمہارے اوپر گواہ رہوں گا۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۳۴۴، ۳۵۹۶، ۴۰۴۲، ۴۰۸۵، ۶۴۲۶، ۶۵۹۰، مسلم: ۲۲۹۶۔

(٥٣٧)١٦۔وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ: ((صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ))۔ اَلْحَدِيثَ۔

(۵۳۷)۱۶۔ ایک روایت میں ہے کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کی نماز جنازہ آٹھ سال بعد پڑھی جیسا کہ کوئی زندوں اور مردوں کو الوداع کہنے والا ہو۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۰۴۲۔

**فوائد:** (۱) راہِ جہاد میں جو بھی جان دے دیتا ہے اس کو مقتول اور شہید کہنا درست ہے شہیدوں کو فوت شدگان یا مردہ کہنا منع ہے۔ شہید کا لفظ اس پر لاگو ہوتا ہے جو کافروں کے مقابلہ میں یا سچ کی حق طلبی میں جان دے دیتا ہے۔ یہ لفظ زیادہ مشہور اس کے لیے ہے کہ جو توحید و رسالت کی اشاعت کے لیے کافروں سے ٹکر لیتا ہے اور جان دے دیتا ہے۔ مساجد کو کافروں نے منہدم

کر دیا ہو تو ان پر شہید کا لفظ شرفاً استعمال کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی قرآن پاک ہیں ان کو ناپاک روحوں نے پھاڑ دیا یا راکھ کر دیا تو شہید کہہ سکتے ہیں۔ البتہ مساجد کو خود مسلمان تعمیر کی غرض سے یا ریپرنگ کی غرض سے گرائیں یا اکھاڑیں یا قرآن پاک کو جلد کرنے کی غرض سے یا درست کرنے کی وجہ سے اوراق الگ الگ کر دیں تو شہید کا لفظ استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۲) شہید کی نمازِ جنازہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابتدائے نبوت سے لے کر جنگ احد تک اور جنگ احد سے لے کر آٹھ سال بعد تک نبی کریم ﷺ سے کسی شہید کی نمازِ جنازہ ثابت نہیں ہے راجح بات یہی ہے۔ جن روایات میں شہداء احد پر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے وہ بقول امام شافعی غیر صحیح ہیں۔ البتہ یہ بخاری والی روایت جو عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس سے ثابت کیا جاتا ہے کہ نمازِ جنازہ آٹھ سال بعد پڑھی گئی۔ جبکہ اس سے مراد دعا ہے نماز ہے نہ ہی وہ انداز مراد ہے۔ اس حدیث میں تشبیہ موجود ہے جو دلالت کرتی ہے کہ تشبیہ من کل وجوہ مراد نہیں ہوتی اگر وہی نمازِ جنازہ مراد لی جائے جو ہم پڑھتے ہیں تو اس کا یہ مطلب یہ ہوگا کہ وہ قبر پر جا کر شہید کی نماز جنازہ طویل مدت کے بعد پڑھنے کے بھی قائل ہوں یہ ضروری ہے۔ واللہ اعلم یعنی شہید کی فی الفور نہیں بلکہ آٹھ سال کے بعد نماز جائز ہے۔

(۳) ہر نبی اپنی امت پر گواہ ہے ہمارے نبی بھی ہمارے لیے گواہ ہیں روزِ قیامت گواہی دیں گے اور سبھی کے لیے نجات کا سامان کریں گے سوائے کافروں کے۔

(۵۳۸)۱۷۔وَأَخْرَجَ مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ الْغَامِدِيَّةِ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ: ((ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا، وَدُفِنَتْ))۔

(۵۳۸)۱۷۔مسلم میں غامدیہ خاتون کا واقعہ، عبداللہ بن بریدہ کے حوالے سے مذکور ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں "پھر آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور اسے دفن کر دیا گیا۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۹۵۔

**فوائد:** (۱) ہر وہ مرد یا عورت جو شرعی سزا یافتہ ہونے کی صورت میں فوت ہو جائے اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور اس کو دیگر فوت شدگان کی طرح دفن بھی کیا جائے گا۔

(۲) معلوم ہوا کہ اسلام میں مقرر کردہ سزائیں اور حدیں آدمی کو دوبارہ پاک کر دیتی ہیں جس پر حد جاری ہو چکی ہو اس کی نماز جنازہ کے بارے میں کسی قسم کا شک بھی پیدا نہیں ہوتا جو زانی اور نفوسِ کثیرہ کا قاتل بغیر حد لگائے مرتا ہے اس کا نماز جنازہ اتنا شرکت اور شرافت کے قابل نہیں ہوتا۔ ائمہ صلحاء اکثر ایسے جنازوں میں شرکت سے گریز کرتے ہیں۔

(۳) مزہ تو تب ہے کہ کوئی حدودِ اسلام کو اپنے پر خود لگوانے کا مطالبہ کرے اور قاضی سے خود کو پاک کروانے کا مطالبہ مع اصرار کرے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ ان کو حدیں بتائی گئیں، ان پر جبراً لگائی نہیں گئیں۔ لگوانے کا مطالبہ انہوں نے کیا یہی حدود اسلام کا احترام ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ حدودِ اسلام سے عاری اور تنگ نہ تھے جیسا کہ آج ہمارا مزاج ہے۔ اللھم اغفر لنا۔

(٥٣٩)١٨۔وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: ((أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَتَلَ نَفْسَهُ بِمَشَاقِصَ' فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ))۔ وَأَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ(وَاللَّفْظُ لِلْبَيْهَقِيِّ)

(۵۳۹)۱۸۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں ''نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کولایا گیا جس نے نیزے کے ساتھ اپنے آپ کو قتل کر دیا تھا' آپ نے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔'' اور لفظ بیہقی کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۷۸۔

**فوائد:** (۱) خودسوزی کرنا حرام ہے۔

(۲) خودکشی کرنے والے پر نبی کریم علیہ السلام نے نماز جنازہ نہیں پڑھی یعنی یہ ایسا عمل ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول کو نفرت ہے یا ایسے کہیں کہ خودکشی کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقررہ وقت کی لکھت کا انکار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی زندگی جیسی قیمتی نعمت کو وہ اپنی مرضی سے ملیامیٹ کر دیتے ہیں۔

(۳) خودکشی کرنے والا جو کہ مسلمان ہو اس کی نماز جنازہ میں اہل علاقہ کے علماء وائمہ فضلاء شرکت نہ کریں۔ بلکہ عام لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ پڑھالیں۔ یہ بات زیادہ صحیح ہے۔ البتہ بعض تو ایسے آدمی کی نماز جنازہ پڑھنے کے قائل ہی نہیں ہیں۔

(۴) نبی کریم علیہ السلام نے خود نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ دیگر صحابہ نے پڑھی ہے رسول اللہ ﷺ کا نماز نہ پڑھنا ایک قابل غور امر ہے اور وہ یہ ہے کہ توبیخ ڈانٹ اور سبق عبرت کے لیے آپ نے نماز نہ پڑھی۔ امام کو ایسا انداز اختیار کرنا چاہیے تاکہ عوام کو احساس اور ڈر ہو کہ ایسے آدمی کی نماز جنازہ پڑھانے سے تو علماء وفضلاء بھی انکار کرتے ہیں۔

(٥٤٠)١٩۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' قَالَ:((مَاتَ إِنْسَانٌ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُهُ' فَمَاتَ بِاللَّيْلِ فَدَفَنُوْهُ لَيْلًا' لَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوْهُ' فَقَالَ: مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعْلِمُوْنِيْ؟ قَالُوْا: كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا' وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ أَنْ يُشَقَّ عَلَيْكَ فَأَتَى فَصَلَّى عَلَيْهِ))۔ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

(۵۴۰)۱۹۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایک شخص فوت ہوا جس کی تیمارداری رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے' وہ رات کو فوت ہو گیا' صحابہؓ نے اسے رات کو ہی دفن کر دیا' جب صبح ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کو بتایا' آپ نے فرمایا: ''مجھے خبر دینے سے تمہیں کس چیز نے روکا؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی رات کا وقت تھا' رات بھی اندھیری تھی' ہم نے آپ کو بتانا نامناسب سمجھا کہ آپ کو دشواری پیش آئے گی' آپ تشریف لے گئے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ بخاری کے لفظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۴۷' مسلم: ۹۵۴۔

**فوائد:** (۱) رات کے وقت کسی میت کو دفنانا جائز ہے۔

(۲) کوئی فوت ہو جائے تو اسے جلد دفن کیا جائے۔ یہی احسن طریقہ ہے جان بوجھ کر یا کسی کے آنے کی وجہ سے گھنٹوں انتظار

کرنا کوئی موافق سنت عمل نہیں ہے۔

(۳) قبر پر جا کر نماز جنازہ پڑھنا درست ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ میت پر ایک سے زائد بھی نماز جنازہ جائز ہیں۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عوام کو اپنے امام کے آرام و راحت کا خاص خیال رکھنا چاہیے مکروہ اوقات میں امام کو جگانا یا ناجائز اس کے آرام کو نقصان پہنچانا درست نہیں۔

(۵) شاید ایسا پروٹوکول کسی صاحبِ تاجِ سلطنت کو بھی نہ ملا ہو جو مسجد کے ایک خاکروب کو مل گیا۔ کتنے ہی تھے جو اس تمنا پر جی رہے تھے کہ مرے تو ہم پر استغفار و نماز ہمارے محسن نبی علیہ السلام پڑھیں گے لیکن مقدر نے ساتھ نہ دیا واہ رے کتنا اچھا ہے نصیب اس خادم کا جس کی نماز جنازہ کی طلب خود رسول رحمت علیہ السلام نے کی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہر خاص و عام کو بھی اپنی آنکھوں کو تارا سمجھا ہوا تھا کسی ایک کو بھی محروم نہیں کرتے تھے کیونکہ آپ نے خونِ جگر دے کر یہ بوٹے پالے تھے۔

(۶) مسجد کا خادم وغیرہ رکھنا درست ہے اور یہ بھی پتہ چلا کہ مسجد کی صفائی کرنا یا مسجد کی صفائی کرنے والے معمولی فوقیت و افضلیت کے حامل نہیں ہیں۔

(٥٤١) ٢٠۔وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ((إِذَا مِتُّ فَلَا تُؤْذِنُوا بِيْ أَحَدًا، فَإِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يَكُوْنَ نَعْيًا، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((يَنْهٰى عَنِ النَّعْيِ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ، وَصَحَّحَهُ۔

(۵۴۱) ۲۰۔حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں ''جب میں فوت ہو جاؤں تو تم میرے بارے میں کسی کو بھی اطلاع نہ دینا، مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کہیں نعینہ بن جائے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نعیسے منع فرماتے تھے۔ ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد ۵/ ۴۰۶، ترمذی: ۹۸۶، امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ ابن ماجہ: ۱۴۷۶، فتح الباری: ۳/ ۱۴۰۔

**فوائد:** (۱) ہر وہ اعلان میت جو طریقہ جاہلیت سے کیا جائے وہ منع ہے اور وہ یہ ہے کہ سینہ کوبی، نوحہ اور مرنے والے کے اوصاف بیان کرتے کرتے منادی کرنا ورنہ مطلق اطلاع و اعلان سے ممانعت نہیں ہے۔

(۲) فوت ہونے سے قبل اپنے اہل و عیال کو ایسی بات کی وصیت کر سکتا ہے جو کہ فائدہ بخش ہو اپنے لیے بھی اور دین کے لیے بھی۔ بلکہ کوشش کرنی چاہیے کہ موت کے وقت ایسی باتوں کی تلقین کی جائے جن سے اسلامی معاشرہ کا مفاد ہو اور خود کو بھی مرنے کے بعد نفع پہنچے۔

(۳) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے فرمان ''اِذَا مِتُّ'' سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ یقین تھا کہ ہر ایک کو موت آئے گی۔ لہٰذا کوئی ولی یا بزرگ زندہ نہیں ہے سبھی فوت ہو گئے یا شہید ہو گئے۔ اب کوئی حاضر ناظر نہیں ہے۔

(٥٤٢) ٢١۔وَعَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ((أَنَّهُ مَاتَ ابْنٌ

(۵۴۲) ۲۱۔ابن عباس کا غلام کریب، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے کہ اس کا بیٹا، قدید یا عسفان،

لَهُ بِقُدَيْدٍ أَوْ بِعُسْفَانَ، فَقَالَ: يَا كُرَيْبُ، أُنْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهُ مِنَ النَّاسِ۔ قَالَ: فَخَرَجْتُ فَإِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوا لَهُ، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: تَقُولُ هُمْ أَرْبَعُونَ؟ قَالَ [قُلْتُ]: نَعَمْ۔ قَالَ: أَخْرِجُوهُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَا مِنْ (رَجُلٍ) مُسْلِمٍ (يَمُوتُ) فَيَقُومُ عَلٰى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا، لَا يُشْرِكُونَ بِاللّٰهِ شَيْئًا، إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيهِ))۔

میں فوت ہو گیا آپ نے کہا اے کریب، اس کی خاطر جتنے لوگ جمع ہوئے ہیں انہیں دیکھو، کریب کا بیان ہے، میں باہر نکلا جب کہ لوگ اس کی خاطر جمع ہو چکے تھے، میں نے آپ کو بتایا آپ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے وہ لوگ چالیس تک ہوں گے؟ میں نے کہاں ہاں، آپ نے فرمایا اسے لے چلو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں: ''کوئی مسلمان شخص جب فوت ہو جاتا ہے اور اس کے جنازے میں چالیس ایسے افراد شامل ہوتے ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے، اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی سفارش کو قبول کر لیتا ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۴۸۔

**فوائد:** (۱) کسی جنازہ میں چالیس توحید پرست شامل ہو جائیں تو اللہ میت کے متعلق کی گئی ان کی سفارش کو قبول فرما دیتے ہیں یعنی وہ بخش دیا جاتا ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرک کی سفارش نا قابل قبول ہے اور یہ بھی پتہ چلا کہ موحد ایک بھی نہ ہو سبھی مشرک ہی نماز جنازہ میں شریک ہوں تو اس نماز جنازہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اب میت کے عقیدہ و عمل سے وابستگی رکھی جا سکتی ہے کہ اگر وہ نیک تھا تو ناجی اور اگر مشرک ہی تھا تو ''لا تنفع صلٰوة المشركين عليه'' نماز جنازہ پڑھنے والے مشرکوں کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ بھی بات اخذ ہوئی کہ مشرک کی نماز جنازہ بھی مشکوک اور مشرک کا کسی کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا بھی فضول ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اتنا سنگین گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرنا تو بعید ہے اس کی تو سفارش بھی قبول نہیں کرتے۔

(۴) نیک و پارسا لوگوں کا نماز جنازہ میں شرکت کرنا میت کے لیے مغفرت کا باعث ہوتا ہے یہ بھی پتہ چلا کہ جہاں جتنے زیادہ متقی لوگ ہوں گے اللہ تعالیٰ کی رحمت وہاں زیادہ برستی نظر آئے گی۔

(۵) میت کو غسل و کفن دینے کے بعد گھر میں بقدرے رکھا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی دور سے چلے ائمہ کرام وفضلاء کا اس حد تک انتظار کیا جا سکتا ہے کہ تاخیر لازم نہ آئے جبکہ تاخیر مقصود نہ ہو اور اکثر اربابِ تقویٰ اکٹھے ہو جائیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نیکوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ برے و مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی اہمیت کے حامل نہیں ہیں۔

(۵۴۳) ۲۲۔ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمَّا تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي

(۵۴۳) ۲۲۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت سعد بن ابی وقاص

وَقَّاصٍ قَالَتْ: اَدْخِلُوْا بِهِ الْمَسْجِدَ حَتّٰى أُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَأُنْكِرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ: ((وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ، سُهَيْلٍ وَأَخِيْهِ))۔

أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

فوت ہوئے' فرمایا: ''اسے مسجد میں لاؤ تا کہ میں بھی اس کی نماز جنازہ پڑھ سکوں' لوگوں نے اس تجویز پر تعجب کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا: ''بخدا رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دو بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی کا جنازہ مسجد میں پڑھا تھا۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۷۳۔

**فوائد:** (۱) مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا اور پڑھانا دونوں طرح سے جائز اور سنت ہے اور صحیح ہے۔

(۲) نماز جنازہ میں عورت بھی شرک کر سکتی ہے۔

(۳) نبی کریم علیہ السلام سے ثابت ہے کہ انہوں نے سہیل رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی کا نماز جنازہ مسجد میں ہی پڑھا' ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ صحابہ کرام نے مسجد میں بلا کراہت پڑھا' مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے و پڑھانے کی کوئی کراہت ثابت نہیں۔ مصنوعی کراہت بلا جواز کو قرآن وسنت کی صحیح دلیلوں کے مقابلہ میں ذرا بھی ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

(۴) ایک عورت جو کہ عالمہ' عاملہ ہو وہ بھی فتویٰ دے سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فتاویٰ دیا کرتی تھیں۔

(۵) ایک سے زائد میتوں کو سامنے رکھ کر امام ان پر ایک ہی نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے۔

(٥٤٤)٢٣۔وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى اِمْرَأَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسْطَهَا))۔

(۵۴۴)۲۳۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''رسول اللہ ﷺ نے ایک حالت نفاس میں فوت شدہ عورت کی نماز جنازہ پڑھائی' آپ اس پر اس کے درمیان کھڑے ہوئے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۳۳۲' مسلم: ۹۶۴۔

**فوائد:** (۱) عورت کی نماز جنازہ مرد امام ہی پڑھائے گا اور اس کے درمیان کھڑا ہوگا۔ جبکہ مرد میت ہو تو اس کے سر کے برابر کھڑا ہوگا۔

(۲) غیر محرم امام عورت کی نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے۔

(۳) وضع حمل سے لے کر چالیس دن تک کی مدت کو نفاس کہا جاتا ہے۔ اس دوران عورت نماز وغیرہ کا اہتمام نہیں کرے گی چالیس دن کے بعد غسل کر لینے کے بعد نماز و روزہ رکھ سکتی ہے۔ نا تمام عدت میں غسل کر کے عورت پاک نہیں ہو سکتی۔ عدت نفاس مکمل ہونے سے قبل عورت فوت ہو جائے تو اس کو غسل دے کر کفن دینے کے بعد اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

(٥٤٥)٢٤۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ

(۵۴۵)۲۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''رسول

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى، فَصَفَّ بِهِمْ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ))۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمَا، وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ۔

اللہ ﷺ نے نجاشی کے فوت ہونے کی اس دن خبر دی جس دن وہ فوت ہوا' آپ لوگوں کو لے کر نمازگاہ کی طرف نکلے ان کی صفیں بنائیں اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔'' متفق علیہ اور لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۴۵، ۱۳۱۸، ۱۳۳۳، ۳۸۸۱، مسلم: ۹۵۱۔

**فوائد:** (۱) نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنی درست ہیں۔

(۲) کسی کی موت کی اطلاع دینا درست ہے۔

(۳) حبش کے بادشاہ کا نام اصحمہ تھا جو کہ مسلمان ہو گیا تھا۔ نجاشی اس کا لقب تھا۔ حبش کا جو بھی بادشاہ بنتا تھا' اس کو نجاشی کہتے تھے۔ اصحمہ کی نماز جنازہ نبی کریم علیہ السلام نے پڑھائی تھی۔ یہ وہ بادشاہ ہے جس نے تحریر مصطفیٰ ﷺ کو بوسہ دیا تھا۔

(۴) اس حدیث سے غائبانہ نماز جنازہ کا ثبوت مل رہا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ اس لیے پڑھی تھی کہ وہاں کوئی نماز پڑھنے والا نہ تھا۔ یہ کہیں سے ثابت نہیں ہے کہ حبشہ میں اس کی کسی نے نماز جنازہ نہ پڑھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا اس حدیث کو اپنی صحیح میں ذکر کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز و درست ہے بلا کراہت۔

(۵) جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ نجاشی والی نماز جنازہ غائبانہ نہ تھی بلکہ وہ تو نبی کریم علیہ السلام کے سامنے تھا۔ یہ بلا دلیل بات ہے اگر میت کے سامنے ہونے کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے یہ ثابت تو نہیں ہوتا کہ صحابہ کے سامنے بھی تھی کوئی ایک صحابی نہیں ہے جس نے بیان کیا ہو کہ میں نے نجاشی کی چارپائی یا جسم و شکل کو دیکھا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو غائب پر ہی نماز پڑھی ہے۔ یہ مسلک محقق علماء و اہلحدیث حضرات کا ہے۔ جس کو ''اقرب المسالك الى الكتاب والسنة'' کا حقیقی مصداق کہا جاتا ہے۔

(٥٤٦) ٢٥۔ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلَى، قَالَ: كَانَ زَيْدٌ يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا، ثُمَّ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةٍ خَمْسًا، فَسَأَلْتُهُ؟ فَقَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكَبِّرُهَا))۔

(أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ)۔

(۵۴۶) ۲۵۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ زید ہمارے جنازوں میں چار تکبیریں کہا کرتے تھے پھر ایک جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں' میں نے آپ سے پوچھا؟ تو فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ اتنی تکبیریں بھی کہا کرتے تھے۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۵۷۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ چار تکبیرات سے زائد بھی تکبیریں نماز جنازہ میں کہی جا سکتی ہیں۔ یعنی کم از کم چار تکبیریں تو ضرور ہونی چاہئیں ان سے زائد پانچ' چھ' سات بھی ہو سکتی ہیں۔

(۲) زیادہ تکبیریں میت کے زیادہ شرف پر دلالت کرتی ہیں تاکہ میت کے لیے جی بھر کر' دل کھول کر دعائیں مانگی جا سکیں۔

(۳) چار سے زائد تکبیرات کی صورت میں چوتھی تکبیر میں بھی دعا' پانچویں میں بھی دعا' چھٹی میں بھی دعا' ساتویں میں بھی دعا

مانگی جائے گی۔

(۴) میت کے لیے الوداعی نماز اور دعا کو خوب لمبا کر کے پڑھنا چاہیے تا کہ میت بھائیوں کی استغفار سے بھرپور مستفید ہو سکے۔ آج کل ہمارا معمول اس کے برعکس ہے۔ یعنی میت کے لیے بندے اکٹھے کرتے وقت دو' تین گھنٹے تو لگ سکتے ہیں لیکن میت پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے صرف تین یا چار منٹ ہی لگتے ہیں یہ مشاہدے کی بات ہے۔

(٥٤٧)٢٦۔وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ' قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ [عَبْدِاللّٰهِ] بْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَبِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ' قَالَ: لِتَعْلَمُوْا أَنَّهَا[مِنَ] السُّنَّةِ۔أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۵۴۷)۲۶۔طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے روایت ہے کہتے ہیں ''میں نے عبداللہ بن عباس کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا تا کہ تم جان لو یہ سنت ہے۔'' بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۳۳۵۔

**فوائد:** (۱) نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ کی قرأت کرنا یہ نماز جنازہ کے فرائض میں سے ہے نماز جنازہ میں بلند آواز سے قرأت بھی کی جاسکتی ہے اور مخفی انداز سے بھی قرأت کرنا صحیح ہے دونوں طریقوں کے فوائد ہیں۔

(۲) نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ یہ مسلمان کا مسلمان پر ایک حق ہے۔ کوئی بھی شریک نہ ہو تو سبھی گناہگار ہیں نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہوگا کہ جنازہ کو امام کے آگے قبلہ رخ رکھا جائے گا سبھی امام سمیت قبلہ رخ کھڑے ہوں گے امام کے پیچھے عوام صفیں بنائیں گے نماز جنازہ کی ہر ایک انفرادی نیت کرے گا اور صف سیدھی کرے گا۔ امام مرد میت کے سر کے برابر اور عورت میت کے درمیان کھڑی ہو کر اسی طرح ہی ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے گی جیسا کہ دیگر نمازوں کے وقت ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔ پہلی تکبیر کے بعد تعوذ' فاتحہ اور قرأت کرے گا مقتدی بھی سورۃ فاتحہ کی قرأت کریں گے۔ امام دوسری تکبیر کے لیے ہاتھ اٹھائے گا اور بعد میں درود و سلام نبی کریم علیہ السلام پر بھیجے گا۔ پھر تیسری تکبیر کے لیے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھائے گا اور پھر میت کے حق میں دعا مانگے گا پھر چوتھی تکبیر کہے گا اور ساتھ ہی سلام پھیر دے گا۔ امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کو نماز جنازہ کا طریقہ بتائے۔ کسی کا نماز جنازہ رہ جائے تو وہ پڑھ سکتا ہے اگر نہ بھی پڑھے تو اس پر قضا نہ ہوگی ایسے ہی وہ آدمی جس نے آخری تکبیر پائی تو وہی اس کے لیے کفایت کر جائے گی امام کے ساتھ سلام کہہ دے گا بعد میں رہی تکبیرات کو نہ بھی پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(٥٤٨)٢٧۔وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ [وَهُوَ] يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ' اغْفِرْلَهُ' وَارْحَمْهُ' وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ' وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ' وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ' وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ' وَنَقِّهِ

(۵۴۸)۲۷۔عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی میں نے آپ ﷺ کی دعا کو زبانی یاد کر لیا اور وہ یہ تھی ''الٰہی! اسے بخش دے' اس پر رحم فرما' اسے معاف کر دے' اس سے درگذر فرما' اس کی مہمان نوازی اچھی کرنا' اس کی رہائش گاہ کو وسیع

مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ، وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ [قَالَ]: حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ أَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتُ))۔
أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

کر دینا، اسے پانی، برف اور اولوں سے غسل دینا، اس کی خطائیں اس طرح صاف شفاف کر دینا جس طرح کپڑے کو میل کچیل سے صاف شفاف کر دیا جاتا ہے، اس کو دنیا کے گھر سے بہتر گھر عطا کرنا، اس کو دنیا کے خاندان سے بہتر خاندان عطا کرنا، اس کو دنیا کی بیوی سے بہتر بیوی عطا کرنا، اسے جنت میں داخل کر دینا اور اسے قبر اور جہنم کے عذاب سے بچا لینا۔" راوی کہتے ہیں کہ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ یہ میت میں ہوتا۔ مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۶۳۔

(۵۴۹) ۲۸۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى مَيِّتٍ، قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، [وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا] اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ (مِنَّا) فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ (مِنَّا) فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ))۔
أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ۔

(۵۴۹) ۲۸۔عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے سنا آپ فرماتے ہیں: "الٰہی! ہمارے زندوں اور مردوں، ہمارے حاضر و غائب کو، ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کو، مردوں اور عورتوں کو بخش دے، الٰہی! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھنا ہو اسے اسلام پر زندہ رکھنا، اور جسے فوت کرنا ہو اسے ایمان پر فوت کرنا۔" بیہقی

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۵/ ۲۹۹، بیہقی: ۴/ ۴۱، مسند امام احمد عن ابی ہریرۃ: ۲/ ۳۶۸، ابو داؤد: ۳۲۰۱، ترمذی: ۱۰۲۴، ابن حبان: ۷۵۷، مستدرک حاکم: ۱/ ۳۵۸۔

**فوائد:** (۱) نماز جنازہ کی تیسری، چوتھی، پانچویں وغیرہ تکبیر میں میت پر اس کے بارے میں دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔
(۲) میت کے حق میں بڑے خلوص سے دعا مانگنی چاہیے۔
(۳) نماز جنازہ میں مسنون دعائیں پڑھنی چاہئیں اور ان کو یاد کرنا و کروانا بھی چاہیے۔
(۴) کیونکہ میت کا تعلق دنیا سے منقطع ہو چکا ہوتا ہے اس لیے نماز جنازہ میں صرف اس کی عاقبت کی سہولت و بہتری کی ہی دعا مانگنی چاہیے۔ اس کے لیے اب اس کی دنیا کی بہتری کا سوال نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ یہ ہے کہ دنیا میں جو اس نے کیا اس کے سفید و سیاہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کی جا سکتی ہے۔ اپیلیں بھی کی جا سکتی ہیں۔ ایسے ہی مردے کے بارے میں دعا کرنی چاہیے نہ کہ اس سے یا اس کے آگے اپنے مطالبے رکھنے چاہئیں کہ وہ کچھ دے اور یہ بھی شرط ہے کہ مردہ کے لیے جائز دعا مانگی

جائے۔ ناجائز کرنا منع ہے اور وہ پوری بھی نہ ہوگی جیسا کہ فوت شدہ کے لیے یہ کہا جائے ''اے اللہ! اس کو دنیا پر دوبارہ بھیج دے'' وغیرہ تو ایسی دعائیں ناقابل قبول ہوں گی۔ ہاں یہ ہے کہ میت کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی مغفرت' دیگر فوت شدگان کی مغفرت اور تمام مسلمانانِ اسلام کے لیے بہتری کی دعا اللہ تعالیٰ سے کرنا جائز ہے۔

(۵) ان مذکورہ بالا احادیث میں جو دعائیں مذکور ہیں وہ مسنون ہیں اور جامع مانع ہیں جو کہ اکثر نماز جنازہ میں پڑھی جاتی ہیں۔ ایک دعا مشترکہ ہے اموات و احیا کے لیے جبکہ دوسری دعا صرف میت کے بارہ میں ہی ہے۔

(۶) صدق التجا و خلوص دعا کو سن' دیکھ کر یہ خواہش کرنا کہ اس میت کی جگہ میں ہوتا یعنی ایسی تمنا کی جا سکتی ہے۔ زندگی سے عاجز آ جانے یا آفت کے آ پڑنے کی وجہ سے خواہش کرنا کہ کاش یہ میت میں ہوتا یہ ناجائز ہے۔

## فَصْلٌ فِيْ حَمْلِ الْجَنَازَةِ وَالدَّفْنِ

## جنازہ اٹھانے اور دفن کرنے کا بیان

(۵۵۰)۲۹۔عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ، فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا عَلَيْهِ، وَإِنْ تَكُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ))۔
لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۵۵۰)۲۹۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنازہ اٹھانے میں جلدی کرو اگر میت نیک ہو تو اس کے حق میں بہتر ہے کہ تم اسے جلدی سپرد خدا کرو' اگر اس کے علاوہ ہے تو ایک شر کو جلدی اپنی گردنوں سے اتار دو گے۔'' متفق علیہ' اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۳۱۵' مسلم: ۹۴۴۔

**فوائد:** (۱) جنازہ جلدی اٹھائے جانا یہ سنت ہے۔

(۲) جنازہ نیک آدمی کا بھی ہوتا ہے اور برے انسان کا بھی ہوتا ہے۔

(۳) نیک آدمی کا جنازہ خیر ہوتا ہے جبکہ برے آدمی کا جنازہ شر ہوتا ہے خیر کا یہ حق ہوتا ہے کہ اس کی ہر طرح سے عزت کی جائے جبکہ شر کا یہ حق ہے کہ اس کو اپنے سے جلد از جلد دور کیا جائے۔

(۴) کندھوں وغیرہ پر اٹھا کر میت کو لے جانا درست ہے۔ مقام دفن کے فاصلے کے پیش نظر جنازہ گاڑی پر بھی رکھ کر لے جایا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی لوگ پیادہ و سواری پر بھی جا سکتے ہیں۔

(۵۵۱)۳۰۔وَعَنْهُ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا فَلَهَا قِيْرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ فَلَهُ قِيْرَاطَانِ

(۵۵۱)۳۰۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو جنازے میں حاضر ہو یہاں تک کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی' اس کے لیے ایک

قِيلَ [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ] وَمَا الْقِيرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

قیراط ثواب ہوگا اور جو جنازے میں حاضر رہا یہاں تک کہ میت کو دفن کر دیا گیا' اسے دو قیراط ثواب ملے گا' دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ دو قیراط کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: دو بڑے پہاڑوں کی مانند۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۳۲۵' مسلم: ۹۴۵۔

**فوائد:** (۱) کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں حاضر ہونا یہ ثواب کا کام ہے۔

(۲) جنازہ کے کئی امور ہیں (۱) ایک غسل دینا جو کہ جسم کی طہارت کے لیے ضروری ہے یہ مومن دراصل پاک ہوتا ہے نجس نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد جو غسل دیا جاتا ہے یہ اس بات پر دال نہیں ہے کہ وہ حقیقی نجاست سے لبریز ہے بلکہ اس سے صرف جسم کی ظاہر صفائی ستھرائی مراد ہوتی ہے۔ (۲) کفن دینا جو کہ ستر پوشی اور ڈھانپنے کا نام ہے۔ یہ لباس زندگی میں بھی آدمی کے لیے باحیا ہونے کی علامت ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی حیاء و احترام انسانیت کا یہ تقاضا ہے کہ اس کو درست طریقے سے ڈھانپ کر دفن کیا جائے لوگوں کا ان دو مواقع پر حاضر ہونا اور اپنے مسلمان مردے کا معاون بننا یہ کار ثواب ہے لیکن میت پر نماز پڑھنا اور اس کو دفنانا اس کے ثواب کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ نماز پڑھنے کا ثواب ایک قیراط ہے جو کہ حجم و ضخامت کے لحاظ سے احد پہاڑ جتنا ہوتا ہے اور دفن کرنے کا ثواب بھی اتنا ہی ہے۔ یعنی جو نماز جنازہ پڑھتا ہے اور دفن بھی کرتا ہے اس کو دو قیراط ثواب ملے گا۔

(۳) یہ ضروری نہیں ہے کہ جو نماز و دفن دونوں موقعوں میں حاضر ہوگا اس کو ہی ثواب ملے گا یہ دونوں مواقع ثواب کے اعتبار سے لازم و ملزوم نہیں ہیں یعنی ایک میں شرکت کرنا دوسرے موقع میں شرکت کرنے کو لازم قرار نہیں دیتا بلکہ کسی نے نماز جنازہ پڑھی تو ایک قیراط ثواب مل جائے گا خواہ وہ دفن میں شریک ہو یا نہ ہو۔ ایسے ہی وہ آدمی جو نماز سے رہ گیا اور دفن کرنے کے موقع پر حاضر ہو گیا اس کو ایک قیراط ثواب مل جائے گا۔

(۴) یہ بھی معلوم ہوا کہ ثواب کا وزن' حجم اور ضخامت بھی ہوتی ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ ہر وزن و حجم کے درمیان کمی اور زیادتی کا بھی فرق ہوتا ہے ایسے ہی عمل کے بڑے و چھوٹے ہونے کے اعتبار سے اس کے ثواب میں بھی فرق ہوتا ہے جب ثواب میں فرق ہوتا ہے تو ظاہر ہے ایمان میں بھی فرق لازم آتا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ایمان بڑھتا اور کم ہوتا ہے جامد ایمان قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(۵) کسی مسلمان پر نماز جنازہ پڑھنا اور اس کو دفن کرنا یہ کوئی معمولی عمل نہیں ہے۔ نماز جنازہ میں شرکت اس بڑے ثواب کے حصول کے لیے کرنی چاہیے نہ کہ شہرت' ناموری' دکھلاوے اور خاندانی ناک رکھنے کے لیے کرنی چاہیے۔ اس نیت سے نمازِ جنازہ میں شامل ہونا کہ کل کوئی میری نماز جنازہ بھی پڑھے گا تو یہ بھی ایک خیر خواہی ہے جو کہ ''کر بھلا ہو بھلا'' کا اصلی آئینہ ہے۔

(۵۵۲)۳۱۔وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِفَرَسٍ مَعْرُوْرِيٍّ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ[فَرَكِبَهُ] وَنَحْنُ نَمْشِيْ حَوْلَهُ)) أَخْرَجُوْهُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ. (وَابْنُ مَاجَةَ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ)۔

(۵۵۲)۳۱۔جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک معروری گھوڑی لائی گئی جب آپ ابن دحداح کے جنازے سے واپس ہوئے آپ اس پر سوار ہوئے ہم اس کے اردگرد پیدل چلنے لگے۔'' سبھی نے اس کو نکالا ہے بخاری کے علاوہ' اور ابن ماجہ نے لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۶۵۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر شامل نہیں ہونا چاہیے۔ سواری ایک طرف کھڑی کر دی جائے نماز جنازہ سے فارغ ہو جانے کے بعد استعمال میں لائی جائے۔

(۲) یہ بھی ثابت ہوا کہ امام سواری پر بیٹھ کر اور مقتدی وعوام کے اردگرد چل کر سفر کر سکتے ہیں۔

(۳) کسی کو اس کے نام کی بجائے ''ابن الفلاں'' کہہ کر پکارا جا سکتا ہے۔

(۵۵۳)۳۲۔وَرَوَى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ سَالِمٍ[بْنِ عَبْدِاللّٰهِ]' عَنْ أَبِيْهِ' قَالَ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْشُوْنَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ))۔ أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ' وَاللَّفْظُ لِلتِّرْمِذِيِّ۔ وَقِيْلَ: رَوَاهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الْحُفَّاظِ عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنِ النَّبِيِّ ﷺ' وَالْمُرْسَلُ أَصَحُّ۔

(۵۵۳)۳۲۔سفیان بن عیینہ نے زہری سے' اس نے سالم بن عبداللہ سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کیا کہتے ہیں ''میں نے نبی کریم ﷺ' ابوبکرؓ اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ جنازے کے آگے چلتے تھے۔'' اس کو اصحاب اربعہ نے نکالا ہے اور لفظ ترمذی کے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس کو ایک حفاظ کرام کی جماعت نے زہری کے طریق سے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے اور مرسل زیادہ صحیح ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۸' ابوداؤد: ۳۱۷۹' ترمذی: ۱۰۰۷۔۱۰۰۸' نسائی: ۴/ ۵۶' ابن ماجه: ۱۴۸۲' ابن حبان: ۷۶۶' بیهقی: ۴/ ۲۳' ۲۴' المعرفة: ۲/ ۱۴۸۔

**فوائد:** (۱) اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیے یا آگے۔ بعض کسی طریقہ کے قائل ہیں اور بعض کسی کے۔ صحیح یہی ہے کہ حالات کے تقاضا کے مطابق جنازہ کے آگے' پیچھے اور دائیں' بائیں چلا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ باتیں استحباب پر دلالت کرتی ہیں نہ کہ وجوب پر کہ جس کے مخالف چلنے پر گناہ لازم آتا ہو۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگے چلتے تھے۔

(٥٥٤)٣٣۔وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا، فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى تُوْضَعَ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۵۵۴)۳۳۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم جنازہ دیکھوتو کھڑے ہو جایا کرو' جو جنازے کے ساتھ چلا تو وہ نہ بیٹھے یہاں تک کہ جنازے کورکھ دیا جائے۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۳۱۰، مسلم: ۹۵۹۔

(٥٥٥)٣٤۔وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ ثُمَّ قَعَدَ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۵۵۵)۳۴۔علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۶۲۔

(٥٥٦)٣٥۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((رَأَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فَقُمْنَا، وَقَعَدَ فَقَعَدْنَا)) يَعْنِيْ فِي الْجَنَازَةِ۔

(۵۵۶)۳۵۔ ایک روایت میں ہے''ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کھڑے ہوئے ہم بھی کھڑے ہو گئے' آپ بیٹھے تو ہم بھی بیٹھ گئے' یعنی جنازہ میں۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۹۶۲۔

**فوائد:** (۱) جنازہ کے اٹھائے جانے کے بعد بیٹھنے کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔

(۲) ''حتی تُوضَع'' کا مطلب ہے کہ کندھوں پہ اٹھائے جانے سے لے کر زمین پر رکھے جانے تک اور یہ بھی مفہوم ہے کہ قبر میں رکھ لینے تک۔

(۳) بوقت ضرورت دوران حمل جنازہ بٹھایا بھی جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں نبی کریم علیہ السلام کا جنازہ کو دیکھ لینے کے بعد اس کے رکھے جانے تک بیٹھنے کا جو حکم ہے استحبابی ہے وجوبی نہیں ہے۔

(۴) جیسے اصحاب رسول اللہ ﷺ اپنے پیشوا کے ہر ہر فعل کو دیکھنے کے بعد اسی طرح کرتے تھے ویسے ہی ہمیں بھی احادیث رسول ﷺ پڑھ یا سن لینے کے بعد ان پر فوراً عمل کرنا چاہیے۔

(۵) جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہو جانا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ موقع غم و اندوہ اور اضطرابی کا ہوتا ہے جس سے موت کا عمل تازہ بتازہ دکھائی دیتا ہے اور یہ بھی ہے کہ فرشتوں کی شمولیت بھی ہوتی ہے لہٰذا احترام کے پیش نظر کھڑا ہونا چاہیے۔

(٥٥٧)٣٦۔وَعَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: أَوْصَى الْحَارِثُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ رِجْلِ الْقَبْرِ، وَقَالَ: هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ۔

(۵۵۷)۳۶۔ابواسحاق سے روایت ہے' کہتے ہیں حارث نے وصیت کی کہ اس کی نماز جنازہ عبداللہ بن یزید پڑھائے اس نے نماز جنازہ پڑھائی پھر اسے قبر میں اتارا قبر کے پاؤں کی جانب سے اور فرمایا' یہ سنت طریقہ ہے۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ: هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ) وَقَدْ قَالَ: هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ۔ فَصَارَ كَالْمُسْنَدِ۔

اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہے اور کہا ہے کہ یہ سنت کی حیثیت رکھتی ہے گویا کہ یہ مسند ہے۔

**تحقیق وتخریج:** ابو داؤد: ۳۲۱۱' بیہقی: ۴/ ۵۴' امام بیہقی کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

**فوائد:** (۱) کسی عالم کو مرنے سے پہلے یہ وصیت کرنا یا کسی کا کسی عالم کے بارے فوت ہونے سے قبل یہ کہہ دینا کہ میری نماز جنازہ وہ پڑھائے تو یہ وصیت جائز ہے اور اس پر عمل کیا جائے گا شرط یہ ہے کہ جس کے بارے وصیت کی گئی ہو وہ کافر یا مشرک نہ ہو۔

(۲) جسے وصیت کی گئی ہو یا جس کے بارے وصیت کی گئی ہو اس کو چاہیے کہ وہ فوت شدہ کی وصیت پر عمل کرے اور ذمہ دار ہونے کا ثبوت دے۔

(۳) مردے کو قبر میں داخل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کو پاؤں کی طرف سے داخل کیا جائے پھر اس کا سر والا حصہ قبر میں رکھا جائے یعنی یہ سنت طریقہ ہے۔

(۵۵۸)۳۷۔وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ قَالَ: ((بِسْمِ اللّٰهِ، وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ))۔ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ وَالْحَدِيثُ يَتَفَرَّدُ بِهِ هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَهُوَ ثِقَةٌ، إِلَّا أَنَّ شُعْبَةَ وَهِشَامًا الدَّسْتَوَائِيَّ رَوَيَاهُ عَنْ قَتَادَةَ مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ عُمَرَ، قُلْتُ: هُمَا أَحْفَظُ مِنْ هَمَّامٍ، وَالشَّيْخَانُ قَدِ احْتَجَّا

(۵۵۸)۳۷۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ''نبی کریم ﷺ جب میت کو اس کی قبر میں اتارتے تو یہ کلمات کہتے ''بِسْمِ اللّٰهِ، وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ'' ابوداؤد نے اسے روایت کیا بیہقی کہتے ہیں کہ ہمام بن یحییٰ اس سند کے ساتھ منفرد ہیں اور وہ ثقہ راوی ہیں' البتہ شعبہ اور ہشام دستوائی نے اسے قتادہ سے عبداللہ بن عمر سے موقوف روایت کیا ہے' میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں راوی ہمام سے زیادہ بڑھ کر حافظے والے ہیں' شیخین نے اس روایت سے حجت پکڑی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۲۷' ابو داؤد: ۳۲۱۳' بیہقی: ۴/ ۵۵۔

**فوائد:** (۱) میت کو قبر میں رکھتے ہوئے دعائے مذکورہ پڑھنی چاہیے۔

(۲) اسلام نے ہر موقع پر دعا مقرر کی ہے۔ اسلام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان ہر موقع پر اپنے خالق کو غیر محسوس انداز سے یاد کرے۔

(۳) مذکورہ بالا احادیث جو کہ میت کے احوال کے متعلق گزری ہیں ان میں غسل سے لے کر قبر میں رکھنے تک کوئی ایسی حدیث نہیں گزری کہ جس میں یہ ذکر ہو کہ میت کو اٹھاتے وقت یا رکھتے وقت یا پیچھے پیچھے' آگے' آگے چلتے وقت' آوازیں بلند کرنا' بار بار

کلمہ شہادت' کلمہ شہادت کی صدائیں بلند کرنا اور انداز سے نعرہ بازی وغیرہ کرنا جائز ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مروجہ طریقہ جو کہ ہم کلمہ شہادت بلند آواز سے کہتے ہیں یا اور کلمات بولتے ہیں یہ سبھی مکروہات ہیں ان سے بچنا چاہیے۔

(٥٥٩)٣٨۔وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ' (أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ)' قَالَ: فِي مَرَضِهِ الَّذِي هَلَكَ فِيهِ: أَلْحِدُوا لِي لَحْدًا' وَانْصِبُوا عَلَيَّ اللَّبِنَ(نَصْبًا)' كَمَا صُنِعَ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(٥٥٩)٣٨۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص نے اپنی اس بیماری میں کہا جس میں اس نے وفات پائی ''میرے لیے لحد تیار کرنا اور مجھ پر کچی اینٹیں آویزاں کرنا' جس طرح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا گیا تھا۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ٩٦٦۔

**فوائد:** (ا) ایسی بات کہ جس کے ہونے کا خدشہ یا امکان ہو یا گمان ہو کہ یہ ذہن میں آ سکتی ہے تو اپنے اہل وعیال کو اس سے بچنے کی وصیت کرنا جائز ہے بلکہ ایسی وصیت کرنی چاہیے تاکہ بعد میں خطرہ پیدا نہ ہو۔

(٢) اسلام میں کچی قبر جائز ہے پکی قبر کی اجازت نہیں مراد یہ ہے کہ قبر کے نیچے سے لے کر قبر کی کوہان تک کچی اینٹیں وگارہ استعمال کرنا چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام کی قبر ساری کی ساری کچی بنائی گئی اور یہی ہمارے لیے نمونہ ہے البتہ جگہ کے پیش نظر یا حالات کے پیش نظر چند پکی اینٹیں وغیرہ استعمال کی جاسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر مٹی شور زدہ ہے یا سیم زدہ ہے تو اس صورت میں مجبوری ہوسکتی ہے۔

(٣) کچی اینٹیں قبر پر لگانا یا رکھنا جائز ہے۔

(٤) رسول مکرم علیہ السلام کی قبر ہے اس پر سبھی کا اتفاق ہے۔ اب یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ قبر فوت شدہ کی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ نبی کریم علیہ السلام ہر جگہ حاضر ہیں' زندہ ہیں وغیرہ یہ بہت بڑا بہتان ہے اور یہ اللہ کی تقدیر کا انکار ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ وہ سبھی کو فوت کرتا ہے اور کرے گا لیکن ہم اس بات پر مصر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ نبی کو فوت نہیں کرسکتا۔

(٥٦٠)٣٩۔وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ[وَ] قَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ: كَانُوا يَعْقِرُونَ عَلَى الْقَبْرِ بَقَرَةً' أَوْشِيَاةً

(٥٦٠)٣٩۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قبروں پر ذبح کرنا اسلام میں نہیں ہے۔'' ابوداؤد نے اسے روایت کیا عبدالرزاق کہتے ہیں' وہ لوگ پہلے قبروں پر گائے اور بکریاں وغیرہ ذبح کیا کرتے تھے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ رواہ الامام احمد بن حنبل: ٣/ ١٩٧' ابو داؤد: ٣٢٢٢' ابن حبان: ٧٣٨۔

**فوائد:** (ا) زمانہ جاہلیت کا یہ ایک رواج تھا کہ وہ متوفی کی قبر پر گائے' بکری وغیرہ ذبح کرتے تھے لیکن ایسا کرنا اسلام میں جائز نہیں ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قبروں پر ذبح حرام ہے۔ اور وہ ذبح تو بالاولیٰ حرام ہے جو کہ قبروں پر غیر اللہ کے نام پر ہوتا ہے۔ "لا عقر، "لا" یہ نفی جنس کا ہے جس سے ہر طرح کا ذبح مراد ہے۔

(٥٦١) ٤٠۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۵۶۱) ۴۰۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''میت کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی مانند ہے۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۶/ ۵۸، ۱۰۵، ۱۶۸، ۱۶۹، ابو داؤد: ۳۲۰۷، ابن ماجہ: ۱۶۱۶۔

**فوائد:** (۱) میت کو تکلیف دینا جائز نہیں ہے، اس کے کسی عضو کو کاٹنے یا اس کی ہڈی وغیرہ کو توڑنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۲) میت کی ہڈی وغیرہ توڑنا اس طرح ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا ہے یعنی مردوں کی بے حرمتی کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ میت کے بارے میں تحقیق کرتے وقت اس کے کسی عضو یا ہڈی کو توڑا نہیں جا سکتا۔

(۳) انسان زندہ ہو یا مردہ ہو وہ ہر حال میں قابل صد احترام کا حامل ہوتا ہے۔

(۴) یہ بھی ثابت ہوا کہ وجود اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس کو اعضاء کاملہ کے ساتھ ہی اللہ کے سپرد کرنا چاہیے۔

(٥٦٢) ٤١۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِي حَتَّى أَخْرَجْتُهُ، فَجَعَلْتُهُ (فِي قَبْرٍ) عَلَى حِدَةٍ۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۵۶۲) ۴۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں ''میرے ابا جان کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا یہ صورت میرے دل کو اچھی نہ لگی میں نے اسے نکالا اور اسے علیحدہ قبر میں دفن کر دیا۔'' بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۳۵۱، ۱۳۵۲۔

**فوائد:** (۱) ایک قبر میں دو آدمی بھی دفن کیے جا سکتے ہیں۔ حالات کے پیش نظر زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔

(۲) میت کو دفن کرنے کے بعد کسی عارضے کی وجہ سے اس کو نکال کر دوسری قبر میں منتقل کیا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) جو لفظ ''علیحدہ'' ہے ہم آج کل اردو میں استعمال کرتے ہیں یہ دراصل عربی کا ہے اور یہ دو کلموں سے مرکب "علی حدة" جس کا معنی ہے حد پر یعنی الگ تھلگ، اپنی بنیادوں پر۔

(۴) اپنے عزیز و اقرباء کی قبروں کا خیال رکھنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا درست ہے۔

(٥٦٣) ٤٢۔ وَعَنِ الْقَاسِمِ۔ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ۔ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ: يَا أُمَّهْ! اكْشِفِي لِي عَنْ قَبْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَصَاحِبَيْهِ، فَكَشَفَتْ لِي عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُورٍ، لَا مُشْرِفَةٍ وَلَا لَاطِئَةٍ، مَبْطُوحَةٍ بِبَطْحَاءِ

(۵۶۳) ۴۲۔ قاسم بن محمد سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی امی جان! میرے لیے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی قبروں سے پردہ ہٹا دیں، آپ نے

الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ۔

أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ، ثُمَّ الْحَاكِمُ فِي ((الْمُسْتَدْرَكِ)) بِزِيَادَةٍ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مُقَدَّمًا، وَأَبَا بَكْرٍ رَأْسُهُ بَيْنَ كَتِفَيِ النَّبِيِّ ﷺ، وَعُمَرَ رَأْسُهُ عِنْدَ رِجْلَيِ النَّبِيِّ ﷺ

وَقَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

تینوں قبروں سے میرے لیے پردہ ہٹا دیا' وہ نہ بہت زیادہ اونچی تھیں اور نہ ہی زیادہ پست ان پر سرخ رنگ کے چھوٹے چھوٹے کنکر تھے' ابوداؤد نے اسے روایت کیا' پھر حاکم نے مستدرک حاکم میں ذکر کیا' میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ آگے ہیں' حضرت ابوبکر کا سر نبی کریم ﷺ کے کندھوں کے برابر ہے اور حضرت عمرؓ کا سر نبی کریم ﷺ کے پاؤں کے برابر ہے۔'' اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح سند والی ہے شیخین نے اس کو نہیں نکالا۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابوداؤد: ۳۲۲۰' بیهقی: ۴/ ۳' مستدرك حاكم: ۱/ ۳۶۹۔۳۷۰۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے لیکن اس کی سند میں عمرو بن عثمان بن ہانی مذکور ہیں جن کے حالات پوشیدہ ہیں جیسا کہ ''التقریب'' میں مذکور ہے۔

(٥٦٤)٤٣۔وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ))۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ، ثُمَّ الْحَاكِمُ فِي ((الْمُسْتَدْرَكِ)) بِزِيَادَةٍ/((نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُبْنٰى عَلَى الْقُبُورِ، أَوْ تُجَصَّصَ، أَوْ يُقْعَدَ، وَنَهٰى أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ))۔

ثُمَّ قَالَ: هٰذِهِ الْأَسَانِيدُ صَحِيحَةٌ، وَلَيْسَ الْعَمَلُ عَلَيْهِ، فَإِنَّ أَئِمَّةَ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ مَكْتُوبٌ عَلٰى قُبُورِهِمْ، وَهُوَ عَمَلٌ أَخَذَهُ الْخَلَفُ عَنِ السَّلَفِ۔

(۵۶۴)۴۳۔ جابر ؓ سے روایت ہے' کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا: ''قبر کو پختہ بنایا جائے یا اس پر بیٹھا جائے یا اس پر عمارت بنائی جائے۔'' مسلم نے اسے روایت کیا پھر حاکم نے مستدرک حاکم میں قدرے ان الفاظ کے اضافے سے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا: ''یہ کہ قبروں پر عمارت بنائی جائے یا انہیں پختہ بنایا جائے یا بیٹھا جائے اور منع فرمایا کہ ان پر لکھا جائے۔'' پھر فرمایا یہ اسناد صحیح ہیں لیکن ان پر عمل نہیں ہے اس لیے کہ مشرق سے لے کر مغرب تک ائمہ مسلمین کی قبروں پر لکھا ہوا ملتا ہے یہ ایک ایسا عمل ہے جو خلف نے سلف سے اخذ کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۹۷۰' مستدرك حاكم: ۱/ ۳۷۰۔

**فوائد:** (۱) قبر نہ زیادہ اونچی ہونی چاہیے اور نہ ہی ایسی ہونی چاہیے کہ وہ زمین سے بالکل چمٹی ہوئی ہو جیسا کہ ہموار سطح ہوتی ہے۔ بلکہ ہماری قبریں ایسی ہوں جیسی کہ نبی کریم علیہ السلام اور شیخین رضی اللہ عنہما کی ہیں۔ جو کہ کوہان نما اور ایک بالشت کی مقدار بلند ہیں۔

(۲) قبریں کچی ہونی چاہئیں کچی قبروں پر کنکر وغیرہ بھی بچھائے جا سکتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) قبروں کو پختہ بنانا' ان پر عمارتیں تعمیر کرنا غیر شرعی کام ہیں جو کہ حرام ہیں قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا یا قبروں پر ویسے بیٹھنا

دونوں طرح درست نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے جو قبر پر بیٹھنے کا ذکر ہے اس سے مراد ٹیک لگانا ہے نہ کہ اوپر بیٹھنا۔ ایسے ہی قبر پر پیشاب کرنا اور قبرستان کی حد میں کھیلنا حرام ہے' اس سے پرہیز کرنا چاہیے اور ایسے ہی ان پر تعارفی تختیاں آویزاں کرنا بھی درست نہیں ہے۔ قبروں پر قبے و مزار اس نیت سے تعمیر کرنا کہ یہ بزرگ ہستیاں ہیں' ان کی زیارتوں کے لیے لوگ آئیں گے اور اپنا مقصد پائیں گے اس کا کوئی جواز نہیں ہے اس سے گریز کرنا بہت ضروری ہے' ورنہ عبادت غیر اللہ شروع ہو جائے گی جو کہ شرک ہے۔ ضرورت کے پیش نظر قبر کے اردگرد باڑ یا خار دار دیوار کی جا سکتی ہے تا کہ عوام کی شرکیہ عادات سے قبر کو محفوظ رکھا جائے۔ جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام کی قبر کو محفوظ بنا دیا گیا ہے اور ایسے ہی اہل بقیع دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبروں کو تحفظ دیا گیا ہے۔

(۴) ایک نبی کا یہ امتیاز ہوتا ہے کہ وہ جہاں فوت ہوتا ہے وہاں دفن کیا جاتا ہے۔ میت کو اپنی زمین یا مکان میں ہی دفن کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی قبر بنانے سے قبل قبر کے اوپر مکان ہو تو اس کو اسی حالت پر رکھا جا سکتا ہے' یہ قبروں پر عمارت بنانے کے زمرہ میں نہیں آتا۔ ایسے ہی دوست واحباب کی ساتھ ساتھ قبریں بنائی جا سکتی ہیں کسی کی ذاتی جگہ پر اجازت مانگ کر قبر بنائی جا سکتی ہے۔ اپنے دوست یا رشتہ دار کی قبر کے ساتھ اپنی قبر کی جگہ رکھی جا سکتی ہے یعنی انسان زندگی میں اپنی قبر کے لیے جگہ کا انتخاب کر سکتا ہے۔ مشترکہ قبرستان میں قبروں کے ساتھ ساتھ جگہ گھری ہوتی ہے تا کہ وہاں اپنی یا رشتہ داروں کی قبریں بنائی جائیں' ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ اس مشترکہ قبرستان میں ہر کس و ناکس کا حصہ ہوتا ہے۔

(۵) نبی کریم علیہ السلام کی ازواج مطہرات ہماری مائیں ہیں ان کو "امی" کہہ کر یاد کیا جا سکتا ہے قبروں کو مزید محفوظ کرنے کے لیے ان کے اردگرد چار دیواری کا اہتمام کرنا اور گیٹ کا بندوبست کرنا بھی جائز ہے۔

(۶) قبروں پر لکھی تختیاں آویزاں کرنے کے بارے ممانعت والی اسانید صحیح ہیں لیکن ان پر عمل نہیں رہا۔ مشرق تا مغرب مسلمانوں کی قبروں پر لکھی تختیاں نظر آتی ہیں یہ دراصل ہم مسلمانوں نے ہی دیکھا دیکھی کام شروع کیا ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ نبی کریم علیہ السلام اور صاحبین کی قبروں کے درمیان آگے پیچھے ہونے کے حوالہ سے جو روایت ہے وہ ضعیف ہے۔

(٥٦٥) ٤٤ـ وَأَخْرَجَ أَبُوْدَاوُدَ حَدِيْثًا مِنْ رِوَايَةِ بُشَيْرِ [بْنِ الْخَصَاصِيَّةِ] فِيْهِ: وَحَانَتْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَظْرَةٌ فَإِذَا رَجُلٌ يَمْشِيْ فِي الْقُبُوْرِ، عَلَيْهِ نَعْلَانِ، فَقَالَ: ((يَاصَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ، وَيْحَكَ أَلْقِ سِبْتِيَّتَيْكَ، فَنَظَرَ الرَّجُلُ، فَلَمَّا عَرَفَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَلَعَهُمَا، فَرَمٰى بِهِمَا))۔

(۵۶۵) ۴۴۔ ابوداؤد نے بشر بن خصاصیہ سے ایک روایت بیان کی ہے اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قبروں پر اپنے جوتوں سمیت گھوم رہا ہے آپ نے فرمایا: "اے جوتے والے تباہ ہو (عرب سمجھانے کے لیے جملہ استعمال کرتے ہیں) اپنے جوتے اتار' جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا تو اس نے جوتے اتار کر پھینک دیئے۔"

وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِيْ ((الْمُسْتَدْرَكِ)) مُطَوَّلًا وَمُخْتَصَرًا۔ قُلْتُ: وَرَاوِيَةِ خَالِدُ بْنُ سُمَيْرٍ، وَإِنْ

حاکم نے اس کو تفصیل اور اختصار کے ساتھ متدرک میں روایت کیا ہے میں کہتا ہوں کہ خالد بن سمیر راوی اگرچہ

ذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي ((الثِّقَاتِ)) فَلَمْ يُعْرَفْ لَهُ إِلَّا رَاوٍ وَاحِدٌ۔

ابن حبان نے اس کو ثقہ شمار کیا ہے اس کے باوجود اس کے صرف ایک راوی کی شناخت ملتی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۵/ ۸۳۔۸۴، ۲۲۴، ابو داؤد: ۳۲۳۰، نسائی: ۴/ ۹۶، ابن ماجہ: ۱۵۶۸، مستدرك حاكم: ۱/ ۳۷۳۔

**فوائد:** (۱) قبروں کا احترام کرنا چاہیے ان کی بے حرمتی کرنا درست نہیں ہے۔ ہاں ان پر غیر شرعی عمارتیں تعمیر کی گئی ہوں تو ان کو دور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن قبروں کا یہ احترام نہیں ہے کہ ان کو چوما چاٹا جائے اور سجدے کیے جائیں بلکہ یہ احترام ہے کہ ان کو سلام کہا جائے' قبروں کو تکیہ نہ بنایا جائے اور نہ ہی ان کو اکھاڑا جائے۔ ایسے ہی قبرستان میں داخل ہوتے ہوئے پاؤں کو زور زور سے زمین پر مارنا جس سے جوتوں کی آواز خوب نکلے یہ درست نہیں ہے۔ جو جوتوں کی آواز پیدا کرے اس کے جوتے اتروائے جا سکتے ہیں۔ انسان سمجھدار ہو' جوتوں سمیت احتیاط سے چلتا ہو' شور نہ کرتا ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے جوتوں سمیت بھی قبرستان میں جایا جا سکتا ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شور شرابہ' کھیل کود' بول و براز' گندی کے ڈھیر پھینکنا اور دیگر ایسے کام کرنا جن سے قبروں کی بے حرمتی لازم آتی ہو نا جائز ہیں۔ ایسے ہی قبرستان کو بھنگ و چرس' جوا' شراب اور کثرت سے عورتوں کی بے مقصد قبرستان میں آمد کا مرکز بنانا غلط ہے۔ جیسا کہ آج کل ہمارے قبرستانوں کا حال ہے جو کہ چور' ڈاکو' بھنگی' زانی اور ہر نا جائز کام کا ٹھکانا بنے ہوئے ہیں۔

(٥٦٦) ٤٥۔ وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' قَالَتْ: نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ' وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)۔

(۵۶۶) ۴۵۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں "ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کر دیا گیا تھا لیکن ہم پر زیادہ سختی نہ کی گئی تھی۔" متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۷۸، مسلم: ۹۳۸۔

**فوائد:** (۱) اسلام کی ابتدا میں عورتوں کو جنازوں میں شرکت سے باز رہنے کی ممانعت ہو سکتی ہے لیکن بعد میں عورتوں کے لیے جنازوں میں شرکت کی ممانعت نہیں ہے۔ عورت جنازہ میں شرکت کر سکتی ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ اس بات میں عورت کو اختیار ہے ان کو شرکت کرنے پر مجبور بھی نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کو شرکت کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔

(۲) آج بھی اگر عورتیں نوحہ کناں ہوں اور انداز جاہلیت کو اپناتی ہوں تو وہ شرعاً نہ جنازہ میں شرکت کر سکتی ہیں نہ ہی قبروں کی زیارت کر سکتی ہیں۔

## فَصْلٌ فِي الْبُكَاءِ وَالتَّعْزِيَةِ (بِهِ) وَغَيْرِ ذٰلِكَ

## رونا دھونا اور تعزیت کرنا اور اس کے علاوہ کے بارے میں فصل

(٥٦٧) ٤٦۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ:

(۵۶۷) ۴۶۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ ہم

((شَهِدْنَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، فَقَالَ: هَلْ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟ فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَنَا، قَالَ: فَانْزِلْ فِيْ قَبْرِهَا، فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا))۔ أخرجه البخاري۔

نبی کریم ﷺ کی بیٹی کے جنازے میں حاضر ہوئے، رسول اللہ ﷺ قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، آپ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے رات جماع نہ کیا ہو؟'' ابوطلحہ نے کہا میں یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا: ''اس کی قبر میں اتریں، تو وہ اس کی قبر میں اترے۔'' بخاری۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۳۴۲۔

**فوائد:** (۱) ایسا رونا جیسا جاہلیت کا رونا ہوتا ہے وہ منع ہے یعنی رخسار نوچنے، بال اکھاڑنے اور سینہ کوبی کرنا وغیرہ۔

(۲) اپنے عزیز پر غم کے آنسو رونا جائز ہے یعنی آنکھوں کا بہہ نکلنا اور دل الم زدہ ہو تو وہ منافی نہیں ہے جس رونے سے روکا گیا ہے وہ نوحہ کرنا اور آوازے بلند کرنا ہے۔

(۳) دوران تدفین میت قبر کے پاس بیٹھنا کوئی مانع امر نہیں ہے۔ بیٹھا جا سکتا ہے۔

(۴) میت کو غیر محرم قبر میں اتار سکتے ہیں اور پاک صاف و متقی لوگوں کا انتخاب کرنا اچھی بات ہے یعنی میت کو قبر میں اتارتے وقت مخصوص اشخاص کا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔

(۵) میت بیوی کو خاوند قبر میں اتار سکتا ہے یہ بھی درست ہے۔ یہ کہنا کہ اب خاوند کا تعلق کیونکہ بیوی سے ختم ہو گیا ہے لہٰذا وہ قریب نہیں آ سکتا یہ غلط بات ہے۔ ایسے ہی بھائی، ماموں و دیگر رشتہ دار بھی میت کو لحد میں رکھ سکتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۶) رسول اللہ ﷺ صرف اللہ کے بندے اور رسول ہیں وہ نہ تو مشکل کشا ہیں کہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی تکلیف کو روک سکیں جیسا کہ ان کی بیٹی اور بیٹے آنکھوں کے سامنے اور ان کی زندگی میں فوت ہوئے لیکن ان کو ایک لمحہ کے لیے بھی نہ زندہ کر سکے اور نہ ان کو رکھ سکے۔

(٥٦٨) ٤٧۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ))۔

(۵۶۸) ۴۷۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں میں دو خصلتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو انہیں کفر کرنے کا باعث بنا دیتی ہیں، خاندان میں طعنہ زنی کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ٦٧۔

**فوائد:** (۱) نسب ونسل پر طعن زنی اور میت پر نوحہ کرنا قابل تعریف اور موافق شرع فعل نہیں ہیں ان سے بچنا چاہیے۔

(۲) نسب پر طعن اور میت پر نوحہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا بلکہ یہ مراد ہے کہ یہ کام کافروں والے ہیں اور کفر کا باعث بنتے ہیں اور کفر کے قریب کر دیتے ہیں۔

(۳) آج کل ہمارا معاشرہ ان مذکورہ بالا دونوں خصلتوں کا خصوصی طور پر شکار ہے ذات پات کو جگہ دی جاتی ہے۔ ایک برادری والا دوسری برادری کو برا بھلا کہتا ہے اور نقائص نکالنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ ہم میں ایمان کی چاشنی نہیں ہے ایسے ہی میت پر نوحہ کی کیفیت ہے۔ کوئی فوت ہو جاتا ہے تو سبھی جاہل نظر آتے ہیں وہی زمانہ جاہلیت والی آوازیں اور ادائیں ہیں۔ یہ عادتیں ہمارے لائق نہیں ہیں ہم مسلمان ہیں۔

(٥٦٩)٤٨۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ (هُوَ ابْنُ) مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمَا۔

(۵۶۹)۴۸۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے رخسار پیٹے' گریبان چاک کیے' جاہلانہ پکار لگائی' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۲۹۴'۱۲۹۷'۱۲۹۸' مسلم: ۱۰۳۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں زمانہ جاہلیت کے نوحہ کی حقیقی تعریف کی گئی ہے نوحہ کیا چیز ہے؟ اس سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) اسلام ہمیں بار بار صبر کا سبق دیتا ہے۔ گلے پھاڑ پھاڑ کر آوازے بلند کرنا' رخسار نوچنا' گریباں چاک کرنا اور جاہلیت والی صدائیں لگانا منع ہے۔

(۳) جو نوحہ کرتا ہے وہ صحیح مسلمان نہیں ہے اور وہ کفار سے مشابہت رکھتا ہے۔

(۴) نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نہ نوحہ ہمارا طریقہ ہے نہ ہم میں یہ جائز ہے۔ لہٰذا جو اس کا مرتکب ہوگا وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے بلکہ ان کے طریقے پر ہے جن کا یہ انداز ہے۔

(۵) اسلام کے سبھی احکام و طریقے اپنے ذاتی ہیں یہ کسی سے نقل نہیں کیے گئے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ یہ دیگر فرق سے مرکب شدہ اسلام ہے یہ غلط ہے۔ بعض امور ایسے ہیں جو کہ غیر مذاہب میں بھی وہی ہیں اور اسلام میں بھی وہی ہیں۔ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ موافق اسلام ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسلام ان کے موافق ہے۔

(٥٧٠)٤٩۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ لَمَّا مَاتَ يَعْنِيْ جَعْفَرًا۔ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اِصْنَعُوْا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَقَدْ جَآءَ هُمْ مَا يُشْغِلُهُمْ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ مُصَحِّحًا، وَأَبُوْ دَاوُدَ، وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۵۷۰)۴۹۔عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آل جعفر کے لیے کھانا تیار کرو' ان کے ہاں ایک ایسی مصیبت در آئی ہے جس نے انہیں مشغول کر دیا ہے۔'' ترمذی نے صحیح روایت کی ہے اسی طرح ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۱/ ۲۰۵' ابوداؤد: ۳۱۳۲' ترمذی: ۹۹۸' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن ماجہ: ۱۶۱۰۔

**فوائد:** (۱) کوئی فوت ہو جائے تو اس کے گھر والوں کے لیے کھانے کا بندوبست کرنا چاہیے۔ کھانے کی ذمہ داری رشتہ داروں پر بھی ہے اور اس میں اہل محلّہ بھی تعاون کر سکتے ہیں۔ یہ کوئی قید نہیں ہے کہ صرف رشتہ دار ہی یہ کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ کوئی شہید ہو جائے تو اس کے گھر والوں کے لیے کھانے کا بندوبست بھی کے لیے یکساں ہے۔

(۲) اس حدیث میں ایک تو یہ ہے کہ صرف مرنے والے کے اہل وعیال کے لیے کھانے کا ذکر ہے نہ کہ ہر ایک کے لیے کھانے کے بندوبست کا ذکر ہے۔ دوسرا یہ قید نہیں ہے کہ صرف میت کے چچا' یا دیگر آج کل کی طرح مخصوص گھر ہی کھانا دیں گے۔

(۳) میت کے گھر والوں کو کھانا اس نیت سے دینا ہے کہ وہ پریشان ہیں' خود بندوبست نہیں کر سکتے لہٰذا ان کے غم کا حصہ دار بنا جائے نہ کہ اس نیت سے کہ خاندان میں ہمارا ناک رہ جائے۔ کھانا جس طرح کی اللہ توفیق دے دینا چاہیے' تکلف سے کام لینا' قرضے اٹھا کر اور طاقت سے بڑھ کر بندوبست کرنا غلط ہے۔

(۴) یہ بہت اچھی بات ہے کہ رشتہ دار میت کے عیال کے لیے کھانے کا بندوبست کرتے ہیں اور ان کی پریشانی کے حصہ دار ہوتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے کہ میت کے گھر میں ہر وہ بھی کھانے کے وقت پہنچ جاتا ہے جس نے نماز جنازہ و دفن جیسے مواقع پر شرکت تک نہیں کی ہوتی۔ اہل محلّہ کو اس سے گریز کرنا چاہیے البتہ دور دراز سے آئے مہمانوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے کیونکہ وہ مجبور ہیں اور کھانے کے حق دار ہیں۔

(۵) اسلام نے سبھی کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے اور ایک دوسرے کو آپس کا معاون ٹھہرایا ہے خوشی کے موقع پر بھی تعاون کرنا چاہیے جبکہ غمی کے موقع پر تو ضرور معاون بننا چاہیے۔

(۵۷۱) ۵۰۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((قَبَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ [يَوْمًا]۔ يَعْنِيْ مَيِّتًا۔ فَلَمَّا فَرَغْنَا اِنْصَرَفَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ) وَانْصَرَفْنَا مَعَهُ' فَلَمَّا حَاذٰى بَابَهُ وَقَفَ فَإِذَا نَحْنُ بِامْرَأَةٍ مُقْبِلَةٍ' قَالَ: أَظُنُّهُ عَرَفَهَا' فَلَمَّا ذَهَبَتْ إِذَا هِيَ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا أَخْرَجَكِ يَافَاطِمَةُ مِنْ بَيْتِكِ؟ قَالَتْ: أَتَيْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَهْلَ هٰذَا الْمَيِّتِ فَرَحَّمْتُ عَلٰى مَيِّتِهِمْ أَوْ عَزَّيْتُهُمْ بِهِ' فَقَالَ [لَهَا] رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَعَلَّكِ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدٰى؟ قَالَتْ: مَعَاذَ اللّٰهِ وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَذْكُرُ فِيْهَا مَا

(۵۷۱) ۵۰۔عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک میت کو قبر کے سپرد کیا' جب ہم فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے تو ہم بھی واپس ہوئے' جب آپ اپنے دروازے کے پاس پہنچے تو ٹھہر گئے ہم نے ایک خاتون کو آتے ہوئے دیکھا' راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے اسے پہچان لیا تھا' جب وہ چلی گئی تو ہمیں پتا چلا کہ وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے' رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا: ''اے فاطمہ تجھے تیرے گھر سے کس چیز نے نکالا؟ اس نے کہا' یارسول اللہ ﷺ میں میت کے اہل خانہ کے ساتھ تعزیت کرنے آئی تھی' رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا شاید تو ان

تَذْكُرُ، قَالَ: لَوْ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدٰى، فَذَكَرَ تَشْدِيدًا فِيْ ذٰلِكَ))۔

فَسَأَلْتُ رَبِيعَةَ عَنِ الْكُدٰى؟ فَقَالَ: هِيَ الْقُبُورُ فِيمَا أَحْسِبُ۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، ثُمَّ الْحَاكِمُ فِيْ ((الْمُسْتَدْرَكِ)) مُخْتَصَرًا وَمُطَوَّلًا۔

کے ساتھ کدی مقام تک گئی ہو' کہنے لگی' معاذ اللہ میں نے اس بارے میں آپ سے وعید کا تذکرہ سن رکھا ہے' آپ نے فرمایا اگر تو ان کے ہمراہ کدی مقام تک چلی جاتی تو آپ نے اس حوالے سے سخت انداز اختیار کیا'' میں نے ربیعہ سے ''کدی'' کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا میرا خیال ہے کہ ''کدی'' قبرستان کو کہتے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۱۶۸۔۱۶۹' ابوداؤد: ۳۱۲۳' نسائی: ۴/ ۲۷' مستدرك حاکم: ۱/ ۳۷۳۔ ۳۷۴' حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۵۷۲) ۵۱۔وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((وَعَزَّيْتُهُمْ))، وَفِيهَا: ((لَوْ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدٰى مَا رَأَيْتِ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَرَاهَا جَدُّ أَبِيْكِ))۔

وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ، وَفِيمَا قَالَهُ (عِنْدِيْ) نَظَرٌ، فَإِنَّ رَاوِيَهُ رَبِيعَةَ بْنِ سَيْفٍ، لَمْ يُخْرِجِ الشَّيْخَانِ فِيْ ((الصَّحِيحَيْنِ)) لَهُ شَيْئًا فِيمَا أَعْلَمُ۔

(۵۷۲) ۵۱۔ ایک روایت میں ہے ''میں نے ان سے تعزیت کی۔'' اس میں یہ ہے ''اگر تو ان کے ساتھ ''کدی'' قبرستان تک چلی جاتی تو جنت کو اس وقت دیکھ نہ پاتی جب تک تیرے باپ کا دادا اسے نہ دیکھ لیتا۔'' یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے' لیکن اسے انہوں نے نکالا نہیں ہے میرے ہاں اس میں اختلاف ہے جو اس نے کہا' اس کا راوی ربیعہ بن سیف ہے' جس کی کوئی چیز شیخین نے صحیحین میں نہیں نکالی میرے علم کے مطابق۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مستدرك حاکم: ۱/ ۳۷۳۔۳۷۴

**فوائد:** (۱) میت کے گھر والوں سے تعزیت کرنا جائز ہے۔ تعزیت کے لیے مرد بھی جا سکتے ہیں اور خواتین بھی جا سکتی ہیں۔

(۲) میت کے بارے میں اچھے اچھے کلمات کہنے چاہئیں اور دعا دینی چاہیے۔

(۳) پہلے پہل عورتوں کا قبرستان جانا ممنوع امر تھا۔ اب عورتیں قبرستان میں جا سکتی ہیں لیکن ان عورتوں کے لیے اب بھی ممانعت ہے جو نوحہ کرتی اور آوازیں نکالتے نکالتے بے حال ہو جاتی ہیں۔

(۴) قبر کی کھدائی میت کے دوست یا رشتہ دار خود بھی کر سکتے ہیں۔ یہ زیادہ اچھا ہے البتہ کسی مزدور سے بھی کھدوائی جا سکتی ہے۔

(۵) امام کا نماز جنازہ پڑھانے کے بعد قبر تک ساتھ جانا درست ہے۔

(۶) نبی کریم علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی کرنے والی اس کی اولاد بھی جنت کی حقدار نہیں بن سکتی۔ نبی کریم علیہ السلام کے فرمان سے وضاحت ملتی ہے کہ آپ علیہ السلام کے دادا عبدالمطلب شرک پر فوت ہوئے تھے۔

## فَصْلٌ فِيْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ وَالسَّلَامِ وَالدُّعَاءِ

## قبروں کی زیارت' سلام کہنے اور دعا مانگنے کی فصل

(٥٧٣)٥٢-عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ))۔

أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ [وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ]۔

(۵۷۳)۵۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی لعنت' پھٹکار ہو قبروں کی زیارت کرنے والی خواتین پر۔'' ترمذی' اور اس نے کہا یہ صحیح ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۳۲۷' ترمذی: ۱۰۵۶' امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن ماجہ: ۱۵۷۶' البیہقی: ۴/ ۷۸۔

(٥٧٤)٥٣- (أَبُوْدَاوُدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ' وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ' وَالسُّرُجَ))

(۵۷۴)۵۳۔ ابوداود میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی قبروں کی زیارت کرنے والی خواتین پر' اور ان لوگوں پر جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں اور ان پر چراغاں کرتے ہیں۔''

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۱/ ۲۲۹' ۲۸۷' ابو داود: ۳۲۳۶' ترمذی: ۲/ ۱۳۶۔

(٥٧٥)٥٤-وَعَنْ أَبِيْ بُرَيْدَةَ' عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا' وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِيِ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَأَمْسِكُوْا مَا بَدَالَكُمْ' وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ إِلَّا فِيْ سِقَاءٍ فَاشْرَبُوْا فِي الْأَسْقِيَةِ كُلِّهَا' وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا))۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ)۔

(۵۷۵)۵۴۔ ابو بریدہ نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا اب تم ان کی زیارت کیا کرو' میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت روکے رکھنے سے منع کیا تھا اب تم جب تک چاہو روکے رکھو' میں نے تمہیں نبیذ پینے سے منع کیا تھا اب تم پی لیا کرو اور نشہ آور چیز نہ پیو۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۷۴۔

**فوائد:** (۱) ہر وہ کام جس کا کرنا حرام ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے اور ایسے ہی اس کے رسول کی ہوتی ہے۔

(۲) ابتدائے اسلام میں قبروں کی زیارت کرنا عورتوں کے لیے ممنوع قرار دیا گیا تھا بعد میں صبر و شعور کے آ جانے پر ان کو قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی گئی۔ لہٰذا اب عورتیں قبروں کی زیارت کر سکتی ہیں کوئی حرج نہیں۔ قبروں کی زیارت باعث عبرت ہوتی ہے۔

(۳) عورتیں آج بھی اگر قبروں پر جاہلیت کے اطوار اپنائیں' بے صبری کا مظاہرہ کریں اور نوحہ کریں تو ان کے لیے ممانعت

برقرار ہے۔ عورتوں کی کثرت کی وجہ سے اور اغلبیت کی وجہ سے "زوارات" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

(۴) قبروں پر مسجدیں بنانا حرام ہے اور ان پر چراغاں کرنا بھی حرام ہے۔ کیونکہ قبرستان میں ایسی نماز جس میں سجدہ ہو وہ پڑھنی منع ہے البتہ دعا کی جاسکتی ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ قبروں پر دیپ و چراغ اور شمعیں منور کرنا یہ غیر شرعی فعل ہے جو کہ منع ہے یہ صرف فضول خرچی ہے۔ اس سے مردوں کی بے کسی پر کوئی اثر نہیں پڑتا یہ غلط خیال ہے کہ قبروں پر دیے روشن کرنے اور خوشبو عام کرنے سے مردوں کی قبریں روشن اور معطر رہتی ہیں ایسے ہی ان کی قبروں پر گلدستے اور پیک تحفے رکھنا' سلامیاں دینا اور سپاس نامے وغیرہ پیش کرنا درست نہیں ہے۔ ہم میں یہ بات عام ہے کہ جہاں مردے کو نہلایا جاتا ہے وہاں جمعرات موم بتیاں اور اگربتیاں روشن کی جاتی ہیں جس کا اسلام میں کوئی جواز نہیں۔

(۵) قربانی کا گوشت تین دن سے زائد بھی کھایا جاسکتا ہے۔ جب کہ پہلے تین دن تک کھانے کی اجازت تھی۔ اگر اہل محلہ بھی نے قربانی کی ہو تو زیادہ بھی گوشت رکھا جاسکتا ہے۔ جب اہل محلّہ میں سے کسی نے قربانی کی ہو تو یہ بہت خوب ہو گا کہ قربانی نہ کرنے والوں کو گوشت بھیج دیا جائے تا کہ وہ بھی لطف اندوزی سے سنت ابراہیم علیہ السلام کو یاد کرسکیں۔ یعنی یہ ایک حساس مند ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ امیروں کے مال میں مساکین و غرباء کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ البتہ ہمارے ہاں جو گوشت اکٹھا کرنے کا طریقہ مروج ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ عزت اسی میں ہی ہے جو گھر بیٹھے گوشت مل جائے۔ چھوٹوں سے لے کر بوڑھوں تک عورتوں سمیت گھر گھر گھومتے اور پر اصرار انداز سے مانگتے نظر آتے ہیں ایسے ہی اب ہر قسم کے برتن میں نبیذ بنایا جاسکتا ہے۔ نبیذ بنانا اسلام میں جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ نشہ آور نہ ہو۔ پہلے پہلے مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا گیا تھا۔ یہ مذکورہ بالا منہیات شعور' صبر اور آداب کی عدم موجودگی کے باعث رائج ہوئیں۔ لیکن بعد میں شعور' عقائد' صبر اور آداب صحیح راسخ ہو گئے اور بے راہ روی کا خطرہ تک نہ رہا تو ان کو پھر نئے سرے سے بحال کر دیا گیا یعنی وہ منہیات جائزات میں بدل گئیں۔

(۵۷۶)۵۵۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلَّمَا كَانَتْ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ: ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ' وَآتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ' وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ [وَفِيْ لَفْظٍ:عَنْ قَرِيْبٍ]' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ))۔

(۵۷۶)۵۵۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ان کے پاس رات کو ہوتے تو آپ رات کو پچھلے حصے جنت البقیع کی طرف نکل جاتے اور آپ وہاں یہ کہتے: "اے مومن قوم کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ کل جو تم سے وعدہ کیا گیا وقت مقرر پر آ کر رہا' ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔" ایک روایت میں ہے "ہم تم سے عنقریب ملنے والے ہیں' الٰہی! بقیع الغرقد کے باسیوں کو بخش دے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۹۷۴۔

**فوائد:** (۱) قبرستان میں کسی بھی وقت زیارت و دعا کی غرض سے جایا جاسکتا ہے۔ قبرستان میں ہر روز جایا جاسکتا ہے کسی دن کو

خاص کر لینا اور سمجھنا کہ صرف اس دن ہی قبروں کو جایا جا سکتا ہے یہ بات صحیح نہیں ہے۔

(۲) کسی قبرستان کا نام رکھنا اور اسی نام سے اس کا تذکرہ کرنا درست ہے۔

(۳) قبرستان میں جا کر اہل قبور کو سلام کہنا درست ہے۔ قبرستان میں شائستہ گفتگو کی جا سکتی ہے جو کہ دین کے مسائل اور قبور کے تحفظ کے ضمن میں ہو۔ دنیاوی باتیں اور سیاسی امور سے اجتناب کرنا چاہیے کہ قبرستان عبرت کی جا ہے ڈیرہ نہیں ہے۔

(۴) فوت شدگان رشتہ دار ہوں یا غیر لیکن ہوں توحید پرست تو ان سبھی کے لیے مشترکہ بخشش کی دعا کرنی چاہیے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل قبور کو زندگان کی دعاؤں کی بہت ضرورت ہوتی ہے یعنی وہ محتاج ہیں' مختار نہیں ہیں نہ مشکل کشا ہیں۔

(۵) قبرستان میں داخل ہوتے وقت یہ مذکور دعا پڑھنا مسنون ہے۔ یہ بہت جامع مانع دعا ہے جو کہ خوف و ہیبت' یقین بالموت' اہل قبور کی مغفرت اور ان پر سلامتی بھیجنے کا مرقع ہے۔ ہر کام میں ان شاء اللہ کہنا چاہیے قبرستان کو فوت شدگان کے گھر کہہ سکتے ہیں۔ مذکورہ دعا سے ایک ایسا مسئلہ ثابت کرنا کہ جس کی کوئی اصلیت نہیں ہے غلط ہے وہ یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں "السلام علیکم" کا معنی بھی یہی ہے کہ تم پر سلامتی ہو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و ائمہ تابعین و محدثین عظام کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ البتہ اللہ قادر مطلق ہے اس کے لیے بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے بندے کو سنا دے لیکن یہ غلط بات ہے کہ مردے از خود سننے کی طاقت رکھتے ہیں اور وہ سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(۶) یہ دعا میں کہنا کہ ہم بھی مرنے والے ہیں یا قبروں میں آنے والے ہیں۔ ایسے کہا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ ہر ایک نے فوت ہونا ہے اور فنا ہو جانا ہے ایک نہ ایک دن قبر میں حاضری ہوگی۔

(۵۷۷)۵٦۔ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ' عَنْ أَبِيهِ' قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوا إِلَى الْمَقَابِرِ' فَفِي رِوَايَةٍ: ((اَلسَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ))۔

(۵۷۷)۵٦۔ سلیمان بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں "رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان کی طرف نکلیں تو یہ کہیں' ایک روایت میں دعا کے کلمات یہ تھے "اَلسَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۹۷۵۔

(۵۷۸)۵۷۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ [وَالْمُسْلِمَاتِ] وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ۔ أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ))۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

(۵۷۸)۵۷۔ ایک روایت میں ہے: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ [وَالْمُسْلِمَاتِ] وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ' أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ" اس شہر خموشاں میں رہنے والے مرد و زن مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو' ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں' میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے

اور تمہارے لیے عافیت کا سوالی ہوں۔" (مسلم)

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۹۷۵۔

(۵۷۹)۵۸۔وَزَادَ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ فِیْ حَدِیْثِ سُلَیْمَانَ: ((**أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ، وَنَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَکُمُ الْعَافِیَةَ**))۔

(۵۷۹)۵۸۔سلیمان سے مروی حدیث میں بیہقی نے ان اضافی الفاظ کا تذکرہ کیا ہے۔"**أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ، وَنَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَکُمُ الْعَافِیَةَ**" تم ہمارے آگے جانے والے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔"

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔بیہقی: ۴/ ۷۹، مسلم: ۹۷۵۔

**فوائد:** (۱) زیارت قبور کی دعا سکھانی چاہیے۔نبی کریم علیہ السلام اپنے صحابہ کو یہ دعا سکھایا کرتے تھے۔

(۲) توحید پرستوں کو مومن، مسلم کے نام دینا یا رکھنا درست ہے۔خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ۔

(۳) فوت شدگان کے لیے اور اپنے لیے عافیت کی دعا کرنی چاہیے۔

(۴) عافیت عاقبت کا سوال اللہ تعالیٰ سے ہی کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس سے تو نبی بھی عافیت طلب کرتے تھے۔

(۵۸۰)۵۹۔وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلٰی مَا قَدَّمُوْا**))۔ اِنْفَرَدَ بِهِ الْبُخَارِیُّ۔

(۵۸۰)۵۹۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مردوں کو گالی نہ دو انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا وہ پا لیا۔" بخاری اس کے ساتھ منفرد ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۹۳۔

**فوائد:** (۱) فوت شدگان کو برا بھلا کہنا شرعاً درست نہیں ہے۔فوت ہونے والے مسلمانوں کے والدین، رشتہ دار مشرک موحد ہر دو طرح کو گالی وغیرہ نکالنا ناجائز ہے۔وہ کافر یا مشرک والدین جن کی اولادیں مسلمان ہو گئیں ان کو اسے لیے برا بھلا نہیں کہنا چاہیے کہ ان کی اولاد کو رنج پہنچتا ہے جبکہ مسلمان فوت شدگان اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو برا نہ کہا جائے۔ فوت شدگان کی بھلائی اور نیکی کو یاد رکھا جا سکتا ہے۔

(۲) ہر ایک نے جو کچھ کیا یا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے جزا و سزا پائے گا۔ایک دوسرے کے مردے کو برا کہنے سے وہ اللہ کے ہاں مزید پھنستا ہے اور اس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

OOO
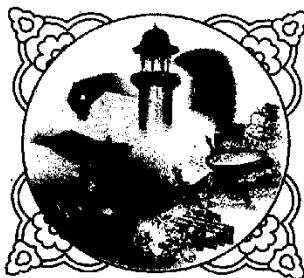
# كِتَابُ الزَّكَاة

## زکوٰۃ کا بیان

(۵۸۱)۱۔عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَابَكْرٍ كَتَبَ لَهُ هٰذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ هٰذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا(رَسُولَهُ) فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا، وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهُ فَلَا يُعْطِ: ((فِي أَرْبَعٍ وَّعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُونَهَا، مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِينَ إِلٰى خَمْسٍ وَّثَلَاثِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثٰى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ إِلٰى خَمْسٍ وَّأَرْبَعِينَ

(۵۸۱)۱۔ ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے روایت ہے' حضرت انس نے اسے بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اسے بحرین کی طرف بھیجا تو یہ خط لکھ کر دیا:

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ'' یہ وہ زکوٰۃ کا فریضہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر مقرر کیا' جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ علیہ السلام کو حکم دیا تھا مسلمانوں میں سے جس سے بھی اس دستاویز کے مطابق مطالبہ کیا جائے تو وہ اسے ادا کرے' اور جس سے زیادہ کا مطالبہ کیا' وہ ادا نہ کرے چوبیس یا اس سے کم اونٹوں میں' ہر پانچ پر ایک بکری ادا کرنا ہوگی' جب اونٹوں کی تعداد پچیس تک پہنچ جائے تو پینتیس تک ایک سالہ مادہ اونٹ کا بچہ ادا کرنا ہوگا'

فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اُنْثٰى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّأَرْبَعِيْنَ إِلٰى سِتِّيْنَ فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ، فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّيْنَ إِلٰى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ فَفِيْهَا جَذْعَةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ۔ يَعْنِيْ سِتَّةً وَسَبْعِيْنَ۔ إِلٰى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَالَبُوْنٍ، (فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدٰى وَتِسْعِيْنَ) إِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ، وَفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ إِلَّا أَرْبَعَةٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَآءَ رَبُّهَا، [فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ فَفِيْهَا شَاةٌ]۔

وَفِيْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِيْ سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ إِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ شَاةٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ إِلٰى مِائَتَيْنِ (فَفِيْهَا) شَاتَانِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى مِائَتَيْنِ إِلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلَاثُ[شِيَاهٍ] فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِيْنَ شَاةٍ وَاحِدَةٌ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَآءَ رَبُّهَا، وَفِي الرِّقَّةِ رُبْعُ الْعُشْرِ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَآءَ رَبُّهَا))۔

أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

جب چھتیس تک پہنچ جائیں تو پینتالیس تک دو سالہ اونٹ کا مادہ بچہ دینا ہوگا' جب چھیالیس تک پہنچ جائیں تو ساٹھ تک تین سالہ اونٹنی جو جفتی کے قابل ہو بطور زکوۃ ادا کرنا ہوگی' جب اکسٹھ تک پہنچ جائیں تو پچھتر تک چار سالہ جب چھہتر کو پہنچ جائیں تو نوے تک دو عدد دو سالہ اونٹنی دینا ہوگی جب اکانوے تک پہنچ جائیں تو ایک سو بیس تک دو عدد تین سالہ اونٹنی جو جفتی کے قابل ہو ادا کرنا ہوگی' جب ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس پر دو سالہ اونٹنی اور ہر پچاس پر تین سالہ اونٹنی بطور زکوۃ ادا کرنا ہوگی' جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں اس پر زکوۃ نہیں البتہ اگر ان کا مالک چاہے تو زکوۃ دے سکتا ہے' اگر پانچ اونٹ ہوں تو ان پر ایک بکری ادا کرنا ہوگی' بکریوں کی زکوۃ کے بارے میں ہے کہ جنگل میں چرنے والی بکریاں جب چالیس تک پہنچ جائیں تو ایک سو بیس تک ایک بکری دینا ہوگی' جب ایک سو بیس بکریوں سے زیادہ ہو جائیں تو دو سو بکریوں تک دو بکریاں دینا ہوں گی' جب دو سو سے زیادہ ہو جائیں تو تین سو بکریوں تک تین دینا ہوں گی' جب تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو پر ایک بکری دینا ہوگی' اگر چالیس سے کم بکریاں ہوں تو ان پر زکوۃ نہیں البتہ ان کا مالک اگر زکوۃ دینا چاہے تو اس کی مرضی پر منحصر ہے' چاندی پر زکوۃ چالیسواں حصہ ہے بشرطیکہ دو سو درہم ہوں' اگر ایک سو نوے درہم ہیں تو ان پر کوئی زکوۃ نہیں ہاں اگر مالک دینا چاہے تو وہ دے سکتا ہے۔'' بخاری

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۴۵۴۔

(۵۸۲)۲۔وَأَخْرَجَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَيْضًا: وَلَا يُخْرَجُ

(۵۸۲)۲۔ امام بخاری نے اس سند کے ساتھ روایت کیا

فِی الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عُوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَاشَاءَ الْمُتَصَدِّقُ، وَفِيهِ: أَنَّ أَبَابَكْرٍ كَتَبَ لَهُ (فَرِيضَةَ) الصَّدَقَةِ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ[بِهَا] [وَ] رَسُولُهُ۔

''زکوۃ میں بوڑھا جانور نہ نکالا جائے اور نہ ہی عیب دار جانور زکوۃ میں ادا کیا جائے اور نہ ہی سانڈ بکرا دیا جائے الا یہ کہ زکوۃ وصول کرنے والا لینا چاہے' اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فریضہ زکوۃ کے بارے میں اس کے لیے دستاویز لکھ کر دی جس کا اسے اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے حکم دیا تھا۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۴۵۵۔

(۵۸۳)۳۔وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ: أَنَّ أَبَابَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ: وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ۔

(۵۸۳)۳۔اس سند کے ساتھ یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے زکوۃ کے سلسلے میں ایک دستاویز لکھ کر دی جو نبی کریم ﷺ نے فرض قرار دی تھی' اس میں یہ بھی تحریر تھا زکوۃ کی ادائیگی کے خوف سے الگ الگ مال کو جمع نہ کیا جائے اور نہ ہی جمع مال کو الگ الگ کیا جائے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۴۵۰۔

(۵۸۴)٤۔وَبِهِ قَالَ: وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ۔

(۵۸۴)۴۔اور اس میں یہ بھی مذکور تھا ''جس مال میں دو شریک ہوں تو وہ زکوۃ کی رقم اپنے حصے کے مطابق برابر ادا کریں۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۴۵۱۔

(۵۸۵)۵۔ وَبِهِ: مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ جَذَعَةٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْشَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا ابْنَةُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ

(۵۸۵)۵۔ اسی سے روایت ہے ''جس کے پاس اونٹوں کی تعداد اتنی ہو جائے کہ اس پر چار سالہ اونٹ بطور زکوۃ دینا فرض ہو جائے اور اس کے پاس چار سالہ اونٹ کا بچہ نہ ہو بلکہ تین سالہ بچہ ہو تو اس سے تین سالہ بطور زکوۃ وصول کر لیا جائے گا اور ساتھ ہی زکوۃ ادا کرنے والا اگر اس کے لیے میسر ہو تو دو بکریاں یا بیس درہم ادا کرے گا جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں جن پر سہ سالہ اونٹ بطور زکوۃ واجب ہو لیکن اس کے پاس سہ سالہ اونٹ نہ ہو بلکہ اس

وَيُعْطِيْ شَاتَيْنِ أَوْعِشْرِيْنَ دِرْهَمًا' وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ لَبُوْنٍ[وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ] وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَّدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ' وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ لَبُوْنٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ (بِنْتُ مَخَاضٍ)' وَيُعْطِيْ مَعَهَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ۔

وَقَالَ فِيْ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ: إِنَّ أَبَابَكْرٍ كَتَبَ لَهُ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى [وَ] رَسُوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

کے پاس چار سالہ اونٹ کا بچہ ہو تو وہ اس سے قبول کر لیا جائے گا' البتہ زکوۃ وصول کرنے والا اسے دو بکریاں یا بیس درہم دے گا اور جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ اس پر تین سالہ اونٹ کا بچہ بطور زکوۃ فرض ہوتا ہو اس کے پاس تین سالہ نہ ہو بلکہ دو سالہ مادہ بچہ ہو تو وہی بطور زکوۃ وصول کر لیا جائے گا اور اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم دے گا' جس پر زکوۃ دو سالہ مادہ بچے کی لاگو ہوتی ہو اور اس کے پاس تین سالہ بچہ ہو تو اس سے تین سال کا بچہ لے لیا جائے گا اور زکوۃ وصول کرنے والا اسے دو بکریاں یا بیس درہم دے گا' جس کی زکوۃ دو سالہ مادہ بچے کی بنتی ہو اور ان کے پاس ایک سالہ مادہ بچہ ہو اس سے ایک سالہ بچہ قبول کر لیا جائے گا اور وہ اس کے ساتھ بیس درہم یا بکریاں بھی ادا کرے گا' اس روایت میں یہ بھی ہے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے فریضہ زکوۃ کی دستاویز لکھ کر دی جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے حکم دیا تھا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۴۵۳۔

(٥٨٦)٦۔ (وَفِيْ مَوْضِعٍ آخَرَ: أَنَّ أَبَابَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ: وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ/ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَّدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ' فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلٰى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ اِبْنُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهُ تُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ)۔

(٥٨٦)٦۔ دوسری جگہ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے وہ احکام لکھ کر دیئے جس کا اسے اللہ اور رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے حکم دیا تھا ''جس پر بطور زکوۃ ایک سال کی اونٹنی لاگو ہوتی ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ اس کے پاس دو سال کی اونٹنی ہو تو اس سے وہ قبول کر لی جائے گی اور زکوۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں اسے دے' اگر ایک سال کی اونٹنی زکوۃ کے سلسلے میں مطلوب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ دو سال کا نر اونٹ اس کے پاس موجود ہو تو وہ اس سے قبول کر لیا جائے گا۔ اس کے ساتھ اسے

کچھ نہ دیا جائے گا۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۴۴۸۔

**فوائد:** (۱) زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے اور اکثر علماء کے مطابق یہ ۲ھ کو فرض ہوئی۔ اس کو صدقہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس کی فرضیت قرآن و سنت کی نصوص صریحہ سے ثابت ہے۔ یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک خط پر مبنی ہے جنہوں نے زکوٰۃ نہ دینے والوں سے لڑائی کی تھی۔

(۲) زکوٰۃ کے نصاب کا چارٹ بنا کر مسئولین و ذمہ داران اور چیئرمین زکوٰۃ کمیٹی کو ارسال کیا جا سکتا ہے اور تفصیل سے آگاہ کیا جا سکتا ہے۔ مال نصاب کو پہنچ جائے اور ایک سال مکمل بھی گزر جائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی اتنی ہوگی جتنی نصاب کے حساب سے بنتی ہے۔ اس سے زیادہ محصل زکوٰۃ وصول کرے گا نہ مالک زکوٰۃ زیادہ یا کم دے گا۔

(۳) حدیث رسول علیہ السلام تفسیر ہے کلامِ حمید کی۔ کتنے ہی ایسے احکام ہیں کہ ان کا تذکرہ قرآن میں مجمل ملتا ہے اور تفصیل حدیث بیان کرتی ہے ان میں سے ایک زکوٰۃ بھی ہے۔ قرآن میں صرف فرضیت مذکور ہے' مصارف زکوٰۃ موجود ہیں یا دینے والوں' نہ دینے والوں کے متعلق بشارت و وعید موجود ہے البتہ یہ نہیں ملے گا کہ فلاں قسم کے جانور جب اتنے ہوں تو اتنی زکوٰۃ ہوگی یا نقدی پر اتنی زکوٰۃ ہوگی یا نصاب کتنا ہے؟ کتنی دیر کے بعد زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی؟ وغیرہ۔

(۴) اسلام نے زکوٰۃ کا طریقہ و نصاب اور اصول اس انداز سے پیش کیے ہیں جن کی بنیاد کامیابی پر ہے اور مقصد زکوٰۃ مال میں پاکی پیدا کرنا ہے۔ زکوٰۃ کا پروگرام انصاف کا حامل پروگرام ہے' جس میں زکوٰۃ وصول کرنے والا اور زکوٰۃ ادا کرنے والا ظالم یا مظلوم نہیں بن سکتے۔ اس بات کی حقیقی تصویر یہ مذکورہ روایات ہیں زکوٰۃ ہر مسلمان صاحب نصاب پر فرض ہے۔

(۵) ان احادیث میں جانوروں کی تعداد' ان کی عمریں اور جدید نصاب کو بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خطوط کے شروع میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' مکمل لکھنی چاہیے۔

(۶) زکوٰۃ میں کچھ ایسے جانور ہیں جن کی جگہ پر اور جانور بھی بطور زکوٰۃ دیئے جا سکتے ہیں۔ جیسے جذعہ نہ ہو تو حقہ دیا جائے گا۔ ایسے ہی بنت مخاض نہ ہونے کی صورت میں ابن لبون قبول کیا جائے گا۔ ان احادیث میں مال و مویشی کی زکوٰۃ کا نصاب موجود ہے۔

(۷) زکوٰۃ کو اکٹھا کرنے کے لیے ذمہ داران کا تقرر جائز ہے۔ زکوٰۃ میں ردی قسم کا مال نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی سب سے اچھا مال دیا جائے گا۔ احادیث کو تحریر کرنا اور ارسال کرنا دونوں طرح درست ہے۔ تدوین حدیث کا یہ ابتدائی دور تھا جو کہ قابل حجت ہے۔

(۵۸۷) ۷۔ وَرَوَى أَبُوْدَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ شِهَابٍ' قَالَ: هٰذِهِ نُسْخَةُ كِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّذِیْ كَتَبَهُ فِی الصَّدَقَةِ' وَهُوَ عِنْدَ آلِ عُمَرَ ابْنِ

(۵۸۷) ۷۔ ابوداوٗد نے روایت کیا ابن شہاب کی حدیث سے' وہ کہتے ہیں' یہ اس کتاب کا ایک نسخہ ہے جو رسول اللہ نے لکھوائی تھی صدقہ کے متعلق اور وہ کتاب' عمر بن

الْخَطَّابِ۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: أَقْرَأَنِيهَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَوَعَيْتُهَا عَلٰى وَجْهِهَا، وَهِيَ الَّتِي انْتَسَخَ، عُمَرُبْنُ عَبْدِالْعَزِيزِ مِنْ (عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ) وَسَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ۔ وَفِيهِ:((وَإِذَا كَانَ إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ وَمِائَةً فَفِيْهَا ثَلَاثُ بَنَاتِ لَبُوْنٍ، حَتّٰى تَبْلُغَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ وَمِائَةً (فَإِذَا كَانَتْ ثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً فَفِيْهَا بِنْتَالَبُوْنٍ وَحِقَّةٌ حَتّٰى تَبْلُغَ تِسْعًا وَّثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ وَمِائَةً فَفِيْهَا حِقَّتَانِ وَبِنْتُ لَبُوْنٍ حَتّٰى تَبْلُغَ تِسْعًا وَأَرْبَعِيْنَ وَمِائَةً))) وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ إِلٰى أَنْ قَالَ: ((فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا أَرْبَعُ حِقَاقٍ، أَوْخَمْسُ بَنَاتِ لَبُوْنٍ أَيَّ السِّنِيْنَ وُجِدَتْ أُخِذَتْ))۔

خطاب کی نسل کے پاس موجود ہے'ابن شہاب کہتے ہیں کہ یہ کتاب سالم بن عبداللہ بن عمر نے مجھے پڑھائی اور میں نے ان کے سامنے ہی یاد کر لی اور یہ وہی کتاب ہے جس کو عمر بن عبدالعزیز نے عبداللہ بن عبداللہ بن عمر اور سالم بن عبداللہ بن عمر سے لے کر نشر کروائی' اس میں یہ ہے ''جب ایک سو اکیس اونٹ ہوں تو ان پر تین بنت لبون دینی ہوں گی یہ ادائیگی ایک سو انتیس تک ہے اور جب ایک سو تیس ہوں تو دو بنت لبون اور ایک حقہ' یہ ایک سو انتالیس تک ہے' جب ایک سو چالیس ہوں تو اس میں دو حقے اور ایک بنت لبون ہو گی یہ ایک سو انچاس تک ہے' راوی نے یہ حدیث یہاں تک ذکر کی کہ جب دو سو ہوں تو چار حقے یا پانچ حقے لبون دینی ہوں گی جس عمر کی بھی موجود ہوں وہی لے لی جائیں۔''

وَهٰذَا مُرْسَلٌ، إِلَّا أَنَّ كَوْنَهُ كِتَابًا مُتَوَارِثًا عِنْدَ آلِ عُمَرَ[بْنِ الْخَطَّابِ] قَدْ يُغْنِي عَنْ (ذِكْرِ الْإِسْنَادِفِيْهِ۔

اور یہ مرسل ہے الا یہ کہ یہ ال عمر کے پاس ہو کتاب ورنہ تو یہ بات سند کے ذکر سے کفایت کرتی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** ابو داؤد: ۱۵۷۰' مستدرك: ۱/ ۳۹۳-۳۹۲' مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۱۴-۱۵۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم علیہ السلام وہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے عرب کی سرزمین پر پہلی دفعہ سرکاری طور پر باقاعدہ زکوۃ کے محکمہ کا انعقاد کیا۔ اصول وقواعد' نصاب لینے' دینے کے طریقوں اور مصارف کو مستحکم بنیادوں پر قائم کیا۔

(۲) یہ حدیث اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ رسول مکرم کے دور میں ہی احادیث کو احاطۂ تحریر میں لایا گیا یعنی تدوین حدیث کا یہ پہلا سنہری زمانہ تھا۔

(۳) حدیث رسول علیہ السلام حجت ہے۔ اس کی حجیت سے انکار کرنے سے قرآن کا انکار کرنا لازم آتا ہے۔

(۴) نبی کریم علیہ السلام کی تحریروں کو حلقہ یاراں نے بڑے احتیاط سے رکھا تھا جو کہ بعد میں ان کو نفع دیتی رہیں۔ مقدس تحریروں کو حفاظت میں رکھنا درست ہے احادیث لکھنا اور ان کو محفوظ کر کے رکھنا درست ہے تاکہ بعد والے ان سے مستفید ہو سکیں۔

(۵) احادیث کی مزید اشاعت کرنا جائز ہے۔ احادیث کو کتابی شکل میں لانا بھی درست ہے۔ احادیث کو یاد کرنا بہت بڑے مقدر کی بات ہے اور قابل اجر عمل ہے۔

(٥٨٨)٨۔وَعَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ مُعَاذٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ (لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ: مِنَ الْبَقَرِ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيْعًا أَوْ تَبِيْعَةً، وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً، وَمِنْ كُلِّ حَالِمٍ يَعْنِي مُحْتَلِمًا دِيْنَارًا أَوْ عِدْلَهُ مِنَ الْمَعَافِرِ ثِيَابٌ تَكُوْنُ بِالْيَمَنِ))۔

أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ وَقَالَ التِّرْمَذِيُّ : هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَذَكَرَ أَنَّ بَعْضَهُمْ رَوَاهُ مُرْسَلًا، قَالَ: وَهٰذَا أَصَحُّ۔

(٥٨٨)٨۔ مسروق، معاذ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جب معاذ کو بھیجا یمن کی طرف تو آپ نے حکم فرمایا: ”ہر تیس گائے بیل میں سے ایک سال کا بیل یا گائے اور چالیس گائے بیلوں پر دو سال کا بیل یا گائے اور ہر نوجوان پر ایک دینار یا اس کی ہمت کے برابر معافری کپڑا جو یمنی ہے وہ لیا جائے۔“

اس کو اصحاب اربعہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور ذکر کیا ہے کہ بعض نے اس کو مرسل بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔مسند امام احمد بن حنبل: ٥/ ٢٣٠، ابوداؤد: ١٥٧٨، ترمذی: ٦٢٣، نسائی: ٥/ ٢٥۔٢٦، ابن ماجہ: ١٨٠٣، البیہقی: ٤/ ٩٨۔٩/ ١٩٣، ابن حبان: ٧٩٤۔

(٥٨٩)٩۔ وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِيْ ((الْمُسْتَدْرَكِ)) وَلَمْ يَقُلْ: ((أَوْ تَبِيْعَةً))، وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔ قُلْتُ: إِنْ كَانَ مَسْرُوْقٌ سَمِعَ مِنْ مُعَاذٍ فَالْأَمْرُ كَمَا قَالَ۔

(٥٨٩)٩۔امام حاکم نے اسے مستدرک حاکم میں نقل کیا، لیکن اس میں ”اوتبیعۃ“ کے الفاظ نہیں کہے اور کہا یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا، میں یہ کہتا ہوں کہ مسروق نے معاذ سے سنا ہوتا تو حکم وہی ہوتا جس طرح اس نے کہا۔

**تحقیق وتخریج:** مستدرك حاكم: ١/ ٣٩٨، امام حاکم کہتے ہیں کہ شیخین کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

**فوائد:** (١) یہاں گائے کی زکوٰۃ کو بیان کیا جا رہا ہے۔یعنی گائیوں میں بھی زکوٰۃ ہے بھینس کو بالاتفاق العلماء گائے پر قیاس کرتے ہوئے اس کی طرح ہی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

(٢) اسلام میں غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرنا جائز ہے اور یہ ہر بالغ غیر مسلم پر عائد ہوتا ہے۔ جزیہ غیر مسلموں کو پناہ و حفاظت میں رہنے کا بدلہ ہوتا ہے۔یعنی غیر مسلم مسلمانوں کی سرزمین وعلاقہ میں جزیہ دے کر رہ سکتے ہیں۔

(٣) ایک امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے عاملوں کو مختلف شہروں میں تعینات کرے اور ان کو ان کی ذمہ داری سے آگاہ کرے اور وہاں کے معاملات کے متعلق راہنما اصول بتائے۔

(٤) جب بھینس کو زکوٰۃ کے معاملہ میں گائے پر بالاتفاق قیاس کیا گیا ہے تو حلت کے لحاظ سے بھی وہی کچھ ہے۔اسی بنا پر بعض علماء کہتے ہیں کہ بھینس کی قربانی جائز ہے کیونکہ یہ بقرہ کے معنی میں ہی آتی ہے۔لیکن بعض علماء اس کے برعکس ہیں۔ یہ معاملہ

مختلف فیہ ہے بہتر یہی ہے کہ بھینس کے علاوہ دیگر جانور جو کہ قربانی کے اعتبار سے مشہور ہیں ان کی قربانی کی جائے کیونکہ ان میں اختلاف ہے نہ اشتباہ ہے واللہ اعلم۔ البتہ جو اس کی قربانی کے قائل ہیں وہ کرتے ہیں۔

(۵۹۰) ۱۰۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ مُعَاذًا قَالَ: بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ إِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً)) وَفِيْهِ: ((فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ))۔
لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۵۹۰) ۱۰۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا اور فرمایا: ''تم اہل کتاب میں سے ایک قوم کے پاس جا رہے ہو' انہیں یہ دعوت دینا کہ وہ اس بات کا اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں' اگر وہ اس بات کو تسلیم کریں تو انہیں یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے دن رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں' اگر وہ اسے تسلیم کرلیں تو انہیں یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے' اسی روایت میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ انہیں بتانا' اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹائی جائے گی' اگر وہ اس بات کو مان لیں تو ان کے عمدہ اور نفیس مال حاصل کرنے سے احتراز کرنا' مظلوم کی بددعا سے بچنا' کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۳۹۵، ۱۴۵۸، ۱۴۹۶، مسلم: ۱۹۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم علیہ السلام اس حدیث میں اپنے مخلص عامل کو پند و نصائح کر رہے ہیں اور اس کو تبلیغ کے گر بھی بتا رہے ہیں۔ بہترین امیر وہ ہوتا ہے جو اپنی رعایا کو خطرات سے آگاہ کرتا ہے اور کامیاب ہونے کے طریقے بھی بتاتا ہے اور رعایا کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے احکام کو درجہ بدرجہ رائج کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

(۲) اس حدیث میں غیر مسلموں کو تبلیغ کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ سب سے پہلے ان کو کلمہ پڑھنے کو کہا جائے اگر وہ پڑھ لیں تو پھر ان کو شب و روز پانچ نمازیں پڑھنے کا پابند کیا جائے اگر وہ نمازوں پر کاربند رہے ہیں تو پھر ان کو زکوۃ جیسے عظیم فریضہ سے آگاہ کیا جائے۔ یہ اسلام کا تیسرا ستون ہے۔

(۳) زکوۃ دراصل فقراء کا حق ہے اور یہ امیروں کے مالوں سے ماخوذ ہوتا ہے۔ امیروں کا اپنی زکوۃ و خیرات سے غریبوں کو کچھ دینا یہ کوئی ان پر احسان نہیں ہے بلکہ ان کا انہوں نے حق دیا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو وہ مجرم ہوں گے۔ زکوۃ کی تقسیم کا

خاص خیال رکھنا چاہیے۔ سب سے پہلے محلّہ کے غریبوں وفقیروں کو دی جائے اگر بچ جائے تو پھر گاؤں‘ شہر یا ملک سے باہر جانی چاہیے۔ یہ طریقہ غلط ہے کہ گاؤں‘ قصبہ والوں کو دانت کریدنے کے لیے تنکا نہ ملے اور زکوٰۃ ڈھیروں اکٹھی کر کے دور بھیجی جائے۔ کیونکہ معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی یہی حکم دیا گیا کہ ان کے امیروں سے زکوٰۃ وصدقات وصول کیے جائیں اور ان کے ہی فقراء پر لوٹا دیئے جائیں۔

(۴) زکوٰۃ میں اعلیٰ کوالٹی کے مال کا چناؤ کرنا جائز نہیں ہے۔

(۵) جو ستم زدہ اور مظلوم ہوتا ہے وہ مستجاب الدعا ہوتا ہے۔ اس کی بددعا سے بچنا ضروری ہے کیونکہ اس کی پکار اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ یعنی فی الفور دعاء قبول کی جاتی ہے۔ اسلام میں کسی کو ناجائز ستانا منع ہے۔ اسلام کسی پر بھی ظلم کرنے کا قائل نہیں ہے حتیٰ کہ غیر مسلموں سے بھی اسلام کا منصفانہ رویہ رہا ہے۔ مظلوم کے دل کی آہ ساتوں آسمانوں کو ہلا کر رکھ دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرتِ عدل کو جوش دلاتی ہے۔

(۵۹۱)۱۱۔وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((**لَا جَلَبَ، وَلَا جَنَبَ، وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِي دُورِهِمْ**))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَمِنْ حَدِيثِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرٍو، وَفِي الْاِحْتِجَاجِ بِذٰلِكَ خِلَافٌ۔

(۵۹۱)۱۱۔ عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں‘ اپنے دادے سے روایت کرتے ہیں‘ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہ جانوروں کو کھینچ کر لایا جائے اور نہ دور لے جایا جائے‘ ان کی زکوٰۃ ان کے گھروں میں ہی وصول کی جائے۔“ ابوداؤد نے ابن اسحاق کی حدیث سے نکالا ہے عمرو کے طریق سے‘ اور اس کے قابل حجت ہونے میں اختلاف ہے۔

**تحقیق وتخریج:** ابو داؤد: ۱۵۹۱‘ مسند امام احمد بن حنبل: ۳/ ۱۵۷‘ ابن حبان: ۴۳۸۔

**فوائد:** (۱) عاملین زکوٰۃ کی اسلام میں یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ صاحب نصاب حضرات کے ڈیروں اور گھروں میں جا کر زکوٰۃ وصول کریں تاکہ ہر طرح کے اشتباہ سے بچا جا سکے۔ یہ نہیں ہے کہ وہ کہیں دور ڈیرہ جما کر بیٹھ جائے اور لوگوں کو وہاں آنے کو کہے۔

(۲) سرکاری طور پر زکوٰۃ کے عاملین مقرر کرنا درست ہے اور ان کو تنخواہیں بھی اور معاوضے بھی دیے جا سکتے ہیں۔

(۳) اصل میں نبی سے لے کر ادنیٰ سے امتی تک سبھی اسلام کے خادم ہیں عاملین زکوٰۃ بھی دین کے خادم ہیں لہٰذا وہ خود چل کر لوگوں تک پہنچیں اور صدقات وصول کریں۔ اسلام میں اپنے عہدے پر فخر وطمطراق وغیرہ سے کام لینا منع ہے۔ عامل یا افسر ہونے کے ناطے لوگوں تک پہنچنے میں اپنی توہین سمجھنا حرام ہے۔

(۴) اسلام نے عوام کی سہولت کو مدنظر رکھا ہے اور وزراء اور امراء کو ان کی دہلیز پر جانے کا حکم دیا ہے نہ کہ عوام کو ان کے دفتروں تک جانے کا حکم دیا ہے۔

(٥٩٢)١٢ـوَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ عَبْدِهٖ وَلَا فِيْ فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ))۔
لَفْظُ مُسْلِمٍ' وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۵۹۲)۱۲۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان پر اپنے غلام اور گھوڑے میں زکوۃ نہیں۔''
متفق علیہ' لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۴۶۴' مسلم: ۹۸۲۔

(٥٩٣)١٣ـ وَفِيْ رِوَايَةٍ[ل] مُسْلِمٍ: ((لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةَ الْفِطْرِ))۔

(۵۹۳)۱۳۔مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے ''غلام میں صدقۃ الفطر کے علاوہ کوئی صدقہ نہیں۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۹۸۲۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں استثناء ہے کہ مسلمان کے غلام اور گھوڑے میں کوئی زکوۃ نہیں ہے۔ اسلام میں غیر مسلموں کو غلام بنانا جائز ہے۔
(۲) البتہ مسلمان کے پاس غلام ہو تو اس کے حوالہ سے صدقہ فطر ادا کرنا پڑے گا۔
(۳) صدقۂ فطر بھی ضروری اور واجب ہے جو کہ عیدالفطر کی ادائیگی سے قبل ادا کیا جا سکتا ہے۔ یہ مساکین کا نوش و ناشتہ ہوتا ہے۔
(۴) اگر غلام اور گھوڑے تجارت کرنے کی غرض سے رکھے ہوئے ہوں تو ان میں زکوۃ ہوگی۔ برائے سواری و خدمت کے گھوڑے اور غلام پر زکوۃ نہ ہوگی۔

(٥٩٤)١٤ـ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ' عَنْ أَبِيْهِ' عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((فِيْ كُلِّ سَائِمَةِ إِبِلٍ فِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ' لَا تُفَرَّقُ إِبِلٌ عَنْ حِسَابِهَا مَنْ أَعْطَاهَا مُؤْتَجِرًا))۔ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ: ((مُؤْتَجِرًا' وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُوْهَا وَشَطْرَ مَالِهٖ مِنْ عَزَمَاتِ رَبِّنَا' لَيْسَ لِآلِ مُحَمَّدٍ مِنْهَا شَيْءٌ))۔
لَفْظُ أَبِيْ دَاوُدَ' وَأَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ' وَقَالَ الْحَاكِمُ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ (الْإِسْنَادِ) عَلٰى مَاقَدَّمْنَا ذِكْرَهُ فِيْ (تَصْحِيْحِ) هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔ قُلْتُ: تَصْحِيْحُهَا مُخْتَلَفٌ فِيْهِ۔

(۵۹۴)۱۴۔ بہز بن حکیم ان کے باپ' اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''جنگل میں چرنے والے اونٹ ہوں ان میں ہر چالیس پر ایک بنت لبون دینی ہوگی' حساب کے وقت اونٹوں کو الگ الگ نہ کیا جائے جو ثواب کی نیت سے زکوۃ دے اس کو ثواب ضرور ملے گا اور جو زکوۃ روکے گا ہم اس سے زکوۃ بھی وصول کریں گے اور آدھا مال بھی ضبط کریں گے' یہ ہمارے اللہ کے فرائض ہیں اور اس میں سے محمد ﷺ کی آل کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ لفظ ابوداؤد کے ہیں' اس کو ترمذی اور نسائی نے بھی نکالا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح سند والی ہے اس کے مطابق جو ہم نے اس صحیفہ کی تصحیح میں اس کا ذکر کیا

ہے اور اس کو شیخین نے نہیں نکالا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی تصحیح مختلف فیہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۲۱۰۰، ابوداؤد: ۱۵۷۵، نسائی: ۵/ ۱۵۱-۱۷، بیهقی: ۴/ ۱۰۵، مستدرك حاکم: ۱/ ۳۹۷-۳۹۸، علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی۔

**فوائد:** (۱) ہر اس چرنے والے جانوروں پر زکوٰۃ ہے جو نصاب کو پہنچ جائیں۔

(۲) زکوٰۃ نہ دینے والے اور زکوٰۃ کے منکر سے لڑائی کی جا سکتی ہے۔ البتہ زکوٰۃ دینے والا ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے اور زکوٰۃ سے کنی کتراتا ہے وہ اللہ کے ہاں سزاوار ہے۔ اس کا مال حلال نہ ہوگا۔ زکوٰۃ نہ دینے والے کو جرمانہ کرنا یہ اس حدیث سے ثابت ہے جو کہ متکلم فیہ ہے۔ باقی کسی صحیح روایت سے اصل زکوٰۃ سے زائد جرمانہ کا تذکرہ نہیں ہے۔

(۳) زکوٰۃ شوق سے، خوف سے اور اجر کی نیت سے ادا کرنی چاہیے نہ کہ دکھلاوے کی نیت سے ادا کرنی چاہیے۔

(۴) نبی کریم علیہ السلام اور ان کے خاندان والوں کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی یعنی ہاشم کی سبھی اولاد زکوٰۃ کی مستحق نہیں ہے۔

(۵۹۵)۱۵۔وَرَوَى أَبُوْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِيْ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، وَسَمَّى أَخَرَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمُرَةَ وَالْحَارِثِ الْأَعْوَرِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (بِبَعْضِ أَوَّلِ الْحَدِيْثِ قَالَ: ((فَإِذَا كَانَ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ۔ يَعْنِيْ فِي الذَّهَبِ۔ حَتّٰى يَكُوْنَ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيْهَا نِصْفُ دِيْنَارٍ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ))۔ قَالَ: وَلَا أَدْرِيْ أَعَلِيٌّ يَقُوْلُ: ((بِحِسَابِ ذٰلِكَ)) أَوْرَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ؟ ((وَلَيْسَ فِيْ مَالٍ زَكَاةٌ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْكَ الْحَوْلُ))۔ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَ شَيْئًا قَالَ فِيْ آخِرِهِ: إِلَّا أَنَّ جَرِيْرًا قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: يَزِيْدُ فِي الْحَدِيْثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((لَيْسَ فِيْ مَالٍ زَكَاةٌ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ))۔

(۵۹۵)۱۵۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں ابن وہب کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں جریر بن حازم، اور ایک اور شخص نے ابواسحاق سے، انہوں نے عاصم بن ضمرہ اور حارث اعور سے انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے پہلی حدیث کا کچھ حصہ اور مزید یہ کہا ”جب تیرے پاس دوسو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے ان میں پانچ درہم لازم ہوں گے اس کے علاوہ کچھ نہیں سونے پر، حتی کہ بیس دینار ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے، میں نصف دینار ہے اگر بیس سے زائد ہوں تو اسی حساب سے زکوٰۃ لازم ہے، راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ ”فبحساب ذلك“ علی کا قول ہے یا رسول اللہ ﷺ کا اور مال میں اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اس پر ایک سال نہ گزر جائے نبیؐ سے کچھ مزید ذکر کیا اس کے آخر میں یہ جملہ کہا۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ یزید نے نے یہ الفاظ حدیث میں نبی کریم ﷺ سے زیادہ بیان کیے ”کسی مال میں زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اس پر ایک

وَعَاصِمُ بْنُ ضَمُرَةَ ذَكَرَ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ أَنَّهُ ثِقَةٌ، وَقَالَ النَّسَائِيُّ فِيْ ((التَّمْيِيْزِ)): لَا بَأْسَ بِهِ۔

سال نہ گزر جائے۔“
عاصم بن ضمرہ، ابن ابی حاتم نے علی بن مدینی سے ذکر کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے اور نسائی نے ”تمییز“ میں کہا ہے کہ یہ راوی ٹھیک ہے۔

**تحقیق و تخریج:** ابوداؤد: ۱۵۷۳، بیہقی: ۴/ ۹۵۔

**فوائد:** (۱) روپے وپیسے و دیگر مال پر ایک سال کا گزرنا زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے ایک شرط ہے۔
(۲) سونا، چاندی، درہم، دینار، روپے، مال تجارت اور چرنے والے جانوروں پر زکوٰۃ ہے جبکہ وہ نصاب کو پہنچ جائیں اور ایک سال مکمل ہو جائے۔
(۳) دینار بیس ہوں تو ان میں نصف دینار زکوٰۃ ہوگی۔

## بَابُ زَكَاةِ الْمُعَشَّرَاتِ

## دسویں کی زکوٰۃ کا بیان

(۵۹٦)۱۔عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ فِيْ حَبٍّ وَلَا تَمْرٍ صَدَقَةٌ حَتَّى تَبْلُغَ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ، وَلَا فِيْمَا دُوْنَ [خَمْسِ] ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ) (مِنَ الْوَرِقِ) صَدَقَةٌ))۔
لَفْظُ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ۔

(۵۹٦)۱۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اناج اور کھجور میں زکوۃ نہیں یہاں تک کہ وہ پانچ وسق کو پہنچ جائے“ پانچ اونٹوں سے کم پر زکوۃ نہیں اور چاندی کے پانچ اوقیہ سے کم پر زکوۃ نہیں۔ (اوقیہ: ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اس طرح پانچ اوقیے دو سو درہم کے ہوئے دو سو درہم ساڑھے باون تولے چاندی بنتی ہے، وسق: ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے اس طرح ساٹھ صاع کے چھ من بنتے ہیں اور پانچ وسق کا تیس من غلہ بنتا ہے۔) روایت مسلم کے لفظ ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۴۴۷، ۱۴۵۹، ۱۴۸۴، مسلم: ۹۷۹۔

(۵۹۷)۲۔[وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ))]

(۵۹۷)۲۔ایک روایت میں ہے ”چاندی کے پانچ اوقیے سے کم پر زکوۃ لاگو نہیں ہوتی۔“

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۴۵۹۔

**فوائد:** (۱) ان احادیث میں جنس اور چاندی کا نصاب بتایا گیا ہے اور ان پر عائد ہونے والی زکوٰۃ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔
(۲) ہر وہ جنس جو ذخیرہ کی گئی ہو اور اس پر ایک سال بھی گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ نہ ہوگی جبکہ وہ پانچ وسق تک پہنچ جائے۔ پانچ وسق سے کم غلے پر زکوٰۃ نہ ہوگی۔
(۳) چاندی کے پانچ اوقیے ہوں یا دوسو درہم ہوں ایک ہی بات ہے۔ اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ نصاب اور سال مکمل ہونے کی صورت میں پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی۔

(۵۹۸)٣۔وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ (بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يَذْكُرُ) أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((فِيْمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشُوْرُ، وَفِيْمَا سُقِيَ بِالسَّانِيَةِ نِصْفُ الْعُشْرِ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۵۹۸)۳۔ ابوالزبیر سے روایت ہے کہ اس نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ ذکر کرتے ہیں کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس فصل کو نہروں نے سیراب کیا اور بارش نے سیراب کیا اس فصل پر عشر لاگو ہوتا ہے اور جو فصل پانی کھینچ کر سیراب کی جائے اس پر نصف عشر (یعنی بیسواں حصہ لاگو ہوتا ہے۔) مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۹۸۱۔

(۵۹۹)٤۔وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ: ((فِيْمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْعُيُوْنُ الْعُشْرُ))۔

(۵۹۹)۴۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے ”جس فصل کو نہروں نے سیراب کیا ہو یا چشموں نے اس میں عشر لاگو ہوتا ہے۔“

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد: ۱۵۹۷۔

(۶۰۰)٥۔وَعِنْدَهُ مِنْ رِوَايَةِ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ: ((فِيْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ وَالْأَنْهَارُ وَالْعُيُوْنُ أَوْ كَانَ بَعْلًا الْعُشْرُ، وَفِيْمَا سُقِيَ بِالسَّوَانِيْ أَوِ النَّضْحِ (نِصْفُ) الْعُشْرِ))۔

(۶۰۰)۵۔ ابوداؤد میں، سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں ”جس فصل کو نہریں، چشمے یا اندرونی تری، سیراب کرے اس میں عشر لاگو ہوتا ہے اور جسے کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر، یعنی بیسواں حصہ عائد ہوتا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد: ۱۵۹۶، بخاری: ۱۴۸۳۔

**فوائد:** (۱) وہ زمینیں جو مشقت سے پانی کھینچ کر سیراب کی جاتی ہیں مثال کے طور پر بیلوں، اونٹوں اور آدمیوں کے ذریعے زمین سیراب کرنا وغیرہ تو اس صورت میں بیسواں حصہ یعنی نصف عشر ہوگا۔
(۲) نہری پانی بھی مشقت سے کھینچے گئے پانی کے قائم مقام ہے کیونکہ یہ پانی عوض دے کر حاصل کیا جاتا ہے جیسے آبیانہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ لہٰذا اس میں بھی بیسواں حصہ ہے۔ ایسے ہی ٹیوب ویلوں سے خرید کر زمین کو پانی دیا جاتا ہے یہ بھی بیسویں حصے میں

شامل ہوتا ہے۔

(۳) ایسا پانی جو بغیر مشقت ومحنت کے حاصل کیا جاتا ہے یا مل جاتا ہے تو اس سے پکی ہوئی فصل پر دسواں حصہ ہے یعنی عشر ہے۔ مثال کے طور پر بارش کا پانی، چشموں کا پانی وغیرہ۔

(٦٠١)٦۔ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى، وَمُعَاذِ (بْنِ جَبَلٍ) حِيْنَ بَعَثَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ يُعَلِّمَانِ النَّاسَ أَمْرَ دِيْنِهِمْ: ((لَا تَأْخُذَا الصَّدَقَةَ إِلَّا مِنْ هٰذِهِ الْأَرْبَعَةِ الشَّعِيْرِ، وَالْحِنْطَةِ، وَالزَّبِيْبِ، وَالتَّمْرِ))۔ أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ۔

(۶۰۱)٦۔ طلحہ بن یحییٰ، ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو ان کا دین سکھلائیں تو انہیں یہ حکم دیا: ''تم دونوں ان چار چیزوں کے علاوہ کسی چیز سے صدقہ وصول نہ کرنا، جو، گندم، منقیٰ اور پھل۔'' اس کو حاکم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ البیهقی: ۴/ ۱۲۵، الکبیر الطبرانی: ۲۰/ ۱۵۰۔۱۵۱، مجمع الزوائد الهیثمی: ۳/ ۷۵، مستدرك حاکم: ۱/ ۴۰۱۔

(٦٠٢)٧۔ وَأَخْرَجَ أَيْضًا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ مُعَاذِ (بْنِ جَبَلٍ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((فِيْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ وَالْبَعْلُ وَالسَّيْلُ الْعُشْرُ، وَفِيْمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ))۔ وَإِنَّمَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ فِي التَّمْرِ (وَالْحِنْطَةِ) وَالْحُبُوْبِ، فَأَمَّا الْقِثَّاءُ وَالْبِطِّيْخُ وَالرُّمَّانُ وَالْقَصَبُ فَقَدْ عَفَا عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

وَقَالَ: صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ وَزَعَمَ أَنَّ مُوْسَى بْنَ طَلْحَةَ تَابِعِيٌّ كَبِيْرٌ لَا يُنْكَرُ أَنْ يُدْرِكَ [أَيَّامَ مُعَاذٍ]۔

وَفِيْمَا قَالَهُ نَظَرٌ كَبِيْرٌ فَإِنَّهُ رَوٰى مِنْ حَدِيْثِ مُوْسٰى أَنَّهُ قَالَ: عِنْدَنَا كِتَابُ مُعَاذٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّهُ إِنَّمَا أَخَذَ الصَّدَقَةَ مِنَ الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ، وَالتَّمْرِ))۔ وَهٰذَا يُشْعِرُ أَنَّهُ كِتَابٌ۔

(۶۰۲)۷۔ ایسے ہی موسیٰ بن طلحہ کے حوالے سے حدیث نقل کی، اس نے معاذ بن جبل سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس فصل کو بارش نے اور سیلاب نے سیراب کیا ہو اور جس فصل کو کنوئیں نے سیراب کیا ہو، اس میں نصف عشر دینا ہوگا۔'' یہ حکم نافذ ہوگا کھجور، گندم اور اناج میں، رہی ککڑی، تربوز، انار اور گنا وغیرہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا عشر معاف کر دیا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے شیخین نے اسے روایت نہیں کیا اس کی رائے ہے کہ موسیٰ بن طلحہ بہت بڑے تابعی ہیں عجب نہیں کہ اس نے معاذ بن جبل کا زمانہ پایا ہو۔'' ان کی یہ بات قابل غور ہے کہ اس نے موسیٰ بن طلحہ سے روایت کی کہ ہمارے پاس معاذ کا وہ تحریر نامہ موجود ہے جو نبی کریم ﷺ کی جانب سے ملا تھا ''آپ ﷺ نے گندم، جو، منقیٰ اور کھجور سے صدقہ وصول کیا'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دستاویز تھی ابو زرعہ نے ذکر کیا ہے

وَذَكَرَ أَبُو زُرْعَةَ أَنَّ مُوسٰى عَنْ عُمَرَ مُرْسَلٌ، فَإِنْ كَانَ لَمْ يُدْرِكْ عُمَرَ فَلَمْ يُدْرِكْ مُعَاذًا۔

کہ موسیٰ نے عمر سے مرسل روایت کی' اگر اس کی ملاقات عمر سے نہیں تو پھر اس نے معاذ بن جبل کو بھی نہیں پایا۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد: ۵/ ۲۲۸' دارقطنی: ۲/ ۹' بیھقی: ۴/ ۱۲۸۔۱۲۹' مستدرك حاكم: ۱/ ۴۰۱۔

**فوائد:** (۱) امیر قوم اپنے عاملوں کو کسی دوسرے شہر دین کی اشاعت کی خاطر اور احکام کی تعلیم دینے کی خاطر بھیج سکتا ہے۔ ایک سے زائد عامل و مسئول بھی ایک جگہ پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

(۲) حدیث میں جو چار چیزوں کے متعلق بیان آیا ہے کہ صرف ان میں سے ہی زکوٰۃ لینی ہے تو یہ کلام اضافی چیزوں کے بیان میں ہے۔ یعنی ان سے بھی لازمی زکوٰۃ وصول کرنی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یمن کے موجودہ اناج کے لحاظ سے ان چار چیزوں سے زکوٰۃ کی وصولی کی تلقین کی یعنی مناسبت کے لحاظ سے ارشاد فرمایا۔

(۳) عشر یا نصف عشر یہ دو صورتیں مذکور ہیں تیسری صورت نہیں ہے یعنی عشر اور نصف عشر۔ اب نصف عشر سے آگے کوئی صورت نہیں ہے۔

(۴) عشر یا نصف عشر یہ بھی فرائض میں سے ہیں۔ ان کے ادا نہ کرنے سے مال حرام رہتا ہے اور انسان گناہ گار رہتا ہے۔

(۵) عشر یا نصف عشر کو بھی وہیں صرف کیا جائے گا جہاں زکوٰۃ کو صرف کیا جاتا ہے۔

(۶۰۳) ۸۔ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: جَآءَ نَا سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ إِلَى مَجْلِسِنَا قَالَ: أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**إِذَا خَرَصْتُمْ فَجُذُّوْا وَدَعُوْا الثُّلُثَ، فَإِنْ لَمْ تَدَعُوْا (أَوْ تَجِدُوْا) الثُّلُثَ فَدَعُوْا الرُّبُعَ**))۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ فِي ((**الْمُسْتَدْرَكِ**)) وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ بِالْإِسْنَادِ۔ وَفِيْمَا قَالَهُ نَظَرٌ۔

(۶۰۳) ۸۔ عبدالرحمٰن بن مسعود سے روایت ہے' کہتے ہیں ہمارے پاس سہل بن ابی حثمہ تشریف مجلس میں' انہوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا فرمایا: ''جب تم اندازہ لگاؤ یعنی جب تم پھل کاٹو تو ثلث چھوڑ دو پس اگر تم ثلث نہ چھوڑ یا نہ پاؤ تو پھر ربع چھوڑ دو۔''

اس کو ابوداؤد' ترمذی' نسائی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اپنی ''مستدرک'' میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح السند ہے اس کے بیان میں نظر ہے۔

**فوائد:** (۱) ''خرص'' اندازہ لگانے کو کہتے ہیں جو اندازہ لگاتا ہے اس کو خارص کہتے ہیں۔ اندازہ لگانا جائز ہے۔

(۲) اندازے کا طریقہ یہ ہے کہ جب پھل ابھی درخت پر لگا ہوتا ہے تو آدمی اس کا اندازہ کر لیتا ہے کہ اس میں اتنے انگور ہوں گے یا رطب۔ اس کے مطابق مالک پر وہ عشر مقرر کر دیتا ہے تا کہ وہ پھل ٹوٹنے کے وقت دے سکے۔

(۳) اس حدیث میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پھل کے ثلث یا ربع حصے سے عشر نہ لیا جائے یہ ایک رعایت کے طور پر ہے تا کہ مالک ہمسایوں' دوستوں محتاجوں اور مسافروں کو کچھ دے سکے۔

(٦٠٤)٩۔وَعَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ' عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْجَعْرُوْرِ وَلَوْنِ الْحُبَيْقِ أَنْ يُؤْخَذَ فِيْ الصَّدَقَةِ))۔ قَالَ الزُّهْرِيُّ: لَوْنَيْنِ مِنْ تَمْرِ الْمَدِيْنَةِ۔

(۶۰۴)۹۔ابوامامہ بن سہل اپنے باپ ؓ سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جعرور اور لون الحبیق بطور صدقہ لینے سے منع فرمایا: ''علامہ زہری کہتے ہیں یہ مدینہ منورہ کی دو قسم کی کھجوریں ہیں۔ (۱)جعرور (۲)لون الحبیق۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ' ثُمَّ الْحَاكِمُ بِإِسْنَادٍ آخَرَ' وَزَادَ: وَكَانَ النَّاسُ يَتَيَمَّمُوْنَ شَرَّ ثِمَارِهِمْ فَيُخْرِجُوْنَهَا فِيْ الصَّدَقَةِ' فَنُهُوْا عَنْ لَوْنَيْنِ مِنَ التَّمْرِ' فَنَزَلَتْ: ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾ [البقرة: ٢٦٧] قَالَ: صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ' وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔ قُلْتُ: اَلْحُبَيْقُ' بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ' وَفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَتَخْفِيْفِ آخِرِ الْحُرُوْفِ۔

ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی گئی ہے اس میں یہ اضافی الفاظ ہیں' لوگ اپنی ردی کھجوریں بطور صدقہ دینے کا ارادہ رکھتے تھے تو انہیں دو قسم کی کھجوریں صدقے میں دینے سے منع کر دیا' تو یہ آیت نازل ہوئی: ''وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ۔'' (البقرۃ:۲۶۷) کہا ہے کہ یہ شرط بخاری پر ہے' صحیح ہے اور شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ ''حبیق'' حاء کے ضمہ کے ساتھ اور باء کے فتحہ اور آخری حروف کی تخفیف کے ساتھ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** ابو داؤد: ۱۶۰۷' مستدرك حاكم: ۱/ ۴۰۲' امام حاکم نے اسے بخاری کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ مستدرك حاكم: ۲/ ۲۸۴' ترمذی: ۲۹۸۷۔ امام ترمذی نے اس حسن غریب صحیح قرار دیا ہے۔

**فوائد:** (۱) کسی بھی جنس سے زکوٰۃ دینا آتی ہو تو اس کا ردی حصہ زکوٰۃ وعشر میں دینا غلط ہے۔

(۲) نہ مال دار کو ناقص جنس بطور زکوٰۃ یا صدقہ دینی چاہیے اور نہ ہی وصول کرنے والے کو ردی مال وصول کرنا چاہیے۔

(۳) جنس کو اچھی اور ردی قسم میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اور ان کے الگ الگ نام بھی رکھے جا سکتے ہیں۔

(۴) اسلام ایسے مال وجنس کی زکوٰۃ اور عشر قبول نہیں کرتا جو ردی ہو اور مالک کو بھی محبوب نہ ہو' بلکہ وہ صدقہ وزکوٰۃ قابل اجر اور قابل تعریف ہوتے ہیں جو پسندیدہ مال سے چن کر دی جائے اور میانہ روی کو سامنے رکھ کر دی جائے۔

(۵) ہر بری چیز کو خبیث کہہ سکتے ہیں خواہ وہ عمل کے لحاظ سے ہو یا وصف کے اعتبار سے۔

(٦٠٥)١٠۔وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ' عَنْ أَبِيْهِ' عَنْ جَدِّهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو' عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّهُ أَخَذَ مِنَ الْعَسَلِ الْعُشْرَ))۔

(۶۰۵)۱۰۔عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں ''نبی کریم ﷺ شہد سے عشر لیا کرتے تھے۔'' ابن ماجہ نے نعیم بن حماد کے

أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيْثِ نُعَيْمِ بْنِ حَمَّادٍ، وَهُوَ حَافِظٌ أَخْرَجَ لَهُ الْبُخَارِيُّ، وَقَدْمُسٌ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، وَهُوَ إِمَامٌ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، وَأَخْرَجَ لَهُ مُسْلِمٌ، فَمَنْ يَحْتَجُّ بِنُسْخَةِ عَمْرٍو، وَبِالرَّجُلَيْنِ احْتَجَّ بِهِ۔

حوالے سے روایت کیا وہ حافظ حدیث ہیں جس سے امام بخاری نے روایت نقل کی یہ صاحب جنوں ہے اس نے عبداللہ بن مبارک سے روایت کیا وہ امام ہے۔ اس نے اسامہ بن زید سے روایت کیا اس سے امام مسلم نے روایت کی ہے جس سے عمرو کے نسخ کو حجت بنایا اور ان دو کو قابل حجت بنایا۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابن ماجہ: ۱۸۲۴، ابوداؤد: ۱۶۰۰، نسائی: ۵/ ۳۶۔

**فوائد:** (۱) یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس میں نقدی کی زکوٰۃ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس حوالہ سے پہلے ایک روایت گزری ہے جس میں بیس دیناروں پر نصف دینار کا تذکرہ ہے اور اس میں چالیس دینار پر ایک دینار کا ذکر ہے۔

(۲) دینار زیادہ قیمتی ہوتا ہے درہم سے۔ کرنسی کو ایک خاص نام دیا جا سکتا ہے اسلام میں یہ جائز ہے۔ ایسے ہی کرنسی کے اقدار کے تفاوت کے پیش نظر الگ الگ نام بھی رکھ سکتے ہیں۔

(۳) اسلام ایک جامع اور مکمل ضابطہ حیات ہے جو کہ عبادات، فرائض وسنن، معاملات فیصلہ جات اور وحدانیت سے مرکب ہے۔

(۴) نبی کریم علیہ السلام خود اُمی (اَن پڑھ) تھے۔ جو حدیث میں ہے کہ "انه كتب الى اهل اليمن" یعنی انہوں نے اہل یمن کی طرف کتاب لکھی۔ حقیقت میں لکھنے والے کوئی صحابی تھے لیکن نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کر دی یعنی مجازی معنی مراد لینا درست ہے۔

## بَابُ زَكَاةِ النَّاضِ

## نقدی کی زکوۃ کا بیان

(٦٠٦) ١۔رَوَى سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ بِكِتَابٍ فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ: ((وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ دِينَارًا دِينَارٌ))۔

أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ، قَالَ: وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الدِّمَشْقِيُّ الْخَوْلَانِيُّ مَعْرُوفٌ بِالزُّهْرِيِّ، وَإِنْ كَانَ يَحْيَى بْنُ

(۶۰۶) ۱۔ سلیمان بن داؤد نے زہری سے اس نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے دادا سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اہل یمن کے لیے ایک دستاویز لکھی جس میں فرائض سنن اور دیات کا تذکرہ کیا، اور اس میں یہ حکم بھی درج تھا ''ہر چالیس دینار پر ایک دینار صدقہ دینا ہوگا'' مستدرک حاکم نے اسے نقل کیا، کہتے ہیں کہ سلیمان بن داؤد دمشقی خولانی، زہری کے نام سے معروف تھے، اگرچہ یحییٰ بن معین نے اس پر کچھ

مَعِينٍ غَمَزَهُ، فَقَدْ عَدَّلَهُ غَيْرُهُ، ثُمَّ رَوَى بِإِسْنَادٍ إِلَى أَبِي حَاتِمٍ أَنَّهُ قَالَ: سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْخَوْلَانِيُّ عِنْدَنَا مِمَّنْ لَا بَأْسَ بِهِ، وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ: وَسَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ۔

اعتراضات وارد کیے ہیں لیکن دیگر محدثین نے اسے عادل قرار دیا ہے' پھر حدیث بیان کی ایسی سند کے ساتھ جو ابوحاتم تک پہنچتی ہے' اس نے کہا' سلیمان بن داؤد خولانی ٹھیک ہی تو ہیں۔ ابن ابی حاتم نے کہا' میں نے ابوزرعہ کو سنا وہ بھی یہ کہتے تھے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ مستدرك حاكم: ۱/ ۳۹۵۔

**فوائد:** (۱) یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس میں نقدی کی زکوٰۃ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس حوالہ سے پہلے ایک روایت گزری ہے جس میں بیس دیناروں پر نصف دینار کا تذکرہ ہے اور اس میں چالیس دینار پر ایک دینار کا ذکر ہے۔

(۲) دینار زیادہ قیمتی ہوتا ہے درہم سے۔ کرنسی کو ایک خاص نام دیا جا سکتا ہے اسلام میں یہ جائز ہے۔ ایسے ہی کرنسی کے اقدار کے تفاوت کے پیش نظر الگ الگ نام بھی رکھ سکتے ہیں۔

(۳) اسلام ایک جامع اور مکمل ضابطۂ حیات ہے جو کہ عبادات' فرائض وسنن' معاملات فیصلہ جات اور وحدانیت سے مرکب ہے۔

(۴) نبی کریم علیہ السلام خود اُمی (اَن پڑھ) تھے۔ جو حدیث میں ہے کہ "انه كتب الى اهل اليمن" یعنی انہوں نے اہل یمن کی طرف کتاب لکھی۔ حقیقت میں لکھنے والے کوئی صحابی تھے لیکن نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کر دی یعنی مجازی معنی مراد لینا درست ہے۔

(۶۰۷) ۲۔وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلْمِكْيَالُ مِكْيَالُ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ/ وَالْوَزْنُ (أَهْلِ) مَكَّةَ))۔

أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ، وَأَبُوْ دَاوُدَ۔

(۶۰۷) ۲۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ماپنے کا پیمانہ اہل مدینہ کا معتبر ہے اور تولنے کا اہل مکہ کا۔"

نسائی' ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۳۳۴۰' نسائی: ۷/ ۲۸۴' بیهقی: ۳۱۶۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں ماپ تول کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے ماپ کا تعلق ایک ایسے پیمانے سے ہوتا ہے جو کہ مخصوص ہوتا ہے اور اس میں کسی چیز کو رکھ کر اندازہ لگایا جاتا ہے اور پھر کسی کو چیز دی جاتی ہے جیسا کہ آج کل دودھ کے مخصوص پیمانے ہیں یعنی کلو دو کلو وغیرہ کا۔ اسی طرح اور بھی کئی ماپنے کے پیمانے ہیں۔ اور تول کا تعلق ایسے آلے سے ہوتا ہے جس سے کسی چیز کا وزن اس لحاظ سے کیا جاتا ہے کہ وہ بالکل برابر ہوتی ہے۔ جیسا کہ ترازو وغیرہ ہیں ایک طرف باٹ رکھے جاتے ہیں اور دوسری طرف موزون چیز رکھی جاتی ہے۔

(۲) عالم اسلام کے لیے ماپ تول کے لحاظ سے بہترین پیمانے مکہ مدینہ کے ہیں جو کہ معتبر ہیں۔ مکہ مدینہ کا رتبہ اس لحاظ سے

بھی بلند ہے کہ ان کے پیمانے شاندار قسم کے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان ہے آج بھی جمہور علماء کے ہاں معتبر پیمانے بھی وہی ہیں جو نبی کریم علیہ السلام کے دور میں تھے۔

(۳) اسلام نے انصاف کو فروغ دینے کے لیے کچھ ایسے پیمانوں کو بھی متعارف کروایا جن کے رائج کرنے سے معاملات میں نکھار پیدا ہوتا ہے جدل ونفرت کے پیدا ہونے کا شبہ تک نہ رہا۔

(۴) ماپ اور تول کا نظریہ اور عمل اسلام نے حسن اسلوبی سے پیش کیا۔ جس سے ہر امیر و غریب یکساں طور پر مستفید ہوئے۔

(۵) کسی جنس و غلہ سے زکوٰۃ اخذ کرتے وقت آج بھی ماپ تول کے پیمانوں کو ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ماپ تول میں انصاف سے کام لینا ضروری ہے۔ ناقص قسم کے پیمانوں کو میرٹ بنا کر استعمال میں لانا درست نہیں ہے ورنہ مال و متاع حرام ہوتا چلا جائے گا۔ غیر قانونی و غیر شرعی طریقوں سے عوام کے مال و دولت کو سلب کرنا سنگین جرم بھی ہے اور گناہ بھی ہے۔ پورا پورا لینے، دینے والے اللہ کے ہاں انعام حاصل کریں گے۔ کم ماپنے، تولنے والے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔

(۶۰۸) ۳۔وَعَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَلْبَسُ أَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ، فَسَأَلَتْ عَنْ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: أَكَنْزٌ هُوَ؟ فَقَالَ: ((إِذَا أَدَّيْتِ زَكَاتَهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ)).

أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عَجْلَانَ، وَقَالَ: صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ، وَقَدْ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ قَرِيبًا مِنْ لَفْظِهِ۔

(۶۰۸) ۳۔حضرت عطاء سے روایت ہے وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ سونے کے پازیب پہنا کرتی تھی، اس نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا یہ خزانہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''اگر آپ اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہوں تو پھر یہ خزانہ نہیں'' (یعنی جس کی مذمت قرآن میں کی گئی ہے) امام حاکم نے اسے روایت کیا۔ محمد بن مہاجر کے حوالے سے اور اس نے ثابت بن عجلان کے واسطے سے اور کہا یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ لیکن شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔ ابوداؤد میں بھی قریباً یہی الفاظ وارد ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۱۵۶۳، دار قطنی: ۲/ ۱۰۵، مستدرك حاكم: ۱/ ۳۹۰، بيهقي: ۴/ ۱۴۰۔ امام حاکم نے اسے بخاری کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

**فوائد:** (۱) زیورات چاندی کے ہوں یا سونے کے، نصاب کو پہنچ جائیں تو ان میں جمہور فقہاء کے نزدیک زکوٰۃ فرض ہے خواہ استعمال کے لیے ہوں یا تجارت کے لیے۔ یہی بات صحیح ہے۔

(۲) زیورات کو چمکانا، خوبصورت بنانا جائز ہے۔

(۳) ''اوضاح'' چمکتے دمکتے زیورات کا نام ہے۔

(۴) ہر وہ مال جس کے قابل نصاب ہو جانے کے بعد زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں ہوتا یعنی ایسا مال نہیں ہوتا جس کے بارے گرفت ہوگی۔

(۵) جب تک مال کی نصاب کے اہل ہونے کے باوجود زکوۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز ہوتا ہے جس کی وعید قرآن میں آتی ہے اور یہ صاحب مال کے لیے وبال بنے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا اگر زیورات و مال کی مالکہ عورت ہو تو اس کو بھی زکوۃ ادا کرنی چاہیے یعنی زکوۃ مرد و زن دونوں پر فرض ہے۔ اپنے امام و راہنما سے مسائل پوچھنا اور اس پر عمل کرنا دانائی کی علامت ہوتی ہے اور دیگر حضرات کا بھی فائدہ ہو جاتا ہے۔ امیر و امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمہ وقت دلائل و استدلالات کے اسلحہ سے لبریز رہے تاکہ بوقت ضرورت عوام کی تشفی کر سکے۔

## بَابُ زَكَاةِ الْمَعْدِنِ وَالرِّكَازِ

## کان اور مدفون خزانے کی زکوۃ کا بیان

(٦٠٩)١۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : ((اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ' (وَالْبِئْرُ جُبَارٌ)، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ اَلْخُمُسُ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۶۰۹) ا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جانور کا زخم معاف ہے' کنویں میں گر کر جانور مر جائے تو معاف ہے' کان میں موجود معدنیات کا بھی یہی حکم ہے البتہ زمین میں مدفون خزانے میں پانچواں حصہ ہوگا۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۴۹۹، ۲۳۵۵، ۶۹۱۲، ۶۹۱۳، مسلم: ۱۷۱۰۔

**فوائد:** (۱) کان اور رکاز یہ الگ الگ چیزیں ہیں یہی راجح بات ہے۔

(۲) کان مخفی خزانے کا مخزن ہوتی ہے سبھی جانتے ہیں جبکہ رکاز مدتوں پرانا دفینہ ہوتا ہے۔ کان مجازی معنی کے اعتبار سے رکاز کے معنی میں آ سکتی ہے لیکن حقیقی معنی میں نہیں آ سکتی۔ ان کا حکم الگ الگ ہے اور مراد الگ الگ ہے۔

(۳) پرانا دفینہ ملنے پر پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرانا ضروری ہے۔

(۴) کوئی جانور کسی کو لات مار دے اور وہ مر جائے تو اس پر مالک کو یا جانور کو مارا نہیں جائے گا' کیونکہ جانور تو سبھی کے لیے نفع ونقصان کے لحاظ سے یکساں ہوتے ہیں ان کو کسی نے سکھایا تو نہیں ہوتا اسی طرح کنویں سے کسی کو نقصان پہنچے تو پھر بھی مواخذہ نہ ہوگا۔ کان میں کوئی مر گیا تو تب بھی مواخذہ نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی جگہیں ہیں جن میں کسی کا بس نہیں چلتا۔

(۵) خمس ایک متعین حصہ ہے اس کو زکوۃ کا نام نہیں دیا جا سکتا ہے۔ خمس بیت المال میں جمع کروانے کے بعد باقی مال آدمی اپنے پاس رکھے گا۔ خمس اموال غنائم میں بھی واجب ہے اور یہاں بھی وہی حیثیت ہے۔ یہ ظلم ہے کہ کوئی علاقہ کا سربراہ یا حکومت کسی آدمی کو ملے ہوئے سبھی دفینے پر قابض ہو جائے اور اس کو ایک سکہ بھی نہ دکھائے۔ حکومت صرف خمس طلب کرے گی۔

(٦١٠)٥۔وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ' عَنْ أَبِيهِ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَخَذَ مِنَ الْمَعَادِنِ الْقَبَلِيَّةِ الصَّدَقَةَ' وَأَنَّهُ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ

(۶۱۰) ۲۔ حارث بن بلال بن حارث سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کریے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے قبلیہ کی کان سے صدقہ لیا اور انہوں نے بلال بن حارث

اَلْعَقِيْقَ أَجْمَعَ))۔ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ (لِبِلَالٍ): إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يُقْطِعْكَ لِتَحْتَجِرَهُ عَنِ النَّاسِ، لَمْ يُقْطِعْكَ إِلَّا لِتَعْمَلَ، قَالَ فَأَقْطَعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ لِلنَّاسِ الْعَقِيْقَ۔

أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ مِنْ حَدِيْثِ نُعَيْمِ بْنِ حَمَّادٍ، عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَقَالَ: اِحْتَجَّ الْبُخَارِيُّ بِنُعَيْمِ بْنِ حَمَّادٍ، وَمُسْلِمٌ بِالدَّرَاوَرْدِيِّ، قَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

قُلْتُ: لَعَلَّهُ عَلِمَ حَالَ الْحَارِثِ، وَالدَّرَاوَرْدِيُّ هُوَ عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَلِقَبَلِيَّةٌ بِفَتْحِ الْقَافِ وَالْبَاءِ مَعَاقِيْلَ مَنْسُوْبَةٌ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِنْ سَاحِلِ الْبَحْرِ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ خَمْسَةُ أَيَّامٍ۔

کو عقیق سارا دیا تھا۔'' پس جب عمر براجمان ہوئے تو انہوں نے بلال سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو وہ کاٹ کر اس لیے نہیں دیا تھا کہ تو اس کو لوگوں سے روک لے بلکہ وہ اس لیے دیا تھا کہ تو کام کرے' فرمایا پس عمر نے لوگوں کے حوالے ہیرا کر دیا۔ اس کو حاکم نے ''نعیم بن حماد عن عبدالعزیز بن محمد'' کی حدیث سے نکالا ہے اور کہا ہے کہ نعیم بن حماد' بخاری نے اس سے حجت پکڑی ہے اور مسلم نے دراوردی کے ساتھ حجت پکڑی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے شیخین نے اس کو نہیں روایت کیا۔ میں کہتا ہوں کہ شاید اس نے حارث کا حال جانا ہو' اور دراوردی سے مراد عبدالعزیز بن محمد ہے اور ''قبلیۃ'' قاف کے فتحہ اور باء کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ ساحل سمندر کی جانب منسوب ہے اس کے اور مدینہ کے درمیان پانچ دن کا فاصلہ ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔بیہقی: ۴/ ۱۵۲' مستدرك حاکم: ۱/ ۴۰۴' المیزان: ۴/ ۲۷۰۔

**فوائد:** (۱) کان کے عاملین کو کان کے ذخیرہ سے کچھ دیا جا سکتا ہے مزدوری کے لحاظ سے۔

(۲) یہ حدیث ضعیف ہے۔ جس میں یہ ثابت ہو رہا ہے کہ کان میں صدقہ ہے اور واجب ہے۔

(۳) کانوں وغیرہ کے نام رکھنے درست ہیں۔

## بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

## باب صدقہ فطر کا بیان

(۶۱۱)۱۔رَوَى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْصَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ))۔ أَخْرَجُوْهُ أَجْمَعُوْنَ۔

(۶۱۱)۱۔مالک نے نافع سے روایت کیا اس نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے ''رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ فطر کو فرض قرار دیا ہے' کھجور سے ایک صاع' جو سے ایک صاع' ہر مسلمان آزاد' غلام' مرد اور عورت پر۔''
تمام محدثین نے اسے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۰۴' مسلم: ۹۸۴۔

(٦١٢)٢۔وَفِی رِوَايَةٍ: ((اَلْفِطْرُ مِنْ رَمَضَانَ))۔

(۶۱۲)۲۔ایک روایت میں ہے ''فطرانہ رمضان کا ہوتا ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۹۸۴۔

(٦١٣)٣۔ وَفِی رِوَايَةِ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ أَبِی رَاوِدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ((كَانَ النَّاسُ يُخْرِجُوْنَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، أَوْصَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ سُلْتٍ، أَوْ زَبِيْبٍ))۔

أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، وَقَالَ فِی عَبْدِالْعَزِيْزِ : ثِقَةٌ عَابِدٌ، وَأَبُوْ عُمَرَ خَالَفَهُ فِی التَّصْحِيْحِ كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ كَلَامُهُ۔

(۶۱۳)۳۔عبدالعزیز بن ابی راود کی نافع سے اور اس کی عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ جو، کھجور، یا منقیٰ میں سے ایک صاع صدقہ فطر نکالا کرتے تھے۔'' حاکم نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس نے عبدالعزیز کے بارے میں فرمایا کہ یہ ثقہ راوی اور عبادت گذار ہے، ابوعمر نے اس کے صحیح ہونے کے سلسلے میں مخالفت کی ہے۔ جیسے اس کی کلام اس پر دلالت کرتی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مستدرك حاکم: ۱/ ۴۰۹، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(٦١٤)٤۔وَفِی رِوَايَةِ اللَّيْثِ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: ((أَمَرَ النَّبِیُّ ﷺ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ))۔

قَالَ عَبْدُاللّٰهِ : فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ وَهُوَ فِی الصَّحِيْحِ۔

(۶۱۴)۴۔لیث نے نافع سے روایت کی کہ عبداللہ بن عمر نے فرمایا: ''نبی کریم ﷺ نے کھجور یا جو سے ایک صاع صدقہ فطر نکالنے کا حکم دیا۔''
عبداللہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے صاع کی بجائے گندم کے دو مد دینے شروع کر دیئے اور یہ صحیح ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۰۷، مسلم: ۱۹۸۴۔

**فوائد:** (۱) صدقہ فطر کی فرضیت رمضان المبارک ۲ھ میں ہوئی یہ صدقہ صرف نماز عید کی ادائیگی سے قبل ہوتا ہے۔

(۲) صدقہ فطر تمام مسلم افراد پر فرض ہے۔ مرد، عورت، لونڈی اور مولود بچہ سبھی پر واجب ہے یہ نماز عید سے پہلے پہلے ادا کر دیا جانا چاہیے۔ تاکہ مساکین وغربا اپنی اس خوشی کے دن حوائج وضروریات پوری کر سکیں۔ اور بغیر کسی پریشانی اور شرمندگی کے دوسروں کے ساتھ خوشیاں بانٹ سکیں۔

(۳) صدقہ فطر ایک صاع ہی مسنون ہے جو کہ اڑھائی کلوگرام کے قریب ہوتا ہے اور یہ ہر جنس سے دیا جا سکتا ہے۔

(۴) غیر مسلم غلام اور لونڈی پر فطرانہ فرض نہیں ہے اور نہ ہی فطرانہ کے لیے صاحب نصاب ہونے کی شرط ہے۔ وہ آدمی جو کہ متعدد افراد کا مربی ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سبھی کی طرف سے فطرانہ ادا کرے۔ صدقۂ فطر میں صرف یہ ہے کہ صاحب صدقہ، فطرانہ آسانی سے ادا کر سکتا ہو، اگر اس کے پاس طاقت نہیں ہے یعنی عید کے دن صرف اپنے کھانے کے لیے ہے تو پھر وہ

قابل غور ہو سکتا ہے۔ جو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ فطرانہ دینے والا نہیں وہ تو لینے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

(۵) نماز عید کے بعد فطرانہ کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے بعد میں فطرانہ نہیں ہوتا وہ عام صدقہ یا تعاون شمار ہوگا۔ یہی بات اس حدیث سے ثابت ہو رہی ہے۔ یہ خلاف شرع بات ہے کہ ایک حریص مسکین سارے محلے سے اکیلا ہی فطرانے اکٹھے کر لے اور دیگر مستحقین کو موقع تک نہ دے۔ قناعت اور خوف الٰہی کو بھی حیثیت دی جائے۔

(٦١٥)٥۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ (الْخُدْرِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((**كُنَّا نُعْطِيهَا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ (أَوْصَاعًا مِنْ تَمْرٍ)** أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ، فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَ تِ السَّمْرَاءُ قَالَ: أَرَى مُدًّا هٰذِهِ يَعْدِلُ مُدَّيْنِ۔ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

(٦١٥)٥۔ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ''ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں غذا' کھجور' جو یا منقے میں سے ایک صاع بطور صدقہ فطر دیا کرتے تھے جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور گندم آ گئی تو آپ نے فرمایا: میری رائے میں گندم کا مد دوسری اجناس کے دو مد کے برابر ہے۔'' بخاری کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۰۷' مسلم: ۱۹۸۴۔

(٦١٦)٦۔ وَفِي رِوَايَةٍ :((**كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ**))، وَفِيهَا: ((**أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ**))۔

(٦١٦)٦۔ایک روایت میں ہے ''ہم غذا یا پنیر سے ایک صاع صدقہ فطر نکالا کرتے تھے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۰۶' مسلم: ۹۸۵۔

(٦١٧)٧۔وَرَوَى سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ فِي حَدِيثٍ[عَنْ] أَبِي سَعِيدٍ: إِنَّا كُنَّا نُخْرِجُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ فِيهِ: ((**أَوْصَاعًا مِنْ دَقِيقٍ**))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوداوُدَ، وَقَالَ: هٰذِهِ الرِّوَايَةُ وَهْمٌ مِنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ۔ وَقَالَ حَامِدٌ[وَ] هُوَ ابْنُ يَحْيَى: فَأَنْكَرُوا عَلَيْهِ الدَّقِيقَ، فَتَرَكَهُ سُفْيَانُ۔

(٦١٧)٧۔سفیان نے ابن عجلان سے اور اس نے ابوسعید سے حدیث وارد کی ''ہم نبی کریم ﷺ کے دور میں پسے ہوئے آٹے کا ایک صاع نکالا کرتے تھے۔''
ابوداؤد نے روایت کیا اور کہا کہ یہ روایت ابن عیینہ کا وہم کا ہے۔
حامد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ سفیان نے اسے ترک کر دیا۔

**تحقیق وتخریج:** ''او صاعا من دقیق'' کے اضافے کے ساتھ یہ حدیث شاذ ہے۔ ابو داؤد: ۱۶۱۸۔

(٦١٨)٨۔وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((**أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الْمُصَلّٰى**))۔

(٦١٨)٨۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ''نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے عیدگاہ کی طرف نکلنے سے پہلے صدقہ فطر نکالنے کا حکم دیا۔''

لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

یہ الفاظ بخاری شریف کے ہیں۔ متفق علیہ۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۰۹، مسلم: ۹۸۶۔

**فوائد:** (۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذاتی اجتہاد تھا کہ جنس باعتبار وقعت و قیمت کے گندم کے نصف صاع کو جَو کے ایک صاع کے برابر قرار دیا تھا۔ جبکہ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے رسول مکرم علیہ السلام کی حدیث کو معیار تسلیم کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل کو ترجیح دی اور فرمایا کہ ہم تو ہر جنس سے بغیر قیمت کے تفاوت کے ایک صاع فطرانہ دیا کرتے تھے اور یہ بات زیادہ راجح ہے۔

(۲) ہر وہ چیز جو غذا و خوراک کے طور پر عرف عام میں استعمال ہو سکتی ہے۔ اس سے فطرانہ دیا جا سکتا ہے۔

(۳) ایک صاع کا اندازہ جو صحت کے قریب قریب ہے وہ ہے اڑھائی کلوگرام جبکہ جنس کے وزنی یا کم وزنی ہونے کی صورت میں فرق بھی آ سکتا ہے۔ یعنی صاع ایک پیمانہ ہی دینا ہے صاع کے، وزن کا باعتبار مختلف اجناس کے ٹھیک ٹھیک اندازہ بتانا ممکن نہیں ہے۔

(۴) عیدگاہ کی طرف نکلنے سے قبل فطرانہ کی ادائیگی شرط ہے۔

(۶۱۹) ۹۔وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ((فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ، مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُوْلَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ))۔

(۶۱۹) ۹۔ عکرمہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو فرض قرار دیا یہ روزے دار کے لیے فضولیات اور گناہ سے پاکیزگی اور مساکین کے لیے غذا کا سبب بنتا ہے، جس نے اسے نماز سے پہلے ادا کیا تو یہ اس کی طرف سے مقبول زکوۃ ہو گی اور جس نے اسے نماز کے بعد ادا کیا تو یہ صدقات میں سے محض ایک صدقہ ہوگا۔"

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ يَزِيْدَ الْخَوْلَانِيِّ، وَقَالَ :فِيهِ) مَرْوَانُ وَكَانَ شَيْخَ صِدْقٍ، عَنْ سَيَّارِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، وَقَالَ فِيْهِ أَبُوْ زُرْعَةَ: لَا بَأْسَ بِهِ، وَزَعَمَ الْحَاكِمُ فِيْ ((الْمُسْتَدْرَكِ)) أَنَّهُ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔ وَفِيْمَا قَالَ فَإِنَّ أَبَا يَزِيْدَ وَسَيَّارًا لَمْ يُخْرِجْ لَهُمَا الشَّيْخَانِ [شَيْئًا] وَكَأَنَّ الْحَاكِمُ أَشَارَ إِلٰى عِكْرِمَةَ، فَإِنَّ الْبُخَارِيَّ اِحْتَجَّ بِهِ۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابویزید خولانی کے حوالے سے حدیث بیان کی اور فرمایا کہ سلسلہ سند میں مروان ہے اور وہ سچائی کا پیکر شیخ تھا، اس نے یہ روایت سیار بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے بیان کی اور اس میں ابوزرعہ کا نام آتا ہے، یہ راوی بھی ٹھیک ہی ہے، امام حاکم نے مستدرک میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا ہے۔ اور اس کے بارے میں جو کہا گیا ہے کہ اس میں نظر ہے وہ اس لیے کہ ابویزید اور

سیار بن عبدالرحمٰن سے امام بخاری نے اور امام مسلم نے روایت نہیں کیا' امام حاکم نے عکرمہ کے بارے میں اشارہ دیا ہے کہ امام بخاری نے اس سے حجت پکڑی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ ابو داؤد: ۱۶۰۹' ابن ماجة: ۱۸۲۷' مستدرك حاكم: ۱/ ۴۰۹' البیهقی: ۴/ ۱۶۳۔ امام حاکم نے اسے امام بخاری کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

**فوائد:** (۱) رمضان المبارک ایک مکمل نیکیوں کا سیزن ہوتا ہے جس میں مسلمان خوب جی بھر کر خالق عرش وثری کو راضی کرتے ہیں۔ بعض دفعہ بھرپور کوشش کے باوجود رمضان المبارک میں خاطی ہونے کے ناطے لغزشیں ہو جاتی ہیں۔ جن کا بقیہ صفایا فطرانہ کر دیتا ہے۔ یعنی رمضان المبارک مومن کے انگ انگ سے، گناہ' روزوں جیسے ریگ مار سے کرید دیتا ہے جبکہ فطرانہ مزید تغسیل و تطہیر کا عمل کرتا ہے۔

(۲) فطرانہ کو صدقہ اور زکوٰۃ کا نام بھی دیا جاتا ہے لیکن یہ نصاب کا حامل نہیں ہوتا۔

(۳) نماز عید سے قبل فطرانہ کو ادا کرنا اس کی قبولیت کا باعث ہوتا ہے جبکہ نماز کے بعد ادائیگی ایک تو فطرانہ نہیں' دوسرا قبولیت کا سبب نہیں اور تیسرا وہ عام تعاون وصدقہ ہوتا ہے اور اللہ کے کاموں میں غفلت کی علامت ہوتا ہے جب کہ ثواب بھی پہلے والا نہیں ہوتا۔

(۴) فطرانہ مسکینوں' غریبوں اور بیواؤں کی غذا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بہت خوب ہوگا کہ اس کو ان تک وقت پر پہنچایا جائے تا کہ وہ دست درازی سے پرہیز کریں یہ بھی اقتباس ہوسکتا ہے کہ اجتماعی خوشیوں کے مواقع پر مانگنا اچھا نہیں ہوتا۔ ان کا مانگنا یہ علامت ہوتی ہے دیگر مسلمانوں کی لاپرواہی کی۔

## بَابُ قِسْمِ الصَّدَقَاتِ

(٦٢٠)١۔عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ: لِعَامِلٍ عَلَيْهَا' أَوْ لِغَازٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ' أَوْ غَنِيٍّ اِشْتَرَاهَا بِمَالِهِ' أَوْ فَقِيْرٍ تُصُدِّقَ عَلَيْهِ[بِهَا] فَأَهْدَاهَا لِغَنِيٍّ' أَوْ غَارِمٍ**))۔
لَفْظُ ابْنِ مَاجَةَ وَقَدْرَوَى مُرْسَلًا۔

## صدقات کی تقسیم کا بیان

(۶۲۰)۱۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مالدار کے لیے صدقہ جائز نہیں مگر پانچ صورتوں میں: (۱) صدقہ وصول کرنے کا رندہ' (۲) اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والا' (۳) یا وہ مالدار جس نے صدقہ کا مال خرید لیا ہے' (۴) یا کوئی فقیر صدقے کا مال کسی غنی کو بطور تحفہ دے دیتا ہے' (۵) مقروض۔
ابن ماجۃ کے لفظ ہیں اور تحقیق مرسل سے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۳/ ۵۶' ابو داؤد: ۱۶۳۵' ابن ماجه: ۱۸۴۱' ابن خزیمه:

۲۳۷۴، مستدرك حاكم: ۱/ ۴۰۷۔۴۰۸۔

**فوائد:** (۱) صدقہ کے مال سے بچنا از حد ضروری ہے مستحق کی بجائے غیر مستحق کا صدقہ کو اپنے استعمال میں لانا گویا کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کو دعوت دینا ہے۔

(۲) صدقہ کا مال پانچ صورتوں میں کھایا جا سکتا ہے جو کہ جائز ہیں اور اس میں کسی قسم کا شائبہ بھی نہیں ہوتا' ان مذکورہ صورتوں کے علاوہ جس طریقے سے بھی کھایا جائے غیر مستحق کے لیے ناجائز ہے۔

(۳) جب صدقے کو آگے دے دیا جائے تو جائز ہے۔ تحفہ کے لیے یہ ضروری شرط نہیں ہے کہ وہ ذاتی مال سے تعلق رکھتا ہو تحفہ میں امیر و غریب یکساں ہیں۔

(۴) اگر صدقہ کھا لیا ہو یا لے لیا ہو تو اس کی قیمت ادا کر دینے سے وہ جائز مال ہو جاتا ہے۔

(۵) اللہ کے راستے کا غازی اور صدقات و زکوۃ پر مقرر عامل خواہ غریب ہو یا امیر یہ صدقہ کا مال کھا سکتے ہیں۔ ایسے ہی کوئی ظاہری طور پر کتنا ہی امیر کیوں نہ ہو اگر وہ مقروض ہے تو وہ بھی صدقہ وصول کر سکتا ہے۔ ہر معاملہ میں خوف خدا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ حق والوں کو حق دینا یہی صحیح زندگی گزارنے کا حق ہے۔ آج کل ہر ایک کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ صدقات اکٹھے کرنے پر میری ڈیوٹی ہو۔ یہ نیت ہر روز کی بدانصافیوں پر مبنی ہوتی ہے ایسے ہی غیر معروف انداز سے زکوۃ کی رقوم کثیرہ کو احباب اپنی جیبوں کا خرچ سمجھ بیٹھے ہیں جو کہ سراسر غلط ہے۔ اسی ضمن میں ہر قسم کا خائن شامل ہے خاص کر مساجد کے متوالیان کو اس معاملہ میں با ہوش رہنا چاہیے۔

(۶۲۱)۲۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَأَعُوْذُبِكَ [مِنْ] أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

(۶۲۱)۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے۔ ''الٰہی! میں تیرے حضور فقر محتاجی سے پناہ مانگتا ہوں الٰہی! میں تیرے حضور قلت اور ذلت سے پناہ مانگتا ہوں' الٰہی! میں پناہ مانگتا ہوں کہ کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے۔'' ابوداؤد' نسائی۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد: ۲/ ۳۰۵' ابوداؤد: ۱۵۴۴' نسائی: ۸/ ۲۶۱۔۲۶۲' ابن ماجه: ۳۸۴۲' ابن حبان: ۲۴۴۳' البیهقی: ۷/ ۱۲' مستدرك حاكم: ۱/ ۵۴۰۔

**فوائد:** (۱) ایسے افعال جن کا تعلق انسانی مزاج کو بگاڑنے کے ساتھ ہوتا ہے ان سے پناہ مانگنا درست ہے۔ بلکہ عادات شریرہ سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ اس بارے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے توفیق و مدد کا سوال کرنا چاہیے۔

(۲) روزمرہ کی دعاؤں میں ایسے افعال شریرہ سے پناہ مانگنے کا تذکرہ ہے کہ اگر ان پر آدمی قابو پانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی توفیق مانگتا رہے تو ان سے دور رہ سکتا ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ غربت' محتاجی اور ذلت ان کو رفع دفع کرنا اکیلے انسان کے بس میں نہیں ہے انسان کے لیے تو صرف سعی کرنا ہے اصل حل تو اللہ تعالیٰ پیدا کرتے ہیں۔ ایسے ہی ظالم یا مظلوم بننے سے پناہ مانگنی چاہیے۔

(۳) مذکورہ بالا ایسے افعال شنیعہ ہیں جن سے زندگی' موت کا لبادہ پہنے نظر آتی ہے۔

(۴) لفظ "اَللّٰھُمَّ" سے دعا مانگنا درست ہے اور یہ قبولیت کا باعث ہے۔

(۵) فقر و فاقہ و ظلم وغیرہ نبی وغیر نبی دونوں کو اپنی ضد میں لے سکتے ہیں۔ نبی پر آزمائش آ سکتی ہے جب کہ عام آدمی پر آزمائش بھی آ سکتی ہے اور سزا بھی ہو سکتی ہے۔

(٦٢٢)٣۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ' وَقَالَ:أَخْبَرَنِيْ رَجُلَانِ أَنَّهُمَا أَتَيَا النَّبِيَّ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَيَقْسِمُ الصَّدَقَةَ فَسَأَلَاهُ مِنْهَا' [قَالَ] ((فَرَفَعَ فِيْنَا الْبَصَرَ وَخَفَّضَهُ' فَرَآنَاجَلْدَيْنِ' فَقَالَ:إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا' وَلَا حَظَّ فِيْهَا لِغَنِيٍّ وَلَالِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ))۔

وَهُوَ كَالَّذِيْ قَبْلَهُ وَقَدْ يَنْظُرُ فِيْهِ۔

(٦٢٢)٣۔عبداللہ بن عدی بن خیار سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھے دو آدمیوں نے بتایا وہ دونوں حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے جبکہ صدقہ تقسیم کر رہے تھے دونوں نے آپ ﷺ سے صدقہ مانگا' کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہماری طرف نگاہ اٹھائی اور پھر نیچے کر لی آپ نے ہمیں مضبوط جسم دیکھا اور فرمایا: "اگر آپ دونوں چاہتے ہیں تو میں تمہیں صدقہ دے دیتا ہوں' لیکن اس میں کسی غنی اور کمانے کے قابل مضبوط جسم والے کا حصہ نہیں۔" اور یہ پہلی کی طرح ہے اور تحقیق اس میں نظر ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۵/ ۳۶۲' ابو داؤد: ۱۶۳۳' نسائی: ۵/ ۹۹-۱۰۰۔

**فوائد:** (۱) حجۃ الوداع کو انسانی حقوق کا چارٹر کہا جاتا ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تندرست' توانا شخص جو کمانے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ صدقہ لے اور کھائے۔

(۳) ایسے ہی وہ آدمی جس کے پاس کھانے کے لیے وافر ہو یعنی غنی کے لیے بھی صدقہ جائز نہیں ہے۔

(۴) آج کل صحت مند اور باصلاحیت افراد بکثرت مانگتے نظر آتے ہیں اور گھر گھر جا کر خود صدقات مانگ کر لیتے ہیں۔ یہ مروت و شرع کے خلاف عمل ہے۔

(۵) تبلیغ کا ایک اچھا پہلو یہ بھی ہے کہ افراد کو کچھ پاس سے دے کر ان کو حق بات کی تبلیغ کی جائے۔ اس طرح یہ طریقہ اصلاح کرنے کے لیے زیادہ کارگر ثابت ہوتا ہے ایسے ہی آج کل گاڑیوں میں مرد و خواتین تندرست ہونے کے باوجود پیشہ ورانہ سائلین بنے ہوئے ہیں اور اس سے بڑھ کر ان میں یہ قباحت ہے کہ وہ غیر اللہ کے نام لے کر مانگتے ہیں مثال کے طور پر پنج تن پاک' رسول اللہ ﷺ کا صدقہ' حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا صدقہ وغیرہ۔ اگر ہم یہ خیال کرتے ہوئے ان کو روپیہ' پیسہ نہ دیں کہ وہ غیر اللہ کے نام سے مانگ رہے ہیں۔ اور تندرست ہو کر مانگ رہے ہیں تو ان کی اصلاح کیسے ہو گی۔ بہتر یہ ہو گا کہ ان کو پہلے تبلیغ کی جائے کہ ارے بھائی/ بہن! تم تندرست اور صحیح سالم ہو تم خود کچھ کیا کرو۔ اللہ خود کمانے والے کا دوست ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے

کہ تم صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگا کرو اس کے علاوہ کسی سے نہ مانگنا۔ یعنی مختصر تبلیغ کے بعد اس کو کچھ دیا جائے تو اس سے شاید وہ سبق حاصل کر لیں۔

(٦٢٣) ٤۔وَعَنْ قَبِيصَةَ بْنِ الْهِلَالِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَسْأَلُهُ فِيهَا، فَقَالَ: ((أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا قَالَ) ثُمَّ قَالَ: يَا قَبِيصَةُ! إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ: سَدَادًا مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُومَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ: لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ، أَوْ قَالَ: سَدَادًا مِنْ عَيْشٍ، فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتٌ، يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(٦٢٣) ٤۔ قبیصہ بن ہلالی کہتے ہیں میں مقروض ہو گیا پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تا کہ اس کی ادائیگی کے لیے کچھ مانگوں آپ نے فرمایا: ''کچھ دیر یہاں ٹھہر صدقہ کا مال آتا ہے تو آپ کو کچھ دیتے ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین شخصوں کو جائز ہے ایک وہ جو مقروض ہو جائے تو اپنے قرض کی ادائیگی تک کے لیے سوال کرنا جائز ہے پھر باز آ جائے ایک وہ جس کو آفت آ پہنچے اور اس کا سارا مال تباہ کر دے اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے استحکام تک اور ایک وہ شخص جس پر فاقہ نے حملہ کیا تو اس کے حق میں تین سمجھ دار افراد گواہی دیں تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے حتی کہ وہ معاشی اعتبار سے مستحکم ہو جائے اس کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے جو مانگنے والا حرام کھاتا ہے۔'' صحیح مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۰۴۴۔

**فوائد:** (۱) بغیر کسی شرعی عذر کے مانگ کر کھانا حرام ہے۔

(۲) عارضی عذر میں بھی مانگنا جائز ہے البتہ شرط یہ ہے کہ جب حالات سنبھل جائیں تو پھر مانگنے سے باز رہا جائے۔ قرض زدہ فاقہ زدہ اور آفت زدہ ہو جانا عذرات عارضیہ ہیں۔ اگر عمر بھر میں یہ رہیں تو تب بھی ایسے حضرات کے لیے عمر بھر صدقہ لینا جائز ہے۔

(۳) ایک اچھے سربراہ کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ گاہے بگاہے اپنے ساتھیوں کو مفید باتوں سے باخبر رکھتا ہے اور منہیات سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۴) اس حدیث میں آیا ہے کہ ایسا شخص جس پر آفت آ گئی اور مال ختم ہو گیا اس کے لیے شرط ہے کہ وہ تین معتبر اشخاص کو بطور گواہ پیش کرے۔ یعنی صدقہ تحقیق کرنے کے بعد دیا جا سکتا ہے تا کہ صدقہ کا صحیح جگہ پر استعمال ہو۔

(۵) امام یا امیر کسی حاجت مند سے صدقات بیت المال میں آنے سے پہلے کچھ دینے کا وعدہ کر سکتا ہے۔

(٦٢٤)٥۔وَعَنْ (عَبْدِ) الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: اِجْتَمَعَ رَبِيعَةُ بْنُ الْحَارِثِ وَالْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَا: وَاللّٰهِ لَوْ بَعَثْنَا هٰذَيْنِ الْغُلَامَيْنِ قَالَ: لِيْ وَلِلْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَلَّمَاهُ، فَأَمَّرَهُمَا عَلٰى هٰذِهِ الصَّدَقَةِ، فَأَدَّيَا مِمَّا يُؤَدِّيْ النَّاسُ، وَأَصَابَا مِمَّا يُصِيبُ النَّاسُ قَالَ: فَبَيْنَمَا هُمَا فِيْ ذٰلِكَ جَآءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ فَوَقَفَ عَلَيْهِمَا، فَذَكَرَا لَهُ ذٰلِكَ، قَالَ عَلِيٌّ: لَا تَفْعَلَا؛ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ بِفَاعِلٍ۔ فَانْتَحَاهُ رَبِيعَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا تَصْنَعُ هٰذَا إِلَّا نَفَاسَةً مِنْكَ عَلَيْنَا، فَوَاللّٰهِ لَقَدْ نِلْتَ صِهْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَمَا نَفِسْنَاهُ عَلَيْكَ، قَالَ عَلِيٌّ: أَرْسِلُوْهُمَا [إِذَا] فَانْطَلَقْنَا وَاضْطَجَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (الظُّهْرَ) سَبَقْنَاهُ إِلَى الْحُجْرَةِ فَقُمْنَا عِنْدَهُ حَتّٰى جَآءَ فَأَخَذَ بِآذَانِنَا فَقَالَ: ((أَخْرِجَا مَا تُصَرِّرَانِ، ثُمَّ دَخَلَ وَدَخَلْنَا عَلَيْهِ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، قَالَ: فَتَوَاكَلْنَا الْكَلَامَ، ثُمَّ تَكَلَّمَ أَحَدُنَا فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنْتَ أَبَرُّ النَّاسِ وَأَوْصَلُ النَّاسِ، وَقَدْ بَلَغْنَا النِّكَاحَ فَجِئْنَا لِتُؤَمِّرَنَا عَلٰى بَعْضِ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ، فَنُؤَدِّيْ إِلَيْكَ كَمَا يُؤَدِّيْ النَّاسُ، وَنُصِيبُ كَمَا يُصِيبُوْنَ۔ قَالَ: فَسَكَتَ طَوِيْلًا حَتّٰى أَرَدْنَا أَنْ نُكَلِّمَهُ، قَالَ: وَجَعَلَتْ زَيْنَبُ تُلْمِعُ (إِلَيْنَا) مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ أَنْ لَا تُكَلِّمَاهُ۔ قَالَ: ثُمَّ قَالَ إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِيْ لِآلِ مُحَمَّدٍ ﷺ إِنَّمَا هِيَ أَوْ

(٦٢٤)٥۔عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت ہے کہ ربیعہ بن حارث اور عباس بن عبدالمطلب اکٹھے ہوئے اور کہنے لگا: اللہ کی قسم! ہم ان دونوں بچوں کو بھیجیں یعنی مجھے اور فضل بن عباس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس اور یہ بات کریں کہ اللہ کے رسول ان کو صدقہ اکٹھا کرنے پر مقرر فرما دیں تا کہ جو دوسرے لوگ آپ ﷺ کو لا کر جمع کرواتے ہیں وہ یہ بھی کریں اور جو ان کو فائدہ پہنچتا ہے وہ یہ بھی حاصل کریں یہ انہی خیالات میں تھے کہ علی بن ابی طالب ان کے پاس آئے سو انہوں نے یہ بات علی سے ذکر کی، علی نے کہا تم ایسا نہ کرو اللہ کے رسول یہ کام نہیں کریں گے، ربیعہ بن حارث علی، سے جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! تو یہ کام حسد کی وجہ سے کرتا ہے پس اللہ کی قسم! جو تجھے اللہ کے رسول کی دامادی کی وجہ سے شرف ملا ہے ہم اس پر حسد نہیں کرتے، یہ بات سن کر علی کہنے لگے کہ تم ان کو بھیجو پس ہم گئے اور علی لیٹ گئے جب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھا لی تو یہ دونوں آپ ﷺ سے پہلے حجرہ میں پہنچ گئے ہم حجرے کے پاس ہی کھڑے تھے کہ آپ آئے اور آپ نے ہمارے کانوں کو پکڑا اور فرمانے لگے، جو باتیں تم اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہو وہ باہر نکالو پھر آپؐ اور ہم اکٹھے ہی حجرے میں داخل ہوئے اور آپ اس دن زینب بن جحش کے ہاں تھے پس ہم ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ تم بات کرو پھر ہم میں سے ایک بات شروع کی کہ اے اللہ کے رسولؐ آپ صلہ رحمی اور احسان کرنے والے ہیں اور ہم نکاح کی عمر کو پہنچ گئے ہیں اور ہم آپ ﷺ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمیں تحصیلدار مقرر کریں

سَاخُ النَّاسِ، أُدْعُ لِيْ مَحْمِيَةَ وَكَانَ عَلَى الْخُمُسِ۔ وَنَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، فَجَاءَ اهُ فَقَالَ لِمَحْمِيَةَ: أَنْكِحْ هٰذَا الْغُلَامَ ابْنَتَكَ، لِلْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ، فَأَنْكَحَهُ، وَقَالَ لِنَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ: أَنْكِحْ هٰذَا الْغُلَامَ ابْنَتَكَ فَأَنْكَحَنِيْ، وَقَالَ لِمَحْمِيَةَ: أَصْدِقْ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمُسِ كَذَا وَكَذَا))۔ قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَلَمْ يُسَمِّهِ لِيْ۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَقَالَ لَنَا: ((إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ (لَنَا)، إِنَّمَا هِيَ [مِنْ] أَوْ سَاخِ الْقَوْمِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ ﷺ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ ﷺ))۔

تاکہ ہم وہ سامان لا کر دیں جو دوسرے لوگ لایا کرتے ہیں اور ہم کو بھی وہ مل جائے جو دوسروں کو ملتا ہے آپ کافی دیر تک خاموش رہے حتی کہ ہم نے ارادہ کیا کہ پھر کچھ کہیں اور ام المومنین زینب پردہ کی آڑ سے اشارہ کر رہی تھی کہ اب کچھ نہ کہو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''زکوۃ آل محمدؐ کے لائق نہیں یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے ہاں تم میرے پاس محمیہ کو بلا لاؤ۔ (جو خزانچی تھے) وہ خمس کا ذمہ دار تھا اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو بھی بلاؤ۔'' راوی کہتے ہیں' پھر یہ دونوں حاضر ہوئے اور آپ نے محمیہ سے فرمایا: ''تم اپنی لڑکی اس لڑکے فضل بن عباس سے بیاہ دو اور نوفل بن حارث سے فرمایا کہ تم اپنی لڑکی اس لڑکے سے بیاہ دو'' (یعنی مجھ عبدالمطلب بن ربیعہ سے) اس کو مسلم نے نکالا ہے اور ایک روایت میں ہے۔ آپ نے ہم کو کہا: آپ نے میرا نکاح کر دیا اور محمیہ سے فرمایا کہ ان دونوں کا حق مہر خمس سے اتنا اتنا ادا کرو۔'' زہری کہتے ہیں میرے شیخ نے مہر کی مقدار کا ذکر نہیں کیا۔ (''صدقہ ہمارے لیے حلال نہیں ہے یہ تو قوم کی میل کچیل ہے اور یہ محمد کے لیے حلال ہے نہ اس کی آل کے لیے حلال ہے۔'')

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۰۷۲۔

**فوائد:** (۱) زکوۃ وصدقہ اکٹھا کرنے کے لیے عامل مقرر کرنا اور اس کا روزینہ مقرر کرنا درست ہے۔ ایسے ہی بیت المال کا خزانچی بھی مقرر کیا جا سکتا ہے۔

(۲) اہل بیت کے لیے صدقہ کا مال جائز نہیں ہے۔ البتہ وہ مال اکٹھا کر سکتے ہیں لیکن وہ کچھ لے نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ ہاتھوں کی میل ہوتی ہے اور خاندان نبوت کے رتبہ کے مطابق نہیں ہے۔

(۳) صحابہ کرام ؓ آپس میں خواہ ایک دوسرے کے ساتھ کیسے بھی رہے لیکن ہمارے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ ہم ان کی باتوں کو تعصب کے آئینہ میں رکھ کر عیوب تراشیاں شروع کریں۔ اجتہادی لحاظ سے اور متفرق اذہان وفہم کے اعتبار سے ایک صحابی

دوسرے سے منفرد تھا۔

(۴) ایک سربراہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہر طرح کے مسائل حل کرے۔ ایک امیر و امام اپنے مقتدیوں کو یا رشتہ داروں کو پیار یا ڈانٹ سے ان کے کانوں سے پکڑ سکتا ہے اور ان سے ان کے آنے کا مقصد دریافت کرسکتا ہے۔

(۵) ایک سے زائد بیویوں کے مابین راتوں کی باری مقرر کرنا درست ہے۔

(۶) ایسے نوجوان جو بے روزگار ہوں اور بالغ ہوں لیکن شادی کروانے کے لیے مالی استطاعت نہ ہو تو اس صورت میں اپنے خیر خواہ امام کے سامنے حاضر ہوکر روزگار اور شادی کے خرچ کا مطالبہ کرسکتے ہیں۔ امام یا امیر ایک سربراہ ذمہ دار اور قوم کا خادم ہوتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مسائل احسن انداز سے حل کرے۔ امام کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی رعایا کا آپس میں نکاح کرواسکتا ہے اور حق مہر کا بندوبست بیت المال یا ذاتی رقم سے مقرر کرسکتا ہے۔

(٦٢٥) ٦ـ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَعْطَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ، وَصَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ، وَعُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ، وَالْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ، كُلَّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَأَعْطَى عَبَّاسَ بْنَ مِرْدَاسٍ دُوْنَ ذٰلِكَ، فَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ مِرْدَاسٍ:

أَتَجْعَلُ نَهْبِيْ وَنَهْبَ الْعُبَيْدِ
بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَالْأَقْرَعِ

فَمَا كَانَ بَدْرٌ وَلَا حَابِسٌ
يَفُوْقَانِ مِرْدَاسَ فِيْ الْمَجْمَعِ

وَمَا كُنْتُ دُوْنَ امْرِئٍ مِنْهُمَا
وَمَنْ تَخْفِضِ الْيَوْمَ لَا يُرْفَعِ

قَالَ: فَأَتَمَّ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِائَةً [مِنَ الْإِبِلِ] أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ، وَالْعُبَيْدُ مُصَغَّرًا اِسْمُ فَرَسِ عَبَّاسٍ۔

(٦٢٥) ٦۔ رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان بن حرب صفوان بن امیہ اور عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس ان تمام کو سو سو اونٹ دیے اور عباس بن مرداس کو ان مذکورہ لوگوں سے کچھ کم دیئے تو عباس بن مرداس نے یہ اشعار پڑھے:

''آپ میرا اور میرے گھوڑے کا حصہ جس کا نام عبید تھا عیینہ اور اقرع کے بیچ میں مقرر فرماتے ہیں''

''حالانکہ عیینہ اور اقرع دونوں مرداس سے (یعنی مجھ سے) کسی مجمع میں بڑھ نہیں سکتے۔''

''اور میں ان دونوں سے کچھ کم نہیں ہوں اور آج جس کی بات نیچے ہوگئی وہ پھر اوپر نہ ہوگی۔''

یہ سن کر آپ نے اس کے لیے بھی سو اونٹ پورے کر دیے۔ اس کو مسلم نے نکالا ہے ''عبید'' یہ تصغیر ہے جو کہ نام ہے عباس کے گھوڑے کا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ١٠٦٠۔

**فوائد:** (۱) تالیف قلب کے لیے نو مسلموں کو بیت المال سے کچھ دیا جاسکتا ہے بلکہ تالیف قلب ایک حرف زکوۃ بھی ہے۔

(۲) اسلام کی یہ بھی خوبی ہے کہ وہ لوگوں کی قدروں کو بحال رکھتا ہے اور اس حیثیت سے ان کو شان دیتا ہے جب کہ ابوسفیان سردار مسلمان ہوئے تو ان کو سو اونٹ دیے گئے تھے۔ اسی طرح عزت ملی اور احساس کمتری کا شکار نہ ہوئے۔

(۳) مجاہدین کے حصص کے ساتھ ساتھ ان کے گھوڑوں کا بھی حصہ ہوتا ہے۔

(۴) اپنی سواریوں کے نام رکھنے درست ہیں۔ یہ نام انسانوں کے ناموں پر بھی رکھے جا سکتے ہیں۔

(۵) ہر کام میں حکمت عملی ضروری ہے۔ بحث و مناظرہ سے گریز کرنا عمدہ عادت ہے۔ ایک امیر کی یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ اپنے پرایوں کو خوش کر کے بھیجتا ہے۔

(٦٢٦)٧۔ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ [إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ] فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ' أَعْطَيْتَ لِبَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا' وَإِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**إِنَّمَا أَرَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ شَيْئًا وَاحِدًا**))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَيُرْوٰى (سِيٌّ) بِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ۔

(٦٢٦)٧۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہتے ہیں کہ میں اور عثمان رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے' عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بنی مطلب کو مال سے نوازا اور ہمیں چھوڑ دیا' حالانکہ ہم اور وہ آپ کے نزدیک ایک ہی مرتبے کے لوگ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کو ایک ہی چیز خیال کرتا ہوں۔" اس کو بخاری نے نکالا ہے اور "سی" یہ سین مہملہ سے روایت کی گئی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۱۴۰'۳۵۰۲'۴۲۲۹۔

**فوائد:** (۱) خمس اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ اس لیے خاندان نبوت کو خمس سے دینا جائز ہے۔

(۲) بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب یہ مبنی کے زیادہ قریبی ہیں بنو امیہ وغیرہ کی نسبت سے۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ خمس کے حقدار بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔ ایسے ہی یہ زکوۃ کے مستحق نہیں ہیں ان کے علاوہ دیگر کو زکوۃ دی جا سکتی ہے۔

(۳) اگر چہ کوئی حد درجہ کا مطیع ہو اور رشتہ دار بھی ہو لیکن پرسل معاملات میں وہ معتبر اور مستحق ہوگا جو زیادہ قریبی ہوگا جیسا کہ عبد مناف سے ہاشم عبدالمطلب' نوفل اور عبد شمس تھے ان سبھی کی اولاد کا تعلق نبی کریم سے ایک جیسا تھا' فرمانبرداری اور قرابت کے اعتبار سے' لیکن پرسل معاملہ میں بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو دیگر پر فوقیت حاصل رہی۔

(۴) ہر طرح کی غلط فہمی کو امیر کے سامنے آ کر بذریعہ دلیل دور کرنے کی سعی کرنی چاہیے اور اچھے سربراہ کی ذمہ داری ہے کہ ان کے اذہان کی دلائل سے تشفی کرے۔

(٦٢٧)٨۔ وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ' أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا مِنْ بَنِي مَخْزُوْمٍ عَلَى الصَّدَقَةِ' فَقَالَ لِأَبِي رَافِعٍ: اِصْحَبْنِي كَيْمَا تُصِيْبَ مِنْهَا فَقَالَ: (لَا) حَتّٰى آتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَسْأَلَهُ' فَانْطَلَقَ إِلَى

(٦٢٧)٨۔ ابو رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو مخزوم کا ایک شخص صدقہ کے لیے بھیجا اس نے ابو رافع سے کہا' میرے ساتھ چلو تا کہ تمہیں بھی صدقے سے کچھ مل جائے' اس نے کہا یہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں رسول اللہ

النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: ((لَا) إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا، وَإِنَّ مَوَالِيَ الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ)).

ﷺ سے پوچھ نہ لوں تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گیا آپ ﷺ سے دریافت کیا' آپ نے فرمایا: ''نہیں صدقہ ہمارے لیے جائز نہیں یاد رہے کہ قوم کے موالی یعنی غلام انہیں میں سے ہوتے ہیں۔''

أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ، (وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

ترمذی' ابوداوٗد' نسائی اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ٦/ ١٠' ابو داؤد: ١٦٥٠' ترمذی: ٦٥٧' نسائی ٥/ ١٠٧۔

(٦٢٨)٩۔وفِي رِوَايَةٍ: ((مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ)).

(٦٢٨)٩۔ ایک روایت میں ہے ''قوم کا غلام انہی میں سے ہوتا ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ٦/ ١٠' ابو داؤد: ١٦٥٠۔

**فوائد:** (١) ان احادیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جن احباب کے لیے خود زکوٰۃ لینا حرام ہے ان کے غلاموں کو بھی زکوٰۃ دینا حرام ہے یعنی ان کے لیے اور ان کے غلاموں کے لیے زکوٰۃ وصول کرنا یا ان کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

(٢) کوئی سنی سنائی بات' دیا گیا مشورہ گیا کوئی شک والا معاملہ ہو تو کسی محقق عالم سے ضرور دریافت کر لینا چاہیے۔

(٣) اسلام نے غلاموں کے حقوق کو پائیدار بنایا ہے اور ان کو ان کے مالکوں کے نفسوں میں شمار کیا ہے۔ لٰہذا غلاموں کو حقیر جاننا درست نہیں ہے۔ مالکوں پر ان کے حق ہیں۔

(٦٢٩)١٠۔وَعَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ((وَدَاهُ بِمِائَةٍ مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ)). يَعْنِي [بِهِ] فِي (دِيَةِ) الْأَنْصَارِيِّ الَّذِي قُتِلَ بِخَيْبَرَ. أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ مُخْتَصَرًا هٰكَذَا. وَأَخْرَجُوْهُ كُلُّهُمْ فِي الْقِصَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ مُخْتَصَرًا وَمُطَوَّلًا.

(٦٢٩)١٠۔ سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے صدقے کے اونٹوں میں سے سو اونٹ بطور دیت دیئے اور یہ دیت اس انصاری کی تھی جو خیبر میں قتل ہوا تھا۔

ابوداوٗد نے اس کو مختصر نکالا ہے اسی طرح سبھی نے اس مشہور قصہ کو مختصر و طویل انداز میں نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ١٦٣٨' بخاری: ٦٩٩٨' مسلم: ١٦٦٩۔

**فوائد:** (١) بیت المال سے کسی مقتول کی دیت دی جا سکتی ہے جائز ہے۔

(٢) ایسے ہی بیت المال سے اس میت کی طرف سے قرض ادا کیا جا سکتا ہے جس نے کوئی ترکہ نہ چھوڑا ہو صرف قرض ہی چھوڑا ہو۔

(٣) صدقات' عذرات کے باعث کئی طرح کی پریشانیوں کو رفع اور حقوق کو ادا کرنے میں مددگار بھی ثابت ہوتے ہیں۔

(٤) حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ناداروں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے زکوٰۃ و صدقات کو صرف کریں۔

(٦٣٠) ١١۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِیْ أَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ((كَانَ النَّبِیُّ ﷺ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ، قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ فُلَانٍ فَأَتَاهُ أَبِیْ بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ أَبِیْ أَوْفٰی))۔

أَخْرَجُوْهُ إِلَّا التِّرْمَذِیُّ۔

(٦٣٠) ١١۔عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جب لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ یہ کہتے اے اللہ! آل فلاں پر رحمت نازل فرما، جب میرے ابا جان آپ ﷺ کے پاس صدقہ لے کر آئے تو آپ نے کہا: ''الٰہی'' آل ابی اوفیٰ پر رحم فرما۔'' ترمذی کے سوا سبھی نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۴۹۷، ۶۳۳۲، ۶۳۵۹، مسلم: ۱۰۷۸۔

**فوائد:** (۱) بیت المال کے مسئول یا امیر قوم کا یہ حق ہے اور انداز دلربا ہے کہ وہ صدقات وخیرات دینے والوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور ان کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے لیے دعائیہ کلمات کہتا ہے۔

(۲) ایک امام یا امیر کو چاہیے کہ وہ سبھی کو اپنا ہی فرد سمجھے اور ہر ایک کے لیے بہتری کی امید رکھے۔ کسی سے کسی قسم کی عداوت اور ہر طرح کا تفاوت نہ رکھے۔

(٦٣١) ١٢۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: یَانَبِیَّ اللّٰهِ، إِنَّ أَبِیْ (قَدْ) مَاتَ وَلَمْ یَحُجَّ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: ((أَرَأَیْتَ لَوْ كَانَ عَلٰی أَبِیْكَ دَیْنٌ أَكُنْتَ قَاضِیَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَدَیْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ))

(أَخْرَجَهُ النَّسَائِیُّ)

(٦٣١) ١٢۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے نبی میرے ابا جان فوت ہو گئے ہیں اور اس نے حج نہیں کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ''تمہارا کیا خیال ہے اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا کیا تو اسے ادا کرتا؟'' اس نے کہا ہاں ضرور آپ نے فرمایا: ''اللہ کے قرض کی ادائیگی زیادہ ضروری ہے۔'' نسائی

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔نسائی: ۵/ ۱۱۸، ابن حبان: ۳۹۸۱۔

**فوائد:** (۱) جیسے حقوق العباد کو ادا کرنا از حد ضروری ہے اسی طرح حقوق اللہ کی ادائیگی بھی بہت ضروری ہے۔

(۲) قرض کبھی معاف نہیں ہوتا اگر میت نے کچھ چھوڑا تو بہتر، ورنہ بیت المال سے حکومت کی وساطت سے قرض خواہوں کو قرض دیا جائے گا۔

## فَصْلٌ

(٦٣٢) ١٣۔ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ [بْنِ عُمَرَ]، عَنْ أَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

(٦٣٢) ١٣۔حمزہ بن عبداللہ بن عمر اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم

((لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

میں سے کسی ایک کے ساتھ ''سوال کرنا'' ہمیشہ رہے یہاں تک کہ وہ اللہ سے جا ملے تو اس کے چہرے پر گوشت کا لوتھڑا تک نہ ہوگا۔'' متفق علیہ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۴۷۴، مسلم: ۱۰۴۰۔

**فوائد:** (۱) ضرورت مند ہونے کی صورت میں یا قابل عذر ہونے کی صورت میں صدقہ لیا جا سکتا ہے اور عذر کے انسداد تک آدمی صدقہ مانگ بھی سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔

(۲) عذر رفع ہو جانے کی صورت میں زندگی میں مانگنے کو شعار و پیشہ بنانا درست نہیں ہے۔

(۳) ناجائز مانگنے والا پیشہ ور آدمی آخرت کی زندگی میں چہرے کے گوشت سے خالی نظر آئے گا۔

(۴) مانگنے سے گریز بہت ضروری ہے۔

(۵) مانگنے کو پیشہ و عادت بنانا عذاب کا باعث ہے۔ معاشرہ میں رہتے ہوئے نہ مانگنا، صبر کرنا اس سے آدمی کا منہ بھی رہ جاتا ہے اور ناک بھی رہ جاتی ہے۔ اگر وہ مانگنے سے باز نہیں آتا تو اس معاشرہ میں اس کا منہ اور ناک رہتے ہیں اور آخرت میں تو یقیناً منہ اور ناک سے خالی ہوگا یعنی ساری شکل بغیر گوشت کے ہوگی۔

(٦٣٣) ١٤۔ وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ [بْنِ عُمَرَ] عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُعْطِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَيَقُوْلُ لَهُ عُمَرُ: أَعْطِهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، [مَنْ هُوَ] أَفْقَرَ [إِلَيْهِ] مِنِّيْ۔ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ أَوْ تَصَدَّقْ بِهِ، وَمَا جَآءَ كَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ، وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ))۔ قَالَ سَالِمٌ: فَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا وَلَا يَرُدُّ شَيْئًا أُعْطِيَهُ))۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۶۳۳) ۱۴۔ سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب کوئی چیز عطا کرتے تو وہ یہ عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ آپ یہ چیز مجھ سے زیادہ غرض مند کو عنایت فرما دیں، رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ''یہ لے لیجیے یا تو اسے اپنا مال بنا لیجیے یا اسے صدقہ کر دیجیے۔ جو مال تیرے پاس اس صورت میں آئے کہ نہ آپ اس کی طرف للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہوں اور نہ ہی اس کے سوالی ہوں تو وہ چیز آپ بے دھڑک لے لیا کرو، اگر ایسی صورت نہ ہو تو اس کا پیچھا نہ کیا کرو'' سالم کہتے ہیں اس وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی سے کوئی چیز مانگتے نہیں تھے، اور جو چیز ان کی خدمت میں پیش کر دی جاتی اسے مسترد نہیں کرتے تھے۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۰۴۵۔

**فوائد:** (۱) بغیر کسی طمع کے کوئی چیز مل جائے تو اس کو رد نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو زکوٰۃ کا مال دیا جا رہا ہو اور وہ زکوٰۃ کا مستحق بھی نہ ہو تو وہ رکھ لے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اپنی خوشی سے کوئی چیز دینا چاہتا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ صدقہ کی ہو وہ اس سے ہٹ کر بھی ہو سکتی ہے تو اس کو لے لے۔

(۲) طمع رکھنا اور مانگ کر کوئی چیز لیتے رہنا اچھا نہیں ہے۔

(۳) امامِ قوم اپنی طرف سے کسی کو کچھ دے سکتا ہے۔

## بَابُ صَدَقَةِ التَّطَوُّعِ

(٦٣٤) ١۔عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ ابْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((كُلُّ امْرِئٍ فِيْ ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتّٰى يُفْصَلَ بَيْنَ النَّاسِ)) أَوْ قَالَ: ((حَتّٰى يُحْكَمَ بَيْنَ النَّاسِ))۔

قَالَ يَزِيْدُ: وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُخْطِئُهُ يَوْمٌ لَا يَتَصَدَّقُ فِيْهِ بِشَيْءٍ وَلَوْ كَعْكَةٍ أَوْ بَصَلَةٍ۔

قَالَ الْحَاكِمُ: صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔

## نفلی صدقہ کا بیان

(۶۳۴) ۱۔ یزید بن ابی حبیب سے روایت ہے کہ ابوالخیر نے اسے بتایا کہ اس نے عقبہ بن عامر سے سنا وہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''قیامت کے روز ہر انسان اپنے صدقے کے سائے تلے ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دیں گے یا یہ فرمایا کہ لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ اپنا حکم سنا دیں گے۔''

یزید کہتے ہیں کہ ابوالخیر کا طرزِ عمل یہ تھا کہ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ اس میں آپ کوئی چیز صدقہ نہ دیتے ہوں خواہ ایک کیک یا پیاز ہی کیوں نہ ہو۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ لیکن اس کو شیخین نے روایت نہیں کیا۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۱۴۷، ۱۴۸، ابن خزیمة: ۲۴۳۱، ابن حبان: ۸۱۷، مستدرك حاکم: ۱/ ۴۱۶۔

**فوائد:** (۱) صدقہ بہت بڑا عمل ہے زکوٰۃ، عشر، فطرانہ کی شکل میں ہو یا عام شکل میں۔

(۲) روزِ قیامت انسان اپنے صدقہ کے سائبان تلے ہوگا۔ جتنا زیادہ صدقہ ہوگا اتنا بڑا سایہ ہوگا اور یہ سائبان حساب وکتاب ہو جانے تک رہے گا۔ حساب وکتاب برحق ہے۔

(۳) ہر روز بلا ناغہ صدقہ کرنا بھی جائز ہے۔

(۴) چھوٹی سے چھوٹی چیز کو صدقہ دیتے وقت حقیر نہیں جاننا چاہیے۔ الغرض ہر چھوٹی بڑی چیز مصدق بن سکتی ہے۔

(٦٣٥) ٢۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ (وَهُوَ) الْخُدْرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَيُّمَا مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلَى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ، وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ أَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلَى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقَى مُسْلِمًا عَلَى ظَمَاءٍ سَقَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُودَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي خَالِدٍ وَهُوَ الدَّالَانِيُّ، عَنْ نُبَيْحٍ۔ وَقَدْ وَثَّقَ أَبُو حَاتِمٍ أَبَا خَالِدٍ، وَسُئِلَ أَبُو زُرْعَةَ عَنْ نُبَيْحٍ فَقَالَ: كُوفِيٌّ ثِقَةٌ۔

(۶۳۵) ۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس مسلمان نے کسی برہنہ بدن مسلمان کو پہننے کے لیے لباس دیا اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا' جس مسلمان نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل کھلائے گا' جس مسلمان نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ اسے جنت کا مہر زدہ مشروب پلائے گا۔''

ابوداؤد نے ابوخالد دالانی عن نبیح کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی۔ ابوحاتم نے ابوخالد کو ثقہ راوی قرار دیا ہے۔ ابوزرعہ سے نبیح کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا' کوفے کا رہنے والا ثقہ راوی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابو داؤد: ۱۶۸۲۔ اس اسناد میں ابوخالد دالانی کا نام آتا ہے جس کا نام یزید بن عبدالرحمٰن ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ یوں تو سچا راوی ہے لیکن اکثر غلطی کر جاتا ہے۔ اس سلسلہ سند میں دوسرا نام نبیح بن عبداللہ غزی کا آتا ہے' حافظ ابن حجر اسے مقبول راوی قرار دیتے ہیں۔ ترمذی: ۲۴۴۹۔ عطیہ عوفی نے ابوسعید خدری کے حوالے سے مرفوع روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے تبصرہ کیا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

**فوائد:** (۱) ننگے اور ضرورت مند کو لباس پہنا دینے سے جنت کا سرسبز لباس ملتا ہے۔

(۲) بھوکے کو کھلا دینے سے جنت کے پھل ملتے ہیں اور پیاسے کی پیاس دور کر دینے سے جنت کی سبیل بند شراب پینے کو ملے گی۔

(۳) ننگے' بھوکے اور پیاسے کی حاجت کو رفع کرنا تعاون بھی ہے اور صدقہ قابل جزا بھی ہے۔ اگرچہ روایت ضعیف ہے لیکن یہ صدقہ کی ترغیب دینے میں مکمل طور پر سرگرم ہے۔

(۴) صدقہ شروع ہو' حصولِ رضائے الٰہی پر مبنی ہو اور ریاکاری سے مبرا ہو یہ صدقہ کے قبول ہونے کی شرائط ہیں۔

(۵) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صرف ضرورت مند کو صدقہ دینا جائز ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کی بدبودار' مسکر العقل اور حرام کردہ شراب کی بجائے جنت میں سربند' خوش ذائقہ جاذب اللون اور سریع العقل شراب موجود ہے۔

(٦٣٦) ٣۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِي

(۶۳۶) ۳۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سات افراد ایسے ہیں جنہیں اس دن اللہ

ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ))۔
لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

تعالیٰ اپنا سایہ فراہم کریں گے جس دن اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا' وہ سات افراد یہ ہیں عادل حکمران' نوجوان اللہ کی عبادت میں پرورش پائی' وہ شخص جس کا دل مساجد میں اٹکا رہا ہے' ایسے دو شخص جو اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اسی کے نام پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اس کے نام پر جدا ہوتے ہیں' وہ شخص جسے صاحب مرتبہ اور حسین و جمیل عورت نے دعوت دی اور اس نے جواب میں کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں' وہ شخص جس نے صدقہ دیا اور اسے اتنا پوشیدہ رکھا کہ اس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے' وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔'' لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۴۲۳' مسلم: ۱۰۳۱۔

**فوائد:** (۱) اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ بھی ہے۔

(۲) صدقات کی بہتات ظل الٰہی کے حصول کا باعث ہے۔

(۳) اس حدیث میں سات نیکوکاروں کے ناموں پر ان کے انعامات کا تذکرہ کیا گیا ہے ہمارے لیے مشعل راہ ایسے لوگوں کی زندگیاں ہونی چاہئیں۔

(۴) زندگی عدل سے بھری ہو' جوانی عبادت سے لبریز ہو' اللہ کے گھروں سے زندگی بھر بلاواسطہ تعلق صمیم ہو' حب رب العظیم میں دو مسلماں مارے مارے پھر رہے ہوں' حسینہ ذی مقام کی دعوت کو خوف باری تعالیٰ سے رد کیا ہو' دائیں ہاتھ نے بائیں ہاتھ سے چھپ کے صدقہ کیا ہو اور ضمیر کے ملامت کرنے پر ذکر الٰہی کے باعث تنہا بیٹھے بیٹھے آنکھوں نے اوس باریاں شروع کر دی ہوں تو تب اللہ تعالیٰ اپنے سائبان میں سکھ کا سانس لینے کی دعوت دیتے ہیں۔

(۵) معلوم ہوا کچھ ایسے عظیم کام ہیں جن کو کرنے سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انداز راز یا صیغہ راز میں صدقہ کرنا لیکن ان تمام امور میں اخلاص' خوف الٰہی اور حصول رضائے الٰہی کا موجود ہونا نہایت ضروری ہے۔ سایہ روز قیامت ایک ہی ہوگا اس کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے پارسا کا نہ تخت ہوگا نہ اس کا سایہ ہوگا۔

(۶۳۷) ٤۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:

(۶۳۷) ۴۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدَمَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ (مِنْ رَمَضَانَ) فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ))۔
لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ہیں ''رسول اللہ ﷺ خیرات کرنے کے سلسلے میں سب سے زیادہ سخی تھے' اور رمضان میں زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے جبکہ آپ کے ساتھ جبریل علیہ السلام کی ملاقات ہوتی تھی اور یہ آپ کے ساتھ رمضان کی ہر رات میں ملاقات کیا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ قرآن حکیم کی دہرائی کیا کرتے تھے' رسول اللہ ﷺ تیز آندھی سے بھی زیادہ سخاوت کا انداز اختیار کیا کرتے تھے۔''
متفق علیہ' لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶/ ۱۹۰۲' ۳۲۲۰' ۳۵۵۴' ۴۹۹۷' مسلم: ۲۳۰۸۔

**فوائد:** (۱) نبی سے بڑھ کر کوئی سخی وغنی نہیں ہوسکتا۔
(۲) سارا سال سخاوت کرنی چاہیے جبکہ رمضان میں بہت زیادہ کرنی چاہیے۔
(۳) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سخی کے یہ شایانِ شان ہے کہ وہ صدقہ کے بارے میں جہد مسلسل کا عادی ہوتا ہے۔
(۴) سخاوت مال واناج سے بھی ہوتی ہے اور علم کو آگے پھیلانے اور سکھانے سے بھی ہوتی ہے۔
(۵) رمضان میں قرآن کا دَور کرنا سنت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حفاظ کرام سارا سال دَور وگردان کرنے کے نزدیک نہ آئیں بلکہ یہ مراد ہے کہ رمضان میں تو خاص اہتمام کرنا ہے' باقی مہینے بھی قرآن کو دہرانا ہے۔

(٦٣٨) ٥۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ))۔
أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۶۳۸) ۵۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے زیادہ بہتر ہے' صدقہ کی ابتداء اپنے عیال سے کرو' بہتر صدقہ وہ ہے جسے دینے والا صدقہ دینے کے بعد بھی غنی رہے' جو شخص سوال کرنے سے پرہیز کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بچنے کی توفیق دے گا اور جو شخص بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کردیتا ہے۔'' بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۴۲۷' فتح الباری: ۳/ ۳۴۸۔

(٦٣٩) ٦۔وَعَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: [قُلْتُ]: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((جُهْدُ الْمُقِلِّ،

(۶۳۹) ۶۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے

وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَقَالَ الْحَاكِمُ: صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ

فرمایا: ''کمی کے باوجود خرچ کرنا اور صدقے کی ابتداء اپنے عیال سے کرو۔'' ابوداؤد اور امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۳۵۸' ابو داؤد: ۱۶۷۷' مستدرك حاكم: ۱/ ۴۱۴۔ حاکم نے کہا کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے علامہ ذھبی نے موافقت کی۔ اس کی سند میں یحییٰ بن جعدہ ہے۔ وہ ثقہ اور صحیح الاسناد ہے۔

**فوائد:** (۱) جس کو اللہ تعالیٰ نے مالی استطاعت بخشی ہو اس کو چاہیے کہ وہ خرچ کرنے کا عادی ہو۔ یہ اچھی بات ہے۔

(۲) مانگنے والا کبھی دینے والے سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ اوپر والا ہاتھ سخی کا ہے جو کہ بلند ہوتا ہے اور ہوتا رہتا ہے نیچے والا ہاتھ نہ بلند ہوتا ہے اور نہ بہتر ہوتا ہے وہ آئے روز تنگی اور ضرورت کی طرف بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔

(۳) اس حدیث میں صدقہ کی پہلی سٹیج بتائی گئی ہے کہ صدقہ کی ابتداء اپنے گھر سے ہونی چاہیے مراد اپنوں کو دیکھ کر پھر آگے چلنا ہے۔

(۴) سوال کرنے سے بچنے والا آخر توفیق الٰہی سے بچ ہی جاتا ہے۔ وہ لوگوں کے مال کا محتاج نہیں ہو پاتا۔ جو شخص بے نیازی کو اختیار کرنے کے چکر میں ہو آخر وہ رضائے الٰہی سے بے نیاز ہو ہی جاتا ہے۔

(۵) صدقہ اس صورت میں ہو کہ اپنے پاس کھانے پینے اور پہننے کو موجود ہو یہ بہتر صدقہ کی شق ہے۔ یہ نہیں ہے کہ خود کو کھانے کو کچھ نہ ملا اور وہ آگے صدقہ کرتا پھرے۔

(۶) محنت مشقت کر کے کما کے پھر صدقہ کرنا یہ بہترین صدقہ ہے۔ یہی طریقہ نبی کریم علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ یعنی کمانے کے بعد پھر کچھ اللہ کے راستے دینا بہت اچھا عمل ہے۔

(٦٤٠) ٧۔ وَعِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِهِ، قَالَ: ((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عِنْدِيْ دِيْنَارٌ۔ قَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ عَلٰى نَفْسِكَ۔ فَقَالَ: عِنْدِيْ آخَرُ قَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ عَلٰى وَلَدِكَ۔ قَالَ: عِنْدِيْ آخَرُ۔ قَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ عَلٰى (زَوْجَتِكَ)، أَوْ زَوْجِكَ قَالَ: عِنْدِيْ آخَرُ قَالَ تَصَدَّقْ بِهِ عَلٰى خَادِمِكَ۔ قَالَ: عِنْدِيْ آخَرُ، قَالَ: أَنْتَ أَبْصَرُ))۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ۔

(۶۴۰) ۷۔ ابوداؤد میں مروی ہے کہتے ہیں ''نبی کریم ﷺ نے صدقے کا حکم دیا ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس ایک دینار ہے آپ نے فرمایا: ''اپنی ذات پر خرچ کرو'' اس نے کہا میرے پاس ایک اور ہے آپ نے فرمایا: ''اپنی اولاد پر خرچ کرو'' اس نے کہا میرے پاس ایک اور ہے آپ نے فرمایا: ''یہ اپنی بیوی پر خرچ کرو'' اس نے کہا میرے پاس ایک اور ہے آپ نے فرمایا: ''اپنے خادم پر خرچ کرو'' اس نے کہا میرے ایک اور ہے آپ نے فرمایا: ''تم صاحب بصیرت ہو۔''
نسائی' امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ١٦٩١' نسائی: ٥/ ٦٢' مستدرک حاکم: ١/ ٤١٥۔

**فوائد:** (١) گھریلو افراد حاجت ہوں تو مستحسن بات یہ ہے کہ ان پر خرچ کیا جائے۔

(٢) گھر کے افراد وقریبی محتاج ہوں لیکن صدقہ اوروں کو دیا جائے تو یہ مستحسن بات نہیں ہے۔

(٣) دیکھا جائے اگر قریبی افراد کی محتاجگی رفع ہوگئی ہو تو پھر صدقہ دینے والا باقی صدقہ کو جہاں ذہن مطمئن ہو وہاں دے سکتا ہے۔

(٤) اپنا مال اپنے نفس پر خرچ کرنا جائز ہے اور وہ بھی صدقہ کے زمرہ میں ہی ہے۔

(٦٤١)٨۔وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: ((أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَتَصَدَّقَ' فَوَافَقَ ذٰلِكَ مَالًا عِنْدِیْ' فَقُلْتُ: اَلْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَابَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا۔ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِیْ فَقَالَ [لِیْ] رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟ فَقُلْتُ: مِثْلَهُ قَالَ: وَأَتٰی أَبُوبَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ ؟قَالَ: أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ' قُلْتُ: لَا أُسَابِقُكَ إِلٰی شَیْءٍ أَبَدًا))۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ' وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهُ۔

(٦٤١)٨۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم صدقہ دیں میرے پاس مال وافر تھا' میں نے کہا: آج میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خیرات کرنے میں سبقت لے جاؤں گا' میں اپنا نصف مال لے آیا رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اپنے اہل وعیال کے لیے کتنا باقی چھوڑ آئے؟ میں نے عرض کی اتنا ہی باقی چھوڑ آیا ہوں کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اپنا تمام مال لے کر آپ کے پاس حاضر ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''آپ اپنے اہل وعیال کے لیے کتنا مال چھوڑ آئے' عرض کی میں ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول علیہ السلام چھوڑ آیا ہوں' میں نے کہا اے ابوبکر میں آپ سے کسی سلسلہ میں کبھی بھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔'' ابوداؤد' ترمذی اور اس نے اس کو صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ ابو داؤد: ١٦٧٨' ترمذی: ٣٦٧٥۔

**فوائد:** (١) صدقہ کرنے میں مسابقت سے کام لینا جائز ہے یعنی ایک دوسرے سے بڑھ کر راہِ الٰہی میں مال دینا درست ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے طاقت دی ہو۔

(٢) یہ سارا مال جذبہ ایمانی سے اپنے امام کے سامنے پیش کر دینا یا نصف لا کر دینا یہ حد درجہ کا تقویٰ ہے ایسا کرنا بھی جائز ہے لیکن اس کے لیے جو حد درجہ کا صابر ہو محنتی ہو اور پیشہ کو عمدہ پیمانے پر چلا جانتا ہو اور محکم ایمان کا پیکر ہو۔

(٣) صدقہ اکٹھا کرنے والا اپنے گرویدوں سے صدقہ کے مال کے بارے پوچھ سکتا ہے مال کے حلال وحرام ہونے کے بارے بھی دریافت کر سکتا ہے۔

(۴) اندازِ سلطان و امیر کچھ اس طرح کا ہو کہ وہ اپنے ساتھیوں میں ایثار کی ایسی روح پھونکے کہ کبھی اپنے نقود و اموال کو ایک ہی صدا پر اکٹھا کر کے امیر کے قدموں میں ڈھیر کر دیں جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام کا اندازِ کریمانہ تھا۔

(٦٤٢)٩۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۶۴۲)۹۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی خاتون اپنے خاوند کے اناج سے صدقہ دیتی ہے اور اس کی نیت گھر ویران کرنے کی نہیں ہوتی' اس کا اجر وثواب اسے بھی ملتا ہے اور اس کے خاوند کو بھی ثواب اس بنا پر ملتا ہے کہ اس نے وہ مال کمایا اور خازن کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے۔'' بخاری۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۴۳۷' مسلم: ۱۰۲۴۔

**فوائد:** (۱) ایک کے صدقہ کرنے سے کئی افراد ثواب کے مستحق بن جاتے ہیں جب کہ اس حدیث میں ہے کہ ایک عورت باشعور جب اپنے خاوند کے مال سے بطریق احسن صدقہ کرتی ہے تو اس کو اور اس کے خاوند کو ثواب ملتا ہے ایسے ہی خزانچی ہو تو وہ بھی ثواب کما لیتا ہے۔

(۲) عورت صدقہ کی صورت میں خاوند سے اجازت نہ بھی لے تو حرج نہیں ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ خاوند کے مال کی خرابی نہ چاہتی ہو۔

(۳) صدقہ کے علاوہ دیگر امور میں عورت خاوند کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر صرف نہیں کر سکتی۔

(٦٤٣)١٠۔وَعِنْدَهُ فِيْ حَدِيْثِ لِأَبِيْ سَعِيْدٍ (الْخُدْرِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ أَضْحٰى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلّٰى))۔ وَفِيْهِ: ((فَلَمَّا سَارَ إِلٰى مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ۔ (وَفِيْهِ): قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ، وَكَانَ عِنْدِيْ حُلِيٌّ لِيْ فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ وَوَلَدَهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صَدَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ،

(۶۴۳)۱۰۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر کو عیدگاہ کی طرف نکلے جب آپ اپنے گھر پہنچے تو عبداللہ بن مسعود کی بیوی نے اجازت طلب کی اور یہ عرض کی یا نبی اللہ ﷺ آپ نے آج صدقہ دینے کا حکم دیا ہے' میرے پاس زیور ہے میں اسے صدقہ میں دینا چاہتی ہوں۔ عبداللہ بن مسعود کا خیال ہے کہ وہ اور ہے اس کی اولاد ان لوگوں سے زیادہ حق دار جن پر میں صدقہ کرنا چاہتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ بن مسعود سچ کہتا ہے تیرا خاوند اور تیری

زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهِ عَلَيْهِمْ))۔ اولاد واقعی ان کی نسبت زیادہ حق رکھتی ہے جن پر تو صدقہ کرنا چاہتی ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۴۶۲۔

**فوائد:** (۱) معیار صدقہ یہی ہے کہ جہاں ضرورت ہو وہاں اس کو خرچ کیا جائے خواہ گھر کے افراد ہوں یا دیگر حضرات۔

(۲) خاوند بیوی زندگی میں ایک دوسرے کے صادق رفیق ہوتے ہیں معاملات میں ایک دوسرے سے مشورہ لینا' اتفاق واتحاد کو فروغ دینے کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔ عورت کو عورت زاد سمجھ کر یا خاوند کو ناچیز سمجھ کر ہر معاملہ میں بھول جانا بدسلوکی اور گھٹیا پن کی علامت ہے۔ خاوند کا بیوی کے ہاں اور بیوی کا خاوند کے ہاں ایک وقار ہونا چاہیے۔

(۳) زیورات کو فی سبیل اللہ دیا جا سکتا ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عید پڑھنے کے بعد گھروں میں واپس آ کر کچھ اللہ کے راستے میں دیا جا سکتا ہے۔

(۵) غیر محرم عورت اپنے امام سے کچھ استفسار کر سکتی ہے ایسے ہی امام ضروری امر کے پیش نظر اپنی پیروکار عورت سے جائز بات کرنے کا حق رکھتا ہے۔ امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو قوم کا خادم اور والد کی حیثیت سے باور کروائے تاکہ عوام کے اذہان ریب وشک سے خالی ہو جائیں اس معاملہ میں دونوں طرف سے خوف خدا کا پایا جانا ضروری ہے۔
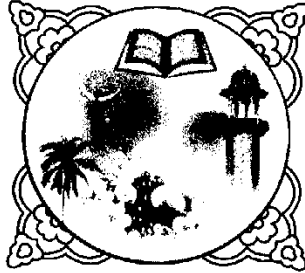
# كِتَابُ الصِّيَام

## روزے کا بیان

(٦٤٤) ١۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُوْمُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا))۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۶۴۴)۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو جب اسے دیکھو تو روزہ چھوڑ دو اگر تم پر بادل چھا گئیں تو تیس دن روزے رکھو۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۰۸۱۔

**فوائد:** (۱) صیام رمضان مشروط ہیں رویت ہلال سے۔ ایسے ہی صیام رمضان کا اختتام بھی رویت ہلال سے مشروط ہے۔ بشرطیکہ مطلع صاف ہو۔ رویت ہلال میں دشواری کی صورت میں تیس روزوں کی تکمیل فرض ہے۔

(۲) چاند کا نکل آنا اس بات کی علامت ہے کہ اب نیا اسلامی مہینہ شروع ہو گیا ہے چاند اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

(۳) چاند کو دیکھنے کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔

(۴) رمضان کے مکمل روزے رکھنے ہیں اب وہ تیس ہوں یا انتیس ہوں ہر رمضان میں ایک جیسی تعداد ضروری نہیں ہے۔

(٦٤٥) ٢۔وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا

(۶۴۵) ۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ

تَقَدَّمُوْا [صَوْمَ] رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ، إِلَّا رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمًا فَلْيَصُمْهُ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، (وَاللَّفْظُ لَهُ)۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ''رمضان سے ایک یا دو دن پہلے استقبالی روزہ نہ رکھومگر وہ شخص جو پہلے سے مسلسل روزے رکھ رہا ہے اسے چاہیے کہ روزہ رکھے۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۱۴، مسلم: ۱۰۸۲۔

**فوائد:** (۱) استقبالِ رمضان کے روزے رکھنے منع ہیں خواہ ایک دن قبل کا ہو یا دو دن قبل کا روزہ ہو۔

(۲) وہ آدمی جو قضا دے رہا ہو یا عام روزے معمول کے مطابق رکھ رہا ہو وہ رمضان سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔

(۳) استقبالیہ روزوں کا رواج غیر شرعی ہے۔

(٦٤٦)۳۔وَعَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ بَعَثَتْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ۔ قَالَ: فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا، وَاسْتَهَلَّ عَلَيَّ رَمَضَانُ وَأَنَا بِالشَّامِ۔ (فَرَأَيْتُ الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فِيْ آخِرِ الشَّهْرِ، فَسَأَلَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ (ذَكَرَ الْهِلَالَ] فَقَالَ: مَتَى رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ؟ فَقَالَتْ: رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: أَنْتَ رَأَيْتَهُ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، وَرَآهُ النَّاسُ فَصَامُوْا، وَصَامَ مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ: لٰكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ، فَلَا نَزَالُ نَصُوْمُ حَتّٰى نُكْمِلَ ثَلَاثِيْنَ[يَوْمًا]، أَوْ نَرَاهُ، فَقُلْتُ: (أَوَ لَا تَكْفِيْ بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ؟ فَقَالَ: لَا، هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

(٦٤٦)۳۔کریب سے روایت ہے کہ ام الفضل بنت حارث نے اسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف شام بھیجا وہ کہتے ہیں کہ میں شام پہنچا پہلے ام الفضل کا کام سرانجام دیا، میں شام میں ہی تھا کہ رمضان کا چاند طلوع ہو گیا، میں نے رمضان کا چاند جمعرات کو دیکھا پھر میں ماہ رمضان کے آخر میں مدینہ منورہ پہنچا، مجھ سے عبداللہ بن عباس نے پوچھا پھر اس نے چاند کا تذکرہ کیا اور کہا تم نے چاند کب دیکھا؟ میں نے کہا ہم نے اسے جمعرات کو دیکھا اس نے کہا کیا تو نے خود چاند دیکھا میں نے کہا ہاں، لوگوں نے بھی اسے دیکھا؟ اور روزہ رکھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا، عبداللہ بن عباس نے کہا ہم نے تو چاند ہفتے کی رات کو دیکھا ہم روزے رکھیں گے یہاں تک کہ تیس دن مکمل کریں گے یا پھر چاند دیکھ لیں، میں نے کہا کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا چاند کو دیکھنا اور روزے کا رکھنا کافی نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۰۸۷۔

**فوائد:** (۱) اس روایت سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ رویت ہلال کے معاملہ میں ہر ملک کو اپنے اپنے طور پر اور اپنے ملک کے ایام وقت کے مطابق چلنا چاہیے۔ کسی ملک میں چاند کا پہلے نظر آ جانا یا بعد میں نظر آ جانا دوسرے ملک کے لیے خبر تو بن سکتا ہے۔

دلیل و حجت نہیں بن سکتا موافقت ہو جائے تو اچھا ہے ورنہ ایک ملک کے وقت و ایام کے ساتھ موافقت نہ ہو تو الگ الگ ہی سسٹم ہو گا۔

(۲) دن سے قبل رات آتی ہے مثال کے طور پر جمعرات ہے یا اتوار کی رات ہے تو یہاں یہ مراد ہے کہ ہفتہ کا سورج غروب ہو گا اور رات اتوار کی شروع ہو جائے گی یہ نہیں ہے کہ اتوار کا سورج غروب ہو تو اب اتوار کی رات شروع ہوئی۔

(۳) شب و روز کے اوقات اور شمس و قمر کے طلوع و غروب ہونے کے اوقات اللہ تعالیٰ مقرر فرماتے ہیں۔ ان کے مقررہ وقت کو دیکھ کر ہم اپنے اوقات اور گھڑیوں کے قبلے سیدھے کرتے ہیں۔ لیل و نہار کے اوقات کو آگے پیچھے کرنا کسی مخلوق کے بس میں نہیں ہے۔

(۴) یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس ملک کا باشندہ ہو وہ اس کے مطابق روزے رکھے گا خواہ وہ پہلے روزے دوسرے ملک میں رکھ کر کیوں نہ آیا ہو یا ایک دن قبل کا روزہ کیوں نہ رکھ کر آیا ہو۔

(٦٤٧) ٤۔ وَعَنْ حُسَيْنِ بْنِ الْحَارِثِ الْجَدَلِيِّ۔ جَدِيلَةُ قَيْسٍ۔ أَنَّ أَمِيرَ مَكَّةَ خَطَبَنَا، فَنَشَدَ النَّاسَ فَقَالَ: مَنْ رَأَى [مِنْكُمْ] الْهِلَالَ لِيَوْمِ كَذَا وَكَذَا؟ ثُمَّ قَالَ: عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَنْسُكَ [لِرُؤْيَتِهِ]، فَإِنْ لَمْ نَرَهُ وَشَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ، نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا۔ قَالَ: فَسَأَلْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ الْحَارِثِ مَنْ أَمِيرُ مَكَّةَ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي، قَالَ: ثُمَّ لَقِيتُهُ بَعْدَ [ذٰلِكَ] فَقَالَ: هُوَ الْحَارِثُ بْنُ حَاطِبٍ أَخُو مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ۔

(۶۴۷) ۴۔ حسین بن حارث جدلی سے روایت ہے کہ امیر مکہ نے ہم سے خطاب کیا اعلان کیا اور یہ کہا کہ تم میں جو کوئی اس دن چاند دیکھ لے پھر فرمایا' رسول اللہ ﷺ نے ہم سے یہ وعدہ فرمایا کہ ہم چاند دیکھ کر رمضان کی عبادت کا آغاز کریں۔ اگر ہم از خود چاند نہ دیکھیں اور دو منصف و عادل گواہ دیکھنے کی گواہی دے دیں تو ہم ان دونوں کی گواہی پر رمضان کی عبادت شروع کر دیں۔
میں نے حسین بن حارث سے پوچھا کہ امیر مکہ کون ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں پھر اس کے بعد میں اس سے ملا تو اس نے کہا' وہ امیر مکہ محمد بن حاطب کا بھائی حارث بن حاطب ہے۔

لَفْظُ رِوَايَةِ الدَّارَقُطْنِيِّ، وَقَالَ: هٰذَا إِسْنَادٌ مُتَّصِلٌ صَحِيحٌ۔ وَالْحَدِيثُ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ۔

لفظ دارقطنی کی روایت کے ہیں اور دارقطنی کہتے ہیں کہ یہ اسناد متصل صحیح ہے اور حدیث ابوداؤد کے پاس ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ ابوداؤد: ۲۳۳۸' دارقطنی: ۲/ ۱۶۷۔

**فوائد:** (۱) چاند کو دیکھ کر قربانی کرنی چاہیے۔ یعنی ذوالحجہ کا چاند دیکھ کر دس تاریخ کو قربانی کرنی چاہیے۔

(۲) رویت ہلال کے معاملہ میں دو صاحب عدل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ یہ بات بالکل جمہور کے مذہب کے مطابق ہے۔

(۳) روزہ رکھنے کے لیے رویت ہلال میں ایک معتبر' عادل آدمی بھی کافی ہے یہ بھی جمہور کا مسلک ہے۔ یعنی خبر واحد حجت

ہے۔

(۴) شہروں کے امیر بنانے درست ہیں اور امراء اپنی عوام کو ہر طرح کے مسائل سے آگاہ کر سکتے ہیں۔

(٦٤٨)٥۔وَعِنْدَهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنِّيْ رَأَيْتُهُ فَصَامَ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ))۔

أَخْرَجَهُ [التِّرْمَذِيُّ ثُمَّ] الْحَاكِمُ فِيْ ((الْمُسْتَدْرَكِ))۔

(۶۴۸)۵۔ابوداؤد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے فرماتے ہیں کہ لوگ چاند دیکھنے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

ترمذی، مستدرک، حاکم نے یہ روایت نکالی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ابو داؤد: ۲۳۴۲، ابن حبان: ۸۷۱، دار قطنی: ۲/ ۱۵۶، مستدرك حاكم: ۱/ ۴۲۳۔

**فوائد:** (۱) لوگوں نے چاند دیکھا ہو لیکن امام و امیر کو ایک نے خبر دی ہو تو اس کی عدالت کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔روزہ رکھا جائے گا۔

(۲) امام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی عوام کو مسائل ضروریہ سے باخبر رکھے۔

## فَصْلٌ فِي شَرْطِ الصَّوْمِ وَآدَابِهِ

## روزے کے شرائط و آداب کا بیان

(٦٤٩)٦۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ لَمْ يُبَيِّتِ الصِّيَامَ (مِنَ اللَّيْلِ) فَلَا صِيَامَ لَهُ))۔

لَفْظُ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ، وَهُوَ عِنْدَ الْأَرْبَعَةِ۔ وَقَالَ الدَّارُقُطْنِيُّ: رَفَعَهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، وَهُوَ مِنَ الثِّقَاتِ الرُّفَعَاءِ۔

قُلْتُ: وَهُوَ حَدِيثٌ اُخْتُلِفَ عَلَى الزُّهْرِيِّ فِيْ إِسْنَادِهِ وَرَفْعِهِ، قَالَ التِّرْمَذِيُّ: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ[عَنْ عُمَرَ] قَوْلُهُ، وَهُوَ أَصَحُّ۔

(۶۴۹)۶۔عبداللہ بن عمر حفصہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رات کو روزے کی نیت نہ کی تو اس کا کوئی روزہ نہیں۔

لفظ نسائی کے ہیں اور یہ اصحاب اربعہ کے پاس ہے اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس کو عبداللہ بن ابی بکر نے اس کو مرفوع بیان کیا ہے اور وہ ثقہ اور رافعین میں سے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ زہری پہ جا کر اس حدیث میں اختلاف ہو جاتا ہے اس کی سند پر اور اس کے مرفوع ہونے پر اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ روایت بھی ''عن نافع عن ابن عمر عن عمر'' سے کی جاتی ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔مسند امام احمد بن حنبل: ۶/ ۲۸۷، ابو داؤد: ۲۴۵۴، نسائی: ۴/ ۱۹۶، ترمذی: ۷۳۰، ابن ماجه: ۱۷۰۰، بیهقی: ۴/ ۲۰۲، دار قطنی: ۳۔

**فوائد:** (۱) فرضی روزہ کے لیے شرط ہے کہ رات کے وقت ہی نیت کی جائے۔ یعنی غروب شمس سے لے کر صبح صادق تک کسی وقت بھی نیت کی جاسکتی ہے نیت دل کا عمل ہے الفاظ سے نیت کرنا غیر شرعی عمل ہے۔

(۲) ہر فرض روزے کے لیے الگ الگ نیت کرنا ہوگی سبھی روزوں کی اکٹھی نیت کفایت نہیں کرتی۔ ایسے ہی کسی نے فرضی روزوں کی قضا دینی ہو تو ہر روزے کی الگ نیت ہوگی۔

(۳) روزہ کی نیت کی لیکن جاگ نہ آئے تو اس صورت میں بغیر کھائے کے استطاعت کے مطابق روزہ ہو جائے گا۔

(٦٥٠)٧۔وَعَنْ عَائِشَةَ (أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ((دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ فَقُلْنَا: لَا قَالَ: فَإِنِّي إِذَنْ صَائِمٌ. قَالَتْ: ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ، فَقَالَ: ادْنِيْهِ، فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا، فَأَكَلَ)).

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى، وَقَدْ (أُخْتُلِفَ) عَلَيْهِ فِيْ إِسْنَادِهِ.

(٦٥٠)٧۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ میرے پاس گھر تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟'' میں نے عرض کیا نہیں فرمایا: ''چلو تب ہم روزے دار ہوئے'' فرماتی ہیں کہ ایک دوسرے دن ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس حلوہ بطور تحفہ آیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''قریب لاؤ میں صبح سے روزدار ہوں آپ نے کھایا لیا۔'' مسلم نے یہ روایت طلحہ بن یحییٰ کے حوالے سے نقل کی ہے۔ سند میں اختلاف ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ١١٥٤۔

**فوائد:** (۱) صحیح بات یہ ہے کہ نفلی روزہ کے لیے نیت کر کے سونا یا صبح صادق سے قبل و بعد نیت کر لینا درست ہے صرف صبح صادق سے قبل نیت کرنا شرط نہیں ہے۔

(۲) نفلی روزہ دعوت کے موقعہ پر توڑا جاسکتا ہے۔

(۳) نفلی روزہ ٹوٹ جائے یا خود توڑ لیا جائے تو قضا نہ ہوگی۔ نفلی عمل کی قضا نہیں ہے۔ یہ صحیح بات ہے۔

(۴) فرضوں کے علاوہ نفلوں کا اہتمام کرنا چاہیے خواہ وہ نمازیں ہوں یا روزے یا دیگر عبادات نفلیہ ہوں۔

(۵) یہ سمجھتے ہوئے کہ روزے نفلی ہیں توڑے جاسکتے ہیں اور قضا بھی نہیں ہے لہٰذا ان کو بار بار توڑنا، بار بار رکھنا، یہ مذاق ہے اس سے بچنا چاہیے۔

(٦٥١)٨۔وَعَنْ [أَنَسٍ]، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، قُلْتُ: كَمْ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالسُّحُوْرِ؟

(٦٥١)٨۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کا کھانا کھایا، پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے

قَالَ: خَمْسِيْنَ آيَةً)) لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

میں نے پوچھا: نماز اور سحری کے درمیان کتنا فاصلہ تھا کہا تقریباً پچاس آیات کی قرأت کے مطابق۔ بخاری کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۲۱، مسلم: ۱۰۹۷۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث کا باب کے ساتھ تعلق یہ ہے کہ روزوں کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ ان میں قیام کا اہتمام کیا جائے اور قرآن کو خوب پڑھا جائے نمازوں میں بقدر طوالت جھلکتی ہو۔ سحری کیوں کہ روزوں سے متعلق ہے اس لیے سحری کو اٹھنا اور کھانا سنت ہے۔ سحری کا اہتمام کیا جائے اور سحری و نماز کے مابین فرق رکھا جائے۔

(۶۵۲)۹۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ**))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۶۵۲)۹۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تک لوگ روزہ جلدی افطار کرتے رہیں گے بہتر رہیں گے۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۵۷، مسلم: ۱۰۹۸۔

**فوائد:** (۱) غروب آفتاب کے فوراً بعد روزہ افطار کرنا ضروری ہے۔

(۲) مطلع صاف ہو تو غروب شمس کے فوراً بعد افطاری کرنا اور اس عمل پر قائم رہنا یہ بھلائی پر جینے کا نام ہے۔

(۳) بلا وجہ تاخیر ناجائز ہے اور اہل بدعت و یہود سے مشابہت ہے۔

(۴) افطاری کے ٹائم کو مضبوط بنانے کے لیے روزہ دار افطار کیلنڈر بنانا صحیح ہے تاکہ ہر گھر کے ہر فرد کو موقع پر افطاری کا وقت ملے۔

(۵) افطاری سے آگاہی کے لیے اعلانات بھی ہوتے ہیں جن کا وقت پر اطلاع دینا ضروری ہے۔ ایسے ہی الارم وغیرہ بجتے ہیں یہ دین سے نہیں ہیں اصل تو یہ ہے کہ ہر ایک انفرادی طور پر اپنے روزے کے سحر و افطار کا ذمہ دار ہے۔ ضروری ہے کہ اذان وقت پر دی جائے۔ البتہ رمضان کے پہلے دن منادی کرنا درست ہے تاکہ سبھی لوگوں کو چاند کے نظر آنے کا علم ہو جائے۔

(۶۵۳)۱۰۔ وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((**إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُوْرٌ**))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ، وَصَحَّحَهُ۔

(۶۵۳)۱۰۔ سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے اسے چاہیے کہ وہ کھجور سے افطار کرے اگر وہ نہ پائے تو پانی سے افطار کرے پانی پاکیزہ اور عمدہ چیز ہے۔'' ترمذی نے نکلنے کے بعد صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۱۷، ۱۸، ۱۹، ابو داؤد: ۲۳۵۵، ترمذی: ۶۹۵۔ امام ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن ماجه: ۱۶۹۹، ابن حبان: ۸۹۲، مستدرك حاكم: ۱/ ۴۳۱، بيهقی: ۴/ ۲۸۳۔

**فوائد:** (۱) روزہ کھولنے کے لیے فی الفور کھجور یا پانی زیادہ سرگرم ہوتے ہیں۔

(۲) افطاری کے وقت مختلف ڈشوں کا اہتمام کرتے رہنا اور طویل دسترخوان سجاتے رہنا اور ان کے پیچھے افطاری میں زیادہ تاخیر کر بیٹھنا نیکی نہیں ہے۔

(۳) یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کھجور سے روزہ افطار کرنا سنت ہے۔

(۴) ایسی چیز جو معدہ کو اور رگوں کو تسکین و تر کر دے اس سے روزہ افطار ہو سکتا ہے خواہ وہ چھوٹی سی کیوں نہ ہو۔ وہ محلول بھی ہو سکتی ہے اور مغزی بھی۔

(٦٥٤) ١١ـوَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ۔ قَالُوْا: [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ] إِنَّكَ تُوَاصِلُ۔ قَالَ: ((إِنِّيْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّيْ أُطْعَمُ وَأُسْقٰى))۔

(۶۵۴) ۱۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ تو وصالی روزہ رکھتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہاری طرح نہیں مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے۔''

نوٹ: وصالی روزہ وہ ہوتا ہے جو بغیر سحری کھائے رکھا جائے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۶۲، مسلم: ۱۱۰۲۔

(٦٥٥) ١٢ـوَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا تُوَاصِلُوْا، فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ إِلَى السَّحَرِ...... اَلْحَدِيْثُ))۔ وَهُمَا عِنْدَ الْبُخَارِيِّ۔

(۶۵۵) ۱۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''وصالی روزہ نہ رکھو جو تم میں سے وصالی روزہ رکھنا چاہتا ہے تو وہ صرف سحری تک رکھ سکتا ہے۔'' بخاری کے ہاں یہ دونوں روایتیں ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۶۳، ۱۹۶۷۔

(٦٥٦) ١٣ـوَفِيْ حَدِيْثِ أَنَسٍ عِنْدَ مُسْلِمٍ: ((أَمَا وَاللّٰهِ لَوْ تَمَادَى [بِيَ] الشَّهْرُ لَوَاصَلْتُ وِصَالًا يَدَعُ الْمُتَعَمِّقُوْنَ تَعَمُّقَهُمْ))۔

(۶۵۶) ۱۳۔ انس کی حدیث جو صحیح مسلم میں ہے یہ الفاظ ہیں ''اللہ کی قسم! اگر مہینہ زیادہ ہوتا تو میں ایسا وصال کرتا کہ زیادتی کرنے والے اپنی زیادتی کو چھوڑ دیتے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۰۴، بخاری: ۷۲۴۱۔

**فوائد:** (۱) وصال صیام نبی کریم علیہ السلام کے خصائل میں سے ایک ہے آپ کے لیے جائز ہے۔

(۲) وصال کرنا عام آدمی کے لیے جائز نہیں ہے۔

(۳) وصال یہ ہے کہ آدمی ارادۃً ایک سے زائد ایام تک بغیر کچھ کھائے پیئے بغیر افطاری کے روزہ رکھے۔

(۴) زیادہ سے زیادہ صائم سحری تک وصال کر سکتا ہے یعنی سحری تک کچھ نہ کھائے پیئے تو جائز ہے لیکن اگلے روز کے لیے سحری کرے گا۔

(۵) نبی کریم علیہ السلام نے ایک دفعہ اتنا وصال فرمایا کہ رمضان ختم ہو گیا تو آپ نے سبق سکھانے کے لیے فرمایا کہ یہ مہینہ اگر مزید لمبا ہو جاتا تو وصال کرنے والے اپنے وصال چھوڑ بیٹھتے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام اتنی طاقت رکھتے تھے کہ وہ مکمل ماہ تک بھی وصال کر سکتے تھے۔ آپ نے اشارۃً فرمایا کہ وصال تمہارے لیے جائز نہیں ہے۔

(۶) نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ''میں کھلایا اور پلایا جاتا ہوں'' کے کئی مفہوم مراد لیے گئے ہیں۔ جمہور تو مجازی قوت کا اعتبار کرتے ہیں یعنی کھانے پینے سے طاقت فراہم جو ہوتی ہے وہ مجھے مل جاتی ہے۔ بعض حقیقی جنت کا کھانا مراد لیتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہاں روحانی غذا مراد ہے جو کہ کئی ایام کھانے سے بے نیاز رکھنے کی صلاحیت کاملہ رکھتی ہے۔

(٦٥٧) ١٤ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(٦٥٧) ١٤۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو جھوٹ بولنا اور فریب کاری کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ ایسا شخص روزے کی بنا پر اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' بخاری۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۰۳، ۶۰۵۷۔

**فوائد:** (۱) دن بھر بھوکا رہنے کا مزہ تو تب ہے کہ روزہ دار غلط کام چھوڑ دے ورنہ جھوٹ موٹ کے ساتھ بھوکا رہنا کسی کام کا نہیں ہے۔

(۲) روزہ اللہ کے لیے ہوتا ہے حالت روزہ میں غلط کاریوں سے رک جانا ضروری ہے۔

(۳) جو دغا بازیوں، فریب کاریوں سے رک نہیں سکتا اس کا روزہ رکھنا اور بھوکا رہنا بے سود ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے شرائع سے مذاق ہوتا برداشت نہیں فرماتے۔

(۴) صرف مخلص روزہ دار ہی اللہ کو درکار ہوتے ہیں۔ بے کار فضول بندوں کی ضرورت اللہ کو ہرگز نہیں ہوتی روزے کا مقصد غلط کاریاں ترک کرنا ہے۔

(٦٥٨) ١٥ـ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ (الْجُهَنِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ (غَيْرَ أَنَّهُ) لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔

(٦٥٨) ١٥۔ زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی روزے دار کا روزہ افطار کرایا اسے روزے دار جتنا ثواب ملتا ہے۔ علاوہ ازیں روزے دار کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔'' ترمذی نے نکالا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۱۱۴، ترمذی: ۸۰۸، ابن ماجہ: ۱۷۴۶، ابن حبان:

۸۹۵۔

**فوائد:** (۱) کسی روزہ دار کا روزہ افطار کروانا قابل اجر عمل ہے۔

(۲) کسی کا روزہ افطار کروا دینے سے ہی اتنا اجر ملتا ہے جتنا روزہ دار کو ملتا ہے۔

(۳) روزہ فرضی ہو یا نفلی دونوں کی افطاری یکساں طور پر ثواب کی متحمل ہے۔

(۴) جس کا روزہ افطار کروایا جاتا ہے اس کا اجر پورا ہی رہتا ہے۔ افطار کروانے والے کو الگ ثواب ملتا ہے اگر افطار کروانے والا خود بھی روزہ دار ہو تو پھر اپنے روزے کا الگ اور کسی کی افطاری کروانے کا الگ ثواب ملتا ہے۔

(۵) ثواب کوئی لمیٹڈ شئے نہیں ہے اس کو اللہ اپنی مرضی سے کم اور زیادہ کر سکتے ہیں البتہ ثواب کی شکل پیش کی جاسکتی ہے جیسا کہ ثواب ایک قیراط، دو قیراط وغیرہ لیکن وزن و اوقات اللہ کی منشا پر ہے۔

(۶۵۹)۱٦۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُ، وَيُبَاشِرُ، وَهُوَ صَائِمٌ [فِيْ رَمَضَانَ]، وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۶۵۹)۱۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں کبھی بوسہ لیتے اور کبھی مباشرت کرتے (یعنی ساتھ لیٹ جاتے) مگر آپ اپنی خواہش پر تم سے زیادہ قابو پانے والے تھے۔ بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۲۷، مسلم: ۱۱۰۶۔

(۶٦۰)۱۷۔وَعِنْدَمُسْلِمٍ [عَنْهَا، قَالَتْ]: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُ فِيْ رَمُضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ))۔

(۶۶۰)۱۷۔ مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں جبکہ آپ روزہ دار ہوتے بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۰۶۔

**فوائد:** (۱) روزہ دار بوس و کنار کر سکتا ہے۔ بوس و کنار عرف عام میں یہ مراد ہوتا ہے کہ کسی چھوٹے بہن، بھائی، بچے، ماں، باپ اور بیوی یعنی جہاں کسی قسم کا اندیشہ نہیں البتہ غیر محرم کا بوسہ لینا شک سے مبرہ نہیں ہے یہ حرام ہے۔

(۲) روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ لیٹ جانا اور چھو لینا یہ خطرناک ہے۔ اس سے گریز کرنا چاہیے۔ البتہ اپنے نفس کو جاننے والا کنٹرول کر سکتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) بنظر شہوت بوسہ لے لینا روزہ کے ٹوٹنے کا باعث ہے۔

(۴) بوسہ و مباشرت کے لیے فرض یا نفل روزے کی شرط نہیں ہے ہر ایک کے لیے یکساں حکم ہے یعنی رمضان میں بھی جائز ہے۔

(۶٦۱)۱۸۔وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أَوَّلُ مَا كَرِهْتُ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ أَنَّ جَعْفَرَ بْنَ

(۶۶۱)۱۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ پہلے میں روزے دار کو سینگی لگانا مکروہ سمجھتا تھا،

أَبِي طَالِبِ اِحْتَجَمَ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَمَرَّبِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَفْطَرَ هٰذَانِ))، ثُمَّ رَخَّصَ (النَّبِيُّ ﷺ) (بَعْدُ) (ذٰلِكَ) فِي الْحِجَامَةِ (لِلصَّائِمِ)))۔ وَكَانَ أَنَسٌ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ۔ أَخْرَجَهُ الدَّارَ قُطْنِيُّ، وَقَالَ: كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ، وَلَا أَعْلَمُ عِلَّةً۔

جعفر بن ابی طالب نے سینگی لگا لی اس حال میں کہ وہ روزے دار تھا اس کے پاس نبی کریم ﷺ گذرے آپ نے فرمایا: ''اس سے روزہ کھل گیا پھر بعد میں نبی کریم ﷺ نے روزے دار کو سینگی لگانے کی اجازت دے دی۔'' حضرت انس بن مالک روزے کی حالت میں سینگی لگایا کرتے تھے۔ دار قطنی نے کہا کہ یہ راوی ثقہ ہیں کوئی علت کو میں نہیں جانتا۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ دار قطنی: ۲/ ۱۸۲، بیہقی: ۴/ ۲۶۸۔

**فوائد:** (۱) صحیح بات یہ ہے کہ سینگی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۲) شروع شروع میں ممانعت تھی بعد میں اجازت مل گئی۔ اب پچھنا لگوایا جا سکتا ہے نفلی و فرضی دونوں روزوں میں جائز ہے۔

(۳) وجود نڈھال پڑ جائے اور روزہ ٹوٹنے کا خطرہ ہو تو سینگی سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

(۶۶۲)۱۹۔وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَمَنِ اسْتَقَاءَ [عَمْدًا] فَلْيَقْضِ))۔ أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ، وَهٰذَا لَفْظُ التِّرْمِذِيِّ۔ ثُمَّ قَالَ: حَسَنٌ غَرِيبٌ، ثُمَّ قَالَ: وَلَا أُرَاهُ مَحْفُوظًا۔ قُلْتُ: رَاوِيهِ ثِقَةٌ، وَقَالَ الْحَاكِمُ۔ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِهِمَا۔

(۶۶۲)۱۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جسے قے آ جاتی ہے اس پر قضاء نہیں، اور جس نے عمداً قے کی اسے چاہیے کہ وہ قضا دے۔'' اس کو چاروں نے نکالا ہے اور یہ ترمذی کے لفظ ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ حسن غریب ہے پھر کہا، میں اس کو محفوظ خیال کرتا، میں کہتا ہوں، اس کا راوی ثقہ ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۴۹۸، ابو داؤد: ۲۳۸۰، ترمذی: ۷۲۰، ابن خزیمہ: ۱۹۶۰، دار قطنی: ۲/ ۱۸۴، ابن حبان: ۹۰۷، مستدرك حاكم: ۱/ ۴۲۷، بیہقی: ۴/ ۲۱۹، المعرفة: ۲/ ۲۱۷۔

**فوائد:** (۱) خود بخود قے آ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس حالت میں روزہ کو مکمل کیا جائے گا۔

(۲) جان کر قے کر دینے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور قضا بھی دینی ہوگی۔ خواہ فرضی روزہ ہو یا نفلی۔

(۶۶۳)۲۰۔وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :((مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۶۶۳)۲۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو بھول گیا اس حال میں کہ وہ روزے دار تھا تو اس نے کھا لیا یا پی لیا اسے چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے، اس لیے کہ اللہ نے اسے کھلایا،

پلایا ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۳۳' مسلم: ۱۱۵۵۔

(٦٦٤)٢١۔وَعِنْدَ الْحَاكِمِ: ((مَنْ أَكَلَ فِيْ رَمَضَانَ نَاسِيًا فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ))۔ وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ' وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

(۶۶۴)۲۱۔مستدرک حاکم میں ہے ''جس نے رمضان میں بھول کر کھا لیا اس پر قضاء ہے اور نہ ہی کفارہ ہے۔'' اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے اور اس کو شیخین نے نکالا نہیں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔رواہ ابن خزیمہ: ۱۹۹' ابن حبان: ۹۰۶' مستدرك حاكم: ۱/ ۴۳۰' دارقطنی: ۲/ ۱۷۸۔

**فوائد:** (۱) بھول کر کھا' پی بیٹھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔اس صورت میں روزہ افطاری تک لے جانا چاہیے روزہ پورا ہو جائے گا۔ قضا ہوگی اور نہ کفارہ ہوگا۔

(۲) بھول کی صورت میں جو بھی روزہ دار کھا بیٹھتا ہے وہ رازقِ حقیقی کی طرف سے ہوتا ہے۔

(۳) وہ اللہ جس کا سب کچھ ہے وہ اپنے شرائع میں خود کسی کو معذور سمجھ لے یا رخصت دے دے تو یہ اس کی مرضی ہے لیکن انسان اپنی طرف سے کوئی بناوٹی عذر سے شرائع کی ادائیگی سے بچ نہیں سکتا اس کو قضا دینا ہوگی۔

(۴) بھول ونسیان انسان کا خاصہ ہے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی بھول ہو سکتی ہے یہ گناہ نہیں ہے اللہ معاف فرما دیں گے۔

(۵) جس بھول پر مقتدرِ اعلیٰ گرفت نہیں کرتا ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے مسلمان بھائیوں کو ہر طرح کی بھول معاف کر دیں ان کا مواخذہ نہ کریں۔

## فَصْلٌ فِيْ مُبِيْحِ الْفِطْرِ وَمُوْجِبِهِ

## روزہ افطار کرنے کی اباحت اور وجوب کا بیان

(٦٦٥)٢٢۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ إِلٰى مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ' فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيْدَ [ثُمَّ] أَفْطَرَ فَأَفْطَرَ النَّاسُ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۶۶۵)۲۲۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ''رسول اللہ ﷺ رمضان میں مکہ کی طرف روانہ ہوئے آپ نے روزہ رکھا یہاں تک کہ آپ کدید مقام پر پہنچے آپ نے روزہ افطار کر دیا لوگوں نے بھی روزہ کھول لیا۔'' بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۴۴' ۴۲۷۵' ۴۲۷۶' ۴۲۷۹' مسلم: ۱۱۱۳۔

(٦٦٦)٢٣۔وَفِيْ حَدِيْثِ لِجَابِرٍ(فِيْ رِوَايَةٍ) عِنْدَ مُسْلِمٍ: ((فَقِيْلَ لَهُ (إِنَّ النَّاسَ) قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ

(۶۶۶)۲۳۔مسلم شریف میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے ''نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ لوگوں کے لیے

الصِّيَامُ وَإِنَّمَا يَنْظُرُوْنَ فِيْمَا فَعَلْتَ، فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ [فَشَرِبَهُ]))۔

روزہ رکھنا دشوار ہورہا ہے وہ یہ دیکھ رہے ہیں کہ ایسی صورت میں آپ کیا کرتے ہیں، آپ نے عصر کے بعد پانی کا پیالہ منگوایا اور اسے پی لیا۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۱۴۔

(٦٦٧)٢٤۔وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ رَمَضَانَ فَمَا يُعَابُ عَلَى الصَّائِمِ صَوْمُهُ، وَلَا عَلَى الْمُفْطِرِ إِفْطَارُهُ۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۶۶۷)۲۴۔ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں "ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان میں سفر کیا کرتے تھے نہ روزے دار روزہ رکھنے پر معیوب سمجھا جاتا اور نہ ہی روزہ چھوڑنے والا روزہ چھوڑنے پر معیوب گردانا جاتا۔" مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۱۶۔

**فوائد:** (۱) دورانِ سفر بوجہ مشقت فرضی روزہ رکھا ہو تو اس کو توڑا جاسکتا ہے یہ افضل ہے۔

(۲) دورانِ سفر روزہ رکھنے اور چھوڑنے میں اختیار ہے۔ چھوڑنے اور رکھنے والے پر عیب نہیں لگا سکتے۔

(۳) دورانِ سفر چھوڑے گئے روزوں کی قضا فرض ہے۔ اگر نفلی ہوں تو قضا واجب نہیں ہے۔

(۴) امام کی اقتداء فی الفور ضروری ہے۔

(۵) ایسا کام جس کے کرنے سے عوام الجھن کا شکار ہوں تو اس کو سب سے پہلے امیر کرے تاکہ دوسرے اس کو دیکھ کر کریں کیونکہ امام عوام کے لیے نمونہ ہوتا ہے اس کو دیکھ کر وہ بھی کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

(٦٦٨)٢٥۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رُخِّصَ لِلشَّيْخِ الْكَبِيْرِ أَنْ يُفْطِرَ وَيُطْعِمَ [عَنْ] كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا، وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ۔ أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِيْ ((مُسْتَدْرَكِهِ)) وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ۔

(۶۶۸)۲۵۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بڑے بوڑھے شخص کو رخصت دی گئی ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دے اور اس کے بدلے ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور اس پر قضاء نہیں۔

مستدرک حاکم اور کہا ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر ہے۔

**تحقیق وتخریج:** اثر صحیح ہے۔ دارقطنی: ۲/ ۲۰۵، مستدرك حاكم: ۱/ ۴۴۰۔

**فوائد:** (۱) ایسا بوڑھا آدمی جس کی طاقت بحال نہ ہو تو وہ روزہ رکھنے کی بجائے ہر دن مسکین کے کھانے کے برابر صدقہ کرے۔ اس پر قضاء نہیں ہے۔

(۲) مسکین کو کھانا کھلانا ضروری ہے۔

(۳) اس ضمن میں ایسا مریض بھی آجاتا ہے جو کہ اپنے مرض میں مایوس ہو گیا ہو۔

(٦٦٩)٢٦۔وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى

(۶۶۹)۲۶۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ

النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: هَلَكْتُ (يَارَسُوْلَ اللّٰهِ) قَالَ: ((وَمَا أَهْلَكَكَ؟)) قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِيْ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَ: ((هَلْ تَجِدُ مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً؟)) قَالَ: لَا۔ قَالَ: ((فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟)) قَالَ: لَا۔ قَالَ: ثُمَّ جَلَسَ، ((فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ، فَقَالَ: تَصَدَّقْ بِهٰذَا)) فَقَالَ[أ] (عَلٰى) أَفْقَرَ مِنَّا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَمَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجَ إِلَيْهِ مِنَّا۔ ((فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: اِذْهَبْ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ))۔

أَخْرَجُوْهُ أَجْمَعُوْنَ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں تباہ ہو گیا آپ نے دریافت فرمایا: "کس چیز نے تجھے تباہ کر دیا اس نے کہا میں رمضان میں اپنی بیوی سے ہمبستری کر بیٹھا آپ نے فرمایا: "کیا تیرے پاس آزاد کرنے کے لیے غلام ہے؟" اس نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا کیا تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتا ہے؟" اس نے کہا نہیں' پھر وہ بیٹھ گیا' نبی کریم ﷺ کے پاس کھجور کی ایک ٹوکری لائی گئی' آپ نے فرمایا: "یہ ٹوکری لو اور اللہ کی راہ میں صدقہ دے دو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم سے زیادہ محتاج؟ مدینے کی آبادی میں کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ محتاج و مفلس نہیں ہو گا' نبی کریم ﷺ یہ بات سن کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں' پھر آپ نے فرمایا: "جا اپنے اہل خانہ کو کھلا دے۔"

اس کو سبھی نے روایت کیا ہے اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۳۶' مسلم: ۱۱۱۱۔

(٦٧٠)٢٧۔وَفِيْ رِوَايَةٍ (لَهُ): ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ رَجُلًا أَفْطَرَ فِيْ رَمَضَانَ أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً، أَوْ يَصُوْمَ شَهْرَيْنِ، أَوْ يُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا))۔

(۶۷۰)۲۷۔ ابو ہریرہ کے حوالے سے مروی ایک روایت میں ہے "رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا جس نے رمضان میں روزہ افطار کر لیا تھا کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۱۲۔

(٦٧١)٢٨۔وَقَدْ وَرَدَالْأَمْرُ بِالْقَضَاءِ فِيْ رِوَايَةِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ اللَّيْثِ، وَتَابَعَهُ أَبُوْ أُوَيْسِ بْنُ الزُّهْرِيِّ، وَهُمَا عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ۔

(۶۷۱)۲۸۔ ابراہیم بن سعد نے لیث سے روایت کی جس میں روزے کی قضائی کا حکم ہے۔
ابو اویس بن زہری نے اس کی متابعت کی ہے اور دونوں

روایتیں بیہقی کے ہاں ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ بیہقی: ۴/ ۲۲۶۔

**فوائد:** (۱) روزے کی حالت میں کوئی اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھے تو اس پر کفارہ ہے۔

(۲) روزہ توڑنے کا کفارہ غلام آزاد کرنا یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کا کھانا ہے۔

(۳) روزہ توڑ لینے کی صورت میں خاوند پر قضا ہوگی اور بیوی پر بھی قضا ہوگی اگر وہ روزہ دار تھی ورنہ نہیں۔

(۴) اپنا صدقہ و کفارہ اپنی ذات پر فقر کی حالت میں جائز ہے۔ اس میں تنگ دستی کا ازالہ بھی ہے اور کفارہ کی ادائیگی بھی۔

(۵) فقیر پر بھی کفارہ ہے کہ جب اس کو میسر آ جائے تو ادا کرے۔

(۶۷۲)۲۹۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ (وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ)۔

(۶۷۲)۲۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے ذمے روزے باقی تھے اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔'' متفق علیہ اور لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۵۲' مسلم: ۱۱۴۷۔

**فوائد:** (۱) صحیح اور راجح بات یہ ہے کہ روزوں میں روزہ دار کا کوئی قائم مقام بن سکتا ہے۔ جبکہ وہ فوت ہو جائے۔ یعنی روزہ دار فوت ہو جائے تو اس کی طرف سے روزے رکھنے جائز ہیں۔

(۲) متوفی پر روزے ہوں تو زیادہ حق اس کے ولی پر ہے کہ وہ اس کے روزے رکھے اگر ولی کے علاوہ اور روزے رکھ دے تو گناہ نہ ہوگا۔

(۳) وہ اعمال جن میں نیابت جائز ہے وہ حج' عمرہ' قربانی اور روزے ہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ صدقہ بھی کسی کی طرف سے دیا جا سکتا ہے۔ امامت و امارت' امانت وغیرہ وغیرہ بھی شامل ہیں ان کے علاوہ اور بھی کاموں میں نیابت درست ہے۔ نماز میں نیابت نہیں اور کلمہ پڑھنے میں نیابت نہیں علیٰ ہذا القیاس بہت سے امور ایسے ہیں جن میں نیابت جائز نہیں۔

(۴) آدمی کے فوت ہو جانے کے بعد اس پر حج' روزے' قرض' وصیت میں اس کا کوئی نائب بن سکتا ہے بعض ایسے امور ہیں جن میں فوت ہو جانے کے بعد بھی نیابت نہیں جیسے نماز وغیرہ ہے بعض ایسے امور ہیں جن میں آدمی زندہ ہو تو نائب مقرر کر سکتا ہے جیسے امامت و امانت وغیرہ۔ بعض امور ایسے ہیں کہ زندگی میں ان میں نیابت جائز نہیں ہے جیسے وضو' نماز' کلمہ وغیرہ بعض امور ایسے ہیں جن میں نیابت نہ زندگی میں جائز ہے اور نہ فوت ہو جانے کی صورت میں جیسے نماز' کلمہ وغیرہ ہیں۔ مثال کے طور پر نماز انفرادی عمل ہے ہر ایک پر فرض ہے یہ ہر ایک الگ الگ پڑھے گا رہ جانے کی صورت میں وہی قضا دے گا اور کوئی نہیں۔ یہ ایسے عمل کی بات ہے جس میں نیابت جائز نہیں زندگی میں نہ مرنے کے بعد۔

## فَصْلٌ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ

(٦٧٣) ٣٠۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ، ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ۔ (لَفْظُ الْبُخَارِيِّ)۔

## قیام رمضان کا بیان

(۶۷۳)۳۰۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے قیام رمضان ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے کیا اس کے پہلے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''
ابن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور حکم یہی تھا پھر خلافت ابوبکر اور خلافت عمر کے آغاز میں یہی صورت حال تھی۔'' بخاری کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۰۰۹، مسلم: ۷۵۹۔

**فوائد:** (۱) رمضان میں رات کے قیام کا اہتمام کرنا افضل عمل ہے۔

(۲) قیام رمضان کی قبولیت میں دو شرطیں ہیں ایمان اور حصول ثواب کی نیت ظاہر بات ہے یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر مبنی عمل ہو گا۔

(۳) قیام رمضان کی جزا پہلے کیے گئے گناہوں سے معافی ہے۔

(۴) قیام کی زینت طوالت اور قرأت قرآن ہے۔

(۵) نبی کریم علیہ السلام نے قیام رمضان گیارہ رکعات کی صورت میں کیا۔ یہی سنت ہے یہ بات ہی راجح ہے۔ یہی نماز آپ کی غیر رمضان میں بھی تھی۔ یہ عمل ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آغاز دور حکومت تک رہا۔

(٦٧٤) ٣١۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ، وَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّى فَصَلَّوْا (مَعَهُ) [بِصَلَاتِهِ] فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا، فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلِ الثَّالِثَةِ (فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ) فَلَمَّا كَانَتْ (اللَّيْلَةُ) الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ تَشَهَّدَ فَقَالَ:

(۶۷۴)۳۱۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ آدھی رات کو باہر نکلے مسجد میں نماز پڑھی لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی، لوگ باتیں کرنے لگے ان میں سے اکثر جمع ہوئے آپ نے نماز پڑھی تو ان لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی، لوگ اس بارے میں باتیں کرنے لگے تیسری رات اہل مسجد زیادہ ہو گئے، رسول اللہ ﷺ باہر نکلے اور اپنی نماز ادا کی جب چوتھی رات ہوئی مسجد لوگوں سے بھر گئی حتی کہ آپ صبح کی نماز کے لیے نکلے جب فجر کی نماز آپ نے ادا کر لی لوگوں کی طرف

((أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ، وَلٰكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا)). فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ. لَفْظُ الْبُخَارِيِّ [فِيهَا]

آپ نے توجہ دی اور فرمایا: ''حمد وصلاۃ کے بعد: آپ حضرات کی صورتِ حال مجھ پر مخفی نہیں لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اگر یہ تم فرض کر دی گئی تو تم اس سے عاجز آ جاؤ گے۔'' رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور معاملہ اسی پر بنی تھا۔ اس میں بخاری کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۰۰۹، مسلم: ۷۵۹۔

**فوائد:** (۱) قیام رمضان نوافل میں سے ایک سنت عمل ہے۔

(۲) قیام رمضان کا دوسرا نام صلوٰۃ تراویح ہے۔

(۳) رمضان میں باجماعت نماز کی صورت میں قیام بھی جائز ہے۔

(۴) قیام رمضان کا اہتمام ہر فرد الگ الگ بھی کر سکتا ہے۔

(۵) رمضان میں قیام رات کے کسی حصہ میں بھی کیا جا سکتا ہے۔

(۶۷۵)۳۲۔وَعَنْهَا، قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ، وَأَحْيَا لَيْلَهُ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ)). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۶۷۵)۳۱۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں ''جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو نبی کریم ﷺ عبادت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے شب بیداری کرتے اور اپنے اہل خانہ کو بھی بیدار رکھتے تھے۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۰۲۴، مسلم: ۱۱۷۴۔

**فوائد:** (۱) رمضان سارے کا سارا فضائل سے لبریز ہوتا ہے، اس کی ساعت، ساعت ثمین ہوتی ہے لیکن آخر عشرہ دیگر عشروں کی نسبت فیوض و برکات کا مخزن ہوتا ہے کیونکہ یہ وہ عشرہ ہے جس میں قرآن کا نزول ہوا اور جس میں لیلۃ القدر کو رکھ دیا گیا۔

(۲) آخری عشرہ کی رات رات جاگا جائے تو تب بھی جی نہ بھرے۔

(۳) رات کو خود بیدار ہونا اور اپنے گھر والوں کو بیدار کرنا سنت ہے۔ اور ایک ذمہ دار شرعی گھرانہ ہونے کی علامت ہے۔

(۴) عبادت کے لیے لگن اور محنت کو اختیار کرنا ضروری ہے اور خاص کر وہ عبادت سر چڑھتی ہے جو کامل اشتیاق سے جائے اور چوکنا ہو کر کی جائے۔

## فَصْلٌ فِي صَوْمِ التَّطَوُّعِ

## نفلی روزے کا بیان

(۶۷۶)۳۳۔عَنْ أَبِي أَيُّوبَ [الْأَنْصَارِيِّ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ

(۶۷۶)۳۲۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے رمضان کے

رَمَضَانَ وَاَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالَ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ كُلِّهٖ)) رواه مسلم

روزے رکھے اور اس کے پیچھے شوال کے چھ روزے رکھے گویا اس نے سال بھر کے روزے رکھے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۶۴۔

**فوائد:** (۱) رمضان کے روزوں کے بعد چھ روزے شوال کے رکھنے چاہئیں۔

(۲) شوال کے چھ روزے نفلی ہیں۔

(۳) رمضان کے سارے اور شوال کے چھ روزے سال بھر کے روزوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ رمضان میں نیکی دس گنا ہوتی ہے لہٰذا دن ۳۰۰=۱۰×۳۰ یہ رمضان کے تیس روزوں کا حساب ہے۔ اور دن ۶۰=۱۰×۶ یہ شوال کے چھ روزوں کا حساب ہے۔ اب ۶۰+۳۰۰ جمع کیے تو ۳۶۰ دن بنے اور سال بھر کے ایام بھی ۳۶۰ ہیں۔

(٦٧٧)٣٤۔وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ (الْأَنْصَارِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي حَدِيثٍ: وَسُئِلَ۔ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ: ((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ))۔

(۶۷۷)۳۴۔ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یوم عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "یہ روزہ ایک سال پچھلے اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۶۲۔

**فوائد:** (۱) یوم عرفہ کا روزہ پچھلے اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

(۲) مضان سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہاں گناہوں سے مراد صغیرہ ہیں نہ کہ کبیرہ۔

(۳) یوم عرفہ سے مراد نو ذوالحجہ کا روزہ ہے۔ یہ بھی نفلی عبادت ہے۔

(٦٧٨)٣٥۔[وَفِيهِ] قَالَ: وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ؟ فَقَالَ: ((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ))۔ وَفِيهِ: وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ؟ فَقَالَ: ((ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُّ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ [فِيهِ] أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ))۔ وَكُلُّهَا عِنْدَ مُسْلِمٍ۔

(۶۷۸)۳۵۔اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عاشوراء کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "یہ روزہ پچھلے ایک سال کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔" اس حدیث میں اس بات کا تذکرہ بھی ملتا ہے آپ ﷺ سے سوموار کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "یہ ایک ایسا دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی' اسی دن مجھے منصب نبوت سے نوازا گیا یا اس دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔" یہ سبھی مسلم کے ہاں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۶۲۔

(٦٧٩)٣٦۔وَعِنْدَهُ فِیْ حَدِیْثٍ لِا بْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ))۔ قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰى تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

(۶۷۹)۳۴۔مسلم شریف میں ہی عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آئندہ سال ان شاء اللہ ہم ۹ محرم کا روزہ رکھیں گے''۔ راوی نے کہا: آئندہ محرم آنے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۳۴۔

**فوائد:** (۱) یوم عاشورا یعنی دس محرم کا روزہ رکھنا بھی عظیم اجر کا حامل ہے۔

(۲) دس محرم کے دن کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے یہاں بھی مراد صغیرہ گناہ ہیں یہود بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ ان کی مخالفت مزید ایک دن پہلے یا بعد روزہ رکھنے کی ترغیب دی گئی۔

(۳) سوموار کا روزہ رکھنا اظہار تشکر کے طور پر مستحب ہے کیونکہ اس دن نبی کریم علیہ السلام پیدا ہوئے' بعثت ہوئی یا قرآن کا نزول ہوا۔

(۴) ہر کام کے کرنے سے قبل ان شاء اللہ کہنا سنت ہے۔ اس سے کام میں برکت ہوتی ہے اور نصرت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔

(۵) اپنی طرف سے ہمہ وقت کام کرنے سے قبل ان شاء اللہ کہنا چاہیے باقی معاملہ اللہ کے سپرد کرنا چاہیے۔ کام ہو یا نہ ہو لیکن ان شاء اللہ کہنے کا اجر لازم ملے گا۔

(٦٨٠)٣٧۔وَعَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ' أَنَّ نَاسًا اِخْتَلَفُوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِیْ صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ' وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ' وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهِ فَشَرِبَهُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۶۸۰)۳۵۔ام فضل بنت حارث سے روایت ہے کہ اس کے پاس چند لوگ یوم عرفہ کو نبی کریم ﷺ کے روزے کے متعلق اختلاف کا اظہار کرنے لگے' بعض نے کہا وہ روزے دار تھے' بعض نے کہا آپ روزے دار نہیں تھے' میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا آپ اپنے اونٹ پر سوار کھڑے تھے آپ نے دودھ پی لیا۔ متفق علیہ۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۸۸' مسلم: ۱۱۲۳۔

**فوائد:** (۱) یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

(۲) عرفات کے میدان میں حاضری کے لیے روزہ رکھنا درست نہیں البتہ جو عرفات میں نہیں ہیں ان کے لیے روزہ مستحب ہے۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام یوم عرفہ کو بغیر روزے کے تھے۔

(۴) یوم عرفات حج کے ضروری عوامل میں سے ایک ہے۔ یہ میدان اور یہ دن اسلام سے قبل بھی اسی نام سے ہی موسوم تھے۔

(٦٨١)٣٨۔وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بَاعَدَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا))۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(٦٨١)٣٦۔ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ”جس نے اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ جہنم سے ستر سال کی مسافت جتنا دور کر دیتے ہیں۔“ مسلم

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۸۴۰، مسلم: ۱۱۵۳۔

**فوائد:** (۱) جہاد فی سبیل اللہ کے دوران روزہ رکھنا جائز ہے۔ ایسے مجاہدوں کے لیے اس حدیث میں مذکورہ بشارت ہے۔

(۲) ”خریف“ سے مراد ایک سال ہے یعنی ستر سال کی جہنم سے آزادی صرف ایک دن اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے دوران روزہ رکھنے کے لیے ہے۔

(۳) دورانِ جہاد مجاہد کو کمزوری کا خطرہ ہو یا کمزوری لاحق ہو تو اس کے لیے روزہ رکھنا درست نہیں ہے۔ یہی افضل ہے۔

(٦٨٢)٣٩۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي شَهْرٍ مِنَ السَّنَةِ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ، وَكَانَ يَقُولُ: خُذُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا))۔

وَكَانَ يَقُولُ: ((أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى اللَّهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ قَلَّ)) (وَهُوَ كَالَّذِي قَبْلَهُ)

[أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]

(٦٨٢)٣٧۔عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ (رمضان کے علاوہ) سال بھر میں ماہ شعبان سے بڑھ کر کسی اور ماہ میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے آپ فرماتے تھے: ”عمل اتنا کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو اللہ اکتا تا نہیں جب تک تم نہ اکتا جاؤ۔“

آپ فرمایا کرتے تھے: ”اللہ تعالیٰ کو وہ عمل زیادہ محبوب ہے کہ جس پر صاحب عمل کا دوام ہو خواہ وہ عمل تھوڑا ہی ہو۔“ (مسلم) یہ اپنے سے پہلے جیسی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۷۰، مسلم: ۷۸۲۔

(٦٨٣)٤٠۔وَعِنْدَهُ (فِي حَدِيثٍ): ((لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ))۔

(٦٨٣)٣٨۔مسلم شریف میں یہ حدیث مذکور ہے ”جس نے دائمی روزہ رکھا اس کا کوئی روزہ نہیں، جس نے دائمی روزہ رکھا اس کا کوئی روزہ نہیں۔“

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۷۷، مسلم: ۱۱۵۹۔

**فوائد:** (۱) شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے جائز ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام شعبان میں زیادہ روزے رکھتے تھے۔

(۲) رمضان کے روزے فرض ہیں ان کے علاوہ باقی سبھی روزے مستحب ونفلی ہیں البتہ جو کفارات میں روزے رکھے جاتے ہیں وہ بھی فرض ہیں ان میں سے ایک بھی رہ جائے تو اس کی قضا ضروری ہوگی۔

(۳) شعبان کا مہینہ رمضان کے بعد ایسا ہے جس میں روزوں کی کثرت ہوتی ہے۔

(۴) عمل وہ قبول ہوتا ہے جو استطاعت کے مطابق ہو چستی واشتیاق سے ہو اور مداومت سے ہو اگرچہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ دائمی روزہ رکھنا منع ہے۔

(۵) ''اللہ اکتاتا نہیں جب تک تم نہ اکتا جاؤ'' تو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سچ مچ اکتا جاتے ہیں۔ اکتا جانا یہ اللہ کے اوصاف حمیدہ میں سے کوئی وصف نہیں ہے یہاں تو صرف لفظی مشابہت مقصود ہے۔

(٦٨٤) ٤١ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ يَوْمًا مِنْ غَيْرِ رَمَضَانَ إِلَّا بِإِذْنِهِ)).

(۶۸۴) ۳۹۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رمضان کے علاوہ خاوند اگر گھر میں موجود ہو تو بیوی اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔''

**تحقيق وتخريج:** بخاری: ۵۱۹۵، مسلم: ۱۰۲۶۔

**فوائد:** (۱) نفلی روزہ خاوند کی اجازت کے بغیر عورت نہیں رکھ سکتی۔

(۲) اس حدیث میں خاوند کے اپنی بیوی پر ایک حق کا ذکر ہے۔ وہ یہ ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے حتی کہ نفلی روزہ بھی اس کے کہنے پر رکھے یا چھوڑے لیکن فرائض میں اپنے خاوند سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے اور خاوند کی عدم موجودگی میں بھی روزہ رکھ سکتی ہے اور موجودگی میں بھی رکھے گی۔

(۳) فرضی روزوں کی طرح نفلی روزے بھی عورت رکھ سکتی ہے۔

(۴) اسلام قائد کے حقوق کا خیال رکھتا ہے۔

(٦٨٥) ٤٢ـ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ)). (وَهُوَ كَالَّذِي قَبْلَهُ).
[أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ].

(۶۸۵) ۴۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی ایک کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزے دار ہو تو وہ کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں۔'' مسلم نے ان دونوں کو نکالا ہے۔

**تحقيق وتخريج:** مسلم: ۱۱۵۰۔

**فوائد:** (۱) فرض روزے کے متحمل کو کوئی دعوت طعام دے تو اس روزہ دار کو چاہیے کہ وہ کہے ''انی صائم'' یا اپنے الفاظ میں کہہ دیں میں روزہ دار ہوں۔

(۲) اگر روزہ نفلی ہو تو دعوت آ جانے پر اس کو چھوڑا جا سکتا ہے۔ اگر فرض روزہ دعوت کے لالچ میں توڑ دیا تو اس کا گناہ بھی ہوگا

اور قضا بھی ہوگی۔

(۳) دعوت دی جائے تو اس کو احسن طریقہ سے قبول کرنا ہے اور بوجہ عذر احسن طریقے سے ہی رد کرنا ہے۔ دعوت کو بلاوجہ رد کرنا اچھی بات نہیں ہے۔

## فَصْلٌ فِي الْأَيَّامِ الْمَنْهِيِّ عَنْ صَوْمِهَا

## روزے کے لیے ممنوعہ ایام کا بیان

(٦٨٦)٤٣۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ (أَنَّهُ) نَهٰى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ: يَوْمِ الْأَضْحٰى، وَيَوْمِ الْفِطْرِ))۔

(٦٨٦)۴۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا، عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے دن۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۹۳، مسلم: ۱۱۳۸۔

**فوائد:** (۱) عیدین کا روزہ رکھنا منع ہے۔

(۲) جو حضرات قربانی کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں ذہن رکھتے ہیں ان کو اپنا ذہن درست کرنا چاہیے اور وہ روزہ رکھتے بھی قربانی کے گوشت تک ہیں جبکہ نصف دن کا روزہ نہیں ہوتا روزہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔ اس خیال کے حامل جاہل اور دیہاتی حضرات زیادہ ہیں۔

(٦٨٧)٤٤۔وَعَنْ نُبَيْشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ))۔ أَخْرَجَهُ [مَا] مُسْلِمٌ۔

(٦٨٧)۴۲۔ نبیشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۴۱۔

(٦٨٨)٤٥۔وَرَوَى الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، وَعَنْ سَالِمٍ [ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ] عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَا: ((لَمْ يُرَخَّصْ فِيْ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ أَنْ يُصَمْنَ إِلَّا لِمَنْ (لَمْ) يَجِدِ الْهَدْيَ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(٦٨٨)۴۳۔ زہری نے عروہ سے اس نے حضرت عائشہ سے اس نے سالم سے اور اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ''ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہ دی گئی مگر اس شخص کو جو قربانی کا جانور نہ پاسکا۔'' بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۹۸۔

**فوائد:** (۱) ایام تشریق سے مراد کھانے پینے کے دن ہیں جو کہ یوم نحر سے لے کر تین دن بعد تک کا نام ہے۔ یہ ایام ریفرشمنٹ کے اسلام میں جائز ہیں لیکن کھانے پینے کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حرام سے بچاؤ اور اسراف وتبذیر سے اجتناب ساتھ ساتھ کرنا ہوگا۔

(۲) کھانے' پینے کے دنوں سے مراد یہ نہیں ہے کہ نمازوں وغیرہ سے چھٹی ہے نمازوں وغیرہ کی قطعاً رخصت نہیں ہے۔
(۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ ایام تشریق میں وہ روزہ رکھ سکتا ہے جس حاجی نے قربانی نہ کی ہو یعنی کفارے کا روزہ۔

(٦٨٩) ٤٦۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ، وَلَا تَخْتَصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُهُ أَحَدُكُمْ))

(۶۸۹) ۴۶۔ مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''راتوں میں جمعرات کو عبادت کے لیے مخصوص نہ کرو اور دنوں میں جمعہ کے دن کو روزے کے لیے مخصوص نہ کرو مگر آنکہ تم میں سے کوئی روزے رکھتا ہو اور جمعہ کا دن ان میں آ جائے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۴۴۔

**فوائد:** (۱) نفلی عبادت میں کسی دن کی رات کو خاص کر لینا درست نہیں ہے' ایسے ہی نفلی روزے کا معاملہ ہے صرف جمعہ کا دن خاص کر کے روزہ رکھنا بھی درست نہیں ہے۔
(۲) وہ آدمی جو قضا دے رہا ہو یا کفارہ جھکا رہا ہو تو وہ جمعہ کا روٹین کے مطابق روزہ رکھ سکتا ہے۔
(۳) جمعرات کی تمام ایجاد کردہ رسوم ناجائز ہیں۔ کسی دن کو خاص کر کے ہر دفعہ اس دن میں عمل کرتے جانا صحیح نہیں ہے۔
(۴) وہ ایام یا وہ مواقع جو کہ شریعت کی طرف سے مقرر کردہ ہیں ان کے علاوہ کسی دن یا موقع کو سنت جان کر مقرر کر کے اس میں کسی طرح کا شرعی عمل جائز قرار دینا یا اس کے فضائل کا تعین کرنا بدعت ہے۔

(٦٩٠) ٤٧۔ (وَعِنْدَ التِّرْمِذِيِّ مِنْ حَدِيْثِهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُوْمُوْا))۔

(۶۹۰) ۴۵۔ ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب نصف شعبان ہو جائے تو روزہ نہ رکھو۔''

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ رواہ الامام احمد: ۲/ ۴۴۲' ابوداؤد: ۲۳۳۷' ترمذی: ۷۳۸' ابن ماجہ: ۱۶۵۱۔

**فوائد:** (۱) نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی یہ ممانعت تحریمی نہیں ہے بلکہ تنزیہی ہے یعنی کوئی سوموار اور جمعرات کی روٹین کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے روزہ رکھ لے تو گناہ نہ ہوگا۔
(۲) اس حدیث میں رمضان سے پندرہ دن پہلے روزوں سے رک جانے کی حکمت یہ ہے کہ انسانی وجود سے توانائی کا ذخیرہ ختم نہ ہو جائے یعنی کمزوری نہ لاحق ہو جائے کہیں فرضی روزوں سے محروم نہ ہونا پڑے البتہ استطاعت و استعداد کے موجود ہونے کی صورت میں کوئی روزہ رکھ لے تو گناہ نہیں ہے۔

(٦٩١) ٤٨۔ وَعِنْدَ الْأَرْبَعَةِ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، فَأُتِيَ بِشَاةٍ مَصْلِيَّةٍ، فَقَالَ: كُلُوْا، فَتَنَحَّى بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ: إِنِّيْ صَائِمٌ، فَقَالَ

(۶۹۱) ۴۸۔ اصحاب اربعہ کے ہاں' صلہ بن زفر سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک بھونی بکری لائی گئی حضرت عمار نے کہا'

عَمَّارٌ: مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ۔ اَللَّفْظُ لِلتِّرْمَذِيِّ۔

کھاؤ' قوم کا ایک شخص الگ ہو گیا اس نے کہا' میں روزے دار ہوں' عمار بن یاسر نے فرمایا: ''جس نے ایسے دن روزہ رکھا جس میں شک پایا جاتا ہے اس نے ابوالقاسم حضرت محمد ﷺ کی نافرمانی کی۔'' لفظ ترمذی کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۲۳۳۴' ترمذی: ۶۸۶۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نسائی: ۴/ ۱۵۳' ابن ماجة: ۱۶۴۵' ابن حبان: ۸۷۸' دار قطنی: ۲/ ۱۵۷' مستدرك حاكم: ۱/ ۴۲۳' ۴۲۴۔

**فوائد:** (۱) ایسے دن میں روزہ رکھنا جس کے بارے شک ہو وہ ناجائز ہے۔

(۲) جو صحیح حدیث پر عمل نہیں کرتا وہ نبی کریم علیہ السلام کا نافرمان ہے۔

(۳) ثابت جانور بھوننا' روسٹ کرنا درست ہے۔

(۴) کسی اچھی صحبت کو اختیار کرنا اچھی عادت ہے۔

(۵) صائم آدمی کسی کے دعوت دینے پر ''انی صائم'' کہہ سکتا ہے۔

(۶۹۲) ٤٩۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ السُّلَمِيِّ عَنْ أُخْتِهِ الصَّمَّآءِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ السَّبْتِ' إِلَّا فِيْمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ' وَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا لَحَاءَ عِنَبَةٍ أَوْ عُوْدَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْهَا))۔

(۶۹۲) ۴۷۔ عبداللہ بن بسر سلمی اپنی بہن صماء سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہفتے کے دن روزہ نہ رکھو مگر آنکہ ہفتے کے روز تم پر فرض ہو' اگر تم میں سے کسی کو انگور کی یا درخت کی چھال کے علاوہ کوئی چیز میسر نہ ہو تو وہ اسی کو چبا لے۔''

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ/ وَقَالَ الْحَاكِمُ وَاللَّفْظُ لَهُ: صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ' وَلَهُ مُعَارِضٌ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

اس کو ابوداؤد نے نکالا ہے اور حاکم نے کہا ہے جبکہ لفظ اس کے ہیں کہ یہ صحیح ہے اور بخاری کی شرط پر ہے اور اس کو شیخین نے نہیں نکالا اور اس کے معارض صحیح اسناد ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۶/ ۳۶۸' ابو داؤد: ۲۴۲۱۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔ الترمذی: ۷۴۴' ابن ماجه: / ۱۷۲۶' ابن حبان: / ۳۶۰۶' مستدرك حاكم: ۱/ ۴۳۵' ابن خزیمه: ۲۱۶۴' البیهقی: ۴/ ۳۰۲' ارواء الغلیل: ۴/ ۱۱۸۔۱۲۵۔

**فوائد:** (۱) ہفتہ اور اتوار کا روزہ رکھنا یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا۔

(۲) مسلمان ہفتہ اور اتوار کے روز ان کی مخالفت کرتے ہوئے روزہ رکھ سکتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح حدیث کے معارض ہے اور منسوخ ہے۔

(۳) نبی کریم علیہ السلام نے ہفتہ اور اتوار کو روزہ رکھ کر ثابت کر دیا کہ یہ تعظیم کے دن نہیں ہیں۔

## فَصْلٌ فِي الْاِعْتِكَافِ

## اعتکاف کا بیان

(٦٩٣) ٥٠۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔

(۶۹۳) ۴۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا یہاں تک کہ آپ قضائے الٰہی سے وفات پا گئے' پھر آپ کے بعد ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۰۲۶' مسلم: ۱۱۷۲۔

**فوائد:** (۱) رمضان میں آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت ہے۔

(۲) اعتکاف کا اہتمام ہر رمضان میں کرنا یعنی ہمیشگی کرنا شرعاً درست ہے۔

(۳) عورت بھی اعتکاف کر سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مسجد میں اعتکاف کرے۔

(۴) نبی کریم علیہ السلام کی اعتکاف پر مداومت اس بات کی علامت ہے کہ یہ عمل حقیر نہیں ہے۔ دوسروں لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سنت موکدہ ہے اور سنت مداومہ ہے۔

(٦٩٤) ٥١۔ وَعَنْهَا' قَالَتْ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ۔ اَلْحَدِيْثَ)) وَهُمَا عِنْدَ مُسْلِمٍ۔

(۶۹۴) ۴۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں ''رسول اللہ ﷺ جب ارادہ کرتے کہ اعتکاف بیٹھیں فجر کی نماز پڑھتے اور اپنی اعتکاف کی جگہ میں داخل ہوتے۔'' (مسلم)

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۰۳۳' مسلم: ۱۱۷۳۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اعتکاف کس وقت اور کس دن شروع ہوتا ہے وہ رمضان کی اکیسویں کی صبح کی نماز پڑھنی ہے پھر اعتکاف گاہ میں داخل ہونا ہے۔

(۲) اعتکاف یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو خاص کیفیت سے روک لے۔ اعتکاف مسجد میں ہی جائز ہے۔

(۳) نبی کریم علیہ السلام اکیس کی نماز مغرب ادا کر لینے کے بعد اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ہی رہتے تھے جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنے معتکف میں داخل ہو جاتے۔

(۴) جہاں اعتکاف کیا جاتا ہے وہاں چادروں سے پردہ کرنا یا اور ذریعے سے پردہ کرنا اور ایک مخصوص جگہ بنا لینا درست ہے۔

(۵) اعتکاف مکمل طور پر دنیاوی امور اور روزمرہ کے معاملات سے علیحدگی کا نام ہے۔

(٦٩٥) ٥٢۔ وَعَنْهَا' قَالَتْ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِيْ إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ'

(۶۹۵) ۵۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف بیٹھے ہوئے ہوتے

وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ))۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ فِي ((الْمُوَطَّأِ)))۔

اپنا سر مبارک میرے قریب کرتے تو میں کنگھی کرتی' وہ ضروری انسانی حاجت کے بغیر گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔'' مؤطا امام مالک میں مالک نے اسے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۰۲۸-۲۰۲۹' مسلم: ۲۹۷۔

**فوائد:** (۱) اعتکاف کرنے والا اپنے سر کی کنگھی کرواسکتا ہے اور اپنی بیوی کو دیکھ سکتا ہے بات بھی کرسکتا ہے جبکہ اس کی بیوی خود مسجد میں آئے۔ دورانِ اعتکاف بیوی کا پاس آنا صحیح ہے۔

(۲) عورت نماز و عبادت اور دیگر حاجات کے پیش نظر مسجد میں آ جاسکتی ہے۔

(۳) شرعی عذرات کے پیش نظر معتکف اپنے اعتکاف اور مسجد کی حدود سے نکل سکتا ہے جیسا کہ بول و براز و دیگر حاجات ہیں۔ ایسے ہی اشد ضرورت کے لیے اپنے گھر بھی جاسکتا ہے۔ یہاں مراد ذاتی اور نفسی ضرورتیں ہیں۔ ایسے تکلفات جن کا اعتکاف سے دور کا تعلق نہیں ممنوع ہیں۔ مثال کے طور پر معتکف منہ چھپالیتا ہے کسی کو دکھاتا نہیں اگر اس سے کوئی شرعی بات پوچھ لی جائے تو کان تک نہیں دھرتا وغیرہ۔ دورانِ اعتکاف جماعت کروانا' درس دینا مسائل دینیہ بتانا اور جمعہ پڑھانا وغیرہ درست ہیں۔ سر پر تیل لگانا یا لگوانا اور کسی پاس والے کو کہہ کر اپنی جائز ضرورت پوری کرانا بھی جائز ہے۔

(۴) روزے کی حالت میں کنگھی کرنا یا کروانا جائز ہے۔ اعتکاف میں کنگھی کروانا غیر شرعی عمل نہیں ہے۔

(٦٩٦)٥٣۔ وَعَنْهَا (أَنَّهَا) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' قَالَتْ: ((اَلسُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَعُوْدَ مَرِيْضًا' (وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً)' وَلَا يَمَسَّ اِمْرَأَةً' وَلَا يُبَاشِرَهَا' وَلَا يَخْرُجَ [لِحَاجَةٍ] إِلَّا إِلٰى مَا لَا بُدَّ مِنْهُ' [وَلَا اِعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ] وَلَا اِعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' وَهُوَ عِنْدَ اللَّيْثِ' عَنْ عُقَيْلٍ عَنْهُ بِزِيَادَةٍ فِي أَوَّلِهِ قَبْلَ قَوْلِهَا: (((وَالسُّنَّةُ)) وَفِيهِ): ((وَالسُّنَّةُ فِيْمَنِ اعْتَكَفَ أَنْ يَصُوْمَ)) فَزَعَمَ بَعْضُهُمْ أَنَّهُ مِنْ قَوْلِ بَعْضِ الرُّوَاةِ۔

(٦٩٦)٥١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ''اعتکاف کرنے والے کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ مریض کی تیمارداری نہ کرے' نہ جنازے میں شریک ہو' نہ بیوی کو ہاتھ لگائے اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے اور نہ اشد ضرورت کے بغیر اپنے معتکف سے نکلے' روزے کے بغیر اعتکاف نہیں اور جامع مسجد کے علاوہ اعتکاف نہ بیٹھے۔'' ابوداؤد نے عبدالرحمٰن بن اسحاق سے اور اس نے زہری سے روایت کیا لیث نے عقیل کے حوالے سے روایت کیا' جس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے ''وَالسُّنَّةُ فِيْمَنِ اعْتَكَفَ أَنْ يَصُوْمَ'' جس نے اعتکاف کیا اس کے لیے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ روزہ رکھے۔ بعض کا یہ

خیال ہے کہ یہ بعض راویوں میں سے کسی ایک کا قول ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ صحیح اثر ہے۔ ابو داؤد: ۲۴۷۳، بیہقی: ۴/ ۳۲۱۔ ۳۲۰۔

**فوائد:** (۱) عام حالت میں مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مریض کی عیادت کرے اور سنت بھی ہے جبکہ اعتکاف کی حالت میں کسی مریض کی عیادت نہ کرنا سنت ہے۔ ایسے ہی جنازوں میں شرکت کرنا عورتوں سے مباشرت و جماع کرنا اور بغیر ضروری امر کے باہر نکلنا غیر سنت عمل ہے۔ یہ موانع معتکف کے ساتھ خاص ہیں۔

(۲) اعتکاف کی حالت میں روزہ رکھنا چاہیے کوئی بغیر روزے کے اعتکاف کرے تو حرج نہ ہوگا اعتکاف ہو جائے گا۔ البتہ سنت یہ ہے کہ روزہ رکھ کر اعتکاف کیا جائے۔

(۳) اعتکاف ایسی مسجد میں بیٹھنا چاہیے جو جامع ہو اور جہاں جمعہ کا مستقل اہتمام ہو اگر معتکف ایسا ہے جس پر جمعہ فرض نہیں تو وہ ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھ سکتا ہے جہاں جمعہ کا انتظام نہ ہو لیکن نماز باجماعت کا اہتمام پھر بھی ضروری ہے۔

## فَصْلٌ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

## لیلۃ القدر کا بیان

(٦٩٧) ٥٤۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِيْ تَاسِعَةٍ تَبْقٰى [فِيْ ثَامِنَةٍ] فِيْ سَابِعَةٍ تَبْقٰى، فِيْ خَامِسَةٍ تَبْقٰى))۔

أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۶۹۷) ۵۴۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اسے رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو لیلۃ القدر اکیسویں، تیسویں، پچیسویں میں ہوتی ہے۔''

بخاری

**تحقیق وتخریج:** رواہ البخاری ۲۰۲۱

**فوائد:** (۱) راجح اور صحیح بات یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے میں اور طاق راتوں میں آتی ہے۔ یعنی تیئس، پچیس، ستائیس، انتیس کی راتوں میں ہوتی ہے۔

(۲) بالوثوق یہ کہہ دینا کہ ستائیس کو لیلۃ القدر ہوتی ہے قابل غور بات ہے جو روایت میں ستائیسویں رات کے حوالہ سے آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس سال لیلۃ القدر اس رات آئی تھی۔ ورنہ کسی روایت سے کسی ایک دن کا تعین ثابت نہیں ہے۔ ہر طاق رات میں سے کسی میں بھی ہو سکتی ہے اور بار بار بھی آسکتی ہے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے۔

(۳) لیلۃ القدر یہ ایک مبارک رات ہے اس میں قرآن نازل ہوا اور یہ رات قریباً چوراسی سال کی عبادت سے بھی بہتر درجہ کی حامل ہے۔

(۴) مختلف راتوں میں اس کو رکھنے کی حکمت یہ ہے تاکہ بندگانِ خدا اس کی تلاش میں جہد مسلسل سے کام لیں اور اس کشمکش میں اللہ کی عبادت میں مزید اپنے آپ کو کھپا دینے کے عادی بن جائیں۔ اس میں غرض وغایت رضائے الٰہی ہے اور ہمیشہ کی مغفرت مع نجات ہے۔ اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول بھی ساتھ ساتھ کارفرما ہوتی ہے۔

(٦٩٨)٥٥۔وَعِنْدَهُ فِي حَدِيثِ لِأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيّ: ((وَابْتَغُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ وَقَدْ رَأَيْتُنِي [فِي] (صَبِيحَتِهَا) أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، فَاسْتَهَلَّتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَأَمْطَرَتْ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ، فَبَصُرَتْ عَيْنَيَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، وَنَظَرْتُ إِلَيْهِ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَوَجْهُهُ مُمْتَلِئٌ طِينًا وَمَاءً)) (وَهُوَ) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(٦٩٨)۵۳۔بخاری شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''اسے تلاش کرو ہر طاق رات میں' میں نے لیلۃ القدر کی صبح کو اپنے تئیں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں' اس رات آسمان ابر آلود ہوا بارش برسی اکیسویں شب نبی کریم ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ سے مسجد ٹپکی' دیکھا رسول اللہ ﷺ کو میری دونوں آنکھوں نے' میں نے آپ کی طرف دیکھا' آپ صبح کی نماز سے پلٹے اور آپ کا چہرہ مٹی اور پانی سے بھرا ہوا تھا۔'' متفق علیہ۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۰۱۸' مسلم: ۱۱۶۷۔

(٦٩٩)٥٦۔وَعِنْدَ مُسْلِمٍ فِي حَدِيثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((رَأَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا، وَأَرَانِي صُبْحَتَهَا أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ۔ قَالَ: فَمُطِرْنَا فِي لَيْلَةِ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِينَ فَصَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَانْصَرَفَ، وَإِنَّ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ عَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ))۔

(٦٩٩)۵۴۔مسلم شریف میں عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے لیلۃ القدر دیکھی پھر مجھے بھلا دی گئی میں نے اپنے تئیں اس صبح دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں'' کہتے ہیں کہ تیئسویں رات کو بارش ہوئی' رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر آپ پلٹ گئے پانی اور مٹی کا نشان آپ ﷺ کے چہرے اور ناک پر تھا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۶۸۔

**فوائد:** (۱) ''شب'' رات کو''قدر'' اندازے کو کہتے ہیں۔شب قدر کا معنی یہ ہے کہ اس رات رزقوں اور عمروں کے اندازے فرشتوں کو لکھ کر دیئے جاتے ہیں ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سال یہ ہونے والا ہے سبھی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ رات اس امت کی بقا تک باقی رہے گی' ختم نہیں ہوئی البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ کب اور کس رات میں آتی ہے؟ اس کا جواب تمام احادیث کے مابین تطبیق دینے سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ جو تاریخ جس حدیث میں بیان ہوئی کہ اس کو شب قدر واقع ہوئی تو وہ اس سال اس تاریخ میں واقع ہوئی۔تعارض رفع ہو جاتا ہے۔یعنی کسی ایک رات اس کا آنا یقینی نہیں کہہ سکتے۔

(۲) دوران نماز بارش آ جائے تو اس کو ترک کرنے کی بجائے پڑھ لینا بہتر ہے۔اسی طرح ناک' پیشانی پر کیچڑ لگ جائے تو اس کو صاف نہیں کرنا چاہیے۔

(۳) ان روایات میں تیئسویں رات میں شب قدر کا ذکر آیا ہے جو کہ طاق رات ہے۔

(۴) شب قدر کی کچھ علامات ہیں، رحمت کی بارش کا نزول ہوتا ہے دن کو آفتاب شعاعیں نہیں چھوڑتا۔

(۷۰۰)۵۷۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيَّ لَيْلَةٍ الْقَدْرُ مَا أَقُولُ فِيهَا؟ قَالَ: ((قُولِي اَللّٰهُمَّ، إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي))۔

أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيّ، وَالنَّسَائِيُّ، (وَابْنُ مَاجَةَ)، وَصَحَّحَهُ (اَلتِّرْمَذِيُّ)۔

(۷۰۰)۵۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کا کیا خیال ہے اگر مجھے پتہ چل جائے کہ لیلۃ القدر کون سی ہے تو میں اس میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہو الٰہی! تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند کرتا ہے مجھے معاف کر دے۔''

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۶/ ۱۸۲، ترمذی: ۳/ ۳۵/ ۔امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن ماجہ: ۳۸۵۰، مستدرك حاكم: ۱/ ۵۳۰۔ امام حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

**فوائد:** (۱) لیلۃ القدر نصیب ہو جائے تو اس حدیث میں مذکور دعا کثرت سے مانگنی چاہیے۔

(۲) زندگی میں جیتے جی گناہوں سے عافیت مل جائے تو یہ بڑی قسمت کی بات ہے۔

(۳) چہ جائے کہ دعا میں صرف دنیاوی امور کا الوسیدھا کرنے کی سراسر التجا کی جائے اس سے بہتر ہے کہ دعاؤں میں گناہوں سے استغفار کا پہلو غالب ہو اور آخرت کی بھلائی کا دامن وزنی ہو۔ 

(۴) کچھ نہ کچھ علامات سے نیک لوگ لیلۃ القدر کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔
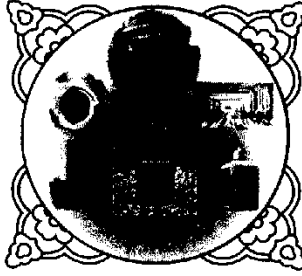
# کتاب الحج

## حج اور عمرے کا بیان

(۷۰۱) ١- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ؟ قَالَ: ((نَعَمْ عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيْهِ: اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ))۔ أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

(۷۰۱) ۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں قتال نہیں ہوتا، اور وہ ہے حج اور عمرہ ہے۔'' ابن ماجہ

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۶/ ۱۳۵، ابن ماجہ: ۲۹۰۱، دار قطنی: ۲۱۵، بخاری: ۱۵۲۱۔

(۷۰۲) ٢- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم سُئِلَ عَنِ الْعُمْرَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ قَالَ: ((لَا، وَإِنْ تَعْتَمِرَ فَهُوَ أَفْضَلُ))۔

أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهُ، وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ [حَسَنٌ] وَاعْتُرِضَ عَلَيْهِ بِالْكَلَامِ فِي الْحَجَّاجِ ابْنِ أَرْطَاةَ رَافِعِهِ، وَقَدْ رُوِيَ مَوْقُوْفًا مِنْ قَوْلِ جَابِرٍ۔ وَفِي بَعْضِ أَلْفَاظِهِ: ((وَإِنْ تَعْتَمِرْ [فَهُوَ] خَيْرٌ لَكَ))۔

(۷۰۲) ۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں اگر تم عمرہ کر لو تو یہ افضل ہے۔''

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور اس کی روایت حسن ہے اور کلام کے ذریعے حجاج بن ارطاۃ سے اس کے مرفوع ہونے پر اعتراض کیا گیا ہے اور کبھی یہ جابر کے قول کے ذریعے موقوف بیان کی جاتی ہے اور اس

کے بعض الفاظ یہ ہیں: ''وَاِنْ تَعْتَمِرْ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ'' اگر تو عمرہ کرے تو وہ تیرے لیے بہتر ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ الامام احمد: ۳/ ۳۱۶، ۳۵۷، ترمذی: ۹۳۱۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ بیہقی: ۴/ ۳۴۹۔ امام بیہقی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ سند میں حجاج بن ارطاۃ کا نام آتا ہے اگرچہ سچا ہے لیکن کثیر الخطاء ہے۔

**فوائد:** (۱) حج ہر اس مرد اور عورت پر فرض ہے جو مسلمان، بالغ، عاقل ہو اور کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ حج چوتھا رکن ہے ارا کین اسلام میں سے۔ یہ ۶ھ کو فرض ہوا۔

(۲) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حج میں جہاد کی شق بھی مخفی ہے یعنی اسلام کا چوتھا رکن حج تو ہے ہی لیکن جہاد کا بھی مفہوم پایا جاتا ہے۔

(۳) عورت پر قتال فرض نہیں ہے البتہ اپنے دفاع کے لیے لڑ سکتی ہے، مجاہدین کی خدمت ہر طرح سے کر سکتی ہے اگر وہ میدان جنگ میں نکل پڑے تو گناہگار نہ ہوگی۔

(۴) حج کے لیے جہاد کا لفظ مجازی طور پر استعمال کیا گیا ہے مراد اس میں جہاد کی طرح مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔

(۵) جہاد دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ ہوتا ہے جس میں لڑائی ہوتی ہے اور ایک وہ جہاد کہ کفر سے رن تو پڑتا ہے یا اللہ کے راستے میں نکلا تو جاتا ہے لیکن لڑائی ذرا بھی نہیں ہوتی وہ عرف عام والا جہاد بھی ہو سکتا ہے اور لغوی جہاد حج بھی مراد ہو سکتا ہے۔

(۶) حج فرض ہے عمرہ فرض نہیں ہے جبکہ دونوں میں ہی کسی قسم کا جھگڑا وغیرہ ممنوع ہے ورنہ ان کے ضیاع کا اندیشہ ہے۔ عمرہ کرنا افضل عمل ہے اور سنت ہے۔ عمرہ ضائع ہو جائے، خراب ہو جائے یا رہ جائے تو قضا واجب نہیں ہے اور نہ آدمی گناہگار ہوتا ہے اگر نذر والا عمرہ ہو تو وہ واجب ہے۔

(۷۰۳)۳۔وَعَنِ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمٍ قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ، عَلَيْهِ فَرِيْضَةُ اللّٰهِ فِي الْحَجِّ، وَهُوَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلٰى ظَهْرِ بَعِيْرِهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَحُجِّيْ عَنْهُ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۷۰۳)۳۔فضل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خثعم قبیلے کی ایک خاتون نے عرض کی یارسول اللہ! میرا باپ بہت بوڑھا ہو چکا ہے اس پر حج کا فریضہ ہے اور وہ اونٹ پر سوار ہونے کی استطاعت نہیں رکھتا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کی جانب سے حج کرو۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۳۳۵، بخاری: ۱۸۵۳۔

(۷۰۴)۴۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّيْ مَاتَتْ وَلَمْ تَحُجَّ، أَفَأَحُجَّ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ، فَحُجِّيْ عَنْهَا))۔

(۷۰۴)۴۔عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میری ماں وفات پا گئی ہے اور اس نے حج نہیں کیا،

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ۔

کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ فرمایا: ''ہاں تم اس کی طرف سے حج ادا کرو۔'' مسلم اور ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے اور لفظ ترمذی کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۴۹، ترمذی: ۹۲۹۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

**فوائد:** (۱) حج ایسا فریضہ اور عمل ہے جس میں نیابت جائز ہے یعنی حج کسی صاحب فرض کی طرف سے کوئی اور ادا کرسکتا ہے، جائز ہے۔ اگر نائب کوئی قریبی بن جائے تو یہ بہتر ہے۔

(۲) کوئی عارضی بیمار ہو اور صاحب فرض ہو تو اس کی نیابت جائز نہیں کیونکہ جب وہ صحت یاب ہو جائے گا وہ حج کرلے گا۔

(۳) کوئی فوت ہو جائے اور اس نے حج کی نذر مانی ہو تو اس کے ورثا کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کی نذر کو پورا کریں۔ ایسے ہی عمرہ کی نذر بھی پوری کی جاسکتی ہے۔

(۴) اچھے کام کرنے کی جائز نذر ماننا درست ہے۔ نذر کو نہ پورا کرنے کی صورت میں کفارہ لازم ہے نذر حقوق اللہ میں سے ہے یہ ایک طرح کا قرض ہوتا ہے جس کی ادائیگی ضروری ہے۔

(۷۰۵)۵۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَفَعَتْ اِمْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلِهٰذَا حَجٌّ؟ فَقَالَ: ((نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ))۔
لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۷۰۵)۵۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنا بچہ اٹھایا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا اس بچے کے لیے حج ہے۔ فرمایا: ''ہاں اس کا اجر وثواب تجھے ملے گا۔'' مسلم کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۳۳۶۔

(۷۰۶)٦۔ وَرَوَى مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ بِسَنَدِهِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ قَالَ: ((أَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ، ثُمَّ بَلَغَ الْحِنْثَ فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةً أُخْرٰى (وَأَيُّمَا أَعْرَابِيٌّ حَجَّ ثُمَّ هَاجَرَ فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةً أُخْرٰى)، وَأَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ ثُمَّ أُعْتَقَ فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةً أُخْرٰى))۔

رَوَاهُ غَيْرُ مُحَمَّدِ بْنِ مِنْهَالٍ مَوْقُوْفًا وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ مَوْقُوْفًا(أَيْضًا) قِيْلَ وَهُوَ الصَّوَابُ۔

(۷۰۶)٦۔ محمد بن منہال نے عبداللہ بن عباس کے حوالے سے مرفوع حدیث بیان کی فرمایا: ''جس بچے نے حج کیا پھر وہ بالغ ہوگیا اس پر لازم ہے کہ وہ دوسرا حج کرے، جس اعرابی نے حج کیا پھر اس نے ہجرت کی اس پر لازم ہے کہ وہ دوسرا حج کرے، جس غلام نے حج کیا پھر وہ آزاد ہوگیا اس پر لازم ہے کہ وہ دوسرا حج کرے۔''

محمد بن منہال کے علاوہ نے اس کو موقوف بیان کیا ہے اور ثوری نے بھی اسی طرح اعمش سے روایت کی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ درست ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابن خزیمہ: ۳۰۵۰، بیہقی: ۴/ ۳۲۵، مستدرک حاکم: ۱/ ۴۸۱۔

**فوائد:** (۱) نابالغ بچوں کے حج کا ثواب والدین کو ملتا ہے اور ان کا حج درست ہوتا ہے۔

(۲) سن بلوغت سے قبل کیا ہوا حج بالغ ہو جانے کے بعد کفایت نہیں کرتا یعنی ایسا آدمی جس نے بالغ ہونے سے قبل حج کیا بعد میں بالغ ہوا تو اس سے فرض حج ساقط نہ ہوگا' بلکہ وہ اور حج کرے گا کیونکہ وہ حج اس وقت کیا تھا جبکہ وہ مکلّف نہ تھا۔

(۳) بچہ تھا تو حج نصیب ہو گیا لیکن بالغ ہونے کے بعد حج کی طاقت نہ مل سکی تو وہ معذور ہوگا وہ اللہ کے ہاں جواب دہ نہیں ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا پہلا حج کفایت کر جائے گا اور نہ ہی یہ مطلب ہے کہ بالغ ہونے کے بعد استطاعت ہو یا نہ ہو حج کرنا ہوگا۔

(۴) نابالغ' بالغ نیک اولاد' والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہوتی ہے والدین کو ہر صورت میں اجر ملتا ہے۔

(۵) دورانِ حج کسی عالم سے دینی مسائل دریافت کیے جاسکتے ہیں کوئی حرج نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مفید گفتگو سے حج وعمرہ میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ آزاد ہو کر یا مہاجر ہو کر ایک حج ادا کرنا چاہیے اگر نہ کیا گیا تو بھی حرج نہیں ہے۔

(۷۰۷)۷۔ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: بَيْنَا أَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَشَكَىٰ إِلَيْهِ الْفَاقَةَ' ثُمَّ أَتَاهُ آخَرُ فَشَكَىٰ إِلَيْهِ قَطْعَ السَّبِيلِ فَقَالَ: ((يَا عَدِيُّ! هَلْ رَأَيْتَ الْحِيْرَةَ؟ قُلْتُ: لَمْ أَرَهَا' وَقَدْ أُنْبِئْتُ عَنْهَا۔ قَالَ: فَإِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ [بِغَيْرِ جِوَارٍ] حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ' لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ))۔ قُلْتُ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِي فَأَيْنَ دُعَارُ طَيِّءٍ الَّذِينَ سَعَّرُوا الْبِلَادَ...... اَلْحَدِيثَ۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۷۰۷)۷۔ عدی بن حاتم سے روایت ہے اس نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے' آپ کے پاس ایک شخص آیا جس نے فاقے کی شکایت کی' پھر آپ کے پاس ایک دوسرا شخص آیا جس نے راستے کے بند ہونے کی شکایت کی' آپ نے فرمایا: ''اے عدی تم نے حیرہ دیکھا ہے؟'' میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے وہ نہیں دیکھا' البتہ مجھے اس کے بارے میں بتایا گیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تیری زندگی طویل ہو تو ایک مسافر خاتون کو دیکھے گا کہ وہ حیرہ سے بغیر کسی ہمراہی کے اکیلی چلے گی کعبہ کا طواف کرے گی اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گی۔'' میں نے حیرت سے اپنے دل میں کہا پھر قبیلہ طے کے ان ڈاکوؤں کا کیا ہوگا جنھوں نے شہروں کو تباہ کر دیا فساد کی آگ سلگا رکھی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۵۹۵۔

(۷۰۸)۸۔ وَعِنْدَ الْبَغَوِيِّ فِي ((مُعْجَمِهِ)): ((يُوْشِكُ الظَّعِينَةُ أَنْ تَرْتَحِلَ مِنَ الْحِيرَةِ بِغَيْرِ

(۷۰۸)۸۔ امام بغوی اپنی معجم میں روایت کرتے ہیں ''قریب ہے کہ مسافر خاتون حیرہ سے بغیر کسی ہمراہی کے

جَوَارٍ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْبَيْتِ))۔ وَقِيْلَ سَنَدُ[هُ] حَسَنٌ۔

سفر کرے گی اور وہ بیت اللہ کا طواف کرے۔" اس کی سند حسن ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۴/ ۲۵۷، ۳۷۸، دار قطنی: ۲/ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔

**فوائد:** (۱) فقر و فاقہ کی حالت میں حج جیسا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے۔

(۲) حج کے موانع میں سے ایک مانع قطع طریق بھی ہے یعنی حالات ساتھ نہ دیں' راستہ پرخطر ثابت ہو تو حج ساقط ہو جاتا ہے۔ بعد میں تمام خطرات زائل ہو جائیں تو پھر حج کرنا ہوگا۔

(۳) دین اسلام کا ایک یہ بھی خاصا ہے کہ "الاسلام یعلو" اسلام غلبے کا حامل دین ہے۔ ہر سمت امن قائم کرتا ہے حتی کہ وہ بھی دور آیا کہ اکیلی عورت بیت اللہ کا طواف کرتی نظر آئی۔ صرف اس کے سینے میں خوف خدا رہا باقی ہر قسم کے خطرات ختم ہو گئے۔

(۴) حیرہ یہ ایران کے ماتحت بادشاہی کرنے والے عربی بادشاہوں کا پایہ تخت تھا۔

(۵) استطاعت طریق میسر ہو جائے تو یہ بڑی نعمت ہے۔

(۷۰۹)۹۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ: لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ، قَالَ: ((مَنْ شُبْرُمَةُ))؟ قَالَ: أَخٌ لِيْ أَوْ قَرِيْبٌ لِيْ) قَالَ: ((أَحَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ؟)) قَالَ: لَا۔ قَالَ: ((فَحُجَّ عَنْ نَفْسِكَ، ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ))۔

(۷۰۹)۹۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ یہ کہہ رہا ہے۔ "لبیک عن شبرمہ" کہ میں شبرمہ کی جانب سے حاضر ہوں' آپ ﷺ نے فرمایا: "شبرمہ کون ہے؟" اس نے بتایا میرا بھائی ہے یا یہ کہا کہ میرا رشتہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے خود حج کیا ہے؟" اس نے کہا نہیں' آپ ؐ نے فرمایا: "پہلے تم خود حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا۔"

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ۔ وَذَكَرَ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ: عَزْرَةُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، ثِقَةٌ[ الَّذِيْ] رَوٰى عَنْهُ قَتَادَةُ۔ وَرَأَيْتُ فِيْ ((كِتَابِ التَّمْيِيْزِ)) عَنِ النَّسَائِيِّ عَزْرَةُ الَّذِيْ رَوٰى قَتَادَةُ لَيْسَ بِذٰلِكَ الْقَوِيِّ۔

قُلْتُ: وَقَدِ اخْتُلِفَ فِيْ رَفْعِ الْحَدِيْثِ، رَوَاهُ غُنْدَرٌ

اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے قتادہ عن عزرہ کے طریق سے نکالا ہے اور ابن ابی حاتم نے علی بن مدینی سے ذکر کیا ہے کہ عزرہ بن عبدالرحمٰن ثقہ ہے جس سے قتادہ نے روایت کی ہے اور میں نے "کتاب التمیز" میں نسائی کے طریق سے دیکھا ہے اور عزرہ جس سے قتادہ نے روایت کی ہے وہ قوی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہے اور اس کو غندر نے شعبہ کے طریقہ

عَنْ شُعْبَةَ فَوَقَفَهُ، وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ مَوْقُوفًا۔

سے موقوف بیان کیا ہے اور یہ ابن عباس سے ایک اور انداز سے موقوف بیان کی گئی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۱۸۱۱، ابن ماجہ: ۹۶۲، بیہقی: ۴/ ۳۳۶، ابن حبان: ۳۹۷۷، دار قطنی: ۲۶۹۲۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جو کسی کی طرف سے نائب بن کر حج کرے اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس نے پہلے اپنا حج ادا کیا ہو۔

(۲) اپنا حج کرنا اور کسی کی طرف سے بھی کرنا بیک وقت دو حج جائز نہیں ہیں جیسے فرض روزے کے ساتھ کسی اور نذری روزے کی انسان نیت کر لے۔ یعنی ایک وقت میں وہی فرض ادا ہوگا جس کا وقت ہے یا جس کی طرف سے ہے ایک فرض ایک وقت میں ادا ہوگا دو فرضوں کی ادائیگی نہیں ہو سکتی۔

(۳) قریبی رشتہ دار کی نیابت زیادہ بہتر ہے۔

(۴) جو کسی کی طرف سے حج یا عمرہ کرے تو نیت کرتے وقت اسی کا نام لے گا کہ یہ فلاں کی طرف سے ہے یعنی "لبیک عن فلان" کہے گا۔

(۷۱۰) ۱۰۔وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ))۔ (أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ)

(۷۱۰) ۱۰۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ معظمہ میں داخل ہوئے آپ نے سیاہ پگڑی زیب سر کی ہوئی تھی، احرام نہیں باندھا تھا۔" مسلم، نسائی

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۳۵۸

**فوائد:** (۱) حرم کی حدود میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا بغیر حج وعمرہ کی نیت کے شرط نہیں ہے حج وعمرہ کے علاوہ عام لباس میں مکہ میں داخل ہوا جا سکتا ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) سیاہ رنگ کی پگڑی باندھی جا سکتی ہے یہ بھی ایسے ہی سنت ہے جیسے سفید پگڑی باندھنا سنت ہے۔ کسی ایک سنت پر زندگی بھر عمل نہیں کرتے رہنا چاہیے جبکہ دیگر سنن کو بھی موقع دینا چاہیے۔

(۳) پگڑی، ٹوپی وغیرہ سر پر رکھنا سنت ہے اور ایک باوقار انسان کا شعار ہے اس سے شخصیت میں جاذبیت پیدا ہوتی ہے، خود داری اور رعب بھی پیدا ہوتا ہے۔ صرف نماز کے مسئلہ میں سر پر ٹوپی وغیرہ رکھنے کے معاملہ کو کھڑا کرنا یہ سنت پر عمل تمام نہیں ہے۔

## بَابُ الْمَوَاقِيْتِ — احرام باندھنے کے مقامات کا بیان

(۷۱۱) ۱۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَالْحُلَيْفَةِ،

(۷۱۱) ۱۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہل شام کے

وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ (الْمَنَازِلِ)، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، وَقَالَ: هُنَّ لَهُنَّ، وَلِكُلِّ [آتٍ] [آتى] عَلَيْهِمْ مِنْ (غَيْرِ هِنَّ) فَمَنْ أَرَادَ الْحَجَّ [أَ] وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُونَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ))۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

لیے جحفہ' اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات یعنی احرام باندھنے کی جگہ قرار دیا اور فرمایا: ''یہ مواقیت ان لوگوں کے لیے ہیں جو ان مقامات پر رہائش پذیر ہیں یا جو وہاں پر باہر سے آتے ہیں جنھوں نے حج اور عمرہ کا ارادہ کیا ہوتا ہے' اور جو لوگ ان مقامات سے اندرونی جگہوں پر رہائش پذیر ہوں وہ جہاں سے چاہیں احرام باندھ لیں یہاں تک کہ مکہ کے باشندے مکہ سے احرام باندھیں گے۔'' متفق علیہ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۲۴' ۱۵۲۶' ۱۵۲۹' ۱۵۳۰' مسلم: ۱۱۸۱۔

**فوائد:** (۱) اسلام نے حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے لیے ایسی جگہیں مقرر کی ہیں جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے ان کو میقات کہتے ہیں۔ یہ حرم کی حدود ہوتی ہیں جو کہ اس حدیث میں موجود ہیں۔

(۲) حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ میں داخل ہونے والا بغیر احرام باندھے داخل نہیں ہو سکتا۔

(۳) احرام میقات سے باندھا جائے گا۔ میقات سے آگے بڑھ کر احرام باندھنا جائز نہیں ہے۔

(۴) وہ حضرات جو میقات اور مکے کے مابین ہیں وہ اپنے گھروں' بستیوں سے احرام باندھ کر نکل سکتے ہیں۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵) مکہ کے مستقل رہائشی یا عارضی رہائشی مکہ کے اندر سے ہی احرام باندھ سکتے ہیں پھر میقات پر آ کر احرام باندھ کر داخل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ باہر سے آنے والے حجاج کرام اپنے اپنے میقات سے احرام باندھیں گے۔

(۷۱۲)۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، ((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اِعْتَمَرَ عُمْرَتَيْنِ: عُمْرَةً فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً فِي شَوَّالَ))۔

أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ۔

(۷۱۲)۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ''رسول اللہ ﷺ نے دو عمرے کیے ایک عمرہ ذوالقعدہ میں کیا اور دوسرا عمرہ شوال میں کیا۔''

ابوداؤد نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ ابو داؤد: ۱۹۹۱۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے دو عمرے کیے ایک ذوالقعدہ میں اور ایک شوال میں۔ یہ بات زیادہ صحیح لگتی ہے۔ واللہ اعلم

(۲) بعض روایات میں چار عمرے ہیں حج والا عمرہ' حدیبیہ والا عمرہ شمار کرنے سے یہ چار بنتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ تین عمرے کیے دو ذوالقعدہ میں اور ایک شوال میں۔ ایک گروہ کے ہاں یہ ہے کہ تین عمرے کیے اور تینوں ہی ذوالقعدہ میں کیے۔

(۳) حج اور عمرہ کے بعض امور مشترک ہیں۔ عمرہ سعی کے بعد سر مونڈا دینے تک ہوتا ہے۔ جبکہ حج میں بقدر تفصیل ہے۔ عمرہ حج میں بھی داخل ہے۔

(۴) عمرہ سال بھر کسی ماہ اور کسی دن بھی کیا جا سکتا ہے سوائے ایام عیدین کے۔

(٧١٣)٣۔ وَعَنْ عَطَاءٍ[قَالَ]: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ [نَا] قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ- سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيتُ اسْمَهَا: ((مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّي مَعَنَا؟ قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ لَنَا إِلَّا نَاضِحَانِ، فَحَجَّ أَبُو وَلَدِهَا، (وَابْنُهَا) عَلَى نَاضِحٍ، وَتَرَكَ لَنَا نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ۔ قَالَ: ((فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِيْ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً))۔

لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۷۱۳)۳۔ عطاء سے روایت ہے اس نے کہا، میں نے عبداللہ بن عباس سے سنا وہ ہمیں حدیث بیان کرتے ہیں اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کی ایک عورت سے فرمایا: ''عبداللہ بن عباس ؓ نے اس کا نام لیا تھا مجھے نام بھول گیا آپ کو کس چیز نے روکا کہ تو ہمارے ساتھ حج کرے؟'' اس خاتون نے کہا ہمارے پاس دو اونٹ ہیں ایک اونٹ پر اس کا خاوند حج کے لیے چلا گیا اور ایک اونٹ ہمارے لیے چھوڑ گیا جس سے ہم آب پاشی کا کام کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: ''جب رمضان آ جائے تو عمرہ کر لینا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہوتا ہے۔'' متفق علیہ او رلفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۸۲، ۱۸۶۳، مسلم: ۱۲۵۶۔

**فوائد:** (۱) جو شخص حج کی استطاعت رکھ سکتا ہو تو وہ رمضان میں عمرہ کر لے۔ رمضان کا عمرہ حج کے مساوی ہوتا ہے۔

(۲) رمضان میں عمرہ کر لینے کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ بعد میں حج کی طاقت پائے تو حج نہ کرے گا کیونکہ رمضان والا عمرہ ہی حج کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں مقصود رمضان میں عمرہ کرنے کی حد درجہ فضیلت بیان کرنا ہے ورنہ صاحب استطاعت کو صرف عمرہ کافی نہ ہو گا اور فرض ساقط نہ ہو گا۔

(۳) حج کے لیے استطاعت سبیل شرط لازم ہے۔

## بَابُ وُجُوهِ آدَاءِ النُّسُكَيْنِ

## حج وعمرہ ادا کی صورتوں کا بیان

(٧١٤)١۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: مِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا، وَمِنَّا مَنْ قَرَنَ، وَمِنَّا مَنْ تَمَتَّعَ۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۷۱۴)۱۔ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں ''کہ ہم میں سے بعض نے حج مفرد کا احرام باندھا بعض نے حج قران کا اور بعض نے حج تمتع کا احرام باندھا۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۱۱۔

**فوائد:** (۱) زمانہ جاہلیت میں عمرہ حج کے ساتھ نہیں کیا جاتا تھا۔ اسلام نے اسے حج سے بھی ملا دیا یعنی ایام حج میں عمرہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ یعنی حج و عمرہ کا احرام اکٹھا باندھا جا سکتا ہے۔

(۲) حج تین قسم کا ہوتا ہے تمتع' قران اور مفرد۔ ان میں سے جو بھی کیا جائے درست ہے فریضہ حج ادا ہو جائے گا۔

(۳) حج کی مذکورہ تین اقسام ہیں سبھی کو آزادی ہے اپنے ارادے اور نیت کے لحاظ سے حاجی جو بھی حج کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

(۷۱۵)۲۔ وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ [بْنِ عُمَرَ] أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: ((تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ [فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ] بِالْعُمْرَۃِ إِلَی الْحَجِّ وَأَھْدٰی، وَسَاقَ [مَعَہُ] الْھَدْیَ مِنْ ذِی الْحُلَیْفَۃِ، وَبَدَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَأَھَلَّ بِالْعُمْرَۃِ ثُمَّ أَھَلَّ بِالْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِالْعُمْرَۃِ إِلَی الْحَجِّ۔ فَکَانَ (مِنَ النَّاسِ) مَنْ أَھْدٰی فَسَاقَ مَعَہُ الْھَدْیَ، وَمِنْھُمْ مَنْ لَمْ یُھْدِ۔ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ ﷺ مَکَّۃَ قَالَ لِلنَّاسِ: مَنْ کَانَ مِنْکُمْ أَھْدٰی فَإِنَّہُ لَا یَحِلُّ مِنْ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْہُ حَتّٰی یَقْضِیَ حَجَّہُ، وَمَنْ لَمْ یَکُنْ (مِنْکُمْ) أَھْدٰی فَلْیَطُفْ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ، وَیُقَصِّرْ، وَلْیَحْلِلْ، ثُمَّ لِیُھِلَّ بِالْحَجِّ، فَمَنْ لَمْ یَجِدْ ھَدْیًا فَلْیَصُمْ ثَلَاثَۃَ أَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَۃٍ إِذَا رَجَعَ إِلٰی أَھْلِہٖ، وَطَافَ حِیْنَ قَدِمَ مَکَّۃَ، وَاسْتَلَمَ الرُّکْنَ أَوَّلَ شَیْءٍ، ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَۃَ أَطْوَافٍ وَمَشٰی أَرْبَعًا، وَرَکَعَ حِیْنَ قَضٰی طَوَافَہُ بِالْبَیْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَانْصَرَفَ، فَأَتَی الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ سَبْعَۃَ أَطْوَافٍ، ثُمَّ لَمْ یَحْلِلْ مِنْ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْہُ حَتّٰی قَضٰی حَجَّہُ، وَنَحَرَ ھَدْیَہُ یَوْمَ النَّحْرِ، وَأَفَاضَ [فَطَافَ] بِالْبَیْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْہُ،

(۷۱۵)۲۔ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عمرہ سے حج تک تمتع کیا آپ ذی الحلیفہ سے قربانی کا جانور ساتھ لے کر چلے' رسول اللہ ﷺ نے ابتداء میں عمرے کا احرام باندھا اور پھر حج کا احرام باندھا' لوگوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج تمتع کیا' لوگوں میں سے بعض ایسے تھے جو قربانی کا جانور ہمراہ لائے اور بعض ایسے تھے جو جانور ہمراہ نہ لا سکے۔ نبی کریم ﷺ جب مکہ تشریف لائے آپ نے لوگوں سے کہا: ''آپ میں سے جو قربانی کا جانور ہمراہ لایا ہے وہ کوئی چیز حلال نہ سمجھے جو احرام کی وجہ سے حرام ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنا حج پورا کرے اور جو قربانی کا جانور اپنے ہمراہ نہیں لایا وہ بیت اللہ کا طواف کرے' صفا مروہ کی سعی کرے' بال کٹوائے اور احرام کھول دے' پھر حج کے لیے احرام باندھے' جس نے قربانی کا جانور نہیں پایا وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے اور سات دن کے روزے اپنے گھر لوٹ کر رکھے' آپ نے طواف کیا جب وہ مکہ آئے سب سے پہلے حجر اسود کا بوسہ لیا پھر کعبہ کے تین چکر قدرے تیزی سے لگائے اور چار چکر آرام سے چلتے ہوئے لگائے۔ بیت اللہ کا طواف پورا کر کے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیر دیا پھر صفا پہ آئے اور صفا و مروہ میں

وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَهْدٰى وَسَاقَ الْهَدْىَ مِنَ النَّاسِ))۔
لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

سات چکر لگائے پھر کسی چیز کو حلال نہ سمجھا جو احرام کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اپنا حج پورا کر لیا' قربانی کے دن اپنا جانور ذبح کیا' پھر بیت اللہ کا طواف افاضہ کیا' پھر حلال سمجھا ہر اس چیز کو جو احرام کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہے' لوگوں میں سے جس کے ساتھ قربانی کا جانور تھا اس نے اسی طرح کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا۔" لفظ بخاری کے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۶۹۱' مسلم: ۱۲۲۷۔

**فوائد:** (۱) حج تمتع' قران اور مفرد کے مابین اختلاف ہے کہ ان میں افضل قسم حج کون سی ہے؟ نبی کریم علیہ السلام نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا یعنی آپ قارن تھے۔ یہی بات زیادہ صحیح ہے۔ حج قران افضل حج ہے۔ یہی موقف اہل حدیث واحناف کا ہے۔ بعض حج مفرد کو اور بعض حج تمتع کو افضل گردانتے ہیں۔

(۲) احرام کے بعد بیت اللہ میں آتے ہوئے طواف کیا جاتا ہے جس کو طواف قدوم کہتے ہیں۔

(۳) مقامات مقدسہ اور قربانی کر کے واپس آنے پر طواف کرنا ہے اس کو طواف افاضہ کہتے ہیں۔

(۴) نبی کریم علیہ السلام نے صرف ایک حج کیا تھا جو کہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دس ہجری کو ہوا اس میں آپ نے سبھی لوگوں کو الوداع کہہ دیا تھا اس حج کے خطبہ کو حقوق انسانیت کا چارٹر بھی کہا جاتا ہے۔

(۵) حج مفرد صرف اکیلا حج کے احرام باندھنے کا نام ہے ایسا حاجی قربانی کے دن حلال ہوتا ہے۔ حج تمتع' پہلے عمرہ کیا جائے بعد میں حج کا احرام باندھا جائے۔ حج قران' عمرہ وحج دونوں کا اکٹھا احرام باندھا جائے۔ یہ حاجی بھی قربانی کے دن حلال ہوتا ہے۔

## بَابُ الْإِحْرَامِ وَمَا يَحْرُمُ فِيْهِ

## احرام اور ممنوعاتِ احرام کا بیان

(٧١٧)١۔ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُنِيْخٌ بِالْبَطْحَآءِ، فَقَالَ: لِيْ [أَ] حَجَجْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ فَقَالَ: بِمَ أَهْلَلْتَ؟ قَالَ: قُلْتُ لَبَّيْكَ [اَللّٰهُمَّ] بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: قَدْ أَحْسَنْتَ...... اَلْحَدِيْثَ))۔
لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۷۱۷)۱۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ ﷺ بطحاء میں پڑاؤ کیے ہوئے تھے' آپ نے مجھ سے کہا: "کیا آپ نے حج کر لیا؟" میں نے کہا: ہاں' آپ نے دریافت فرمایا: "تم نے احرام کیسے باندھا؟" میں نے عرض کی کہ "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ" کہتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی طرح احرام باندھا۔ آپ نے فرمایا: "بہت

خوب۔'' متفق علیہ' لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۵۹، ۱۷۲۴، ۱۷۹۵، ۴۳۴۶، ۴۳۹۷، ۱۴۹۷ مسلم: ۱۲۲۱۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم علیہ السلام کے اسوہ کو اختیار کرنا فرمانبردار ہونے کی علامت ہے۔

(۲) ایسے تلبیہ کہنا جیسے نبی کریم علیہ السلام نے کہا تو یہ سنت ہے۔

(۳) وہ حج کرنا جو نبی علیہ السلام نے کیا وہ افضل ہے اور نبی کی پسند کے مطابق ہے۔

(۷۱۸)۲۔عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ [بْنِ عُمَرَ] أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُوْلُ: بَيْدَاؤُكُمْ هٰذِهِ الَّتِيْ تَكْذِبُوْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيهَا مَا أَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِيْ ذَا الْحُلَيْفَةِ۔ وَهُوَ كَالَّذِيْ قَبْلَهُ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]

(۷۱۸)۲۔سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ اس نے اپنے والد سے سنا فرماتے ہیں کہ یہ وہی تمہارا بیداء مقام ہے جس بارے تم رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھتے ہو رسول اللہ ﷺ نے نہیں احرام باندھا مگر اس مسجد کے پاس سے یعنی ذوالحلیفہ میں اور یہ پہلے کی طرح ہے۔ متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۴۱، مسلم: ۱۱۸۶۔

**فوائد:** (۱) یہ روایت اس بات پر دال ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے مسجد ذوالحلیفہ سے احرام باندھا تھا۔

(۲) مختلف روایات ہیں جن کی وجہ سے بعض نے یہ خیال کیا کہ آپ نے احرام ''بیداء'' مقام سے باندھا ہے بعض نے خیال کیا کہ آپ نے مسجد سے باندھا تھا۔ تطبیق یہ ہے کہ احرام آپ نے مسجد سے ہی باندھا۔ اس کا مشاہدہ جنہوں نے کیا انہوں نے احرام باندھنے کی جگہ مسجد کو قرار دیا۔ جب آپ باہر آئے تو باآواز تلبیہ کیا وہاں کے مشاہدین نے یہ جانا کہ احرام یہاں سے باندھا ہے۔ آپ جب بیداء کی چوٹی پر چڑھے اور بلند آواز سے تلبیہ کیا تو وہاں کے حاضرین نے یہ جانا کہ احرام یہاں سے باندھا ہے اصل میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

(۳) احرام یہ اَن سلی دو چادروں کا نام ہے سفید ہوں تو بہتر۔ جن کے زیب تن کر لینے سے کافی اشیاء و امور حرام ہو جاتے ہیں یہ حاجی کا شعار ہوتا ہے۔

(۴) ایک عالم کے لیے ضروری ہے کہ وہ عوام کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرے۔

(۷۱۹)۳۔ وَعَنْ خَلَّادِبْنِ السَّائِبِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ (أَبِيهِ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَأَمَرَنِيْ أَنْ آمُرَ أَصْحَابِيْ وَمَنْ مَعِيْ أَنْ يَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَةِ، أَوْ بِالْإِهْلَالِ يُرِيْدُ أَحَدَهُمَا**))۔ رَوَاهُ مَالِكٌ، ثُمَّ الْأَرْبَعَةُ، وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(۷۱۹)۳۔ خلاد بن سائب انصاری اپنے باپ نے سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اس نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے صحابہ کو حکم دوں اور جو بھی سفر حج پر میرے ساتھ ہو کہ وہ تلبیہ کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کریں یا احرام باندھتے وقت باآواز

بلند تلبیہ کہیں۔'' ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے اور مالک نے پھر اصحاب اربعہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مؤطا امام مالك: ۳۴' مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۵۶' ابوداؤد: ۱۸۱۴' نسائی: ۵/ ۱۶۲' ترمذی: ۸۲۹۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ ابن ماجه: ۲۹۲۲۔

**فوائد:** (۱) بآواز بلند تلبیہ کہنا ضروری ہے یہ حدیث اس بات کی وضاحت ہے۔

(۲) شرائع اسلام بظاہر تو نبی کی زبانی اور جبریل کی آمد سے بھی وجود میں آئے لیکن حقیقت میں یہ بھی سبھی اللہ کی جانب سے منزل شدہ ہے۔

(۳) یہ حکم "لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" کے منافی نہیں ہے۔ یعنی جو صحابہ بلند آواز سے نبی کریم علیہ السلام کے تلبیہ کے ساتھ تلبیہ کہتے تھے وہ مذکورہ آیت کے ضمن میں نہیں آتا۔

(۷۲۰) ٤۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِيْ الْإِحْرَامِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ، وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا الْبَرَانِسَ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ أَحَدٌ لَيْسَ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ، وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ، وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ))۔

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَفِيْ بَعْضِ طُرُقِ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ الصَّحِيْحَةِ: ((وَلَا الْخِفَافَ))۔

(۷۲۰)۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہوا اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں کہ احرام میں کون سے کپڑے پہنیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قمیص' شلوار' پگڑی (برانس) حالت احرام میں نہ پہنو اگر کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے اسے چاہیے کہ موزے ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے اور نہ ہی کوئی ایسی چیز پہنے جسے زعفران یا ورس لگا ہوا ہو۔ احرام والی خاتون نہ نقاب اوڑھے اور نہ ہی دستانے پہنے۔ اور نہ ہی موزے پہنے۔'' بخاری نے اس کو روایت کیا ہے اور بعض ابن عمر کے صحیح طریق حدیث سے یہ الفاظ ہیں ''اور نہ موزے پہنے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۸۳۸٬۱۵۴۲' مسلم: ۱۷۷۔

(۷۲۱) ٥۔ وَرَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: فَإِنَّ نَافِعًا مَوْلَى ابْنَ عُمَرَ، حَدَّثَنِيْ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((نَهَى النِّسَآءَ فِيْ إِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقُفَّازَيْنِ

(۷۲۱)۵۔ ابوداؤد میں ابن اسحاق سے مروی ہے کہا کہ عبداللہ بن عمر کے غلام نافع نے مجھے عبداللہ بن عمر کے حوالے سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ''آپ نے عورتوں کو اپنے احرام میں دستانے' نقاب

وَالنِّقَابِ، وَمَا مَسَّ الْوَرْسُ أَوِ الزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّيَابِ، وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا أَحَبَّتْ مِنْ أَلْوَانِ الثِّيَابِ مُعَصْفَرًا، أَوْ خَزًّا، أَوْ حُلِيًّا، أَوْ سَرَاوِيلَ، أَوْ قَمِيصًا، أَوْ خِفَافًا)) أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي ((الْمُسْتَدْرَكِ))۔

یا زعفران لگا ہوا کپڑا پہننے سے منع فرمایا محرم خاتون کو چاہیے جو رنگے ہوئے کپڑے اسے پسند ہیں وہ پہنے ریشمی زیور پاجامہ قمیص یا موزے وغیرہ وہ پہن سکتی ہے۔'' مستدرک حاکم میں اس کو حاکم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۲۲' ابو داؤد: ۱۸۲۶' مستدرک حاکم: ۱/ ۴۸۶۔ امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی۔

**فوائد:** (۱) احرام اَن سلے لباس کا نام ہے اس میں قمیص' شلوار' ٹوپی و پگڑی کا کوئی جواز نہیں اگر جوتا نہ ہو تو موزوں کو ٹخنوں سے کاٹ کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(۲) احرام میں زعفران اور ورس مراد خوشبو استعمال کرنا درست نہیں۔

(۳) عورت پردہ نہیں کرے گی اور احرام کی حالت میں دستانے بھی استعمال نہیں کرے گی۔

(۴) مذکورہ احادیث میں یہ بھی ہے کہ عورت رنگدار کپڑے' زیور' ریشم' شلوار و قمیص اور موزے استعمال کر سکتی ہے۔

(۷۲۲)٦۔وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ))۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۷۲۲)٦۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ شلوار پہن لے۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۷۹۔

**فوائد:** (۱) جوتے نہ ملنے کی صورت میں موزے ڈالے جا سکتے ہیں لیکن ان کو ٹخنوں سے کاٹا جائے گا اور چادر نہ ہونے کی صورت میں شلوار استعمال کی جا سکتی ہے۔

(۷۲۳)۷۔ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ وَهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ، وَأَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهِ مُقَطَّعَاتٌ، يَعْنِي جُبَّةً، وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوقِ، فَقَالَ: إِنِّي أَحْرَمْتُ بِـ (الْـ) عُمْرَةِ وَعَلَيَّ هٰذَا وَأَنَا مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوقِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا كُنْتَ صَانِعًا فِي حَجِّكَ؟ قَالَ: [كُنْتُ] أَنْزِعُ عَنِّي هٰذِهِ الثِّيَابَ،

(۷۲۳)۷۔ صفوان بن یعلیٰ اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا آپ جعرانہ مقام میں تھے' میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا اس شخص نے خوشبو سے بسا ہوا ایک جبہ پہنا ہوا تھا' اس نے کہا میں نے عمرے کا احرام باندھا اور میں نے یہ خوشبو میں بسا ہوا جبہ پہنا ہوا تھا' نبی کریم ﷺ نے اسے کہا تو اپنی حج میں کیا کرنے والا ہے' اس نے کہا میں یہ کپڑے

وَاغْسِلُ عَنِّيْ هٰذَا الْخَلُوْقَ. فَقَالَ [لَهُ] النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا كُنْتَ صَانِعًا فِيْ حَجِّكَ فَاصْنَعْهُ فِيْ عُمْرَتِكَ)). لَفْظُ مُسْلِمٍ.

اتار دوں گا اور خوشبو دھولوں گا' نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: جس طرح تو اپنے حج میں کرنے والا اسی طرح اپنے عمرے میں بھی کرے۔'' مسلم کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۳۶، ۱۷۸۹، ۱۸۴۷، ۴۳۲۹، ۴۹۸۵، مسلم: ۱۱۸۰۔

(۷۲٤) ۸۔وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((كَيْفَ تَرٰى فِيْ رَجُلٍ أَحْرَمَ [بِعُمْرَةٍ] فِيْ جُبَّةٍ بَعْدَمَا تَضَمَّخَ بِطِيْبٍ؟)).

(۷۲۴) ۸۔ایک روایت میں ہے آپ اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں جس نے عمرے کا احرام ایک ایسے جبے کے ساتھ باندھا جس کے ساتھ خوشبو ملی ہوئی ہو؟''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۳۶، مسلم: ۱۱۸۰۔

(۷۲۵) ۹۔وَفِيْ أُخْرٰى [لَهُ] بِلَفْظٍ آخَرَ، [قَالَ] ((أَمَّا الطِّيْبُ الَّذِيْ بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا)).

(۷۲۵) ۹۔ایک دوسری روایت میں دیگر الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔فرمایا: ''جو تجھے خوشبو لگی ہوئی ہے اسے تین مرتبہ دھوڈالو اور جبے کو اتار دو۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۸۰۔

**فوائد:** (۱) حج کے دوران جبہ استعمال کرنا ناجائز ہے۔

(۲) حج کے دوران احرام وغیرہ پر خوشبو لگانا منع ہے۔

(۳) بھول کر احرام پر خوشبو لگ گئی تو اس کو دھونا ہوگا۔لیکن گناہ نہیں ہے۔

(۷۲٦) ۱۰۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: ((كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِإِحْرَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ، وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ)). لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۷۲۶) ۱۰۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھنے سے پہلے اور حلال ہونے پر بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے خوشبو لگائی۔'' متفق علیہ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۳۹، ۱۷۵۴، ۵۹۲۸، ۵۹۳۰، مسلم: ۱۱۸۹۔

**فوائد:** (۱) احرام سے پہلے لگی خوشبو بعد میں بھی آسکتی ہے لیکن حالت احرام میں خوشبو نہیں لگائی جاسکتی۔جسم پر پہلے لگی خوشبو کا کوئی حرج نہیں۔

(۲) طواف افاضہ سے قبل خوشبو استعمال ہوسکتی ہے خواہ حاجی حالت احرام میں ہو یا غیر احرام میں۔

(۳) اپنے خاوند کو عورت خوشبو لگا سکتی ہے۔

(۷۲۷) ۱۱۔وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ

(۷۲۷) ۱۱۔ایک روایت میں ہے ''میں نبی کریم ﷺ کو

اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَآئِهِ، ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَحُ طِيْبًا))۔

خوشبو لگاتی آپ اپنی بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے پھر احرام باندھتے اور صبح کرتے کہ آپ سے خوشبو پھیلتی۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۸۹۔

**فوائد:** (۱) احرام سے قبل خوشبو لگانے کی اجازت ہے۔

(۲) احرام باندھتے وقت لگی ہوئی خوشبو کو دھوڈالنا چاہیے۔

(۳) احرام باندھنے سے قبل اپنی عورتوں کے پاس آیا جایا جا سکتا ہے ان سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔

(۷۲۸) ۱۲۔وَرَوَى مَالِكٌ مِنْ حَدِيْثِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي قِصَّةٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ، وَلَا يُنْكِحُ، وَلَا يَخْطُبُ))۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۷۲۸) ۱۲۔ مالک نے روایت کیا عثمان کی حدیث سے ایک واقعہ کے متعلق کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "محرم نہ نکاح کرے اور نہ کروائے اور نہ پیغام بھیجے۔" مسلم نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۰۹۔

**فوائد:** (۱) حالت احرام میں نکاح کرنا' کرانا اور نکاح کا پیغام بھیجنا حرام ہے۔

(۲) حج ایک اللہ کے لیے خالص عمل ہوتا ہے اس کو دنیاوی امور سے منزہ رکھنا چاہیے۔

(۷۲۹) ۱۳۔ وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ [اللَّيْثِيِّ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَهْدٰى إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ، فَرَدَّهُ عَلَيْهِ [رَسُوْلُ اللّٰهِ]، فَلَمَّا رَأٰى [رَسُوْلُ اللّٰهِ] ﷺ مَا فِي وَجْهِي قَالَ: ((إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۷۲۹) ۱۳۔ صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نیل گاؤ بطور تحفہ پیش کی آپ اس وقت ابواء یا ودان مقام میں تشریف فرما تھے' رسول اللہ ﷺ نے اسے تحفہ لوٹا دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے میرے مغموم چہرے کو دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "بے شک ہم نے یہ صرف احرام کی وجہ سے لوٹا دیا ہے۔" (متفق علیہ)

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۸۲۵' ۲۵۷۳' ۲۵۹۶' مسلم: ۱۱۹۳

**فوائد:** (۱) حالت احرام میں شکار کرنا یا شکار کا گوشت کھانا ناجائز ہے۔

(۲) حالت احرام میں اگر کوئی شکار کر کے کسی کو ہدیہ بھی پیش کرے تو اس کو قبول نہیں کرنا چاہیے جبکہ شکار خاص اسی کے لیے کیا جائے گا۔ شکار کرنے والے پر دم ہو گا۔

(۳) کسی نے اشارہ نہ کیا اور نہ کسی کے لیے شکار کیا گیا جس محرم نے اشارہ نہیں کیا وہ گوشت کھا سکتا ہے جبکہ شکار بھی اس کے لیے کیا گیا ہو۔

(٧٣٠) ١٤ـوَعَنْ أَبِي قَتَادَةَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ (مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ) مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ، وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَأَى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَاسْتَوٰى عَلٰى فَرَسِهِ، فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا [عَلَيْهِ]، فَسَأَلَهُمْ [أَنْ يُنَاوِلُوهُ] رُمْحَهُ فَأَبَوْا عَلَيْهِ، فَأَخَذَهُ، ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبٰى بَعْضُهُمْ، فَأَدْرَكُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: ((**إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوهَا اللّٰهُ**)). لَفْظُ مُسْلِمٍ.

(٧٣٠) ١٤۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے وہ مکہ کے کسی راستے پر احرام والے ساتھیوں کے ساتھ پیچھے تھے اور اس نے خود احرام نہیں باندھا تھا اس نے ایک نیل گاؤ کو دیکھا اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے' اپنے ساتھیوں سے کہا وہ اسے کوڑا پکڑائیں انہوں نے انکار کردیا' ان سے درخواست کی کہ وہ اسے نیزہ پکڑائیں انہوں نے انکار کردیا پھر خود ہی نیزہ پکڑا' نیل گاؤ پر حملہ کیا اور اسے قتل کردیا ان میں سے بعض اصحاب رسول اللہ علیہ السلام نے کھایا اور بعض نے کھانے سے انکار کردیا وہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ سے ملے اور انہوں نے اس کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا: ''یہ تو ایک کھانا تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۸۲۱' ۱۸۲۲' ۱۸۲۴' ۲۵۷۰' ۲۸۵۴' ۲۹۱۴' ۵۴۰۶' ۵۴۰۷' ۵۴۹۰' ۵۴۹۲' مسلم: ۱۱۹۶۔

(٧٣١) ١٥ـوَفِي رِوَايَةٍ: ((**هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ؟**)).

(۷۳۱) ۱۵۔ایک روایت میں ہے'' کیا تمہارے پاس اس کے گوشت سے کچھ ہے''؟۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۴۹۱' مسلم: ۱۱۹۶۔

(٧٣٢) ١٦ـوَفِي وَجْهٍ آخَرَ: ((**هَلْ مِنْكُمْ [مِنْ] أَحَدٍ أَمَرَهُ أَوْ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ؟**)).

(۷۳۲) ۱۶۔ایک اور صورت میں یہ الفاظ مذکور ہیں۔'' کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے اسے شکار کرنے کا حکم دیا یا کسی چیز کے ساتھ شکار کرنے کا اسے اشارہ کیا ہو؟''

**تحقیق وتخریج:** مسلم۔

(٧٣٣) ١٧ـوَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: ((**[هَلْ] أَشَرْتُمْ أَوْ أَعَنْتُمْ أَوْ صِدْتُمْ**)) قَالَ شُعْبَةُ: لَا أَدْرِي قَالَ: ((**أَعَنْتُمْ أَوْ أَصِدْتُمْ**)).

(۷۳۳) ۱۷۔ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا تم نے اشارہ کیا یا مدد دی یا شکار کیا؟'' شعبہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہو کیا تم نے مدد کی یا خود شکار کیا؟''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۹۶۔

**فوائد:** (۱) غیر محرم مکہ میں شکار کرے تو حرج نہ ہوگا۔

(۲) وہ محرم جو شکار کی طرف اشارہ کرتا ہے اور نہ ہی شکار کرنے میں اعانت کرتا ہے۔ لیکن شکار کا گوشت کھا لیتا ہے تو یہ اللہ کی طرف سے ضیافت ہوتی ہے۔

(۳) ایسا کام یا چیز جس کے بارے شک ہو اس کو اس وقت تک کھانا یا کرنا نہیں چاہیے جب تک حلت وحرمت کی وضاحت نہ مل جائے۔

(۴) ایسا محرم جس نے شکار میں کسی اعتبار سے مدد نہ کی ہو وہ شکار کرنے والے سے لے کر بھی گوشت کھا سکتا ہے۔

(۷۳٤) ١٨ ـ وَعَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْإِحْرَامِ: اَلْفَأْرَةُ، وَالْغُرَابُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۷۳۴) ۱۸۔ سالم اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جس نے انہیں حدود حرم یا احرام کی حالت میں قتل کر دیا تو اسے کوئی گناہ نہیں۔ چوہا، کوا، چیل، بچھو، باؤلا کتا۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۹۹۔

(٦٣٥) ١٩ ـ وَفِي وَجْهٍ آخَرَ، عَنْ إِحْدَى نِسْوَةِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِقَتْلِ الْكَلْبِ الْعَقُورِ، وَالْفَأْرَةِ، وَالْعَقْرَبِ، وَالْحُدَيَّا، وَالْغُرَابِ، وَالْحَيَّةِ))۔

(٦٣٥) ۱۹۔ ایک اور صورت میں روایت کے الفاظ یہ ''نبی کریم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ سے روایت ہیں ''نبی کریم ﷺ باؤلے کتے، چوہے، بچھو، چیل کوے اور سانپ کو قتل کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔'' یعنی حدود حرم میں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۸۲۷، مسلم: ۱۲۰۰۔

(۷۳٦) ٢٠ ـ وَفِي بَعْضِ طُرُقِ (حَدِيثِ) عَائِشَةَ: ((وَالْغُرَابِ الْأَبْقَعِ))۔

(۷۳۶) ۲۰۔ عائشہ کی روایت میں یہ ہے ''چتکبرا کوا بھی۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۱۹۸۔

**فوائد:** (۱) حرم میں چوہا، کوا، چیل، بچھو اور باؤلا کتا مارنا جائز ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ان کے علاوہ باقی حرم کی اشیاء کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔

(۲) مذکورہ جانور عام حالت یعنی حرم کے علاوہ بھی مارنے جائز ہیں۔

(۳) یہاں مطلق کتا بھی مذکور ہے جس کو حرم میں مارا جا سکتا ہے۔ اس میں ہر نقصان دہ درندہ آ جاتا ہے۔

(۴) سانپ کو بھی حل وحرم میں مارا جا سکتا ہے۔ اس میں دیگر موذی کیڑے بھی آ سکتے ہیں۔

(۵) کوا کی قید بھی مذکور ہے یعنی ایسا کوا مارنا جائز ہے جو کہ چتکبرا ہو۔

(۷۳۷) ٢١ ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:

(۷۳۷) ۲۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)).
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''جس نے اللہ کی رضا کے لیے حج کیا جس میں کوئی بیہودگی یا نافرمانی نہیں کی وہ حج سے اس طرح لوٹا جیسا کہ اسے آج ہی اس کی والدہ نے جنم دیا ہو۔'' بخاری کے لفظ ہیں او یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۲۱، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، مسلم: ۱۳۵۰۔

**فوائد:** (۱) سب سے اچھا حج وہ ہے جو قبول ہو جائے اسے مبرور بھی کہتے ہیں۔
(۲) اچھے حج کی جزا یہ ہے کہ انسان ایک دفعہ پھر معصوم بن جاتا ہے۔
(۳) حج میں رضائے الٰہی کا حصول ہو تو حج قبول ہوتا ہے۔
(۴) وہ حج جس میں ریاکاری اور اول تا آخر گناہ کی آمیزش نہ ہو قبول ومقبول ہوتا ہے۔

(۷۳۸) ۲۲۔ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَآهُ، وَأَنَّهُ يَسْقُطُ الْقَمْلُ عَلَى وَجْهِهِ، فَقَالَ: ((أَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ؟)) قَالَ نَعَمْ: فَأَمَرَهُ أَنْ يُحَلِّقَ، وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَلَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّوْنَ بِهَا، وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوْا مَكَّةَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ الْفِدْيَةَ، فَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةٍ، أَوْ يُهْدِيَ شَاةً، أَوْ يَصُوْمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ)).
لَفْظُ رِوَايَةٍ لِمُجَاهِدٍ (عَنْهُ) عِنْدَ الْبُخَارِيِّ.

(۷۳۸) ۲۲۔ عبدالرحمٰن بن ابی یعلی کعب بن عجرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا کہ جوئیں اس کے چہرے پر گر رہی ہیں آپ نے فرمایا: ''کیا تجھے تیری جوئیں تکلیف دے رہی ہیں؟'' عرض کی ہاں! آپ نے اسے حکم دیا: ''سر منڈا دے'' وہ اس وقت حدیبیہ میں حالتِ احرام میں تھا صحابہ کرام کے لیے یہ بات واضح نہیں ہوئی تھی کہ یہاں وہ احرام کھول دیں گے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فدیے کا حکم نازل کیا رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا: ''وہ چھ افراد کو کھانا کھلائے یا بکری ذبح کرے یا تین دن کے روزے رکھے۔'' بخاری کے ہاں مجاہد کی روایت کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۷، ۴۱۵۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۵۶۶۵، ۵۷۰۳، مسلم: ۱۲۰۱۔

(۷۳۹) ۲۳۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((أَوِ انْسُكْ مَا تَيَسَّرَ))

(۷۳۹) ۲۳۔ ایک روایت میں ہے ''یا قربانی کرو جو بھی میسر ہو۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۱۹۰، ۵۷۰۳، مسلم: ۱۲۰۱۔

(۷۴۰) ۲۴۔ وَفِي حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، عَنْ

(۷۴۰) ۲۴۔ عبداللہ بن مغفل حضرت کعبؓ سے روایت

كَعْبٍ: ((أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ [لِ] كُلِّ مِسْكِينٍ نِصْفُ صَاعٍ))۔

کرتے ہیں ''یا چھ مساکین کو کھانا کھلائے ہر مسکین کے لیے نصف صاع ہوگا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۸۱۶، ۴۵۱۷، مسلم: ۲۰۱۔

**فوائد:** (۱) جس کو جوئیں پڑ جائیں جبکہ وہ محرم بھی ہو تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ سر منڈوائے اور کفارہ دے۔

(۲) کفارہ چھ مساکین کا کھانا، بکری کی قربانی یا تین روزے ہے۔

(۳) جو حدیث میں آیا ہے کہ جو میسر ہو وہ قربانی کرلو تو اس کی وضاحت اوپر والی حدیث نے ایک بکری سے کر دی۔

(۴) اس حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ چھ مساکین کو جو کھانا کھلانا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک کو نصف صاع دینا ہے۔ یعنی یہی کھانے کی قید بتائی ہے۔

(۷۴۱) ۲۵۔ وَرَوَى مَالِكٌ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اِخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ [أَوْ بِوَدَّانَ] فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، وَقَالَ الْمِسْوَرُ: لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ۔ قَالَ: فَأَرْسَلَهُ [عَبْدُاللّٰهِ] بْنُ عَبَّاسٍ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، فَوَجَدَهُ يَغْتَسِلُ [وَهُوَ] بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ، وَهُوَ يَسْتَتِرُ بِثَوْبٍ قَالَ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ: أَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ (عَبْدُاللّٰهِ) بْنُ عَبَّاسٍ يَسْأَلُكَ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ (يَغْسِلُ) رَأْسَهُ [وَهُوَ مُحْرِمٌ]؟ قَالَ: فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهُ حَتَّى بَدَا لِي رَأْسُهُ، ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ [الْمَاءَ]: اُصْبُبْ، فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ أَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُهُ يَفْعَلُ۔ وَأَخْرَجَاهُ مِنْ حَدِيثِ مَالِكٍ۔

(۷۴۱) ۲۵۔ امام مالک نے عبداللہ بن حنین سے روایت کیا اور اس نے اپنے باپ سے کہ عبداللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ کے درمیان ابواء یا ودان مقام پر اختلاف ہوا، عبداللہ بن عباس نے کہا کہ محرم اپنا سر دھوسکتا ہے مسور نے کہا محرم اپنا سر نہیں دھوسکتا۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس نے عبداللہ بن حنین کو حضرت ابوایوب انصاری کی طرف بھیجا۔ اسے دیکھا کہ وہ (قرنین) کے درمیان غسل کر رہے ہیں اور آپ نے کپڑے کے ساتھ پردہ کیا ہوا ہے میں نے سلام کیا آپ نے پوچھا کون ہو؟ میں نے کہا عبداللہ بن حنین، عبداللہ بن عباس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب محرم ہوتے تو اپنا سر کیسے دھوتے تھے؟ کہتے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھا اسے قدرے ہٹایا جس سے آپ کا سر ننگا ہوگیا پھر اس شخص سے کہا جو آپ پر پانی ڈال رہا تھا، پانی ڈالو اس نے آپ کے سر پر پانی ڈالا پھر اپنے ہاتھ سے سر کو حرکت دی، اپنے ہاتھوں سے اپنے سر کو اگلے اور پچھلے حصہ سے ملا۔ پھر فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح اپنے سر کو

دھوتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے اس کو مالک کی حدیث سے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۸۴۰' مسلم: ۱۲۰۵۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ محرم حالت جنابت میں سر دھو سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) خبر واحد حجت شرعیہ میں سے ایک حجت ہے۔

(۳) کپڑا باندھ کر نہانا اچھا فعل ہے۔

(۴) عام حالت میں سر نہیں دھونا چاہیے یعنی شرعی غسل حالت احتلام میں اور محرم ہونے کی صورت میں دھونا جائز ہے۔

(۵) کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے حل نہ نکل رہا ہو تو اپنے سے زیادہ جاننے والے کی طرف کسی کو بھیج کر مسئلہ دریافت کروایا جا سکتا ہے۔

(۷۴۲)۲۶۔وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ (احْتَجَمَ) وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ لَفْظُ (رِوَايَةِ) التِّرْمِذِيِّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۷۴۲)۲۶۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سینگی لگوائی اس حال میں کہ آپ محرم تھے۔ (یعنی آپ نے حالت احرام میں اپنے سر میں پچھنے لگوائے) یہ متفق علیہ ہے اور لفظ ترمذی کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۹۳۸' مسلم: ۱۲۰۲۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے ثابت ہے کہ محرم پچھنا لگوا سکتا ہے۔

(۲) سینگی لگوانے سے حج میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

## فَصْلٌ

(۷۴۳)۲۷۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى رَسُوْلِهِ ﷺ مَكَّةَ قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَاللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ [بِمَا هُوَ أَهْلُهُ] ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيْلَ، وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ، وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ [كَانَ] قَبْلِيْ (وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِيْ) فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُخْتَلٰى شَوْكُهَا، وَلَا تُحِلُّ

(۷۴۳)۲۷۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رسول پر مکہ فتح کر دیا آپ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: ''اللہ نے مکہ سے ہاتھی کو روک لیا اس پر اپنے رسول اور مومنوں کو غلبہ دیا' مجھ سے پہلے مکہ کسی کے لیے حلال نہ ہوا میرے لیے دن میں سے تھوڑی دیر کے لیے حلال ہوا' یہ مکہ میرے بعد کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا' یاد رہے کہ اس کے شکار کو بدکایا نہ جائے' اس کے

سَاقِطَتَهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ/ وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يُفْدِيَ وَإِمَّا أَنْ يَقْتُلَ۔ فَقَالَ [لَهُ] الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، (فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِيْ قُبُوْرِنَا، (وَفِيْ) بُيُوتِنَا)۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِلَّا الْإِذْخِرُ))۔ فَقَامَ أَبُو شَاهٍ۔ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ۔ فَقَالَ: اكْتُبُوْا لِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اكْتُبُوْا لِأَبِيْ شَاهٍ))۔ فَقَالَ الْوَلِيْدُ: فَقُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ: مَا قَوْلُهُ اكْتُبُوْا لِيْ (يَارَسُوْلَ اللّٰهِ)؟ قَالَ: هٰذِهِ الْخُطْبَةُ الَّتِيْ سَمِعَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔

لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

کانٹے نہ کاٹے جائیں اس کی گری ہوئی چیز کو اعلان کرنے والے کے علاوہ کسی کو بھی اٹھانا جائز نہیں' جو یہاں قتل ہو جائے اس کے لیے دو صورتیں ہیں یا مقتول کے ورثاء فدیہ لے لیں یا پھر قصاص (یعنی قاتل کو اس کے بدلے قتل کر دیا جائے گا) حضرت عباس نے پوچھا یارسول اللہ! اذخر: یعنی خوشبودار گھاس کے بارے میں کیا حکم ہے اسے ہم اپنی قبروں میں اور اپنے گھروں میں استعمال کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اذخر کا ٹنا جائز ہے۔'' یمن کا باشندہ ابوشاہ کھڑا ہوا تھا اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے لیے یہ مسائل لکھ دیجیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔'' ولید کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعی سے پوچھا ابوشاہ کا یہ کہنا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے لکھ دو اس سے کیا مراد ہے؟ امام اوزاعی نے کہا اس سے مراد وہ خطبہ ہے جو اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ متفق علیہ' لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۱۲، ۲۴۳۴، ۶۸۸۰، مسلم: ۱۳۵۵۔

**فوائد:** (۱) فتح مکہ یہ اللہ کی ان عنایات میں سے ایک ہے جو نبی کریم علیہ السلام پر ہوئیں۔

(۲) بہترین خطبہ وہ ہے جو حمد وثنا سے شروع ہو۔

(۳) حرم پر ہمیشہ سے وہ مسلط رہا ہے جس کو اللہ نے تعینات کیا۔ بیت اللہ و مکہ کی عظمت یہ ہے کہ بے دین طبقہ یہاں امامت امارت کے منصب کا مالک نہیں بن سکتا۔ آج بھی ماننا پڑے گا کہ موجودہ اہل حق طبقہ اللہ کی ارادت سے ہی کعبہ وحرم میں امامت وامارت کے منصب پر براجمان ہے۔ اگر یہ اہل حق نہ ہوتے تو بیت اللہ کے امام قطعاً نہ ہوتے۔ جب کبھی جس کسی نے کعبہ کی توہین کرنا چاہی یا اس کو شرک و بدعت سے آلودہ کیا تو اللہ نے اپنے خاص بندوں کا انتخاب کیا۔

(۴) حرم کی کسی چیز کو نقصان دینا حرام ہے۔ حرم میں گری چیز وہ اٹھا سکتا ہے جو اعلان کرنے کا ذمہ دار ہو ورنہ اس کو اٹھانا جائز نہیں ہے۔ صرف اذخر بوٹی کو ضرورت کے وقت اکھاڑا جا سکتا ہے قبروں میں کوئی جڑی بوٹی استعمال کی جا سکتی ہے۔

(۵) حدیث کی کتابت وحفاظت دورِ صحابہ میں بھی موجود تھی۔ حدیث کو لکھا یا لکھوایا جاتا تھا۔ کچھ تحریر کرنے کے لیے محرر مقرر کیا

جا سکتا ہے۔ کسی خطبہ کو یاد کرنا یا لکھنا لکھوانا جائز ہے۔

(٧٤٤)٢٨۔وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ مَا بَيْنَ لَا بَتَيْهَا، لَا يُقْطَعُ عِضَاهُهَا، وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا))۔

(۷۴۴)۲۸۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے اور میں نے مدینہ کو اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرام قرار دیا اس کی جھاڑیوں کو نہیں کاٹا جائے گا اور نہ ہی اس میں شکار کیا جائے گا۔''

**تحقیق وتخریج:** رواہ مسلم ۱۳۶۲

(٧٤٥)٢٩۔وَفِيْ حَدِيْثِ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا أَحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ، قَالَ: نَعَمْ، هِيَ حَرَامٌ لَا يُخْتَلٰى خَلَاؤُهَا

(۷۴۵)۲۹۔عاصم احول کی حدیث میں ہے، کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے سوال کیا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا ہے؟ فرمایا ہاں، یہ مدینہ حرم ہے اس کی جھاڑیوں کو نہیں کاٹا جائے گا۔

**تحقیق وتخریج:** رواہ مسلم ۱۳۶۶

(٧٤٦)٣٠۔وَرَوَى مَالِكٌ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ تَرْتَعُ (بِالْمَدِيْنَةِ) مَا ذَعَرْتُهَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ))۔

(۷۴۶)۳۰۔ مالک نے ابوہریرہ سے روایت کیا کہ وہ کہتے ہیں اگر میں ہرن کو مدینہ میں چرتا ہوا دیکھوں تو میں اس کو ڈراؤں گا بھی نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان دونوں پہاڑوں کے درمیان والی جگہ حرمت والی ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم وبخاری ۱۸۷۳، ۱۳۷۲۔

(٧٤٧)٣١۔وَفِيْ حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ [قَالَ] قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَلْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلٰى ثَوْرٍ))۔
وَكُلُّ هٰذِهِ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ۔

(۷۴۷)۳۱۔حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ منورہ عیر سے ثور مقام تک حرم ہے۔''
یہ سبھی روایات صحیح مسلم میں ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۷۵۵، مسلم: ۱۳۷۰۔

**فوائد:** (۱) مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حرام کردہ شہر ہے اور مدینہ نبی کریم علیہ السلام کا حرام کردہ شہر ہے۔

(۲) ان مذکورہ بالا احادیث میں مدینہ کے حدود اربعہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ یعنی شمال وجنوب کی طرف عیر پہاڑ اور ثور پہاڑ کا ذکر کیا اور یہ جبل ثور مدینہ والا ہے نہ کہ مکہ والا۔ مشرق اور مغرب کی طرف ''لا تبیھا'' اشارہ کرتے ہیں۔ اس سے مراد وہ دو حرے

ہیں جو کہ مدینہ کی مشرق و مغرب سمت واقع ہیں۔

(۳) مذکورہ حدود کے اندر اندر کسی چیز کو اکھاڑنا یا بھگانا' ڈرانا حرام ہے۔ حتیٰ کہ نفیس سے نفیس اور عجیب سے عجیب جانور کو دہشت زدہ کرنا بھی ممنوع ہے۔

(۴) دونوں نبیوں کا مکہ و مدینہ کو حرم قرار دینا اپنی طرف سے نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور حکم سے ہے۔ یعنی کچھ ایسے بھی امور ہیں جن کو نبی نے حرام قرار دیا۔ وہ بس اللہ کی اجازت ہے۔

(٧٤٨)٣٢۔وَفِيهِ (عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ) أَنَّ سَعْدًا [بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ] رَكِبَ إِلٰى قَصْرِهِ بِالْعَقِيْقِ، فَوَجَدَ عَبْدًا يَقْطَعُ شَجَرًا أَوْ يَخْبِطُهُ فَسَلَبَهُ۔ فَلَمَّا رَجَعَ سَعْدٌ جَآءَهُ أَهْلُ الْعَبْدِ فَكَلَّمُوْهُ أَنْ يَرُدَّ عَلٰى غُلَامِهِمْ أَوْ عَلَيْهِمْ مَا أَخَذَ مِنْ غُلَامِهِمْ، فَقَالَ: مَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ أَرُدَّ شَيْئًا نَفَّلَنِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَأَبٰى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ۔

(۷۴۸)۳۲۔ عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص اپنے گھر کو جا رہے تھے جو عقیق میں ہے آپ نے ایک غلام کو دیکھا جو درخت کاٹ رہا تھا یا پتے جھاڑ رہا تھا تو سعد نے اس کا سارا سامان چھین لیا' جب سعد گھر پہنچے تو اس کے مالک آئے اور کہنے لگے کہ جو سامان چھینا گیا ہے وہ واپس کیجیے۔ پس سعد کہنے لگے کہ اللہ کی پناہ اس بات سے کہ جو چیز مجھے اللہ کے رسولؐ نے بطور انعام کے دی ہو وہ میں واپس کر دوں اور آپ نے سامان واپس کرنے سے انکار کر دیا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۳۶۴۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ حرم میں کسی چیز کو اکھاڑنے والے کا سامان سلب کیا جا سکتا ہے اور اس سلب کیے ہوئے سامان کی واپسی نہ کی جائے تو گناہ نہ ہوگا۔

(۲) حرم کی کسی چیز کو نقصان دینا جرم اور گناہ ہے۔ حرم کی کسی چیز کو نقصان دینے والے کی سزا یہ ہے کہ اس کا بھی سامان قبض کیا جائے۔

## بَابُ صِفَةِ الْحَجِّ

## حج کے طریقہ کا بیان

(٧٤٩)١۔ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، فَسَأَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتّٰى انْتَهٰى إِلَيَّ، فَقُلْتُ: أَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَلِيِّ بْنِ [الْ] حُسَيْنِ، فَأَهْوٰى بِيَدِهِ إِلٰى رَأْسِيْ فَنَزَعَ زِرِّيَ الْأَعْلٰى، ثُمَّ نَزَعَ زِرِّيَ الْأَسْفَلَ، ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ

(۷۴۹)۱۔ جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ کے پاس گیا انہوں نے قوم کے بارے میں پوچھا یہاں تک کہ میرے نزدیک ہوئے میں نے عرض کی میں محمد بن علی بن حسین ہوں' آپ نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا' پھر آپ نے میرے گلے

ثَدْيَيَّ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ أَخِيْ)، سَلْ عَمَّا شِئْتَ۔ فَسَأَلْتُهُ، وَهُوَ أَعْمٰى۔ وَحَضَرَ وَقْتُ الصَّلَاةِ، فَقَامَ فِيْ سَاجَةٍ مُلْتَحِفًا بِهَا، كُلَّمَا وَضَعَهَا عَلٰى مَنْكِبَيْهِ رَجَعَ طَرَفَاهَا إِلَيْهِ مِنْ صِغَرِهَا، وَرِدَاؤُهُ إِلٰى جَنْبِهِ عَلَى الْمِشْجَبِ [فَصَلّٰى بِنَا] فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِيْ عَنْ حَجَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ بِيَدِهِ فَعَقَدَهُ تِسْعًا، فَقَالَ: ((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَكَثَ تِسْعَ سِنِيْنَ لَمْ يَحُجَّ، ثُمَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ فِي الْعَاشِرَةِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَاجٌّ، فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ بَشَرٌ كَثِيْرٌ، كُلُّهُمْ يَلْتَمِسُ أَنْ يَأْتَمَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَيَعْمَلَ مِثْلَ عَمَلِهِ، فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتّٰى أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ، فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ (مُحَمَّدَ بْنَ أَبِيْ بَكْرٍ)، فَأَرْسَلَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ كَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ: "اغْتَسِلِيْ، وَاسْتَثْفِرِيْ بِثَوْبٍ وَأَحْرِمِيْ، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتّٰى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ، نَظَرْتُ إِلٰى مَدِّ بَصَرِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ رَاكِبٍ وَمَاشٍ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَعَنْ يَسَارِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَمِنْ خَلْفِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَعَلَيْهِ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ، وَهُوَ يَعْرِفُ تَأْوِيْلَهُ، وَمَا عَمِلَ مِنْ شَيْءٍ عَمِلْنَا بِهِ۔ فَأَهَلَّ بِالتَّوْحِيْدِ: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ۔ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهٰذَا الَّذِيْ يُهِلُّوْنَ بِهِ الْيَوْمَ فَلَمْ يَرُدَّ

کے اوپر والے اور نچلے بٹن کھولے پھر اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور میں ان دنوں جوان تھا پھر فرمایا' میرے بھائی کے بیٹے خوش آمدید جو چاہو پوچھو' میں نے ان سے پوچھا وہ نابینا تھے' نماز کا وقت ہو گیا' وہ ایک طرف چادر میں کھڑے ہوئے جو انہوں نے لپیٹ رکھی تھی جب بھی وہ اسے اپنے کندھوں پر لیتے تو اس کی ایک طرف چوڑائی کی جانب سے لٹک جاتی' ان کی چادر ان کے ایک کندھے پر تھی۔ آپ نے ہمیں نماز پڑھائی میں نے کہا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کے حج کے بارے میں بتائیں انہوں نے اپنے ہاتھ سے ۹ کا ہندسہ بنایا اور فرمایا' رسول اللہ ﷺ نو سال تک مدینہ میں ٹھہرے آپ نے حج نہیں کیا' پھر دسویں سال لوگوں میں اعلان کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ حج کرنے کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں' مدینہ منورہ میں کثیر تعداد میں لوگ آ گئے ہر ایک کی تمنا تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں حج کرے اور آپ کے حج کا عمل سر انجام دے' ہم آپ کے ساتھ روانہ ہوئے' یہاں تک کہ ہم ذوالحلیفہ آ گئے۔ اسماء بنت عمیس (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی) نے محمد بن ابی بکر کو جنم دیا' اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ میں اب کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ''غسل کر' کپڑے کا لنگوٹ باندھ لے اور احرام باندھ۔'' رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھی پھر آپ قصویٰ اونٹنی پر سوار ہو گئے جب اونٹنی کھلے میدان میں روانہ ہوئی تو میں نے تاحد نگاہ دیکھا کہ آپ کے آگے سوار اور پیادہ لوگ رواں دواں ہیں آپ کی دائیں جانب' آپ کی بائیں جانب اور پچھلی جانب لوگوں کا اسی طرح جم غفیر تھا'

رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِم ﷺ شَيْئًا مِنْهُ۔ وَلَزِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَلْبِيَتَهُ۔ قَالَ جَابِرٌ: لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ، حَتَّى [إِذَا] أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اِسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَرَمَلَ ثَلَاثًا، وَمَشَى أَرْبَعًا، ثُمَّ نَفَذَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ فَقَرَأَ: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ [البقرة: ۱۲۵] فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْبَيْتِ فَكَانَ أَبِي يَقُوْلُ: وَلَا اَعْلَمُهُ ذَكَرَهُ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ (ﷺ) كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾، وَ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الصَّفَا (فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَأَ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ [البقرة: ۱۵۸] أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ فَبَدَأَ [بِالصَّفَا]) فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتَّى رَأَى الْبَيْتَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَوَحَّدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهُ وَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔ ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذٰلِكَ فَقَالَ مِثْلَ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ ثُمَّ نَزَلَ إِلَى الْمَرْوَةِ حَتَّى انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ الْوَادِيْ حَتَّى إِذَا صَعِدَتَا مَشَى، حَتَّى (إِذَا) أَتَى الْمَرْوَةَ فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا، حَتَّى إِذَا كَانَ آخِرُ طَوَافٍ [عَلَا] عَلَى الْمَرْوَةِ قَالَ: لَوْ (أَنِّي) اِسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُحِلَّ

رسول اللہ ہمارے درمیان تھے اور آپ پر قرآن نازل ہو رہا تھا' اور آپ اس کی تفسیر جانتے تھے' جس طرح آپ نے کیا اسی طرح ہم نے کیا۔ آپ نے توحید کا ترانہ یعنی تلبیہ کہا' میں حاضر ہوں الٰہی! میں حاضر ہوں' حاضر ہوں' تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں' سب تعریفیں اور نعمتیں تیری ہیں' حکومت تیری ہے' تیرا کوئی شریک نہیں۔ لوگوں نے یہی تلبیہ کہا جو آج تلبیہ کہتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے لوگوں پر کچھ بھی رد نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ لگا تار تلبیہ کہتے رہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم نے صرف حج کی نیت کی تھی عمرے کو ہم جانتے ہی نہ تھے' یہاں تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بیت اللہ میں آ گئے۔ آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ طواف کے تین چکروں میں رمل کیا۔ چار چکروں میں معمول کے مطابق چلے پھر مقام ابراہیم پر گئے آپ نے یہ آیت پڑھی "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى" (البقرۃ: ۱۲۵) آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان لیا میرے ابا جان فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ طواف کی دو رکعتوں میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" اور "قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" پڑھا کرتے تھے' پھر آپ حجر اسود کی طرف لوٹے اسے بوسہ دیا۔ پھر دروازے سے صفا کی طرف روانہ ہوئے۔ صفا کے قریب ہوئے تو یہ آیت پڑھی "اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ" (البقرۃ: ۱۵۸) میں آغاز کرتا ہوں جہاں سے اللہ تعالیٰ نے آغاز کیا پھر صفا سے آغاز کیا اس پر چڑھے بیت اللہ کو دیکھا قبلہ رخ ہوئے اللہ تعالیٰ کی توحید و کبریائی بیان کی اور یہ دعا پڑھی اللہ کے

الْهَدْيَ وَلَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً۔
وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً۔ فَقَامَ سُرَاقَةُ ابْنُ جُعْشُمٍ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلِعَامِنَا هٰذَا أَمْ لِلْأَبَدِ؟ فَشَبَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ أَصَابِعَهُ وَاحِدَةً فِيْ الْأُخْرٰى وَقَالَ: دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِيْ الْحَجِّ، مَرَّتَيْنِ، لَابَلْ لِأَبَدِ الْأَبَدِ۔ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ بِبُدْنِ النَّبِيِّ ﷺ، فَوَجَدَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مِمَّنْ حَلَّ، وَلَبِسَتْ ثِيَابًا صَبِيْغًا (وَاكْتَحَلَتْ) فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ: [إِنَّ] أَبِيْ أَمَرَنِيْ بِهٰذَا، قَالَ: فَكَانَ عَلِيٌّ يَقُوْلُ بِالْعِرَاقِ: فَذَهَبْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، مُحَرِّشًا عَلٰى فَاطِمَةَ لِلَّذِيْ صَنَعَتْ، مُسْتَفْتِيًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْمَا ذَكَرَتْ عَنْهُ، فَأَخْبَرْتُهُ أَنِّيْ أَنْكَرْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: صَدَقَتْ (صَدَقَتْ)، مَا ذَا قُلْتَ حِيْنَ فَرَضْتَ الْحَجَّ قَالَ: قُلْتُ [لَبَّيْكَ] اَللّٰهُمَّ، اِنِّيْ أُهِلُّ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: فَإِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلُّ قَالَ: وَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِيْ قَدِمَ بِهِ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِيْ أَتٰى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ مِائَةً قَالَ: فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوْا إِلَّا النَّبِيَّ ﷺ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ۔ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوْا إِلٰى مِنًى فَأَهَلُّوا بِالْحَجِّ، وَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعْرٍ فَضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةٍ، فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ

سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، حکومت اسی کی ہے، تعریف اسی کے لیے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں وہ اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اس نے اپنے بندے کی مدد کی خود اکیلے نے ہی لشکروں کو شکست دی۔ پھر اس کے دوران دعا کرتے ہوئے اسی طرح تین، مرتبہ کیا پھر آپ اترے مروہ کی طرف چلے بطن وادی میں قدم جماتے ہوئے روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آپ مروہ پر پہنچے تو اسی طرح کیا جس طرح صفا پر کیا تھا یہاں تک کہ جب آخری چکر لگا تو آپ مروہ پر چڑھے اور آپ نے ارشاد فرمایا: ''اگر مجھے اس معاملہ کا علم ہوتا تو میں یہ کام نہ کرتا کہ قربانی ساتھ لاؤں اور اس کو میں عمرہ شمار کرتا۔ تم میں سے جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ احرام کھول دے اور وہ اسے عمرہ بنا لے۔'' سراقہ بن جعشم کھڑا ہوا اس نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ حکم ہمارے لیے اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا: دو مرتبہ کہ حج اور عمرہ آپس میں مل چکے ہیں نہیں بلکہ یہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ حضرت علی یمن سے نبی کریم ﷺ کے لیے قربانی کے اونٹ لے کر آئے انہوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ اس نے احرام کھول دیا ہے اور رنگدار کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور سرمہ لگا رکھا ہے وہ اس پر چیں بجبیں ہوئے حضرت فاطمہ الزہراء نے فرمایا، میرے ابا جان نے مجھے اس کا حکم دیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق میں یہ فرمایا کرتے تھے، میں نبی کریم ﷺ کے پاس فاطمہ کو چوکا لگاتے ہوئے اس

الْحَرَامِ، كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَجَازَ بِهَا حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَى، فَرُحِلَتْ لَهُ، فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي، فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ: إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ، [وَإِنَّ] دِمَاءَ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ، وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، وَكَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَهُ هُذَيْلٌ، وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ، [وَإِنَّ] أَوَّلَ رِبًا أَضَعُهُ رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ. فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ. وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَالَمْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ: كِتَابَ اللّٰهِ، وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ لِلْأُمَّةِ فَقَالَ بِأُصْبُعِهِ السَّبَابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُبُهَا إِلَى النَّاسِ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَذَّنَ ثُمَّ أَقَامَ، فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ،

وجہ سے جو اس نے کیا تھا رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ حاصل کرنے کی خاطر جو حضرت فاطمہ نے آپ ﷺ کے بارے میں ذکر کیا تھا میں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ میں نے تو اس عمل کو بڑے تعجب کی نگاہ سے دیکھا۔

آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا سچ کہا۔''

جب تو نے حج کی نیت کی تھی تو اس وقت کیا کہا تھا کہا' میں نے یہ الفاظ کہے تھے۔ ''الٰہی میں حاضر ہوں میں اسی طرح تلبیہ کہتے ہوئے احرام باندھتا ہوں جس طرح نبی کریم ﷺ نے احرام باندھا ہے''۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس تو قربانی ہے پس آپ حلال نہ ہوں اور راوی کہتے ہیں کہ وہ قربانیاں جو علی یمن سے لائے تھے اور جو نبیؐ لائے تھے وہ سو تھیں۔

کہتے ہیں کہ سب لوگوں نے احرام کھول لیے بال کٹوائے مگر نبی کریم ﷺ نے اور جن لوگوں کے پاس قربانی کے جانور تھے' انہوں نے احرام باندھے رکھا۔ ترویہ کے دن سب نے منیٰ کی طرف رخ کیا۔ حج کا تلبیہ کہا رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر منیٰ پہنچے اور وہاں ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں' پھر تھوڑی دیر ٹھہرے آپ نے نمرہ میں خیمہ لگانے کا حکم دیا تو وہ لگا دیا گیا' رسول اللہ ﷺ چلے قریش کو شک نہ ہوا یہ کہ آپ مشعر الحرام میں ٹھہرنے والے ہیں جس طرح کہ قریش زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے' پس آپ نے اس کی اجازت دی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا آپ نے اپنی اونٹنی کو حکم دیا وہ آپ ﷺ کو لے کر چلی آپ بطن وادی میں آئے' لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا: ''تمہارے خون' مال تم پر حرام ہیں' تمہارے اس دن مہینے اور شہر کی طرح' خبردار زمانہ جاہلیت کا ہر کام میرے پاؤں تلے روندا گیا ہے۔ بلا شبہ زمانہ جاہلیت کا

فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوٰى إِلَى الصَّخَرَاتِ، وَجَعَلَ حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيْلًا حَتَّى غَابَ الْقُرْصُ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ خَلْفَهُ وَدَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ شَنَقَ لِلْقَصْوٰى الزِّمَامَ، حَتَّى إِنَّ رَأْسَهَا لَيُصِيْبُ مَوْرِكَ رَحْلِهِ، وَيَقُوْلُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى: أَيُّهَا النَّاسُ! اَلسَّكِيْنَةَ، اَلسَّكِيْنَةَ، كُلَّمَا أَتٰى حَبْلًا مِنَ الْحِبَالِ أَرْخٰى لَهَا (قَلِيْلًا) حَتَّى تَصْعَدَ، حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِأَذَانٍ وَّاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَصَلَّى الْفَجْرَ، حِيْنَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوٰى حَتَّى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ، وَهَلَّلَهُ، وَوَحَّدَهُ، وَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا، فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ وَكَانَ (رَجُلًا) حَسَنَ الشَّعْرِ أَبْيَضَ وَسِيْمًا۔ فَلَمَّا دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَرَّتْ بِهِ ظُعُنٌ يَجْرِيْنَ، فَطَفِقَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهِنَّ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَهُ عَلٰى وَجْهِهِ فَحَوَّلَ الْفَضْلُ وَجْهَهُ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ (يَنْظُرُ) فَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ عَلٰى وَجْهِ الْفَضْلِ فَصَرَّفَ وَجْهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ، حَتَّى أَتٰى بَطْنَ مُحَسِّرٍ، فَحَرَّكَ قَلِيْلًا، ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيْقَ

خون معاف کر دیا گیا ہے' میں پہلا خون جس کی معافی کا اعلان کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا ہے وہ بنو سعد میں دودھ پیتا تھا اسے ہذیل نے قتل کر دیا تھا اسی طرح زمانۂ جاہلیت کا سود معاف کر دیا گیا ہے میں پہلا تمام سود عباس بن عبدالمطلب کا معاف کرتا ہوں۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم نے انہیں اللہ کی امانت سمجھتے ہوئے حاصل کیا اور اللہ کا کلمہ پڑھ کر انہیں اپنے لیے حلال کیا ہے تمہاری جانب ان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو تم پسند نہیں کرتے انہیں اپنے گھر داخل نہ ہونے دیں اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ہلکی پھلکی سزا دو تمہارے ذمے ان کے لیے خوراک اور لباس مہیا کرنا ہے تمہارے لیے میں ایک چیز چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے' اور وہ ہے اللہ کی کتاب' تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟ انہوں نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا' اپنا فرض ادا کر دیا' امت کو نصیحت کر دی' آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اشارہ کرتے لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے الٰہی! گواہ رہنا الٰہی! گواہ رہنا تین مرتبہ یہی الفاظ دہرائے پھر آذان ہوئی' اقامت کہی' پھر ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی اور عصر کی نماز پڑھائی دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نفل وغیرہ نہ پڑھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ ٹھہرنے کی جگہ یعنی عرفات تشریف لائے آپ نے اپنی اونٹنی قصویٰ کا رخ چٹانوں کی طرف کیا اور جبل مشاۃ آپ کے سامنے تھے' قبلہ رخ ہو کر مسلسل کھڑے رہے یہاں تک کہ سورج

الْوُسْطَى الَّذِيْ تَخْرُجُ عَلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى، حَتّٰى أَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِيْ عِنْدَ الشَّجَرَةِ فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا، بِحَصَى الْخَذْفِ، رَمٰى مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ، فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَّسِتِّيْنَ [بَدَنَةً] (بِيَدِهِ)، ثُمَّ أَعْطٰى عَلِيًّا فَنَحَرَمَا غَبَرَ وَأَشْرَكَهُ فِيْ هَدْيِهِ، ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبُضْعَةٍ فَجُعِلَتْ فِيْ قِدْرٍ فَطُبِخَتْ فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا، وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَفَاضَ إِلَى الْبَيْتِ، فَصَلّٰى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ، فَأَتٰى بَنِيْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ عَلٰى زَمْزَمَ يَسْقُوْنَ فَقَالَ: انْزِعُوْا بَنِيْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، فَلَوْ لَا أَنْ يَغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلٰى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ، فَنَاوَلُوْهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ))۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

غروب ہو گیا' روشنی ختم ہو گئی اور سرخی بھی غائب ہو گئی اسامہؓ آپ کے پیچھے بیٹھ گیا اور چلے رسول اللہ ﷺ اور اونٹنی کی مہار کھینچی' حتی کہ اونٹنی کا سر اس کے کجاوے کے قریب آنے لگا' آپ دائیں ہاتھ کا اشارہ کر کے فرما رہے تھے' لوگو! سکون سے آرام سے۔ جب بھی کوئی پہاڑی آتی تو آپ نکیل ڈھیلی کر دیتے تا کہ وہ پہاڑی پر آسانی چڑھ جائے یہاں تک کہ آپ مزدلفہ پہنچے وہاں مغرب اور عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھیں ان کے درمیان کوئی نوافل یا تسبیحات نہ پڑھیں پھر رسول اللہ ﷺ لیٹ گئے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوئی آپ نے نماز فجر ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کی جبکہ صبح واضح ہو گئی۔ پھر آپ قصویٰ اونٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ مشعر الحرام آئے' قبلہ رخ کھڑے ہوئے اللہ کو پکارا اور کبریائی بیان کی اور تلبیہ کہا اور اللہ کی توحید بیان کی' آپ مسلسل کھڑے رہے یہاں تک خوب روشنی ہو گئی۔ فضل بن عباس آپ کے پیچھے بیٹھے حتی کہ آپ بطن محسّر میں آئے اور آپ نے اونٹنی کو تھوڑی سے حرکت دی' پھر آپ درمیانی راستے سے چلے جو جمرہ کبریٰ پر جا نکلتا ہے۔ آپ جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے پاس ہے آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں' آپ ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے' اور آپ نے کنکریاں بطن وادی سے پھینکیں' پھر آپ قربان گاہ کی طرف پلٹے وہاں تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے پھر حضرت علی کو چھری دی جو باقی بچے تھے وہ انہوں نے ذبح کیے آپ نے علی کو اپنی قربانی میں شریک کیا آپ نے حکم دیا کہ ہر اونٹ سے تھوڑا تھوڑا گوشت ہنڈیا میں ڈال کر

پکایا جائے چنانچہ گوشت پکایا گیا حضرت علی اور آپ نے گوشت کھایا اور شوربا پیا' پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے۔ بیت اللہ کی طرف لوٹے مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی' بنی عبدالمطلب کے پاس زمزم پر پہنچے جو لوگوں کو پانی پلا رہے تھے آپ نے فرمایا: ''اے بنی عبدالمطلب! پانی نکالو اگر لوگ تمہارے پلانے پر غالب نہ آتے تو میں بھی آپ کے ساتھ پانی کھینچتا۔'' پھر انہوں نے آپ کو ایک ڈول دیا آپ نے اس سے پیا۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۱۸۔

(۷۵۰) ۲۔ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((نَحَرْتُ هَاهُنَا وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ فَانْحِرُوْا فِيْ رِحَالِكُمْ' (وَوَقَفْتُ هَاهُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ)' وَوَقَفْتُ هَاهُنَا وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ))۔

(۷۵۰) ۲۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے یہاں اس جگہ قربانی کی اور منی تمام کا تمام قربان گاہ ہے۔ اپنی جگہوں پہ قربانی کرو' میں یہاں ٹھہرا ہوں اور عرفہ تمام کا تمام ٹھہرنے کی جگہ ہے میں یہاں ٹھہرا ہوں اور مزدلفہ تمام کا تمام ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۱۸۔

(۷۵۱) ۳۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ أَتَى الْحَجَرَ (الْأَسْوَدَ) فَاسْتَلَمَهُ' ثُمَّ مَشٰى عَلٰى يَمِيْنِهِ [فَرَمَلَ ثَلَاثًا' وَمَشٰى أَرْبَعًا]))۔

(۷۵۱) ۳۔ ایک روایت میں ہے ''رسول اللہ ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو حجر اسود کے پاس آئے اسے چوما پھر چلے اپنے دائیں پہلو تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکر معمول کے مطابق چلے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۱۸۔

**فوائد:** (۱) حج وہ قبول ہوتا ہے جو طریقہ حج نبوی سے کیا جائے۔ حج زندگی میں ایک دفعہ فرض ہے۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے سے چھوٹوں سے شفقت کرتے تھے اور ایک دوسرے کی اولاد سے پیار کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت سے دلی محبت کرتے تھے۔

(۳) ایک امیر قوم اپنی حج کی روانگی کے وقت دیگر احباب کو ساتھ جانے کی دعوت دے سکتا ہے اور اعلان بھی کروا سکتا ہے۔ ایک اچھے امیر کی یہ علامت ہوتی ہے کہ اس کے مشفقانہ انداز سے اس کے پیروکار اتنے متاثر ہوتے ہیں کہ ہر میدان میں وہ امیر کی معیت کو اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔

(۴) حالت نفاس میں غسل کر کے خون والی جگہ پر کپڑا باندھ کر احرام باندھا جا سکتا ہے۔
(۵) دوران صبح ہر رکن کے پاس جاتے ہوئے اس کے متعلقہ آیت تلاوت کرنی چاہیے۔ ایسے ہی ہر مقام پر مسنون ادعیہ کا اہتمام کرنا چاہیے اور ساتھ ساتھ تلبیہ کو پڑھتے رہنا چاہیے۔
(۶) ان مذکورہ احادیث میں حج، عمرہ اور حج کی اقسام کے متعلق توضیحات ملتی ہیں۔
(۷) یہ حج رسول اللہ ﷺ نے دس ہجری کو ادا کیا تھا یہ پہلا اور آخری حج تھا' جس کے خطبہ حجۃ الوداع کے مندرجہ ذیل نکات ہیں۔ (۱) رسوم جاہلیت کا خاتمہ (۲) نسلی ونسبی امتیاز کا خاتمہ (۳) اخوت اسلامی کا پیغام (۴) غلاموں سے نیک برتاؤ (۵) دور جاہلیت کے خون معاف (۶) سود کا خاتمہ (۷) عورتوں کے حقوق (۸) مردوں کے حقوق (۹) مالی تحفظ کی ضمانت (۱۰) ظلم کا خاتمہ (۱۱) جان و مال اور آبرو کی حرمت (۱۲) محاسبہ نفس کا احساس وترغیب (۱۳) قرآن کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین (۱۴) غلو سے اجتناب (۱۵) وارث کے لیے وصیت جائز نہیں (۱۶) انسان کا حقیقی نسب (۱۷) قرض اور عاریہ کو لوٹانے کا حکم (۱۸) حرمت مدینہ ومکہ (۱۹) حق مہر ادا کرنے کا حکم (۲۰) گمراہی سے اجتناب (۲۱) اکمال دین کا اعلان (۲۲) اختتام نبوت پر گواہی (۲۳) امانتوں کی واپسی (۲۴) رسول مکرم علیہ السلام کی رحلت کی طرف اشارہ (۲۵) انسانی مساوات (۲۶) اطاعت امیر وغیرہ۔
(۸) ایک سے زائد بھی قربانیاں کی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح کسی کو قربانی میں شریک بھی کیا جا سکتا ہے۔ قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا سنت ہے۔ زیادہ قربانیاں کی ہوں تو ان سے تھوڑا تھوڑا گوشت لے کر پکانا درست ہے گوشت کھانا اور اس کا شوربا پی لینا سنت ہے۔

(۷۵۲) ٤۔وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي الْحَجِّ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ (ﷺ) خَاصَّةً۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۷۵۲) ۴۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ حج تمتع خاص تھا اصحاب محمد کے لیے۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۲۴۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حج تمتع اصحاب رسول کے لیے خاص تھا جبکہ اب بھی حج تمتع کیا جا سکتا ہے۔

(۷۵۳) ٥۔وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ لَا يَقْدَمُ (مَكَّةَ) إِلَّا بَاتَ بِذِي طَوًى حَتَّى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ نَهَارًا۔ وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ فَعَلَهُ۔ أَخْرَجُوهُ إِلَّا التِّرْمِذِيُّ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ، وَطَوًى بِفَتْحِ الطَّاءِ هُوَ الْأَصَحُّ، وَيُقَالُ بِضَمِّهَا، وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا۔

(۷۵۳) ۵۔نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی مکہ تشریف لاتے ذی طویٰ میں رات گذارتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی غسل کرتے پھر مکہ میں دن کے وقت داخل ہوتے اور نبی کریم ﷺ سے وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بھی اس طرح کیا تھا۔ اس کو ترمذی نے علاوہ سبھی نے نکالا ہے اور لفظ مسلم کے ہیں ''طویٰ'' یہ طاء کے فتح کے ساتھ زیادہ صحیح ہے اور ضمہ اور کسرہ بھی کہا گیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۷۳' مسلم: ۱۲۵۹۔

**فوائد:** (۱) ذی طوی جگہ پر مکہ کی طرف جاتے ہوئے رات گزارنا' پھر صبح کو غسل کر کے مکہ میں داخل ہونا یہ سنت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ذکر کیا کہ ایسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

(٧٥٤)٦۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلَاهَا' وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا))۔ أَخْرَجُوهُ إِلَّا ابْنُ مَاجَةَ۔

(۷۵۴)٦۔عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مکہ میں داخل ہوتے تو بالائی جانب سے داخل ہوتے اور نشیبی جانب سے باہر روانہ ہوتے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۷۷' مسلم: ۱۲۵۸۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں مکہ سے نکلنے والا اور داخل ہونے کا راستہ بتایا گیا ہے۔

(۲) نبی کریم علیہ السلام مکہ کی بالائی طرف سے داخل ہوتے اور نچلی طرف سے باہر نکلتے تھے۔

(۳) بالائی طرف سے داخل ہونے کی عظمت یہ ہے کہ بیت اللہ سامنے پڑتا ہے۔

(٧٥٥)٧۔وَعَنْ يَعْلَى۔ هُوَ ابْنُ أُمَيَّةَ۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' قَالَ: ((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ مُضْطَبِعًا بِبُرْدٍ أَخْضَرَ))۔

(۷۵۵)۷۔یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اضطباع کے ساتھ طواف کیا آپ نے سبز رنگ چادر زیب تن کی ہوئی تھی۔''

لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ' وَأَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ' وَالتِّرْمِذِيُّ (وَصَحَّحَهُ)' وَلَيْسَ عِنْدَهُمَا: ((أَخْضَرَ))۔

ابوداؤد کے لفظ ہیں' ابن ماجہ اور ترمذی نے اس کو نکالا ہے ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے لیکن ان دونوں کے ہاں ''أَخْضَرَ'' کے لفظ نہیں ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۴/ ۲۲۳' ابو داؤد: ۱۸۸۳' ترمذی: ۸۵۹' ابن ماجہ: ۲۹۵۴۔

(٧٥٦)٨۔(وَعِنْدَ أَبِي دَاوُدَ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِضْطَبَعَ فَاسْتَلَمَ فَكَبَّرَ))۔

(۷۵۶)۸۔ابوداؤد میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اضطباع کیا (یعنی دایاں کندھا کھلا رکھا اور بائیں کندھے پر چادر ڈالی) حجر اسود کو چھوا اور اللہ اکبر کہا۔''

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ ابو داؤد: ۱۸۸۹۔

**فوائد:** (۱) اضطباع یہ ہے کہ چادر کو دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا' دایاں کندھا ننگا رہتا ہے۔ یہ حالت احرام کے ساتھ خاص ہے۔

(۲) شروع میں یہ حالت اس لیے استعمال کی گئی تا کہ دشمن اسلام کو مسلمانوں کی کمزوری کا احساس نہ ہو۔ ایسے ہی رمل کا مسئلہ ہے بعد میں یہ دونوں حالتیں مسنون قرار پائیں اب حجاج کرام یہی لباس اور یہی حالت استعمال کرتے ہیں اور طرح کا لباس یا

حالت استعمال نہیں کی جا سکتی۔

(۳) حجر اسود کو چومنا دشوار نظر آتا ہو تو اس کو چھو کر پھر ہاتھ کو چوم لینا بھی درست ہے ایسے ہی اس کو چھو کر اس کے سامنے کھڑے ہو کر "لا الہ الا اللہ اللہ اکبر" کہنا چاہیے۔

(۷۵۷)۹۔وَعَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ ((يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عَلَى رَاحِلَتِهِ، يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنِهِ، ثُمَّ يُقَبِّلُهُ))۔ لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ وَأَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۷۵۷)۹۔ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں "میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ بیت اللہ کا طواف اپنی سواری پر کر رہے ہیں، حجر اسود کی طرف اپنی چھڑی سے اشارہ کرتے ہیں پھر اسے چومتے ہیں۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۷۵، ابو داؤد: ۱۸۷۹۔

**فوائد:** (۱) اگر حجر اسود کو بوسہ نہ دیا جائے یا ہاتھ سے چھوا نہ جائے تو لکڑی پاس ہو تو اس کے ساتھ چھو کر اس کا بوسہ لیا جا سکتا ہے۔

(۲) کسی سواری پر بیٹھ کر طواف کرنا بھی درست ہے۔ لیکن ماحول کو سازگار پا کر۔

(۷۵۸)۱۰۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ [مَكَّةَ]، وَقَدْ وَهَنَتْهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ، قَالَ الْمُشْرِكُونَ: إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ غَدًا قَوْمٌ قَدْ وَهَنَتْهُمُ الْحُمَّى، وَلَقُوا مِنْهَا شِدَّةً، فَجَلَسُوا مِمَّا يَلِي الْحِجْرَ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْمُلُوا ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ، وَيَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ لِيَرَى الْمُشْرِكُونَ جَلَدَهُمْ...... اَلْحَدِيثُ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۷۵۸)۱۰۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں "نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ مکہ تشریف لائے انہیں مدینے کے بخار نے کمزور کر دیا تھا، مشرکوں نے کہا کل تمہارے پاس ایک قوم آئے گی جسے بخار نے کمزور کر رکھا ہے اور اسے سخت حالات کا سامنا پڑا، وہ پتھروں کے پاس جا کر بیٹھ گئے، نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا "وہ تین چکروں میں رمل کریں، رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان معمول کے مطابق چلیں تاکہ مشرک ان کی قوت کو دیکھ لیں۔" مسلم

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۶۰۲، ۴۲۵۶۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں رمل کرنے کا سبب بیان کیا گیا ہے۔

(۲) کفار کے سامنے کمزور ہونے کے باوجود اکڑ کر چلنا یا بہادری دکھانا ایسے تکبر میں شامل نہیں ہے جس کی اسلام میں ممانعت ہے۔

(۳) کافر لوگ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہے ہیں اور شرارتوں سے لوگوں کو بھرتے رہتے ہیں۔

(۴) رمل صرف تین چکروں میں ہوتا ہے۔

(۵) بخار و دیگر امراض نبی وغیر نبی سبھی کے لیے یکساں ہیں ہر ایک کو لاحق ہو سکتی ہیں۔

(۷۵۹) ۱۱۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ (وَبَيْنَ) الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔

(۷۵۹) ۱۱۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی اور رمی جمار اللہ کے ذکر کو قائم رکھنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔''
ابوداؤد، ترمذی نے نکالا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث ضعیف ہے۔ الامام احمد: ۶/ ۶۴، ابوداؤد: ۱۸۸۸، ترمذی: ۹۰۲۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مناسک حج ذکر اللہ کا نام ہے۔

(۲) صفا، مروہ، رمی جمار اور طواف بیت اللہ دیگر روایات کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے شعائر ہیں۔

(۷۶۰) ۱۲۔وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُوْلُ: إِنِّي (لَأُقَبِّلُكَ وَ) أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ لَمْ أُقَبِّلْكَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۷۶۰) ۱۲۔ عابس بن ربیعہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ حجر اسود کو بوسہ دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: ''میں تجھے بوسہ دیتا ہوں، اور جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ متفق علیہ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۵۹۷، ۱۶۰۵، ۱۶۱۰، مسلم: ۱۲۷۰۔

**فوائد:** (۱) متبرک سے متبرک قسم کا پتھر بھی حاجت کشا نہیں ہوتا اور نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوتا۔

(۲) اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو پتھروں یا پتھروں کی مورتیوں کو رفع حاجت کا رب مانتے ہیں۔

(۳) حجر اسود کو اس ڈر سے بوسہ دینا کہ شاید یہ ہمیں نقصان نہ دے دے یا نفع کی نیت سے بوسہ دینا جائز نہیں ہے۔

(۴) حجر اسود کو بوسہ اس نیت سے دینا چاہیے کہ اس کو نبی کریم علیہ السلام نے بوسہ دیا تھا یعنی بوسہ سنت سمجھتے ہوئے دینا چاہیے۔

(۷۶۱) ۱۳۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ((لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَلِمُ غَيْرَ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ))۔ أَخْرَجُوْهُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۷۶۱) ۱۳۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو رکن یمانی کے علاوہ کسی چیز کو استلام کرتے نہیں دیکھا۔ ترمذی کے علاوہ سب نے اس کو نکالا ہے اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۶۹۔

(۷٦۲)١٤۔وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْبَيْتِ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى رَاحِلَتِهِ، يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمِحْجَنِهِ لِأَنْ يَرَاهُ النَّاسُ، وَلِيُشْرِفَ (وَ[لِ] يَسْأَلُوْهُ) فَإِنَّ النَّاسَ غَشُوْهُ))۔

(۷٦۲)١٤۔ مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی سواری پر حج کیا۔ آپ حجر اسود کو اپنی چھڑی سے استلام کرتے تا کہ لوگ آپ کو دیکھ لیں، اور آپ سے پوچھ سکیں کیونکہ لوگوں نے آپ کو ڈھانپ رکھا تھا۔'' (یعنی گھیرے میں لے رکھا تھا)

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۷۳۔

(۷٦۳)١٥۔وَعِنْدَهُ فِيْ حَدِيثِ(عَنْ) عَائِشَةَ: ((عَلٰى بَعِيْرِهِ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ كِرَاهِيَةَ أَنْ يُضْرَبَ النَّاسُ عَنْهُ))۔

(۷٦۳)١٥۔ مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی کریم ﷺ اپنے اونٹ پر سوار حجر اسود کو استلام کرتے اس ڈر سے کہ اس وجہ سے کہ کہیں لوگوں کو رسول اللہ کی خاطر حجر اسود سے دور نہ کیا جائے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۷۴۔

**فوائد:** (۱) ہجوم کی وجہ سے یا کسی اور علت کی بنا پر حجر اسود کا بوسہ نہ لیا جائے تو اس کو چھڑی سے مس کرتے چھڑی کو چوما جا سکتا ہے۔

(۲) ایک امیر اپنی جماعت یا قوم کو تربیت دینے کی غرض سے دیگر طریقے اختیار کر سکتا ہے۔

(۳) وہ رکن جو یمانی یعنی یمن کی سمت ہیں ان کا بوسہ یا استلام اس وجہ سے جائز ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیاد میں شامل ہیں یہ دو رکن ہیں ایک حجر اسود ہے اور دوسرا جو کعبہ کی جنوبی غربی سمت میں ہے۔

(۴) چھڑی یا ہاتھ سے صرف حجر اسود کو اشارہ کیا ہو چھوا نہ ہو تو اس کو چومنا صحیح نہیں کیونکہ مس کرنے کی صورت میں اور چھڑی وغیرہ لگنے کی صورت میں بوسہ ہوتا ہے۔

(۵) حالات کو سامنے رکھتے ہوئے عقل سے کام لینا چاہیے۔ خلق کثیر کو پھلانگ کر حجر اسود کا بوسہ لینا کوئی نیکی نہیں ہے۔ نیکی یہی ہے کہ اللہ کی مخلوق کو تکلیف نہ دی جائے۔ اسلام نے ضرر ونقصان کو ہر جگہ سامنے رکھا ہے۔

(۷٦٤)١٦۔وَعَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: ((غَدَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ مِنًى إِلٰى عَرَفَاتٍ، مِنَّا الْمُلَبِّيْ وَمِنَّا الْمُكَبِّرُ))۔

(۷٦٤)١٦۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منی سے عرفات کی جانب صبح کو روانہ ہوئے، ہم میں سے بعض تلبیہ کہہ رہے تھے اور بعض اللہ اکبر کہہ رہے تھے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۸٤۔

(٧٦٥)١٧۔وَفِیْ حَدِیْثِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِیْ بَکْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ غَدَاةَ عَرَفَةَ مَا تَقُوْلُ فِیْ التَّلْبِیَةِ هٰذَا الْیَوْمَ؟ قَالَ: ((سِرْتُ هٰذَا السَّیْرَ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ (وَأَصْحَابِهٖ) فَمِنَّا الْمُکَبِّرُ، وَمِنَّا الْمُهَلِّلُ، فَلَا یَعِیْبُ أَحَدُنَا عَلٰی صَاحِبِهٖ))۔

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(٧٦٥)١٧۔محمد بن ابی بکر کی حدیث میں مذکور ہے کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے عرفہ کی صبح کو کہا' آج تلبیہ میں آپ کیا کہیں گے؟ فرمایا: ''میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ اس سفر میں چلا تھا' ہم میں سے بعض اللہ اکبر کہہ رہے تھے' اور بعض لا الہ الا اللہ پڑھ رہے تھے' کوئی کسی ساتھی پر اعتراض نہیں کرتا تھا۔'' اس کو مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ١٦٥٩' مسلم: ١٢٨٥۔

**فوائد:** (١) اس حدیث میں منیٰ سے عرفات کی طرف جانے کا بیان ہے۔

(٢) منیٰ سے عرفات کو جاتے ہوئے تلبیہ بھی کہا جا سکتا ہے اور اس کی جگہ تکبیر کہنا بھی درست ہے۔

(٣) تلبیہ یا تکبیر کہنے والے آپس میں ایک دوسرے کو کسی قسم کا عیب نہیں لگا سکتے۔ یعنی ایک دوسرے کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ تو نے تلبیہ نہیں کہا یا تو نے تکبیر نہیں کہی وغیرہ۔

(٤) یعنی مذکورہ سفر تکبیر وتہلیل پر مبنی ہوتا ہے۔

(٧٦٦)١٨۔ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِیْهِ [أَنَّهُ] قَالَ: سُئِلَ أُسَامَةُ بْنُ زَیْدٍ [وَأَنَا جَالِسٌ]: کَیْفَ کَانَ یَسِیْرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ [حِیْنَ دَفَعَ] فَقَالَ: ((کَانَ یَسِیْرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ))۔ قَالَ هِشَامٌ: وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ۔

رَوَاهُ مَالِكٌ، وَأَخْرَجَهُ الْبُخَارِیُّ مِنْ حَدِیْثِهٖ۔

وَالْعَنَقُ سَیْرٌ سَهْلٌ فِیْ سُرْعَةٍ لَیْسَ بِالشَّدِیْدِ، وَالنَّصُّ التَّحْرِیْكُ حَتّٰی یُسْتَخْرَجَ مِنَ النَّاقَةِ أَقْصٰی سَیْرِهَا۔

(٧٦٦)١٨۔ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اسامہ بن زید سے پوچھا گیا اور میں وہاں بیٹھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں کیسے چلتے تھے' تو انہوں نے کہا ''آپ قدرے تیز چلتے جب آپ خالی جگہ پاتے! تو اور زیادہ تیز چلنے لگتے۔ ہشام کہتے ہیں۔ نص' عنق سے قدرے زیادہ تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ عنق اس رفتار کو کہتے ہیں جس میں تیزی تو ہو لیکن شدت نہ ہو' اور نص ایسی رفتار کو کہتے ہیں جس میں زیادہ تیزی ہو۔ اس کو مالک نے روایت کیا ہے اور بخاری نے بھی اس کی حدیث سے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ١٦٦٦' ٢٩٩٩' ٢٤١٣' مسلم: ١٢٨٦۔

**فوائد:** (١) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دورانِ حج چلنے کی حالت کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ عوام وہجوم کی صورت میں بقدرے چلنے میں ٹھہراؤ ہو' جب خالی جگہ ملے تو عام حالت سے ہٹ کر تیز بھی چلا جا سکتا ہے۔

(۷٦۷)۱۹۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ (هُوَ) ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا لِمِيْقَاتِهَا (إِلَّا صَلَاتَيْنِ)، صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بِجَمْعٍ، وَالْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۷٦۷)۱۹۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہر نماز اس کے وقت پر پڑھتے دیکھا مگر مزدلفہ میں آپ نے مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھا' اس روز فجر کی اس کے وقت سے قدرے پہلے ادا کی۔ متفق علیہ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱٦۸۲' مسلم: ۱۲۸۹۔

**فوائد:** (۱) نماز کو ہر صورت اس کے وقت پر ادا کرنا چاہیے۔

(۲) بعض اوقات مغرب وعشاء اکٹھی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ مزدلفہ میں ہوگی۔

(۳) مزدلفہ میں صبح کی نماز آپ نے اس کے معتاد وقت سے قبل ادا کی تھی۔

(۷٦۸)۲۰۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَتْ سَوْدَةُ اِمْرَأَةً ضَخْمَةً ثَبِطَةً فَاسْتَأْذَنَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تُفِيْضَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ، فَأَذِنَ لَهَا...... اَلْحَدِيْثَ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۷٦۸)۲۰۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں ''حضرت سودہ بھاری بھرکم جسم والی تھیں' اس نے رسول اللہ ﷺ سے مزدلفہ سے رات کے وقت واپسی کی اجازت طلب کی آپ نے اسے اجازت دے دی۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ٦۱۸۱' مسلم: ۱۲۹۰۔

(۷٦۹)۲۱۔وَعِنْدَهُ، مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الثَّقَلِ، أَوْ قَالَ: فِي الضَّعَفَةِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ))۔

(۷٦۹)۲۱۔بخاری شریف میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے' کہتے ہیں ''مجھے رسول اللہ ﷺ نے ثقل یا کمزوری کی وجہ سے رات کو ہی مزدلفہ سے بھیج دیا تھا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱٦۷۷'۱٦۷۸'۱۸۵٦' مسلم: ۱۲۹۳۔

(۷۷۰)۲۲۔وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ جُرَيْجٍ' أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: ((بَعَثَ بِيْ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ بِسَحَرٍ مِنْ جَمْعٍ [فِيْ ثَقَلِ النَّبِيِّ ﷺ] قُلْتُ: أَبَلَغَكَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: بَعَثَنِيْ بِلَيْلٍ طَوِيْلٍ؟ قَالَ (لَا)، إِلَّا كَذٰلِكَ: بِسَحَرٍ، (قُلْتُ لَهُ: فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ، وَأَيْنَ صَلَّى الْفَجْرَ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا كَذٰلِكَ [بِسَحَرٍ])۔

(۷۷۰)۲۲۔ابن جریج سے مروی ہے' کہتے ہیں کہ عطاء نے مجھے خبر دی کہ عبداللہ بن عباس نے فرمایا: ''مجھے نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ سے رات کے وقت ثقل کی بنا پر بھیج دیا تھا۔'' ابن جریج کہتے ہیں میں نے عطا سے پوچھا کیا تجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ابن عباس نے کہا تھا کہ آپ نے مجھے لمبی رات کو بھیج دیا تھا' تو عطا کہنے لگے میں نے اسے کہا کہ ابن عباس نے فرمایا ''ہم نے فجر سے پہلے ہی رمی جمار کر لی تھی۔'' میں نے پوچھا کہ فجر کی نماز کہاں پڑھی؟

فرمایا ''سحری کے وقت۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۹۴۔

**فوائد:** (۱) مزدلفہ میں رات گزارے بغیر بوجہ ثقالت' منیٰ کی طرف روانگی کی اجازت ہے۔

(۲) کمزور' بچے اور ضعیف حضرات کو اژدھام کے خطرات سے بچنے کی غرض سے منیٰ کی طرف پہلے بھیجا جاسکتا ہے۔ لیکن جو اژدھام میں آگیا وہ ان کے ساتھ ہی رہے گا۔

(۳) جسمانی کمزوری یا ضخیم جسامت کے پیش نظر مزدلفہ میں پوری شب گزاری کے بجائے منیٰ کی طرف جانے کی اجازت ہے۔

(۴) جسم کا بھاری ہونا یعنی بڑھاپا بھی بیماری ہے اور عذر ہے۔

(۵) حج کے کچھ ایسے بھی امور ہیں جن میں بقدرے رخصت بھی پائی جاتی ہے۔

(۷۷۱)۲۳۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: ((أَرْسَلَ النَّبِيُّ بِأُمِّ سَلَمَةَ لَيْلَةَ النَّحْرِ فَرَمَتِ الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ، ثُمَّ مَضَتْ فَأَفَاضَتْ، وَكَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمُ، الْيَوْمُ الَّذِيْ يَكُوْنُ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْنِيْ عِنْدَهَا))۔

أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ: هٰذَا إِسْنَادٌ (صَحِيْحٌ) لَا غُبَارَ عَلَيْهِ۔

(۷۷۱)۲۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو قربانی کی رات بھیج دیا' اس نے فجر سے پہلے رمی جمار کر لی پھر اسی روز طواف افاضہ کیا' یہ وہ دن تھا جس میں رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تھے۔''

اس کو ابوداؤد نے نکالا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہے اس پر کوئی دھبہ نہیں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۱۹۴۲' المعرفة بیهقی: ۲/ ۳۱۷۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں یہ ہے کہ عورتوں کے لیے اور کمزور احباب کے لیے جو ان کے ساتھ جائیں ان کے لیے اجازت ہے کہ وہ فجر کی نماز سے قبل رمی کر لیں۔

(۲) اس میں صرف معذورین کے لیے امر ہے نہ کہ تندرست اور مرد حضرات کے لیے۔

(۳) طواف افاضہ منیٰ سے واپس جا کر طواف کرنے کا نام ہے۔

(۷۷۲)۲۴۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ (أَهْلِهِ) [بِغَلَسٍ] وَيَأْمُرُهُمْ يَعْنِيْ لَا يَرْمُوْنَ يَعْنِي الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

(۷۷۲)۲۴۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کو کمزوری کی وجہ سے اندھیرے میں ہی مزدلفے سے روانہ کر دیتے تھے اور انہیں حکم دیتے کہ وہ طلوع آفتاب سے پہلے رمی جمار نہ کریں۔''

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۱۹۴۱' نسائی: ۵/ ۲۷۲' مسند امام احمد بن حنبل: ۱/ ۳۲۶' ۳۲۷' ترمذی: ۱۹۳۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ حضرات جن کو کسی عذر کے پیش نظر پہلے ہی منیٰ روانہ کر دیا گیا ہو ان کو چاہیے کہ وہ رمی سورج طلوع ہو جانے کے بعد کریں۔

(۲) صحیح بات یہ ہے کہ رمی طلوع آفتاب کے بعد کرنی چاہیے۔

(۳) دیگر احباب رات کو یا صبح کی نماز کے بعد رمی کو جائز قرار دیتے ہیں۔

(۷۷۳)۲۵۔وَرَوَى عَامِرٌ۔ هُوَ الشَّعْبِيُّ۔ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ مُضَرِّسٍ الطَّائِيُّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ بِالْمَوْقِفِ۔ يَعْنِي بِجَمْعٍ قُلْتُ: جِئْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ مِنْ جَبَلَي طَيٍّ أَكْلَلْتُ مَطِيَّتِي، وَأَتْعَبْتُ نَفْسِي، وَاللّٰهِ مَا تَرَكْتُ مِنْ حَبْلٍ إِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ، فَهَلْ لِي مِنْ حَجٍّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَدْرَكَ مَعَنَا هٰذِهِ الصَّلَاةَ، وَأَتٰى عَرَفَاتٍ قَبْلَ۔ يَعْنِي ذٰلِكَ لَيْلًا أَوْنَهَارًا فَقَدْتَمَّ حَجُّهُ، وَقَضٰى تَفَثَهُ))۔

أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ، وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ۔ وَالْحَبْلُ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ(السَّاكِنَةِ) مَا طَالَ/مِنَ الرَّمْلِ وَضَخَمَ، وَيُقَالُ الْحِبَالُ دُونَ الْجِبَالِ۔

(۷۷۳)۲۵۔عامر شعبی کہتے ہیں کہ عروہ بن مضرس طائی نے مجھے بتایا کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مزدلفہ میں حاضر ہوا' میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کہ طیٔ کے ٹیلوں سے گذرتا ہوا آیا ہوں میں نے کہا میں نے اپنی سواری اور اپنی جان کو تھکا دیا بخدا میں نے کوئی ٹیلہ نہیں چھوڑا کہ اس پر وقوف نہ کیا ہو کیا میرا حج ہو گیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہمارے ساتھ یہ نماز پالی اور اس سے پہلے عرفات میں دن یا رات کے وقت آ گیا اس نے اپنا حج پورا کر لیا اور میل کچیل اتار لی۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور اصحاب اربعہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

الحبل خالی حاء اور اکیلی باء ساکن کے ہے جو کہ ریت کے طویل اور ضخیم ڈھیر کو کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ٹیلے پہاڑوں سے چھوٹے ہوتے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۱۵'۲۶۱'۲۶۲' ابو داؤد: ۱۹۵۰' ترمذی: ۸۹۱' نسائی: ۵/ ۲۶۳'۲۶۴' ابن ماجه: ۳۰۱۶' بیهقی: ۵/ ۱۱۶' ابن حبان: ۱۰۱۰' مستدرك حاكم: ۱/ ۴۶۳

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے مراد وقوف عرفہ ہے۔

(۲) **فقد تمّ** سے مراد ہے اس کے حج کا اکثر حصہ ادا ہو گیا۔

(۳) وقوف عرفہ اور مزدلفہ اور منیٰ میں حاضر ہونے سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے۔

(۴) ضروری مقامات پر حاضر ہونے کے لیے ہر طرح کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ دوران حج بعض دفعہ دوڑنا یا سواری پر سوار ہو کر تیز رفتاری سے دوڑانا اس غرض سے کہ کوئی واجب نہ رہ جائے تو ایسا کرنا درست ہے۔

(۵) مزدلفہ کے میدان میں نماز ادا کر لینا یہ علامت ہے کہ اس نے حج کا ایک حصہ پا لیا۔

(۷۷٤)٢٦- وَرَوَى عَمْرُوبْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ: شَهِدْتُ عُمَرَ[بْنَ الْخَطَّابِ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَصَلّٰى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ ثُمَّ(وَقَفَ) فَقَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَيَقُوْلُوْنَ أَشْرِقْ ثَبِيْرُ، وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۷۷۴)۲۶۔عمرو بن میمون سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا آپ نے مزدلفہ میں صبح کی نماز ادا کی پھر قدرے ٹھہرے اور فرمایا: ''مشرکین طلوع آفتاب سے قبل نہیں لوٹتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے ثبیر روشن ہو نبی کریم ﷺ نے ان کی مخالفت کی پھر وہ طلوع آفتاب سے پہلے واپس ہوئے۔'' بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۶۸۴، ۳۸۳۸، مسلم: ۱۲۸۲۔

**فوائد:** (۱) طلوع آفتاب سے پہلے پہلے سبھی حجاج کا مزدلفہ میں موجود ہونا اور وہاں سے واپس منیٰ کو چلنا ضروری ہے۔ یعنی طلوع آفتاب کے بعد واپسی درست نہیں ہے یہ مشرکوں کا طریقہ تھا۔

(۲) ثبیر یہ عظیم پہاڑ ہے جو کہ ہذیل کے مشہور آدمی کے نام پر رکھا گیا۔

(۳) جو سورج کے طلوع ہونے تک وہاں نہ ٹھہرا اس کا وقوف فوت ہو جائے گا۔

(۷۷٥)٢٧-وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّ أُسَامَةَ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى، فَكِلَاهُمَا قَالَ: لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔

أَخْرَجَهُ أُجْمَعُوْنَ۔

(۷۷۵)۲۷۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں ''اسامہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر عرفہ سے مزدلفہ تک بیٹھے اور فضل مزدلفہ سے منی تک بیٹھے دونوں نے یہ بات کہی کہ نبی کریم ﷺ مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے جمرۂ عقبہ پر رمی کی۔'' اس کو بھی روایت کیا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، مسلم: ۱۲۸۲۔

**فوائد:** (۱) جمرہ عقبہ کو رمی کرنے تک تلبیہ کہتے رہنا چاہیے۔

(۲) نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھیوں سے بڑی الفت تھی۔ یہ علامت ہے کہ پہلے اسامہ رضی اللہ عنہ کو پھر فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنی سواری پر سوار کیا۔

(۳) سواری پر بیٹھ کر حج کیا جا سکتا ہے۔ بوقت ضرورت سواری سے اترنا بھی ہوگا۔

(۴) نبی کریم ﷺ جانوروں کا بھی خیال رکھتے تھے۔ اپنی سواری پر اس کی حیثیت کے مطابق بوجھ ڈالتے تھے جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ اسامہ اور فضل رضی اللہ عنہم کو مختلف مواقع پر سوار کیا لیکن تینوں بیک وقت سوار نہ ہوئے۔

(۷۷٦)٢٨-وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ(يَرْمِي) عَلٰى رَاحِلَتِهِ يَوْمَ

(۷۷۶)۲۸۔ابو زبیر سے مروی ہے کہ اس نے حضرت جابر سے سنا وہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو

النَّحْرِ وَيَقُولُ (لَنَا): ((خُذُوْا (عَنِّيْ) مَنَاسِكَكُمْ، فَإِنِّيْ لَا أَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا أَحُجَّ بَعْدَ حَجَّتِيْ هٰذِهِ)). [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ].

قربانی کے دن اپنی سواری پر رمی جمار کرتے دیکھا آپ ہمیں فرماتے "مجھ سے حج کے مسائل سمجھ لو مجھے نہیں معلوم کہ شاید میں اس حج کے بعد حج نہ کرسکوں۔" مسلم اور نسائی نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۲۹۷۔

(۷۷۷)۲۹۔وَعَنْهُ وَقَالَ: ((رَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى، وَأَمَّا بَعْدَ[هُ] فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ)).

(۷۷۷)۲۹۔اسی سے مروی ہے فرماتے ہیں "رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن چاشت کے وقت رمی جمار کیا' اس کے بعد زوال آفتاب کے بعد رمی کی۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۲۹۹۔

**فوائد:** (۱) سواری پر بیٹھ کر رمی کرنا درست ہے۔

(۲) اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کی رحلت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

(۳) ہر امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو مسائل بتائے بھی اور ان کو مسائل دریافت کرنے کی دعوت بھی دے۔

(۴) حج کے طریقے نبی کریم ﷺ سے سیکھے گئے ہیں۔

(۵) قربانی کے دن اشراق کے وقت اور قربانی کے دوسرے دن زوال شمس کے بعد رمی کرنا اس حدیث سے ثابت ہوا ہے۔یعنی پہلے دن زوال سے قبل باقی ایام میں زوال کے بعد۔

(۷۷۸)۳۰۔وَعَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ (حَجَّةَ الْوَدَاعِ) فَرَأَيْتُ أُسَامَةَ وَبِلَالًا وَأَحَدُهُمَا آخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ يَسْتُرُهُ مِنَ الْحَرِّ، حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ)). أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ.

(۷۷۸)۳۰۔ام الحصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع کیا میں نے اسامہ اور بلال کو دیکھا ان میں سے ایک نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے نے کپڑا بلند کیا ہوا تھا تا کہ وہ آپ کو دھوپ سے بچائے یہاں تک کہ آپ نے جمرہ عقبہ پر رمی کی۔" ان دونوں کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۹۸۔

**فوائد:** (۱) اپنے امیر کی سواری پکڑنا یا امیر کے لیے سائبان کا بندوبست کرنا درست ہے۔

(۲) سواری سے اتر کر بھی رمی کی جاسکتی ہے۔

(۷۷۹)۳۱۔وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّهُ حَجَّ

(۷۷۹)۳۱۔عبدالرحمٰن بن یزید سے مروی ہے اس نے

مَعَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: فَرَمَى الْجَمْرَةَ[الدُّنْيَا] بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، وَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ، وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ، وَقَالَ: هٰذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

عبداللہ بن عمر کے ساتھ حج کیا آپ جمرۃ اولی پر سات کنکریاں ماریں بیت اللہ آپ کے بائیں جانب تھا اور منی دائیں جانب اور فرمایا ''یہ وہ مقام ہے جہاں سورہ البقرہ نازل کی گئی۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۴۷، ۱۷۵۰، مسلم: ۱۲۹۶۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں رمی کا صحیح طریقہ بتایا گیا ہے وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ جمرہ اولی کو جب رمی کرتے تو بیت اللہ بائیں جانب اور منیٰ کو دائیں جانب کر لیتے تھے۔

(۲) سورۃ البقرہ کا نزول بھی یہاں ہوا۔ یہ تمام احکامِ حج توقیفی ہیں ان میں کسی قسم کے تغیر کی مجال نہیں ہے۔

(۳) کنکریاں سات ہی مارنی ہوں گی۔

(۷۸۰)۳۲۔وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ[بْنِ عُمَرَ] أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ: كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عَلٰى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ، وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيْلًا فَيَدْعُوْ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، (ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطٰى كَذٰلِكَ، فَيَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَيُسْهِلُ وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيْلًا، فَيَدْعُوْ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ) ثُمَّ الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ۔ (مِنْ بَطْنِ الْوَادِي) وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، وَيَقُوْلُ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ۔ [أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ]۔

(۷۸۰)۳۲۔سالم بن عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر جمرہ اولی پر سات کنکریاں مارتے ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے پھر قدرے آگے بڑھتے پھر قبلہ رخ کھڑے ہوتے اور لمبا قیام کرتے، ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے پھر جمرہ وسطیٰ پر رمی کرتے اور بائیں طرف ہو لیتے اور قبلہ رخ ہو کر طویل قیام کرتے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے، پھر جمرہ عقبہ پر کنکر مارتے اور اس کے پاس نہ ٹھہرتے اور فرماتے: ''میں نے اس طرح رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔'' اس کو بخاری نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں تینوں جمروں کو کنکریاں مارنے کا ذکر ہے۔

(۲) جس جمرہ کو رمی کر لی ہو اس کے پاس کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ کھلے میدان میں آ کر قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر حسبِ استطاعت دعا مانگنی چاہیے۔

(۳) جمروں کے قریب بھی کھڑا ہوا جا سکتا ہے۔ لیکن عوام کی سہولت اور اژدھام سے خود کو بچانے کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ کھلے میدان میں آ جائے۔

(۴) طریقہ وہ قبول کیا جائے گا جو سنت کے مطابق ہوگا۔

(٧٨١)٣٣۔وَعَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنُ عُمَرَ أَتٰى عَلٰى رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بَدَنَتَهُ فَقَالَ: إِبْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً، سُنَّةُ مُحَمَّدٍ ﷺ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۷۸۱)۳۳۔زیاد بن جبیر کہتے ہیں' میں نے دیکھا ابن عمر کو وہ ایک بندہ کے پاس آئے اور وہ اپنی اونٹنی بٹھا رہا تھا ابن عمر نے اس کو کہا اس کو مقید کر کے کھڑا ہی رہنے دو یہ ہی سنت محمدی ہے۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۱۳' مسلم: ۱۳۲۰۔

**فوائد:** (۱) قربانی کے جانوروں کو ایک مقرر جگہ پر باندھنا چاہیے تا کہ کسی کے لیے مسئلہ نہ بنیں۔

(۲) جانوروں کو مقید کر کے چھوڑ دیا جائے۔

(٧٨٢)٣٤۔وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ [بْنَ عُمَرَ] قَالَ: ((حَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَلَّقَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ، قَالَ عَبْدُاللّٰهِ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ' مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ)) ثُمَّ قَالَ: وَالْمُقَصِّرِيْنَ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ]

(۷۸۲)۳۴۔نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سر منڈایا' آپ کے صحابہ میں سے ایک گروہ نے سر منڈایا اور ان میں سے بعض نے بال کٹوائے عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دعا کی ''اللہ سر منڈانے والوں پر رحم کرے یہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کہا' پھر فرمایا: ''بال کٹوانے والوں پر بھی رحم فرمائے۔'' یہ متفق علیہ ہے اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۱۳' مسلم: ۱۳۲۰۔

**فوائد:** (۱) حج کے موقعہ پر سر کے بال کٹوانے کی بجائے سر کے بال مونڈوانا زیادہ افضل ہے۔ اگر کوئی سر کے بال کٹوالے تو حسب درجہ نبی کریم ﷺ کی دعا کا مستحق ہوگا۔

(٧٨٣)٣٥۔وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى رَاحِلَتِهِ، فَطَفِقَ نَاسٌ يَسْأَلُوْنَهُ، فَيَقُوْلُ الْقَائِلُ (مِنْهُمْ): يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنِّيْ لَمْ أَكُنْ أَشْعُرُ أَنَّ الرَّمْيَ قَبْلَ النَّحْرِ، فَنَحَرْتُ قَبْلَ الرَّمْيِ فَقَالَ [لَهُ] رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : فَارْمِ وَلَا حَرَجَ۔ قَالَ: وَطَفِقَ آخَرُ يَقُوْلُ: [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ] إِنِّيْ لَمْ أَشْعُرْ أَنَّ النَّحْرَ قَبْلَ الْحَلْقِ، فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ؟ فَيَقُوْلُ: انْحَرْ وَلَا حَرَجَ۔ قَالَ: فَمَا سَمِعْتُهُ يَوْمَئِذٍ

(۷۸۳)۳۵۔عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز اپنی اونٹنی پر سوار ٹھہرے ہوتے تھے لوگوں نے آپ سے سوالات کرنا شروع کر دیئے' ان میں سے ایک نے دریافت کیا یارسول اللہ مجھے معلوم نہ تھا کہ رمی قربانی سے پہلے کی جاتی ہے' میں نے رمی سے پہلے قربانی کر دی رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ''اب رمی کر لو کوئی حرج نہیں'' ایک دوسرا شخص کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مجھے معلوم نہ تھا کہ قربانی سر منڈانے سے پہلے ہوتی ہے۔ میں نے قربانی کرنے سے پہلے

يُسْئَلُ عَنْ أَمْرٍ مِمَّا يَنْسَى الْمَرْءُ أَوْ يَجْهَلُ مِنْ تَقْدِيمِ بَعْضِ الْأُمُورِ قَبْلَ بَعْضٍ وَأَشْبَاهِهَا إِلَّا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((افْعَلُوا ذٰلِكَ وَلَا حَرَجَ)). لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

سر منڈا لیا۔ آپ نے فرمایا: ''قربانی کرلو کوئی حرج نہیں'' راوی کہتا ہے کہ میں نے اس دن سنا کہ کسی بھی بھولے ہوئے معاملے میں تقدیم و تاخیر کے حوالے سے کوئی سوال کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا: ''اب یہ کام کرلو کوئی حرج نہیں۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۳۶، ۱۷۳۸، مسلم: ۱۳۰۶۔

(۷۸٤)۳٦۔وَعِنْدَهُ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ بِسَنَدِهِ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((وَأَتَاهُ رَجُلٌ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ وَاقِفٌ عِنْدَ الْجَمْرَةِ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ: ((ارْمِ وَلَا حَرَجَ)).

(۷۸۴)۳٦۔محمد بن ابی حفصہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے ہیں قربانی کے دن ایک شخص آپ کے پاس آیا اور آپ ﷺ جمرے کے پاس کھڑے تھے اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے رمی سے پہلے سر منڈا لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۳۰٦۔

(۷۸٥)۳۷۔وَفِيهِ: وَأَتَى آخَرُ فَقَالَ: إِنِّي أَفَضْتُ إِلَى الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ؟ فَقَالَ: ((ارْمِ وَلَا حَرَجَ)).

(۷۸۵)۳۷۔ایک دوسرا شخص آیا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے بیت اللہ کا طواف افاضہ کر لیا ہے پہلے اس سے کہ میں رمی کرتا آپ نے فرمایا: ''اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۳۰٦۔

(۷۸٦)۳۸۔وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ؟ قَالَ: ((لَا حَرَجَ)).

(۷۸٦)۳۸۔بخاری شریف میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی حدیث ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا میں نے شام کے بعد رمی کر لی ہے آپ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۳۴۔

**فوائد:** (۱) یوم نحر کو تین چار امور کو سر انجام دینا ہوتا ہے۔ (۱) قربانی کرنا (۲) سر موںڈوانا یا بال ترشوانا (۳) طواف افاضہ کرنا (۴) جمرہ عقبہ کو رمی کرنا۔

(۲) اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ترتیب شرط نہیں ہے۔ جو حاجی پہلے کام کر لے جائز ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ترتیب

آگے، پیچھے ہو جائے تو دم لازم نہ آئے گا۔

(۳) پہلے طواف پھر کنکریاں مارنا پھر قربانی کرنا اور پھر سر مونڈوانا اس ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے تو پھر بھی درست ہے۔

(۴) مذکورہ امور قربانی کے دوسرے دن طلوع ہونے سے قبل سرانجام دینے ہوں گے۔

(۵) سر مونڈوا لینے اور دیگر امور سرانجام دینے کے بعد حاجی پر ہر چیز جو احرام کی وجہ سے حرام تھی وہ حلال ہو جائے گی۔

(۷۸۷) ۳۹۔وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اِسْتَأْذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ لَهُ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۷۸۷) ۳۹۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ منیٰ کی راتیں حاجیوں کو پانی پلانے کی وجہ سے مکہ میں رہے۔ "آپ نے اسے اجازت دے دی۔" مسلم کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۴۵، مسلم: ۱۳۱۵۔

**فوائد:** (۱) ۱۱، ۱۲، ۱۳ یہ راتیں منیٰ میں ہی گزارنا ہوں گی۔

(۲) کسی شرعی عذر کی بنا پر منیٰ میں نہ رہنے سے حاجی گناہ گار نہ ہوگا۔

(۳) صحیح وتندرست لوگوں پر یہ مذکورہ راتیں منیٰ میں گزارنا واجب ہیں۔

(۴) جو شخص دو دن رہا پھر چلا گیا تو وہ بھی گناہ گار نہیں ہے۔

(۵) خدمت حجاج کی غرض سے منیٰ میں رات نہ گزارنا اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جب کہ اس حدیث میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی۔ لیکن رہنا پھر بھی حرم میں ہے۔

(۷۸۸) ۴۰۔وَرَوَى (مَالِكٌ) مِنْ حَدِيْثِ أَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَاصِمِ ابْنِ عَدِيٍّ عَنْ أَبِيْهِ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَرْخَصَ لِرُعَاءِ الْإِبِلِ فِي الْبَيْتُوْتَةِ عَنْ مِنًى، يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ يَرْمُوْنَ [مِنَ] الْغَدِ، أَوْ مِنْ بَعْدِ الْغَدِ بِيَوْمَيْنِ، ثُمَّ يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّفْرِ))۔ (اَلْحَدِيْثَ) أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ مِنْ حَدِيْثِ مَالِكٍ، وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(۷۸۸) ۴۰۔امام مالک نے ابوالبداح بن عاصم بن عدی اس نے اپنے باپ کے حوالے سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو اجازت دی منیٰ کے علاوہ رات گزارنے کی، قربانی کے دن رمی کر لیں پھر کل یا پرسوں دو دن رمی کریں پھر وہ روانگی کے دن رمی کریں۔ اس کو اصحاب اربعہ نے مالک کی حدیث سے نکالا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند الامام احمد بن حنبل: ۵/ ۴۵۰، ابوداؤد: ۱۹۷۵، نسائی: ۵/ ۲۷۳، ابن ماجہ: ۳۰۳۷، مستدرك حاکم: ۱/ ۴۷۸، بیهقی: ۵/ ۱۵۰۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں اونٹوں کے چرواہوں کو منیٰ میں رات نہ گزارنے کی رخصت ثابت ہے۔

(۲) عام حجاج کے لیے منیٰ کی راتیں واجب ہیں۔

(۳) ایسے لوگ دو دن کی رمی کو جمع کر لیتے تھے اور پھر تیرہویں کو کنکریاں مار لیتے تھے۔

(۷۸۹)٤١۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ يَوْمَ النَّحْرِ...... اَلْحَدِيْثُ)) أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۷۸۹)۴۱۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ''نبی کریم ﷺ نے قربانی کے دن خطبہ دیا۔'' بخاری نے اسے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۳۹، ۱۷۴۱۔

(۷۹۰)٤٢۔وَعَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ رَجُلَيْنِ مِنْ بَنِيْ بَكْرٍ، قَالَا: رَأَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ بَيْنَ أَوْسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، وَنَحْنُ عِنْدَ رَاحِلَتِهِ))۔ وَهِيَ خُطْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِيْ خَطَبَ بِمِنًى))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

(۷۹۰)۴۲۔ابن ابی نجیح اپنے باپ سے اور وہ بنو بکر کے دو آدمیوں سے روایت کرتے ہیں دونوں کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ایام تشریق کے وسط میں خطاب فرما رہے ہیں، ہم آپ کی سواری کے پاس تھے یہ وہ خطبہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے منی میں ارشاد فرمایا۔ابوداؤد نے اسے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ابو داؤد: ۱۹۵۲، بیهقی: ۵/ ۱۵۱۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم ﷺ سے دورانِ حج چار خطبے ثابت ہوتے ہیں جو کہ مسنون تھے۔

(۲) بوقت ضرورت عوام سے خطاب کیا جا سکتا ہے۔

(۳) دروس کا اہتمام بھی کیا جا سکتا ہے۔

(۷۹۱)٤٣۔وَرَوَى الْحَاكِمُ مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدٍ أَوِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَرْمُلْ فِي السَّبْعِ الَّذِيْ أَفَاضَ فِيْهِ))۔ وَقَالَ عَطَاءٌ: لَا رَمَلَ فِيْهِ: [وَ] قَالَ: صَحِيْحُ [الْإِسْنَادِ] عَلَى شَرْطِهِمَا، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

(۷۹۱)۴۳۔امام حاکم نے سعید یا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف افاضہ میں ساتوں چکر میں رمل نہیں کیا۔ عطاء کہتے ہیں طواف افاضہ میں رمل نہیں ہوتا۔'' اور کہا ہے کہ یہ بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح الاسناد ہے اگر اس کو ان دونوں نے نکالا نہیں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۲۰۰۱، ابن ماجه: ۳۰۶۰، مستدرك حاكم: ۱/ ۴۷۵، التلخيص: ۲/ ۲۵۰۔

**فوائد:** (۱) طواف افاضہ میں رمل نہیں ہے۔

(۲) رمل صرف طواف قدوم میں ہے اور وہ بھی مردوں کے لیے۔ ایسے ہی آخری وداعی طواف میں نہیں ہے۔

(۳) رمل رہ جانے کی صورت میں طواف اضافہ میں رمل کیا جا سکتا ہے۔

(۷۹۲)۴۴۔وَعَنْ أَنَسٍ (بْنِ مَالِكٍ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ))۔
أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ۔

(۷۹۲)۴۴۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''رسول اللہ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اور وادی محصب میں تھوڑی دیر آرام کیا پھر سوار ہوئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔'' اس کو بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۵۶، ۱۷۶۴۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے آخر دن کا حال واضح ہو رہا ہے۔
(۲) محصب وادی پر آپ نے آرام کرنے سے قبل ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں پھر سوار ہو کر بیت اللہ کی جانب روانہ ہوئے۔
(۳) مکہ میں آ کر آخری طواف کرنا ہوگا جسکو طواف وداع بھی کہتے ہیں۔ اس طواف کے ادا کر لینے سے حج کے مکمل عوامل ادا ہو جاتے ہیں۔ یعنی یہ حج کا آخری عمل ہوتا ہے۔

(۷۹۳)۴۵۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَيْسَ التَّحْصِيْبُ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَ بِهِ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ۔

(۷۹۳)۴۵۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں محصب میں ٹھہرنا ضروری نہیں وہ تو ایک منزل تھی جہاں رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ کیا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۶۶۔

(۷۹۴)۴۶۔وَعَنْهُ، قَالَ: أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ، إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ [الْمَرْأَةِ] الْحَائِضِ۔
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۷۹۴)۴۶۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کو حکم دیا ''آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے لیکن حائضہ عورت سے تخفیف برتی گئی ہے۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۵۵، مسلم: ۱۳۲۸۔

**فوائد:** (۱) محصب وادی پر ٹھہرنا کوئی واجب امر نہیں ہے صرف سنت ہے۔
(۲) طواف وداع صحیح بات یہ ہے کہ واجب ہے۔ اس کے رہ جانے پر قربانی لازم آتی ہے۔
(۳) وہ عورتیں جو ایام حیض میں مبتلا ہوں ان کے لیے طواف وداع نہیں ہے بلکہ ان کو معاف ہے۔

(۷۹۵)۴۷۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّهَا كَانَتْ تَحْمِلُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ، وَتُخْبِرُ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَحْمِلُهُ))

(۷۹۵)۴۷۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ''وہ آب زمزم اپنے ساتھ اٹھا لیتی تھیں اور بتاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی آب زمزم اپنے ساتھ اٹھا لیا کرتے تھے۔''

أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ، وَقَالَ فِيهِ: حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَالْحَاكِمُ صَحَّحَهُ۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کے بارے کہا ہے کہ یہ حسن غریب ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** یہ حدیث حسن ہے۔ ترمذی: ۹۶۳، مستدرك حاكم: ۱/ ۴۸۵۔

**فوائد:** (۱) آب زمزم واپس جاتے ہوئے ساتھ لے جانا سنت ہے۔ حجاج کرام اس مقدس پانی کو اپنے ہمراہ لے جاسکتے ہیں۔

(۲) آب زمزم ایک مقدس پانی ہے جو کہ ہر طرح کے فضائل واوصاف کا حامل ہے۔

(۷۹۶)۴۸۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ فِيْمَا[فِيْ] سِوَاهُ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۷۹۶)۴۸۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اس مسجد میں نماز ہزار نمازوں سے بھی افضل ہے مگر مسجد حرام'' (یعنی اس میں ادا کی گئی نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۳۹۵۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

(۲) مسجد نبوی وہ مسجد ہے جس میں کعبۃ اللہ کے بعد ایک نماز پڑھنے کا ثواب دیگر مساجد میں ایک نماز پڑھنے کے ثواب سے بہت زیادہ ہے اور وہ ہے ایک ہزار نماز کا ثواب۔

(۳) مکہ کی مسجد حرام جو خلیل اللہ نے تعمیر کی تھی اس کا ثواب ایک نماز کا ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ وہ مسجد جو مدینہ میں حبیب اللہ نے بنائی اس کا رتبہ مسجد حرام کے بعد ہے۔ دیگر دنیا کی مساجد اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں خواہ وہ قبلہ اول ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) **"مسجدی هذا"** سے مراد پرانی وجدید بنیادوں پر استوار مسجد نبوی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا مقصد صرف اپنی مسجد کی طرف اشارہ کرنا تھا۔ اور اس حکم کا اطلاق مسجد نبوی کی چار دیواری کے اندر اندر والی جگہ پر ہوتا ہے۔ اس کی حد سے باہر پڑھی جانے والی نماز کا شمار مسجد نبوی میں پڑھی جانے والی نماز کا نہ ہوگا۔

## بَابُ الْهَدْيِ

## قربانی کا بیان

(۷۹۷)۱۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلَى، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ أَخْبَرَهُ: ((أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَقُوْمَ عَلَى بُدْنِهِ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَقْسِمَ (بُدْنَهُ كُلَّهَا) لُحُوْمَهَا وَجُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا فِي الْمَسَاكِيْنِ، وَلَا يُعْطِي فِيْ جِزَارَتِهَا مِنْهَا شَيْئًا))۔

(۷۹۷)۱۔ عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے اسے (یعنی حضرت علی) کو حکم دیا: وہ قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کرے اور اسے یہ بھی حکم دیا کہ وہ قربانی کے تمام اونٹ ان کا گوشت، چمڑا اور ہڈیاں وغیرہ مسکینوں

میں تقسیم کر دے اور قصاب کو ان میں سے بطور اجرت کچھ نہ دے۔"

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۷۱۶، مسلم: ۱۳۱۷، مسلم: "فی باب فی الصدقة بلحوم الهدی و جلودها۔" ۴/ ۸۷

(۷۹۸)۲۔ وَفِي حَدِيثٍ [آخَرَ]: ((وَأَنْ لَا أُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا [شَيْئًا] وَقَالَ: نَحْنُ نُعْطِيهِ مِنْ عِنْدِنَا))۔

(۷۹۸)۲۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ قصاب کو اس میں سے کچھ نہ دیا جائے اور فرمایا ہم اسے (یعنی قصاب کو) اجرت اپنے پاس سے دیتے تھے۔

**تحقیق وتخریج** مسلم: ۱۳۱۷، مسلم: "فی باب فی الصدقه بلحوم الهدی وجلودها۔" ۴/ ۸۷۔

**فوائد:** (۱) قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے کرنا چاہیے۔

(۲) قربانی کا گوشت حاجت بندوں کے مابین تقسیم بھی کرنا چاہیے۔

(۳) قربانی کی کھال یا مکمل قربانی کرتے وقت قصاب سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

(۴) قربانی اجرت پر بھی کروائی جاسکتی ہے ایسے ہی قصاب اجرت پر قربانیاں کر سکتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے۔ قصاب کو اجرت الگ دینی چاہیے گوشت یا کھال کی صورت میں اجرت دینا منع ہے۔

(۵) ہمارے مالوں اور گوشتوں میں غرباء و مساکین کا بھی حق ہے۔ ان کو قربانی کے گوشت میں شریک کرنا چاہیے۔ چمڑا بھی مسکینوں اور غریبوں کا حق ہے۔ کسی خوشحال فرد کو قربانی کی کھال نہیں لگتی۔ یعنی زکوٰۃ و صدقات کے مصارف قریباً ملتے جلتے ہیں۔

(۷۹۹)۳۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ دَعَا بِبُدْنَتِهِ فَأَشْعَرَهَا فِيْ صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْأَيْمَنِ، ثُمَّ سَلَتَ الدَّمَ (عَنْهَا) وَقَلَّدَهَا بِنَعْلَيْنِ، [ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ، فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ]))۔

(۷۹۹)۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے "رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی پھر اپنے قربانی کے اونٹ کو منگوایا اور اس کی کوہان کی دائیں جانب نشان لگایا' اور اس سے خون مل دیا اور آپ نے دو جوتوں کا قلادہ' اس کے گلے میں لٹکایا پھر آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے' جب آپ بیداء مقام پر پہنچے تو آپ نے حج کا احرام باندھا۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۲۴۳، مسلم: "باب تقلید الهدی واسقابه عنه الاحرام" ۴/ ۵۷۔

**فوائد:** (۱) قربانی کے جانور کو شعار کرنا جائز ہے۔

(۲) قربانی کے جانور مثلاً اونٹ کی کوہان کی دائیں طرف سے تھوڑا سا خون نکال کر اس کو مل دیا جائے اور دو جوتوں کا ہار بنا کر ڈال دیا جائے۔ یہ شعار ہے۔



(۳) شعار یہ علامت ہوتی ہے کہ یہ جانور قربانی کا ہے۔ اور بیت اللہ کی طرف روانہ ہے۔

(۴) قربانی کے جانور کو شعار کر لیا جائے بعد میں میقات سے احرام باندھا جائے۔

(۸۰۰)٤۔ وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ [بْنَ عَبْدِاللّٰهِ] عَنْ رُكُوبِ الْهَدْيِ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ إِذَا أُلْجِئْتَ إِلَيْهَا حَتّٰى تَجِدَ ظَهْرًا))۔

(۸۰۰)۴۔ ابوالزبیر سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''جب ضرورت پیش آئے تو اس پر معروف طریقے سے سواری کیجیے یہاں تک کہ تجھے متبادل سواری میسر آ جائے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۳۲۴، مسلم اخرجه فی "باب جواز رکوب البد المهداة" ۴/ ۹۲۔

(۸۰۱)٥۔ وَعَنْهُ، قَالَ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا (رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ) أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ: كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ))۔ أَخْرَجَهُ[مَا] مُسْلِمٌ۔

(۸۰۱)۵۔ اسی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کا احرام باندھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں حصہ ڈالیں۔ اس طرح کہ ہم میں سے سات افراد قربانی کے ایک جانور میں حصہ دار ہوں گے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۳۱۸، مسلم: "باب الاشتراك فی الهدی" ۴/ ۸۹۔

**فوائد:** (۱) قربانی کے جانور پر سواری سے گریز کرنا چاہیے۔ مجبوری ہو تو سواری کی جا سکتی ہے۔ لیکن شائستہ طریقے سے سواری کی جائے۔ دیگر سواری کے لیے جانور ہوں تو پھر قربانی والے جانور پر نہیں بیٹھنا چاہیے۔

(۲) چھوٹے جانور میں شرکت جائز نہیں ہے جبکہ اونٹ یا گائے وغیرہ میں سات حصص ہوتے ہیں ان میں شرکت جائز ہے۔

(۳) قربانی کے جانور میں شرکت انصاف کے ساتھ ہونی چاہیے تا کہ کسی فریق پر ظلم نہ ہو۔

(۸۰۲)٦۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ((فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا وَأَشْعَرَهَا، (وَأَهْدَاهَا) [ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ، فَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ] فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أُحِلَّ لَهُ))۔

(۸۰۲)۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ''میں نے رسول اللہ ﷺ کی قربانی کے جانوروں کے لیے قلادے اپنے ہاتھ سے بٹے پھر انہیں قلادے پہنائے، انہیں نشان لگایا پھر انہیں بیت اللہ کی طرف روانہ کر دیا، آپ مدنیہ منورہ میں ہی تشریف فرما رہے، اس طرح آپ پر کوئی ایسی چیز حرام نہ ہوئی، جو آپ کے لیے حلال تھی۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۶۹۶، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۲۳۱۷، ۵۵۶۶۔ مسلم: ۱۳۲۱، مسلم: "باب استحباب بعث الهدی الی الحرم" ۴/ ۸۹۔

(٨٠٣)٧۔ وَعَنْهَا، قَالَتْ: ((أَهْدَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَرَّةً إِلَى الْبَيْتِ غَنَمًا فَقَلَّدَهَا))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ فِيهِمَا (جَمِيعًا)۔

(۸۰۳)۷۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ’’رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ بیت اللہ کی طرف قربانی کی بکری روانہ کی تو اسے قلادہ پہنایا۔‘‘

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۰۱' مسلم: ۱۳۲۱' مسلم: "باب استحباب بعث الهدی الی الحرم" ۴/ ۹۰۔

**فوائد:** (۱) قربانی کے جانور کے قلادے خود اپنے ہاتھ سے بٹنا یا بٹے بٹائے لے کر ڈالنا درست ہے۔

(۲) قربانی کے جانور حاجی کے پیچھے بھی بھیجے جاسکتے ہیں۔

(۳) ہر وہ جانور جو قربانی کی اہلیت رکھتا ہوں وہ کرنا جائز ہے خواہ وہ نر ہو یا مادہ اگر مادہ جانور ہو تو دودھ والے اور بچے والے یعنی حاملہ سے اجتناب کیا جائے۔

(۴) بھیڑ بکری کو بھی قلادہ ڈالنا جائز ہے۔

(٨٠٤)٨۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ ذُؤَيْبًا أَبَا قَبِيصَةَ حَدَّثَهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَبْعَثُ مَعَهُ بِالْبُدْنِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: إِنْ عَطِبَ مِنْهَا شَيْءٌ فَخَشِيتَ عَلَيْهِ [مَوْتًا] فَانْحَرْهَا، ثُمَّ اغْمِسْ نَعْلَهَا فِي دَمِهَا ثُمَّ اضْرِبْ (بِهِ) صَفْحَتَهَا وَلَا تَطْعَمْهَا أَنْتَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ (أَهْلِ) رُفْقَتِكَ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ، (وَابْنُ مَاجَهْ)۔

(۸۰۴)۸۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ذؤیب ابو قبیصہ نے اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ قربانی کے لیے اونٹ روانہ کیا کرتے تھے آپ روانگی کے وقت یہ ارشاد فرماتے: ’’اگر کوئی عارضہ پیش آ جائے اور تمہیں یہ اندیشہ لاحق ہو جائے کہ یہ مر جائیں گے تو انہیں ذبح کر دینا پھر ان کا نعل ان کے خون میں ڈبونا' پھر اس کے پہلو پر مارنا نہ خود اس کا گوشت کھانا اور نہ وہ رفقا کو کھلانا۔‘‘ مسلم' ابن ماجہ نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۳۲۶' مسلم: "باب مایفعل بالهدی اذا عطب فی الطریق" ۴/ ۹۳۔

**فوائد:** (۱) اپنے قربانی کے جانور کسی کے ہاتھ دے کر حرم کی طرف بھیجنا اور خود پہلے یا بعد میں بیت اللہ کی طرف چلے جانا درست ہے۔

(۲) جانور اپنے پاس ہوں تو ان میں سے کوئی مرنے لگے تو اس کو ذبح کر دینا چاہیے۔ ایسے ہی کسی کو جانور دیے ہیں تو اس کو اس بات کی تلقین کرنی چاہیے کہ جہاں کوئی عارضہ لاحق ہو جائے وہاں جانور کو ذبح کر دینا اور یہ بھی بات بتانی چاہیے کہ ان کا گوشت نہ تم نے اور نہ تمہارے ساتھیوں نے کھانا ہے۔

(۳) قربانی سے قبل عارضہ کی وجہ سے جانور کو موت آ گئی تو اس کی جگہ ایک اور جانور کرنا ہوگا۔ اگر جانور ایک سے زائد ہوں تو پھر مزید لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) عارضہ لاحق ہونے کی صورت میں جانور کو ذبح کر کے وہاں کے رہائشی یا دیگر احباب میں تقسیم کر دیا جائے۔

## بَابُ الْفَوَاتِ وَالْإِحْصَارِ

## حج کے فوت ہونے اور رکاوٹ کا بیان

(٨٠٥) ١ـ عَنْ سَالِمٍ، قَالَ، كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ: أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ؟ ((إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِيَ، أَوْ يَصُوْمَ إِنْ لَمْ يَجِدْهَدْيًا))۔

(٨٠٥) ١ـ حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "کیا تمہارے لیے تمہارے نبی کی سنت کافی نہیں؟ اگر تم میں سے کوئی حج سے روک دیا گیا اس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کی سعی کی پھر اس نے احرام کھول دیا یہاں تک کہ وہ آئندہ سال حج کرے اور قربانی دے اگر قربانی میسر نہ ہو تو روزے رکھے۔"

**تحقيق وتخريج:** بخاری: ١٨١٠، مسلم: "باب استحباب بعث الهدى الى الحرم" ٤/ ٩٠، مسلم: "باب ما يفعل بالهدى اذا عطب فى الطريق" ٤/ ٩٣۔ بخاری: "باب الاحصار فى الحج" ١/ ٢٠٤۔

**فوائد:** (۱) کسی عذر کی بنا پر آدمی حج سے روک دیا جائے تو اس کو آئندہ سال دوبارہ حج کرنا ہوگا۔ یعنی اس پر فریضہ باقی رہتا ہے اور قربانی ہی آئندہ دوبارہ کرنی ہوگی۔

(۲) قربانی نہ ہونے کی صورت میں روزے رکھنے ہوں گے۔

(٨٠٦) ٢ـ وَعَنِ الْمِسْوَرِبْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَحَرَقَبْلَ أَنْ يُحَلِّقَ، وَأَمَرَأَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ))۔ أَخْرَجَهُمَا الْبُخَارِيُّ۔

(٨٠٦) ٢ـ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "رسول اللہ ﷺ نے سر مونڈانے سے پہلے قربانی کی، اور اپنے صحابہ کو اسی طرح کرنے کا حکم دیا۔"

**تحقيق و تخريج:** بخاری: ١٨١١، بخاری: "باب النهى قبل الحلق" ٤/ ٢٠٤۔

(٨٠٧) ٣ـ وَعَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ [بْنِ عُمَرَ] وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ [بْنِ عُمَرَ] أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا كَانَا (عِنْدَ) عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ لَيَالِيَ نَزَلَ الْجَيْشُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقَالَا: لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَحُجَّ الْعَامَ، فَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يُحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَقَالَ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَدْيَهُ، وَحَلَّقَ رَأْسَهُ))۔ وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً إِنْ

(٨٠٧) ٣ـ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عبداللہ بن عمر اور سالم بن عبداللہ بن عمر دونوں نے اسے بتایا کہ وہ دونوں عبداللہ بن عمر کے پاس ان راتوں میں تھے جب لشکر نے عبداللہ بن زبیر پر چڑھائی کی تھی، دونوں نے کہا کہ اگر آپ اس سال حج نہ کریں تو آپ کو کوئی نقصان نہ ہوگا ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی تو اس نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے قریش کافر بیت اللہ کے راستے

شَاءَ اللّٰهُ، أَنْطَلِقُ فَإِنْ خُلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ، وَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ، فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: مَا شَأْنُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي (قَدْ) أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي۔ فَلَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتَّى حَلَّ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَهْدٰى، وَكَانَ يَقُوْلُ: لَا يَحِلُّ حَتَّى يَطُوْفَ طَوَافًا وَاحِدًا حِيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ۔ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

میں حائل ہو گئے نبی کریم ﷺ نے قربانی کا جانور ذبح کر دیا اور اپنا سر مونڈا لیا۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کر لیا ان شاء اللہ' میں چلتا ہوں اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان راستہ صاف ہوا تو میں طواف کرلوں گا اور اگر میرے اور اس کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی گئی' تو میں اسی طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا میں آپ کے ساتھ تھا' آپ نے ذوالحلیفہ سے عمرے کا احرام باندھا پھر آپ کچھ دیر چلے پھر فرمایا حج اور عمرہ دونوں یکساں ہیں میں نے عمرے کے ساتھ حج کو بھی اپنے اوپر واجب کر لیا ہے پھر ان کا احرام دسویں تاریخ کو ہی کھلا وہ قربانی لے گئے تھے وہ فرماتے تھے کہ پورا احرام اس وقت کھلتا ہے جب مکے میں جا کر ایک طواف کرے۔ بخاری کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۶۹۲' بخاری: "باب اذا احصر المعتمر۔" ۱/ ۲۰۴۔

**فوائد:** (۱) ان احادیث میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حدیبیہ پر روک دیے جانے کا واقعہ ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ عمرہ کی نیت سے مدینہ سے چلے تھے تو کفار نے حدیبیہ کے مقام پر روک لیا آئندہ سال عمرہ کرنے کا معاہدہ طے پایا چنانچہ آپ نے وہاں احرام کھولا اور قربانی کی اور سر منڈایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ایسے ہی کیا۔

(۳) ''احصار'' سے مراد راجح بات یہ ہے کہ کوئی بھی مانع جو حج اور عمرہ سے روک دے۔

(۴) جس جگہ کسی کو روک دیا گیا ہو یوہ خواہ حرم ہو یا حل وہاں احرام کھول دیا جائے گا اور وہی قربانی کی جائے گی یہ بات زیادہ صحیح ہے۔

(۵) جس کو روک دیا گیا ہو اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ جب نبی کریم ﷺ کو روک دیا گیا تو ان میں سے بعض نے قربانی کی بعض کے پاس موجود نہ تھی یہ اس کی دلیل ہے کہ محصور پر قربانی واجب نہیں ہے۔

(۶) اگر کسی رکاوٹ کا خدشہ ہو تو احرام باندھتے ہوئے عمرہ کی نیت کی جائے اور بعد میں خیر و عافیت سے میقات پر پہنچ جانے کے بعد حج کو عمرہ کے ساتھ ملا لیا جائے۔

(۸۰۸)۳۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ:

(۸۰۸)۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ

دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا: ((أَرَدْتِ الْحَجَّ؟)) قَالَتْ: (وَاللّٰهِ) مَا أَجِدُنِيْ إِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ: ((حُجِّيْ وَاشْتَرِطِيْ، وَقُوْلِيْ: اَللّٰهُمَّ مَحِلِّيْ حَيْثُ حَبَسْتَنِيْ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

رسول اللہ ﷺ ضباعہ بنت زبیر کے پاس تشریف لائے اس سے فرمایا کیا تو حج کا ارادہ نہیں رکھتی؟ اس نے کہا مجھے تکلیف ہے آپ نے فرمایا تم حج کرو اور مشروط احرام باندھو اور یہ کہو ((اَللّٰهُمَّ مَحِلِّيْ حَيْثُ حَبَسْتَنِيْ)) الٰہی جہاں تو نے مجھے روک لیا میں حلال ہو جاؤں گی یعنی احرام کھول دوں گی۔ متفق علیہ ۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۰۸۹، مسلم: ۱۲۰۷، مسلم: "باب جواز اشتراط المحرم التحلل۔" ۴/ ۲۶۔

**فوائد:** (۱) کسی رکاوٹ کا اندیشہ ہو تو احرام باندھتے ہوئے شرط لگالے اور کہے "اے اللہ! میرا حل وہاں ہے جہاں تو نے مجھے روک دیا"

(۲) احرام کی حالت میں استثنائی شرط لگائی جاسکتی ہے۔ یہ جائز ہے۔

(۳) شرط لگانے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ قربانی لازم نہیں آتی۔

(۸۰۹)٤۔ وَعَنْ (سَالِمٍ) عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ كَانَ يُنْكِرُ الْاِشْتِرَاطَ وَيَقُوْلُ: أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ۔

(۸۰۹)۴۔ سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شرط لگانا پسند نہیں کرتے تھے اور وہ فرماتے کیا تمہیں اپنے نبی کی سنت کافی نہیں ہے؟ اس کو ترمذی نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ ترمذی: وقال حدیث حسن۔ نسائی: ۵/ ۱۹۸، دارقطنی: ۲/ ۲۳۴، الفتح الربانی: ۴/ ۱۱۔

**فوائد:** (۱) احرام میں کسی قسم کی شرط لگانا سنت ہے۔

(۲) شرط کا رد کرنا درست نہیں ہے۔

(۸۱۰)٥۔ وَعَنْ عِكْرَمَةَ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو (الْأَنْصَارِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ عُرِجَ أَوْ كُسِرَ فَقَدْ حَلَّ، وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ أُخْرٰى)) فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَا: صَدَقَ۔ لَفْظُ النَّسَائِيِّ۔

(۸۱۰)۵۔ عکرمہ حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے سنا رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہیں: "جو بیمار ہو جائے یا اس کی ہڈی ٹوٹ جائے وہ حلال ہو گیا اس پر دوسرا حج لازمی ہو گیا" میں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا اور ابوہریرہ سے بھی اس بارے میں تو دونوں نے کہا کہ وہ سچ کہتا ہے۔ یہ نسائی کے الفاظ ہیں

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ الاحمد: ۳/ ۴۵۰۔ ابوداؤد: ۱۱۶۲، ترمذی: ۹۴۰۔ وقال حسن صحیح۔ نسائی: ۵/ ۱۹۸، ابن ماجۃ: ۳۰۷۷۔

(۸۱۱)٦۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ

(۸۱۱)٦۔ ایک روایت میں ہے "اس پر حج لازم ہے

قَابِلٍ))۔ آئندہ سال۔“

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح نسائی : ۵/ ۱۹۸' ابو داؤد: ۱۸۶۲' رواہ ابن ماجة: ۳۰۷۸۔

**فوائد:** (۱) کسی حاجی کا دورانِ حج پاؤں توڑ دیا گیا یا وہ لنگڑا ہو گیا تو اس پر حج کا فریضہ ابھی باقی ہے وہ آئندہ سال دوبارہ حج کرے گا۔

(۲) اگر حج فرض ہو تو پھر قضا آئندہ سال ہوگی یعنی یہ فریضہ ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر حج فرض نہیں تو پھر اس پر قضا فرض نہیں ہے۔ مراد پہلا حج یا نذر کا حج۔

(۳) ایک دفعہ حج ادا کر لیا تو فرض ادا ہو گیا۔ بار بار حج کرنا اب یہ فریضہ کے طور پر نہیں ہوتا بلکہ یہ نفلی حج ہوتے ہیں اگر وہ نہ بھی کرے گا تو اس کا فریضہ پہلے ادا ہو چکا ہے۔ یعنی پہلے فرض حج کے بعد دیگر حج نفلی کہلاتے ہیں فرض نہیں۔

## بَابُ الْأُضْحِيَةِ

## قربانیوں کا بیان

(۸۱۲)۱۔ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((شَهِدْتُ الْأَضَاحِيَّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ بِالنَّاسِ نَظَرَ إِلَى غَنَمٍ قَدْ ذُبِحَتْ [قَبْلَ الصَّلَاةِ] فَقَالَ: ((مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ شَاةً [الْأُخْرٰى) مَكَانَهَا، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحَ فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۸۱۲)۱۔ جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا جب آپ نے لوگوں کو نماز پڑھالی تو آپ نے دیکھا کہ ایک بکری نماز سے پہلے ذبح کر دی گئی ہے آپ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی جگہ دوسری ذبح کرے جس نے پہلے ذبح نہ کی تو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔“ متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۵۰۰' ۵۵۶۲' مسلم: ۱۹۶۰' بخاری: "باب کلام الامام والناس فی خطبة العید ج/۱ ۱۱۵۔ مسلم: "باب وقت الاضحیة" ۶/ ۷۲۔

**فوائد:** (۱) قربانی کے دن نمازِ عید سے قبل قربانی کر دی جائے تو وہ قربانی تسلیم نہ کی جائے گی بلکہ وہ عام صدقہ ہوگا۔ قربانی وہ شمار ہوگی جو نمازِ عید سے فارغ ہو جانے کے بعد کی گئی۔

(۲) قربانی وہ قبول ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کی جائے گی۔

(۳) قربانی ”بسم اللہ اللہ اکبر“ پڑھ کر مسنون طریقہ سے ذبح کی جائے گی۔

(۴) غیر اللہ کے نام پر قربانی جائز نہیں ہے اور نہ وہ قربانی جائز ہے جو کہ قربانی کا نام تو ہے لیکن نیت غیر اللہ کی ہے۔

(۸۱۳)۲۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ، وَأَرَادَ

(۸۱۳)۲۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے

أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

کوئی ارادہ رکھے کہ وہ قربانی دے گا تو وہ اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے۔ مسلم نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۹۷۷، مسلم: "باب نهی من دخل علیه عشر ذی الحجة وهو مرید التضحیة ان یاخذ من شعره" ۶/ ۸۳

(۸۱٤)۳۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ [يَذْبَحُهُ] فَإِذَا أَهَلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ، فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَ (لَا) أَظْفَارِهِ شَيْئًا، حَتَّى يُضَحِّيَ))۔

(۸۱۴)۳۔ایک روایت میں ہے ''جس کے پاس قربانی کا جانور ہو کہ وہ اسے ذبح کرے گا جب ذی الحجہ کا چاند نکل آئے تو وہ نہ اپنے بال کاٹے اور نہ ناخن یہاں تک وہ قربانی دے دے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۹۷۷، مسلم: "باب نهی من دخل علیه عشر ذی الحجه وهو مرید التضحیة ان یاخذ من شعره ۶/ ۸۴۔

**فوائد:** (۱) جب ذوالحجہ کا چاند نظر آ جائے اور قربانی کرنے کا ارادہ بھی ہو تو پھر بال اور ناخن نہیں کتروانے چاہئیں۔

(۲) چاند نظر آنے سے پہلے پہلے بال اور ناخن اتارے جاسکتے ہیں۔ چاند نظر آ جانے کے بعد بال اور ناخن اتارنا خلاف سنت ہے۔

(۳) قربانی سے فارغ ہو کر بال اور ناخن اتارنے چاہئیں۔

(۸۱٥)٤۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ))۔ أَخْرَجُوهُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ وَالتِّرْمَذِيُّ۔

(۸۱۵)۴۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم دو دانتا جانور ذبح کرو اگر تمہیں کوئی دشواری آئے تو بھیڑ کا ایک سالہ چھترا ذبح کرو۔'' بخاری اور ترمذی کے علاوہ سبھی نے اس کو روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۹۶۳، مسلم: "باب سن الاضحية۔" ۶/ ۷۷۔

**فوائد:** (۱) قربانی اس جانور کی ہوتی ہے جو کم از کم دو دانتا ہو جو دو دانتا نہیں اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

(۲) ''مسنہ'' سے مراد ایک سال کا جانور ہے خواہ وہ دو دانتا ہو یا نہ ہو، درست نہیں ہے۔

(۳) بھیڑ کا جذعہ اس صورت میں جائز ہے جب دو دانتا نہ ملے یا لینے کی قوت نہ ہو، تو وہ بھی ایک سال کا ہونا شرط ہے۔

(۴) طاقت ہونے کے باوجود جذعہ کی قربانی کر ڈالنی یہ سنت کے ساتھ مذاق ہے ایسے آدمی کو صرف گوشت ہی بچ سکتا ہے۔

(۸۱٦)٥۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عُتُودٌ، فَذَكَرَ [ذٰلِكَ]

(۸۱۶)۵۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے بکریاں دیں تا کہ وہ اپنے ساتھیوں میں قربانیاں تقسیم کر دے تو بکری کا ایک سالہ بچہ رہ گیا اس نے

لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ضَحِّ بِهِ أَنْتَ))۔ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے تو ذبح کرے۔'' (متفق علیہ) لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۰۰، ۵۵۴۷، ۵۵۵۵۔ مسلم: ۱۹۶۵، مسلم: "باب سن الاضحیة" ۶/ ۷۷۔

(۸۱۷)۶۔ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: ((قَسَمَ [فِينَا] رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ضَحَايَا، فَأَصَابَنِي جَذَعٌ))۔

۶/۸۱۷۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے ''رسول اللہ ﷺ نے ہم میں قربانیاں تقسیم کیں میرے حصے میں ایک سالہ بھیڑ کا بچہ آیا۔''

**تحقیق وتخریج:** رواہ مسلم: ۱۹۶۵، مسلم: "باب سن الاضحیة" ۶/ ۷۷

**فوائد:** (۱) وہ قربانی جو اپنے جیب خرچ سے نہ خریدی گئی ہو بلکہ تحفہ کے طور پر دی گئی ہو تو وہ بھی جائز ہے۔ یعنی جو تحفہ کے طور پر دی گئی ہو۔

(۲) عوام میں مال تقسیم کرتے وقت غیر جانب داری سے کام لینا صحابہ کرام ﷢ کا طریقہ ہے۔

(۳) دو دانتا موجود نہ ہونے کی صورت میں بھیڑ کے بچے کی قربانی کا جواز ملتا ہے۔

(۴) بکری یا گائے یا اونٹ کے بچے کی قربانی کرنا درست نہیں ہے۔

(۵) ایک امیر اپنے عوام کو قربانیوں کے جانور قربانی کرنے کے لیے تقسیم کر سکتا ہے۔ ایسے ہی کسی کو قربانی خرید کر دے دینا بھی جائز ہے۔

(۸۱۸)۷۔ وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ أَخْبَرَهُ، قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلَّى))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۸۱۸)۷۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمر ﷜ نے اسے بتایا ''رسول اللہ ﷺ عیدگاہ میں ذبح و نحر کیا کرتے تھے۔'' بخاری نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۵۵۲، بخاری: "باب النحر والذبح بالمصلی" ۱/ ۱۱۵۔

(۸۱۹)۸۔ وَعَنْ أَنَسٍ (بْنِ مَالِكٍ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ، فَرَأَيْتُهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ، فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۸۱۹)۸۔ انس بن مالک ﷜ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دو موٹے تازے مینڈھے ذبح کیے میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنا قدم ان کی گردن پر رکھا ہوا تھا آپ نے بسم اللہ اللہ اکبر کہا اور اپنے ہاتھ سے ان کو ذبح کیا۔ متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۵۵۷، ۵۵۶۴، ۵۵۶۵۔ مسلم: ۱۹۶۶، مسلم: "باب استحباب الاضحیة وذبحها مباشرة بلا توکیل" ۶/ ۷۷۔

(٨٢٠)٩۔ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ وَيَقُولُ: ((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ))۔

(٨٢٠)٩۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ راوی نے کہا' آپ فرماتے "بسم اللہ واللہ اکبر۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۹۶۵۔

**فوائد:** (۱) نماز گاہ یا عید گاہ میں بھی قربانی کی جا سکتی ہے کوئی حرج نہیں۔

(۲) قربانی خود اپنے ہاتھ سے کرنا سنت ہے۔

(۳) قربانی کا جانور کوشش کرنی چاہیے کہ ایسا ہو جس سے جی خوش ہو جائے اور انتہا درجہ کا خوبصورت اور فربہ ہو۔

(۴) قربانی کرنا سنتِ ابراہیم علیہ السلام ہے اور یہ اسی کو کرنی چاہیے جو طاقت رکھتا ہو۔ مقروض یا تنگ دست کے لائق یہ نہیں ہے کہ وہ مزید قرض اٹھا کر قربانی کرتا پھرے۔ قرض لے کر قربانی کرنا کوئی قابل تعریف عمل نہیں ہے۔ عمل وہ مایہ گراں ثواب کا حامل ہوتا ہے جو طاقت میں رہ کر کیا جائے۔

(۵) حدیث میں ذبح کرنے کا صحیح طریقہ بتایا گیا ہے کہ قبلہ رخ جانور کو لٹا کر اس کی گردن کے قریب پاؤں رکھا جائے۔ دعا پڑھی جائے اور پھر ذبح کر لیا جائے۔ ذبح کی دعا "بسم اللہ اللہ اکبر یا بسم اللہ واللہ اکبر" دونوں طرح درست ہے۔

(٨٢١)١٠۔ وَعِنْدَهُ فِي حَدِيثٍ لِعَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ، وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ فَقَالَ (لَهَا): يَا عَائِشَةُ، هَلُمِّي الْمُدْيَةَ۔ ثُمَّ قَالَ: اُشْحِذِيهَا بِحَجَرٍ، فَفَعَلَتْ، ثُمَّ أَخَذَهَا، وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ (ثُمَّ ذَبَحَهُ)، ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ، (وَآلِ مُحَمَّدٍ)، وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحّٰى بِهِ))۔

(٨٢١)١٠۔ مسلم شریف میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل اوصاف والا مینڈھا لانے کا حکم دیا جس کے پاؤں' پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں' وہ آپ کے پاس لایا گیا تا کہ آپ اسے قربان کریں آپ نے اس سے فرمایا: "اے عائشہ مجھے چھری پکڑاؤ' پھر فرمایا اسے پتھر سے تیز کرو' میں نے ایسے ہی کیا پھر آپ نے چھری پکڑی' اور مینڈھے کو پکڑا اسے لٹایا اور ذبح کر دیا' پھر فرمایا: "بسم اللہ الٰہی اسے محمد! ال محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما" اور پھر ذبح کر دیا۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۹۶۷' مسلم: "باب استحباب الاضحية وذبحها مباشرة بلا توكيل" ۶/ ۷۷۔

**فوائد:** (۱) قربانی کرتے وقت چھری کو تیز کر لینا ضروری ہے۔

(۲) ذبح ہر اس آلہ سے جائز ہے جو فی الفور کٹنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ وہ آلہ جو تیز نہ ہو اس سے جانور کو ذبح کرنا درست نہیں ہے۔ اس سے جانور کو تکلیف پہنچتی ہے۔

(۳) اہل خانہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ قربانی کے معاملہ میں ہر طرح کی ضروری مدد کریں جیسا کہ چھریوں کی دیکھ بھال یا گوشت کی حفاظت وغیرہ ہیں۔

(۴) ذبح قربانی کے وقت بھی گھر والے پاس کھڑے ہوں تو یہ بہت اچھی بات ہے گھر کا سربراہ قربانی کرے تو وہ تمام اہل خانہ کی جانب سے کفایت کر جاتی ہے۔ ہر فریق کے لیے الگ الگ قربانی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر الگ الگ ہر فریق کے نام کی بھی کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵) قربانی خود بھی ذبح کی جاسکتی ہے کسی سے بھی ذبح کروائی جاسکتی ہے۔ اس میں نیابت کا جواز ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ تکبیر کے ساتھ ساتھ قربانی کی قبولیت کے لیے التجا اور قربانی کی نسبت بتانا بھی جائز ہے۔ خود ذبح کر لینے کی صلاحیت کے باوجود مسجد کے خطیب صاحب کے پیچھے پیچھے پھرنا درست نہیں ہے۔

(۸۲۲)۱۱۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمَدِيْنَةِ، فَتَقَدَّمَ رِجَالٌ فَنَحَرُوْا، وَظَنُّوْا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ نَحَرَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ كَانَ [قَدْ] نَحَرَ قَبْلَهُ أَنْ يُعِيْدَ بِنَحْرٍ آخَرَ، وَلَا يَنْحَرُوْا حَتّٰى يَنْحَرَ النَّبِيُّ ﷺ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۸۲۲)۱۱۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں قربانی کے دن نماز پڑھائی' کچھ لوگ آگے بڑھے انہوں نے جانور ذبح کر دیئے' انہوں نے یہ خیال کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جانور ذبح کر دیا ہے تو نبی کریم ﷺ نے حکم دیا جس نے اسے پہلے ذبح کر دیا تو وہ دوسرا جانور ذبح کرے' وہ ذبح نہ کریں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ ذبح کر دیں۔'' مسلم

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۹۶۴' مسلم: "باب سن الاضحیة" ۶/ ۷۷۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں بھی قربانی کی ہے۔

(۲) قربانی ذبح کرنے کا وقت نماز ادا کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور ۱۳ شوال تک ہوتا ہے۔

(۳) عید کی نماز کے بعد جو سب سے پہلے قربانی کرتا ہے اس کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(۴) نماز سے قبل کی گئی قربانی کا اعادہ ہوگا۔ اگر اور جانور نہیں تو جذعہ کر لے۔

(۸۲۳)۱۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِيْ حَدِيْثٍ مُتَّفَقٍ عَلَيْهِ: ((فَلَمَّا كُنَّا بِمِنًى أُتِيْتُ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالُوْا: ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ بِالْبَقَرِ))۔

(۸۲۳)۱۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے ایک ایسی حدیث بیان کی جو متفق علیہ ہے۔

فرماتی ہیں "جب ہم منیٰ میں تھے تو میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا میں نے کہا' یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی دی ہے۔"

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۷۰۹۔

**فوائد:** (۱) جیسا کہ پہلے بیان گزر چکا ہے کہ الگ الگ فرد کی طرف سے یا سربراہ اپنی الگ اور اہل خانہ کی طرف سے الگ

بھی قربانی دے سکتا ہے۔ جائز ہے۔
(۲) اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے میدان منیٰ میں گائے ذبح کی تھی۔
(۳) قربانی کا گوشت دوست واحباب کو بھیجا جاسکتا ہے۔

(٨٢٤)١٣۔ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوزٍ قَالَ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ مَالَا يَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ؟ فَقَالَ: ((قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، وَأَصَابِعِي أَقْصَرُ مِنْ أَصَابِعِهِ، وَأَنَامِلِي أَقْصَرُ مِنْ أَنَامِلِهِ، فَقَالَ: أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ: الْعَوْرَاءُ [الْ] بَيِّنٌ عَوْرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ [الْ] بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ [الْ] بَيِّنٌ ظَلَعُهَا، وَالْكَبِيرَةُ الَّتِي لَا تَنْقِي))۔ قَالَ: قُلْتُ: فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَكُونَ فِي السِّنِّ نَقْصٌ۔ فَقَالَ: مَا كَرِهْتَ فَدَعْهُ، وَلَا تُحَرِّمْهُ عَلَى أَحَدٍ۔

(۸۲۴)۱۳۔ عبید بن فیروز سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے براء بن عازب سے پوچھا کون سے جانوروں کی قربانی جائز نہیں؟ صورت حال یہ تھی کہ میری انگلیاں آپ کی انگلیوں سے چھوٹی تھیں' میرے پورے آپ کے پوروں سے چھوٹے تھے' آپ نے فرمایا: ''چار قسم کے جانوروں کے قربانی جائز نہیں۔ بھینگا جس کا بھینگا پن ظاہر ہو' بیمار جس کی بیماری واضح ہو' لنگڑا جس کا لنگڑا پن واضح ہو اور اتنا کمزور کہ جس کی ہڈیاں واضح ہوں۔
راوی نے کہا کہ میں نے عرض کی کہ میں ناپسند کرتی ہوں کہ دانت میں نقص ہو آپ نے فرمایا مجھے یہ ناپسند نہیں اسے چھوڑو کسی کے لیے حرام نہ قرار دیجیے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ احمد: ۴/ ۲۸۹' ۳۰۰' ۳۰۱۔ ابوداؤد: ۲۸۰۲۔ ترمذی: ۱۴۹۷' وقال: حسن صحیح۔ نسائی: ۷/ ۲۱۰' ابن ماجة: ۳۱۴۴۔ ابن حبان: ۱۰۴۷' بھیقی: ۰/ ۲۴۲' حاکم: ۱/ ۴۶۷۔

**فوائد:** (۱) چار طرح کا جانور قربانی کے لیے نا قابلِ قبول ہے۔ (۱) جس جانور کا بھینگا پن واضح ہو۔ (۲) جس جانور کی بیماری عیاں ہو (۳) جس جانور کا لنگڑا پن ظاہر ہو (۴) نحیف اور لاغر جانور جو ہڈیوں کی مٹھی ہو۔
(۲) مذکورہ نقائص سے پتہ چلا کہ اللہ کے راستہ میں وہ جانور قربان کرنا چاہیے جو خود کو ہر لحاظ سے پسند ہو۔ اللہ وہ قبول کرتا ہے جو پسندیدہ چیز ہوتی ہے۔
(۳) کسی جانور کا تھوڑا سا دانت ٹوٹا ہو' جبڑا ٹیڑھا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔
(۴) جس سے الفت ہوتی ہے اس کی بات رگ وپے میں سما جاتی ہے اور اس کی ایک ایک ادا اور جسم کی ہیئت وکیفیت اس کے دل میں گھر کر جاتی ہے۔ صحابہ ہر دوسرے موقعہ پر اپنے عظیم امیر کی ادائے اعضاء اور دیگر فضائل کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔

(٨٢٥)١٤۔ وَعَنْ عَلِيٍّ [بْنِ أَبِي طَالِبٍ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ، وَلَا نُضَحِّيَ بِعَوْرَاءَ،

(۸۲۵)۱۴۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم اچھی طرح قربانی کے جانور کی آنکھیں اور کان دیکھ لیا کریں'

وَلَا مُقَابَلَةٍ، وَلَا مُدَابَرَةٍ، وَلَا خَرْقَآءَ، وَلَا شَرْقَآءَ))۔ قَالَ زُهَيْرٌ وَهُوَ ابْنُ مُعَاوِيَةَ، فَقُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ (هُوَ السُّبَيْعِيُّ): أَذَكَرَ عَضْبَآءَ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَمَا الْمُقَابَلَةُ؟ قَالَ: يُقْطَعُ طَرَفُ الْأُذُنِ۔ قُلْتُ فَمَا الْمُدَابَرَةُ، قَالَ يُقْطَعُ مُؤَخَّرَةُ الْأُذُنِ۔ قُلْتُ فَمَا الشَّرْقَآءُ؟ قَالَ: تُشَقُّ الْأُذُنُ۔ قُلْتُ: فَمَا الْخَرْقَآءُ؟ قَالَ: تُخْرَقُ أُذُنُهَا السِّمَةَ۔ أَخْرَجُوهُ الْأَرْبَعَةُ، وَصَحَّحَهُ[مَا] التِّرْمِذِيُّ۔

اور ہم بھینگا جانور ذبح نہ کریں اور نہ ہی ایسا جانور، جس کے کان اگلی یا پچھلی جانب سے ایک طرف سے کاٹا گیا ہو اور نہ وہ جانور جس کے کان میں سوراخ کیا گیا ہو اور نہ ہی وہ جانور جس کے کان کو درمیان سے چیر کر دو حصے کر دیا گیا ہو۔ زہیر بن معاویہ نے کہا کہ میں نے ابواسحاق السبیعی سے کہا' کیا آپ نے عضباء (یعنی ٹوٹے ہوئے سنگ والے جانور) کا بھی ذکر کیا؟'' اس نے کہا نہیں۔ میں نے پوچھا ''المقابلہ'' کسے کہتے ہیں؟ فرمایا جس کا کان ایک طرف سے کاٹ دیا گیا ہو' میں نے پوچھا ''المدابرۃ'' کسے کہتے ہیں؟ فرمایا جس کا کان پچھلی جانب سے کاٹا گیا' میں نے پوچھا ''الشرقاء'' کسے کہتے ہیں؟ فرمایا جس کے کان کو درمیان سے چیرا گیا ہو' میں نے پوچھا ''الخرقاء'' کسے کہتے ہیں؟ فرمایا جس کے کان میں سوراخ بنا دیا گیا ہو۔ اس کو اصحاب اربعہ نے نکالا ہے اور ان دونوں کو ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** احمد: ۱/ ۸۰' ۱۰۸' ۱۲۸' ۱۴۹۔ ابو داؤد: ۲۸۰۴' نسائی: ۷/ ۲۱۶/ ۲۱۷۔ ابن ماجۃ: ۳۱۴۲۔ بیہقی: ۹۔ ۲۷۵۔ حاکم: ۴/ ۲۲۴۔

**فوائد:** (۱) قربانی کے جانور کے عضو عضو کو دیکھنا ضروری ہے۔

(۲) قربانی کے جانور کے کان' آنکھ' ٹانگیں اور سینگ وغیرہ خاص طور پر دیکھنے چاہئیں۔ ایسے ہی حاملہ جانور سے بچا جائے اگر احتیاط کے باوجود حاملہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کا جنین بھی حلال ہے۔

(۳) قربانی کا جانور بیچنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ امانت دار ہو حلال طریقہ سے روزی کمائے اپنے مسلمان بھائیوں کا احترام کرے اور خاص کر اس خوشی والے موقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے مراعات فراہم کرے۔ جانور فروخت کرنے والا گروپ ہمیشہ چالاکی کھیلنے میں لگا رہتا ہے پتہ نہیں کتنے جانور ہر سال وہ اپنے ہاتھوں سے نکال کر مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں دیتے ہیں جو کہ واضح طور پر عیب دار ہوتے ہیں سادہ لوگوں کو ان کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ بلکہ جانور فروش تو اس انداز سے فریب دیتے ہیں کہ وہ مادہ کو نر ثابت کرتے ہوئے فروخت کر دیتے ہیں۔ یہ دھوکہ ہے ایسے جانور کی کمائی حرام ہے۔

(۴) قربانی کا مقصد سنتِ ابراہیم علیہ السلام کو تازہ کرنا' اللہ کو راضی کرنا' گناہوں کی بخشش طلب کرنا اور ثواب کا حاصل کرنا ہے۔ وہ آدمی جو چوری کا جانور لا کر ناموری کی مد کو پورا کرنے کے لیے قربانی کرتا ہے وہ مطلوب مقصد کو حاصل نہیں کر پاتا۔ ایسے ہی مشترک قربانی کے گوشت کی تقسیم کے وقت احباب کم و بیش والد کا ہاتھ استعمال کرتے ہیں اور بعض اچھا اچھا گوشت چن لے جاتے ہیں یہ ایک مسلمان کے لائق نہیں ہے۔

## بَابُ الْعَقِيْقَةِ

## عقیقہ کا بیان

(۸۲۶) ۱۔ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**كُلُّ غُلَامٍ رَهِيْنٌ بِعَقِيْقَتِهِ، تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ، وَيُحَلَّقُ وَيُسَمّٰى**))۔ أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ، وَصَحَّحَهُ التِّرْمَذِيُّ۔

(۸۲۶) ۱۔ حسن رضی اللہ عنہ سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ اپنے عقیقے کی بنا پر گروی رہتا ہے' ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے' اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔'' اصحاب اربعہ نے اس کو روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** حدیث صحیح۔ احمد: ۵/ ۷/ ۸'۱۲' ابوداؤد: ۲۸۳۸۔ ترمذی: ۱۵۲۲ وقال حسن صحیح۔ نسائی: ۷/ ۱۶۶۔ ابن ماجة: ۳۱۶۵۔ بیهقی: ۹/ ۲۹۹۔ حاکم: ۴/ ۲۳۷' ابوداؤد "باب فی العقیقة۔" ۳/ ۱۴۵۔

(۸۲۷) ۲۔ وَفِيْ حَدِيْثِ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ [الضَّبِّي]: ((**مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَتُهُ، فَأَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا، وَأَمِيْطُوْا عَنْهُ الْأَذٰى**))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوٗدَ، وَصَحَّحَهُ التِّرْمَذِيُّ، وَعُلِّقَ فِي الصَّحِيْحِ۔

(۸۲۷) ۲۔ سلمان بن عامر ضبی سے مروی حدیث میں یہ الفاظ ہیں ''بچہ اپنے عقیقے کے ساتھ منسلک رہتا ہے' تو تم اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے تکلیف کو دور کرو۔'' ابوداؤد نے نقل کیا' ترمذی نے صحیح قرار دیا اور بخاری نے اس پر تعلیق کی۔

**تحقیق و تخریج:** حدیث صحیح۔ الاحمد: ۴/ ۱۸'۲۱۴۔ ابوداؤد: ۲۸۳۹۔ ترمذی: ۱۵۱۵ وقال حسن صحیح۔ نسائی: ۷/ ۱۶۴۔ ابن ماجة: ۳۱۶۴۔ ابوداؤد: "باب فی العقیقة" ۳/ ۱۴۰۔

**فوائد:** (۱) اگر اللہ تعالیٰ کسی کو بچہ یا بچی عنایت فرمائے تو اس کی طرف سے سات دن بعد عقیقہ کرنا چاہیے۔ ایسے ہی اس کا سر منڈوانا اور نام رکھنا چاہیے یہ سنت طریقہ ہے۔

(۲) سر کے بال پیدائشی آلائش کہلاتے ہیں ان کو ساتویں دن اتار دیا جائے۔

(۳) عقیقہ کرنا لازمی ہے جو صاحب قوت ہو اسے چاہیے کہ وہ عقیقہ کا بندوبست کرے۔

(۴) جو عقیقہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اس کے لیے عقیقہ کرنا ضروری نہیں ہے اس کا عذر قبول ہوگا۔

(۵) جو حضرات صاحبِ حیثیت ہونے کے باوجود اللہ کے راستے کچھ دینے سے ہمیشہ پلہ چھڑاتے ہیں وہ اللہ کی ناشکری

بجالاتے ہیں۔

(۸۲۸)۳۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

(۸۲۸)۳۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین کی جانب سے ایک ایک مینڈھے کا عقیقہ دیا۔ ابوداؤد اور نسائی نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ ابوداؤد: ۲۸۴۱۔ نسائی: ۷/ ۱۶۶۔ بیہقی: ۹/ ۲۹۹۔ ابوداؤد: "باب فی العقیقة" ۳/ ۱۴۰۔

**فوائد:** (۱) عقیقہ نئے مہمان کی طرف سے جانور ذبح کرنے کا نام ہے۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھا ذبح کیا۔

(۳) عقیقہ گھر والوں کی بجائے بچے کے ننھیال بھی کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی بچے کے چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی وغیرہ بھی بچے کی جانب سے عقیقہ کر سکتے ہیں۔

(۴) بچے کی طرف سے ایک جانور کر لیا جائے تو درست ہے کفایت کر جائے گا۔

(۸۲۹)٤۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [قَالَ]: ((تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي))۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۸۲۹)۴۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا، آپ نے فرمایا: "تم میرا نام رکھو لیکن میری کنیت نہ رکھو۔" بخاری نے اسے روایت کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۱۱، ۳۵۳۹، ۶۱۸۸، ۶۱۹۷، مسلم: ۲۱۳۱۔ مسلم: حدیث طویل "باب النهی عن التکنی بابی القاسم" ۲/ ۹۶۹۔

(۸۳۰)٥۔ وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَكْتَنَّى بِكُنْيَتِي، وَمَنْ تَكَنَّى بِكُنْيَتِي فَلَا يُسَمِّي بِاسْمِي))۔ [أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ]

(۸۳۰)۵۔ ابوزبیر، جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے میرا نام رکھا تو وہ میری کنیت نہ رکھے اور جس نے میری کنیت رکھی تو وہ میرا نام نہ رکھے۔" ابوداؤد نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ابوداؤد: ۴۹۶۶۔ ترمذی: ۲۸۴۲۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم ﷺ کی کنیت اور ان کے نام کا استعمال نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں منع تھا اور یہ ممانعت اشتباہ کی بنا پر تھی۔

(۲) اب کسی کا نام محمد رکھنا یا کنیت ابوالقاسم رکھنا درست ہے۔

(۳) اسلام میں کنیت رکھنا جائز ہے۔ کنیت کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ بیٹا یا بیٹی ہو تو تب ہی ان کے ناموں سے کنیت رکھی جا سکتی ہے۔ بعض دفعہ کنیت زیادہ مشہور ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ کنیت ہی اصلی نام رکھا جاتا ہے جیسا کہ آج کل نام ہیں ابوطلحہ، ابوسفیان، ابوذر وغیرہ اور نہ ہی کنیت رکھنے کا کوئی خاص پیریڈ ہے یہ بچپن سے لیکر آخر عمر تک انسان رکھ سکتا ہے۔ ایک سے زائد بھی

کنیتیں رکھی جا سکتی ہیں۔

(۴) کنیت اور نام کو زندگی میں تبدیل بھی کیا جا سکتا ہے۔کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵) بچے کا نام ساتویں دن رکھنا سنت ہے۔نام وہ رکھنا چاہیے جو اللہ کو اور اس کے رسول کو زیادہ محبوب ہو۔

(٨٣١)٦۔ وَعَنْ أُمِّ كُرْزٍ الْكَعْبِيَّةِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ، وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(۸۳۱)۶۔ام کرز کعبیہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''بچے کی طرف سے دو پوری بکریاں اور بچی کی جانب سے ایک پوری بکری۔'' اس کو ابوداؤد نے نکالا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** احمد: ۶/ ۳۸۱، ۴۲۲۔ ابوداؤد: ۲۸۳۴۔ نسائی: ۷/ ۱۶۵۔ابن حبان: ۱۰۶۰۔ ترمذی: ۱۶۵۶ وقال حسن صحیح۔ ابوداؤد: "باب فی العقیقة" ۳/ ۱۳۸۔

**فوائد:** (۱) مستحب یہ ہے کہ بچے کی طرف سے دو اور بچی کی طرف سے ایک جانور ذبح کیا جائے۔

(۲) عقیقہ کے لیے جن جانوروں کا انتخاب کیا جائے کوشش یہ کی جائے کہ عمدہ اور دلکش ہوں۔اگرچہ قربانی والے جانور کے تمام نقائص اور خصائل کو مکمل طور پر مدنظر رکھا جا سکے لیکن اتنا ناپسندیدہ بھی نہ ہو اور نہ بچہ ہو عقیقہ کے لیے جانور کے لیے دو دانتا ہونے کی شرط نہیں ہے۔

(۳) اظہار تشکر کا تقاضا یہ ہے کہ دل کھول کر نفیس و فربہ جانوروں کا انتخاب کیا جائے۔

(۴) عقیقہ کے گوشت میں یتیموں اور مسکینوں کا حصہ لازمی ہونا چاہیے۔

## بَابُ الذَّبَائِحِ

## ذبیحوں کا بیان

(٨٣٢)١۔ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، لَيْسَ لَنَا مُدًى۔ فَقَالَ: ((مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ [عَلَيْهِ] فَكُلُوْا لَيْسَ الظُّفُرَ وَالسِّنَّ، أَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ، وَأَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ)) وَنَدَّ بَعِيْرٌ فَحَبَسَهُ، فَقَالَ: ((إِنَّ لِهٰذِهِ الْإِبِلِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ (مِنْهَا) فَاصْنَعُوْا بِهِ هٰكَذَا))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ

(۸۳۲)۱۔عبایہ بن رفاعہ سے روایت ہے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں چھریاں نہیں آپ نے فرمایا: ''جو چیز بھی خون بہا دے اور اس میں اللہ کا نام لیا گیا ہو (یعنی بسم اللہ واللہ اکبر کہا گیا ہو) تو تم اسے کھاؤ لیکن ناخن اور دانت سے کام نہ لیا گیا ہو' ناخن تو حبشیوں کی چھریاں ہیں اور دانت ہڈی ہے۔'' ایک اونٹ بھاگ نکلا تو اسے روکا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''یہ اونٹ بھی جنگلی جانوروں کی طرح بھڑک

فَحَبَسَهُ))۔

اٹھتے ہیں۔ان میں سے جو تم پر غالب آ جائے تو اس کے ساتھ ایسے کرو" بخاری کے الفاظ ہیں' ایک اور روایت میں ہے "ایک شخص نے اسے نیزا مارا اور اسے روک دیا۔"

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۵۰۳، ۵۵۰۹، مسلم: ۱۹۶۸۔ بخاری: "باب ما ندّ من البهائم" (ج۳/ ۲۰۰)

**فوائد:** (۱) ایسا آلہ جو جلد خون بہادے اس سے ذبح جائز ہے۔

(۲) جو حلال چیز ذبح کی جائے اس پر صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔

(۳) ناخن اور ہڈی سے ذبح جائز ہے۔اس ضمن میں وہ بھی آلات آجاتے ہیں جو کہ ناپسندیدہ اور کفار کے ہیں۔دانت بھی ایک ہڈی ہے۔

(۴) حلال چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو وہ حرام ہو جاتی ہے۔اسی طرح حرام جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اور اسے ذبح کیا جائے تو وہ حلال نہ ہوگا۔

(۵) جو جانور بھاگ' دوڑ جائے اس کو تیروں سے زخمی کر کے روکا جا سکتا ہے۔

(۸۳۳)۲۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ (الْخُدْرِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو حَاتِمِ بْنِ حِبَّانَ فِي ((صَحِيحِهِ))۔

(۸۳۳)۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جانور کے پیٹ کے اندر کے بچے کا ذبح اس کی ماں کے ذبح کو ہی کافی ہوگا۔" اس کو ابو حاتم بن حبان نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ احمد: ۳/ ۳۹۔ ابو داؤد: ۲۸۲۷۔ ترمذی: ۱۴۷۶ وقال حسن صحیح۔ ابن ماجة: ۳۱۹۹۔ ابن حبان: ۱۰۷۷۔ طبرانی فی الصغیر: ۱/ ۸۸، ۱۶۸۔

**فوائد:** (۱) ایسا جانور جو کہ حاملہ تھا اس کو ذبح کیا تو جنین (پیٹ کا بچہ) زندہ نکلا یا مردہ تو اس کو اس کی ماں کا ذبح کفایت کر جائے گا۔یعنی پیٹ کا بچہ بھی کھانا حلال ہے۔

(۲) وہ حضرات جو جنین کے ذبح کرنے کے قائل ہیں ان کی یہ حدیث مخالفت کرتی ہے۔

(۸۳۴)۳۔ وَعَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ ((فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۸۳۴)۳۔ابن کعب بن مالک سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے پتھر کے ساتھ بکری ذبح کی تو نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے "اسے کھانے کا حکم دیا۔" بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۵۰۴ بخاری: "باب ذبیحة المرئة والاقبه۔" ۳/ ۲۰۰

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دھاری دار پتھر سے جانور ذبح کیا جاسکتا ہے۔
(۲) عورت بھی جانور ذبح کر سکتی ہے۔ ایسے ہی عورت بھیڑ بکریاں بھی چرا سکتی ہے۔
(۳) عورت کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔
(۴) کوئی جانور مرنے کے قریب ہو رہا ہو تو اس کو ذبح کر لینا چاہیے۔ ذرا سی سستی سے جانور حرام ہو سکتا ہے۔ جس جانور پر تکبیر نہ کہی گئی ہو وہ حلال نہیں ہے۔

(۸۳۵) ٤۔ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ثِنْتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ))۔ أَخْرَجُوْهُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ۔

(۸۳۵) ۴۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ دو باتیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاد کیں آپ نے فرمایا: اللہ نے ہر چیز پر احسان لکھ دیا ہے' جب قتل کرو تو احسن انداز سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھے انداز میں ذبح کرو چاہیے کہ تم میں سے کوئی ایک اپنی چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام دے۔" اس کو بخاری کے علاوہ سبھی نے نکالا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۹۵۵۔ مسلم: "باب الامر باحسان الذبح" ۶/ ۷۲۔

**فوائد:** (۱) ہر ذی روح پر احسان کرنا ہمارا حق ہے۔
(۲) جانوروں پر احسان یہ ہے کہ ان کو عمدہ و احسن انداز سے ذبح کیا جائے۔ اور وہ اسی طرح ممکن ہوتا ہے کہ چھری کی دھار کو تیز کر لیا جائے۔
(۳) کسی سے قصاص لینا ہو تو اچھے انداز سے قتل کرنا ہے حتیٰ کہ کافر کو بھی عمدہ طریقے سے قتل کرنا ہے اس کی لاش کو خراب کرنے سے گریز کرنا ہے۔ ایسے ہی اس کو ترسا ترسا کر مارنا حرام ہے۔ پوسٹ مارٹم کی نفی ہے۔

(۸۳٦) ٥۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا (فِيْ حَدِيْثٍ) ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۸۳۶) ۵۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے "رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی اس پر جس نے کسی ذی روح کو نشانہ بازی کے لیے باندھا۔" یہ متفق علیہ ہے اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۵۱۵۔ مسلم: ۱۹۵۸۔

(۸۳۷) ٦۔ وَعَنْ جَابِرِ [بْنِ عَبْدِاللّٰهِ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُقْتَلَ شَيْءٌ مِنَ

(۸۳۷) ۶۔ جابر عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ منع کیا کہ کوئی چیز کو بہائم میں سے باندھ کر قتل

الْبَهَائِمِ صَبْرًا))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

کی جائے۔" مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۹۔

**فوائد:** (۱) کسی جانور کو خواہ وہ حلال ہو یا حرام باندھ کر رسی پر نشانہ پختہ کرنا حرام ہے۔ بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی ملعون ہے۔

(۲) اسلام کسی بھی ذی روح کو ناجائز تکلیف دینے کی اجازت نہیں دیتا۔

(۳) حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کسی بھی مخلوق کی توہین برداشت نہیں کرتا۔ ہر ذی روح کی اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک قدر ہے۔

(۸۳۸)۷۔ وَعَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُسِرُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: فَغَضِبَ وَقَالَ: ((مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُسِرُّ إِلَيَّ شَيْئًا يَكْتُمُهُ عَنِ النَّاسِ، غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ حَدَّثَنِي بِكَلِمَاتٍ أَرْبَعٍ۔ قَالَ: مَا هُنَّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: ((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهُ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوَى مُحْدِثًا، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۸۳۸)۷۔ ابوطفیل عمرو بن واثلہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں علی بن ابی طالب کے پاس تھا آپ کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا' نبی کریم ﷺ آپ سے کون سی راز کی بات کہی' راوی نے کہا کہ آپ ناراض ہو گئے اور فرمایا "نبی کریم ﷺ نے مجھ سے کوئی ایسی راز کی بات نہیں کی جسے آپ لوگوں سے چھپاتے ہوں' سوائے اس کے کہ آپ نے مجھے چار باتیں بیان کیں" اس شخص نے کہا امیر المومنین وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا "جس نے اپنے والدین کو لعن طعن کی اللہ کی اس پر لعنت' جس نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا اللہ کی اس پر لعنت' جس نے بدعتی کو جگہ دی' اللہ کی اس پر لعنت' جس نے زمین کی علامتوں (یعنی سنگہائے میل) کو بدلا اللہ کی اس پر لعنت ہو۔" مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۹۷۸۔

**فوائد:** (۱) یہ حدیث ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وصی رسول ہیں۔ یعنی نبی کریمؐ نے جاتے وقت آپ کو خلافت کی وصیت کی تھی اور یہ راز صرف آپ کو بتایا تھا۔ جبکہ حضرت علیؓ فرمارہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے صرف چار باتیں بتائیں اور کوئی راز کی بات نہ بتائی۔

(۲) والدین کو برا بھلا اور ملعون قرار دینا کبیرہ گناہ ہے بلکہ وہ خود ملعون ہے۔ اسلام میں بدعات کا کوئی جواز نہیں ہے۔ وہ آدمی جو بدعتی ہوتا ہے اسلام کا کوئی پیروکار اس کو پناہ نہیں دے سکتا۔

(۳) صرف ذبیحہ اللہ کے نام پر جائز ہے تاویلیں کرتے ہوئے کہنا کہ یہ سبھی کچھ اللہ کا ہے اولیاء بھی اللہ کے ہیں لہٰذا ان کا نام لینے میں کیا حرج ہے یہ غلط ہے۔

## بَابُ الصَّيْدِ
## شکار کا بیان

(۸۳۹)۱۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ صَيْدٍ (أَوْزَرْعٍ) انْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ))۔ لَفْظُ أَبِيْ دَاوُدَ، وَأَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ۔

(۸۳۹)۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کتا رکھا ریوڑ کی نگرانی یا شکار کے علاوہ تو ہر روز اس کے اجر وثواب سے ایک قیراط کم ہو گا۔'' مسلم۔ الترمذی۔ النسائی نے اس کو نکالا ہے اور لفظ ابوداؤد کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۲۲، ۲۳۲۴۔ مسلم: ۱۵۵۷۔

**فوائد:** (۱) وہ کتا جو گھر میں بغیر کسی خاص مقصد کے رکھا ہو ناجائز ہے۔ بلکہ رکھنے والے کے ثواب میں ہر روز ایک قیراط کی کمی واقع ہوتی ہے۔

(۲) رکھوالی اور شکار کے لیے کتا رکھنا جائز ہے۔

(۳) جس گھر میں فضول کتا ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ کتوں کو صرف پیار کرنے کے لیے رکھنا یا لڑائی کرنے کے لیے یا تجارت کی غرض سے رکھنا حرام ہے۔

(۵) شکاری کتا جس کو کچھ سکھایا گیا ہو اس کا شکار کھانا جائز ہے۔

(۸۴۰)۲۔ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ [عَلَيْهِ] فَإِنْ أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَأَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ (وَكُلْ) وَإِنْ أَدْرَكْتَهُ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ، فَكُلْهُ وَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ كَلْبًا غَيْرَهُ وَقَدْ قَتَلَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِيْ أَيُّهُمَا قَتَلَهُ، وَإِنْ رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ، فَإِنْ غَابَ عَنْكَ يَوْمًا فَلَمْ تَجِدْ فِيْهِ إِلَّا أَثَرَ سَهْمِكَ فَكُلْ إِنْ شِئْتَ، وَإِنْ وَجَدْتَهُ غَرِيْقًا فِيْ

(۸۴۰)۲۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اپنا کتا شکار کے لیے چھوڑو تو ''بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ'' کہہ کر چھوڑ و اگر اس نے تیرے لیے شکار کو پکڑ لیا اور تو اسے زندہ پائے تو اسے ذبح کر لو اور کھاؤ اگر تو اسے اس حالت میں پائے کہ کتے نے اسے مار دیا لیکن اس سے کچھ کھایا نہیں تو اسے کھاؤ' اگر آپ اپنے کتے کے ساتھ کسی دوسرے کتے کو دیکھ لیں اور شکار کو قتل کر دیا تو تم اس کو نہ کھاؤ' تم نہیں جانتے کہ ان دو کتوں میں سے اسے کس نے قتل کیا اگر تم اپنا تیر پھینکو تو

الْمَآءِ فَلَا تَأْكُلْ))۔ لَفظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ۔

"بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کہ لو! اگر شکار تیری نظروں سے ایک دن اوجھل رہا' اور تم اپنے ہی تیر کا اس میں نشان دیکھتے ہو تو اگر چاہو کھالو' اگر تم اسے پانی میں غرق ہوا پاتے ہو تو نہ کھاؤ۔" لفظ مسلم کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۴۸۴۔ مسلم: ۱۹۲۹۔

(۸٤۱)۳۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ فَكُلْهُ، فَإِنَّ ذَكَاتَهُ أَخْذُهُ))۔

(۸۴۱)۳۔ ایک روایت میں ہے "جو اس نے تیرے لیے پکڑا اور خود اس سے کچھ نہ کھایا تو تم اسے کھاؤ اس کا پکڑنا اسے ذبح کرنا ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۹۲۹۔

(۸٤۲)٤۔ وَفِي رِوَايَةٍ: قُلْتُ: فَإِنْ وَجَدْتُ مَعَ كَلْبِي كَلْبًا آخَرَ لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَهُ؟ قَالَ: ((لَا] فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰى كَلْبِكَ، وَلَمْ تُسَمِّ عَلٰى غَيْرِهِ))۔

(۸۴۲)۴۔ ایک روایت میں ہے میں نے کہا کہ اگر میں اپنے کتے کے ساتھ ایک دوسرا کتا دیکھوں جبکہ میں یہ نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے اسے کس نے پکڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: "بایں صورت تم اسے مت کھاؤ آپ نے تو اپنے کتے کو "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر چھوڑ تھا اور اس کے علاوہ دوسرے پر تو بِسْمِ اللّٰهِ نہیں پڑھی تھی۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۴۷۶۔ مسلم: ۱۹۲۹۔

(۸٤۳)٥۔ وَفِي حَدِيثٍ لِأَبِي دَاوُدَ: قُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِي قَالَ: ((إِذَا سَمَّيْتَ فَكُلْ، وَإِلَّا فَلَا تَأْكُلْ))۔

(۸۴۳)۵۔ ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے میں نے کہا میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں فرمایا: "اگر تم "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر چھوڑا تو کھاؤ ورنہ نہ کھاؤ۔"

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ ابوداؤد: ۲۸۵۴۔

**فوائد:** (۱) شکار کے لیے کتا چھوڑتے ہوئے "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ دینا چاہیے۔ اس صورت میں کتا ایسا شکار لے آئے کہ اس کی جان نکل چکی ہو۔ تو وہ کھانا جائز ہے کیونکہ اس پر تکبیر پڑھ دی گئی تھی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نامعلوم جانور کے لیے ایک جیسی تکبیر کہی جاتی ہے۔ ایسے ہی یہ تکبیر احتیاطاً کہی جاتی ہے۔

(۲) اگر کتا زندہ شکار پکڑ کر لے آیا تو اس کو ذبح کیا جائے گا اور تکبیر پڑھی جائے گی پہلی تکبیر پر اکتفا نہیں کیا جائے گا۔

(۳) اگر شکاری کتے کے ساتھ غیر شکاری کتا بھی پھرتا رہا تو اس صورت میں مقتول شکار نہیں کھایا جائے گا خواہ شکاری کتا ہی کیوں نہ پکڑ کر لایا ہو کیونکہ اس میں اشتباہ ہے کہ کون سے کتے نے پکڑا لہٰذا شک سے بچتے ہوئے اس کے شکار کو کھانا درست نہیں

ہے۔ کیوں کہ تکبیر شکاری کتے پر پڑھی تھی نہ کہ دوسرے کتے پر۔

(۴) کسی جانور کو تیر مارتے وقت ''بسم اللہ واللہ اکبر'' کہہ دیا تو اس سے پکڑا شکار کھانا جائز ہے۔ اگر وہ شکار کہیں غائب ہو گیا اور ایک دن غائب رہا تو یقین ہو کہ میرا تیر لگا ہے تو تب بھی کھایا جاسکتا ہے۔ اگر شکار پانی میں گر گیا اور مر گیا تو پھر وہ کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں شک ہے کہ آیا وہ تیر سے مرا یا پانی میں گرنے کی بنا پر مرا لہٰذا اس صورت میں شکار نہیں کھایا جائے گا۔ ایسے ہی وہ کتا جس نے شکار پکڑا اور خود کھانا شروع کر دیا یا کچھ کھا لیا تو ایسا شکار بھی نہیں کھایا جائے گا۔ شکاری کتے کا شکار پکڑ لینا یہی کافی ہے۔ اگر وہ مر بھی جائے تو اس کا پکڑنا ہی جانور کی زکوۃ ہے۔ اگر کتے چھوڑتے ہوئے تکبیر نہ کہی اور کتا مردہ شکار لے آیا تو وہ شکار کھانا جائز نہیں ہے۔

(۵) ان احادیث میں شکار کے اصول بنائے گئے ہیں اور ذبیحہ کے جائز ہونے اور ناجائز ہونے کے بارے بیان کیا گیا ہے۔ شکار کرنا حلال ہے خواہ وہ خشکی کا ہو یا سمندر کا۔ شکار کے نقصانات کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت جائز پابندی لگا دے تو اس پابندی پر کاربند رہنے کی کوشش کی جائے۔

(٨٤٤)٦۔ وَعَنْهُ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ:فَقَالَ: ((مَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْهُ، وَمَا أَصَابَهُ بِعَرْضِهِ فَهُوَ وَقِيْذٌ))۔

(۸۴۴)٦۔ اسی سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا بے پر تیر کے شکار کے بارے میں تو آپ نے فرمایا: ''اگر تیر کا بھالا اسے لگا تو کھاؤ اور اگر اسے تیر کا عرض لگا تو وہ موقوذہ کے حکم میں'' یعنی وہ ایسے ہی جیسے پتھر مار کر کسی جانور کو مار دیا گیا ہو لہٰذا اس کا کھانا حرام ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۴۷٦۔ مسلم: ۱۹۲۹۔

(٨٤٥)٧۔ وَعَنْ أَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَغَابَ عَنْكَ فَأَدْرَكْتَهُ فَكُلْهُ، مَالَمْ يُنْتِنْ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۸۴۵)۷۔ ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تو اپنا تیر پھینکے اور شکار تمہاری نظروں سے اوجھل ہو جائے پھر تو اس کو پا لے اگر اس میں بدبو نہ پیدا ہوئی ہو تو اسے کھا لے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۹۳۱۔ بخاری: ۵۴۷۸، ۵۴۸۸، ۵۴۹٦۔

(٨٤٦)٨۔ وَعَنْ أَبِيْ دَاوٗدَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ ثَعْلَبَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ صَيْدِ الْكَلْبِ: ((إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ، وَكُلْ مَارَدَّتْ [عَلَيْكَ] يَدُكَ))۔ وَفِيْ

(۸۴٦)۸۔ ابوداؤد میں ابوثعلبہ سے حدیث مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کے شکار کے بارے فرمایا: ''میں جب آپ اپنا کتا شکار پر چھوڑیں اور اس پر ''بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ'' کہہ لیں تو کھاؤ اگرچہ کچھ اس

إِسْنَادِهِ دَاوُدَ بْنُ عُمَرٍو عَامِلُ وَاسِطٍ، وَقَدْ وَثَّقَهُ يَحْيٰى بْنُ مَعِيْنٍ، وَقَالَ الْعَجَلِيُّ: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ، وَقَالَ أَبُوْ حَاتِمٍ: شَيْخٌ۔

نے اس میں سے کھا لیا ہو اور کھاؤ جو لوٹایا تیری طرف تیرے ہاتھ نے۔'' اس کی سند میں ابوداؤد بن عمرو عامل واسط ہے جس کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے اور عجلی نے کہا ہے کہ یہ راوی قوی نہیں ہے اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ شیخ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث شاذ۔ ابو داؤد: ۲۸۵۲۔ بیهقی: ۹/ ۲۷۷۔ اس کی سند میں داؤد بن عمرو ہے یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

(۸۴۷)۹۔ وَقَدْ جَاءَ هٰذَا أَيْضًا عِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ۔ أَعْنِي الْأَكْلَ وَإِنْ أَكَلَ۔ مِنْ حَدِيْثِ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا يُقَالُ لَهُ: أَبُوْ ثَعْلَبَةَ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ لِيْ كِلَابًا مُكَلَّبَةً فَأَفْتِنِيْ فِيْ صَيْدِهَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:((إِنْ كَانَ (لَكَ) كِلَابًا مُكَلَّبَةً فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ ذَكِيًّا أَوْ غَيْرَ ذَكِيٍّ)) قَالَ: وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ؟ قَالَ: ((وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ))۔ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، أَفْتِنِيْ فِيْ قَوْسِيْ؟ قَالَ: كُلْ مَارَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْسُكَ۔ (قَالَ) ذَكِيًّا أَوْ غَيْرَ ذَكِيٍّ۔ قَالَ: وَإِنْ تَغَيَّبَ عَنِّيْ؟ قَالَ: ((وَإِنْ تَغَيَّبَ عَنْكَ، مَالَمْ يَصَلَّ، أَوْ تَجِدْ فِيْهِ(أَثَرًا) غَيْرَ سَهْمِكَ))۔ قَالَ [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ] أَفْتِنِيْ فِيْ آنِيَةِ الْمَجُوْسِ (إِنِ اضْطَرَرْنَا [إِلَيْهَا] قَالَ: ((اغْسِلْهَا وَكُلْ فِيْهَا))۔ [وَأَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ أَيْضًا]۔

(۸۴۷)۹۔ یہ ابوداؤد کے پاس مذکور ہے' اس سے میری مراد کھانا ہے اور اگر اس نے کھا لیا تو عمرو بن شعیب نے اسے دادا سے روایت ہے کہ ایک اعرابی ابوثعلبہ کہتے ہیں: کہا یارسول اللہ ﷺ میرے پاس سدھائے ہوئے کتے ہیں ان کے شکار کے بارے میں مجھے فتویٰ دیجیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر کتے سدھائے ہوئے ہوں جو تمہارے لیے روک لیں تو ان میں سے کھاؤ' ذبح کر کے یا بغیر ذبح کیے'' کہا اگر انہوں نے کچھ کھالیا؟ فرمایا: ''اگرچہ کھا لیا ہو'' یا رسول اللہ ﷺ مجھے میری کمان کے بارے میں فتویٰ دیجیے آپ نے فرمایا: ''تیر کمان جو تجھے لوٹائے اس سے کھاؤ ذبح کر کے یا بغیر ذبح کیے'' اس نے کہا اگر وہ میری نظروں سے اوجھل ہو جائے؟ فرمایا: ''اگرچہ وہ تیری نظروں سے اوجھل ہو جائے۔'' جب تک تو اس میں اپنے تیر کے علاوہ کسی دوسرے کا نشان نہ پائے'' اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے فتویٰ دیجیے مجوس کے برتنوں کے بارے میں اگر ہم مجبور ہو جائیں؟ فرمایا: ''انہیں دھولو اور ان میں کھاؤ۔'' اس کو نسائی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث شاذ۔ ابوداؤد: ۲۸۵۲۔ دار قطنی: ۸۸۔

**فوائد:** (۱) وہ جانور جو کسی تیز خون بہادینے والی چیز کے لگنے سے مرگیا اور تکبیر بھی پڑھی تھی تو ایسے جانور کا شکار کھانا جائز ہے۔

(۲) وہ جانور جس کو ایسی چیز سے مارا گیا کہ وہ نوک دار یا دھاری دار نہ تھی خون نہ بہہ سکا ویسے چوٹ لگنے سے جانور مرگیا خواہ اس پر تکبیر پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ذبح کے حکم میں نہیں آتا۔ ذبح کے لیے خون کا نکلنا شرط ہے۔

• وہ چیز یا ہتھیار جو آگے سے چوڑا تھا شکار کو لگا اور وہ گر پڑا زندہ ہاتھ لگ گیا تو اس پر تکبیر کہی جائے اور ذبح کرنے کے بعد کھالیا جائے کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) صحیح یہ بات ہے کہ کتا کچھ شکار سے کھالے تو اس شکار کو کھانا آدمی کے لیے جائز نہیں ہے۔

(۴) وہ جانور جو خشکی پر تیر لگنے سے غائب ہوجائے اگر وہ دوسرے دن یا تیسرے دن بھی مل جائے اور اس پر اور کوئی نشان نہ ہو اور نہ ہی وہ بد بودار ہوا ہو تو وہ کھایا جاسکتا ہے۔

(٨٤٨) ١٠۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا أَنَّهُمْ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، إِنَّ قَوْمًا حَدِيْثُ عَهْدٍ (بِالْجَاهِلِيَّةِ) يَأْتُوْنَنَا بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِيْ أَذَكَرُوْا اسْمَ اللّٰهِ [عَلَيْهَا] أَوْ لَمْ يَذْكُرُوْا ([أَ] فَنَأْكُلُ مِنْهَا)؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :((سَمُّوْا [اللّٰهَ] وَكُلُوْا))۔ لَفْظُ أَبِيْ دَاوُدَ، وَأَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ، وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۸۴۸)۱۰۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نئی قوم ہیں وہ ہمارے پاس ایسے گوشت لاتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اس پر اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں کیا ہم یہ کھا لیا کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ کا نام لو اور کھاؤ۔'' لفظ ابوداؤد کے ہیں اور بخاری، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۵۰۷۔ ابوداؤد: ۲۸۲۹۔

**فوائد:** (۱) آج کل کے اہل کتاب اور مجوس پکے مشرک ہیں ان کا دیا ہوا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔

(۲) عرب کے عیسائی جبکہ علم ہو کہ انہوں نے اللہ کے نام پر ہی ذبح کیا ہے۔ تو ان کا دیا ہوا گوشت کھایا جاسکتا ہے اگر غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ کیا ہو تو اس کا کھانا حرام ہے۔

(۳) اگر ان کا حال ٹھیک معلوم ہوتا ہو اور نئے نئے اسلام کی طرف مائل ہوں تو ان کے دیے ہوئے گوشت پر اللہ کا نام لے کر گوشت کھایا جاسکتا ہے۔ یعنی اپنے نئے بھائیوں کے ساتھ حسن ظن ہو۔

(٨٤٩) ١١۔ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ قَرِيْبًا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ خَذَفَ، قَالَ فَنَهَاهُ، وَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ (نَهَى عَنِ الْخَذْفِ) وَقَالَ: ((إِنَّهَا لَا

(۸۴۹)۱۱۔ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مغفل کے پاس غلیل تھی، کہا تو اسے منع کر دیا، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے غلیل سے منع کیا ہے فرمایا وہ شکار نہیں کرتی

تَصِيدُ صَيْدًا، وَلَا تَنكَأُ عَدُوًّا، وَلٰكِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ، وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ))۔ قَالَ: فَعَادَ[فَخَذَفَ]، قَالَ[لَهُ]: أُحَدِّثُكَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْهُ ثُمَّ تَخْذِفُ!! لَا أُكَلِّمُكَ أَبَدًا۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔ وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اور نہ دشمن کو بھگاتی ہے' وہ تو دانت توڑتی ہے یا آنکھ پھوڑتی ہے کہا کہ اس نے پھر غلیل کا استعمال کیا اس نے کہا کہ میں تمہیں یہ بتا رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع کیا تو تم پھر غلیل استعمال کرتے ہو' میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۴۷۹۔ مسلم: ۱۹۵۴۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم ﷺ نے خذف سے منع فرمایا ہے۔ خذف کنکر پھینکنے کو بولتے ہیں۔

(۲) کنکر سے جانور مر جائے تو وہ حلال نہیں ہوتا۔

(۳) ایسی گولی جو نوکدار ہو اس کا کیا ہوا شکار جائز ہے اور جس کی گولی نوکدار نہیں اس سے کیا ہوا شکار کھانا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ کارتوس ہے یا غلیل وغیرہ ہے۔

(۴) خذف سے باز رہنا چاہیے۔ بعض دفعہ شغل شغل میں کوئی جسم کے حصے کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ یعنی یہ شیطانی فعل ہے۔

(۵) جس پر نبی کریم ﷺ کی حدیث اثر نہ کرے یا کوئی حدیث کو سن لینے کے بعد بھی باز نہ آئے تو اس سے قطع تعلقی کرنا جائز ہے۔

## بَابُ الْأَطْعِمَةِ

## کھانوں کا بیان

(۸۵۰) ۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ فَأَكْلُهُ حَرَامٌ))۔

(۸۵۰) ۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر کچلیوں والے درندے کا کھانا حرام ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۹۳۳۔

(۸۵۱) ۲۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ((نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، وَ (عَنْ) كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ))۔ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

(۸۵۱) ۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہر کچلی والے درندے سے اور ہر پنجے سے شکار کرنے والے پرندے سے۔'' دونوں مسلم نے نکالی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۹۳۴۔

**فوائد:** (۱) ان احادیث میں ان جانوروں کا تذکرہ ہے جن کا کھانا حرام ہے۔

(۲) بعض جانور کچلی دار گوشت خور اور پنجے دار گوشت خور ہونے کی وجہ سے حرام ہیں۔ جیسے چیتا' شیر' بھیڑیا' بلی' کتا' شاہین'

عقاب' باز وغیرہ ہیں۔ بعض خباثت کی بنا پر حرام ہیں جیسے کہ چیل اور گدھ ہیں اور بعض جانور ایسے ہیں جن میں گوشت خوری کا وصف ہے۔ لیکن شرف و تعظیم کی بنا پر حرام ہیں جیسے انسان ہے۔

(۳) کچھ جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے کھانے کے اعتبار سے حرام قرار دیا ہے۔ ان کو حرام کرنے کی حکمت وہی حکیم ہی جانتا ہے۔ وہی جانتا ہے کہ میرے بندوں کے کھانے کے لائق کیا کیا چیز ہے؟ کس میں فائدہ اور کس میں نقصان ہے اس اعتبار سے حرمت قرار دی۔

(٨٥٢) ٣۔ وَعِندَهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي ثَعْلَبَةَ [الْخُشَنِيِّ] قَالَ: ((حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ))۔

(۸۵۲) ۳۔ ابوثعلبہ خشنی سے مروی ہے کہتے ہیں "رسول اللہ ﷺ نے گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔"

**تحقيق وتخريج:** بخاری: ٥٥٢٧۔ مسلم: ١٩٣٦۔

(٨٥٣) ٤۔ وَفِي حَدِيثِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: ((فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَبَا طَلْحَةَ فَنَادَى [فِي النَّاسِ]: ((إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ، فَإِنَّهَا رِجْسٌ أَوْ نَجَسٌ))۔

(۸۵۳) ۴۔ انس بن مالک سے مروی حدیث میں ہے "رسول اللہ ﷺ نے ابوطلحہ کو حکم دیا' اس نے لوگوں میں اعلان کیا اللہ اور اس کے رسول تمہیں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں اس لیے کہ یہ پلید ہیں نجس ہیں۔"

**تحقيق وتخريج:** بخاری: ٥٥٢٨۔ مسلم: ١٩٤٠۔

**فوائد:** (۱) گھریلو گدھے کھانا حرام ہے۔

(۲) جنگلی گدھے کھانے کی اب بھی اجازت ہے۔

(۳) گھریلو گدھوں کو ناپاک اور پلید ہونے کے باعث حرام قرار دیا گیا۔ جبکہ یہ خیبر کے موقع سے قبل حلال تھے ان کا گوشت کھایا جاتا تھا اور ان کو دیگر حلال جانوروں کی طرح ذبح کیا جاتا تھا۔ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان کا گوشت کھانا حرام قرار دیا۔ اب ان کا کھانا تو دور کی بات ہے اس کا پیشاب کپڑوں پر پڑ گیا تو کپڑوں کو دھونا پڑے گا کیونکہ وہ پلید ہے۔

(۴) قرآن میں احکامات کے متعلق تین اصول بیان ہوئے ہیں (۱) عدم حرج (۲) قلت حرج (۳) تدریج۔ یہاں تدریج کا اصول اختیار کیا گیا ہے۔ یعنی احکامات میں تدریج کا لحاظ رکھا گیا جیسے جیسے لوگوں کے ذہن پختہ ہوتے گئے اسی طرح حکم نازل ہوتا رہا۔

(۵) جو چیزیں حرام ہوں ان سے بچاؤ کی تشہیر کرنا درست ہے اور لوگوں کو ان سے باز رکھنا ضروری ہے۔

(٨٥٤) ٥۔ وَعَنْ جَابِرِ (بْنِ عَبْدِاللّٰهِ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الضَّبُعِ

(۸۵۴) ۵۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے گوہ کے بارے میں

فَقَالَ: ((هُوَ صَيْدٌ، وَيُجْعَلُ فِيْهِ كَبْشٌ إِذَا أَصَابَهُ الْمُحْرِمُ))۔ أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ، وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

پوچھا' آپ نے فرمایا: ''وہ شکار ہے اگر کوئی احرام کی حالت میں اسے قتل کرے تو اس پر ایک مینڈھا پڑ جائے گا۔'' اس کو اصحاب اربعہ نے نکالا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** احمد: ۳/ ۳۱۸۔ ابوداؤد: ۳۸۰۱۔ ترمذی: ۱۷۹۱۔ وقال حسن صحیح۔ نسائی: ۷/ ۲۰۰۔ ابن ماجۃ: ۳۲۳۶۔ ابن حبان: ۹۷۹۔ حاکم: ۱/ ۴۵۲۔ بیھقی: ۵/ ۱۸۳۔

**فوائد:** (۱) یہ حدیث عام ہے جو کہ بجو کی حلت پر دال ہے۔ یہ جانور کچلی والا بھی نہیں اور پنجے سے شکار کرنے والا بھی نہیں ہے۔ راجح بات یہی ہے کہ یہ بلا کراہت حلال ہے۔

(۲) یہ ایک شکار ہے اگر حالتِ احرام میں اس کو پکڑا جائے تو ایک مینڈھا دم پڑ جاتا ہے۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو حرام جانور ہیں ان کا شکار کرنا جائز نہیں الا یہ کہ وہ فصلوں کے لیے فسادی ثابت ہوں جیسے خنزیر ہے۔ گیدڑ وغیرہ ہیں شوق اور تفریح کے پیش نظر حرام جانوروں کو نشانہ بنانا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

(۸۵۵)۶۔ وَعَنْهُ قَالَ: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (يَوْمَ خَيْبَرَ) عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِيْ لُحُوْمِ الْخَيْلِ))۔ أَخْرَجُوْهُ إِلَّا التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۸۵۵)۶۔ جابر بن عبداللہ ہی سے روایت ہے کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن گدھوں کے گوشت سے منع کیا اور گھوڑے کے گوشت کی اجازت دی۔'' اس کو سوائے ترمذی اور ابن ماجہ کے سبھی نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۵۲۰۔ مسلم: ۱۹۴۱۔

(۸۵۶)۷۔ وَعِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ: ((وَأَذِنَ فِيْ لُحُوْمِ الْخَيْلِ))۔

(۸۵۶)۷۔ ابوداؤد میں یہ الفاظ ہیں ''اجازت دی گھوڑے کے گوشت کی۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ ابوداؤد: ۷۸۸۔ مسلم: ۱۹۴۱۔

**فوائد:** (۱) گھوڑے کا گوشت کھانا حلال ہے یعنی گھوڑا حلال جانور ہے۔

(۲) پہلے گھوڑوں کے مفقود پڑ جانے کے خطرہ کی وجہ سے ان کو حرام قرار دیا گیا لیکن بعد میں ان کے گوشت کھانے کو حلال قرار دیا گیا اور اس کی دلیل یہی مذکورہ احادیث ہیں جن میں موقع کا بھی ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کے موقع پر ان کے کھانے کی اجازت دے دی تھی۔

(۳) اب گھوڑے کے حلال ہونے پر تمام سلف خلف کا اتفاق ہے اور یہی راجح بات ہے۔ جو چیز تمام محقق علماء کے ہاں حلال ہوتی ہے وہ اکثر احناف کے ہاں مکروہ یا حرام ہوتی ہے۔

(۸۵۷)۸۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ

(۸۵۷)۸۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ اپنے دادا

جَدِّهِ قَالَ: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، وَعَنِ الْجَلَّالَةِ، [وَعَنْ] رُكُوْبِهَا، وَأَكْلِ ثَمَنِهَا))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ خیبر کے دن گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کیا اور جلالہ سے (گندگی کھانے والا جانور) اور اس پر سوار ہونے سے اور اس کی قیمت کھانے سے۔ ابوداؤد اور نسائی نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح احمد: ۲/ ۲۱۹۔ ابو داؤد: ۳۸۱۱۔ نسائی: ۷/ ۲۳۹۔ بیہقی: ۹/ ۳۳۳۔ حاکم: ۲/ ۱۰۳۔

(۸۵۸)۹۔ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ: وَأَكْلِ لُحُوْمِهَا)۔ وَقَالَ: عَنْ جَدِّهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو۔

(۸۵۸)۹۔ حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے ''اسکا گوشت کھانے سے۔'' ابوداؤد اور نسائی نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حاکم: ۲/ ۱۰۳۔

(۸۵۹)۱۰۔ وَعِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ لَبَنِ الْجَلَّالَةِ))۔

(۸۵۹)۱۰۔ ابوداؤد' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں ''نبی کریم ﷺ نے گندگی کھانے والے جانور کا دودھ پینے سے منع کیا۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے احمد: ۱/ ۲۲۶، ۳۲۱، ۳۳۹۔ ابو داؤد: ۱۳۶۳۔ حاکم: ۲/ ۱۰۲۔

**فوائد:** (۱) جلالہ ہر اس جانور کو کہتے ہیں جو گندگی کھاتا ہے' خواہ وہ بھیڑ' بکری' اونٹ' گائے یا مرغی وغیرہ ہوں۔

(۲) گندگی خور جانور کو کھانے کی ممانعت ہے۔

(۳)۔ جلالہ کا گوشت اور اس کا دودھ نہ پیا جائے۔

(۴) علماء کرام کے بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مرغی کو تین روز' گائے کو چالیس روز' بکری کو سات روز اور گائے کو بھی چالیس روز تک گندگی کھانے سے گریز کروایا گیا ہو تو تب ان کو کھایا جاسکتا ہے۔ اور دودھ بھی پیا جاسکتا ہے۔

(۸۶۰)۱۱۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ (أَكْلِ) الضَّبِّ؟ فَقَالَ: ((لَا آكُلُهُ، وَلَا أُحَرِّمُهُ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۸۶۰)۱۱۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے گوہ کھانے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ ہی اسے حرام قرار دیتا ہوں۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۵۳۶۔ مسلم: ۱۹۴۳۔

**فوائد:** (۱) ضب کا کھانا حلال ہے۔ جسے ہم اپنی زبان میں سانڈہ کہتے ہیں۔ جس کا تیل عام طور پر معروف ہے۔

(۲) صحیح بات یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ اس کو ذاتی کراہت کی بنا پر نہیں کھاسکتے ورنہ حرمت کا حکم نہیں لگاسکتے۔ یہ حلال ہے۔

(۳) اس حدیث میں جو کہ بخاری اور مسلم کی ہے اگر چہ نبی کریم ﷺ نے اسے نہیں کھایا لیکن اس کے کھانے سے منع بھی نہیں

فرمایا۔ یہ تقریری حدیث ہے جو کہ قابلِ حجت ہے۔

(٨٦١)١٢۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ]

(۸۶۱)۱۲۔ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سات جنگیں لڑیں ہم اس دوران ٹڈی کھایا کرتے تھے۔
متفق علیہ۔ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۴۹۵۔ مسلم: ۱۹۵۲۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں مکڑی جس کو ٹڈی بھی کہتے ہیں کی حلت کے بارے بیان ہے۔
(۲) ٹڈی کا کھانا بالاتفاق حلال ہے یہی بات صحیح ہے۔
(۳) ٹڈی وہ جانور ہے جس کو ذبح نہیں کیا جاتا ویسے ہی اس کو پکڑ کر بنا کر کھایا جاتا ہے۔
(۴) عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں سات غزوات لڑے۔

(٨٦٢)١٣۔ وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَرْنَا فَاسْتَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَوْا عَلَيْهِ، فَلَغِبُوْا، قَالَ: فَسَعَيْتُ [عَلَيْهَا] (حَتّٰى) أَدْرَكْتُهَا، فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا، وَبَعَثَ بِوَرِكَيْهَا أَوْ فَخِذَيْهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَبِلَهُ وَأَكَلَهُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۸۶۲)۱۳۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم مرالظہران سے گزرے تو ہم نے ایک خرگوش کو چھیڑا لوگ اس کے پیچھے دوڑے اور تھک ہار گئے، کہتے ہیں کہ میں نے کوشش کی اور اسے پکڑ لیا، میں نے وہ ابوطلحہ کو دیا اس نے ذبح کیا، اور اس کی ٹانگیں رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجیں آپ نے وہ قبول فرمائیں اور کھالیں۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۷۲، ۵۴۸۹، ۵۵۳۵۔ مسلم: ۱۹۵۳۔

**فوائد:** (۱) خرگوش حلال جانور ہے۔ یہ جنگلی بھی ہوتا ہے اور گھریلو بھی ہوتا ہے ہر طرح کا جائز ہے۔
(۲) خرگوش کو ذبح کر کے کھایا جاتا ہے۔ یہ جانور بلی کے مشابہ ہوتا ہے۔
(۳) یہ بلا کراہت حلال ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو کھایا ہے۔
(۴) کوئی حلال جانور کا شکار کرے تو اس کا گوشت اپنے دوست کو یا امیر کو بھیج سکتا ہے۔
(۵) جو شکار کوشش کر کے پکڑ لے وہ اس کا ہوتا ہے کسی کو اس میں عمل دخل نہیں ہوتا۔

(٨٦٣)١٤۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ، وَأُمِّرَ عَلَيْنَا أَبُوْ عُبَيْدَةَ قَالَ: فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِيْدًا، فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوْتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ۔ قَالَ: فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ، فَأَخَذَ

(۸۶۳)۱۴۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں "ہم نے جیش خبط سے جنگ کی، ہم پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا گیا تھا، کہتے ہیں کہ ہمیں بہت زیادہ بھوک لگی، سمندر نے ایک اتنی بڑی مچھلی باہر پھینکی کہ ہم نے اس جیسی مچھلی پہلے نہ

أَبُوْ عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ عَنْ جَابِرٍ۔

دیکھی تھی اسے عنبر کہا جاتا ہے' کہتے ہیں کہ ہم نے وہ نصف ماہ کھائی' حضرت ابوعبیدہ نے اس کی ایک ہڈی پکڑی' ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔" (یہ بخاری نے حضرت عمر عن جابر کی حدیث سے روایت کی ہے)

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۳۶۰' ۴۳۶۱' ۴۳۶۲۔ مسلم: ۱۹۳۵۔

(٨٦٤) ١٥۔ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي الزُّبَيْرِ فِيْ قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ فِيْهَا قَالَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ: مَيْتَةٌ، ثُمَّ قَالَ: لَا، بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوْا۔ قَالَ: فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ حَتّٰى سَمِنَّا، وَفِيْهِ: فَلَقَدْ أَخَذَ(مِنَّا) أَبُوْ عُبَيْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَأَقْعَدَهُمْ فِيْ وَقْبِ عَيْنِهِ۔ وَفِيْهِ: وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَشَائِقَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ [وَ] أَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: ((**هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ (اللّٰهُ) لَكُمْ، فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُوْنَنَا؟**)) قَالَ: فَأَرْسَلْنَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُ ((**فَأَكَلَهُ**))۔

(۸۶۴) ۱۵۔ ابوزبیر سے مروی حدیث کو امام مسلم نے ایک طویل داستان میں نقل کیا جس میں ابوعبیدہ نے کہا یہ مردار ہے پھر فرمایا نہیں' بلکہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کے ایلچی ہیں اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے ہوتے ہیں' تم مجبور ہو لاچار ہو کھاؤ کہا کہ ہم وہاں اسے ایک ماہ تک کھاتے رہے اور ہم تین سو افراد تھے' یہاں تک کہ ہم خوب موٹے تازے ہو گئے' ہم میں سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے تیرہ افراد لیے اور انہیں اس کی آنکھ کے گڑھے میں بٹھا دیا اور اس روایت میں ہے جب ہم مدینہ منورہ آئے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "یہ ایک رزق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے فراہم کیا' کیا تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت ہے کہ تم ہمیں کھلاؤ" کہتے ہیں کہ ہم نے اس میں سے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا اور آپ نے اسے کھایا۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۹۳۵۔

**فوائد:** (۱) مچھلی زندہ ملے یا مردہ ملے' دونوں طرح حلال ہے شرط یہ ہے کہ وہ بدبودار نہ ہو اور نہ ہی پھولی ہوئی ہو۔ یہ بغیر ذبح کے کھائی جاتی ہے۔
(۲) مچھلی یہ آبی جانور ہے۔ یہ خود شکار کی ہو یا کسی نے شکار کی ہو یا بغیر شکار کیے مل گئی ہو تو یہ حلال ہے کھائی جاسکتی ہے۔
(۳) مچھلی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی مخلوق ہے۔ جو کہ بہترین گوشت ہوتا ہے۔
(۴) مچھلی کی کئی اقسام اور کئی نام ہیں۔ ہر طرح کی مچھلی حلال ہے۔
(۵) کسی حلال جانور کی ہڈیوں کا خیمہ بنانا یا اس کے بعض حصے میں بیٹھ جانا جائز ہے۔ ایسے ہی کسی جانور کے عرض وطول کا ہر

لحاظ سے اندازہ لگانا بھی جائز ہے۔ مچھلی کا گوشت مسلسل ایک ماہ تک کھایا جائے تو نظام انہضام متاثر نہیں ہوتا۔ یہ اپنے اپنے مزاج کی بات ہے۔

(٦) جھٹ پٹ کا صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ مہینوں کا راشن فراہم فرما دیتے ہیں۔ اضطراری کی صورت میں اور جان ضائع ہونے کے وقت مردہ گوشت کو بقدرے استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن یہ اجازت جان سنبھل جانے تک ہے حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے غازیوں کو بے بہا نعمتوں کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔

(٨٦٥) ١٦- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ: اَلنَّمْلَةِ، وَالنَّحْلَةِ، وَالْهُدْهُدِ، وَالصُّرَدِ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ عَنْ رِجَالِ الصَّحِيْحِ۔

(٨٦٥) ١٦۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ''نبی کریم ﷺ نے چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور لٹورا'' (ایسا پرندہ جو کیڑے مکوڑے کھاتا ہے) ابوداؤد نے اسے صحیح راویوں سے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح الامام احمد: ١/ ٣٣٢۔ ابوداؤد: ٥٢٦٧۔ ابن ماجۃ: ٣٢٢٤۔ ابن حبان: ١٠٧٨۔ بیہقی: ٩/ ٣١٧۔

**فوائد:** (١) اس حدیث میں چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (١) شہد کی مکھی (٢) چیونٹی (٣) ہدہد (٤) لٹورا

(٢) مذکورہ جانوروں میں سے جو انسان کے لیے ضرر رساں واقع ہو اس کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ یہ مجبوری کے وقت ایسے ہوگا عام حالت میں قتل نہیں کیا جا سکتا ایک چیونٹی نے کاٹا ہے صرف اس کو تو مارا جا سکتا ہے لیکن وہاں کی تمام چیونٹیوں کی بستی کو مار دینا یا جلا دینا درست نہیں ہے۔

(٣) یہ جانور کیونکہ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اس لیے ان کو قتل کرنے سے از حد گریز کیا جائے۔ حتیٰ کہ چیونٹیوں کو قتل کرنے والے نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا۔ کہ یہ تو میری تسبیح بیان کرتی تھی۔ تجھے ایک نے کاٹا لیکن تو نے سبھی کو جلا دیا۔

(٨٦٦) ١٧- وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ [الْحَضْرَمِيِّ]، عَنْ أَبِيْهِ وَائِلٍ (الْحَضْرَمِيِّ)، أَنَّ طَارِقَ بْنَ سُوَيْدٍ الْجُعْفِيَّ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْخَمْرِ، قَالَ: فَنَهَاهُ، أَوْ كَرِهَ أَنْ يَصْنَعَهَا، فَقَالَ: إِنَّمَا أَصْنَعُهَا لِلدَّوَاءِ۔ قَالَ: ((إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّهُ دَاءٌ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(٨٦٦) ١٧۔ علقمہ بن وائل حضرمی، اپنے باپ وائل حضرمی سے روایت کرتے ہیں کہ طارق بن سوید جعفی نے نبی کریم ﷺ سے شراب کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے منع کر دیا یا مکروہ جانا کہ وہ اسے بنائے اس نے کہا، میں اسے دوا کے طور پر بناتا ہوں، آپ نے فرمایا: ''یہ کوئی دوا نہیں بلکہ یہ بیماری ہے۔'' مسلم نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ١٩٨٤۔

**فوائد:** (١) وہ چیز جو حرام ہو وہ تمام کی تمام حرام ہوتی ہے۔ اب اس میں تاویلیں کرنا اور اس کو جائز قرار دینا کسی صورت میں

درست نہیں ہے۔

(۲) شراب کو بنانا اور دوائی کے طور پر استعمال کرنا حرام ہے۔ ایسے ہی اس کو فروخت کرنا حرام ہے۔ آج کل جو شراب ادویات میں استعمال کی جارہی ہے اس کا پسِ منظر بھی تاویلیں ہیں اس سے گریز کیا جانا چاہیے۔

## بَابُ النَّذْرِ
## نذر کا بیان

(٨٦٧) ١۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ**))۔ أَخْرَجُوْهُ إِلَّا مُسْلِمًا، وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ دَاوُدَ

(٨٦٧) ا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے نذر مانی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو وہ ضرور اس کی اطاعت کرے اور جس نے نذر مانی کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔'' مسلم کے علاوہ دیگر محدثین نے اسے نقل کیا ہے اور لفظ ابوداؤد کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ٦٦٩٦، ٦٧٠٠۔ ابو داؤد: ٣٢٨٩۔

**فوائد:** (۱) نذر ماننا درست ہے۔

(۲) نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ماننی چاہیے۔ نافرمانی و معصیت کی نذر نہیں ماننی چاہیے۔

(۳) نذر یہ بدلہ ہوتا ہے کسی عنایت کا۔ یعنی یہ فلاں کام ہو جائے تو پھر میں ایسے ایسے کروں گا۔

(۴) وہ نذر جو اطاعتِ الٰہی کے زمرہ میں رہے مانی جائے وہ درست ہوگی دوسری ایسی نذر جو کہ مالا یطاق نہ ہو وہ درست ہوگی یعنی جو انسان کی طاقت سے بڑھ کر ہوگی وہ نذر درست نہ ہوگی۔

(٨٦٨) ٢۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهٰى عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ: ((**إِنَّهُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ، وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيْلِ**))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(٨٦٨) ٢۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نذر ماننے سے منع کیا اور فرمایا: ''یہ خیر و برکت کو نہیں لاتی بلکہ بخیل سے اس کے ذریعے مال نکالا جاتا ہے۔'' متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ٦٦٩٢، ٦٦٩٣۔ مسلم: ١٦٣٩۔

**فوائد:** (۱) نذر ماننے کی طرف وہ آدمی راغب ہوتا ہے جو کہ بخل جیسے وصف کا حامل ہوتا ہے۔ وہ آدمی جو پہلے ہی نیک ہوتا ہے وہ نذر و نیاز سے بے نیاز ہوتا ہے۔

(۲) البتہ نذر کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بخیل اس کے بہانے کچھ خرچ کر بیٹھتا ہے۔ اور وہ بھی کانپتے ہاتھوں سے۔

(۳) نذر ماننے والا افضل چیز کا طالب ہوتا ہے جبکہ نذر پوری پوری مانتا ہے۔ چنانچہ نذر پوری ہو جانے کے بعد بھی بخیل آدمی

بعض دفعہ خرچ نہیں کرتا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ نذر سے باز رہا جائے۔ نذر ماننا کوئی بڑا عمل نہیں ہے۔

(٨٦٩) ٣ - وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((**كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ**))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(٨٦٩) ٣۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نذر کا کفارہ قسم کے کفارے کی مانند ہے۔'' اسے مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ١٦٤٥۔

(٨٧٠) ٤ - وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**مَنْ نَذَرَ نَذْراً لَمْ يُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْراً فِيْ مَعْصِيَةٍ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيْقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ**))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَذَكَرَ أَنَّهُ رُوِيَ مَوْقُوْفًا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ۔

(٨٧٠) ٤۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کوئی ایسی نذر مانی جس کا اس نے نام نہیں لیا اس کا کفارہ قسم کے کفارے کی مانند ہوگا' جس نے کسی گناہ کے کام کی نذر مانی اس کا کفارہ قسم کے کفارے کی مانند ہوگا' جس نے کوئی ایسی نذر مانی جس کے پورا کرنے کی اس میں طاقت ہی نہیں اس کا کفارہ قسم کے کفارے کی مانند ہوگا۔'' اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ذکر کیا ہے کہ یہ ابن عباس پر موقوف روایت ہے۔

**تحقیق وتخریج:** ابوداؤد: ٣٣٢٢۔ بیہقی: ١٠/ ٤٥۔

**فوائد:** (١) نذر کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو عام معمول کے مطابق کھانا کھلایا جائے۔ یا کپڑے دیے جائیں یا غلام آزاد کیا جائے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر تین دن کے روزے رکھے جائیں۔

(٢) حدیث میں یہ بھی موجود ہے کہ جو معصیت کی نذر مانے یا ایسی نذر مانے جو طاقتِ بشری سے بالا ہے یا ایسی نذر مانے جس کا تعین نہیں تو ان صورتوں میں کفارہ لازم ہے۔

(٨٧١) ٥ - وَعِنْدَ مُسْلِمٍ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: ((**لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةٍ، وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ**))۔

(٨٧١) ٥۔ مسلم شریف میں عمران بن حصین سے ایک طویل حدیث منقول ہے۔ ''معصیت کی نذر کو پورا کرنا شرعاً درست نہیں اور نہ ہی وہ نذر پورا کرنا ہے جو انسان کے بس میں نہیں۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ١٦٤١۔

**فوائد:** (١) نافرمانی والی نذر کو توڑا جائے گا اور کفارہ دیا جائے گا۔

(٨٧٢) ٦ - وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ

(٨٧٢) ٦۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا

حَدِّهِ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، إِنِّيْ نَذَرْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلٰى رَأْسِكَ بِالدُّفِّ۔ قَالَ: ((أَوْفِ بِنَذْرِكِ))۔ قَالَتْ: إِنِّيْ نَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَ كَذَا۔ مَكَانٍ كَانَ يَذْبَحُ فِيْهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ۔ قَالَ: ((لِصَنَمٍ؟)) قَالَتْ: لَا۔ قَالَ: ((لِوَثَنٍ؟)) قَالَتْ: لَا۔ قَالَ: ((أَوْفِ بِنَذْرِكِ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ

سے روایت کرتے ہیں کہ عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں نے یہ نذر مانی ہے کہ آپ کے پاس کھڑی ہو کر دف بجاؤں' آپ نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کر اس نے کہا میں نے نذر مانی ہے کہ اس جگہ جانور ذبح کروں جہاں زمانہ جاہلیت میں ذبح کرتے تھے' آپ نے فرمایا: ''کسی بت کے نام پر؟'' کہا نہیں کہا ''کسی اوتار کے نام پر؟'' اس نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا: ''تو اپنی نذر پوری کر لے۔'' ابوداؤد نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ ابوداؤد: ۳۳۱۲۔ بیہقی: ۱۰/ ۷۷۔ الامام احمد: ۵/ ۳۵۶۔ ۳۵۳۔ ترمذی: ۳۶۹۰۔ قال حسن صحیح۔ ابن حبان: ۱۱۹۳۔

(۸۷۳)۷۔ وَعِنْدَهُ مِنْ حَدِيْثِ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ، قَالَ: نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ۔ [اَلْحَدِيْثَ] وَفِيْهِ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلْ كَانَ) فِيْهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ(يُعْبَدُ))) قَالُوْا: لَا قَالَ: ((فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟)) قَالُوْا: لَا۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ......)) اَلْحَدِيْثُ۔

(۸۷۳)۷۔ ثابت بن ضحاک سے مروی ہے' کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ مقام پر اونٹ ذبح کرے گا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا اس میں زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت ہے؟'' انہوں نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا: ''کیا ان کے میلوں میں سے کوئی میلہ لگتا ہے؟'' انہوں نے کہا نہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو اپنی نذر پوری کر لے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ ابوداؤد: ۳۳۱۳۔ بیہقی: ۱۰/ ۸۳۔

**فوائد:** (۱) ان احادیث میں یہی مذکور ہے کہ ایسی نذر جو شرکیہ ہو یا سراسر نافرمانی پر مبنی ہو اس کو پورا نہیں کیا جائے گا تو اس کو توڑ کر کفارہ یمین دیا جائے گا۔

(۲) ایسی نذر جو غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ پر مبنی ہو وہ بھی معصیت کی نذر ہے۔ ایسے ہی کافروں کے میلوں اور مجلسوں اور رقصوں کی مجالس میں شریک ہونے کی نذر بھی معصیت کے زمرہ میں شامل ہے۔

(۳) ایسی جگہ جو غیر اللہ کے نام پر قائم نہ ہو اس پر ذبیحہ نذر والا کرنا درست ہے اور یہ نذر بھی درست ہے۔

(۴) دیگر آلاتِ موسیقی بجانے کی نظر ماننا حرام ہے البتہ دف بجالی جائے تو نذر کی صورت میں اس کی گنجائش ہے اور وہ بھی صرف دف۔ اس کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا۔

(۸۷٤)۸۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،

(۸۷۴)۸۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اس نے

قَالَ: نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ تَعَالَى حَافِيَةً، فَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَفْتَيْتُهُ، فَقَالَ: ((لِتَمْشِ، وَلْتَرْكَبْ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

کہا کہ میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ بیت اللہ کی طرف ننگے پاؤں چلے گی اس نے مجھے حکم دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے اس کے لیے فتویٰ طلب کروں تو میں نے فتویٰ دریافت کیا آپ نے فرمایا: ''وہ چلے اور سوار ہو۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۸۶۶' مسلم: ۱۶۴۴۔

(۸۷۵)۹۔ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ، أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ، ((فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَرْكَبَ، وَتُهْدِيَ هَدْيًا))۔

(۸۷۵)۹۔ ابوداؤد میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عقبہ بن عامر کی بہن نے نذر مانی کی وہ بیت اللہ کی طرف پیدل چلے' نبی کریم ﷺ نے اسے حکم دیا ''وہ سواری کرے اور نذر کے بدلے قربانی ذبح کرے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔الامام احمد: ۱/ ۲۳۹'۲۵۳'۳۱۱۔ ابوداؤد: ۳۲۹۶۔ بیہقی: ۱۰/ ۷۹۔

(۸۷۶)۱۰۔ وَعِنْدَهُ أَيْضًا مِنْ حَدِيثِهِ[قَالَ]: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ (تَعْنِي) أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ اللَّهَ لَا يَصْنَعُ بِشِقَاءِ أُخْتِكَ شَيْئًا، فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً وَتُكَفِّرَ عَنْ يَمِينِهَا))۔

(۸۷۶)۱۰۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تیری بہن کی اس مشقت سے کچھ نہیں کرے گا اسے چاہیے کہ وہ سواری پر حج کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ابوداؤد: ۳۲۹۰۔ بیہقی: ۱۰/ ۸۰۔

**فوائد:** (۱) ایسی نذر جو تکلیف مالایطاق پر مبنی ہو وہ جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کو پورا کرنا لازمی ہے۔

(۲) نذر اس نیت پر ماننا کہ اس کی وجہ سے میرا فلاں کام ہو جائے گا تو یہ درست نہیں ہے ہونا وہ ہے جو مقدر میں ہوگا۔

(۸۷۷)۱۱۔ وَعِنْدَهُ مِنْ حَدِيثِهِ أَيْضًا، قَالَ: ((بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فِي الشَّمْسِ، فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقَالُوا: هٰذَا يَارَسُولَ اللَّهِ، أَبُو إِسْرَائِيلَ نَذَرَ أَنْ يَقُومَ وَلَا يَقْعُدَ، وَلَا يَسْتَظِلَّ، وَلَا يَتَكَلَّمَ، وَيَصُومَ فَقَالَ:((مُرُوهُ فَلْيَتَكَلَّمْ، وَلْيَسْتَظِلَّ، وَلْيَقْعُدْ، وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ))۔

(۸۷۷)۱۱۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دراں حالیکہ نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے اچانک دیکھا کہ ایک شخص دھوپ میں کھڑا ہے آپ نے اس کے بارے میں پوچھا' لوگوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! یہ ابواسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہ سایہ حاصل کرے گا نہ کلام کرے گا اور نہ ہی روزہ رکھے گا' آپ

وَأَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ، وَابْنُ مَاجَهَ۔

نے فرمایا: ''اسے حکم دو کہ وہ باتیں کریں سایہ حاصل کرے اور وہ بیٹھ بھی جائے اور وہ اپنا روزہ بھی پورا کرے۔'' اس کو بخاری نے نکالا ہے اور ابن ماجہ نے

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۷۰۴۔ ابو داؤد: ۳۳۰۰۔

**فوائد:** (۱) ابو اسرائیل کنیت رکھنا درست ہے۔

(۲) اس حدیث میں بھی ایسی نذر سے ممانعت کا حکم ہے جو کہ تکلف اور تکلیفِ مالا یطاق پر مبنی ہوتی ہے۔

(۸۷۸)۱۲۔ وَعَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: اِسْتَفْتَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ فَتُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((فَاقْضِهِ عَنْهَا))۔ أَخْرَجُوْهُ أَجْمَعُوْنَ۔

(۸۷۸)۱۲۔ اسی سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس نذر کے بارے میں فتویٰ طلب کیا جو اس کی والدہ نے کی تھی اور وہ نذر پوری کیے بغیر فوت ہوگئی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کی طرف سے پوری کردو۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۶۹۸۔ مسلم: ۱۶۳۸۔

**فوائد:** (۱) ایسی نذر جو مرنے والے نے جائز مانی ہو تو اس کو اس کے ورثاء پورا کریں۔

(۲) نذر بھی ایک واجب ہے جو کہ نذر ماننے والے پر ہوتا ہے اور اگر وہ مرجائے تو وہ واجب اس کے ورثا پر آجاتا ہے اور اس وقت تک ساقط نہیں ہوتا جب تک اس کو پورا نہ کیا جائے۔ یہ واجب ورثا پر یکساں ہوتا ہے البتہ میت کی اولاد اس کی زیادہ مستحق ہوتی ہے۔

(۳) میت کی وصیت کوئی ضروری نہیں ہے کہ اس نے کسی کو نذر پوری کرنے کی وصیت کی ہو تو تب ہی نذر پوری کی جائے بلکہ ورثا جہاں میت کے مال کا وارث بننے میں پیش پیش ہوتے ہیں وہاں ان کو میت کے واجبات پورے کرنے میں بھی پیش پیش ہونا چاہیے۔

(۸۷۹)۱۳۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَجُلًا قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ نَذَرْتُ لِلّٰهِ إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ (مَكَّةَ) أَنْ أُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدَسِ رَكْعَتَيْنِ۔ فَقَالَ[لَهُ النَّبِيُّ ﷺ]: ((صَلِّ هَاهُنَا)) ثُمَّ أَعَادَ، فَقَالَ: صَلِّ هَاهُنَا ((ثُمَّ أَعَادَ، فَقَالَ: صَلِّ هَا هُنَا)) ثُمَّ أَعَادَ، فَقَالَ: شَأْنُكَ إِذًا))۔ اِنْفَرَدَبِهِ أَبُوْدَاوُدَ۔

(۸۷۹)۱۳۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص فتح مکہ کے دن کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اللہ کے لیے یہ نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے لیے مکہ کو فتح کردیں تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا' نبی اکرم ﷺ نے اسے کہا ''یہیں نماز پڑھ لو'' پھر اس نے سوال کو دہرایا آپ نے فرمایا: ''یہیں نماز پڑھ لو'' پھر اس نے سوال دہرایا آپ نے

فرمایا: ''یہیں نماز پڑھ لو'' تو آپ نے فرمایا: ''تیری صورتحال یہی ہی ہے۔'' اس کے ساتھ ابوداؤد الگ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** الامام احمد: ۳۶۳۔ ابوداؤد: ۳۳۰۵۔ الحاکم: ۴/ ۳۰۴۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جس جگہ کی نذر مانی ہو اس جگہ سے اگر کوئی افضل جگہ ہے تو وہاں نذر پوری کی جائے۔

(۲) اگر نذر ماننے والا اس بات پر مصر رہے کہ اس نے وہاں ہی نذر پوری کرنی ہے جہاں کی اس نے مانی ہے وہاں بھی کرسکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ مفضول کی بجائے افضل کو ترجیح دی جائے۔

(۸۸۰)١٤ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى)). لَفْظُ الْبُخَارِيِّ۔

(۸۸۰)۱۴۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین مسجدوں کے علاوہ سدر حال نہ کیا جائے (یعنی ثواب کی نیت سے سفر نہ کیا جائے) مسجد حرام مسجد رسول اور مسجد اقصیٰ۔'' یہ لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۱۸۹۔ مسلم: ۱۳۹۷۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نذر کی غرض سے اگر کسی مسجد کی طرف سفر کیا جاسکتا ہے تو وہ تین مساجد ہیں جس کی طرف چاہے سفر کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ افضل ہیں اور افضل کی طرف سفر کرنا ثواب کی نیت سے جائز ہے۔

(۲) یہی تین مبارک مقام ہیں۔ نذر کے حوالہ سے ان میں سے ایک مقرر کیا جاسکتا ہے یہاں نذر پوری کی جاسکتی ہے ان کے علاوہ کا انتخاب نہ کیا جائے۔

(۸۸۱)١٥ـ [وَعِنْدَهُ] عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (أَنَّهُ) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، إِنِّيْ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَاعْتَكِفْ لَيْلَةً)) (وَهُوَ كَالَّذِيْ قَبْلَهُ)

(۸۸۱)۱۵۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف بیٹھوں گا نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: ''آپ اپنی نذر کو پورا کرلیں ایک رات کا اعتکاف بیٹھ لیں۔'' یہ پہلی کی طرح ہی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۰۳۲، ۲۰۴۳، ۳۱۴۴، ۴۳۲۰، ۶۶۹۷۔

**فوائد:** (۱) زمانہ جاہلیت کی ایسی نذر جو درست ہو اور جس میں معصیت کا پہلو، تکلیف مالایطاق کا پہلو اور شرک کا پہلو نہ پایا جائے اس کو اسلام میں آکر پورا کیا جاسکتا ہے۔ اب بھی اگر کوئی دائرہ کفر میں درست نذر مانتا ہے اور بعد میں اسلام میں آجاتا ہے تو وہ اپنی پرانی نذر پوری کرسکتا ہے۔

(۸۸۲)١٦ـ وَعِنْدَ التِّرْمِذِيِّ مِنْ حَدِيْثِ عُقْبَةَ،

(۸۸۲)۱۶۔ ترمذی میں عقبہ بن عامر کے حوالے سے

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((كَفَّارَةُ النَّذْرِ إِذَا لَمْ يُسَمِّ كَفَّارَةُ [الْيَ] مِيْنِ))۔

مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نذر کا کفارہ جب کہ اس کا نام نہ لیا ہو قسم کے کفارے کی مانند ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ الامام احمد: ۴/ ۱۴۴۔ ابو داؤد: ۳۳۲۳۔ ترمذی: ۱۵۲۸ وقال حسن صحیح۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں یہ ہے کہ ایسی نذر جس کا تعین نہ کیا گیا ہو مثال کے طور پر آدمی کہے کہ مجھ پر نذر لازم ہے لیکن یہ تعین نہیں کیا کہ نذر روزے کی صورت میں ہے حج کی صورت میں ہے یا دیگر امور کی صورت میں تو اس صورت میں بھی کفارہ ہوگا۔

# كِتَابُ الجِهَاد

## جہاد کا بیان

(٨٨٣) ١۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُودَاوُدَ۔
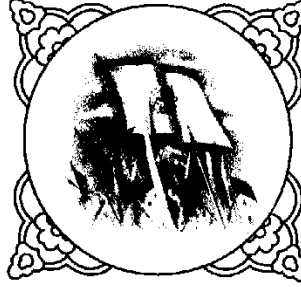
(۸۸۳) ۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جہاد کرو تم مشرکین سے اپنے مالوں، نفسوں اور زبانوں کے ذریعے۔'' اس کو ابوداؤد نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۹۱۰۔

**فوائد:** (۱) جہاد جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہر طرح کی سعی کا نام ہے فرض ہے اور یہ اسلام کا عظیم شعار ہے۔ اس کی فرضیت کا منکر مسلمان نہیں ہے۔

(۲) جہاد اصل میں مشرکوں اور کافروں کے ساتھ لڑنے کا نام ہے یہ مال، جان اور زبان سے کیا جاتا ہے۔

(۳) جہاد کی کئی اقسام ہیں جن میں قتال بالسیف، جہاد بالمال اور جہاد باللسان زیادہ مشہور ہیں۔

(۴) آج ہر طرح کی ضرورت ہے خاص کر قلم و زبان کو حرکت دیتے ہوئے میڈیا کو بہت زیادہ موثر بنایا جاسکتا ہے اور سوئی ہوئی قوم کو بیداری کی اچھی خاصی خوراک فراہم کی جاسکتی ہے۔

(٨٨٤) ٢۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

(۸۸۴) ۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ

ﷺ: ((مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسُهُ، مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ))۔ [أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ]۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جہاد نہ کیا اور اس کے دل میں جہاد کا شوق بھی پیدا نہ ہوا تو وہ نفاق کے شعبے پر فوت ہوا۔'' ابوداؤد نے اس کو نکالا ہے۔

**فوائد:** (۱) ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندگی بھر جہاد کے جذبوں اور نیت سے لبریز رہے اور اللہ کے راستے میں خالص نیت سے لڑنے کا عزم رکھے۔

(۲) جہاد کا عزم و نیت کرنا واجب ہے۔

(۳) جہاد کی سچی نیت کرنا یہ باوفا مسلمان ہونے کی علامت ہے۔

(۴) جو جہاد کے نام سے چالو ہو اور نیت میں فتور بھی ہو وہ مومن نہیں بلکہ وہ مرا تو حالتِ اسلام پر نہ مرے گا۔

(۸۸۵)۳۔ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْهِجْرَةِ، فَقَالَ: ((وَيْحَكَ إِنَّ شَأْنَ الْهِجْرَةِ لَشَدِيْدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَهَلْ (تُؤْتِيْ) صَدَقَتَهَا؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا))۔ (أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔ وَيَتِرَكَ: مَكْسُوْرُ التَّاءِ، مَنْصُوْبُ الرَّاءِ، أَيْ يَنْقُصَكَ)

(۸۸۵)۳۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی نے نبی کریم ﷺ سے ہجرت کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا: ''ہجرت کی شان تو بہت بڑی ہے' کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟'' اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا: ''کیا تو ان کی زکوٰۃ دیتا ہے؟'' اس نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا: ''تو پھر سمندروں کے پار بھی عمل کر' اللہ تیرے عمل میں کوئی کمی نہیں رہنے دے گا۔'' مسلم نے اس کو نکالا ہے اور ''یَتِرَکَ'' تاء کے کسرہ کے ساتھ اور را کے فتحہ کے ساتھ ہے اس کا معنی ہے ''تجھے کم نہیں کرے گا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۹۲۳۔ مسلم: ۱۸۵۲۔

**فوائد:** (۱) ہجرت کرنا ایک عظیم کارنامہ ہے اور غیر معمولی ثواب کا حامل عمل ہے۔

(۲) رسول مکرم ﷺ ایک ماہر نفسیات بھی تھے۔ وہ ہر سائل کو اس کے ذہن اور سمجھ کے مطابق جواب دیتے تھے۔ یہ ایک کامیاب حکیم کی علامت ہے جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے نبی کریم ﷺ نے سائل کی حیثیت کو سامنے رکھ کر جواب دیا۔

(۳) جہاد جیسے عظیم کام کے لیے بلند حوصلہ اور استقامت کا دھنی ہونا بہت ضروری ہے۔ تاکہ بوقت لڑائی جنگ میدان سے پیٹھ پھیرنے کا خیال تک نہ آئے۔ انسان کے پاس نیت ہو جذبہ ہو لیکن استطاعت اور طاقت نہ ہو تو جہاد کی بجائے صلوٰۃ و زکوٰۃ کی طرف توجہ دے۔

(۴) جو بھی بڑے سے بڑا نیکی کا کام کیا جائے اس میں استقامت شرطِ اول ہے۔ جس کام میں استقامت کے ناپید ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو موخر کیا جائے یا ترک کر دیا جائے اس کی بجائے اور نیکی کے کام کر لیے جائیں یا جو پہلے نیک کام

کیے جا رہے ہیں ان پر کار بند رہا جائے۔

(٨٨٦) ٤۔ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((**بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَرِيَّةً إِلٰى خَثْعَمٍ، فَاعْتَصَمَ نَاسٌ مِنْهُمْ بِالسُّجُوْدِ، فَأُسْرِعَ فِيْهُمُ الْقَتْلُ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَمَرَ لَهُمْ** بِنِصْفِ الْعَقْلِ، وَقَالَ: ((**أَنَا بَرِئٌ مِنْ كُلِّ (مُسْلِمٍ) يُقِيْمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِيْنَ**)). قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، بِمَ؟ قَالَ: ((**لَا تَرَاءَى نَارَاهُمَا**)). أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَذُكِرَ عَنِ [التِّرْمِذِيِّ] جَمَاعَةٌ أَنَّهُمْ لَمْ يَذْكُرُوْا جَرِيْرًا۔ قُلْتُ: وَالَّذِيْ أَسْنَدَهُ ثِقَةٌ عِنْدَهُمْ۔

(٨٨٦) ۴۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خثعم کی طرف ایک لشکر روانہ کیا! دیکھا کہ ان میں سے لوگ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں تو جلدی سے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے ان کے لیے نصف دیت کا حکم دیا اور فرمایا: ''جو مسلمان مشرکین میں رہتا ہے میں اس سے بری ہوں'' انہوں نے کہا کیوں یا رسول اللہ؟ ﷺ کیا وہ ان کی آپس کی جنگ کو نہیں دیکھتا۔ اس کو ابوداؤد نے نکالا ہے اور یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ترمذی سے ایک جماعت نے روایت کی ہے انہوں نے جریر کا نام ذکر نہیں کیا تھا میں کہتا ہوں کہ وہ شخص جس نے اس کی سند ملائی ہے وہ ان کے ہاں ثقہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** ابوداؤد: ۲۶۴۵۔ ترمذی: ۱۶۰۴۔

**فوائد:** (۱) ایک امیر کی رعایا یا لشکر ایسا کام کر بیٹھے جس میں امیر کا کوئی ارادہ شامل تھا نہ اس کو اس کام کی خبر تھی جبکہ وہ غلط تھا تو اس کے گناہ سے امیر بری ہوتا ہے۔

(۲) مسلمانوں کو مشرکوں کے گھروں سے دور گھر بنانے چاہئیں تا کہ وقتِ جنگ وہ کچلے جانے سے بچ سکیں۔

(٨٨٧) ٥۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ، فَقَالَ: ((**أَحَيٌّ وَالِدَاكَ**))؟ فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((**فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ**))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(٨٨٧) ۵۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اس نے جہاد کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا: ''کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟'' اس نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا: ''ان کی خدمت میں محنت کرو تیرا یہی جہاد ہے۔'' متفق علیہ۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۹۷۲۔ مسلم: ۲۵۴۹۔

(٨٨٨) ٦۔ وَرَوَى الْحَاكِمُ حَدِيْثًا عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ، وَفِيْهِ: فَقَالَ: ((**أَلَكَ أَحَدٌ**

(٨٨٨) ٦۔ حاکم نے ابوسعید خدری کے حوالے سے روایت کیا کہ ایک شخص نے یمن سے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی آپ نے فرمایا: ''کیا یمن میں تیرا کوئی

بِالْيَمَنِ؟)) فَقَالَ: أَبَوَايَ، فَقَالَ: ((أَذِنَا لَكَ)) قَالَ: لَا۔ قَالَ: ((فَارْجِعْ فَاسْتَأْذِنْهُمَا، فَإِنْ أَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ، وَإِلَّا فَبَرَّهُمَا))۔

ہے' اس نے کہا میرے ماں باپ' آپ نے فرمایا: ''کیا ان دونوں نے تجھے اجازت دی ہے؟'' اس نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا: ''واپس جاؤ ان سے اجازت طلب کرو' اگر وہ دونوں اجازت دیں تو جہاد کر ورنہ ان کی خدمت کر۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ الامام احمد: ۳/ ۷۶۔ ابو داؤد: ۲۵۳۰۔ ابن حبان: ۱۶۲۲۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے والدین کا مقام ومرتبہ ثابت ہو رہا ہے۔ والدین کی اطاعت فرض ہے۔

(۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد والدین کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) اگر والدین اجازت نہ دیں تو یہ ان کی مرضی ہے۔ اس میں ان کو مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے جبر و طاقت سے اجازت لینا درست نہیں ہے۔

(۴) والدین کی خدمت اور اطاعت بھی جہاد ہے۔

(۵) انسان کو اسلام یہ سبق دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کے بعد اپنے والدین کی زندگی بھر اطاعت اور خدمت کرنے کا پابند ہے۔ بصورت دیگر وہ گناہ گار ہوگا۔ بغیر اجازت کے کیے جہاد کا فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ الٹا بوجھ بن سکتا ہے۔

(۸۸۹)۷۔ وَرَوَى [الْحَاكِمُ] أَيْضًا (عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ) أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ، مَرَّ بِأُنَاسٍ مِنْ مُزَيْنَةَ فَأَتْبَعَهُ عَبْدٌ لِامْرَأَةٍ مِنْهُمْ، فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ الطُّرُقِ سَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: ((فُلَانٌ؟)) قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: ((مَا شَأْنُكَ؟)) قَالَ: أُجَاهِدُ مَعَكَ۔ فَقَالَ: ((أَذِنَتْ لَكَ سَيِّدَتُكَ؟)) قَالَ: لَا قَالَ: ((اِرْجِعْ إِلَيْهَا (فَإِنَّ مَثَلُكَ مَثَلُ عَبْدٍ لَا يُصَلِّي إِنْ مُتَّ قَبْلَ أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهَا) وَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ))۔ فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ، قَالَتْ: أَللّٰهُ هُوَ أَمَرَكَ أَنْ تَقْرَأَ عَلَيَّ السَّلَامَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ يَعْنِي قَالَتْ: فَارْجِعْ فَجَاهِدْ مَعَهُ۔ قَالَ: صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

(۸۸۹)۷۔ حاکم نے عبداللہ بن ربیعہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ایک جنگ میں مزینہ کے بعض لوگوں کے پاس سے گزرے آپ کے پیچھے ان میں سے ایک خاتون کا غلام ہو لیا' جب آپ ایک راستے پر پہنچے اس نے آپ کو سلام کیا' آپ نے فرمایا: ''تم فلاں ہو؟'' اس نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' اس نے کہا میں آپ کے ساتھ جہاد کرنا چاہتا ہوں' آپ نے فرمایا: ''کیا تجھے تیری مالکن نے اجازت دی ہے'' اس نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا: ''اس کے پاس واپس جاؤ تیری مثال اس غلام جیسی ہوگی جس نے نماز نہیں پڑھی اگر اس کے پاس واپس جانے سے پہلے فوت ہو گیا تو' اسے میرا سلام کہنا وہ اس کے پاس واپس گیا اسے واقعہ بتایا اس نے

کہا اللہ کی قسم! کیا آپ ﷺ نے تجھے حکم دیا کہ تم مجھے سلام کہو اس نے کہا ہاں اس خاتون نے کہا' جاؤ آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرو۔'' کہا ہے یہ صحیح سند ہے لیکن بخاری و مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ حاکم: ۲/ ۱۱۸۔

**فوائد:** (۱) غلام بھی جہاد میں حصہ لے سکتا ہے۔

(۲) غلام کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے مالک یا مالکن سے اجازت لے۔

(۳) جہاد کے ضمن میں اجازت کی بہت زیادہ اہمیت ہے اگر جہاد فرضِ کفایہ ہے تو مالک کی اطاعت اور والدین کی اطاعت فرضِ عین ہے۔ جب کفایہ اور عین سامنے آتے ہیں تو فوقیت عین کو ہی ہوتی ہے۔ یعنی فرضِ کفایہ پر فرض عین کو ترجیح دی جائے گی۔

(۴) ایک امیرِ قوم کو اپنی رعایا اور فوج کا خیال رکھنا چاہیے صرف اکیلے جذبہ جہاد کو لیے پھرنا اور والدین کا خیال تک نہ رکھنا یہ جہاد جیسے عظیم منصب پر داغ کے برابر ہے۔ لہٰذا امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے سپاہیوں کے اجازت نامے چیک کرلے۔ اجازت نامہ تحریری بھی ہوسکتا ہے اور زبانی بھی ہوسکتا ہے۔ اور اس کی تصدیق بھی کروائے۔ ہر طرح کی کوالیفکیشن کے بعد میدانِ جہاد میں اترنے دے۔

(۵) ایک امام اپنے پیروکاروں کے گھروں میں سلام بھیج سکتا ہے۔

(۸۹۰)۸۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ [بْنِ عَازِبٍ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ كَلَّمَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَنَزَلَتْ: ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ [النساء: ۹۵]۔

(۸۹۰)۸۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''مومنوں میں سے بیٹھے رہنے والے برابر نہیں ہیں'' تو عبداللہ بن ام مکتوم نے آپ سے بات کی تو یہ نازل ہوئی ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ (النساء ۹۰) ''معذروں کے علاوہ''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۵۹۴٬۴۵۹۳۔

**فوائد:** (۱) اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ مجاہد وغازی کے مرتبہ کو وہ آدمی نہیں پہنچ سکتا جو اپنے کاروبار میں مشغول رہے یا گھر بیٹھا رہے۔

(۲) جہاد بالقتال معذور لوگوں پر فرض نہیں ہے۔

(۳) وہ حضرات جو معذور ہیں لیکن وہ عالم ہیں تو ان کے لیے یہ جہاد ہی کافی ہے کہ حسب طاقت اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت میں مشغول رہیں۔ مثال کے طور پر نابینا آدمی ہے لیکن وہ حافظِ قرآن اور قاری ہے تو وہ معاشرہ میں مسلمانوں کی نرسری کی عمدہ

انداز سے تربیت کرسکتا ہے قرآن کی تعلیم دے اور لوگوں کو جہاد کی طرف راغب کرے۔ اللہ اس کو ہی قبول فرمالیں گے۔

(۸۹۱)۹۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ ، إِلَّا الدَّيْنَ))۔ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

(۸۹۱)۹۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں شہادت قرض کے علاوہ ہر گناہ کو مٹا دیتی ہے۔'' ان دونوں کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۸۸۶۔

**فوائد:** (۱) شہادت سبھی گناہوں کا کفارہ ہے۔

(۲) شہادت جیسا عظیم مرتبہ مل جانے کے باوجود سبھی گناہ معاف ہوجانے کے باوجود قرض سر پر رہتا ہے۔ وہ کسی صورت میں معاف نہیں ہے۔

(۳) حقوق اللہ کی ادائیگی بھی فرض ہے لیکن حقوق العباد کی ادائیگی تو انتہائی ضروری ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے شہید کو معاف فرما دیتے ہیں۔ لیکن بندوں کا حق اس سے ساقط نہیں ہوسکتا۔

(۵) ایک مجاہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ میدان جنگ میں داخل ہونے سے قبل اپنے تمام تر واجبات کو ادا کر کے جائے اس کے باوجود بھی قرض جیسا حق مجاہد پر رہ جائے تو پھر اس کے شہید ہوجانے کے بعد ورثاء کے لائق یہ ہے کہ اس کے حق اور قرض کو ادا کریں۔ قرض بیت المال یا مالِ غنیمت سے بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی ایک صاحب استطاعت اپنے ذمہ بھی قرض لے سکتا ہے۔ الغرض جیسے ممکن ہو قرض کو ادا کیا جائے۔

## فَصْلٌ فِيْ كَيْفِيَّةِ الْجِهَادِ وَآدَابِهِ

## جہاد کی کیفیت اور آداب کا بیان

(۸۹۲)۱۰۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ بُسَيْسَةَ عَيْنًا يَنْظُرُ مَا صَنَعَتْ عِيرُ أَبِيْ سُفْيَانَ))۔

(۸۹۲)۱۰۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جاسوس کو بھیجا تاکہ وہ یہ دیکھے کہ ابوسفیان کا قافلہ کیا کر رہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۹۰۱۔

**فوائد:** (۱) کافروں کی نقل وحرکت کا جائزہ لینے کے لیے جاسوس مقرر کرنا درست ہے۔

(۲) جاسوس خفیہ افراد ہوتے ہیں جو کہ امانت دار ٹھہرائے جاتے ہیں اور اپنے وطن کی حفاظت کے لیے بہت کچھ کرتے ہیں۔

(۳) جاسوسی کافروں کی کرنی چاہیے اور ان حضرات کی جو غدار اور منافق ہوتے ہیں یا جن سے شرارتوں کی توقع ہوتی ہے۔ مسلمان کے عیوب تلاش کرنے کی جاسوسی اور علمائے حق اور اس کی جاسوسی بے محل ہے۔

(۸۹۳)۱۱۔ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ

(۸۹۳)۱۱۔ عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت

مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، ((أَنَّ النَّبِيَّ (ﷺ) كَانَ إِذَا أَرَادَ غَزْوَةً وَرَّى بِغَيْرِهَا، (وَكَانَ يَقُولُ: ((اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ)) ). لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ فِيهِمَا.

ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں جب نبی کریم ﷺ کسی جنگ کا ارادہ کرتے تو دوسری سمت کا اعلان کرتے اور آپ فرماتے تھے "جنگ دھوکہ ہوتی ہے۔" ان دونوں میں ابوداؤد کے لفظ ہیں۔

**تحقیق تخریج:** بخاری: ۲۹۴۷، ۲۹۴۸۔ مسلم: ۲۷۶۹۔

**فوائد:** (۱) جنگ میں دھوکہ دینا جائز ہے۔

(۲) جنگ میں کامیابی کی سمت چلنے کے لیے ہر طرح کے حربے برتے جاسکتے ہیں۔

(۳) جنگ کی مہم کو خفیہ بنانے کے لیے توریہ کرنا درست ہے۔یعنی کسی کو بتانا کچھ اور کرنا کچھ۔

(۸۹۴)۱۲۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: ((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ))۔ وَقَالَ مَالِكٌ: أُرَاهُ [قَالَ]: ((مَخَافَةَ أَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۸۹۴)۱۲۔ مالک نے نافع سے روایت کی بے شک عبداللہ بن عمر نے فرمایا "رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس بات سے کہ قرآن لے جایا جائے دشمن کی سرزمین میں۔" اور مالک نے فرمایا "اس ڈر سے کہ کہیں اس کو دشمن نہ لے جائے۔"

**فوائد:** (۱) قرآن مجید کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ اس کو دارالکفر میں نہ لے جایا جائے۔

(۲) قرآن حکیم کی حرمت کا خطرہ ہو تو اس صورت میں میدان جنگ میں اس کو نہ لے جایا جائے۔

(۳) قرآن حکیم کی حفاظت کا ہر لحاظ سے بندوبست کرنا چاہیے۔اس کی پامالی گناہ ہے اور عذاب ہے۔

(۴) دارالامن میں سفر کرنے کی صورت میں مصحف شریف ساتھ لے جایا جاسکتا ہے۔کوئی حرج نہیں ہے۔

(۸۹۵)۱۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۸۹۵)۱۳۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "دشمن سے نبرد آزما ہونے کی تمنا نہ کرو جب نبرد آزما ہو جاؤ تو ڈٹ جاؤ۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۰۲۶۔ مسلم: ۱۷۴۱۔

**فوائد:** (۱) دشمن سے ملنے کی تمنا اور خواہش کرنا ممنوع ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام میں جنگ کی پہل کرنا جائز نہیں ہے۔اور نہ ہی اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔

(۳) دشمن جنگ میں پہل کریں تو پھر پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے اور نہ دوڑنا چاہیے۔پھر صبر سے کام لیتے ہوئے ان سے ٹکرانا ضروری ہے۔

(۴) دشمن سے ملاقات کرنا مکروہ فعل ہے۔

(٨٩٦)١٠٤۔ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلٰى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِيْ خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا، ثُمَّ قَالَ: ((اغْزُوْا [بِسْمِ اللّٰهِ ] فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ، (اغْزُوْ) وَلَا تَغُلُّوْا، وَلَا تَغْدِرُوْا، وَلَا تُمَثِّلُوْا، وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا، وَإِذَا لَقِيْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَادْعُهُمْ إِلٰى ثَلَاثَةِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ، فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ (ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ [هُمْ] أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ)، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلٰى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ، وَأَخْبِرْهُمْ (أَنَّهُمْ) إِنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَلَهُمْ مَالِلْمُهَاجِرِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ، فَإِنْ أَبَوْ أَنْ يَتَحَوَّلُوْا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُوْنُوْنَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْرِيْ عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ الَّذِيْ يَجْرِيْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ، وَلَا يَكُنْ لَهُمْ فِي الْغَنِيْمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْأَلْهُمُ الْجِزْيَةَ، فَإِنْ هُمْ أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْافَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَقَاتِلْهُمْ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهِ، وَلٰكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ، فَإِنَّكُمْ إِنْ تُخْفِرُوْا ذِمَمَكُمْ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَّةَ اللّٰهِ وَ ذِمَّةَ

(٨٩٦)١٠٤۔سلیمان بن بریدہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے کہا' رسول اللہ ﷺ جب کسی کو کسی بڑے لشکر پر یا چھوٹے جتھے پر امیر مقرر کرتے تو اسے خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین کرتے اور ان کو جو اس کے ساتھ مسلمان ہوتے' ان کے ساتھ خیر و بھلائی سے پیش آنے کی تلقین کرتے' پھر فرمایا: ''اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں جنگ کرو' جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ان سے لڑو جنگ کرو' نہ خیانت کرو' نہ دھوکے سے کام لو نہ دھوکہ دو' نہ کسی کا مثلہ کرو نہ کسی بچے کو قتل کرو' جب تیرا مشرکوں میں سے کسی ایک کے ساتھ سامنا ہو تو انہیں تین صورتیں اپنانے کی دعوت دو' ان میں سے کسی ایک کے اپنانے کی حامی بھر لیں تو تم قبول کر لو اور ان سے اپنا ہاتھ روک لو' پہلے انہیں سلام قبول کرنے کی دعوت دو اگر وہ مثبت جواب دیں تو تم ان سے قبول کرتے ہوئے اپنا ہاتھ روک لو' پھر انہیں دعوت دیں اپنے گھروں سے مہاجرین کے گھروں کی طرف منتقل ہونے کی اور انہیں بتاؤ اگر وہ ایسا کر لیں تو ان کے لیے وہی سہولتیں ہوں گیں جو مہاجرین کے لیے اور ان پر وہی ذمے داریاں ہوں گیں جو مہاجرین کے لیے اگر وہ نقل مکانی سے انکار کر دیں تو انہیں بتا دیں کہ وہ مسلمان اعراب کی مانند ہیں' ان پر اللہ کا حکم اسی طرح جاری ہوگا' جس طرح اہل ایمان پر جاری ہوگا' انہیں مال غنیمت میں سے کچھ نہیں ملے گا مگر آنکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں' وہ جزیہ دینا قبول کر لیں تو یہ بات ان کی جانب سے قبول کرتے ہوئے ان سے اپنے ہاتھ کو روک لیں' اگر وہ انکار کر دیں تو اللہ کی مدد طلب کرو اور ان سے لڑائی سے

رَسُوْلِهِ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَن تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِكَ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِيْ أَتُصِيْبُ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْهِ أَوْ لَا))۔ قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيِّ هٰذَا أَوْ نَحْوَهُ۔

کرو' جب تم قلعہ والوں کا محاصرہ کرلو اگر وہ تم سے چاہیں کہ تم ان کے لیے اللہ اور رسول کی ضمانت نہ دو بلکہ اپنی اور ساتھیوں کی ضمانت دو' کیونکہ اگر تم اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ضمانت توڑ دیتے ہو تو یہ تمہارے لیے آسان ہے اس سے کہ تم اللہ اور اس کے نبی کی ضمانت توڑو اور جب تم قلعے والوں کا محاصرہ کرلو اور وہ تم سے چاہیں کہ تم اللہ کے حکم پر انہیں نیچے آنے دو تو تم انہیں اللہ کے حکم سے نیچے نہ آنے دینا بلکہ انہیں اپنے حکم پر نیچے آنے دینا کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تم اس بارے میں اللہ کے حکم کو پہنچ سکتے ہو کہ نہیں۔عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا یا اس کی طرح فرمایا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۳۱۔

**فوائد:** (۱) اسلام کا ایک شعار ہے کہ جب دشمن سے مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہوتی ہے تو یہ ان کو تین باتوں کی دعوت دیتا ہے اس سے قبل لڑنا جائز قرار نہیں دیتا۔

(۲) مسلمان سپہ سالار یا امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ تین باتوں میں سے کسی ایک پر راضی ہو۔

(۳) اسلام کی دعوت کا کام میدان جنگ میں لڑائی سے قبل کرنا ضروری ہے۔یا جزیہ کی دعوت دینا ہے ورنہ ان سے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر لڑنا ہے۔

(۴) ایک ہمدرد امیر کا یہ خاصہ ہے کہ وہ اپنے مجاہدوں کو اور سپہ سالار کو جنگ کی طرف روانہ کرتے ہوئے نصیحت کرتا ہے تا کہ صحیح صحیح اصولوں میں رہتے ہوئے لڑا جائے۔

(۵) بچوں' عورتوں کا قتل کرنا' دوران جنگ اپنے ساتھیوں سے دھوکہ کرنا یا کسی کو امان دے کر اس سے دھوکہ کرنا لاشوں کی بے حرمتی کرنا اور خیانت کرنا جائز نہیں ہے۔یہ کبیرہ گناہ ہیں۔

(۶) دورانِ جنگ سپہ سالار کے ہر حکم کو مانا جائے گا جب کہ وہ قرآن وسنت کے دائرہ میں رہتے ہوئے حکم دے۔دورانِ جنگ بڑا محتاط ہونا اور لچک نہ لینا اور اگر لچک لیتی ہے تو وہ خود ذمہ دار ہوگا۔یہ عوامل بہت ضروری ہیں۔

(۸۹۷)۱۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَوْنٍ، قَالَ كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ أَسْأَلُهُ عَنِ الدُّعَاءِ قَبْلَ الْقِتَالِ؟ قَالَ: فَكَتَبَ إِلَيَّ إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ قَبْلَ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ: ((قَدْ أَغَارَ رَسُوْلُ

(۸۹۷)۱۵۔ابن عون سے روایت ہے' میں نے نافع کی طرف خط لکھا اس سے میں نے لڑائی سے پہلے دعا کے بارے میں پوچھا؟ تو اس نے مجھے جواب میں لکھا یہ قبل از

اللّٰهِ ﷺ عَلٰى بَنِیْ الْمُصْطَلَقِ، وَهُمْ غَارُّوْنَ وَاَنْعَامُهُمْ تُسْقٰى عَلَى الْمَآءِ، فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ، وَسَبٰى سَبْيَهُمْ، وَأَصَابَ، يَوْمَئِذٍ قَالَ يَحْيٰى: أَحْسِبُهُ قَالَ: جُوَيْرِيَةُ اَوْ اَلْبَتَّةَ ابْنَةَ الْحَارِثِ))۔ وَحَدَّثَنِیْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَكَانَ فِیْ ذٰلِكَ الْجَيْشِ۔ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

اسلام کی بات ہے رسول اللہ ﷺ نے بنو مصطلق پر حملہ کیا جبکہ وہ غفلت میں تھے اور ان کے جانوروں کو چشمے پر پانی پلایا جا رہا تھا' لہٰذا آپ نے جنگی آدمیوں کو قتل کر دیا تھا' ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا اور اس دن آپ کے ہاتھ آئیں' یحییٰ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ وہ جویریہ یا یقیناً بنت حارث تھیں اور یہ حدیث عبداللہ بن عمر نے مجھے بتائی اور وہ اس لشکر میں تھے۔ ان دونوں روایتوں کو مسلم نے بیان کیا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۴۱۔ مسلم: ۱۷۳۰۔

(۸۹۸)۱۶۔ وَعِنْدَهُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِیْ أَوْفٰى رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْأَحْزَابِ فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ))۔

(۸۹۸)۱۶۔ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکروں کے خلاف یہ دعا کی' الٰہی! قرآن اتارنے والے' جلد حساب چکانے والے' لشکروں کو شکست دے دے' الٰہی! انہیں شکست دے دے اور انہیں جھجوڑ کر رکھ دے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۹۳۳'۲۹۶۵'۴۱۱۰۔ مسلم: ۱۷۴۲۔

(۸۹۹)۱۷۔ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَكْرَهُوْنَ[رَفْعَ] الصَّوْتِ عِنْدَ الْقِتَالِ۔

(۸۹۹)۱۷۔ قیس بن عباد سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ لڑائی کے وقت زیادہ آواز بلند کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

**تحقیق وتخریج:** ابوداؤد: ۲۶۵۶۔ حاکم: ۲/ ۱۱۶۔

(۹۰۰)۱۸۔ وَعَنْ أَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

(۹۰۰)۱۸۔ ابوبردہ اپنے باپ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے ہو بہو اس جیسی حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس کو ابوداؤد نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** ابوداؤد: ۲۶۵۷۔ حاکم: ۲/ ۱۱۶۔

**فوائد:** (۱) کافروں اور مشرکوں کے خلاف اور اپنی کامیابی اور اسلام کی بلندی کے لیے لڑائی سے قبل دعا مانگنا جائز ہے۔ میدان جنگ میں دعا کی جاسکتی ہے۔

(۲) کافروں پر شب خون مارنا جائز ہے۔ لڑائی کے وقت آوازیں بلند کرنا مکروہ ہے۔

(۳) دورانِ جنگ وہ لوگ قتل کیے جائیں جو جوان ہوں اور جنگ لڑنے کے اہل ہوں۔

(۴) عورتوں کو قتل کرنا یا بچوں کو قتل کرنا بہیمانہ انداز ہے اس سے امن میں رہا جائے۔ البتہ ان کو قیدی بنانا جائز ہے۔

(۵) قیدی عورتوں میں سے جو حصہ میں آئے اسے لونڈی بنانا یا اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

(۹۰۱)۱۹۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ، قَالَ: شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى تَزُوْلَ الشَّمْسُ، وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ وَيَنْزِلَ النَّصْرُ))۔ لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ۔

(۹۰۱)۱۹۔ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا جبکہ آپ دن کے پہلے پہر نہیں لڑتے تھے آپ لڑائی کو موخر کر دیتے تھے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا، ہوائیں چلنے لگتیں اور نصرت الٰہی نازل ہوتی۔ لفظ ابوداود کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ الام احمد: ۵/ ۴۴۴/ ۴۴۵۔ ابوداؤد: ۲۶۵۵۔ ترمذی: ۱۶۱۳ وقال حسن صحیح۔ ابن حبان: ۴۷۳۷۔ حاکم: ۲/ ۱۱۶۔

**فوائد:** (۱) علی الصبح لڑنا یا زوالِ شمس کے بعد لڑنا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

(۲) یہ مذکورہ اوقات نماز سے فراغت کے بھی ہوتے ہیں اور بقدرے ٹھنڈک کے حامل بھی ہوتے ہیں۔

(۹۰۲)۲۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا (زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ) أَنَّهَا قَالَتْ: ((خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ بَدْرٍ، فَلَمَّا كَانَ بِحَرَّةِ الْوَبْرَةِ أَدْرَكَهُ رَجُلٌ قَدْ يُذْكَرُ مِنْهُ جُرْأَةٌ وَنَجْدَةٌ، فَفَرِحَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ رَأَوْهُ، فَلَمَّا أَدْرَكَهُ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، جِئْتُ لِأَتَّبِعَكَ وَأُصِيْبَ مَعَكَ۔ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ)) قَالَ: لَا۔ قَالَ: ((فَارْجِعْ، فَلَنْ أَسْتَعِيْنَ بِمُشْرِكٍ))۔ أَخْرَجُوْهُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۹۰۲)۲۰۔ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر سے پہلے نکلے جب آپ دبرہ نامی جگہ میں پہنچے آپ کے ساتھ ایک شخص آملا جس میں جرات، شجاعت، اور عظمت دکھائی دیتی تھی، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے جب اسے دیکھا تو خوش ہوتے جب آپ نے اسے پاس پایا، تو اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کے شانہ بشانہ لڑنا چاہتا ہوں اسے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو؟'' اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''واپس چلے جاؤ میں کسی مشرک سے تعاون نہیں لیتا۔'' اس کو سبھی نے روایت کیا ہے بخاری کے علاوہ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۸۱۷۔

**فوائد:** (۱) دورانِ جنگ کسی غیر مسلم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس سے تعاون یا مدد لینا درست نہیں ہے۔

(۲) لڑائی کرنے سے قبل جنگی چالوں سے آگاہی بہت ضروری ہے۔
(۳) مشرک اس قابل نہیں ہوتا کہ اس سے کسی قسم کی مدد لی جاسکے۔

(۹۰۳)۲۱۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَمَّا لَقِيَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ حُنَيْنٍ نَزَلَ عَنْ بَغْلَتِهٖ فَتَرَجَّلَ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوٗدَ، وَهُوَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ فِي الْحَدِيْثِ الطَّوِيْلِ۔

(۹۰۳)۲۱۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ غزوہ حنین میں مشرکین کے ساتھ نبردآزما ہوئے تو آپ اپنی خچر سے نیچے اترے اور پیدل چلنے لگے۔ اس کو ابوداؤد نے نکالا ہے اور یہ صحیحین میں لمبی حدیث میں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۹۳۰، ۴۳۱۵، ۴۳۱۷۔ مسلم: ۱۷۷۶۔

**فوائد:** (۱) پیادہ چل کر لڑنا' سواری پر لڑنا یا کبھی پیدل اور کبھی سواری پر لڑنا جائز ہے۔
(۲) سپہ سالار سواری سے اتر کر اپنے ساتھیوں کی صفوں کو ترتیب دے سکتا ہے ان کو نصیحت کرسکتا ہے اور ایسے ہی تھوڑا سا آگے نکل کر کافروں کی صفوں کا دور سے جائزہ لے سکتا ہے۔

(۹۰٤)۲۲۔ وَعَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: ((أَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ، فَغَزَوْنَا نَاسًا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَبَيَّتْنَاهُمْ نَقْتُلُهُمْ، وَكَانَ شِعَارُنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ: أَمِتْ أَمِتْ۔ قَالَ سَلَمَةُ: فَقَتَلْتُ بِيَدَيَّ (تِلْكَ اللَّيْلَةَ) سَبْعَةَ [أَهْلِ] أَبْيَاتٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ))۔ لَفْظُ أَبِي دَاوٗدَ أَيْضًا۔

(۹۰۴)۲۲۔ ایاس بن سلمہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا' ہم نے مشرک لوگوں سے جنگ کی' ہم رات بھر انہیں قتل کرتے رہے اس رات ہمارا شعار تھا (أَمِتْ أَمِتْ) سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے اس رات اپنے ہاتھ سے سات مشرک قتل کیے۔ ابوداؤد کے لفظ بھی اسی طرح ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حَسَنٌ۔ الامام احمد: ۵/ ۴۶۔ ابوداؤد: ۲۶۳۸۔ ابن ماجة: ۲۸۴۰۔

**فوائد:** (۱) رات کے وقت لڑنا بھی درست ہے۔
(۲) جب گھمسان کی جنگ ہو یا رات وتاریکی کا عالم ہو تو پھر ایک دوسرے کو پہچاننے کے لیے کسی قسم کا شعار مقرر کیا جاسکتا ہے۔ یہ لباس' آواز' انداز وغیرہ کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے۔

(۹۰٥)۲۳۔ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: تَقَدَّمَ يَعْنِي عُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ۔ وَتَبِعَهُ ابْنُهُ وَأَخُوْهُ، فَنَادَى: مَنْ يُبَارِزُ؟ فَانْتَدَبَ إِلَيْهِ شَبَابٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ، فَأَخْبَرُوْهُ، فَقَالَ: لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْكُمْ، إِنَّمَا أَرَدْنَا

(۹۰۵)۲۳۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ' اس کا بیٹا اور بھائی ہماری طرف آگے بڑھے' آواز دی کون ہمارے مقابلے میں آئے گا؟ انصار کے چند جوانوں نے ان کا چیلنج قبول کیا' انہوں نے پوچھا تم

بَنِيْ عَمِّنَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قُمْ يَاحَمْزَةُ، قُمْ يَا عَلِيُّ، قُمْ يَاعُبَيْدَةَ (ابْنَ الْحَارِثِ))) فَأَقْبَلَ حَمْزَةُ إِلٰى عُتْبَةَ، وَأَقْبَلْتُ إِلٰى شَيْبَةَ، وَاخْتَلَفَتْ بَيْنَ عُبَيْدَةَ وَالْوَلِيْدِ ضَرْبَتَانِ فَأَثْخَنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ، ثُمَّ مِلْنَا عَلَى الْوَلِيْدِ فَقَتَلْنَاهُ، وَاحْتَمَلْنَا عُبَيْدَةَ ([أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ] [أَيْضًا]).

کون ہو؟ انہوں نے بتایا' عتبہ نے کہا تمہاری ہمیں ضرورت نہیں ہم اپنے چچا کے بیٹوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حمزہ اٹھو' علی تم اٹھو' عبیدہ بن حارث تم بھی اٹھو'' حمزہ عتبہ کی طرف آگے بڑھا' میں شیبہ کی طرف عبیدہ اور ولید دو دو ہاتھ ہوئے اور دونوں زخمی ہوگئے اور خون سے لت پت ہوگئے' پھر ہم ولید کی طرف لپکے اور اسے ہم نے قتل کر دیا اور عبیدہ کو ہم نے اٹھایا۔ ابوداؤد نے اسی طرح اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ الامام احمد: ۱/ ۱۱۷۔ ابوداؤد: ۲۶۶۵۔

**فوائد:** (۱) لڑائی لڑنے کے کئی انداز ہیں ان میں سے ایک یہ بھی انداز ہے کہ فریق مخالف کے کسی سپہ سالار' پہلوان یا بہادر آدمی کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے میدان میں آیا جائے۔ مخالف فریق کے چیلنج کے جواب میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

(۲) اسلام کے معاملہ میں رشتہ داری کا پاس نہیں ہے۔ امن میں نہ جنگ میں۔

(۳) اپنے ساتھی کو قتل ہوتے دیکھا جائے تو دوڑ کر اس کی مدد کرنی چاہیے۔

(۴) جب کبھی کفار کے چیلنج کا سامنا کرنا پڑے تو ایک عقل مند سپہ سالار کا یہ خاصہ ہونا چاہیے کہ وہ ایسے جوانوں کا انتخاب کرے جوان کو ایسا مزہ چکھائیں کہ وہ منہ کے بل مٹی چاٹتے چاٹتے مرجائیں۔

(۵) پرانی جنگوں کا یہ انداز رہا ہے کہ عام جنگ سے قبل خاص نامور جنگجو' بہادر میدان میں آتے اور اپنی ماہرانہ تکنیکیں دکھاتے اسی مقابلہ پر اکثر جنگ کی جیت ہار کا انحصار ہوتا تھا۔

(۹۰۶) ۲٤۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: وُجِدَتْ اِمْرَأَةٌ مَقْتُوْلَةٌ فِيْ بَعْضِ (تِلْكَ) الْمَغَازِيْ: ((فَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ)). (أَخْرَجُوْهُ إِلَّا ابْنَ مَاجَةَ) وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

(۹۰۶) ۲۴۔ عبداللہ بن عمر ﷠ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے ایک غزوہ میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ قتل ہوئی پڑی ہے' نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا۔ ابن ماجہ کے علاوہ سبھی نے اس کو نکالا ہے اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۰۱۴' ۳۰۱۵۔ مسلم: ۱۷۴۴۔

**فوائد:** (۱) وہ عورتیں جو کفار کے ساتھ آئی ہوں ان کو قیدی تو بنایا جاسکتا ہے لیکن ان کو قتل کرنا حرام ہے۔

(۲) کفار کی کسی بستی یا ملک پر حملہ کرتے وقت بھی یہی حکم ہے کہ عورت کو قتل کرنے سے گریز کیا جائے۔ اگر بلاارادہ قتل ہوجائیں تو گناہ نہیں ہے۔

(۳) ایسے ہی بچوں کا حکم ہے وہ بچے جو ابھی بالغ نہ ہوں ان کو قتل کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اگر بلاارادہ یا گھمسان کی جنگ میں بچے مارے جائیں تو گناہ نہ ہوگا۔

(۹۰۷)۲۵۔ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**اُقْتُلُوْا شُيُوْخَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاسْتَبْقُوْا شَرْخَهُمْ**))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَهُوَ مِنْ رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ، وَفِيْ اِتِّصَالِهِ هٰهُنَا خِلَافٌ۔

(۹۰۷)۲۵۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنگجو، ماہر مشرکوں کو قتل کر دو اور ان کے بچوں کو باقی رہنے دو۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اس کو نکالا ہے اور یہ ''حسن عن سمرۃ'' کی روایت جو اس کے متصل ہونے میں یہاں اختلاف ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ الامام احمد: ۵/ ۲۰۔ ابوداؤد: ۲۶۷۰۔ ترمذی: ۱۵۸۳۔ وقال حسن صحیح۔

**فوائد:** (۱) وہ کفار جو جنگ کرنے کے اہل و ماہر ہوں جو کہ اپنی بہادری، ناموری میں منفرد ہوں ان کو ہر حال میں کچلنا ضروری ہے۔

(۲) بچوں کو قتل کرنے سے گریز بہت ضروری ہے۔ البتہ جو لڑ کا خطرناک واقع ہو رہا ہو اس کو جنگ میں حسب حال قتل کیا جا سکتا ہے۔

(۹۰۸)۲۶۔ وَعَنْ أَسْلَمَ أَبِيْ عِمْرَانَ، قَالَ: كُنَّا بِالْقُسْطَنْطِيْنِيَّةِ وَعَلٰى أَهْلِ مِصْرَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ، وَعَلٰى أَهْلِ الشَّامِ فُضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ، فَخَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ صَفٌّ عَظِيْمٌ مِنَ الرُّوْمِ، فَصَفَفْنَا لَهُمْ صَفًّا عَظِيْمًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى صَفِّ الرُّوْمِ حَتّٰى دَخَلَ فِيْهِمْ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا مُقْبِلًا، فَصَاحَ النَّاسُ وَقَالُوْا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، أَلْقٰى بِيَدِهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ فَقَالَ أَبُوْ أَيُّوْبَ [الْأَنْصَارِيُّ] صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ تَأَوَّلُوْنَ هٰذِهِ الْآيَةَ عَلٰى هٰذَا التَّأْوِيْلِ، وَإِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْنَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ: إِنَّا لَمَّا أَعَزَّ اللّٰهُ دِيْنَهُ، وَكَثُرَ نَاصِرِيْهِ قُلْنَا بَيْنَنَا بَعْضٌ لِبَعْضٍ سِرًّا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ، فَلَوْ أَنَّا أَقَمْنَا

(۹۰۸)۲۶۔ اسلم بن ابی عمران سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم قسطنطنیہ میں تھے، اور اہل مصر کا امیر عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تھا اور اہل شام کا امیر فضالہ بن عبید تھا شہر سے رومیوں کا ایک بڑا لشکر نکلا اور ہم نے مسلمانوں کے ایک عظیم لشکر سے ان کے بالمقابل صف بندی کی اور مسلمانوں میں سے ایک شخص رومیوں کی صف میں جا گھسا پھر وہ ہماری جانب نکل آیا، لوگوں نے شور بلند کیا اور کہنے لگے، سبحان اللہ اس نے اپنے ہاتھوں ہلاکت وتباہی مول لی، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے، لوگو! تم اس آیت کی یہ تاویل کرتے ہو، یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں اتری جب اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا اس کے مددگار زیادہ ہو گئے، ہم میں سے بعض نے بعض سے رسول اللہ ﷺ سے چھپاتے ہوئے یہ

فِيهَا، وَأَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ يَرُدُّ عَلَيْنَا مَا هَمَمْنَا بِهِ، قَالَ: ﴿وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرة: ١٩٥] فَكَانَتِ التَّهْلُكَةُ الْإِقَامَةَ الَّتِيْ أَرَدْنَا أَنْ نُقِيْمَ فِيْ أَمْوَالِنَا فَنُصْلِحُهَا، وَأُمِرْنَا بِالْغَزْوِ۔ فَمَا زَالَ أَبُوْ أَيُّوْبَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى قُبِضَ))۔ لَفْظُ النَّسَائِيِّ۔ (وَأَخْرَجَهُ الْحَافِظَانِ الْحَاكِمُ وَابْنُ حِبَّانَ فِيْ ((صَحِيْحَيْهِمَا)))۔

بات کی کہ ہمارے مال ضائع ہو گئے' اگر ہم دیکھ بھال کریں' جو مال ضائع ہوگیا اسے درست کریں' تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمارے خیالات کے رد میں یہ آیت نازل کی اور فرمایا: ﴿وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرہ:۱۹۵)
''اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور تم اپنے ہاتھوں ہلاکت مول نہ لو' ہلاکت تو وہ اقامت تھی جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا کہ ہم اپنے اموال کی دیکھ بھال کریں اور اس کی اصلاح کریں' آپ نے ہمیں حکم دیا جنگ کرنے کا' تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔''
اس کو حاکم اور ابن حبان نے اپنی کتابوں میں نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** ابو داؤد: ۲۵۱۲۔ ترمذی: ۲۹۷۲۔ ابن حبان: ۱۶۶۷۔ حاکم: ۲/ ۲۷۵۔

**فوائد:** (۱) قرآن کی کسی آیت کی اپنے مقصد کے مطابق تاویل کرنا درست نہیں ہے۔ ایسے ہی کسی آیت کی تاویل اپنی طرف سے یا اپنے خیال سے بیان کرنا صحیح نہیں ہے۔ اگر کوئی غلطی سے تاویل غیر صحیح کر بیٹھے تو اس کی اصلاح کرنی چاہیے اور صحیح بات بتانی چاہیے۔

(۲) اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنا ہلاکت کا باعث ہے۔ وہ آدمی جو راہِ للہ میں خرچ کرتا ہے وہ ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔ ایسے ہی جہاد ترک کرکے اپنے کاروبار کو ترجیح دیتے ہوئے بیٹھ جانا ہلاکت ہے۔

(۳) کافروں کے ساتھ لڑتے ہوئے بہادری کے جوہر دکھانا عمدہ عمل ہے۔

(۴) ساری زندگی جہاد کی نظر کردینا بہت بڑی بات ہے جہاد کو ترک کردینا یا اس سے نفرت کرکے بیٹھ جانا ذلت کو دعوت دینے کے مساوی ہے۔

(۵) ایک قوی مومن کئی کافروں کے لیے کافی ثابت ہوسکتا ہے۔

(۹۰۹)۲۷۔ وَعَنِ ابْنِ عَتِيْكٍ الْأَنْصَارِيِّ ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللّٰهُ، وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ)۔ وَفِيْهِ:

(۹۰۹)۲۷۔ ابن عتیک انصاری سے روایت ہے' وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک غیرت ایسی ہوتی ہے جو اللہ کو پسند

((وَإِنَّ مِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُحِبُّ اللّٰهُ ، وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ، فَأَمَّا الْخُيَلَاءُ الَّتِي يُحِبُّ اللّٰهُ أَنْ يَتَخَيَّلَ الْعَبْدُ بِنَفْسِهِ عِنْدَ الْقِتَالِ، (وَأَنْ يَتَخَيَّلَ[بِنَفْسِهِ] عِنْدَ الصَّدَقَةِ) وَأَمَّا الْخُيَلَاءُ (الَّتِي يُبْغِضُ اللّٰهُ فَالْخُيَلَاءُ لِغَيْرِ الدِّيْنِ)))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ))۔ وَقَالَ : هٰذَا أَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكِ بْنِ النُّعْمَانِ الْأَشْهَلِيُّ، لِأَبِيْهِ صُحْبَةٌ۔ وَالْحَدِيْثُ عِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ وَالنِّسَائِيِّ۔

ہے اور اس میں سے ایسی بھی ہوتی ہے جو اللہ کو ناپسند ہے' اور تکبر کی قسم وہ جو اللہ کو پسند ہے اور ایک قسم ایسی ہے جو اللہ کو ناپسند ہے' جو تکبر اللہ کو پسند ہے وہ ہے جو انسان لڑائی کے وقت ظاہر کرتا ہے یا صدقہ وخیرات کرتے وقت اس کا اظہار کرتا ہے' البتہ جو تکبر دین کے علاوہ کسی صورت میں کیا جائے وہ اللہ کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔'' یہ صحیح ابن ماجہ میں اسی کی روایت کے لفظ ہیں اور کہا ہے کہ ابوسفیان بن جابر بن عتیک بن نعمان اشہلی کو اپنے باپ کی صحبت حاصل ہے اور یہ حدیث ابوداؤد اور نسائی کے ہاں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۵/ ۴۴۵۔ ابوداؤد: ۲۶۵۹۔ نسائی: ۵/ ۷۸۔ ۷۹۔ ابن ماجہ: ۲۰۰۶۔

**فوائد:** (۱) صدقہ وخیرات کے وقت یا میدان جہاد کے وقت فخر وتکبر کا اظہار گناہ نہیں ہے اور نہ ہی ایسا تکبر قابلِ گرفت شمار ہوتا ہے۔

(۲) مذکورہ دوصورتوں کے علاوہ کسی حالت میں تکبر جائز نہیں ہے۔

(۹۱۰) ۲۸۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَطَعَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ (وَحَرَّقَ) وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ: وَهَانَ عَلَى (سَرَاةِ) بَنِيْ لُؤَيٍّ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ وَفِيْ ذٰلِكَ نَزَلَ: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى أُصُوْلِهَا﴾ [الآية] [أَخْرَجُوْهُ أَجْمَعُوْنَ]۔

(۹۱۰) ۲۸۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کے نخلستان کو کاٹ دیا اور اسے آگ لگا دی' حسان بن ثابت نے اس پر یہ شعر کہا:

وَهَانَ عَلٰى سراة نبي لُؤَيٍّ
حريقٌ بالبويرّ مستطيرة

''بنولوی کے سرداروں پر آسان ہوگئی بویرہ مقام پر پھیلنے والی آگ۔''

اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً (عَلٰى أُصُوْلِهَا﴾ ''جو تم نے کھجوروں کے درخت کاٹ دیے یا ان کو ان کے تنوں پر باقی رکھا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۰۳۲٬۳۰۲۱۔ مسلم: ۱۷۴۶۔

**فوائد:** (۱) غیرمسلموں کے ساتھ جنگ کرنے کے ساتھ ساتھ فصلوں اور پھلدار درختوں کو تباہ کرنا ممنوع کام ہے۔

(۲) مصلحت کے پیش نظر درختوں کو کاٹنا اور جلانا جائز ہے۔
(۳) شدت پسند اور متعصب قسم کے غیر مسلم لوگوں کو شکست دینے کے بعد ان کو جلا وطن بھی کیا جا سکتا ہے۔
(۴) اسلام کی شان میں اور کفار کی ہجو میں اشعار کہنا درست ہے۔
(۵) اچھے اچھے اشعار سے مجاہدوں کے دلوں کو گرمانا یا تبلیغ کرنا جائز ہے۔

(۹۱۱) ۲۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَعْثٍ، فَقَالَ: ((إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا فَأَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ))۔ أَخْرَجُوْهُ إِلَّا مُسْلِمًا، (وَابْنُ مَاجَةَ)، وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ دَاوُدَ۔

(۹۱۱) ۲۹۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک مہم پر بھیجا اور فرمایا: "اگر تم فلاں اور فلاں کو پالو تو ان دونوں کو آگ میں جلا دینا۔" اس کو مسلم اور ابن ماجہ کے علاوہ سبھی نے نکالا ہے اور لفظ ابوداؤد کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۰۱۶۔

**فوائد:** (۱) آگ سے عذاب دینا منع ہے۔ خواہ قصاص کے طور پر ہو۔
(۲) ایسے جدید ہتھیار جو آگ ہی آگ اگلتے ہیں ان کا استعمال یہ ایک الگ بات ہے۔ یہاں بات مطلق آگ کی ہو رہی ہے کہ آگ جلا کر اس میں کسی کو پھینکا جائے۔ یہ منع ہے۔
(۳) ہتھیاروں کے حوالہ سے بھی ضروری ہے کہ ایسے اسلحہ سے گریز کیا جائے جو جلا دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

# فَصْلٌ...... فصل

(۹۱۲) ۳۰۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أَصَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ قَالَ فَالْتَزَمْتُهُ، وَقُلْتُ: لَا أُعْطِيْ الْيَوْمَ أَحَدًا مِنْ هٰذَا شَيْئًا، قَالَ: فَالْتَفَتُّ ((فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَبَسِّمًا))۔ [لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۹۱۲) ۳۰۔ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے خیبر کے دن چربی سے بھرا ہوا چمڑے کا ایک برتن ملا، میں نے اسے اٹھالیا، میں نے کہا آج میں اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا، کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے ہیں۔" لفظ مسلم کے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۱۵۳، ۵۵۰۸۔ مسلم: ۱۷۷۲۔

**فوائد:** (۱) کافروں کے ساتھ لڑائی کے دوران کوئی کھانے کی چیز مل جائے تو وہ مجاہدین کے لیے حلال ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء معمولی ہونے کی صورت میں یا خرابی کے اندیشے میں کھائی جا سکتی ہیں۔
(۲) عربی عیسائیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا یا ذبیحہ کی چربی کھانا درست ہے جبکہ یقین ہو کہ وہ ذبیحہ غیر اللہ کے نام پر نہیں کرتے۔

(۳) جانور کی چربی کھائی بھی جاسکتی ہے اور بیچی بھی جاسکتی ہے بشرطیکہ جانور حلال ہو۔

(٩١٣)٣١۔ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَتَلَ رَجلٌ مِنْ حِمْيَرَ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَرَادَ [أَنْ يَأْخُذَ] سَلَبَهُ فَمَنَعَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَكَانَ وَالِيًا عَلَيْهِمْ، فَأَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: ((يَا خَالِدُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُعْطِيَهُ سَلَبَهُ؟)) فَقَالَ: اِسْتَكْثَرْتُهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ [قَالَ: ((اِدْفَعْهُ إِلَيْهِ] فَمَرَّ خَالِدٌ بِعَوْفٍ فَجَرَّ بِرِدَائِهِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ أَنْجَزْتُ لَكَ مَا ذَكَرْتُ لَكَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَسَمِعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَغْضَبَ، قَالَ: ((لَا تُعْطِهِ يَا خَالِدُ، لَا تُعْطِهِ يَا خَالِدُ، هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوا لِي أُمَرَائِيْ؟ إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُهُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَرْعٰى إِبِلًا أَوْ غَنَمًا، (فَرَعَاهَا) ثُمَّ تَحَيَّنَ سَقْيَهَا فَأَوْرَدَهَا حَوْضًا فَشَرَعَتْ فِيهِ، فَشَرِبَتْ صَفْوَهُ، وَتَرَكَتْ كَدْرَهُ، فَصَفْوُهُ لَهُمْ وَكَدْرُهُ عَلَيْهِمْ))۔

(۹۱۳)۳۱۔عوف بن مالک سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ حمیر قبیلے کے ایک شخص نے مشرکوں کے ایک شخص کو قتل کر دیا اس نے چاہا کہ مقتول کا ساز و سامان لے لے' خالد بن ولید نے اسے منع کر دیا وہ ان کے گورنر تھے' عوف بن مالک رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ اطلاع دی' آپ نے فرمایا: ''اے خالد آپ کو کس چیز نے روکا کہ تم مقتول کا ساز و سامان قتل کرنے والے کو نہ دو؟'' حضرت خالد نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس سامان کو غیر معمولی محسوس کیا' آپ نے فرمایا: ''یہ سامان اسے دے دو۔'' خالد' عوف کے پاس سے گزرے' عوف نے خالد کی چادر کو پکڑ کر کھینچا اور کہا' کیا تیرے لیے یہ کافی نہیں ہے جو میں نے ذکر کیا ہے تیرے بارے رسول اللہ ﷺ سے؟ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سن لی اور ناراض ہوئے اور فرمایا: ''خالد اسے سامان نہ دینا خالد اسے سامان نہ دینا' کیا تم میرے امراء کو میرے لیے چھوڑنے والے ہو' تمہاری اور ان کی مثال ایسے ہے جیسے کہ وہ آدمی جس نے اونٹوں یا بکریوں کے لیے کوئی چرواہا رکھا' اس نے ان کو چرایا پھر جب انہیں پانی پلانے کا وقت آتا ہے تو وہ انہیں حوض پر لے جاتا ہے اور اس میں انہیں اتار دیتا ہے وہ اس حوض کا صاف پانی پی لیتی ہیں' اور گدلا چھوڑ دیتی ہیں اس کا صاف پانی ان کے لیے اور گدلا دوسروں کے لیے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۵۳۔

(٩١٤)٣٢۔ وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ عَوْفٌ: فَقُلْتُ: يَا خَالِدُ[أَ] مَاعَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى

(۹۱۴)۳۲۔ایک روایت میں ہے عوف' کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے خالد! کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ قَالَ: بَلٰى، وَلٰكِنِّي اسْتَكْثَرْتُهُ۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]

یہ فیصلہ کیا ہے کہ مقتول کا ساز وسامان قاتل کے لیے ہے اس نے کہا ہاں لیکن میں نے اسے کثیر خیال کیا تھا۔ مسلم نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۵۳۔

(۹۱۵)۳۳۔ وَفِي رِوَايَةِ الْحَافِظِ أَبِي بَكْرٍ الْبُرْقَانِي: أَنَّ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ (الْأَشْجَعِيّ) قَالَ: ((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ [قَضٰى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ وَ] لَمْ (يَكُنْ) يُخَمِّسُ السَّلَبُ))۔

(۹۱۵)۳۳۔ حافظ ابوبکر برقانی کی روایت میں ہے کہ عوف بن مالک اشجعی نے کہا ''رسول اللہ ﷺ نے مقتول کے ساز وسامان کا فیصلہ قاتل کے حق میں کیا ہے' اس میں سے آپ خمس نہیں لیتے تھے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ ابوداؤد: ۲۷۲۱۔ الامام احمد: ۶/ ۲۶۔

(۹۱۶)۳٤۔ وَهُوَ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ (الْأَشْجَعِيّ)، وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ[قَالَا]: ((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ وَلَمْ يُخَمِّسِ السَّلَبَ)) وَرَوَاهُ مِنْ حَدِيْثِ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الشَّامِيِّيْنَ۔

(۹۱۶)۳۴۔ ابوداؤد میں عوف بن مالک اشجعی اور خالد بن ولید کے حوالے سے مروی ہے' دونوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتول کے سامان کا فیصلہ قاتل کے حق میں کیا اور اس میں پانچواں حصہ نہیں لیا۔ اس کو روایت کیا ہے اسماعیل بن عیاش عن شامیین کی حدیث سے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ اس کا گذشتہ حدیث میں حوالہ دیا جا چکا ہے۔

**فوائد:** (۱) جس کافر کو کسی مجاہد نے قتل کیا تو اس کا تمام ساز و براق مجاہد کے حصہ میں آئے گا۔

(۲) مقتول کا سبھی مال مجاہد کو دیا جائے گا کسی اعتبار سے کم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ امیر یا گورنر کی توہین کرنے کی صورت میں تعزیراً مجاہد کے حصہ میں آنے والا سامان روکا بھی جا سکتا ہے۔

(۳) اپنے گورنروں کی توہین کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

(۴) مجاہد نے جو کافر مقتول سے مال پایا ہو اس میں پانچواں حصہ نہیں ہے۔

(۵) امام اور سلطان کا یہ فرض ہے کہ جہاں وہ محسوس کرے یا دیکھے کہ گورنروں کی ہتک انگیزی ہو رہی ہے وہاں ان کی طرف سے دفاع کرے اور مخالف فریق کو جامع مانع جواب دے۔

(۹۱۷)۳٥۔ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: ((بَيْنَمَا أَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ، نَظَرْتُ عَنْ يَمِيْنِي (وَعَنْ شِمَالِي)، فَإِذَا

(۹۱۷)۳۵۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا' میں نے اپنے دائیں اور بائیں دیکھا کہ میں انصار کے دو لڑکوں کے

أَنَا(وَاقِفٌ) بَيْنَ غُلَامَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ، حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمَا، تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ بَيْنَ أَضْلَعَ مِنْهُمَا، فَغَمَزَنِي أَحَدُهُمَا فَقَالَ: يَاعَمِّ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ[وَ] مَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي ؟ قَالَ: أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا۔ قَالَ: فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ، فَغَمَزَنِي الآخَرُ فَقَالَ مِثْلَهَا قَالَ: فَلَمْ أَنْشِبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَجُولُ فِي النَّاسِ، فَقُلْتُ: أَلَا تَرَيَانِ هٰذَا صَاحِبُكُمُ الَّذِي تَسْأَلَانِ عَنْهُ۔ قَالَ: فَابْتَدَرَاهُ فَضَرَبَاهُ بِسَيْفِهِمَا حَتَّى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرَاهُ فَقَالَ: ((أَيُّكُمَا قَتَلَهُ؟)) فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ (مِنْهُمَا) أَنَا قَتَلْتُهُ فَقَالَ: ((هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَكُمَا؟)) قَالَا: لَا فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ: ((كِلَاكُمَا قَتَلَهُ، وَقَضَى بِسَلَبِهِ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْجَمُوحِ [وَمُعَاذِ بْنِ عَفْرَاءَ])۔ (وَالرَّجُلَانِ مُعَاذُ بْنُ (عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ، [وَالْآخَرُ] مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ)۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

درمیان کھڑا ہوں وہ دونوں نوعمر ہیں' میں نے خواہش کی کہ ''میں ان دونوں کو کی حمایت میں ہوں' ایک نے مجھے ڈھانپ لیا اور کہا' چچا جان کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ فرمایا' ہاں' میرے بھتیجے تجھے اس کی کیا ضرورت پڑ گئی؟ اس نے کہا مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے' قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میں اسے اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک ہم میں سے ایک موت کا لقمہ نہ بن جائے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ میں حیران رہ گیا دوسرے لڑکے نے مجھے ڈھانپتے ہوئے یہی بات کہی' فرماتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ میں نے ابو جہل کو دیکھا وہ لوگوں میں گھوم پھر رہا تھا۔ کہا' کیا تم دیکھ نہیں رہے؟ یہ تمہارا مطلوب صاحب ہے جس کے بارے میں تم پوچھتے ہو کہتے ہیں کہ وہ یہ سنتے ہی اس پر ٹوٹ پڑے اس پر اپنی تلواروں کا وار کیا یہاں تک کہ اسے قتل کر ڈالا' پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی طرف پلٹے آپ کو بتایا آپ نے پوچھا ''تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا؟'' ہر ایک نے کہا میں نے اسے قتل کیا آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں دونوں نے کہا نہیں' آپ نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا: ''تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے' آپ نے ابوجہل کے سامان کا فیصلہ معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء کے حق میں کیا۔ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۱۴۱، ۳۹۸۸۔ مسلم: ۱۷۵۲۔

(۹۱۸)٣٦۔ وَعِنْدَهُ مِنْ حَدِيثِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

(۹۱۸)۳٦۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول

(قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ): ((مَنْ يَنْظُرُ لَنَا مَا صَنَعَ أَبُوْ جَهْلٍ؟)) فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ، فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ فَقَالَ: أَنْتَ أَبُوْ جَهْلٍ؟ فَقَالَ: وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ، أَوْ قَتَلَهُ قَوْمُهُ۔ قَالَ: (وَقَالَ أَبُوْ مِجْلَزٍ: قَالَ أَبُوْ جَهْلٍ): فَلَوْ غَيْرُ أَكَّارٍ قَتَلَنِيْ۔

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے لیے کون دیکھے گا کہ ابوجہل نے کیا کیا؟ عبداللہ بن مسعود چلے تو اسے اس حالت میں دیکھا کہ عفراء کے دو بیٹوں نے تلوار سے مارا ہے یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا' عبداللہ بن مسعود نے اسے داڑھی سے پکڑا اور کہا' کیا تو ابوجہل ہے؟ اس نے کہا' کیا تم نے اس سے بڑے آدمی کو بھی قتل کیا ہے؟ یا یہ کہا اس کی قوم نے اس سے بڑے آدمی کو قتل کیا راوی کا کہنا ہے کہ ابومجلز نے کہا کہ ابوجہل نے اس موقعے پر یہ کہا' کاش! مجھے زمینداروں کے بچوں کے علاوہ کوئی اور قتل کرتا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۹۶۲'۳۹۶۳'۴۰۲۰۔ مسلم: ۱۸۰۰۔

**فوائد:** (۱) اگر ایک کافر کو ایک سے زائد مشترکہ مجاہدوں نے قتل کیا ہو تو اس کا سارا مال ان کے درمیان تقسیم ہوگا اور برابر ہوگا۔

(۲) صرف قتل کرنے والوں کو کافر مقتول کا سامان ملے گا اشارہ کرنے والا اس میں حصے دار نہ ہوگا۔

(۳) رسول اکرم ﷺ کو گالی دینے والا گستاخ ہے اور واجب القتل ہے۔ گستاخ کو قتل کرنے والا بڑا عظیم ہے۔ جو اس فرض کو نبھاتا ہے۔

(۴) کافروں کو قتل کرنے میں اس طرح جھپٹا جائے کہ ان کو قتل کرتے کرتے جی نہ بھرے۔ ایک دفعہ میدان میں اترنے کے بعد شہادت کی ہی چاہت رکھنی چاہیے۔

(۵) مجاہدین کے لیے میدانِ جنگ میں صفتیں بنانا درست ہے۔

(۶) پکے کافر کی گردن میں تکبر کا سریہ آخری سانس تک رہتا ہے۔ اس کے تکبر کا علاج تلوار ہی کر سکتی ہے۔ بڑے رئیس یا سردار کافر کی گردن بھی کاٹی جا سکتی ہے تا کہ اس کے تابعین کو مزید بوکھلایا جا سکے اور عبرت کا سامان کیا جا سکے۔

(۹۱۹)۳۷۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ۔ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِيْ أُسَارٰى بَدْرٍ: ((لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا، ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۹۱۹)۳۷۔ محمد بن جبیر بن مطعم اپنے باپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر وہ ان کے بارے میں مجھ سے بات کرتا تو میں ان تمام کو اس کی خاطر چھوڑ دیتا۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۱۳۹'۴۰۲۴۔

(۹۲۰)۳۸۔ وَعِندَ أَبِي دَاوُدَ: ((لَأَطْلَقْتُهُمْ لَهُ))۔

(۹۲۰)۳۸۔ ابوداؤد میں ہے "میں اس کی خاطر انہیں آزاد کر دیتا۔"

**تحقیق وتخریج:** ابوداؤد: ۲۶۸۹۔

**فوائد:** (۱) کسی جائز کام میں سفارش کرنا یا قیدیوں کو رہا کروانے کی سفارش کرنا جائز ہے۔

(۲) کسی کے احسان کو ہمیشہ یاد رکھنا اور اس احسان کا بدلہ دینے کی کوشش میں رہنا اچھے انسان کا وصف ہے۔ ایسے ہی کسی مستحق کی سفارش ماننا بھی درست ہے۔

(۳) مطعم بن عدی نے آپ کو اس وقت پناہ دی تھی جب طائف والوں نے آپ کو ستایا اور مشرکوں نے تنگ کیا تھا۔ آپ نے پھر ہر لمحہ اس کو یاد رکھا۔

(۴) احسان فراموش کی بجائے احسان مند انسان کے ہاں احسان کی بڑی وقعت ہوتی ہے۔ جب تک وہ احسان کا بدلہ احسان کی صورت میں دیتا نہیں اطمینان نہیں ملتا۔

(۵) کافروں کے سرداروں کو قتل کر کے کسی گڑھے میں اکٹھے پھینک دینا بھی جائز ہے۔

(۹۲۱) ۳۹۔ وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍوَأَخَذَ۔ يَعْنِي النَّبِيُّ ﷺ۔ الْفِدَاءَ، أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿لَمَسَّكُمْ فِيْمَا أَخَذْتُمْ [عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ [الأنفال: ۶۷۔ ۶۸] يَعْنِي مِنَ الْفِدَاءِ] ثُمَّ أَحَلَّ لَهُمُ الْغَنَائِمَ۔ لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ۔

(۹۲۱)۳۹۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا، جب بدر کا دن تھا اور نبی کریم ﷺ نے فدیہ وصول کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾

﴿لَمَسَّكُمْ فِيْمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (الانفال: ۶۸/۶۷) "کسی نبی کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے، تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو حالانکہ اللہ کے پیش نظر آخرت ہے اور اللہ غالب اور حکیم ہے اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم لوگوں نے لیا ہے اس کی پاداش میں تم کو بڑی سزا دی جاتی، مراد فدیہ ہے پھر ان کے لیے غنیمتیں حلال کر دیں۔"

**تحقیق وتخریج:** حدیث الامام احمد: ۱/ ۳۲/ ۳۳۔ ابوداؤد: ۲۶۹۰۔ ترمذی: ۳۰۸۱۔ وقال حسن صحیح غریب۔ مسلم: ۱۷۶۳۔

(٩٢٢) ٤٠۔ وَأَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِيْ أَثْنَاءِ الْحَدِيْثِ الطَّوِيْلِ وَفِيْهِ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ: ((مَا تَرَوْنَ فِيْ هٰؤُلَاءِ الْأَسَارٰى؟)) فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ، هُمْ بَنُو الْعَمِّ وَ [بَنُو] الْعَشِيْرَةِ، أَرٰى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمْ فِدْيَةً فَتَكُوْنَ لَنَا قُوَّةً (عَلَى الْكُفَّارِ) فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُمْ لِلْإِسْلَامِ۔ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : ((مَا تَرٰى يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟)) قُلْتُ: لَا وَاللّٰهِ يا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا أَرَى الَّذِيْ رَأٰى أَبُوْ بَكْرٍ، وَلٰكِنِّيْ أَرٰى أَنْ تَمَكِّنَا فَنَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ، فَتَمَكِّنُ عَلِيًّا مِنْ عَقِيْلٍ فَيَضْرِبَ عُنُقَهُ، وَتَمَكِّنِيْ مِنْ فُلَانٍ۔ نَسِيبًا لِعُمَرَ۔ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الْكُفْرِ وَصَنَادِيْدُهَا۔ قَالَ ((فَهَوِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [إِلٰى] مَا قَالَهُ أَبُوْ بَكْرٍ، وَلَمْ يَهْوِ [إِلٰى] مَا قُلْتُ))۔ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ جِئْتُ، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوْبَكْرٍ قَاعِدَيْنِ يَبْكِيَانِ۔ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِيْ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَبْكِيْ أَنْتَ وَصَاحِبُكَ؟ فَإِنْ وَجَدْتُ بُكَاءً بَكَيْتُ، وَإِنْ لَمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ لِبُكَائِكُمَا۔ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((أَبْكِيْ لِلَّذِيْ عَرَضَ عَلٰى أَصْحَابِكَ مِنْ أَخْذِهِمُ الْفِدَاءَ، لَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُهُمْ أَدْنٰى مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ۔ شَجَرَةٍ قَرِيْبَةٍ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ...... اَلْحَدِيْثُ))۔ [وَهُوَ فِي الصَّحِيْحِ]۔

(٩٢٢) ٤٠۔ مسلم شریف میں ایک طویل حدیث مروی ہے اس میں یہ ہے' رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر اور عمر سے پوچھا' تمہاری ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ابوبکرؓ نے کہا' اے اللہ کے نبی علیہ السلام ہمارے چچا زاد ہیں ہمارے خاندان کے چشم و چراغ ہیں میری رائے یہ ہے کہ ہم ان سے فدیہ لے لیں یہ ہمارے لیے کفار کے مقابلے میں طاقت کا باعث بنیں گے' ہوسکتا ہے کہ اللہ انہیں اسلام کی ہدایت دے دے' آپ نے فرمایا: ''اے ابن خطاب تمہارا کیا خیال ہے؟'' میری رائے وہ نہیں جو ابوبکرؓ کی ہے بلکہ میری رائے یہ ہے اگر ہم ان پر قابو پالیں تو ان کی گردنیں اڑا دیں علی' عقیل پر قابو پالے' میں اپنے کسی رشتے دار پر قابو پالوں تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا یہ کفر کے امام اور سردار ہیں۔ راوی نے کہا رسول اللہ ﷺ نے وہ ارادہ کیا جو حضرت ابوبکر نے کہا تھا اور آپ نے اس کا ارادہ نہیں کیا جو میں نے کہا تھا' جب اگلا دن آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ دونوں بیٹھے رو رہے ہیں' میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی بتایئے آپ اور آپ کے ساتھی کیوں رو رہے ہیں؟ میں اگر رو سکا تو روں گا ورنہ رونے جیسا منہ بنا لوں گا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اس بات پر رو رہا ہوں جو آپ کے ساتھیوں نے مجھے فدیہ وصول کرنے کا مشورہ دیا تھا' مجھ پر ان کا عذاب پیش کیا گیا جو کہ اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا۔'' (آپ نے اپنے قریبی درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) یہ صحیح میں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ١٧٦٣۔

**فوائد:** (۱) قیدیوں سے فدیہ لینا یا ان کو چھوڑ دینا احسان کر کے یا ان کو قتل کر دینا تینوں طرح اسلام میں جائز ہے۔

(۲) باہمی مشاورت ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں شوریٰ کو بہت اہمیت حاصل ہوئی۔ دور نبوی میں مشاورت سے طے پانے والے کئی واقعات ہیں اور امور ہیں ان میں سے ایک' جنگ بدر کے موقع پر قیدیوں کے بارے مشاورت طلب کرنے کا بھی ہے۔

(۳) ان احادیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کئی ایسے مشورے ہیں جن کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے قرآنی نص نازل فرمائی ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بدر کے قیدیوں کے حوالہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو اللہ نے پسند فرمایا اور وحی نازل فرمائی۔

(۴) اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے ہر معاملہ کو وحی کے ذریعے درست فرما دیتے تھے تا کہ ہر قسم کی غلط فہمی یا غلطی کا ازالہ ہو جائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مشورہ کی اتنی برکت ہوتی ہے کہ بعض دفعہ مشورہ غلط بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی بہتری کی طرف راہنمائی فرما دیتے ہیں۔

(۵) یہ ایک خدا پرست انسان کا خاصہ ہے کہ وہ اپنی غلطی پر ہزاروں آنسو بہا دیتا ہے۔

(۹۲۳)٤١۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شَاوَرَ حِيْنَ بَلَغَهُ إِقْبَالُ أَبِيْ سُفْيَانَ...... اَلْحَدِيْثَ۔ وَفِيْهِ: ((فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (النَّاسَ) فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى نَزَلُوْا بَدْرًا، وَوَرَدَتْ عَلَيْهِمْ رَوَايَا قُرَيْشٍ وَفِيْهِمْ غُلَامٌ أَسْوَدُ لِبَنِي الْحَجَّاجِ، فَأَخَذُوْهُ فَكَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَسْأَلُوْنَهُ عَنْ أَبِيْ سُفْيَانَ (وَأَصْحَابِهِ) فَيَقُوْلُ: مَا لِيْ عِلْمٌ بِأَبِيْ سُفْيَانَ، وَلٰكِنْ هٰذَا أَبُوْ جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ، فَإِذَا قَالَ ذٰلِكَ ضَرَبُوْهُ (فَقَالَ: نَعَمْ، أَنَا أُخْبِرُكُمْ هٰذَا أَبُوْ سُفْيَانَ۔ فَإِذَا تَرَكُوْهُ فَسَأَلُوْهُ فَقَالَ: مَالِيْ بِأَبِيْ سُفْيَانَ عِلْمٌ، وَلٰكِنْ هٰذَا أَبُوْ جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ فِي النَّاسِ، فَإِذَا قَالَ ذٰلِكَ أَيْضًا ضَرَبُوْهُ)، (فَقَالَ: نَعَمْ، أَنَا أُخْبِرُكُمْ، هٰذَا أَبُوْ سُفْيَانَ، فَإِذَا تَرَكُوْهُ فَسَأَلُوْهُ، قَالَ مَالِيْ بِأَبِيْ سُفْيَانَ عِلْمٌ، وَلٰكِنْ هٰذَا أَبُوْ جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ،

(۹۲۳)۴۱۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت مشورہ کیا جب آپ کو ابوسفیان کے آنے کی خبر پہنچی' اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بلایا وہ لوگ چلے اور مقام بدر پر پڑاو کیا ان پر قریش کے قافلے وارد ہو چکے تھے' ان میں ایک کالے رنگ کا لڑکا جس کا تعلق بنو حجاج سے تھا' انہوں نے اسے پکڑ لیا' رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھنے لگے' وہ کہتا مجھے ابوسفیان کا علم نہیں لیکن ابوجہل' عتبہ' شیبہ اور امیہ بن خلف کا علم ہے' یہ کہا ہی تھا کہ انہوں نے اسے مارا' اس نے کہا' میں تمہیں ابوسفیان کے بارے میں بتاتا ہوں تو انہوں نے اسے مارنا چھوڑ دیا' پھر اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا' ابوسفیان کا تو مجھے علم نہیں البتہ ابوجہل' عتبہ' شیبہ اور امیہ بن خلف کا علم ہے' جب پھر اس نے اسی طرح کہا تو انہوں نے اسے مارا اس نے کہا' ہاں میں تمہیں بتاتا ہوں اس ابوسفیان کے بارے میں تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے پوچھا' تو اس

وَشَيْبَةُ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلْفٍ فِي النَّاسِ، فَإِذَا قَالَ هٰذَا أَيْضًا ضَرَبُوْهُ) وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يُصَلِّيْ، فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ انْصَرَفَ، وَقَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَتَضْرِبُوْهُ إِذَا صَدَقَكُمْ، وَتَتْرُكُوْهُ إِذَا كَذَبَكُمْ ......(اَلْحَدِيْثُ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

نے کہا مجھے ابوسفیان کا پتہ نہیں البتہ ابوجہل' عتبہ' شیبہ اور امیہ بن حلف لوگوں میں موجود ہیں جب اس نے یہ کہا تو انہوں نے پھر مارا' رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے جب یہ دیکھا آپ نے منہ پھیرا اور فرمایا: ''قسم ہے مجھ اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب یہ سچ بولتا ہے تو تم اسے مارتے ہو اور جب یہ جھوٹ بولتا ہے تو تم اسے چھوڑ دیتے ہو۔'' اس کو مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۷۹۔

**فوائد:** (۱) کافروں کے باشندے کو پکڑ کر یا جاسوس کو پکڑ کر ان کے بارے اس سے پوچھا جاسکتا ہے اس کو سزا بھی دی جاسکتی ہے۔

(۲) جاسوس کو گرفتار کر کے اس کے ہر ہر اشارہ سے بات سمجھنا بڑی زیرکی کی بات ہے۔ بعض دفعہ جاسوس سیدھی بات کو الٹے انداز میں بیان کرتا ہے اس کو سمجھنا چاہیے۔

(۳) میدان جنگ میں نماز پڑھنا درست ہے۔

(۹۲۴)٤٢۔ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ هُرْمُزَ أَنَّ نَجْدَةَ كَتَبَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنْ خَمْسِ خِلَالٍ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَوْ لَا أَنِّيْ أَكْتُمُ عِلْمًا مَا كَتَبْتُ إِلَيْهِ...... اَلْحَدِيْثَ۔ وَفِيْهِ: كَتَبْتَ تَسْأَلُنِيْ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَغْزُوْ بِالنِّسَاءِ؟ ((وَقَدْ كَانَ يَغْزُوْبِهِنَّ فَيُدَاوِيْنَ الْجَرْحٰى، وَيُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيْمَةِ، وَأَمَّا بِسَهْمٍ فَلَمْ يَضْرِبْ لَهُنَّ))۔ وَكَتَبْتَ تَسْأَلُنِيْ عَنِ الْخُمُسِ لِمَنْ هُوَ؟ وَإِنَّا كُنَّا نَقُوْلُ هُوَ لَنَا فَأَبٰى عَلَيْنَا قَوْمُنَا ذٰلِكَ...... [اَلْحَدِيْثُ]۔

(۹۲۴)۴۲۔ یزید بن ہرمز سے روایت ہے' نجدہ نے عبداللہ بن عباس کی طرف خط لکھا' اس نے پانچ خصائل کے بارے میں پوچھا' عبداللہ بن عباس نے کہا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں علم چھپاتا ہوں تو میں اس کی طرف خط نہ لکھتا' اس میں یہ ہے کہ آپ نے لکھا' آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں کو جنگ میں شامل کرتے تھے؟ ہاں آپ انہیں جنگ میں شریک کرتے' وہ زخمیوں کا علاج کرتیں تھیں' غنیمت سے حصہ لیتیں لیکن آپ انہیں باقاعدہ غنیمت میں حصے دار نہ بناتے' آپ نے مجھے لکھا ہے اور یہ سوال کیا ہے کہ خمس کن کے لیے ہے؟ ہم کہا کرتے تھے کہ وہ ہمارے لیے ہے لیکن ہماری قوم نے انکار کیا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۸۱۲۔

(۹۲۵)٤٣۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَسَأَلْتُ عَنِ الْمَرْأَةِ [وَالْعَبْدِ] هَلْ كَانَ لَهَا سَهْمٌ مَعْلُوْمٌ إِذَا حَضَرَ

(۹۲۵)۴۳۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے عورت اور غلام کے بارے میں پوچھا ہے کہ ان کے لیے معلوم حصہ

الْبَأْسَ، وَإِنَّهُنَّ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ سَهْمٌ مَعْلُومٌ إِلَّا أَنْ يَحْذِيْنَ مِنْ غَنَائِمِ الْقَوْمِ.

مقرر ہے' جب وہ جنگ میں شریک ہوں عورتوں کے لیے قوم کی غنیمتوں میں سے مقرر حصہ نہیں ہوتا الا کہ وہ قوم کی غنیمتوں سے حصہ لیتیں۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۸۱۲۔

**فوائد:** (۱) جنگی مہم میں عورتوں کو ساتھ لے جانا سنت ہے۔ لیکن ہر عورت کا اپنے ذی محرم کے ساتھ نکلنا شرط ہے۔

(۲) ویسے تو عورت پر جہاد فرض نہیں ہے لیکن مجاہدوں کے ساتھ شرکت کرے گی تو اس کو مالِ غنیمت سے کچھ ملے گا اور اجر و ثواب کی اہل بھی ہوگی لیکن عورت کے لیے مجاہدوں اور ان کے گھوڑوں کے حصوں کی طرح الگ حصہ متعین نہیں ہے۔

(۳) کسی مسئلہ کے بارے دریافت کرنے کے لیے اپنے سے زیادہ جاننے والے عالم کی طرف خط لکھا جاسکتا ہے۔ خطوط کی مراسلت اسلام میں جائز ہے۔

(۴) مجبوری کے وقت عورت غیر محرموں کا علاج و معالجہ کرسکتی ہے۔ عورتیں بھی نرسنگ کا کورس وغیرہ کرسکتی ہیں۔ رضا کار بن سکتی ہیں۔ لیکن پردہ اور حیا کے محور میں رہ کر اور ذی محرموں کے ساتھ رہ کر۔

(۹۲۶) ٤٤ـ وَرَوَى مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: ((بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً وَأَنَا فِيهِمْ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوا إِبِلًا كَثِيرَةً، فَكَانَتْ سِهَامُهُمُ اثْنَا عَشَرَ بَعِيرًا، أَوْ إِحْدَى عَشَرَ بَعِيرًا، وَنُفِّلُوا بَعِيرًا بَعِيرًا)). [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ] وَفِي رِوَايَةِ اللَّيْثِ وَعَبْدِاللّٰهِ: اِثْنَا عَشَرَ، مِنْ غَيْرِ شَكٍّ.

(۹۲۶) ۴۴۔ مالک نے نافع سے اور اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا اور میں اس میں تھا' انہوں نے بہت سے اونٹ مالِ غنیمت میں پکڑے' ہر ایک کے حصے میں بارہ بارہ اونٹ آئے یا گیارہ گیارہ اور پھر ایک ایک اونٹ زائد دیا۔ یہ متفق علیہ ہے اور لیث اور عبداللہ کی روایت میں بغیر شک کے بارہ کا ذکر ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۱۳۴۔ مسلم: ۱۷۴۹۔

**فوائد:** (۱) جتنا مالِ غنیمت ہوگا وہ مجاہدوں میں فی کس کے اعتبار سے برابر تقسیم کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر مجاہد کا ایک حصہ اس کا گھوڑا بھی ہے تو ایسے مجاہد کو تین حصے ملیں گے۔

(۲) مال برابر برابر تقسیم کرنے کے بعد پھر بھی بچے وہ دوبارہ سبھی میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۳) مالِ غنیمت سبھی کا مال ہے۔ کوئی مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے کچھ مال سے چھپا یا لے لیتا ہے تو اس نے خیانت کی ہے جس کا سزاوار ہوگا۔

(۴) مالِ غنیمت مقرر حصص پر تقسیم کیا جائے گا اور خمس نکال لینے کے بعد تقسیم ہوگا۔

(۵) کوئی امیر اگر کسی مجاہد کو اس کی زائد کارکردگی کی بنا پر کچھ دینا چاہے تو وہ زیادہ سے زیادہ مالِ غنیمت کا تیسرا حصہ دے سکتا ہے۔ لیکن یہ بھی خمس نکال لینے اور حصص تقسیم کر لینے کے بعد یعنی کسی مجاہد کے حصہ سے کمی کر کے کسی کو دینا ظلم ہے۔

# كِتَابُ الْبُيُوعِ

## خرید وفروخت کا بیان

(۹۲۷)١ـ رَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ سَالِمِ بْنِ أَبِيْ الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ، فِيْ قِصَّةِ بَعِيْرِهِ: قَالَ: قُلْتُ [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ] فَإِنَّ لِرَجُلٍ عَلَيَّ أُوْقِيَةٌ [مِنْ] ذَهَبٍ، فَهُوَ لَكَ بِهَا۔ قَالَ: ((قَدْ أَخَذْتَهُ [بِهَا] فَتَبَلَّغْ عَلَيْهِ إِلَى الْمَدِيْنَةِ......اَلْحَدِيْثَ))۔

(۹۲۷)١۔ مسلم نے سالم بن ابی جعد سے اور اس نے جابر سے' اس کے اونٹ کے بارے میں قصہ بیان کیا' کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ایک شخص کا میرے ذمے سونے کا ایک اوقیہ ہے' آپ نے فرمایا: ''آپ نے اسے لیا ہے تو آپ اسے مدینہ پہنچا دیں۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۷۱۸۔ مسلم: ۷۱۵۔

**فوائد:** (۱) جانور کو فروخت کرتے ہوئے مالک یہ شرط لگا سکتا ہے کہ میں نے اس پر وہاں تک سواری کرنی ہے یا وہاں تک جانا ہے بعد میں یہ جانور آپ کا ہوگا تو یہ جائز ہے۔

(۲) جانور کو خریدنے والا اتنا ہمدرد ہو اور احساس مند ہو کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔ بلکہ اس پر احسان بھی کرے۔

(۳) کسی کا ایک روپیہ بھی دینا ہو تو جا کر اس کو ادا کرنا چاہیے وہ بھی قرض ہی ہے۔

(۴) کسی چیز کو خریدنے کا مالک سے از خود مطالبہ کرنا اور اس کی قیمت کے متعلق قیمت طے کرنے کے لیے گفتگو کرنا اور ایسے ہی

قیمت میں رضامندی سے کمی وبیشی کرنا بھی جائز ہے۔

(۹۲۸)۲۔ وَعَنْ جَابِرٍ (بْنِ عَبْدِاللّٰهِ)، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ [وَهُوَ] يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ: ((إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ [قَدْ] حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ، وَالْمَيْتَةِ، وَالْخِنْزِيْرِ، وَالْأَصْنَامِ۔ فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ تُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ، وَتُدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ: (( لَا هُوَ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ: قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهَا أَجْمَلُوْهُ، ثُمَّ بَاعُوْهُ، فَأَكَلُوْا ثَمَنَهُ))۔

(۹۲۸)۲۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فتح کے سال مکے میں فرما رہے ہیں: ''اللہ اور اس کے رسول نے شراب' مردار' خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام کر دیا ہے' کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ! مردار کی چربی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس سے کشتیوں کو پالش کی جاتی ہے اور چمڑوں کو ملائم کیا جاتا ہے اور لوگ اسے جلا کر روشنی حاصل کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: ''وہ حرام ہے پھر فرمایا اللہ یہودیوں کو تباہ وبرباد کرے' جب اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام قرار دیا تو انہوں نے اسے پگھلایا' پھر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۳۶' ۴۲۹۶' ۴۶۳۳۔ مسلم: ۱۵۸۱۔

**فوائد:** (۱) کسی حرام کردہ جانور کی چربی کی تجارت کرنا حرام ہے۔ ایسے ہی مردہ جانور کی چربی کھانا یا فروخت کرنا حرام ہے۔ اور اس کی قیمت کمانا اور کھانا حرام ہے۔

(۲) شراب' مردار' خنزیر اور بتوں کی تجارت بھی حرام ہے۔

(۳) جو چیز مجموعی طور پر حرام ہے اس کا جز' جز حرام ہے۔

(۴) آج کل یہ بھی تجارتیں مسلم ممالک میں بلا روک تھام ہو رہی ہیں قصاب ہیں تو وہ مردہ گوشت سے بھاری رقمیں کما رہے ہیں۔ امراء ہیں تو وہ اعلیٰ کوالٹی کی شراب کے دیوانے ہیں الا ماشاء اللہ۔ بیرون ملکوں سے پیک شدہ گوشت درآمد ہو رہا ہے۔ جب کہ علم ہے کہ وہ خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں اور حرام کردہ جانور ذبح کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

(۵) جو حلال وحرام کے مابین تمیز کرسکتا ہے۔ وہ نیکی اور برائی کے درمیان تمیز کرسکتا ہے۔

(۹۲۹)۳۔ وَعَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ (الْأَنْصَارِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمَا وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۹۲۹)۳۔ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت' اور کسب کا بدکار اور کاہن' نجومی کی اجرت سے منع فرمایا۔ یہ متفق علیہ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۳۷، ۲۲۸۲، ۵۳۴۶، ۵۷۶۱۔ مسلم: ۱۵۶۷۔

(۹۳۰) ٤۔ وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ؟ فَقَالَ: ((زَجَرَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۹۳۰) ۴۔ ابوزبیر سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے سوال کیا' کتے اور بلی کی قیمت کے بارے میں' فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اس سے ڈانٹ پلائی۔'' مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۶۹۔

(۹۳۱) ٥۔ وَرَوَى النَّسَائِيُّ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ السِّنَّوْرِ، وَالْكَلْبِ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ))۔ أَخْرَجَهُ عَنْ جَمَاعَةٍ مُوَثَّقِيْنَ، إِلَّا أَنَّهُ ذُكِرَ أَنَّهُ مُنْكَرٌ۔

(۹۳۱) ۵۔ نسائی میں حماد بن سلمہ سے روایت ہے وہ ابو زبیر سے اور وہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بلی اور کتے کی قیمت سے منع فرمایا' البتہ اگر شکار کا کتا ہو تو اس کی قیمت کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیا۔ اسے محدثین کی ثقہ جماعت نے نقل کیا ہے' البتہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ منکر ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث منکر۔ نسائی: ۷/ ۳۰۹۔

**فوائد:** (۱) کتے پالنا اور تجارت کرنا غیر شرعی فعل ہے۔

(۲) کتے' بدکارہ اور نجومی کی کمائی حرام ہے۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر وہ کام جس پر حرام خوری لازم آتی ہو وہ کرنا حرام ہے۔

(۴) بلی کے بارے میں یہ بات زیادہ صحیح ہے کہ اس کو فروخت کیا جا سکتا ہے۔ یعنی یہ نہی تنزیہی ہوگی۔ شکاری کتے کے بارہ میں فروخت کی زیادتی بیان کی گئی ہے۔ یہ زیادتی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔ یہ منکر ہے۔

(۹۳۲) ٦۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمَنِ، فَإِنْ كَانَ جَامِدًا فَأَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا [وَكُلُوْهُ]، وَإِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوْهُ))۔ [أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ]۔

(۹۳۲) ۶۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب چوہیا گھی میں گر جاتی ہے' اگر گھی جما ہوا ہے تو اسے اور اس کے اردگرد کو نکال پھینکو اور بقیہ گھی کھالو' اگر وہ جما ہوا نہیں ہے پتلا ہے تو تم اس کے قریب نہ جانا۔'' اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث شاذ۔ الامام احمد: ۲/ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۶۵۔ ابوداؤد: ۳۸۴۲۔ ترمذی: ۱۷۹۸۔

(۹۳۳) ٧۔ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ مِنْ حَدِيْثِ مَيْمُوْنَةَ، أَنَّ فَأْرَةً وَقَعَتْ فِي سَمَنٍ فَمَاتَتْ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ

(۹۳۳) ۷۔ بخاری شریف میں حضرت میمونہؓ سے مروی ہے' کہتی ہیں کہ ایک چوہیا گھی میں گر گئی اور مر گئی' نبی کریم

عَنْهَا؟ فَقَالَ: ((أَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا، وَكُلُوْهُ))۔

ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا: ''اسے اور اس کے اردگرد کو نکال کر پھینک دو اور اسے کھاؤ۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۵، ۲۳۲، ۵۵۳۹، ۵۵۴۰۔

(۹۳۴)۸۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ: ((جَامِدٌ))۔

(۹۳۴)۸۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے جس میں ہے کہ وہ گھی جامد تھا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث شاذ۔ الامام احمد: ۶/ ۳۳۰۔ نسائی: ۷/ ۱۷۸۔

(۹۳۵)۹۔ وَفِيْ أُخْرٰى عِنْدَهُ: ((وَإِنْ كَانَ ذَائِبًا أَوْ مَائِعًا لَمْ يُؤْكَلْ))۔

(۹۳۵)۹۔ ایک دوسری روایت میں ہے ''اگر گھی ڈھلا ہوا ہو یا پتلا ہوتو وہ بایں صورت نہ کھایا جائے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث شاذ۔ بیہقی: ۹/ ۳۵۳۔

**فوائد:** (۱) گھی کی فروخت کرنا جائز ہے۔ اسی طرح وہ تمام تیل جو حلال اشیاء سے کشید کیے جاتے ہیں ان کی تجارت بھی درست ہے۔

(۲) وہ حلال چیز جو کسی سبب سے حرام ہوگئی ہو اس کو فروخت کرنا یا خریدنا حرام ہے۔ مثال کے طور پر گائے بغیر ذبح کیے یا ذبح کرنے سے قبل مرگئی۔ وہ اب مردار ہے اس کا گوشت بیچنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح وہ پگھلا ہوا یا پتلا گھی جس میں چوہا وغیرہ گر گیا ہوتو اس کو بیچنا بھی درست نہیں ہے۔ اگر جامد ہے تو جہاں جہاں آلائش گری، اتنا گھی نکال لیں باقی استعمال میں لاسکتے ہیں۔

(۳) کسی حرام چیز کا حلال چیز میں گر جانا، اس سے چیز کی نفاست وحلت میں فرق واقع ہو جاتا ہے۔

(۴) اشیاء خورد ونوش کو ڈھانپ کر رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ قیمتی سے قیمتی چیز سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

(۹۳۶)۱۰۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: ((بَاعَ النَّبِيُّ ﷺ مُدَبَّرًا))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ هٰكَذَا مُخْتَصَرًا۔

(۹۳۶)۱۰۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع مدبر کی (وہ غلام جو مالک کی وفات کے بعد غلام آزاد ہوگا)۔ اس کو بخاری نے اسی طرح مختصر نکلا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۳۰۔

**فوائد:** (۱) وہ غلام جس سے مالک نے یہ شرط لگائی ہو کہ تو میری وفات کے بعد آزاد ہے ایسے مدبر غلام کو مالک شرط لگانے کے باوجود بعض وجوہات کے پیشِ نظر اور ضرورت کی بنا پر فروخت کرسکتا ہے۔

(۲) غلام کی آزادی مشروط کرنا شرعاً درست ہے۔

(۹۳۷)۱۱۔ وَرَوَى النَّسَائِيُّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ: إِنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ:

(۹۳۷)۱۱۔ نسائی نے ابن جریج کے حوالے سے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہمیں ابو زبیر نے بیان کیا کہ اس نے جابر

كُنَّا نَبِيعُ سَرَارِيَنَا أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ، وَالنَّبِيُّ ﷺ حَيٌّ لَا يَرٰى بِذٰلِكَ بَأْسًا۔

سے سنا وہ کہتے ہیں۔ ''ہم اپنی باندیاں جو بچوں والی ہوتیں ان کی خرید وفروخت کرتے اور نبی کریم ﷺ زندہ تھے اور آپ اس میں کوئی مضائقہ نہیں دیکھتے تھے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ابن حبان: ۴۲۵۔ دار قطنی: ۴/ ۱۳۵۔ بیہقی: ۱۰/ ۳۴۸۔

(۹۳۸)۱۲۔ وَعِنْدَ أَبِي دَاوُدَ، مِنْ رِوَايَةِ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ (بْنِ عَبْدِاللّٰهِ) قَالَ: بِعْنَا أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ، فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ نَهَانَا فَانْتَهَيْنَا۔

(۹۳۸)۱۲۔ ابوداؤد سے بحوالہ عطاء' جابر بن عبداللہ سے روایت ہے' ہم نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں کنیزوں کی خرید وفروخت کی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے ہمیں منع کر دیا اور ہم رک گئے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ابو داؤد: ۳۹۵۴۔ ابن حبان: ۱۲۱۶۔ حاکم: ۲/ ۱۸۔ ۱۹۔ بیہقی: ۱۰/ ۳۴۷۔

(۹۳۹)۱۳۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ وَقَالَ: ((لَا يُبَعْنَ، وَلَا يُوْهَبْنَ، وَلَا يُوْرَثْنَ، يَسْتَمْتِعُ بِهَا سَيِّدُهَا مَا دَامَ حَيًّا، فَإِذَا مَاتَ فَهِيَ حُرَّةٌ))۔ أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ، وَالْمَعْرُوْفُ فِيْهِ الْوَقْفُ عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالَّذِي رَفَعَهُ ثِقَةٌ، [وَ] قِيلَ: لَا يَصِحُّ مُسْنَدًا۔

(۹۳۹)۱۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی کنیزوں کی خرید وفروخت سے منع کیا' جو بچوں والی ہوں اور فرمایا نہ وہ بیچی جائیں' نہ ہبہ کی جائیں' نہ ورثے میں دی جائیں' بس ان کا آقا فائدہ اٹھائے گا ان سے جب تک وہ زندہ ہے جب فوت ہو جائے تو ایسی کنیز یں آزاد ہوں گی۔ اس کو دار قطنی نے نکالا ہے اور معروف یہ ہے کہ یہ روایت عمر پر موقوف ہے اور جس نے اس کو مرفوع بیان کیا ہے وہ ثقہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سنداً صحیح نہیں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف مرفوع۔دار قطنی: ۴/ ۱۳۴۔ بیہقی: ۱۰/ ۳۴۸۔

**فوائد:** (۱) وہ لونڈیاں جنہوں نے اپنے مالکوں کے بچوں کو جنم دیا ہو وہ امہات الاولاد کہلاتی ہیں۔ خواہ وہ بچے زندہ ہوں یا مر چکے ہوں۔

(۲) ام الولد (لونڈی) اپنے مالک کی وفات کے بعد حتمی طور پر آزاد ہو جاتی ہے۔

(۳) اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا مالک اپنی زندگی میں ان کو بیچ سکتا ہے یا نہیں؟ صحیح بات یہ ہے کہ ام ولد کی بیع جائز نہیں ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد اس پر دال ہے اور یہی مذہب راجح ہے۔

(۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول' ہوسکتا ہے ممانعت سے قبل کا ہو جبکہ وہ خرید وفروخت کر لیا کرتے تھے۔

(۹۴۰)۱۴۔ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مِنْ حَدِيْثِ

(۹۴۰)۱۴۔ بخاری میں عبدالواحد بن ایمن کے حوالے

عَبْدُالْوَاحِدِ بْنِ أَيْمَنٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ بَرِيْرَةُ وَهِيَ مُكَاتِبَةٌ، فَقَالَتْ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ، اِشْتَرِيْنِيْ (فَإِنَّ أَهْلِيْ يَبِيْعُوْنِيْ) فَأَعْتِقِيْنِيْ) قَالَتْ [فَقُلْتُ]: نَعَمْ۔ قَالَتْ: إِنَّ أَهْلِيْ لَا يَبِيْعُوْنِيْ حَتّٰى يَشْتَرِطُوْا وَلَائِيْ۔ قَالَتْ[قُلْتُ]: لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْكِ، [قَالَتْ] فَسَمِعَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ (أَوْ بَلَغَهُ، فَقَالَ: مَاشَأْنُ بَرِيْرَةَ) فَاشْتَرِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا، وَلْيَشْتَرِطُوْا مَا شَاؤُوْا)) قَالَتْ: فَاشْتَرَيْتُهَا فَأَعْتَقْتُهَا (وَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلَاءَهَا)، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَإِنِ اشْتَرَطُوْا مِائَةَ شَرْطٍ))۔

سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوا اس نے فرمایا کہ میرے پاس بریرہ آئی اور وہ مکاتبہ تھی اس نے کہا اے ام المومنین آپ مجھے خرید لیجیے میرے اہل مجھے بیچ رہے ہیں آپ مجھے آزاد کر دیجیے میں نے کہا ٹھیک ہے اس نے کہا میرے اہل مجھے اس شرط پر بیچیں گے کہ میری ولاء ان کی ہو گی فرماتی ہیں کہ میں نے کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچ گئی یا آپ تک کسی طرح یہ بات پہنچ گئی آپ نے فرمایا: ''بریرہ کا کیا معاملہ ہے؟'' اس کو خرید لو اور آزاد کر دو وہ جتنی چاہیں شرطیں لگا لیں فرماتی ہیں کہ میں نے اسے خریدا اور آزاد کر دیا اس کے اہل نے اس کے ولاء کی شرط لگائی تھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''ولاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرے اگرچہ وہ سو شرطیں لگائیں۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۶۵۔

**فوائد:** (۱) غلامی کی مختلف اقسام ہیں مشروط بھی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں مدبرہ مکاتب وغیرہ آجاتے ہیں جبکہ غیر مشروط میں عام غلامی آجاتی ہے۔

(۲) مکاتب غلام وہ ہوتا ہے جس پر مالک متعین رقم لازم کر دیتا ہے اس رقم کی ادائیگی کے ساتھ اس کی آزادی معلق ہوتی ہے۔ مکاتب کی خرید وفروخت جائز ہے۔

(۳) مکاتبت کی قیمت مکاتب کی جانب سے اور کوئی بھی ادا کر سکتا ہے۔ اسی طرح مکاتب کسی کو اپنی مقررہ قیمت بتا کر خود کو آزاد کروانے کا مطالبہ بھی کر سکتا ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ مکاتب غلام کی خرید وفروخت جائز ہے۔ لیکن ولاء پہلے مالک کی نہیں رہے گی بلکہ اس کی ہو گی جس نے اس کو خریدا اور آزاد کیا۔ ولاء ایسا غلام اور مالک کے درمیان ناطہ ہوتا ہے جو کہ مالک کو غلام کا اس کے مرنے کے بعد وارث بنا دیتا ہے اس شرط پر کہ غلام کا کوئی وارث نہ ہو عصبات سے نہ اصحاب فروض سے۔

(۵) ولاء میں یہ شرط لگانا کہ ولاء میرا ہو گا تو یہ شرط بیچنے والے کے لیے لگانا جائز نہیں ہے۔

(۶) یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی ضرورت مند کی ضرورت پورا کرنا بڑا عمل ہے۔ کسی بیوی نے کوئی لونڈی یا غلام خریدنا اور آزاد کرنا ہو تو اپنے خاوند سے مشورہ ضرور کرے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمیشہ نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا چاہیے اور ایسے لوگوں کے پاس جانا چاہیے جن سے زندگی میں فوائد ملتے ہوں۔

(۹٤۱) ۱٥۔ وَعَنْ إِيَاسِ بْنِ عَبْدٍ صَاحِبِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَبِيعُوا فَضْلَ الْمَاءِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ: ((نَهَى عَنْ بَيْعِ [فَضْلِ] الْمَاءِ))۔

(۹۴۱) ۱۵۔ نبی کریم ﷺ کے صحابی ایاس بن عبد سے روایت ہے' کہتے ہیں زائد پانی نہ بیچو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے زائد پانی بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۳/ ۴۱۷۔ ابو داؤد: ۳۴۷۸۔ ترمذی: ۱۲۷۱۔ وقال حسن صحیح۔ نسائی: ۷/ ۳۰۷۔ ابن ماجة: ۲۴۷۶۔ بیهقی: ۶/ ۱۵۔ حاکم: ۲/ ۶۱۔

(۹٤۲) ١٦۔ (وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَآءِ))۔ أَخْرَجَهُمَا النَّسَائِيُّ

(۹۴۲) ۱۶۔ ایک روایت میں ہے اسی سے کہ نبی کریم ﷺ نے زائد پانی کے بیچنے سے منع فرمایا۔ دونوں کو نسائی نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۳۴۷۸۔

(۹٤۳) ۱۷۔ وَعِنْدَهُ مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْمَآءِ))۔

(۹۴۳) ۱۷۔ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانی بیچنے سے منع فرمایا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۶۵۔

**فوائد:** (۱) ایسا پانی جو کسی غیر مملوکہ زمین میں ہو یا نکلا ہو تو جو اس پر پہلے پہنچ گیا یا کسی کے جانے سے پہلے ہی کوئی وہاں قابض ہو گیا یا کوئی کسی جگہ پر تھا تو وہاں سے پانی کا چشمہ نکل پڑا تو اس نے اپنے انڈر کر لیا۔ ایسے آدمی کے لائق ہے کہ وہ اپنی پانی سے متعلق ہر ضرورت پوری کر لے اور دوسرے احباب کو وہاں سے پانی لینے کا موقعہ دے تا کہ وہ بھی فائدہ اٹھا سکیں ایسے پانی کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ یعنی قبضہ اس کا ہی ہو گا لیکن پانی سے دوسرے بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ جب کہ ہاجرہ علیہا السلام کا زمزم پر قبضہ تھا جبکہ وہاں آنے والے قبائل کو پانی پینے کے لیے اور استعمال کرنے کے لیے اجازت تھی۔

(۲) ایسا پانی جو کسی کی مملوکہ زمین بھی ہو جو کہ بغیر کسی مشقت سے نکل آیا تو ایسے پانی پر قابض آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو بھی فائدہ دے۔

(۳) پانی کا ایسا چشمہ یا کنواں یا بور کر کے نکالا گیا پانی اور پھر اس کو کھینچنے کے لیے ٹیوب ویل یا پیٹر یا موٹر لگائی گئی ہو یعنی جو پانی کچھ خرچ کرنے سے نکلتا ہو اس صورت میں پانی کھینچنے کے لیے جو خرچ آتا ہے وہ دینا ہو گا یہ پانی کی قیمت نہیں ہوتی بلکہ یہ مشین کے چلنے یا استعمال کرنے کی قیمت ہوتی ہے جیسا کہ آج کل زمینوں کو گھسائی پر سیراب کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں تیل ٹیوب ویل والے کا یا پانی حاصل کرنے والے کا بھی ہو سکتا ہے۔

(۴) ایسا پانی فروخت کرنا جائز ہے جس کو پانی والے نے محنت سے ٹھنڈا کیا ہو میٹھا کیا ہو اور وقت نکال کر بازار میں کھڑا ہو کر لوگوں کو پیش کیا ہو۔ یا اپنے برتن میں ڈال کر فروخت کرتا ہو جیسے زمزم کا پانی پیک کر کے بوتلوں میں بیچا جاتا ہے یا مختلف کمپنیوں کا پیک کیا ہوا پانی جو کہ صاف کر کے مہیا کیا جاتا ہے۔ جیسے نیسلے واٹر اور دیگر پیک شدہ پانی ہیں۔

(۵) بعض حالات میں پانی کی قلت پڑ جانے کے وقت پانی کا احتکار کر لینا اور اپنے قریب بسنے والے مسلمان بھائیوں کو پانی کی بوند تک نہ دینا یہ ظلم ہے اور ایثار کے خلاف ہے۔

(٩٤٤)١٨ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ))۔ (أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ)۔

(۹۴۴)۱۸۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کنکری مارنے کی بیع اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔ اس کو مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے کنکری پھینک کر بیع کرنے کے بارے ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

(۲) اسلام ہر اس بیع سے منع کرتا ہے جس میں مال ناجائز طریقہ سے لیا اور دیا جاتا ہے۔ ناحق اور مشروط کھانے کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔ ایسے مال میں جوئے کی بو ہوتی ہے۔

(۳) کنکری پھینک کر بیع کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ چیز فروش یہ شرط لگائے کہ جس کپڑے پر میں یہ کنکری پھینکوں تو وہ اتنی رقم کے بدلے تیرا ہے۔

(۴) ہر وہ تجارت جس میں دھوکہ ہو وہ بھی ممنوع ہے۔ مثال کے طور پر گہرے پانی کے اوپر کھڑے ہو کر مچھلی کی بیع کرنا وغیرہ وغیرہ۔

(۵) ہمارا اسلام ہر حق دار کے حق کا ساتھ دیتا ہے۔

(٩٤٥)١٩ـ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيْهِ، حَتّٰى ذَكَرَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ، وَلَا شَرْطَانِ فِيْ بَيْعٍ، وَلَا رِبْحَ مَا لَمْ يُضْمَنْ، وَلَا بَيْعَ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، (وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ (فِي الْمُسْتَدْرَكِ) وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ) عَلٰى شَرْطِ جَمَاعَةٍ مِنْ (أَئِمَّةِ) الْمُسْلِمِيْنَ۔

(۹۴۵)۱۹۔ عمرو بن شعیب سے روایت ہے' اس نے کہا کہ مجھے میرے والد نے بیان کیا اور اس نے اپنے باپ سے روایت کیا یہاں تک کہ اس نے عبداللہ بن عمر کا ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرض اور بیع حلال نہیں ہے اور ایک بیع میں دو شرطیں نہیں' اور نہ منافع ہوگا جس کا وہ ضامن ہی نہیں اور نہ ہی اس کی بیع ہوگی جو تیرے پاس نہیں۔'' اس کو ترمذی نے نکالا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس کو حاکم نے اپنی متدرک میں بھی نکالا

ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں کی ایک ائمہ کی جماعت کی شرط پر یہ روایت صحیح ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۲/ ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۸، ۱۷۹، ۲۰۵۔ ابوداؤد: ۳۵۰۴۔ ترمذی: ۱۲۳۴ اور قال حسن صحیح۔ نسائی: ۷/ ۲۸۸۔ ابن ماجۃ: ۲۱۹۲۔ حاکم: ۲/ ۱۷

**فوائد:** (۱) ایسی بیع جس میں قرض کی شرط لگائی جائے وہ حلال نہیں ہے مثال کے طور پر آدمی کہے کہ میں تجھے قرض تب دوں گا کہ تو مجھے اپنا مال فروخت کریگا میرے علاوہ اور کسی کو نہیں فروخت کرے گا۔

(۲) ایسی چیز کی بیع کرنا جو مجہول ہو پاس نہ ہو اور خرید وفروخت کے وقت سامنے نہ ہو۔ یہ بھی منع ہے۔

(۳) ایسے سامان سے منافع حاصل کرنا جس پر اس کا قبضہ نہیں یا وہ ابھی مالک نہیں بنا۔ یہ ناجائز منافع ہے۔

(۴) ایک بیع میں دو شرطیں لگانا حرام ہے۔ مثال کے طور پر کوئی کہے کہ میں یہ کپڑا تجھے اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ میں ہی اس کی کٹائی کروں گا اور میں ہی اس کو سلواؤں گا۔ (امام احمد رحمہ اللہ)

(٩٤٦) ٢٠۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اشْتَرٰى طَعَامًا فَلَا يَبِيْعُهُ حَتّٰى يَكْتَالَهُ)) [وَفِيْ لَفْظٍ: يَكِيْلَهُ]۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۹۴۶) ۲۰۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے غلہ خریدا وہ اسے آگے نہ بیچے یہاں تک کہ اسے تول لے۔'' اسے مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۲۸۔

**فوائد:** (۱) اسلام میں خرید وفروخت کا نظام انصاف ویقین پر مبنی نظام ہے۔ کسی سے دھوکے' ناانصافی اور کمی وبیشی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) کھانے اور اناج کی خرید وفروخت جائز ہے۔

(۳) جب تاجر نے ماپا ہوا اور موزوں غلہ خریدا تو اس کے لیے یہ لازم ہے کہ جب وہ آگے فروخت کرے تو پھر بھی اس کو ماپ کر اور دوبارہ وزن کر کے دے اگرچہ وہ پہلا وزن یقینی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غلہ خریدنے والے کو شک نہ رہے اور وہ یقینی ماپ سے غلہ گھر لے کر جائے۔

(۴) وزن میں' ماپ' تول میں کسٹمر کو مطمئن کرنا اور یقین دلانا یہ چیز فروخت کرنے والے کا حق ہے۔ گاہک کو جھڑکنا اور اعتراض کرنے پر اس سے لڑائی کرنا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے کیونکہ یہ گاہک نعمت اور مہمان ہوتے ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ دوکاندار کو روزی دیتا ہے۔

(٩٤٧) ٢١۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُمْ كَانُوْا يُضْرَبُوْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا

(۹۴۷) ۲۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ان لوگوں کو سزا دی جاتی

اشْتَرَوْا طَعَامًا(جُزَافًا) أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِ حَتَّى يُحَوِّلُوهُ، [إِلَى مَكَانِهِمْ]۔ )) [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، [لَفْظُ مُسْلِمٍ فِيهِمَا]

تھی جو غلے کا ڈھیر خریدتے اور وہ اسے اسی جگہ بیچتے یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں میں نہ لے آتے۔'' متفق علیہ' لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۱۳۷۔ مسلم: ۱۵۲۷۔

(۹٤٨)۲۲۔ وَعَنْهُ، قَالَ: اِبْتَعْتُ زَيْتًا فِي السُّوقِ، فَلَمَّا اسْتَوْجَبْتُهُ لَقِيَنِي رَجُلٌ فَأَعْطَانِي بِهِ رِبْحًا حَسِيمًا، فَأَرَدْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى يَدِهِ فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي بِذِرَاعِي، فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، فَقَالَ: لَا تَبِعْهُ حَيْثُ ابْتَعْتَهُ، حَتَّى تَحُوزَهُ إِلَى رَحْلِكَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى أَنْ تُبَاعَ السِّلَعُ حَيْثُ تُبْتَاعُ، حَتَّى يَحُوزَهَا التُّجَّارُ إِلَى رِحَالِهِمْ))۔ [أَخْرَجَهُ أَبُودَاوُدَ] فِي إِسْنَادِهِ ابْنُ إِسْحَاقَ (وَاخْتُلِفَ فِي الْاِحْتِجَاجِ بِحَدِيثِهِ) وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي ((الْمُسْتَدْرَكِ))۔

(۹۴۸)۲۲۔ اسی سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے منڈی سے تیل خریدا' جب میں نے وہ لے لیا' مجھے ایک شخص ملا تو اس نے مجھے بھاری نفع دینے کی پیش کش کر دی' میں نے چاہا کہ اس کے ہاتھ پر سودا طے کر دوں تو میرے پیچھے سے ایک شخص نے میرا بازو پکڑا' میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ زید بن ثابت تھے'انہوں نے کہا اس کو اس وقت نہ بیچو جب تک اسے خرید کر اپنے گھر منتقل نہ کرو' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا کہ سامان کو وہاں بیچا جائے جہاں سے خریدا ہے' یہاں تک کہ تاجر اسے اپنے گھروں میں منتقل کر لیں۔'' اس کو ابوداوَد نے نکالا ہے اس کی سند میں ابن اسحاق ہے اس کی حدیث کے حجت پکڑنے کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے اور حاکم نے اس روایت کو مستدرک میں نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۵/ ۱۹۱۔ رواہ ابوداؤد: ۳۴۹۹۔ ابن حبان: ۱۱۲۰۔ دارقطنی: ۳/ ۱۳۔ حاکم: ۲/ ۴۰۔

**فوائد:** (۱) ایسی بیع وتجارت جو فاسد ہو اس پر اسلام سزا بھی دے سکتا ہے۔

(۲) منڈیوں میں خرید وفروخت کی اشیاء لے کر جانا یا بازار سے کوئی جائز چیز خریدنا درست ہے۔

(۳) وہ غلہ جو ابھی منڈی سے لیا ہو اس کو وہیں پڑے دوسرے کے ہاتھ بیچ دینا منع ہے۔ اس کو پہلے اپنے قبضہ میں لیا جائے گا وہاں سے اٹھا لیا جائے گا گھر لے جا کر پھر اس کو فروخت کیا جا سکتا ہے۔

(۴) کوئی غیر شرعی فعل کرنے لگے یا کر رہا ہو تو دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ اس کو روکے اور صحیح راستہ کی طرف راہنمائی کرے۔ یعنی بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ایک مسلمان کی طبیعت ثانیہ ہونی چاہیے۔

(٩٤٩)٣٣۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمَغَانِمِ حَتّٰى تُقْسَمَ، وَعَنْ [بَيْعِ] الْحُبَالٰى أَنْ يُوْطَأْنَ حَتّٰى يَضَعْنَ مَا فِيْ بُطُوْنِهِنَّ، وَعَنْ لَحْمِ كُلِّ (ذِيْ) نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ))۔ (أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ)۔

(۹۴۹)۳۳۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا غنیموں کی بیع کرنے سے جماع کے لیے حاملہ کی فروخت قبل از حمل وضع کرنے کے سے بھی منع کیا اور درندوں میں سے ہر کچلی والے جانور کے گوشت سے بھی منع کیا'' اس کو نسائی نے نکالا ہے۔

(٩٥٠)٢٤۔ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ فِيْ ((الْمُسْتَدْرَكِ)) وَفِيْهِ زِيَادَةٌ قَالَ: ((لَا تَسْقِ زَرْعَ غَيْرِكَ، وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ))۔

(۹۵۰)۳۴۔ حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور اس میں الفاظ زائد ہیں ''اپنے غیر کی کھیتی کو پانی نہ دو اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے اور خرید وفروخت سے منع فرمایا۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ حاکم: ۲/ ۵۶

**فوائد:** (۱) ایسے مال کی بیع کرنا جو کہ ابھی حصہ میں نہیں آیا یا ملک میں نہیں آیا۔ ناجائز ہے جیسے مال غنیمت کے مال کی تقسیم ہونے سے قبل بیع کرنا ہے۔

(۲) حاملہ قیدی عورتوں سے جماع کرنے کی ممانعت ہے۔ جب تک وہ حمل وضع نہیں کر لیتیں۔

(٩٥١)٢٥۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ أَبِيْعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيْعِ (فَأَبِيْعُ) بِالدَّنَانِيْرِ وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ، وَأَبِيْعُ بِالدَّرَاهِمِ وَآخُذُ بِالدَّنَانِيْرِ، آخُذُ هٰذِهِ مِنْ هٰذِهِ، وَأُعْطِيْ هٰذِهِ، فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، رُوَيْدَكَ، أَسْأَلُكَ أَنِّيْ أَبِيْعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيْعِ، فَأَبِيْعُ بِالدَّنَانِيْرِ، وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ، وَأَبِيْعُ بِالدَّرَاهِمِ، وَآخُذُ الدَّنَانِيْرَ، آخُذُ هٰذِهِ مِنْ هٰذِهِ، وَأُعْطِيْ هٰذِهِ مِنْ هٰذِهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا، مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ))۔ [لفظ] رِوَايَةِ أَبِيْ دَاوُدَ، وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِيْ ((الْمُسْتَدْرَكِ)) وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ،

(۹۵۱)۳۵۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں بقیع کے بازار میں اونٹ بیچتا دیناروں کے بدلے اور درہم وصول کرتا اور درہموں کے بدلے بیچتا تو دینار وصول کرتا اس کو لیتا اس سے اور اس کو دیتا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ حفصہ کے گھر میں تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ذرا ٹھہریئے میں آپ سے مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں میں بقیع بازار میں اونٹوں کی خرید وفروخت کرتا ہوں میں دیناروں کے بدلے بیچتا ہوں لیکن درہم وصول کرتا ہوں اور درہموں کے بدلے بیچتا ہوں اور دینار وصول کرتا ہوں اور بھی لیتا ہوں اور اسے دیتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں اگر تم اس دن کا نرخ وصول کرو تو جب تک تم دونوں علیحدہ نہ ہو جاؤ اور

وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

تمہارے درمیان کوئی چیز ہو۔'' ابوداؤد کی روایت کے لفظ ہیں اور حاکم نے اس کو مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے اس کو نکالا نہیں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ حاکم: ۲/ ۵۶۔

**فوائد:** (۱) سونے اور چاندی کے سکے بنانا جائز ہے۔ ایسے ہی سونا سکوں کی صورت میں مرد اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) سونے کو چاندی کے بدلے اس وقت دینا جائز ہے جبکہ وہ دست بدست ہو ادھار نہ ہو اور برابر برابر ہو اور ادا بھی موقع پر کیے گئے ہوں۔

(۳) بیع کے لیے ضروری شرط یہ ہے کہ خریدار اور چیز فروش اس وقت تک الگ نہ ہوں جب تک ان کے آپس کے واجبات ادا نہ ہوں۔

(۴) موجودہ جنت البقیع قبرستان پہلے منڈی تھی جہاں عرب لوگ خرید و فروخت کے لیے اکٹھے ہوتے تھے اور تجارت کرتے تھے۔

(۵) جب ایک سے زائد بیویاں ہوں تو آسانی کے لیے گھر کی نسبت الگ الگ بیوی کی طرف کی جائے تو شناخت کے اعتبار سے یہ طریقہ بقدرے آسان ہوگا۔ مثال کے طور پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا گھر' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر بیوی کو الگ الگ مکان بنوا کر دیا جائے تو درست ہے۔

(۹۵۲)۲۶۔ وَعَنْ جَابِرِ (بْنِ عَبْدِاللّٰهِ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَعَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَعَنِ الثُّنْيَا إِلَّا أَنْ تُعْلَمَ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

(۹۵۲)۲۶۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ اور بیع محاقلہ سے منع فرمایا اور بیع ثنیا سے بھی یہاں تک کہ تم جان لو۔'' اس کو ابوداؤد نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد: ۳۴۰۵۔ نسائی: ۷/ ۲۹۶۔ ترمذی: ۱۲۹۰۔ وقال حسن صحیح غریب۔

(۹۵۳)۲۷۔ وَفِيْ ((صَحِيْحِ مُسْلِمٍ)) عَنْ جَابِرٍ: (اَلنَّهْيُ عَنِ الثُّنْيَا) فِيْ حَدِيْثٍ ذَكَرَهُ۔

(۹۵۳)۲۷۔ صحیح مسلم میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حدیث میں یہ الفاظ ہیں ''منع کیا ثنیا سے''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۳۶۔

**فوائد:** (۱) مزابنہ' محاقلہ' ثنیا' یہ بیوع کے نام ہیں۔

(۲) محاقلہ کھیتی کی بیع کو کہتے ہیں۔ یعنی کھڑی بالیوں میں موجود گندم کے بدلے میں خشک گندم فروخت کرنا یہ ناجائز ہے۔

(۳) مزابنہ درختوں کے متعلق بیع کا نام ہے۔ یعنی درختوں پہ لگے پھل کو خشک پھل کے بدلے دینا یہ بھی ناجائز ہے۔

(۴) ثنیا یہ استثنائی بیع ہے یعنی غیر متعین، نامعلوم چیز کی بیع کو کہتے ہیں مثال کے طور پر آدمی کہے کہ یہ میرا باغ ہے اس کے بعض حصے کے سوا باقی سارا باغ تجھے فروخت کرتا ہوں یہ بھی ناجائز ہے۔ ہاں اگر حصہ باغ کا فروخت کرتے وقت متعین ہو تو پھر یہ بیع جائز ہوگی۔

(۵) ان بیوع سے منع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہر تاجر و بائع نقصان سے محفوظ رہے اور دھوکے سے دور رہے۔

(۹۵٤)۲۸۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ [بَيْعِ] حَبَلِ الْحَبَلَةِ))۔ [لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۹۵۴)۲۸۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حاملہ کے حمل کی خرید وفروخت سے منع فرمایا۔ لفظ مسلم اور متفق علیہ۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۵۶، ۳۸۴۳۔ مسلم: ۱۵۱۴۔

**فوائد:** (۱) بیع کی ایک قسم حبل الحبلہ ہے جو کہ ناجائز ہے۔

(۲) کسی جانور کے پیٹ میں موجود بچے کی بیع کرنا زر ہے۔ حاملہ کے حمل تک مدت کا تعین کرنا جاہلیت کی بیع ہے۔

(۹۵۵)۲۹۔ وَعَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ/[وَعَنْ] هِبَتِهِ))۔ [أَخْرَجُوْهُ أَجْمَعُوْنَ]

(۹۵۵)۲۹۔ اسی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ولاء کی خرید وفروخت سے منع فرمایا، اور اسے ہبہ کرنے سے بھی منع فرمایا۔ اس کو سبھی نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۳۵، ۶۷۵۶۔ مسلم: ۱۵۱۴۔

(۹۵٦)۳۰۔ وَعَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ))۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۹۵۶)۳۰۔ اسی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سانڈ کا کرایہ لینے سے منع فرمایا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۸۴۔

(۹۵۷)۳۱۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ ضِرَابِ الْجَمَلِ))۔

(۹۵۷)۳۱۔ مسلم شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹ کے ضراب کی خرید وفروخت سے منع فرمایا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۶۵۔

**فوائد:** (۱) وہ ولاء جو کہ غلام اور آقا کے مابین ایک تعلق ہوتا ہے اس کو حق وراثت بھی کہتے ہیں اس کو ہبہ کرنا یا فروخت کرنا منع ہے۔ یہ نہی حرمت کی ہے۔

(۲) کسی بھی نر جانور سے خارج ہونے والے پانی کا عوض مانگنا منع ہے۔ یعنی نر کی جفتی کی قیمت لینا اور کھانا صحیح نہیں ہے۔

(۳) اسلام نے بہت ساری تجارت کی ایسی شقیں ہیں جن کا نام لے لے کر ان کو حرام قرار دیا ہے۔ جو کہ اقسامِ بیوع زمانۂ جاہلیت میں رائج تھیں۔

(٩٥٨)٣٢۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ فِيهِ: [حَدِيْثٌ] حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

(۹۵۸)۳۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک سودے میں دو سودے کرنے سے منع فرمایا۔ اس کو ترمذی اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۲/ ۴۳۲، ۴۷۵۔ ترمذی: ۱۲۳۱۔ نسائی: ۷/ ۲۹۵، ۲۹۶۔ ابو داؤد: ۳۴۶۱۔

(٩٥٩)٣٣۔ وَرَوَى ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ (الْخُدْرِيَّ) قَالَ: ((نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ [فِي بَيْعَةٍ] (وَلِبْسَتَيْنِ)، نَهٰى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ (فِي الْبَيْعِ)))۔ وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الْآخَرِ بِيَدِهِ بِاللَّيْلِ أَوْ بِالنَّهَارِ، وَلَا يَقْبَلُهُ إِلَّا بِذٰلِكَ، وَالْمُنَابَذَةُ: أَنْ يَنْبِذَ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ بِثَوْبِهِ وَيَنْبِذَ الْآخَرُ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ، فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ بَيْعَهُمَا عَنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَلَا تَرَاضٍ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۹۵۹)۳۳۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ کہا مجھے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے بتایا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک سودے میں دو سودے کرنے سے منع فرمایا (ولبستین) اور بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا، بیع ملامسہ اسے کہتے ہیں، ایک شخص کا رات یا دن کو کپڑا چھو لینا ہے اور اسی صورت میں اس کو قبول کرنا۔ اور منابذہ بیع یہ ہے کہ ایک شخص اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف پھینکتا ہے اور یہ سودہ بغیر دیکھے اور رضامندی کے پا جاتا ہے۔ متفق علیہ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۱۴۴۔ مسلم: ۱۵۱۲۔

(٩٦٠)٣٤۔ وَرَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ: أَنَّهُ بَاعَ النَّبِيَّ ﷺ بَعِيْرًا وَاشْتَرَطَ ظَهْرَهُ إِلٰى أَهْلِهِ۔

(۹۶۰)۳۴۔ مسلم نے جابر سے روایت کیا کہ اس نے ایک اونٹ نبی کریم ﷺ کو بیچا اور یہ شرط لگائی کہ میں اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اپنے گھر جاؤں گا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۷۱۸۔ مسلم: ۷۱۵۔

**فوائد:** (۱) بیع ملامسہ اور منابذہ بھی ممنوع ہے۔

(۲) ایک بیع میں دو بیع کا ذکر پہلے گزر گیا ہے یہاں ملامسہ سے مراد یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے کپڑے کو چھوئے اور جس کو چھوئے گا وہ بغیر دیکھے اور رضامندی کے اس کا ہوگا۔ یہ ناجائز ہے۔

(۳) دو آدمیوں کا ایک دوسرے کی طرف اپنا اپنا کپڑا پھینکنا اس شرط پر کہ جو کپڑا پھینکا جائے گا وہ اسی کا ہوگا یہ بھی ناجائز ہے۔

(۴) خرید وفروخت کے وقت یہ کہنا کہ اس جانور کو میں آپ کے ہاتھ بیچتا ہوں لیکن میں اپنے گھر تک سواری کر کے پھر اس کو تیرے حوالے کروں گا تو یہ شرط لگانا صحیح ہے۔ اس صورت میں نقصان ہوگا تو وہ بیچنے والے پر ہوگا۔

## بَابُ الرِّبَا

## سود کا بیان

(٩٦١)١- عَنِ (الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّ) [عَبْدَاللّٰهِ] بْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ: آكِلُ الرِّبَا وَمُوْكِلُهُ وَشَاهِدَاهُ إِذَا عُلِمَا بِهِ، وَالْوَاشِمَةُ وَالْمَوْشُوْمَةُ (لِلْحُسْنِ) وَلَاوِى الصَّدَقَةِ، وَالْمُرْتَدُّ أَعْرَابِيًّا بَعْدَ هِجْرَتِهِ، مَلْعُوْنُوْنَ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ (يَوْمَ الْقِيَامَةِ)۔ (أَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ)))۔ [قَالَ الْحَاكِمُ: صَحِيْحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ]۔

(۹۶۱)۱۔ حارث بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا سود کھانے والا' سود کھلانے والا دونوں گواہ جبکہ انہیں معلوم ہو اور حسن کی خاطر تل گوندنے والی اور جس کے سرے سے تل گندوائے گئے ہوں اور صدقے کو ہڑپ کرنے اور مرتد اپنی ہجرت کے بعد یہ بزبان محمد ﷺ قیامت کے دن ملعون ہوں گے۔" اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے ا لم نے کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحح الامام احمد: ۱/ ۴۰۹، ۴۳۰، ۴۶۲، ۴۶۵۔ ابن حبان: ۱۱۵۴۔ مسلم: ۱۵۹۷۔ ترمذی: ۱۲۰۶۔ ابوداؤد: ۳۳۳۳۔ بیهقی: ۹/ ۱۹۔

(٩٦٢)٢- وَفِيْ ((صَحِيْحِ)) مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيْثِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: ((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا، وَمُوْكِلَهُ))۔

(۹۶۲)۲۔ مسلم میں علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت بھیجی۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۹۸۔

**فوائد:** (۱) سود نام ہے زیادتی کا۔ یہ فریق ثانی سے ایک چیز کے بدلے زیادہ مقدار میں کچھ لینے کو کہتے ہیں۔

(۲) سود کی حرمت پر قرآنی نص موجود ہے۔ یہ تمام علمائے سلف و خلف کے ہاں حرام ہے اور اس کی حرمت پر اجماع امت ہے۔

(۳) سود کھانا' لینا' دینا اور اس پر گواہ بننا حرام ہے۔ سبھی گناہگار ہیں۔ یہ کبیرہ گناہ ہے۔

(۴) انشورنس' اسٹیٹ لائف' بنک کاری اور بیمہ کاری یہ سبھی ایک سود کے مختلف جدید نام ہیں اور متاول شدہ صورتیں ہیں۔ یہ تو منظم صورتیں ہیں ان کے علاوہ لوگ چھوٹے پیمانے پر بھی ایک دوسرے کو سود دیتے' لیتے ہیں۔ اگر یہ مذکورہ صورتیں ہمارے ملک میں سود کی نہیں ہیں تو پھر سود کون سا ہے؟

(۵) سودی کاروبار کرنا حرام ہے۔ اس سے ہر مسلمان کو دور رہنا ضروری ہے۔

(۹٦٣)٣۔ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ، وَالتَّمَرُ بِالتَّمَرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءٌ بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ))۔

(۹٦٣)٣۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' سونے کے بدلے سونا' چاندی کے بدلے چاندی' گندم کے بدلے گندم اور جو کے بدلے جو' کھجور کے بدلے کھجور' نمک کے برابر نمک' برابر برابر' ہاتھ بہ ہاتھ' جب یہ اشیاء مختلف ہوں تو جس طرح چاہو ان کی خرید و فروخت کرو جبکہ ہاتھوں ہاتھ ہوں۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۸۷۔

(۹٦٤)٤۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهٰى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيْرِ، بِالشَّعِيْرِ، وَالتَّمَرِ بِالتَّمَرِ، وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ عَيْنًا بِعَيْنٍ))۔

(۹٦۴)۴۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو انہوں نے منع فرمایا سونے کی سونے کے ساتھ بیع سے' چاندی کی چاندی کے ساتھ' گندم کی گندم کے ساتھ' جو کی جو کے ساتھ' اور کھجور کی کھجور کے ساتھ' نمک کی نمک کے ساتھ بیع کرنے سے منع فرمایا الا یہ کہ برابر برابر ہو' عین' عین کے بدلے ہو۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۸۷۔

(۹٦٥)٥۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ [مِثْلًا بِمِثْلٍ]، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَهُوَ رِبًا))۔ (أَخْرَجَهَا كُلَّهَا مُسْلِمٌ)۔

(۹٦۵)۵۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' سونے کے بدلے سونا وزن بوزن' مثل بمثل اور چاندی کے بدلے چاندی وزن بوزن' مثل بمثل' جس نے اس پر اضافہ کیا یا زیادہ وصول کیا وہ سود ہے۔ یہ تمام مسلم نے روایت کیں۔

**تحقیق تخریج:** بخاری: ۲۱۷۷۔ مسلم: ۱۵۸۴۔

(۹٦٦)٦۔ وَفِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ سَعِيْدٍ: ((أَبْصَرَتْ عَيْنَايَ (وَوَعَاهُ قَلْبِيْ) وَسَمِعَتْ أُذُنَايَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ((لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ، وَلَا تَبِيْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا

(۹٦٦)٦۔ ابوسعید سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میری آنکھوں نے دیکھا' میرے دل نے یاد کیا' میرے کانوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''نہ بیچو سونا بدلے سونے کے' نہ بیچو چاندی بدلے چاندی کے مگر برابر برابر

تَشُفُّوْا بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيْعُوْا شَيْئًا غَائِبًا مِنْهُ بِنَاجِزٍ إِلَّا يَدًا بِيَدٍ))۔ [أَخْرَجَهَا كُلَّهَا مُسْلِمٌ]۔

بعض کو بعض پر نہ بڑھاؤ اور نہ ہی غائب چیز کا حاضر کے بدلے سودہ کرو مگر ہاتھوں ہاتھ۔'' اس کو مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حاکم: ۲/ ۴۳، ۴۴۔

**فوائد:** (۱) سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور اور نمک یہ ایسی چھ اشیاء ہیں کہ جو سود کی متحمل ہیں۔ ان کے علاوہ جس چیز میں سود کی علت پائی جائے گی وہ بھی سود زدہ ہوگی۔

(۲) ان مذکورہ اشیاء کی خرید وفروخت کے وقت ہاتھوں ہاتھ اور برابر برابر ہونے کی شرط لازم ہے۔

(۳) سونے کا سونے سے تبادلہ کرتے وقت کمی وبیشی کرنا یہ سود ہے۔ یعنی برابر مقدار وزن کا ہونا اور ایک دوسرے کے قبضہ میں چیز دینا یہ ضروری ہے۔ معدوم چیز کی بیع بھی ناجائز ہے۔

(۴) جو اشیاء ماپ تول کر دی جاتی ہیں ان کا تبادلہ ماپ تول سے ہی جائز ہے۔

(۵) بات کو مزید محقق بنانے کے لیے یہ کہنا کہ میرے دل نے یاد کیا ہے اور میرے کانوں نے سنا ہے اور میری آنکھوں نے دیکھا اس سے کلام میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔

(۹٦۷)۷۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ شِرَاءِ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ، وَالْفِضَّةِ بِالذَّهَبِ، فَقَالَ: ((إِذَا أَخَذْتَ وَاحِدًا مِنْهُمَا بِالْآخَرِ فَلَا يُفَارِقْكَ صَاحِبُكَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ شَيْءٌ))۔

أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِيْ ((الْمُسْتَدْرَكِ)) وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔ قُلْتُ: وَمِنَ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قَوْلُ عُمَرَ فِيْ مُصَارَفَةِ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ طَلْحَةَ ابْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ: وَاللّٰهِ لَا تُفَارِقُهُ [وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ شَيْءٌ ] حَتّٰى تَأْخُذَ مِنْهُ، [قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْوَرِقُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ اَلْحَدِيْثُ...... ))]۔

(۹٦۷)۷۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سونا چاندی کے بدلے اور چاندی سونے کے بدلے' تو آپ نے فرمایا: ''جب تم ان میں سے ایک دوسرے کے بدلے پکڑو اور تیرا ساتھی جدا نہ ہو تجھ سے اور تیرے اور اسکے درمیان کوئی چیز ہو۔'' مسلم۔ اس کو حاکم نے مستدرک میں نکالا ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے لیکن شیخین نے اس کو نکالا نہیں ہے' میں کہتا ہوں کہ یہ متفق علیہ ہے جو کہ قول ہے عمر کا' مالک بن اوس کے لین دین کے بارے میں' طلحہ بن عبیداللہ سے ہے' اللہ کی قسم! نہ تو اس سے جدا ہو یہاں تک کہ تیرے اور اس کے درمیان کوئی چیز نہ ہو' یہاں تک کہ تو اس سے لے لے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چاندی بدلے سونے کے سود ہے الا یہ کہ وہ ایسے' ایسے ہو۔'' الحدیث

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جب تک خریدار اور چیز فروش ایک دوسرے کو مکمل لے دے کے فارغ نہیں ہوتے بیع نہیں ہوتی۔

(۲) چاندی کو سونے کے بدلے یا سونے کو چاندی کے بدلے دینا سود ہے۔ اگر ان میں برابری ہو اور ادھار نہ ہو تو جائز ہے۔

(۹٦٨)٨۔ وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: اِشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِيْنَارًا فِيْهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ، فَفَصَّلْتُهَا فَوَجَدْتُ فِيْهَا أَكْثَرَ مِنِ اثْنَيْ عَشَرَ دِيْنَارًا، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تُبَاعُ حَتّٰى تُفَصَّلَ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۹٦٨)٨۔ فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے خیبر کے دن ایک قلادہ خریدا' بارہ دینار میں اس میں سونا اور موتی جڑے ہوئے تھے' میں نے یہ اتار لیے تو میں نے یہ بارہ دینار سے بھی زیادہ قیمت کے پائے' میں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا آپ نے فرمایا: ''نہ یہ فروخت کیے جائیں یہاں تک کہ ان کو جدا نہ کیا جائے۔'' اس کو مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۹۱۔

**فوائد:** (۱) سونے اور چاندی کے ساتھ موتی جڑ کر ہار بنایا جا سکتا ہے۔

(۲) ہر چیز کو الگ الگ کر کے بیچنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ سونے کے ساتھ موتی ہو تو وہ بھی سونے کے بھاؤ پر جائیں یہ ناجائز ہے۔

(۹٦٩)۹۔ رُوِيَ أَيْضًا مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيْدٍ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ أَخَابَنِيْ عَدِيِّ الْأَنْصَارِيِّ فَاسْتَعْمَلَهُ عَلٰى خَيْبَرَ، فَقَدِمَ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟ قَالَ: لَا ، وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا [لَ] نَشْتَرِي الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ مِنَ الْجَمْعِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَفْعَلُوْا، وَلٰكِنْ مِثْلًا بِمِثْلٍ، أَوْ بِيْعُوْا هٰذَا وَاشْتَرُوْا بِثَمَنِهِ مِنْ هٰذَا، وَكَذٰلِكَ الْمِيْزَانُ))۔

(۹٦٩)۹۔ سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابوسعید دونوں نے اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو عدی انصاری کے بھائی کو خیبر کا عامل مقرر کر کے روانہ کیا' اس نے بہت عمدہ کھجور بھیجی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں؟ کہا' نہیں یا رسول اللہ ﷺ ہم ایک صاع کے بدلے گھٹیا کھجور کے دو صاع دیتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ایسے نہ کیا کرو' تم برابر لیا کرو یا ایک قسم کی کھجور بیچ کر اس کی رقم وصول کرو اور پھر دوسری قسم کی کھجور خرید لو' یہ میزان اور عدل کی بات ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۰۱' ۲۳۰۲' ۲۳۰۲' ۲۳۰۳' ۲۲۴۴' ۴۲۴۵۔

(۹۷۰)١٠۔ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ الْمُوْصَلَةِ [فَقَالَ: ((لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ

(۹۷۰)١٠۔ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ساری گھٹیا کھجوریں بیچ دو' پھر درہموں سے

بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ اشْتَرِ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا))، وَقَالَ فِي الْمِيزَانِ مِثْلَ ذٰلِكَ]۔

عمدہ کھجوریں خریدو اور کہا وزن کر کے بیچنے والی چیزوں میں اسی طرح ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۹۳۔ طحاوی: ۴/ ۶۷۔

(۹۷۱)۱۱۔ وَرَوَى أَيْضًا مِنْ حَدِيثِ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّهُ أَرْسَلَ غُلَامَهُ بِصَاعِ قَمْحٍ فَقَالَ: بِعْهُ، ثُمَّ اشْتَرِبِهِ شَعِيرًا، فَذَهَبَ الْغُلَامُ فَأَخَذَ صَاعًا وَزِيَادَةَ بَعْضِ صَاعٍ، فَلَمَّا جَاءَ مَعْمَرٌ أَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ فَقَالَ لَهُ مَعْمَرٌ: لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ؟ اِنْطَلِقْ فَرُدَّهُ، وَلَا تَأْخُذَنَّ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَإِنِّي كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((اَلطَّعَامُ بِالطَّعَامِ مِثْلًا بِمِثْلٍ))۔ وَكَانَ طَعَامُنَا يَوْمَئِذٍ اَلشَّعِيرُ۔ قِيلَ لَهُ: فَإِنَّهُ لَيْسَ مِثْلَهُ قَالَ: إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُضَارِعَ۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ، يُضَارِعُ: يُمَاثِلُ]۔

(۹۷۱)۱۱۔ معمر بن عبداللہ سے روایت ہے' اس نے اپنے غلام کو گندم کا ایک صاع دے کر بھیجا اور کہا' اس کو بیچو پھر غلام گیا اس نے ایک صاع اور کچھ صاع سے زیادہ جو وصول کیے جب معمر آئے اسے بتایا' معمر نے اس سے کہا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ جاؤ اور اسے واپس کرو نہ وصول کرو مگر برابر برابر' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں غلے کے بدلے غلہ برابر برابر لیا' دیا جائے گا' ان دنوں ہماری خوراک جو تھی' اسے یہ کہا گیا کہ یہ اس جیسا نہیں' کہا' مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ اس کے مشابہ نہ ہو۔ اس کو مسلم نے نکالا ہے وہ "یضارع" کا معنی "یماثل" کرتے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۹۴۔

**فوائد:** (۱) اچھی اور خستہ حالت کی اشیاء کو ملا کر فروخت کرنا ناانصافی ہے۔

(۲) جنس ایک ہو تو پھر برابری ضروری ہے۔ کمی بیشی ناجائز ہے۔

(۳) جنس الگ الگ ہو تو برابری ضروری نہیں ہے۔ پھر ایک کو فروخت کر کے دوسری کو خریدا جائے۔

(۴) گھٹیا چیز فروخت کرنی جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کو عمدہ چیز کے ڈھیر سے الگ رکھا جائے تا کہ اس کے مطابق اس کا ریٹ ہو۔

(۹۷۲)۱۲۔ وَعَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً))۔ أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: [حَدِيثٌ] حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ وَرَوَاهُ الْبَزَّارُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَقَالَ: لَيْسَ فِي الْبَابِ أَجَلُّ إِسْنَادًا مِنْ هٰذَا۔ قُلْتُ: وَقَدْ عُلِّلَ بِالْإِرْسَالِ، إِلَّا أَنَّ الَّذِي

(۹۷۲)۱۲۔ حسن سے روایت ہے اور وہ سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جانور کا جانور کے بدلے ادھار سودا کرنے سے منع فرمایا۔
اس کو اصحاب اربعہ نے نکالا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو بزار نے عبداللہ بن عباس کی حدیث سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث سے

أَسْنَدَهُ ثِقَةٌ۔

بڑھ کر اور کوئی اس باب میں واضح سنداً حدیث نہیں ہے' میں کہتا ہوں کہ مرسل ہونے کے ساتھ معلل ہے سوائے اس شخص کے جس نے اس کو تا سند روایت کیا وہ ثقہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ الامام احمد: ۵/ ۱۲۔ ابو داؤد: ۳۳۵۶۔ ترمذی: ۱۲۳۷۔ وقال حسن صحیح۔ نسائی: ۷/ ۲۹۲۔ ابن ماجة: ۲۲۷۰۔

**فوائد:** (۱) بیع النسیہ یہ ہے کہ ادھار کے بدلے ادھار بیع کرنا۔ یہ ناجائز ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جانور کے بدلے جانور کی ادھار خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔

(۳) جب اکیلے جانور کو فروخت کرنا ہو تو ادھار دیا جاسکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

(۹۷۳)۱۳۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى[عَنْ بَيْعِ] الْمُزَابَنَةِ))۔ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ التَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيْبِ كَيْلًا۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۹۷۳)۱۳۔ مالک نے نافع سے اور اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ بیع سے منع فرمایا۔ مزابنہ بیع یہ ہوتی ہے کہ کھجور کی بیع کرنا ماپ کرنا انگور کی بیع منقے سے ماپ کر کرنا۔ یہ لفظ مسلم کے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۱۸۵۔ مسلم: ۱۵۴۳۔

(۹۷۴)۱۴۔ وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِاللّٰهِ عِنْدَ مُسْلِمٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ [بَيْعِ]الْمُزَابَنَةِ، [وَهِيَ] بَيْعُ ثَمَرِ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الْعِنَبِ بِالزَّبِيْبِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الْحِنْطَةِ بِالزَّرْعِ كَيْلًا۔

(۹۷۴)۱۴۔ مسلم شریف میں عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا اور بیع یوں ہوتی ہے کہ کھجور کا پھل تیار کھجور سے ماپ کر اور انگور منقے کے بدلے اور تیار گندم فصل کے بدلے ماپ کر لیا دی جائے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۴۲۔

(۹۷۵)۱۵۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((بَيْعُ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الْعِنَبِ بِالزَّبِيْبِ، وَعَنْ كُلِّ ثَمَرٍ بِخَرْصِهِ))۔

(۹۷۵)۱۵۔ ایک روایت میں ہے ''کھجور کے درخت پہ لگے پھل کی بیع تیار کھجور کے بدلے ماپ کر اور انگور منقے کے بدلے اور ہر پھل تخمینے سے لینے' دینے سے منع فرمایا۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۴۲۔

**فوائد:** (۱) بیع المزابنہ: کھجور پر لگیں تازہ اور تر کھجوروں کی بیع خشک کھجوروں سے کرنا یہ ناجائز ہے۔ ایسے ہی گندم کی کھڑی فصل کو خشک گندم سے اور خشک انگور سے تر انگور کی بیع کرنا بھی درست نہیں ہے۔

(۲) ایسے ہر پھل کو اندازے سے لینا' دینا بھی ناجائز ہے۔

(۹۷۶)١٦- وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ (بْنَ عَبْدِاللّٰهِ) يَقُوْلُ ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الصُّبْرَةِ مِنَ التَّمْرِ لَا تُعْلَمُ مَكِيْلَتُهَا بِالْكَيْلِ الْمُسَمّٰى مِنَ التَّمْرِ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۹۷۶)۱۶۔ ابوزبیر سے مروی ہے' کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا: ''کھجوروں کا ڈھیر بیچنے سے جس کا ماپ معلوم نہیں' خشک کھجوروں کے معلوم ماپ کے ساتھ۔'' مسلم نے اس کو نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۳۰۔

**فوائد:** (۱) ہر وہ چیز جس میں کمی وبیشی کا احتمال ہو یا دوسرے فریق کو نقصان کا اندیشہ ہو اس کی بیع کرنا درست نہیں ہے۔

(۲) ہر وہ چیز جس کا وزن معلوم اور معین نہ ہو تو اس کو اس چیز کے بدلے بیچنا جس کا معلوم وزن ہے اور مقدار بھی متعین ہے تو یہ ممنوع ہے۔

(۳) ایک بڑے ڈھیر کو جس کی مقدار و وزن غیر معلوم ہیں۔ دوسری موزون چیز سے بیچنا منع ہے۔ مثال کے طور پر کھجوروں کا ایسا ڈھیر جس کے وزن کا علم نہیں ہے اس کو ایسی کھجوروں کے بدلے تخمینے سے فروخت کرنا جن کا وزن معلوم ہے تو یہ منع ہے۔

## فَصْلٌ...... فصل

(۹۷۷)١- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَتٰى عَلَيْنَا زَمَانٌ وَمَا يَرٰى أَحَدٌ مِنَّا أَنَّهُ أَحَقُّ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ مِنْ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا النَّاسُ تَبَايَعُوْا بِالْعِيْنِ، وَاتَّبَعُوْا أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَتَرَكُوْا الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهِمْ بَلَاءً فَلَمْ يَرْفَعْهُ عَنْهُمْ حَتّٰى يُرَاجِعُوْا دِيْنَهُمْ))۔ صَحَّحَهُ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ الْقَطَّانِ وَذَكَرَ أَنَّهُ نَقَلَهُ مِنْ ((كِتَابِ الزُّهْدِ))، يَعْنِيْ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ۔

(۹۷۷)۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ ہم پر ایسا وقت آیا کہ ہم میں سے کوئی بھی یہ خیال دل میں نہیں رکھتا تھا کہ وہ دینار و درہم کا اپنے بھائی سے زیادہ حق رکھتا ہے پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرماتے ہیں: ''جب لوگ آپس میں بیع عین کرنے لگیں گے اور گائے کی دموں کے پیچھے لگیں گے اور اللہ کی راہ میں جہاد چھوڑ دیں گے' اللہ ان پر مصیبت مسلط کر دے گا' اس مصیبت کو ان سے اس وقت رفع نہیں کرے گا جب تک وہ اپنے دین کی طرف رجوع نہیں کر لیں گے۔'' اس کو ابوحسن بن قطان نے صحیح کہا ہے اور ذکر کیا ہے کہ اس نے اس کو ''کتاب الزہد'' احمد بن حنبل کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۲۸۔ ابو داؤد: ۳۴۶۲۔ بیہقی: ۵/ ۳۱۶۔

**فوائد:** (۱) بیع عینہ یہ ہے کہ آدمی ایک چیز میعاد مقرر پر اور قیمت مقرر پر فروخت کرے جب مدت مکمل ہو جائے تو خریدار سے وہی چیز کم قیمت پر اس سے خرید لے۔ یہ منع ہے۔ کیونکہ فریق ثانی کو اس میں نقصان ہے اور سود ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض ایسے اعمال ہیں جن کے کرنے سے ذلت طاری ہو جاتی ہے۔ اور بعض اعمال ہیں جن کے ترک کرنے سے ذلت طاری ہو جاتی ہے۔ ان اعمال کو اعمالِ قبیحہ اور اعمالِ حسنہ کا الگ الگ نام دیا جا سکتا ہے۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاد کوئی چھوڑنے والا عمل نہیں ہے۔ ہماری ذلت کا پسِ منظر ترک جہاد ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کھیتی باڑی کرنا ناجائز پیشہ ہے۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ کہیں تمام تر توانائیوں کے اصراف کا مرکز زراعت نہ بن جائے ویسے تو یہ شعبہ و پیشہ جائز ہے اور مقدس ہے۔ گائے کی دم پکڑنے سے مراد زراعت میں انہماک اور انتہا درجہ کی لگن ہے۔

(۵) یہ بات حق ہے کہ دین سے فراری ہمارے لیے بے قراری ہے۔ سکونِ قلبی دین کی طرف لوٹ آنے میں ہی ہے پس معلوم ہوا کہ دنیا داری سے اتنا کچھ لینا چاہیے جس سے کمر سیدھی رہے۔

(۹۷۸)۲۔ وَرَوَى ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مَالِكٍ [الرُّعَيْنِيِّ] بِسَنَدِهِ إِلَى الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ شَفَّعَ لِأَخِيهِ شَفَاعَةً فَأَهْدَى لَهُ هَدِيَّةً(عَلَيْهَا) فَقَدْ أَتَى بَابًا عَظِيمًا مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا))۔ عُمَرُ بْنُ مَالِكٍ أَخْرَجَ لَهُ مُسْلِمٌ۔

(۹۷۸)۲۔ ابن وہب نے' عمر بن مالک سے' قاسم تک سند ملاتے ہوئے روایت کی ہے انہوں نے ابوامامہ سے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بڑھا کر بولی لگائی اپنے بھائی کے لیے تو پھر اس کے لیے اس پر ہدیہ دیا گیا پس تحقیق وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے کو آیا۔ عمر بن مالک کی حدیث مسلم نے نکالی ہے۔

**فوائد:** (۱) اس روایت میں قاسم بن عبدالرحمٰن راوی متکلم فیہ ہے۔ یعنی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (سبل السلام شرح بلوغ المرام)

(۲) اس حدیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ سفارش کرنے کے بعد اس سفارش والے سے تحفہ قبول کرنا سود ہے۔

## فَصْلٌ...... فصل

(۹۷۹)۳۔ رَوَى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: ((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَبِيعَهَا بِخَرْصِهَا مِنَ

(۹۷۹)۳۔ مالک نے نافع سے' اس نے عبداللہ بن عمر سے اور اس نے زید بن ثابتؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرایا والے تاجر کو اجازت دی کہ وہ اپنی

التَّمرِ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

کھجوریں تخمینے سے بیچ سکتا ہے۔ متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۱۸۸۔ مسلم: ۱۵۳۹۔

(۹۸۰)٤۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ رِوَايَةِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ: **((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا))**۔

(۹۸۰)۴۔ مسلم میں عبیداللہ کی روایت بحوالہ نافع سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت دی کہ وہ تخمینے سے پیمانے کے ذریعے بیچی جائے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۳۸۰، ۲۱۸۸۔ مسلم: ۱۵۳۹۔

(۹۸۱)٥۔ وَلِلْبُخَارِيِّ مِنْ حَدِيْثِ سَالِمٍ، أَخْبَرَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ [بْنُ عُمَرَ]، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: **((أَنَّهُ رَخَّصَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ أَوِ التَّمْرِ، وَلَمْ يُرَخِّصْ فِيْ غَيْرِ ذٰلِكَ))**۔

(۹۸۱)۵۔ بخاری شریف میں سالم سے مروی ہے' مجھے عبداللہ بن عمر نے زید بن ثابت کے حوالے سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تر یا خشک کھجوروں میں بیع عرایا کی اجازت دی اس کے علاوہ رخصت نہ دی۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۱۸۴۔ مسلم: ۱۵۳۹۔

(۹۸۲)٦۔ وَلِأَبِيْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيْهِ: **((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِيْ بَيْعِ الْعَرَايَا بِالتَّمْرِ وَالرُّطَبِ))**۔

(۹۸۲)٦۔ ابوداؤد میں خارجہ بن زید بن ثابت سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خشک اور تر کھجوروں کو بیع عرایا کی صورت میں لینے' دینے کی رخصت عطا کی۔

**تحقیق و تخریج:** ابوداؤد: ۳۳۶۲۔ نسائی: ۷/ ۲۶۷۔

(۹۸۳)۷۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِيْ سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ (أَبِيْ) أَحْمَدَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: **((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ فِيْ بَيْعِ الْعَرَايَا [أَنْ تُبَاعَ] بِخَرْصِهَا فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْخَمْسَةَ أَوْسُقٍ))**۔ شَكَّ دَاوُدَ قَالَ: ((خَمْسَةَ أَوْ دُوْنَ خَمْسَةٍ))۔ [أَخْرَجُوْهُ إِلَّا ابْنَ مَاجَةَ]

(۹۸۳)۷۔ مالک نے داؤد بن حصین سے' انہوں نے ابوسفیان مولی ابن ابی احمد سے اور اس نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت دی کہ اندازے سے خرید وفروخت کی جائے' جب کہ پانچ وسق سے کم یا پانچ وسق ہو۔ داؤد نے شک کیا ہے' کہا ہے "پانچ یا پانچ سے کم۔" اس کو ابن ماجہ کے سوا سبھی نے نکالا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۳۸۲۔ مسلم: ۱۵۴۱۔

**فوائد:** (۱) عطیہ کے طور پر دی جانے والی کھجوروں کو "عریہ" کہتے ہیں۔ جب قحط پڑ جاتا تھا تو باغوں کے مالکان اپنے پاس

رہنے والے فقیروں اور مسکینوں کے لیے کچھ کھجوروں کے درخت مقرر کر دیتے تا کہ وہ خود آ کر وہاں سے لیں اور کھائیں۔ یہ ایک صدقہ کی صورت تھی۔ یہ جائز ہے۔

(۲) بیع عرایا یہ ہے کہ مسکینوں کو دیلے کیے درخت پر لگے پھل کے بدلے خشک کھجوریں اس ڈر سے دینا کہ باغ وفصل کا نقصان نہ ہو یا مسکینوں ومحتاجوں کی بے چینی اور بیقراری کو مدنظر رکھتے ہوئے دینا۔ یہ جائز ہے۔

(۳) یہ بیع بیع مزابنہ ہی ہے۔ لیکن اس میں رخصت صرف اس بنا پر ہے کہ یہ صدقات کے ضمن میں ہے۔ لیکن اس میں یہ ایک ضروری شرط ہے کہ پھل کا صحیح صحیح تخمینہ لگایا جائے۔ اس میں احتیاج وضرورت کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

(۴) کسی چیز میں اندازہ لگانا درست ہے۔ بشرطیکہ آدمی معتبر ہو اور اندازہ لگانے کا ماہر ہو۔ اس ایک کا تخمینہ کارگر ثابت ہوگا۔

(۵) تخمینے لگانے کی ایک حد ہے اور وہ ہے پانچ وسق سے کم کی جو کہ بیس من سے کم وزن بنتا ہے۔ یہ حدیث میں ذکر ہوئی ہے۔

(٩٨٤)٨۔ وَفِي رِوَايَةِ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَهْلِ دَارِهِمْ مِنْهُمْ: سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَقَالَ: ((ذٰلِكَ الرِّبَا، تِلْكَ الْمُزَابَنَةُ))، إِلَّا أَنَّهُ رُخِّصَ فِي بَيْعِ (الْعَرِيَّةِ) اَلنَّخْلَةِ وَالنَّخْلَتَيْنِ يَأْخُذُهَا أَهْلُ الْبَيْتِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا، يَأْكُلُوْنَهَا رُطَبًا))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ] (لَفْظُ مُسْلِمٍ فِيْهِمَا)

(۹۸۴)۸۔ بشیر بن یسار کی روایت میں ہے وہ نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہ میں سے ایک صحابی سہل بن ابی حثمہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے درخت کے پھل کی بیع' تیار خشک کھجور سے کرنے سے منع فرمایا' اور فرمایا' یہ سود ہے اسی کو مزابنہ کہتے ہیں مگر بیع عریہ کی اجازت دی، ایک یا دو کھجور کے درخت اہل خانہ اندازے سے خشک کھجوروں کے بدلے لے لیتے ہیں اور وہ تر کھجوریں کھاتے ہیں۔'' متفق علیہ' ان دونوں میں لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۱۹۱، ۲۳۸۳، ۲۳۸۴۔ مسلم: ۱۵۴۰۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے بھی بیع المزابنہ کی حرمت اور بیع عرایا کی اجازت ثابت ہورہی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیع المزابنہ سود ہے۔

## بَابُ بَيْعِ الْأُصُوْلِ وَالثِّمَارِ

## درختوں اور پھلوں کی بیع کا بیان

(٩٨٥)١۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلَّذِيْ بَاعَهَا إِلَّا أَنْ

(۹۸۵)۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' جس نے کھجور کا درخت خریدا پیوند لگنے کے بعد تو اس کا پھل اس کا ہوگا جس نے

يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ))۔ [أَخْرَجُوْهُ أَجْمَعُوْنَ]۔

اسے بیچا مگر آنکہ خریدنے والا شرط لگا لے۔ اس کو سبھی نے نکالا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۲۰۴، ۲۳۷۹۔ مسلم: ۱۵۴۳۔

(۹۸۶)۲۔ وَعَنْهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ))۔ [أَخْرَجُوْهُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ]، [لَفْظُ مُسْلِمٍ فِيْهِمَا]۔

(۹۸۶)۲۔ اسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا پھل بیچنے سے جب تک وہ پک نہ جائے بیچنے والے کو منع فرما دیا اور خریدنے والے کو بھی۔ ترمذی کے علاوہ اس کو سبھی نے نکالا ہے اور ان دونوں میں لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۱۹۴۔ مسلم: ۱۵۳۴۔

(۹۸۷)۳۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتّٰى يَسْوَدَّ، وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتّٰى يَشْتَدَّ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، ثُمَّ الْحَاكِمُ فِيْ ((الْمُسْتَدْرَكِ)) وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

(۹۸۷)۳۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انگوروں کی بیع سے منع فرمایا' جب تک وہ سیاہ (یعنی پک نہ جائیں) اور غلے کی بیع سے منع کیا' جب تک دانہ سخت نہ ہو جائے۔ اس کو ابوداؤد نے نکالا ہے پھر حاکم نے مستدرک میں نکالا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے مسلم کی شرط پر' لیکن شیخین نے اس کو نکالا نہیں ہے۔

**تحقیق و تخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام، احمد: ۳/ ۲۲۱، ۲۵۰۔ ابوداؤد: ۳۳۷۱۔ ترمذی: ۱۲۲۸ وقال حسن غریب۔ ابن ماجہ: ۲۲۱۷۔ دارقطنی: ۳/ ۴۷: ۴۸۔ حاکم: ۲/ ۱۹۔ بیہقی: ۵/ ۳۰۱۔

**فوائد:** (۱) کھجوروں کی پیوند کاری یا تابیر یہ ہوتی ہے کہ نر کھجور کے درخت کا گودا مادہ کھجور کے درخت کے خوشے میں رکھ دیا جاتا ہے۔ جس سے پھل تندرست اور صحیح ہوتا ہے۔ نر اور مادے کا ملاپ قریباً ہر جنس میں ہے۔

(۲) تابیر نخل سے قبل کا پھل بیع میں شامل نہیں ہے۔ یعنی بیع کے بعد پیوند کاری کی جاسکتی ہے۔ یہ بات زیادہ صحیح ہے۔ یہ حق بھی خریدار کا ہوگا۔

(۳) جب تک دانہ سخت ہوجائے اور واضح نہ ہوجائے مراد عرف عام کے اعتبار سے جب فصل پکنے کو آتی ہے اور آفت کے نقصان سے محفوظ ہوچکی ہے تو تب اس کی بیع جائز ہوتی ہے۔

(۴) انگور کی تجارت و بیع اس وقت درست ہے جب کہ انگور سیاہی مائل ہوجائیں مراد پک جائیں۔

(۵) پھل دار درخت خریدنا' بیچنا' یا اس کے پھل کو خریدنا اور بیچنا درست ہے۔ تجارت و بیوع کی جتنی بھی قسمیں ہیں ان میں نقصان' آفت' سود' غرر اور ناانصافی کو قطعاً عمل دخل نہیں ہے۔ یعنی فریقین کے مفاد سے ہٹ کر تجارت ممنوع ہے۔

## بَابُ بَيْعِ الْمُصَرَّاةِ وَالرَّدِّ بِالْعَيْبِ

## کھڑ لگانے کی بیع اور عیب دار ہونے کی بنا پر واپس لوٹانے کا بیان

(٩٨٨)١۔ رَوَى مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَنَاجَشُوْا، (وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ)، وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ، وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظْرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلِبَهَا، فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(٩٨٨)١۔ مالک ابوالزناد سے اس نے اعرج سے اور اس نے ابوہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم قافلوں سے نہ ملو' تم میں سے کوئی کسی کے سودے پر سودا نہ کرے اور تم آپس میں قیمتیں نہ بڑھاؤ' کوئی شہری دیہاتی کو نہ بیچے' اور نہ تم بکریوں کا دودھ ان کے تھنوں میں روکو' جس نے ایسی بکری خریدی جس کا دودھ تھنوں میں روکا گیا تو دودھ دھونے کے بعد اسے دونوں طرح کا اختیار ہے اگر وہ اسے پسند ہے تو رکھ لے اور اگر ناپسند ہے تو اسے واپس کردے اور ساتھ ایک صاع کھجور بھی اسے دے۔ اس کو بخاری نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ٢١٥٠۔ مسلم: ١٥١٥۔

(٩٨٩)٢۔ وَفِي رِوَايَةٍ عِنْدَهُ: ((لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظْرَيْنِ...... اَلْحَدِيْثُ))۔

(٩٨٩)٢۔ ایک روایت میں ہے ''اونٹنی اور بکری کے دودھ کو اس کے تھنوں میں نہ روکو جس نے ایسا جانور خریدا تو اسے دونوں طرح کا اختیار ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ٢١٤٨۔ مسلم: ١٥١٥۔

(٩٩٠)٣۔ وَفِي رِوَايَةٍ عِنْدَهُ أَيْضًا: ((مَنِ اشْتَرَى غَنَماً مُصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ))۔

(٩٩٠)٣۔ اسی سے ایک اور روایت میں ہے جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ روکا گیا پھر اس نے اسے دھویا اگر وہ اسے پسند ہے تو رکھ لے اگر پسند ہے اس کے دودھ دوہنے کے عوض کھجور کا ایک صاع دے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ٢١٥١۔

(٩٩١)٤۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ: ((مَنِ ابْتَاعَ شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ (فِيْهَا) بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، إِنْ شَآءَ أَمْسَكَهَا وَإِنْ شَآءَ رَدَّهَا، وَرُدَّ

(٩٩١)٤۔ مسلم شریف میں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''جس نے کوئی ایسی بکری خریدی جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روکا گیا ہے تو اسے تین دن تک اختیار ہے' اگر

مَعَهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ [لَا سَمْرَاءُ]))۔

چاہے اسے رکھ لے اور چاہے تو اسے واپس کردے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور دے نہ کہ گندم کا۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۲۴۔

(۹۹۲)۵۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ [فِيهَا] بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا، وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ لَا سَمْرَاءَ))۔

(۹۹۲)۵۔ ایک اور روایت میں ہے جس نے ایسی بکری خریدی جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روکا گیا اسے اس میں دوطرح کا اختیار ہے اگر چاہے اسے رکھ لے اور اگر چاہے تو اسے واپس کردے او ایک صاع کھجور بھی دے اور گیہوں کا آٹا نہ دے۔"

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ نسائی: ۷/ ۲۵۴۔

(۹۹۳)٦۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((صَاعًا مِنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَاءَ))۔

(۹۹۳)٦۔ ایک روایت میں ہے" غلے کا ایک صاع ہو لیکن وہ گیہوں کا آٹا نہ ہو۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۲۴۔

(۹۹٤)۷۔ (وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ: ((مَنِ ابْتَاعَ مُحَفَّلَةً، أَوْ مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ)))۔

(۹۹۴)۷۔نسائی میں ہے"جس نے تھن باندھا ہوا یا گھڑ لگایا ہوا جانور خریدا تو اسے تین دن تک اختیار ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۲۴۔ من رواية محمد ابن سيرين۔

**فوائد:** (۱) کئی کئی دن جانور کے تھنوں میں دودھ روک کے رکھنا جرم ہے۔ اس سے جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ دودھ کی نالیاں پھٹ بھی سکتی ہیں۔ اور کمزور بھی ہو جاتی ہیں۔

(۲) دودھ اس نیت سے تھنوں میں روکنا کہ دیکھنے والا رشک کرے اور قیمت زیادہ لگائے یہ دھوکہ ہے۔ ایسے ہی کسی جانور کے دانت توڑ کر دودانتا بنا کر پیش کرنا بھی دھوکہ ہے۔

(۳) کھڑ لگے جانور کی بیع ناجائز ہے۔ کسی بھی جانور کو کھڑ لگانا درست نہیں ہے۔

(۴) یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے بڑے تھن جانور کے لیے خوبصورتی کا باعث ہوتے ہیں۔ پھر وہ جانور جو ساتھ ساتھ تھنوں کی ضمانت کے مطابق دودھ بھی دے تو یہ جانور کی قیمت اور حسن دونوں میں یکساں طور پر اضافے کا باعث ہیں۔ اچھا جانور مہیا ہو جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

(۵) خریدار کو کھڑ لگے جانور کا پتہ نہ چلے اور وہ اسے خرید لے تو اس کو تین دن تک مہلت ہے کہ وہ چیک کرے دودھ دھوے جی کرے تو رکھ لے اور جی چاہے تو واپس کردے۔ لیکن جب ایسا جانور واپس کیا جائے گا ساتھ ایک صاع کھجوروں کا دے گا۔ جس چیز کا صاع دینا ہے وہ زیادہ تر کھجور کا قابل ذکر ہے۔

(۶) ایک صاع یہ عوض ہے اس دودھ کا جو خریدار نے دوہا تھا۔ اب اس میں یہ بات سامنے نہیں لائی جائے کہ وہ دودھ صاع کے مقابلہ میں تھوڑا تھا یا زیادہ تھا۔ صاع مقرر کرنے اور واپس کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ تنازع پیش نہ آئے۔

(۷) اس مذکورہ مسئلہ میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے سوائے احناف کے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو کہ غیر فقیہ جو کہ ایک صحابی سے ناانصافی ہے۔

(۸) ''مصراۃ'' اور محفلہ'' کا معنی جمع ہو جانا ہے۔ یہ لفظ جانوروں کے تھنوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی وہ جانور جن کا دودھ جمع کیا گیا ہو۔

(۹۹۵)۸۔ وَعَنْهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةٍ [مِنْ] طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَنَالَتْ أَصَابِعَهُ بَلَلًا، فَقَالَ، مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ قَالَ: أَصَابَتْهَا السَّمَآءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّنِي فَلَيْسَ مِنِّيْ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۹۹۵)۸۔ اسی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ایک غلے کے ڈھیر کے پاس سے گزرے، آپ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا تو آپ کی انگلیوں کو تری محسوس ہوئی، آپ نے فرمایا: غلے والے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس پر بارش پڑ گئی تھی آپ نے فرمایا: تم اسے غلے کے اوپر کیوں نہیں کیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے جس نے مجھے دھوکہ دیا وہ مجھ سے نہیں۔'' مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۰۲۔

**فوائد:** (۱) ملاوٹ کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ یہ سنگین جرم ہے۔

(۲) ردی چیز کو صحیح چیز میں ملا کر رکھنا یا صحیح چیز کو ردی چیز کے اوپر رکھ دینا اور پھر قیمت صحیح شے والی وصول کرنا غیر شرعی عمل ہے۔

(۳) ردی چیز کو الگ کر کے رکھنا یا مالک کا کسٹمر کو یہ بتا دینا کہ یہ چیز گھٹیا ہے یہ اس پر ذمہ داری ہے۔

(۴) ایک امام امیر اور مبلغ کا یہ کام ہے کہ وہ بازار کی اشیاء کا جائزہ لے اصلاح کرے اور غلط کام کیے جانے پر ڈانٹے۔ آج کل کی کمیٹیاں بھی ذمہ دار ہیں۔

(۵) غلط کام کا تصور اسلام میں ہے نہ ہی اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ ملاوٹ کرنے والا یا دھوکہ بازی نبوی طریقہ کا پیروکار نہیں ہوتا۔

(۹۹۶)۹۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى أَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ، وَصَحَّحَهُ۔

(۹۹۶)۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فیصلہ فرمایا: ''خراج کفالت کے بدلے ہوتا ہے۔'' اس کو ترمذی نے نکالا ہے اور صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ الامام احمد: ۶۰/ ۴۹۔ ابوداؤد: ۳۵۰۸۔ ترمذی: ۱۲۸۵ وقال حسن صحیح۔ ابن

حبان: ۱۱۲۵۔ دار قطنی: ۳/ ۵۳۔ حاکم: ۲/ ۱۵۔ بیہقی: ۵/ ۳۲۱۔ ابن ماجۃ: ۲۲۴۳۔

**فوائد:** (۱) جو آدمی منافع کا مالک بن سکتا ہے۔ وہی آدمی نقصان کا مالک بھی ہوتا ہے۔ منافع کوئی حاصل کرے اور نقصان کوئی برداشت کرے یہ جائز نہیں ہے۔

(۲) وہ دورانیہ جس میں خریدار نے چیز کو اپنے پاس رکھا اس میں اگر وہ چیز ضائع ہوجاتی ہے تو وہ خریدار کے پلے ہی پڑتی ہے۔

(۳) اگر کسی چیز میں عیب پایا گیا جو کہ بوقتِ خرید معلوم نہ ہوا تو خریدار اس کو اس طرح واپس کرنے اور اپنی قیمت لینے کا حقدار ہے۔

(۴) ''خراج'' کسی چیز سے حاصل شدہ فوائد کا نام ہے۔

## بَابُ الْمَنَاهِيْ سِوَى مَا تَقَدَّمَ

## سابقہ ممنوعات کے علاوہ نواہی کا بیان

(۹۹۷)۱۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((**لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يَهْبَطَ [بِهَا] الْأَسْوَاقُ**))۔ لَفْظُ أَبِيْ دَاوُدَ، وَهُوَ عِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ غَيْرِ سِيَاقَةِ لَفْظِهِ أَحَالَ عَلٰى غَيْرِهِ۔

(۹۹۷)۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی کسی کے سودے پر سودا نہ کرے اور جو مال باہر سے آرہا ہو اس سے نہ لے' یہاں تک کہ وہ بازار میں پہنچ جائے۔'' لفظ ابوداؤد کے ہیں اور یہ مسلم کے ہاں بغیر اپنے لفظ کے سیاق کے اپنے غیر پر محمول کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۱۶۵۔ مسلم: ۱۵۱۷۔ ابوداؤد: ۳۴۳۶۔

(۹۹۸)۲۔ وَعِنْدَ ابْنِ مَاجَةَ: (عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((**لَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ أَخِيْهِ وَلَا يَسُوْمُ عَلٰى سَوْمِ أَخِيْهِ**))۔ وَالنَّهْيُ أَنْ يَسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ أَخِيْهِ (عِنْدَ مُسْلِمٍ) فِيْ حَدِيْثٍ يَجْمَعُ مَنَاهِيَ۔

(۹۹۸)۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر کوئی سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ چڑھائے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۷۲۷، ۲۱۴۰۔ مسلم: ۱۵۱۵۔

**فوائد:** (۱) سادہ لوح انسان کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے سستے داموں مال کا سودا کرنا منع ہے۔ کیونکہ مسلمانی اس چیز کا نام ہے کہ خودغرضی سے گریز کرتے ہوئے ایسی راہ اختیار کی جائے جس سے فریقین کو نقصان نہ پہنچے اور وہ رضا مندی سے گھروں کو لوٹیں۔

(۲) ایک بیع جو مقرر مدت کے لیے کی گئی ہو اور اختیار کی ہو تو اس میں ایک اور آدمی آکر مالک سے کہے کہ مجھ سے اتنی قیمت مزید وصول کرلے یہ چیز مجھے دے دے اور اس سے بیع ختم کردے تو یہ ناجائز ہے۔

(۳) ایک طے شدہ چیز میں مالک کو مختلف جھانسے دینا اور دوسرے مسلمان بھائی سے دھوکہ کرنا اور غداری کرنا درست نہیں ہے۔

(۴) مسلمان کے سودے پر سوا کرنا منع ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی کسی سے کوئی چیز خریدنے کی بات پکی کر رہا ہو اور قیمت بھی طے کر چکا ہو تو ایک اور آدمی آجائے ان کی بات کاٹ کر مالک کو کہے کہ جناب مجھ سے اس چیز کی بات کرو میں آپ کو اس سے اچھی قیمت ادا کرتا ہوں یا کہہ جائے اس کو رہنے دو میں یہ چیز آپ سے عمدہ ریٹ پر خرید لوں گا وغیرہ وغیرہ یہ صورتیں ممنوع ہیں۔

(۹۹۹)۳۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ((لَا تَلَقَّوُا الْجَلَبَ، فَمَنْ تَلَقَّى فَاشْتَرٰى مِنْهُ [شَيْئًا] فَإِذَا أَتٰى سَيِّدُهُ السُّوْقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ))۔

(۹۹۹)۳۔ مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجارتی قافلے کو آگے جا کر نہ ملو جو ملا اور اس سے کوئی چیز خریدی تو اس کا مالک منڈی میں پہنچ جائے تو اسے اختیار ہوگا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۱۹۔

(۱۰۰۰)۴۔ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِيْ مِنْهُمُ الطَّعَامَ، فَنَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَبِيْعَهُ حَتّٰى نَبْلُغَ بِهِ سُوْقَ الطَّعَامِ))۔

(۱۰۰۰)۴۔ بخاری میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ ہم قافلوں کو ملتے تھے اور ان سے غلہ خرید لیتے تھے' نبی کریم ﷺ نے ہمیں منع کر دیا کہ ہم اسے خریدیں یہاں تک کہ ہم اسے غلہ منڈی میں پہنچا دیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۱۶۶۔

(۱۰۰۱)۵۔ وَعِنْدَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : (( لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ)) قَالَ فَقُلْتُ: مَا قَوْلُهُ (لَا يَبِيْعُ) حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ: لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا۔

(۱۰۰۱)۵۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم تجارتی قافلوں کو آگے جا کر نہ ملو کوئی شہری دیہاتی کے ہاتھ نہ بیچے' کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اس کا مطلب کیا ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کو نہ بیچے' فرمایا کہ وہ اس کا دلال نہ بنے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۱۵۸۔ مسلم: ۱۵۲۱۔

**فوائد:** (۱) کسی ایک کا اپنے دوسرے بھائی کو دھوکہ دینا ظلم ہے۔

(۲) بے خبر دیہاتی آدمی کو منڈی پہنچنے سے پہلے باہر ہی ورغلا کر اس سے مال و سامان کا سودا کر لینا منع ہے۔

(۳) بدوی سے شہر یا منڈی کے باہر سے ملنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ غلط رنگ دے کر اس سے سستے دام میں سامان خرید لے تاکہ خود منڈی میں اعلیٰ درجہ کی قیمت وصول کرے۔

(۴) ایسا آدمی جس سے غلط بیانی کرتے ہوئے تھوڑی قیمت پر سامان خرید لیا گیا اگر وہ منڈی میں آجائے اور ریٹ کا پتہ لگا لے تو اس کو اختیار ہے وہ اپنا مال جو سستے بھاؤ بکا اس کو واپس لے سکتا ہے۔ اور منڈی میں فروخت کر سکتا ہے۔

(۵) غلط دلالی کرنا کرئی حلال کام نہیں ہے۔ بعض مالکان دوسروں کو دھوکہ دینے اور مات دینے کے لیے اپنے ٹریڈ دلال رکھتے ہیں جن کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ قیمت کو بڑھاتے ہی جاتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ البتہ جائز اور اصول کے مطابق بھاؤ لگایا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی کو چیز خریدنے کا علم نہیں تو وہ دلال رکھ سکتا ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ وہ دلال مذکورہ عیوب سے مبرہ ہو۔ دلالی کا نقصان یہ ہے کہ غریبوں کو غلہ مہنگا پڑتا ہے۔

(٦) جہاں سے غلہ خریدا جائے وہاں پر اس کو فروخت نہ کیا جائے۔

(١٠٠٢)٦۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ [قَالَ] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ دَعُوْا النَّاسَ يَرْزُقُ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ))۔

(۱۰۰۲)٦۔ مسلم شریف میں، جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے، لوگوں کو چھوڑو، اللہ بعض کے ذریعے بعض کو رزق دیتا ہے۔“

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۲۲۔

**فوائد:** (۱) باہر سے آنے والے منڈیوں کی طرف قافلوں کے غلوں میں اللہ تعالیٰ نے مختلف لوگوں کا رزق رکھا ہوا ہوتا ہے۔

(۲) باہر جا کر ملنا یہ کئی احباب کے رزق رکنے کا باعث بنتا ہے۔

(۳) قافلوں اور خوراک کو منڈیوں میں داخل ہونے دینا یہ اچھی بات ہے یہی قافلے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ شہر والوں کو رزق دیتا ہے۔

(١٠٠٣)٧۔ وَعَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ (الْأَنْصَارِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الْجَارِيَةِ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحِبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: [حَدِيْثٌ] حَسَنٌ غَرِيْبٌ، وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

(۱۰۰۳)۷۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: ”جو کوئی کنیز اور اس کے بیٹے کے درمیان جدائی ڈالتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔“ اس کو ترمذی نے نکالا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس کو حاکم نے بھی نکالا ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن شیخین نے اس کو نکالا نہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۵/ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ترمذی: ۱۲۸۳۔

(١٠٠٤)٨۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلٰى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

(۱۰۰۴)۸۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ غلام لائے گئے،

سَبْیٌ فَأَمَرَنِیْ بِبَیْعِ أَخَوَیْنِ فَبِعْتُهُمَا وَفَرَّقْتُ بَیْنَهُمَا ثُمَّ أَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: ((أَدْرِكْهُمَا فَارْتَجِعْهُمَا وَبِعْهُمَا جَمِیْعًا وَلَا تُفَرِّقْ بَیْنَهُمَا))۔ أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ: صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِهِمَا وَلَمْ یُخْرِجَاهُ۔

آپ نے مجھے دو بھائیوں کو بیچنے کا حکم دیا' میں نے ان کو بیچ دیا اور دونوں کو الگ الگ کر دیا' پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا میں نے آپ کو بتایا' آپ نے فرمایا: "ان سے ملو انہیں واپس لو اور انہیں اکٹھے بیچو اور ان کے درمیان جدائی نہ ڈالو۔" اس کو حاکم نے نکالا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے اسے نکالا نہیں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۱/ ۹۷۔ ۹۸۔ ترمذی: ۱۲۸۴۔ وقال حسن غریب۔ ابو داؤد: ۲۶۹۶۔ ابن ماجۃ: ۲۲۴۹۔ دار قطنی: ۲۵۰۔ حاکم: ۲/ ۵۴۔

(۱۰۰۵)۹۔ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ أَیْضًا مِنْ حَدِیْثِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ یَقُوْلُ: ((نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ یُفَرَّقَ بَیْنَ الْأُمِّ وَوَلَدِهَا، فَقِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِلٰی مَتٰی؟ قَالَ: ((حَتّٰی یَبْلُغَ الْغُلَامُ، وَتَحِیْضَ الْجَارِیَةُ))۔ قال: صَحِیْحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ یُخْرِجَاهُ۔

(۱۰۰۵)۹۔ حاکم نے عبادہ بن صامت کے حوالے سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ماں اور اس کی اولاد کے درمیان تفریق ڈالنے سے منع کیا' پوچھا گیا رسول اللہ ﷺ کب تک؟ فرمایا "یہاں تک کہ لڑکا بالغ ہو جائے اور لڑکی کو حیض آنے لگ جائے۔"

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف الاسناد۔ حاکم: ۲/ ۵۵۔ دار قطنی: ۳/ ۶۸۔

**فوائد:** (۱) ایسی لونڈی جس کا کوئی بچہ ہو اس کو فروخت کرتے وقت اس کا بچہ بھی ساتھ فروخت کرنا ضروری ہے۔

(۲) لونڈی کی بچے سمیت خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔

(۳) اسی طرح باپ سے یا بھائی کو بھائی سے جدا کرنا بھی درست نہیں ہے۔

(۴) اس حدیث میں وضاحت ہے کہ ایسا بچہ یا بچی جو نابالغ ہوں اور لونڈی یا غلام کے بیٹے ہوں یا کسی نابالغ کے بھائی یا بہن ہوں تو ان کو جدا جدا فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ بالغ کا کوئی حرج نہیں ہے ایسے ہی بالغہ بچی کا حکم ہے۔

(۵) نابالغ بچی' بچے کو ہبہ کرنا' فروخت کرنا یا اور انداز سے الگ الگ والدین یا بھائیوں سے کرنا درست نہیں ہے جو ایسا کرے گا وہ قاطع رحم ہوگا ایسے آدمی کی سزا یہ ہے کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے قریبیوں کے مابین جدائی ڈال دے گا۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کو انتہائی پسند فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ غلام اور ان کے بچوں کو ان کے حقوق دینے چاہئیں اور ان کو حد درجہ کا حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

(۶) البتہ دو بھائی' ماں' بیٹا یا بیٹی کو اکٹھا ایک فرد کے ہاتھوں فروخت کرنا یا ہبہ کرنا درست ہے۔ ایسے ہی باپ' بیٹے یا بیٹی کا حکم

ہے۔

(۱۰۰۶)۱۰۔ وَعَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ [بْنِ نَضْلَةَ]، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ))۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۱۰۰۶)۱۰۔ معمر بن عبداللہ بن نضلہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں ذخیرہ اندوزی کرتا مگر گنہگار۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۰۵۔

**فوائد:** (۱) وقت قحط اور قلتِ اناج کے پیشِ نظر غلہ کی ذخیرہ اندوزی ہرگز جائز نہیں ہے۔

(۲) ذخیرہ اندوزی کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے جب مہنگائی ہوگی تو پھر اس غلہ کو مرضی کے داموں فروخت کریں گے۔ایسا کرنے والا سنگ دل اور خطا کار ہے۔

(۳) غلہ عام ہونے کی صورت میں فصل کا ذخیرہ کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۴) کسان قلت کے وقت یا آسانی کے وقت سے قطع نظر جو کچھ فصل بطور بیج رکھ لیتا ہے یا فصل کے خرچ کے لیے کچھ نکال کر رکھ لیتا ہے وہ اس میں شامل نہیں ہے اس کی اجازت ہے۔

(۱۰۰۷)۱۱۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: غَلَا السِّعْرُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، سَعِّرْلَنَا۔ فَقَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ (الرَّزَّاقُ)، وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ أَلْقٰى رَبِّيْ وَلَيْسَ أَحَدٌ (مِنْكُمْ) يُطَالِبُنِيْ بِمَظْلَمَةٍ فِيْ دَمٍ وَلَا مَالٍ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ التِّرْمَذِيِّ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔ وَأَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ، وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۱۰۰۷)۱۱۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں نرخ بڑھ گئے، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے نرخ مقرر کر دیجیے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ ہی نرخ متعین کرنے والا قبض کرنے والا 'کشادگی دینے والا اور رزق دینے والا ہے' میں نہیں چاہتا کہ میں اپنے رب سے اس حال میں ملوں' کوئی تم میں سے خون یا مال کے حوالے سے کسی ظلم کا مطالبہ کرنے والا ہو۔'' ترمذی کی روایت کے لفظ ہیں اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۳/ ۲۸۲۔ ابوداؤد: ۳۴۵۱۔ ترمذی: ۱۳۱۴۔ وقال حسن صحیح۔ ابن ماجۃ: ۲۲۰۰۔ دارمی: ۲۵۴۸۔ بیهقی: ۶/ ۲۹۔

**فوائد:** (۱) اشیاء کے بھاؤ بڑھ چڑھ کر متعین کرتے جانا یہ اچھا کام نہیں ہے اس سے تو نبی کریم ﷺ نے گریز کیا ہے۔

(۲) اشیاء کے ریٹ بڑھ جانا اور کمر توڑ مہنگائی کا ہونا یہ کسی کے بس کا کام نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہوتا ہے۔ جو کہ ہمارے فسادوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام یہ بھی ہے ''مسعر'' بھاؤ مقرر کرنے والا۔ایسے ہی رزاق' قابض اور باسط بھی

صفاتی اسماء ہیں۔

(۴) پوری زندگی اس ارماں میں صرف کر دینا کہ میں معصومانہ حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملوں یہ بہت بڑی بات ہوتی ہے۔لیکن اس کے لیے کچھ کر کے بھی دکھانا ہوگا۔

(۵) ظلموں' قتلوں' خونوں اور ناانصافیوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی خواہش کی جا سکتی ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

## بَابُ الْخِيَارِ فِي الْبَيْعِ

## خرید وفروخت میں اختیار کا بیان

(۱۰۰۸)۱۔ رَوَى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: (اَلْبَيِّعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ [مَالَمْ يَتَفَرَّقَا]، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ))۔

(۱۰۰۸)۱۔ مالک نے نافع سے روایت کیا' اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو خرید وفروخت کرنے والے میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی پر اختیار ہے جب تک وہ دونوں الگ نہ ہو جائیں مگر بیع خیار میں۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۱۱۱۔ مسلم: ۱۵۳۱

(۱۰۰۹)۲۔ وَفِي رِوَايَةِ اللَّيْثِ: ((إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا، وَكَانَا جَمِيْعاً، أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ، وَإِنْ خَيَّرَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَتَبَايَعَا عَلَى ذٰلِكَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ. (وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ تَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ،فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمَا، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۱۰۰۹)۲۔ لیث کی روایت میں ہے' جب دو آدمی سودا کرتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہوتا ہے جب تک دونوں الگ نہ ہو جائیں دونوں اکٹھے ہوں یا ایک دوسرے کو اختیار دے دے اگر ایک دوسرے کو اختیار دے دے اور دونوں اس بنیاد پر سودا طے کر لیں تو سودا پکا ہو گیا' اگر دونوں سودا طے کر کے الگ ہو جائیں اور دونوں میں سے کوئی ایک سودا نہ چھوڑے تو بیع واجب ہو گئی۔ یہ دونوں متفق علیہ ہیں اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۱۱۲۔ مسلم: ۱۵۳۱۔

(۱۰۱۰)۳۔ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ جُرَيْجٍ: ((إِذَا تَبَايَعَ الْمُتَبَايِعَانِ (بِالْبَيْعِ) فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مِنْ بَيْعِهِ، مَالَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ (قَالَ): يَكُوْنُ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ، فَإِذَا كَانَ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَقَدْ وَجَبَ

(۱۰۱۰)۳۔ ابن جریج کی روایت میں ہے' جب دو خرید وفروخت کرنے والے سودا کر لیں' ان میں سے ہر ایک کو اپنے سودے میں اختیار ہے جب تک وہ الگ نہ ہوں یا یہ فرمایا' ان کے درمیان سودا بیع خیار کی بنیاد پر ہو اور جب

[الْبَيْعُ]))۔

ان دونوں کا سودا بیع خیار کی بنیاد پر ہوگا تو بیع ثابت ہوگئی۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۳۱

(۱۰۱۱)٤۔ وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ نَافِعٌ: فَكَانَ [ابْنُ عُمَرَ] إِذَا بَايَعَ رَجُلًا فَأَرَادَ أَنْ لَا يُقِيلَهُ قَامَ فَتَمَشَّى هُنَيْهَةً، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ۔

(۱۰۱۱)۴۔ایک روایت میں ہے، نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی شخص سے سودا کرتے آپ ارادہ کرتے کہ وہ اسے قبول نہیں کرے گا تو کھڑے ہوتے، تھوڑا سا چلتے پھر اس کی طرف واپس آتے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۱۰۷۔ مسلم: ۱۵۳۱۔

(۱۰۱۲)٥۔ وَعِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ مِنْ حَدِيثِ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ [عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ] قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: **((أَيُّمَا رَجُلٍ ابْتَاعَ مِنْ رَجُلٍ بَيْعَةً فَإِنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا مِنْ مَكَانِهِمَا، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَفْقَةُ خِيَارٍ))**۔

(۱۰۱۲)۵۔بیہقی میں عمرو بن شعیب، اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''جو شخص کسی شخص سے کوئی سودا خریدتا ہے، ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہوتا ہے، جب تک وہ اپنی اس جگہ سے الگ نہ ہو جائیں الا یہ کہ بیع خیار ہو۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ الامام احمد: / ۲/ ۱۸۲۔ ابوداؤد: ۳۴۵۶۔ ترمذی: ۱۲۴۷۔ وقال حسن۔ نسائی: ۷/ ۲۵۱۔ دارقطنی: ۳/ ۵۰۔ بیہقی: ۵/ ۲۷۱۔

(۱۰۱۳)٦۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: **((كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ))**۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۰۱۳)۶۔عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ اس نے عبداللہ بن عمر سے سنا، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دونوں سودا کرنے والے، نہیں ہے سودا ان کے درمیان یہاں تک کہ وہ الگ الگ ہو جائیں مگر اس سودے میں جس میں اختیار کی شرط ہو۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۱۱۳۔ مسلم: ۱۵۳۱۔

(۱۰۱٤)٧۔ وَعِنْدَ أَبِي دَاوُدَ فِي رِوَايَةِ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ [أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: **((الْمُتَبَايِعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَفْتَرِقَا، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَفْقَةُ خِيَارٍ]، وَلَا**

(۱۰۱۴)۷۔عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور عبداللہ بن عمرو عاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہوتا ہے جب تک دونوں جدا نہ ہوں مگر آں کہ اختیار کی شرط ہو،

يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيلَهُ))۔

کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس اندیشے کی بنیاد پر اپنے ساتھی سے جدا ہو کہ وہ واپسی کا مطالبہ کرے گا۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ حوالہ پہلے گزر چکا۔

**فوائد:** (۱) اسلام کا نظامِ تجارت آسانیوں اور سہولتوں پر مشتمل ہے اور سودی، ناانصافی اور شخصی زیادتیوں سے منزہ ہے جبکہ باہمی رضامندی کا حامل بھی ہے۔

(۲) اسلام نے فریقین کو سنبھل کر چلنے کے لیے اتنا مواد فراہم کیا ہے کہ جس سے تجارتی پیشہ آگے کی طرف اور منافعوں کی سمت سفر کرتا نظر آتا ہے۔

(۳) ان مذکورہ احادیث میں خریدار اور چیز فروش کو حق دیا ہے کہ وہ بیع قائم بھی رکھ سکتے ہیں اور توڑ بھی سکتے ہیں۔ خیار کا مفہوم بھی یہی ہے۔

(۴) ان احادیث میں خیارِ مجلس اور خیارِ شرط کا تذکرہ بیان ہوا ہے جو کہ بیع کے لیے ازحد ضروری ہیں۔ ایک مجلس میں خریدار اور مالک ہوں تو اختیار لازم ہے۔ جب تک دونوں کے بدن جدا نہیں ہو جاتے بیع فسخ نہ ہوگی۔ اگر کسی چیز کی بیع میں خریدار کو وقت مقررہ تک اختیار ملتا ہے تو پھر بدن کی علیحدگی سے اختیار ختم نہ ہوگا۔

(۵) اگر مجلس میں بیٹھے بیٹھے معاملہ طے ہو گیا خواہ وہ نافذ کرنے کا ہو یا فسخ کا تو یہ پکا معاملہ ہوگا۔

(۶) مجلس برخاست کر دینے سے بیع فسخ ہو جاتی ہے۔ بیع خیار کئی انداز سے ہوتی ہے۔ کسی عیب کی بنا پر اختیار، چیز کو صحیح دیکھ لینے کا اختیار اور اشیاء میں سے کسی ایک چیز کو چننے کا اختیار وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(۱۰۱۵)۸۔ وَعَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: ذُكِرَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (أَنَّهُ كَانَ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ))۔ فَكَانَ إِذَا بَايَعَ قَالَ: لَا خِيَابَةَ۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]، لَفْظُ مُسْلِمٍ فِيهِمَا۔

(۱۰۱۵)۸۔ اسی سے روایت ہے کہ اس نے عبداللہ بن عمر سے سنا، آپ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے تذکرہ کیا کہ وہ خرید وفروخت میں دھوکہ دیا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے آپ سودا کریں تو یہ کہا کریں کوئی دھوکہ نہیں وہ جس سے بھی سودا کرتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ کوئی دھوکہ نہیں۔'' متفق علیہ، ان دونوں میں لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۱۱۷، ۲۴۰۷، ۲۴۱۴، ۶۹۶۴۔ مسلم: ۱۵۳۳۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ عیب ودھوکہ کے وقت خریدار کو خیار کا حق حاصل ہے۔

(۲) چیز فروش دھوکے کے وقت یا کسی غلطی کے پیشِ نظر اپنا سامان واپس لے سکتا ہے۔

(۳) دکاندار کا ایسے الفاظ استعمال کرنا جس سے نہ اس کو دھوکہ ملے اور دوسرے لوگ بھی خبردار رہیں یہ درست ہے۔

(۴) انسان اپنے پیشہ کے حوالے سے یا ملنے والے خسارے کے متعلق کسی ذی شعور شخص سے مشورہ لے سکتا ہے۔ تجارت میں نفع ونقصان موجود ہوتا ہے۔

## بَابُ السَّلَمِ

## سلم کا بیان

(۱۰۱۶) ۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ (الْمَدِيْنَةَ) وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ فِي الثِّمَارِ السَّنَةَ[أَ] وِالسَّنَتَيْنِ۔ فَقَالَ [النَّبِيُّ ﷺ]: ((مَنْ أَسْلَفَ فِيْ تَمَرٍ فَلْيُسْلِفْ فِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ إِلٰى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۱۰۱۶) ۱۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے لوگ پھلوں میں ایک سال دو سال کے لیے بیع سلف کرتے تھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی کھجوروں میں بیع سلف کرتا ہے تو وہ معلوم ماپ معلوم وزن اور معلوم مدت کی بنیاد پر بیع سلف کرے۔ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۳۹، ۲۲۴۱، ۲۲۵۳۔ مسلم: ۱۶۰۴۔

(۱۰۱۷) ۲۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ (عِنْدَ) الْبُخَارِيِّ: ((مَنْ أَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ [فَلْيُسْلِفْ]، فَفِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ، إِلٰى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ))۔

(۱۰۱۷) ۲۔ بخاری شریف میں ہے ''جو کوئی بیع سلف کرتا ہے تو وہ معلوم ناپ معلوم وزن اور معلوم مدت کی بنیاد پر بیع سلف کرے۔''

**تحقیق تخریج:** بخاری: ۲۲۴۔

(۱۰۱۸) ۳۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ مُجَالِدٍ، قَالَ: أَرْسَلَنِيْ أَبُوْ بُرْدَةَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ إِلٰى عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى، وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أَوْفٰى فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ؟ فَقَالَا: كُنَّا نُصِيْبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ يَأْتِيْنَا أَنْبَاطٌ مِنَ أَنْبَاطِ الشَّامِ فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالزَّبِيْبِ وَالشَّعِيْرِ إِلٰى أَجَلٍ [مَعْلُوْمٍ]۔ قَالَ فَقُلْتُ: أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ، أَوْ لَمْ يَكُنْ [لَهُمْ]؟ قَالَ: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۰۱۸) ۳۔ محمد بن ابی مجالد سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھے ابو بردہ اور عبداللہ بن شداد نے عبدالرحمان بن ابزی عبداللہ بن ابی اوفی کی طرف بھیجا میں نے ان دونوں سے بیع سلف کے بارے میں پوچھا دونوں نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہمارے ہاتھ مال غنیمت لگتا ہمارے پاس شام کے کسان آتے ہم ان کے ساتھ بیع سلف کرتے گندم منقے اور جو میں وقت مقررہ تک کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا ان کی فصل ہوتی یا نہ ہوتی کہتے ہیں کہ ہم ان کے اس کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے۔ بخاری نے اسے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج** بخاری: ۲۲۴۲، ۲۲۴۵، ۲۲۵۴، ۲۲۵۵۔

**فوائد:** (۱) سلم ہو یا سلف دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ بیع سلم جائز ہے اس شرط پر کہ وزن معلوم ہو مدت مقرر ہو اور ماپ معلوم ہو اور جنس بھی معلوم ہو۔

(۲) جنس کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ لیکن مدت مقررہ تک اس کا موجود ہونا یا ممکن ہونا لازمی ہے۔

(۳) مدت، وزن اور ماپ مقرر نہ کیے گئے ہوں تو پھر یہ بیع جائز نہیں ہے۔

(۴) وہ اشیاء جو ماپ تول رکھتی ہیں ان کو ماپ تول کر ہی فروخت کرنا چاہیے۔

(۵) بیع سلم یا سلف کی صورت یہ ہے کہ مال کے مالک کو متعین مال کی قیمت ادا کر دی جائے اور مدت مقرر کر لی جائے۔ یہ بیع سلم ہے۔ اس میں ماپ تول اور وزن کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ایسے ہی جنس کا تعین بھی لازمی ہے۔

(۶) مدت مقرر، وزن معین اور جنس متعین پر پورا اترنا یا اس میں کمی کرنا ناانصافی ہے۔

## بَابُ الْقَرْضِ وَالدُّيُوْنِ

## قرض و دین کا بیان

(۱۰۱۹)۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَهَا أَدَّاهَا اللّٰهُ [عَنْهُ]، وَمَنْ أَخَذَ[هَا] يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ))۔ (أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۰۱۹)۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے لوگوں سے مال لیے اور وہ ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں ادا کر دیتا ہے جس نے لوگوں سے ضائع کر دینے کی نیت پر مال لیے اللہ انہیں ضائع کر دیتا ہے۔ بخاری

تحقیق و تخریج (۱) رواہ البخاری ۲۳۸۷

(۱۰۲۰)۲۔ وَعَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَنْ يُسْلِفَهُ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ (مُسَمًّى)۔ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۰۲۰)۲۔ اسی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ کیا گیا کہ اس نے کسی بنی اسرائیلی سے سوال کیا کہ وہ اسے قرض دے تو اس نے وقت مقررہ پر ادا کر دیا۔ حدیث کا ذکر کیا ہے اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۱۴۹۸، ۲۰۶۳، ۲۲۹۱، ۲۴۰۴، ۲۴۳۰، ۲۷۳۴، ۲۶۶۱۔

**فوائد:** (۱) قرض حسنہ لینا اور دینا درست ہے۔ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔

(۲) قرض ایک ادھار رقم ہوتی ہے جو کہ دی جاتی ہے۔ اس کو واپس کرنا فرض ہے ورنہ اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

(۳) قرض لیتے وقت واپسی کا عزم لازمی کرنا چاہیے اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ادائیگی کی توفیق دیتا ہے اور مدد کرتا ہے۔ جو شخص رقم لیتے وقت ادائیگی کی نیت کی بجائے اس کو ہڑپ کرنے کا سوچ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو ادا کرنے کی توفیق نہیں دیتا آخر وہ قرض اس کے لیے وبال بن جاتا ہے۔ اس کا حامل ذلیل ہو جاتا ہے۔

(۴) قرض مقررہ وقت پر اور غیر مقررہ وقت پر دونوں طرح دیا جا سکتا ہے۔
(۵) سابقہ امتوں اور قوموں میں بھی قرض لیا اور دیا جاتا رہا ایسے ہی اسلام نے بھی اس کی رخصت دی ہے۔ اس سے وہ قرض نکل جاتا ہے جو کہ سود کی غرض سے لیا اور دیا جاتا ہے۔
(۶) قرض دیتے وقت قرض لینے والے کی شناخت، پتہ اور گواہ قرض دینے والا مانگ لے تو یہ مطالبہ پورا کیا جانا چاہیے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو گواہ یا ضامن ٹھہرا دے تو قرض دینے والے کو اللہ تعالیٰ کی گواہی تسلیم کر لینی چاہیے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا۔

## بَابُ مُدَايَنَةِ الْعَبِيْدِ

## غلام کے قرض کا بیان

(۱۰۲۱)۱۔ (رَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: فَذَكَرَ حَدِيْثًا فِيْهِ: ((وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا فَمَالُهُ لِلَّذِيْ بَاعَهُ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ))۔

(۱۰۲۱)۱۔ مسلم شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''جس نے کوئی غلام خریدا تو اس کا مال اس کا ہے جس نے اسے بیچا الا یہ کہ مالک اس کی شرط لگائے (مال میرا ہوگا)۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۷۹۔ مسلم: ۱۵۴۳۔

(۱۰۲۲)۲۔ وَرَوَى أَبُوْدَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ لُهَيْعَةَ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ بِسَنَدِهِ إِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَعْتَقَ عَبْداً وَلَهُ مَالٌ فَمَالُ الْعَبْدِ لَهُ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ السَّيِّدُ))۔ وَمَنْ عَدَا ابْنِ لُهَيْعَةَ مِنْ رِجَالِ الصَّحِيْحِ۔ أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ وَجْهَيْنِ مُفْتَرِقَيْنِ: أَحَدُهُمَا عَنِ ابْنِ لُهَيْعَةَ وَالثَّانِيْ عَنِ اللَّيْثِ، وَفِيْهِ: ((إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ السَّيِّدُ مَالَهُ فَيَكُوْنُ لَهُ))۔ قَالَ، وَقَالَ ابْنُ لُهَيْعَةَ: ((إِلَّا أَنْ يَسْتَثْنِيَهُ السَّيِّدُ))۔

(۱۰۲۲)۲۔ ابوداؤد نے ابن وہب۔ سے اس نے ابن لہیعہ اور لیث بن سعد سے سند ملاتے ہوئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی غلام آزاد کیا اور اس کے پاس مال ہے غلام کا مال اس کا ہوگا الا یہ کہ آقا اس کی شرط لگائے۔ ابن لہیعہ کے علاوہ باقی رجال صحیح ہیں' اس کو ابن ماجہ نے دو مختلف طریق سے روایت کیا ہے ایک ابن لہیعہ کے طریق سے اور دوسرا لیث کے طریق سے' اور اس میں ہے الا کہ آقا شرط لگائے اس کے مال کی تو پھر مال اس کا ہوگا یہ اس نے کہا ہے اور ابن لہیعہ نے کہا ہے ''الا کہ آقا مستثنیٰ کر دے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ ابوداؤد: ۳۹۶۲۔ ابن ماجة: ۲۵۲۹۔ دار قطنی: ۴/ ۱۳۳۔ ۱۳۴

(۱۰۲۳)۳۔ وَعِنْدَ ابْنِ حِبَّانَ فِيْ حَدِيْثِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((وَمَنِ

(۱۰۲۳)۳۔ ابن حبان کے ہاں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے کوئی غلام خریدا اس

ابْتَاعَ عَبْدًا(وَلَهُ مَالٌ)، فَلَهُ مَالُهُ وَعَلَيْهِ دَيْنُهُ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ))۔ كَذَا وَجَدْتُهُ: (مَنِ ابْتَاعَ) فَلْيَكْشِفْ عَنْهُ)۔

کے پاس مال ہے تو اس کا مال اس کا ہوگا اور اس پر اس کا قرض ہوگا الا یہ کہ خریدنے والا شرط لگائے۔ اسی طرح میں نے اس کو پایا ہے جس نے خریدا وہ اس سے دور کرے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ ابن حبان: ۱۱۲۷۔ البھیقی: ۵/ ۳۲۵۔

**فوائد:** (۱) جس مالک کا غلام ہوتا ہے۔ غلام کا مال ومتاع بھی اسی کا ہوتا ہے۔

(۲) جب غلام بیچا جاتا ہے تو غلام کے سپید وسیاہ کا مالک بیچنے والا ہوتا ہے۔

(۳) جس آدمی نے غلام آزاد کروایا تو ولاء کا حق دار ہے۔

(۴) غلام خریدتے وقت اگر خریدار یہ شرط لگادے کہ غلام کا مال وغیرہ میرا ہی ہوگا تو یہ الگ بات ہے۔

(۵) غلام کا قرض وہی اتارے گا جو غلام کے مال کے وارث بنا۔ غلام کو قرض دیا جاسکتا ہے جائز ہے۔ غلام مقروض ہوجائے اور مال بھی نہ چھوڑے تو اس کو فروخت کرکے اس کا قرض اتارا جاسکتا ہے۔

## بَابُ الرَّهْنِ

## گروی رکھنے کا بیان

(۱۰۲۴)۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((اشْتَرٰى [لَنَا] رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَعَامًا مِنْ يَهُوْدِيٍّ بِنَسِيئَةٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيْدٍ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

(۱۰۲۴)۱۔ عائشہ ؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ نے کھانا ایک یہودی سے ادھار خریدا اور اس کے پاس اپنے لوہے کی درع گروی رکھی۔ لفظ بخاری کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۰۱۔ مسلم: ۱۶۰۳۔۵

**فوائد:** (۱) کسی کے پاس کوئی چیز گروی رکھنا درست ہے۔

(۲) کسی سے کوئی چیز اس طریقہ سے لینا کہ اپنی چیز اس کے حوالہ کردی جائے اب اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ جو چیز گروی رکھی گئی ہے وہ اس سے لی گئی چیز کے برابر ہو یا زیادہ وکم ہو یہ تو صرف آپس کی رضامندی کی بات ہے۔

(۳) کسی غیر مسلم سے اناج وغیرہ خریدنا اور اس کے پاس کوئی چیز گروی رکھنا درست ہے۔ یعنی غیر مسلم سے لیا گیا قرض واناج نجس نہیں ہوتا وہ استعمال کرسکتے ہیں۔ وقتِ ضرورت یہود سے کوئی بھی چیز ادھار لی جاسکتی ہے۔

(۴) گروی چیز رکھنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ادھار لی گئی چیز کی جب تک قیمت یا وہ چیز واپس نہ کی جائے گروی رکھی گئی چیز واپس نہ ملے گی۔ ادھار لی گئی اور گروی اشیاء کا ہم جنس ہونا ضروری نہیں ہے۔ مثال کے طور پر نبی کریم ﷺ نے زرہ یہودی کے پاس گروی رکھی اور اس کے بدلے اناج لیا۔

(۵) معلوم ہوا دنیاوی اعتبار سے وقتِ مجبوری غیر مذہبوں سے کام لیا جاسکتا ہے۔

(۱۰۲۵)۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا، وَعَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ))۔ اِنْفَرَدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۰۲۵)۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سواری جب گروی کی ہو تو اس پر خرچ کرنے کی وجہ سے سواری کی جائے، اور دودھ والے جانور کے دودھ کو اس پر خرچ کرنے کی وجہ سے پیا جائے جب کہ وہ گروی کا ہو اور جو شخص سواری کرتا ہے اور دودھ پیتا ہے اس پر خرچے کا کا بوجھ ہوگا۔" بخاری اس کے ساتھ منفرد ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۱۲۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ گروی رکھی جانے والی چیز زندہ بھی ہوسکتی اور دودھ والی اور سواری والی بھی ہوسکتی ہے۔

(۲) ایسی چیز جو گروی رکھی گئی ہو اس سے وہ آدمی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جس کے پاس گروی رکھی گئی ہو۔ شرط یہ ہے کہ اس چیز کی دیکھ بھال فائدہ اٹھانے والے پر ہوگی۔ وہ آدمی جس کے پاس دودھ والا یا سواری والا جانور گروی رکھا گیا وہ انتفاع تب لے گا جب اس کی حفاظت کرے گا اور چارہ وغیرہ ڈالے گا۔

(۳) گروی رکھی گئی چیز کا نقصان ہوا تو وہی آدمی ذمہ دار ہوگا جس کے پاس وہ گروی رکھی گئی۔

(۴) وہ آدمی جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی وہ صرف اتنا فائدہ لے سکتا ہے کہ اس کی دیکھ بھال کے مطابق ہو اور وہ چیز اس کے پاس بھی رہے یعنی اپنی مرضی سے اس چیز کو آگے فروخت نہیں کرسکتا اور نہ ہی دوسری چیز سے اس کو بدل سکتا ہے۔

(۱۰۲۶)۳۔ وَعَنْهُ، قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ، لَهُ غُنْمُهُ، وَعَلَيْهِ غُرْمُهُ))۔ أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي ((الْمُسْتَدْرَكِ))۔

(۱۰۲۶)۳۔ اسی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: "گروی رکھی ہوئی چیز کو بند نہیں رکھا جائے گا بلکہ اس کا منافع مالک کا ہوگا اور تاوان بھی مالک پر پڑھے گا۔" اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ ابن حبان: ۱۱۲۳۔ البیهقی: ۶/ ۳۹۔ حاکم: ۲/ ۵۱۔ دار قطنی: ۳/ ۲۳۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ وہ چیز جو کسی کے پاس گروی رکھی گئی ہو اس کو روکا نہیں جاسکتا یعنی جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی ہے۔ وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اس کو اس چیز کے استعمال سے روکا نہیں جاسکتا۔

(۲) چیز گروی رکھے جانے والے اوقات کے دوران اگر وہ چیز تباہ ہوگئی خرچ ہوگئی یا مرگئی تو اس کا ذمہ دار وہ آدمی ہی ہوگا جس نے اس سے فائدہ اٹھایا اور جس نے اس کو اپنے پاس گروی رکھا۔ اگر خود جان کر اسے ضائع کیا تو بالا ولی دینے کا حق دار ہے۔

## بَابُ التَّفْلِيْسِ

## دیوالیہ قرار دینے کا بیان

(۱۰۲۷)۱۔ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ (ابْنِ) كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، (عَنْ أَبِيهِ): ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَجَرَ عَلٰى مُعَاذٍ مَالَهُ وَبَاعَهُ فِيْ دَيْنٍ عَلَيْهِ))۔ اَلْمَشْهُوْرُ فِيْهِ الْإِرْسَالُ۔ وَأَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ، وَالْحَاكِمُ فِيْ ((مُسْتَدْرَكِهِ))۔ وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِهِمَا۔

(۱۰۲۷)۱۔ زہری سے روایت ہے وہ عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل کا مال روک لیا اور اسے اس کا قرض اتارنے کے لیے بیچ دیا۔ اس روایت کے بارہ میں ارسال مشہور ہے اور اس کو دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے اور حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث مرسل۔ حاکم: ۲/ ۵۸۔ ۵۹۔ دارقطنی: ۴/ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ بیہقی: ۵/ ۴۸۔ بخاری: ۳/ ۱۱۷۵۔

**فوائد:** (۱) وہ آدمی جو مقروض ہو اور قرض ادا نہ کرتا ہو تو ایسے آدمی کا امیر یا سربراہ اس مقروض کا مال روک سکتا ہے۔ یعنی مقروض کو تصرف کرنے سے منع کر سکتا ہے۔

(۲) وہ آدمی جو قرض ادا کرنے میں سستی کرے، کنارہ کشی اختیار کرے۔ یا قرض ادا نہ کر سکے تو اس کا یہ حل ہے کہ اس کے مال کو حاکم یا معتبر انسان فروخت کرے اور قرض خواہوں کو ان کی رقمیں واپس کرے۔

(۳) قرضہ مفلسی کا ایک دروازہ ہے۔

(۴) قرضہ ہر صورت میں ادا کرنا ہی ہے یہ الگ بات ہے کہ قرض خواہ کچھ تخفیف کر دے یا سارا معاف کر دے۔

(۵) ایک امیر کا یہ بھی کام ہوتا ہے کہ وہ نجی معاملات کو بطریق احسن نبھاتا ہے۔

(۱۰۲۸)۲۔ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ (الْخُدْرِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أُصِيْبَ رَجُلٌ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا، فَكَثُرَ دَيْنُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَصَدَّقُوْا عَلَيْهِ)) فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِغُرَمَائِهِ: ((خُذُوْا مَا وَجَدْتُمْ، وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ))۔ [أَخْرَجُوْهُ إِلَّا الْبُخَارِيَّ]۔

(۱۰۲۸)۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک شخص کے پھلوں میں نقصان ہو گیا جو اس نے خریدے تھے اس پر قرض بہت زیادہ ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے صدقہ وخیرات دو۔ لوگوں نے اسے صدقہ وخیرات دو دیا لیکن اس سے پورا قرض ادا نہ ہو سکا رسول اللہ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے کہا! جو کچھ تمہارے ہاتھ لگتا ہے لے لو اس کے علاوہ تمہارے لیے کچھ نہیں۔ بخاری کے علاوہ سبھی نے اس کو روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۵۵۶۔

**فوائد:** (۱) مقروض کے پاس مال تھوڑا ہو اور قرض خواہ زیادہ ہوں تو اس صورت میں تمام قرض خواہوں کو مال تقسیم کر دیا جائے گا۔

(۲) قرض دار کو مہلت دی جائے گی اور معاملہ موخر کیا جائے گا باقی بچے قرضہ خواہوں کو بعد میں قرض دینا ہو گا۔

(۳) جب قرضہ دار سے وابستہ امیدیں بالکل ختم ہو جائیں تو ایسے آدمی کا قرضہ صدقات و بیت المال کے کھاتہ سے اتارا جائے گا۔

(۴) قرضہ دار کی حالت یہ کہ صدقات سے بھی اس کا قرض دور نہ ہو رہا ہو تو قرضہ خواہوں کو چاہیے کہ وہ درگزر کر جائیں یہ ان کا عمل قابلِ تحسین ہو گا۔

(۱۰۲۹)٣۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَفْلَسَ الرَّجُلُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ))۔

(۱۰۲۹)۳۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص مفلس ہو جائے تو آدمی اپنا سامان بعینہ پائے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔“

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۵۵۹۔

(۱۰۳۰)٤۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنَ الْغُرَمَاءِ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ۔

(۱۰۳۰)۴۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ”وہ قرض خواہوں کی نسبت زیادہ حق دار ہے۔“ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۵۵۹۔

**فوائد:** (۱) وہ آدمی جو مفلس ہو گیا ہو اور قرض خواہوں کی بہتان اس کے پیچھے پیچھے ہو تو ایسے آدمی کے پاس ایک آدمی نے اپنا دیا سامان ویسے پڑا پا لیا تو وہ اسی کا ہی ہو گا جس نے وہ مال دیا تھا۔ باقی قرض خواہوں کو اس سے کچھ نہ دیا جائے گا۔

(۲) مقروض کے پاس کسی کا مال بعینہ موجود ہو تو وہ واپس لیا جائے گا اگر کچھ کمی ہوئی تو پھر بھی وہ سامان لیا جائے گا جو مال کم ہوا اس کے مطابق اس سے رقم لی جائے گی یعنی نقصان پورا کروایا جائے گا۔

(۳) وہ آدمی جس نے مقروض کو مال بیچا لیکن قیمت وصول نہ کی۔ ایسا آدمی بیع ختم کرتے ہوئے مفلس سے اپنا مال واپس لے سکتا ہے۔

(۱۰۳۱)٥۔ وَفِيْ طَرِيْقٍ آخَرَ عِنْدَهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الرَّجُلِ (الَّذِيْ) يُعْدِمُ: ((إِذَا وُجِدَ عِنْدَهُ الْمَتَاعُ وَلَمْ يُفَرِّقْهُ أَنَّهُ لِصَاحِبِهِ الَّذِيْ بَاعَهُ))۔

(۱۰۳۱)۵۔ ایک دوسرے سلسلہ سند سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو دیوالیہ قرار دے دیا جائے ”جو سامان اس کے پاس پایا جاتا ہے وہ اس شخص کا ہو گا جس نے اس کو بیچا۔“

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۴۰۲۔ مسلم: ۱۵۵۹۔

(۱۰۳۲)٦۔ وَعِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ، مِنْ حَدِيْثِ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: ((فَإِنْ كَانَ قَدْ قَضَاهُ مِنْ مَالِهِ شَيْئًا (فَمَا بَقِيَ) فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ، وَأَيُّمَا امْرِئٍ هَلَكَ وَعِنْدَهُ مَتَاعُ امْرِئٍ بِعَيْنِهِ اقْتَضَى مِنْهُ شَيْئًا، أَوْلَمْ يَقْتَضِ، فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ))۔ وَإِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ تَقَدَّمَ، وَأَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ: إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ مُضْطَرِبُ الْحَدِيْثِ، وَلَا يَثْبُتُ هٰذَا الْخَبَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ مُسْنَدًا، وَإِنَّمَا هُوَ مُرْسَلٌ، قُلْتُ: اَلزُّبَيْدِيُّ شَيْخُ إِسْمَاعِيْلَ شَامِيٌّ، وَقَدِ اشْتَهَرَ تَصْحِيْحُ حَدِيْثِ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الشَّامِيِّيْنَ إِلَّا أَنَّهُ شَامِيٌّ رَوَى الْحِجَازِيِّيْنَ۔

(۱۰۳۲)٦۔ ابوداؤد میں اسماعیل بن عیاش زبیدی سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں' اگر چہ تمام ہو چکا ہو اس کا مال جو باقی بچے وہ قرض خواہوں کا ہوگا' جو آدمی ہلاک ہو جائے اور اس کے پاس کسی شخص کا سامان بعینہٖ ہے' اس سے اس نے کچھ تقاضا کیا یا نہ کیا بس وہ قرض خواہوں کے لیے ہے۔ اسماعیل بن عیاش کا تذکرہ گزر چکا ہے اور اس کو دارقطنی نے نکالا ہے اور کہا ہے کہ اسماعیل بن عیاش مضطرب الحدیث ہے اور یہ خبر زہری سے سنداً ثابت نہیں ہے' یہ مرسل ہے' میں کہتا ہوں کہ زبیدی اسماعیل کا شامی استاد ہے اسماعیل بن عیاش کی حدیث کی تصحیح مشہور ہے شامیوں کے طریق سے الا کہ شامی روایت کرے حجازیوں سے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح لغیرہ۔ ابوداؤد: ۳۵۲۲۔ بیہقی: ۶/ ۴۶۔ دارقطنی: ۳/ ۳۰۔ ابوداؤد: ۳۵۲۳۔

(۱۰۳۳)٧۔ وَرَوَى أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ (فِيْ ((مُسْنَدِهِ))) [عَنِ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ] مِنْ حَدِيْثِ أَبِي الْمُعْتَمِرِ (عَنْ عُمَرَ) بْنِ خَلْدَةَ قَالَ: أَتَيْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ فِيْ صَاحِبٍ لَنَا أُصِيْبَ۔ يَعْنِيْ أَفْلَسَ۔ فَأَصَابَ رَجُلٌ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ۔ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: هٰذَا الَّذِيْ قَضَى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((أَنَّ مَنْ مَاتَ، أَوْ أَفْلَسَ، فَأَدْرَكَ رَجُلٌ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ، إِلَّا أَنْ يَدَعَ الرَّجُلُ وَفَاءً))۔

(۱۰۳۳)۷۔ ابوداؤد طیالسی نے ابن ابی ذئب سے ابومعتمر کی روایت عمر بن خلدہ سے مروی ہے' کہتے ہیں کہ ہم اپنے ایک ساتھی کو ابوہریرہ کے پاس لے کر آئے جو مقروض ہوگیا تھا۔ ایک شخص نے اپنا ہو بہو مال اس کے پاس دیکھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا! رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں یہ فیصلہ دیا کہ جو کوئی فوت ہو جائے یا مقروض ہو جائے اور قرض خواہ اپنا سامان اس کے پاس ہو بہو پالیتا ہے تو وہ اس سامان کا زیادہ حق دار ہے ورنہ آدمی چھوڑ دے مکمل۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث لغیرہ۔ ابوداؤد طیالسی: ۱۳۸۵۔ ابوداؤد سجستانی: ۳۵۲۳۔ حاکم: ۲/ ۵۰۔ ۵۱۔ ابن ماجۃ: ۲۳۷۰۔ دار قطنی: ۲۹۱۳۔

**فوائد:** (۱) بعض حالات کسی انسان پر ایسے بھی آتے ہیں کہ وہ ضرورت سے بڑھ کر قرض لے لینے سے بھی درست نہیں ہوتے۔ بلکہ آدمی الٹا دیوالیہ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنے کھانے سے بھی تنگ ہو جاتا ہے۔

(۲) وہ چیز جو کسی کے پاس امانت رکھی ہوٗ اس کو ادھار دیا ہو یا قرض دیا ہو جبکہ آدمی دیوالیہ ہو گیا تو اس صورت میں چیز کا مالک چیز واپس لے لے گا بشرطیکہ وہ چیز نادار آدمی کے پاس اسی طرح بغیر تبدیلی کے پڑی رہی ہو۔ دیگر قرض خواہوں کو اس چیز سے کچھ نہ ملے گا۔

(۳) اگر بیچنے والے کی چیز متغیر کر دی گئی تو پھر اس میں سب قرض خواہ برابر کا حق رکھتے ہیں۔

(۴) آدمی ہلاک ہو گیا یا مفلس ہو گیا تو اس کا جو مال ہو گا اس کے ذریعے قرض خواہوں کے قرضے دیے جائیں گے سبھی قرض خواہ حق دار ہوں گے۔

(۱۰۳۴)۸۔ وَأَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَالْحَاكِمُ فِيْ ((مُسْتَدْرَكِهِ)) مِنْ حَدِيْثِ أَبِي الْمُعْتَمِرِ، مَعَ اخْتِلَافِ لَفْظٍ دُوْنَ قَوْلِهِ: ((إِلَّا أَنْ يَدَعَ (الرَّجُلُ) وَفَاءً))۔

(۱۰۳۴)۸۔ ابوداؤد نے نقل کیا اور حاکم نے اپنی مستدرک میں تحریر کیا' ابومعتمر کے حوالے سے بیان کردہ حدیث کو لفظی اختلاف کے ساتھ' علاوہ ان الفاظ کے ساتھ ''مگر یہ کہ وہ آدمی چھوڑ دے مکمل طور پر۔''

**تحقیق وتخریج:** حوالہ سابقہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

**فوائد:** (۱) مقروض آدمی فوت بھی ہو سکتا ہے اور مفلس بھی ہو سکتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں خریدا مال آدمی کے گھر پایا گیا تو وہ قرض خواہ لے لے گا جس کا مال تھا۔

(۲) قرض کی ادائیگی ناممکن ہو جانے کی صورت میں ایک ممکن صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ قرض خواہ اپنا قرض معاف کر دے۔

(۳) قرض معاف کر دینے سے مقروض آدمی بھی آزاد ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں گرفت بھی نہ ہو گی۔

(۴) کسی بھی آدمی کو کوئی بھی آفت اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔ جس سے اس کے حالات یکسر تبدیل ہو سکتے ہیں۔

## بَابُ الْحَجْرِ

## رکاوٹ کا بیان

(۱۰۳۵)۱۔ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: ((عَرَضَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ فِي الْقِتَالِ، وَأَنَا ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً، فَلَمْ يُجِزْنِيْ وَعَرَضَنِيْ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً، فَأَجَازَنِيْ))۔ قَالَ نَافِعٌ: فَقَدِمْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ۔ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ خَلِيْفَةٌ۔ فَحَدَّثْتُهُ هٰذَا

(۱۰۳۵)۱۔ نافع سے روایت ہے وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جنگ احد میں لڑائی کے لیے پیش کیا' جبکہ میری عمر چودہ برس کی تھی اور آپ نے مجھے لڑنے کی اجازت نہ دی اور مجھے خندق کے دن پیش کیا' جبکہ میری عمر پندرہ سال تھی آپ نے مجھے لڑنے کی اجازت دے دی میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس

الْحَدِيْثَ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ، فَكَتَبَ إِلٰى عُمَّالِهِ أَنْ يَفْرِضُوْا لِمَنْ كَانَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً، وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَاجْعَلُوْهُ فِيْ الْعِيَالِ۔ لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ۔

آیا وہ ان دنوں خلیفہ تھا' میں نے اس کے سامنے یہ حدیث بیان کی اس نے کہا یہ چھوٹے اور بڑے کے درمیان حد فاصل ہے اس نے اپنے عمال کو لکھا ہے جو پندرہ سال کا ہو جائے اسے ذمہ داریاں سونپو' جو اس سے کم ہو اسے عیال میں شمار کرو۔ روایت کے لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۶۶۴'۴۰۹۷۔ مسلم: ۱۸۶۸۔

**فوائد:** (۱) نابالغ پر شرائع اسلام لاگو نہیں ہوتے ہیں یعنی نابالغ بچہ مکلف نہیں ہوتا۔

(۲) عموماً ۱۵ سال کی عمر یہ وہ حد ہے جو بچے کو مکلّف بنا دیتی ہے اس کے بعد وہ خرید وفروخت کر سکتا ہے اور معاملات کو نبھا سکتا ہے۔

(۳) پندرھواں سال یہ بالغ اور نابالغ کے درمیان تمیز کا سال ہے۔ پندرہ سال کی عمر میں بچے کو ذمہ داریاں سونپی جا سکتی ہیں۔

(۴) پندرہ سال سے کم عمر کا فوج میں ملازم نہیں رکھنا چاہیے یعنی یہ ایک بھرتی کا میرٹ بھی ہے۔ ایک سال بھی کم ہو تو اس کو بھرتی نہیں کرنا چاہیے۔

(۵) اس حدیث سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ذوقِ جہاد کا واضح پتا چل رہا ہے۔ جہاد کی ایسی تڑپ ہو کہ روک دیے جانے کے باوجود نہ ختم ہونے کا جذبہ اور تڑپ ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بھرتی کے وقت فرد کا ہر لحاظ سے جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

(۱۰۳۶)۲۔ وَعَنْ عَطِيَّةَ الْقُرَظِيِّ، قَالَ: كُنْتُ مِنْ سَبْيِ [بَنِيْ] قُرَيْظَةَ، فَكَانُوْا يَنْظُرُوْنَ، فَمَنْ أَنْبَتَ (الشَّعْرَ) قُتِلَ، وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ لَمْ يُقْتَلْ، فَكُنْتُ فِيْمَنْ لَمْ يُنْبِتْ۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

(۱۰۳۶)۲۔ عطیہ قرظی سے روایت ہے کہتے ہیں' کہ بنو قریظہ کے قیدیوں میں تھا' وہ یہ دیکھتے تھے جس کے بال اُگ آئے تھے وہ قتل کر دیا گیا اور جس کے بال نہیں اُگے تھے اسے قتل نہ کیا گیا اور میں ان میں سے تھا جن کے نہیں اُگے تھے۔ ابوداؤد

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ الامام احمد: ۴/ ۳۱۰۔ ابوداؤد: ۴۴۰۴۔ ترمذی: ۱۵۸۴۔وقال حسن صحیح۔ نسائی: ۶/ ۱۵۵۔ ابن ماجة: ۲۵۴۱۔ ابن حبان: ۱۴۹۹۔ حاکم: ۴/ ۳۹۰۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں ایک اور طریقہ شناخت کا بتایا گیا ہے۔ کہ زیر ناف بال اگ آئیں تو بچہ جوان اور بالغ ہو جاتا ہے۔

(۲) نابالغوں کو قیدی تو بنایا جا سکتا ہے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ بالغ' نابالغ کی شناخت کرنے کے لیے اس کو برہنہ کر کے یا پوچھ کر زیر ناف بالوں کے بارے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

(۳) وقتِ ضرورت کسی کا چیک اپ کرنا جائز ہے۔

(۴) کسی کے بالغ اور نابالغ ہونے کے بارے جاننے کے لیے تین طریقے استعمال ہو سکتے ہیں (۱) پندرہ سال کی عمر ہو جائے تو بالغ ہو جاتا ہے (۲) احتلام ہونا شروع ہو جائے تو بچہ بالغ ہو جاتا ہے (۳) زیر ناف بال اُگ آئیں تو یہ بھی بلوغت کی علامت ہوتی ہے۔ یہ تینوں علامتیں یکجا بھی ہو جاتی ہیں اور بعض دفعہ اکٹھی نہیں بھی ہوتیں لیکن کوئی نہ کوئی علامت ہوتی ہے۔

(۱۰۳۷) ٣- وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: ((ثُمَّ رَكِبَ- يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ- نَاقَتَهُ فَسَارَ حَتَّى بَرَكَتْ (بِهِ) عِنْدَ مَسْجِدِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ (بِالْمَدِيْنَةِ) وَهُوَ يُصَلِّي فِيْهِ يَوْمَئِذٍ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَكَانَ مِرْبَدًا لِلتَّمْرِ لِسَهْلٍ وَسُهَيْلٍ يَتِيْمَيْنِ فِيْ حِجْرِ أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ، ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْغُلَامَيْنِ فَسَاوَمَهُمَا بِالْمِرْبَدِ لِيَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا، فَقَالَا: بَلْ نَهَبُهُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَأَبَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُمَا[هِبَةً] حَتَّى ابْتَاعَهُ مِنْهُمَا، ثُمَّ بَنَاهُ مَسْجِدًا)).

(۱۰۳۷) ۳۔ بخاری شریف میں ایک طویل حدیث حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے جس میں یہ ہے پھر آپ سوار ہوئے یعنی نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر آپ چلے یہاں تک کہ وہ مدینہ منورہ میں آپ کی مسجد کے پاس بیٹھ گئی' ان دنوں مسلمان مرد اس پر نماز پڑھتے وہ کھجوروں کا باڑا تھا اور سہل اور سہیل دو یتیم بچوں کی ملکیت تھا جو اسعد بن زرارۃ کی گود میں پل رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے دونوں لڑکوں کو بلایا اور ان سے باڑے کا سودا کیا تا کہ آپ اس میں مسجد بنائیں' دونوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم اسے آپ کے لیے ہبہ کر دیتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بطور ہبہ لینے سے انکار کر دیا آپ نے ان سے خریدا اور اس میں مسجد بنائی۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۹۰۶۔

**فوائد:** (۱) نابالغ بچے اپنی ملکیت کی چیز کو یا گھر کی چیز کو ہبہ کرنے یا فروخت کرنے کے مجاز نہیں۔

(۲) یتیموں کی پرورش کرنا ایک عظیم عمل ہے۔

(۳) مسجد نبوی دو یتیم بچوں کی جگہ پر تعمیر ہوئی اس سے قبل ساتھ ہی جگہ تھی جس میں مسلمان نماز پڑھتے تھے۔ نابالغوں سے چیز خریدتے وقت ہر صورت میں قیمت ادا کی جائے خواہ وہ انکار کریں۔

(۴) یہ بھی پتہ چلا کہ ایک چیز میں مشترک افراد سے چیز کے متعلق مشورہ کرنا یا خریدنے کے وقت سبھی کو بلانا اور شریک کرنا ضروری ہے کیونکہ اس چیز کے سبھی مالک ہیں ایک شریک کو بلا لینا اور دوسرے کو ترک کر دینا یہ غلط ہے۔

(۵) مسجد بنانے کے لیے جگہ خرید کر مفت بھی دی جا سکتی ہے اور قیمت بھی وصول کی جا سکتی ہے۔ یعنی مسجد کے لیے جگہ فروخت کرنا یا اس کی قیمت کھانا حرام نہیں ہے۔ ایسے ہی مسجد کے لیے جگہ خریدی جا سکتی ہے عمارۃ المساجد کا کام زندگی بھر میں ہونا چاہیے۔

(۱۰۳۸) ٤- (وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

(۱۰۳۸) ۴۔ عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ اس کے باپ نے اسے خبر دی اس نے عبداللہ بن عمرو سے روایت

قَالَ: ((لَا يَجُوْزُ لِا مْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔ وَالرَّاوِي عَنْ عَمْرٍو ثِقَةٌ۔ فَمَنْ يَحْتَجُّ بِهٰذِهِ النُّسْخَةِ وَيُصَحِّحُهَا يَلْزَمُهُ تَصْحِيْحُهُ۔

کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی عورت کو اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر عطیہ دینا جائز نہیں۔'' اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور راوی جو عمرو سے روایت کرتا ہے وہ ثقہ ہے' جو اس نسخے کو معتبر سمجھتا ہے اور صحیح قرار دیتا ہے اس کے لیے لازم ہے اس کو صحیح جاننا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۲/ ۲۲۱۔ ابو داؤد: ۳۵۴۶۔ نسائی: ۵/ ۶۵۔ ۶۶۔ ابن ماجة: ۲۳۸۸۔ حاکم: ۲/ ۴۷۔

(۱۰۳۹)۵۔ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَجُوْزُ لِامْرَأَةٍ أَمْرٌ فِيْ مَالِهَا إِذَا مَلَكَ زَوْجُهَا عِصْمَتَهَا))۔ وَأَخْرَجَ الْحَاكِمُ هٰذَا مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ [بْنِ سَلَمَةَ]، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِيْ هِنْدٍ، وَحَبِيْبِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرٍو بِهٰذَا اللَّفْظِ، وَقَالَ: صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

(۱۰۳۹)۵۔ عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے اپنے داد اسے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی عورت کے لیے جائز نہیں اپنے مال میں کوئی امر جبکہ اس کا خاوند اس کی عصمت کا مالک ہے۔'' اس کو حاکم نے حماد بن سلمہ عن داؤد بن ابی ہند کی حدیث سے اور حبیب المعلم عن عمرو کی حدیث سے انہیں الفاظ سے نکالا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے اور اس کو شیخین نے نہیں روایت کیا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ حوالہ پہلے گزر چکا۔

**فوائد:** (۱) وہ مال جو خاوند کا ہو یا خاوند اور بیوی کا مشترکہ ہو اس سے بیوی بغیر خاوند کی اجازت سے قطعاً تحفہ دے سکتی نہ خرچ کرسکتی ہے۔

(۲) وہ مال جو بیوی کا ذاتی ہو اس میں خاوند کا عمل دخل نہ ہو تو اس سے عورت ہبہ یا صدقہ وغیرہ کرسکتی ہے۔ البتہ اس معاملہ میں بھی اپنے خاوند سے مشاورت کرلے تو یہ حسنِ معاشرت پر دال فعل ہے۔

(۳) ایسی عورت جو سلیقہ شعار ہو اور نفع ونقصان سے بخوبی واقف ہو وہ خاوند کے مال سے صدقہ کرسکتی ہے۔ بغیر اس کی اجازت کے۔

## بَابُ الصُّلْحِ

## صلح کا بیان

(۱۰۴۰)۱۔ رَوَى مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

(۱۰۴۰)۱۔ مالک نے ابن شہاب سے' اس نے اعرج سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے

((لَا يَمْنَعُ أَحَدُكُمْ جَارَهُ أَنْ يَغْرِسَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ)) [قَالَ] ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: مَالِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ؟ وَاللّٰهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ۔ اِتَّفَقَا عَلَيْهِ۔

فرمایا: ''تم میں سے کوئی اپنے پڑوسی کو نہ روکے کہ وہ اپنی لکڑی اس کی دیوار میں نصب کرے۔'' راوی نے کہا پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تمہیں اس حکم سے پہلو تہی اختیار کرنے والا دیکھتا ہوں بخدا میں تمہارے کندھوں کے درمیان یہ ضرور دے ماروں گا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ حوالہ گذشتہ حدیث گزر چکا۔

**فوائد:** (۱) ہمسائے کے حقوق مسلم ہیں ان کو ادا کرنا فرض ہے۔

(۲) ہمسائے کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کو دیوار پر شہتیر وغیرہ رکھنے سے روکا نہ جائے۔

(۳) ہمسائے کے حقوق کو ادا نہ کرنے پر انسان گناہ گار ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سزاوار ٹھہراتا ہے۔

(۴) ایک امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ عوام کی صلح کی طرف بھی توجہ دھرے اور ان کے معاملات کو سلجھائے اور شرعی حقوق کا نفاذ کرے جو نہ مانے اس پر سختی بھی کی جا سکتی ہے۔ امیر ڈانٹ اور سزا دینے کا مجاز ہے۔

(۵) تعمیر کے معاملہ میں جو اپنے ہمسائے سے تعاون نہیں کرتا اور اس کو اپنی دیوار پر کچھ رکھنے نہیں دیتا وہ بد مسلک انسان ہے۔

(۱۰۴۱)۲۔ (وَرَوَى الْحَاكِمُ فِي ((مُسْتَدْرَكِهِ)) مِنْ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ، قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلصُّلْحُ (بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ) جَائِزٌ))۔ وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلَى شَرْطِهِمَا وَهُوَ مَعْرُوْفٌ بِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحُسَيْنِ الْمِصِّيْصِيِّ، وَهُوَ ثِقَةٌ)۔

(۱۰۴۱)۲۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے۔'' اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور وہ معروف ہے عبداللہ بن حسین مصیصی کے نام سے جو کہ ثقہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح لغیرہ۔ حاکم: ۲/ ۵۰۔ دارقطنی: ۲/ ۲۷۔ الامام احمد کما فی التلخیص ۳/ ۴۴۔

(۱۰۴۲)۳۔ وَرَوَى أَبُوْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ كَثِيْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ رِبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ))۔

(۱۰۴۲)۳۔ ابوداؤد نے کثیر بن زید اور اس نے ولید بن رباح اور اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صلح مسلمانوں کے درمیان جائز ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح لغیرہ۔ الامام احمد: ۲/ ۳۶۶۔ ابوداؤد: ۳۵۹۴۔ ابن حبان: ۱۱۹۹۔ حاکم: ۲/ ۴۹۔

**فوائد:** (۱) اسلام صلح کا حامل دین ہے۔ مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا جائز ہے۔

(۲) مسلمان کیونکہ اسلام کے پیروکار ہیں اس لیے وہ تو مخاطب ہیں ہی لیکن مسلمانوں کے علاوہ کے مابین صلح بھی کروائی جا سکتی

ہے۔ مثلاً دو یہودی آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کروائی جاسکتی ہے۔ ایسے ہی یہودی' مسلمان سے لڑ پڑا تو ان کے درمیان بھی صلح کروائی جاسکتی ہے۔

(۳) غیر مسلموں سے صلح کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ اسلام کی مخالفت نہ کریں۔ ایسے ہی معاہدے وغیرہ غیر مسلموں سے کیے جاسکتے ہیں۔

(۴) صلح کا مطلب یہ ہے کہ تمام تر کدورتوں کو دل سے نکال دیا جائے اور فریقین خوشی خوشی گلے ملیں یعنی ایسی صلح جو دل سے ہو۔

(۵) صلح میں جبر نا قابلِ قبول عمل ہے۔ ایسے ہی دھوکے کی صلح کرنا بھی ناجائز ہے۔ مثال کے طور پر اپنا بدلہ لینے کے لیے اور قتل کرنے کے لیے قریب ہونے کا ذریعہ صلح کو بنایا جاتا ہے تاکہ لوگ اس بات کو جان لیں کہ اس نے صلح کر لی ہے۔ اس صورت میں ایک فریق دوسرے کے خون کا پیاسا ہوتا ہے۔ یہ دھوکے کی صلح ہے جو الٹا وبال بن جاتی ہے۔

(۶) صلح خود بھی کی جاسکتی ہے اور کسی ثالث کے ذریعے بھی کی جاسکتی ہے کوئی ثالث صلح کروانے کے لیے فریقین کو صلح کے لیے رضامند کرسکتا ہے اور ان کے دلوں کو عداوتوں سے خالی کرنے کے لیے صلح کے فضائل اور اجر سے آگاہ کرسکتا ہے۔ دو مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا جتنا گناہ ہوتا ہے اس سے بڑھ کر دو مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کا ثواب ہوتا ہے۔

(١٠٤٣)٤۔ (فَفِيْ رِوَايَةٍ: ((إِلَّا صُلْحًا أَحَلَّ حَرَامًا، أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا))۔

(۱۰۴۳)۴۔ ایک روایت میں ہے "مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کردے یا حلال کو حرام کردے۔"

**تحقیق وتخریج:** ترمذی: ۲۵۳۱۔ ابن ماجۃ: ۲۳۵۳۔

**فوائد:** (۱) ایسی صلح کرنا جس سے دین وشرائع پر آنچ آئے' حرام ہے۔ مثال کے طور پر آدمی کہے کہ میں اس سے تب صلح کروں گا جب یہ شراب پیئے گا۔ کیونکہ یہ صلح شراب کو حلال کررہی ہے اس لیے نہ ایسی صلح کرنی چاہیے اور نہ ہی کروانی چاہیے۔

(۲) صلح کے کئی انداز اور اقسام ہیں مثال کے طور پر بھائی' بھائی کے مابین صلح کروانا' دو دوستوں کے درمیان صلح کروانا' بہنوں' بہنوں کے درمیان صلح کروانا' میاں بیوی کے مابین صلح کروانا' مسلم اور غیر مسلم کے مابین صلح کروانا یا غیر مسلموں کے مابین صلح کروانا وغیرہ وغیرہ۔

(۳) غیر مذہب لوگ جب اہل اسلام سے ان کے اصولوں کے مطابق کروانے کا مطالبہ کریں تو صلح کروادینی چاہیے۔

(١٠٤٤)٥۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ))۔

(۱۰۴۴)۵۔ ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان اپنی شروط کے پابند ہیں۔"

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ حاکم: ۲/ ۴۹۔ التلخیص: ۳/ ۲۳۔

(١٠٤٥)٦۔ وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ مِنْ حَدِيْثِ كَثِيْرٍ بِلَفْظٍ: ((اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى شُرُوْطِهِمْ، وَالصُّلْحُ

(۱۰۴۵)۶۔ حاکم نے کثیر بن زید کے حوالے ان الفاظ سے روایت کیا "مسلمان اپنی شروط کے پابند ہیں اور صلح

جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ))۔ وَقَالَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ: رُوَاتُهُ مَدَنِيُّوْنَ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔ وَذَكَرَ أَنَّ لَهُ شَاهِدًا مِنْ حَدِيْثِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعَائِشَةَ۔

مسلمانوں کے درمیان جائز ہے۔'' اور اس حدیث کے راوی مدنی ہیں اور اسی کو شیخین نے نکالا ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ اس کے اور شاہد ہیں لیکن انس بن مالک اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے۔



**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن صحیح۔ حاکم: ۲/ ۴۹۔

(۱۰۴۶)۷۔ وَأَخْرَجَهُمَا مِنْ رِوَايَةِ عَبْدِالْعَزِيْزِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْجَزَرِيِّ عَنْ خُصَيْفٍ /فَفِيْ رِوَايَةٍ: عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: **((اَلْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ، مَا وَافَقَ الْحَقَّ))**۔

(۱۰۴۶)۷۔ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن الجزری نے خصیف سے ایک روایت میں ہے عروہ سے اور اس نے عائشہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان اپنی شروط کے پابند ہیں جب تک حق کے موافق ہوں۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث۔ حاکم: ۲/ ۴۹۔

**فوائد:** (۱) صلح کے وقت کچھ شروط کا تعین کرنا جن سے آئندہ لحات درست رہ سکیں درست ہیں۔
(۲) صلح کے وقت ایسی شروط طے کی جاسکتی ہیں جو کہ شرعاً جائز ہوں۔
(۳) ایسی شروط جن سے حلال اور حرام قرار دینا لازم آئے طے کرنا حرام ہے۔
(۴) مسلمان جائز شروط پر قائم رہتے ہیں پھرتے نہیں ہیں۔ مسلمان کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ شروط پر صلح کرنے کے بعد ان شروط کی خلاف ورزی کرے۔ یہ دھوکہ ہوگا اور اسلام پر بھی آنچ آئے گی۔

## بَابُ الْحَوَالَةِ

## حوالہ کا بیان

(۱۰۴۷)۱۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: **((مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيْءٍ فَلْيَتَّبِعْ))**۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۰۴۷)۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مالدار کا مال سے ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تمہیں کسی مالدار کے پیچھے لگا دیا جائے وصولی قرض کی خاطر تو اسے پیچھے لگ جانا چاہیے (پیچھے لگ جانے کا مطلب یہ ہے کہ قرض لینے والے کو یہ حوالہ قبول کر کے اصل مقروض کا پیچھا چھوڑ دینا) چاہیے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۸۷، ۲۲۸۸، ۲۴۰۰۔ مسلم: ۱۵۶۴۔

**فوائد:** (۱) ایسا آدمی جو مال دار ہو صاحب استطاعت ہو لیکن اس کے باوجود کسی کا قرض نہ دے تو یہ ظلم ہے۔
(۲) قرض نہ دینے والے غنی کو قید کی سزا یا اور تعزیزی سزا دی جاسکتی ہے۔

(۳) طاقت پانے کے باوجود ٹال مٹول سے کام لینے والے کی بے عزتی کرنا جائز ہے۔

(١٠٤٨)٢۔ وَعَنْهُ، أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ: ((**دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا**))۔ لَفْظُ (رِوَايَةِ) الْبُخَارِيِّ۔

(۱۰۴۸)۲۔ اور انہیں سے ہی روایت ہے ''نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا آپ سے اپنی رقم کا تقاضا کرنے لگا اور اس نے آپ کے ساتھ سخت لہجہ اختیار کیا آپ کے صحابہ نے اس کی کھچائی کا ارادہ کر لیا' آپ نے فرمایا ''اسے چھوڑ دو' حق والے کو بات کرنے کا حق ہے۔'' لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۹۰، ۲۴۰۱۔

**فوائد:** (۱) قرض خواہ کو سخت کلامی کا حق حاصل ہے۔ لیکن شائستہ انداز سے تاکہ جدل کی نوبت نہ آئے۔

(۲) قرض خواہ کی سخت کلامی برداشت کرنا یہ بہت بڑی بات ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مقروض اپنے قرض خواہ کو اپنا محسن تسلیم کرتا ہے۔

(۳) اس حدیث میں حقوق العباد کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ کسی کی سخت کلامی کے بدلے سخت کلامی سے پیش نہیں آنا چاہیے۔

(۴) قرض خواہ اپنے قرض کا ازخود مطالبہ کر سکتا ہے۔

(۵) قرض دینے والا محسن ہوتا ہے لہٰذا قرض کے مطالبہ کے وقت اس سے بدتمیزی کرنا احسان فراموشی کے مترادف ہے۔ قرض خواہ کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے مقروض کے ساتھ اچھے رویے سے پیش آئے۔ مقروض کے لیے ضروری ہے کہ اپنے قرض خواہ کی توہین یا بے عزتی کے وقت دفاع کرے۔

## بَابُ الضَّمَانِ

## ضمانت کا بیان

(١٠٤٩)١۔ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا جُلُوْساً عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوْا: صَلِّ عَلَيْهَا [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ] فَقَالَ: ((**هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟**)) قَالُوْا: لَا۔ قَالَ: ((**فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا**))۔ قَالُوْا: لَا، ((**فَصَلَّى عَلَيْهِ**))۔ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرٰى فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلِّ عَلَيْهَا۔ فَقَالَ: ((**هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟**)) قِيْلَ: نَعَمْ۔ قَالَ: ((**فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا**)) قَالُوْا: ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ۔ ((**فَصَلَّى**

(۱۰۴۹)۱۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک جنازہ لایا گیا' انہوں نے کہا یا رسول اللہ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجیے آپ نے فرمایا: ''اس پر قرض ہے؟'' انہوں نے کہا نہیں' آپ نے پوچھا: ''کیا اس نے کوئی مال چھوڑا ہے؟'' انہوں نے کہا نہیں آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی' پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجیے آپ نے فرمایا: ''کیا اس

عَلَيْهَا)) ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ، قَالُوْا: صَلِّ عَلَيْهَا[يَارَسُوْلَ اللّٰهِ]۔ قَالَ: ((هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوْا: لَا۔ قَالَ: ((فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قَالُوْا: ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ، قَالَ: [النَّبِيُّ ﷺ] ((صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ))۔ قَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ: صَلِّ عَلَيْهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، وَعَلَيَّ دَيْنُهُ ((فَصَلّٰى عَلَيْهِ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

کے ذمے قرض ہے؟'' بتایا گیا ہاں آپ نے فرمایا: ''کیا اس نے کوئی چیز ورثے میں چھوڑی ہے؟'' انہوں نے کہا تین دینار' آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی' پھر تیسرا جنازہ لایا گیا انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجیے آپ نے فرمایا: ''کیا اس نے کوئی چیز ورثے میں چھوڑی؟'' انہوں نے کہا' نہیں آپ نے فرمایا: ''کیا اس پر قرض ہے؟'' انہوں نے کہا' تین دینار نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ خود پڑھ لو'' ابوقتادہ نے کہا' یارسول اللہ اس کا قرضہ میرے ذمے ہے آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۸۹'۲۲۹۵۔

**فوائد:** (۱) کسی کی ذمہ داری یا کام کو اپنے سر پر لینے کو ضمانت کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ مقروض کے قرض کی ضمانت لینا اور اس کو اتارنے کا وعدہ کرنا درست ہے۔

(۳) یہ بھی ایک مسلمان کے ساتھ احسان ہے اور اس کے ساتھ تعاون ہے کہ وہ مقروض فوت ہو تو اس کے قرض کی ذمہ داری دوسرا مسلمان بھائی خود لے لے یہ کارِثواب بھی ہے۔

(۴) ہر فوت ہونے والے کی نماز پڑھانے سے قبل امام کا یہ حق ہے کہ وہ اس کے متعلق پوچھے اور خاص کر قرضہ کے حوالہ سے دریافت کرے۔

(۵) نبی کریم ﷺ کا مقروض کی نماز پڑھانے سے انکار کرنا اس بات کی علامت ہے کہ قرض ایسا فریضہ ہے جس کے ادا نہ کرنے پر آخری نماز بھی اس پر نہیں پڑھی جاسکتی۔ البتہ متوفی کا اتنا چھوڑا ہوا مال ہو جس سے اس کا قرض اتر سکتا ہے تو پھر امام کو چاہیے کہ وہ اس کی نماز پڑھائے۔

(۱۰۵۰)۲۔ وَفِيْ حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ فَغَسَّلْنَاهُ، وَكَفَّنَّاهُ، وَحَنَّطْنَاهُ، وَوَضَعْنَاهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَيْثُ تُوْضَعُ الْجَنَائِزُ عِنْدَ مَقَامِ جِبْرِيْلَ، ثُمَّ آذَنَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ، فَجَآءَ مَعَنَا خُطًى

(۱۰۵۰)۲۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل' حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں ایک آدمی فوت ہوگیا ہم نے اسے غسل دیا' اسے کفن پہنایا اور ہم نے اسے اس جگہ رکھا جہاں جنازے رکھے جاتے تھے تاکہ رسول اللہ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں وہ جگہ تھی مقام جبرئیل کے پاس' پھر

ثُمَّ قَالَ: ((لَعَلَّ عَلٰى صَاحِبِكُمْ دَيْنًا؟)) قَالُوْا: نَعَمْ، دِيْنَارَانِ، فَتَخَلَّفَ ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَّا يُقَالُ لَهُ أَبُوْ قَتَادَةَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هُمَا عَلَيَّ (فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((هُمَا عَلَيْكَ وَفِيْ مَالِكَ، وَالْمَيِّتُ مِنْهُمَا بَرِيْءٌ))۔ فَقَالَ: نَعَمْ۔ فَصَلّٰى عَلَيْهِ) فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا لَقِيَ أَبَا قَتَادَةَ يَقُوْلُ: ((مَا صَنَعَتِ الدِّيْنَارَانِ؟)) حَتّٰى كَانَ آخِرُ ذٰلِكَ قَالَ: قَدْ قَضَيْتُهُمَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ قَالَ: ((اَلْآنَ (حِيْنَ) بَرَدَتْ عَلَيْهِ جِلْدُهُ))۔ هٰذِهِ رِوَايَةُ الْحَاكِمِ، وَقَالَ: صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔ هٰذَا بِنَاءٌ عَلٰى قَوْلِ مَنْ يَحْتَجُّ بِحَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ۔

ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کی گزارش کی آپ ہمارے ساتھ چند قدم چلے پھر فرمایا: ''شاید تمہارے ساتھی پر قرض ہے'' انہوں نے کہا ہاں' دو دینار' آپ قدرے پیچھے ہٹے' ہم میں سے ایک شخص جس کا نام ابوقتادہ تھا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ قرض میرے ذمے ہے' رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے ''اب یہ تیرے ذمے ہیں تیرے مال میں ہیں اور میت اس قرض سے بری ہے'' اس نے کہا ہاں' آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی رسول اللہ ﷺ جب بھی ابوقتادہ سے ملتے تو یہ پوچھتے ''کیا دو دینار ادا کر دیئے اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہا جب تک ابوقتادہ نے بتا نہیں دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے ادا کر دیئے' آپ نے فرمایا اب اس کی جلد ٹھنڈی ہوئی ہے۔ یہ حاکم کی روایت ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح سند ہے اور شیخین نے اس کو نہیں روایت کیا اور یہ اس کے قول کی بنا پر ہے جو عبداللہ بن محمد بن عقیل کی حدیث سے حجت پکڑتا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۳/ ۳۳۰۔ ابو داؤد طیالسی: ۱۳۸۳۔ حاکم: ۲/ ۵۸۔

**فوائد:** (۱) مقروض میت کے قرض کی جب کوئی حامی بھر لیتا ہے تو میت اس قرض سے آزاد ہے۔

(۲) جو مقروض میت کی ضمانت لیتا ہے وہ اپنے مال سے ہی اس کے قرض کو اتارے گا۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ میت کا جب تک قرضہ اتارا نہیں جاتا اس کو سکون نہیں ملتا۔

(۴) وہ آدمی جو متوفی کے قرض کا ضامن بنا ہو اس سے گاہے بگاہے قرض اتارنے کو کہتے رہنا درست ہے۔ یہ امام و امیر کا کام ہے۔

(۵) ضامن کے لیے ضروری ہے کہ وہ ضمانت کو نبھائے اور جلد اس فریضہ کو سرانجام دے تاکہ میت کو فی الفور راحت حاصل ہو۔ بعض دفعہ کسی کو ضامن بنایا جاتا ہے اور بعض دفعہ آدمی اپنے آپ کو خود ضامن کے طور پر پیش کر دیتا ہے۔ یہ دونوں طرح ٹھیک ہے۔

(۱۰۵۱)۳۔ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ أَبِيْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا لَزِمَ غَرِيْمًا له

(۱۰۵۱)۳۔ عمرو بن ابی عمرو' عکرمہ سے روایت کرتے ہیں اس نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے

بِعَشْرَةِ دَنَانِيْرَ، فَقَالَ لَهُ: وَاللّٰهِ مَا عِنْدِيْ قَضَآءٌ أَقْضِيْكَهُ الْيَوْمَ، قَالَ: فَوَاللّٰهِ لَاأُفَارِقُكَ حَتّٰى تَقْضِيَ، أَوْتَأْتِيَ بِحَمِيْلٍ يَحْمِلُ عَنْكَ، قَالَ: وَاللّٰهِ مَا عِنْدِيْ قَضَآءٌ ، وَلَا أَجِدُ حَمِيْلًا يَحْمِلُ عَنِّيْ، قَالَ: فَجَرَّهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا لَازَمَنِيْ وَ [إِنِّيْ] اِسْتَنْظَرْتُهُ شَهْرًا وَاحِدًا فَأَبٰى حَتّٰى أَقْضِيَهُ، أَوْ آتِيَهُ بِحَمِيْلٍ، فَقُلْتُ:وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ حَمِيْلًا وَمَا عِنْدِيْ قَضَاءٌ (الْيَوْمَ)۔ فَقَالَ [لَهُ]: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**هَلْ تَسْتَنْظِرُهُ إِلَّا شَهْرًا وَاحِدًا؟**)) قَالَ: لَا۔ قَالَ: ((**فَأَنَا أَتَحَمَّلُ بِهَا عَنْكَ**))۔ قَالَ: فَتَحَمَّلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺعَنْهُ، فَذَهَبَ الرَّجُلُ فَأَتٰى بِقَدَرِ مَا وَعَدَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ للّٰهِ ﷺ :((**مِنْ أَيْنَ أَصَبْتَ هٰذَا الذَّهَبَ؟**)) قَالَ: مِنْ مَعْدَنٍ، قَالَ: ((**فَاذْهَبْ، فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِيْهَا لَيْسَ فِيْهَا (خَيْرٌ)**)۔ **فَقَضَاهَا عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ**))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ الْحَاكِمِ وَقَالَ: صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ لِعَمْرِوبْنِ أَبِيْ عَمْرٍو، وَالدَّرَاوَرْدِيّ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

اپنے مقروض کو دس دینار کے بدلے پکڑ لیا مقروض نے کہا اللہ کی قسم! میرے پاس قرض ادا کرنے کے لیے رقم نہیں ہے' قرض خواہ نے کہا اللہ کی قسم! تجھے اس وقت نہیں چھوڑوں گا جب تک تو میرا قرض ادا نہیں کرے گا یا کوئی ضامن دے جو تیری ضمانت دے' اس نے کہا اللہ کی قسم! نہ تو میرے پاس قرض ادا کرنے کے لیے رقم ہے اور میرے پاس ضامن ہے جو میری ضمانت دے تو وہ اسے گھسیٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس نے مجھے قابو کیا ہے میں نے اس سے ایک ماہ مہلت لی ہے اس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا ہے اس کا مطالبہ ہے کہ میں قرض ادا کروں یا کوئی ضامن دوں' میں نے اس سے کہا' اللہ کی قسم! نہ تو میرے پاس کوئی ضامن ہے اور نہ ادائیگی کے لیے رقم' رسول اللہ ﷺ نے قرض خواہ سے کہا ''کیا تو اسے ایک ماہ کی مہلت دیتا ہے؟'' اس نے کہا نہیں' آپؐ نے فرمایا ''میں اس کا ضامن ہوں'' راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی ضمانت دے دی وہ شخص گیا اور وعدے کے مطابق حاضر ہو گیا' رسول اللہ ﷺ نے اسے پوچھا ''تم یہ سونا کہاں سے لائے؟'' اس نے عرض کی کان سے آپ نے فرمایا جاؤ اس کی ہمیں ضرورت نہیں اس میں بھلائی نہیں ہے' رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے اس کی ادائیگی کر دی۔ یہ حاکم کی روایت کے لفظ ہیں اور اس نے کہا ہے کہ یہ صحیح ہے بخاری شرط کے مطابق عمرو بن ابی عمرو کی وجہ سے اور دراوردی مسلم کی شرط کے مطابق ہے لیکن انہوں نے اس کو نکالا نہیں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ ابوداؤد۔ ۳۳۲۸۔ ابن ماجۃ: ۲۴۰۲۔ بیہقی: ۶/ ۷۴۔ حاکم: ۲۹۰۲۔

**فوائد :** (۱) ضمانت ان امور میں ثبت ہوگی جن میں ضمانت کا جواز ہے۔ شرعی حدود میں ضمانت لینے' دینے سے گریز کیا جائے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی پر قصاص لازم آتا ہے تو اس کی ضمانت دینا تا کہ اس کی جان بخشی ہو جائے تو یہ صحیح نہیں ہے۔
(۲) مقروض کو مزید مہلت دی جا سکتی ہے۔
(۳) قرض خواہ مقروض سے ضمانت کا مطالبہ کر سکتا ہے۔
(۴) ضامن وقت مقررہ تک مقروض کا انتظار کرے گا۔ مقروض کے پاس کچھ بھی نہ پانے کے بعد ضامن اپنے پاس سے قرض ادا کرے گا۔
(۵) قرض کو وقتِ مقررہ پر ادا کرنے کی کوشش لامحالہ طور پر کرنی چاہیے۔ قرض ایک سنگین معاملہ ہے اس سے بچنا چاہیے۔ مجبوری اور ضرورت کے علاوہ اس کی خواہش تک نہیں کرنی چاہیے۔ اگر لے بھی لیں تو واپس کرنے کی حقیقی فکر لگ جائے۔

## بَابُ الشِّرْكَةِ

## شرکت کا بیان

(۱۰۵۲)۱۔ رَوَى أَبُوْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، (عَنْ أَبِيْهِ) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، رَفَعَهُ، قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُوْلُ : ((أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيْكَيْنِ مَالَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا))۔

(۱۰۵۲)۱۔ ابوداؤد میں ابی حیان تیمی سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں' میں دو شریک کاروبار ساتھیوں کا تیسرا ہوتا ہوں' جب تک ان میں سے ایک خیانت کا ارتکاب نہ کرے جب ایک خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔"

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ ابوداؤد: ۳۳۸۳۔ بیھقی: ۶/ ۷۸'۷۹۔ حاکم: ۲/ ۵۲۔

(۱۰۵۳)۲۔ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ (فِيْ ((مُسْتَدْرَكِهِ)) مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَفِيْهِ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ))۔ (قَالَ: [هٰذَا] حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ)۔

(۱۰۵۳)۲۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں اسے روایت کیا اور اس میں یہ الفاظ ہیں "نبی کریم ﷺ نے فرمایا" کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح السند ہے لیکن شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ اس کا حوالہ پہلی حدیث میں گزر چکا ہے۔

**فوائد:** (۱) کسی کو اپنے معاملہ اور کاروبار میں شریک کرنے کا نام شرکت ہے۔
(۲) شراکت میں برکت ہوتی ہے۔ دو شریکوں کا شریک رب ہوتا ہے جو برکت نازل کرتا ہے۔
(۳) کاروبار میں آسانی ہوتی ہے اور ترقی کے چانسز زیادہ ہوتے ہیں۔
(۴) اکٹھے کاروبار کرتے ہوئے ایک دوسرے سے خیانت کرنا برکت کے رفع ہو جانے کا باعث ہے۔

## بَابُ الْوَكَالَةِ

(١٠٥٤)١۔ عَنْ أَبِيْ نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ (أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ) قَالَ: أَرَدْتُ الْخُرُوْجَ إِلٰى خَيْبَرَ، فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقُلْتُ: [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ] إِنِّيْ أَرَدْتُ الْخُرُوْجَ إِلٰى خَيْبَرَ فَقَالَ: ((إِذَا أَتَيْتَ [إِلٰى] وَكِيْلِيْ فَخُذْ مِنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَسْقًا، فَإِذَا ابْتَغٰى مِنْكَ آيَةً فَضَعْ يَدَكَ فِيْ تَرْقُوَتِهِ)) [اَلْحَدِيْثُ]۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

## وکالت کا بیان

(۱۰۵۴)ا۔ ابونعیم وہب بن کیسان' جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں اس نے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ میں نے خیبر جانے کا ارادہ کیا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں خیبر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں' آپ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میرے وکیل کے پاس جاؤ تو اس سے پندرہ وسق غلہ لے لینا جب وہ تم سے کوئی نشانی پوچھے تو اس کی ہنسلی پر ہاتھ رکھ دینا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف الاسناد۔ ابو داؤد: ۳۶۳۲۔ دار قطنی: ۴/ ۱۵۴'۱۵۵۔

**فوائد:** (ا) وکالت اس چیز کا نام ہے کہ آدمی اپنا کام کسی دوسرے کے سپرد کر دے۔ یہ جائز ہے۔

(۲) وکیل ان اختیارات میں نائب ہوتا ہے جو کہ اصل میں کسی کے ہوتے ہیں۔

(۳) وکالت ان معاملات میں جائز ہے جن میں نیابت بھی جائز ہے۔ مثال کے طور پر آدمی اپنے وکیل سے کہے کہ میری طرف سے پانچ نمازیں پڑھ دینا تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ نماز فرد فرد پر فرضِ عین ہے اس میں نیابت جائز نہیں ہے۔

(۴) اپنے وکیل کی شناخت کروانا یا کسی کا تعارف اپنے وکیل کو کروانا بعض اوقات ضروری ہوتا ہے۔

(۵) وکالت کی ٹریننگ یا فن وکالت حاصل کرنا جائز ہے۔

## بَابُ الْإِقْرَارِ

(١٠٥٥)١۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ عَهِدَإِلٰى أَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ أَنَّ وَلِيْدَةَ زَمْعَةَ مِنِّيْ، فَاقْبِضْهُ إِلَيْكَ، قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ، وَقَالَ: إِنَّ أَخِيْ قَدْ كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيْهِ [فَقَامَ إِلَيْهِ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ] فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِيْ وَابْنُ وَلِيْدَةِ أَبِيْ، وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ فَتَسَاوَقَاهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ،

## اقرار کا بیان

(۱۰۵۵)ا۔ حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے' فرمایا کہ عتبہ بن وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص سے عہد لیا تھا کہ زمعہ کی لونڈی کا بیٹا' مجھ سے ہے اسے اپنے قبضے میں لے لینا' حضرت عائشہ ﷞ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال سعد بن ابی وقاص نے اسے لے لیا اور کہا یہ میرا بھتیجا ہے میرے بھائی نے اسے لینے کی وصیت کی تھی' اس وقت عبد بن زمعہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یہ تو میرا بھائی ہے میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے اور اس سے پیدا ہوا ہے

إِنَّ أَخِي كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ۔ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي، وَابْنُ وَلِيْدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ ابْنَ زَمْعَةَ))۔ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ))، ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ: ((اِحْتَجِبِيْ مِنْهُ)) لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ [بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَتْ]: فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ۔ أَخْرَجَهُ مَا لِكٌ فِي ((الْمُوَطَّاءِ)) وَاتَّفَقَا عَلَيْهِ مِنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ۔

آخر دونوں جھگڑتے جھگڑتے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ' یہ میرا بھتیجا ہے' میرے بھائی نے اسے لینے کی وصیت کی تھی 'عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی سے ہے' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عبد بن زمعہ یہ بچہ تجھے ملے گا۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بچہ بستر کا ہوتا ہے اور زنا کار کے لیے پتھر ہیں'' اس کے بعد آپ نے ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جو زمعہ کی بیٹی تھی تم اس سے پردہ کرو کیونکہ آپ نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت دیکھی' چنانچہ اس لڑکے نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا' یہاں تک کہ وہ اللہ سے جا ملا۔ اس کو مالک نے موطا میں روایت کیا ہے اور سفیان کی حدیث پر ان کا اتفاق ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۰۵۳۔

**فوائد:** (۱) کسی کے کچھ کہے کو تسلیم کرنا اور صحیح صحیح بتانا' اقرار ہوتا ہے۔

(۲) اس حدیث میں ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے زنا کا اقرار کیا اور اپنے بھائی سعد رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ وہ زمعہ سے بچہ لے لے۔ عتبہ کافر تھا اور کفر پر مرا تھا۔

(۳) اسلام کا ایک قانون ہے کہ بچہ اس کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہو۔ خواہ وہ کسی غیر نطفہ سے پیدا ہوا ہو۔ اگر زنا کاری ثابت ہو جائے تو زانی کو رجم کیا جائے گا

(۴) کافر زانی پر حد نہیں ہے کیونکہ وہ اسلام میں نہیں ہے اور حدود اسلام کا شعار ہیں۔ کوئی مر جائے جبکہ حد اس کی پیٹھ پر تھی تو وہ حد اس کے مرنے سے ساقط ہو جائے گی۔ گناہ باقی رہے گا۔ مردہ ہونے کی صورت میں حد لگانے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

(۵) اس آدمی سے بھی پردہ کرنا درست ہے جس کے بارے یقینی علم ہو گیا کہ یہ حرام نطفہ سے ہے اور مشابہت بھی غیر محرم کی پائی گئی۔ یعنی متشابہ امر سے بچنے کے لیے بہن ایسے ظاہری بھائی سے پردہ کر سکتی ہے۔

## بَابُ الْعَارِيَةِ

## ادھار کا بیان

(۱۰۵۶) ۱۔ رَوَى أَبُوْدَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ [أُمَيَّةَ بْنِ]

(۱۰۵۶) ۱۔ ابوداؤد میں امیہ بن صفوان بن امیہ سے

صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَعَارَ مِنْهُ أَدْرُعًا يَوْمَ حُنَيْنٍ، فَقُلْتُ: أَغَصْبٌ يَا مُحَمَّدُ؟ فَقَالَ: ((لَا، بَلْ عَارِيَةٌ مَضْمُونَةٌ)) وَأَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ ، وَذَكَرَهُ الْحَاكِمُ فِي ((مُسْتَدْرَكِهِ))، وَلَعَلَّهُ عَلِمَ حَالَ أُمَيَّةَ۔

روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے غزوہ حنین کے دن کچھ زرعیں ادھار مانگیں، میں نے عرض کیا یا محمد ﷺ کیا یہ چھیننا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں بلکہ یہ عاریتاً لی گئیں جو واپس ہوں گی۔“ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ذکر کیا ہے ”شاید اس نے امیہ کا حال جانا ہو۔“

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ الامام احمد: ۳/ ۴۰۱۔ ابو داؤد: ۳۵۶۲۔ حاکم: ۲/ ۴۷۔

**فوائد:** (۱) کسی کو اس غرض سے کوئی چیز دینا کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے اور پھر واپس کر دے جائز ہے۔

(۲) غیر مسلم سے کوئی چیز ادھار لینا درست ہے۔

(۳) کوئی چیز ادھاری لیتے یا دیتے ہوئے کسی کو ضامن یا گواہ بنایا جا سکتا ہے۔

(۴) ادھار لی گئی چیز کو مدت مقررہ میں واپس کرنا ضروری ہے۔

(۵) ادھار لی گئی چیز اگر خراب ہوگئی ختم ہوگئی یا اس کا کوئی نقصان ہوگیا تو اس کے مطابق رقم ادا کرنی ہوگی۔ اگر چیز لیتے ہوئے مالک سے یہ کہہ دیا کہ میں یہ ادھار لے رہا ہوں اگر کوئی نقصان ہوگیا تو میرے ذمہ نہیں ہے مالک مان جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

(۱۰۵۷)۲۔ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا أَتَتْكَ رُسُلِي فَأَعْطِهِمْ ثَلَاثِينَ دِرْعًا، وَثَلَاثِينَ بَعِيرًا))۔ فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، أَعَارِيَةٌ مَضْمُونَةٌ أَمْ عَارِيَةٌ مُؤَدَّاةٌ؟ فَقَالَ، ((بَلْ عَارِيَةٌ مُؤَدَّاةٌ))۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ۔

(۱۰۵۷)۲۔ صفوان بن یعلی بن امیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے پاس میرے قاصد آئیں تو انہیں تیس زرعیں اور تیس اونٹ دے دینا، میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ یہ ادھار قابل ضمانت یا قابل ادا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”بلکہ مانگوی چیز واپس کرنا ہوگی۔“ نسائی

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ الامام احمد: ۴/ ۲۲۲۔ ابو داؤد: ۳۵۶۶۔ ابن حبان: ۱۱۷۳۔

**فوائد:** (۱) ”مضمونہ“ کا مطلب یہ ہے کہ ضائع ہونے کی صورت میں قیمت وصول کی جائے گی ”موداہ“ کا مطلب ہے اگر چیز اسی طرح واپس مل گئی تو ٹھیک اگر ضائع ہوگئی تو قیمت کی ذمہ داری نہیں ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ چیز کی ذمہ داری لی بھی جا سکتی ہے اور ذمہ داری لینے سے انکار بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگر ذمہ داری نہ لی ہو تو ضائع ہونے کی صورت میں ذمہ داری نہ ہوگی۔

(۳) ادھاری چیز خود بھی وصول کی جا سکتی ہے اور کسی ایلچی کے ذریعے بھی وصول کی جا سکتی ہے۔

(۴) چیز کے مالک سے جو جو چیز لینی ہو اس کو بتائی جا سکتی ہے۔ تا کہ ایلچی اور مالک مطمئن ہو کر ڈیلنگ کر سکیں۔

(۱۰۵۸)۳۔ وَرَوَى الْحَسَنُ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّيَ)) قَالَ قَتَادَةُ: ثُمَّ نَسِيَ الْحَسَنُ وَقَالَ: وَهُوَ أَمِينُكَ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ۔ يَعْنِي الْعَارِيَةَ۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ، وَقَالَ (هٰذَا) حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَذَكَرَهُ الْحَاكِمُ، وَقَالَ: صَحِيحُ الْإِسْنَادِ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ، وَلَيْسَ كَمَا قَالَ، وَإِنَّمَا هُوَ عَلَى شَرْطِ التِّرْمَذِيِّ، (كَمَا فَعَلَ)

(۱۰۵۸)۳۔ حسن نے سمرہ سے روایت کیا اور اس نے نبی کریم ﷺ سے آپ نے فرمایا: ''ہاتھ پر لازم ہے جو اس نے پکڑا کہ وہ اسے ادا کرے۔'' قتادہ کہتے ہیں پھر حسن بھول گئے اور فرمایا عاریتاً لی ہوئی چیز تیرے پاس امانت ہے اس پر کوئی کفالت نہیں۔ اس کو ترمذی نے نکالا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس کو حاکم نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح السند ہے، بخاری کی شرط پر ہے یہ اس طرح نہیں ہے جس طرح حاکم نے کہا ہے بلکہ یہ ترمذی شرط پر ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف ہے۔ الامام احمد: ۵/ ۸، ۱۲، ۱۳۔ ابوداؤد: ۳۵۶۱۔ ترمذی: ۱۲۶۶۔ ابن ماجة: ۲۴۰۰۔ دارمی: ۲۵۹۔ حاکم: ۲/ ۴۸۔ بیہقی: ۹۰۶۔

**فوائد:** (۱) ادھار لی ہوئی چیز کو واپس کرنا واجب ہے۔

(۲) جب تک ادھار چیز کو واپس نہیں کیا جاتا وہ ذمہ میں باقی رہتی ہے۔

## بَابُ الْوَدِيْعَةِ

## امانت رکھنے کا بیان

(۱۰۵۹)۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ۔

(۱۰۵۹)۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی نشانیاں تین ہیں، جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ خیانت کرتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے خلاف ورزی کرتا ہے۔'' متفق علیہ اور لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۳، ۲۶۸۲، ۲۷۴۹، ۶۰۹۵۔ مسلم: ۵۹۔

**فوائد:** (۱) ''ودیعہ'' کسی کے پاس کوئی چیز حفاظت کی غرض سے رکھنے کو کہتے ہیں تا کہ جب ضرورت پڑے تو اس امانت رکھی گئی چیز کو لے سکے۔ کوئی چیز امانت رکھنا جائز ہے۔

(۲) جس کے پاس امانت رکھی جائے اس کا عادل ہونا ضروری ہے ورنہ امانت ضائع ہو سکتی ہے۔ امانت رکھتے وقت کچھ تحریر بھی کیا جا سکتا ہے یعنی دستخط وغیرہ ہوں تو اچھا ہے۔

(۳) امانت کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں ہوتی لیکن مدت مقرر تک امانت رکھ لی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔
(۴) جس کے پاس چیز امانت رکھی جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ جب مال کے مالک کو ضرورت پڑے فی الفور اسے دے دے۔
(۵) امانت رکھنے والا آدمی کبھی بھی امانت میں ہیر پھیر نہیں کرسکتا الا کہ مالک اس کو استعمال کی خود اجازت دے۔ امانت میں خیانت کرنا جرم ہے۔ منافق کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ خیانت کرتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا جو خیانت کرتا ہے وہ منافق ہوتا ہے۔

(۱۰۶۰)۲۔ وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ)) رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ وَ قَيْسٍ، عَنْ أَبِيْ حُصَيْنٍ وَقَالَ فِيْهِ: حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

(۱۰۶۰)۲۔ اسی سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے تیرے پاس امانت رکھی ہے تو اسے ادا کر دے، اور جو تجھ سے خیانت کرے تو اس سے خیانت نہ کر۔'' اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے شریک اور قیس کی حدیث سے ابو حصین کے طریق سے اور اس کے بارے کہا ہے کہ یہ حسن غریب ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ ابوداؤد: ۳۵۳۵۔ ترمذی: ۱۲۶۴۔ وقال حسن غریب۔ دارقطنی: ۳/ ۳۵۔ رواہ الحاکم: ۲/ ۴۶۔

**فوائد:** (۱) جس کے پاس مال بطور امانت رکھا جاتا ہے وہ مال کے نقصان کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس نے مال امانت رکھ لیا اور وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔
(۲) امانت کو خود یا طلب کرنے پر واپس کرنا فرض ہے۔
(۳) امانت رکھنے والے کو اپنے امین کی اور امین کو مال کے مالک کی عزت کرنی چاہیے۔ یعنی فریقین کو احسن انداز سے رہنا ہوگا۔
(۴) امانت رکھنے والا خود مال کو نقصان دے اور جان کر خیانت کرے تو اس کو مال یا اس کی قیمت دینا ہوگی۔

## بَابُ الْغَصَبِ
## قبضہ کرنے کا بیان

(۱۰۶۱)۱۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ))۔

(۱۰۶۱)۱۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے ہیں ''جس نے ظلم سے کسی کی ایک بالشت زمین پر قبضہ کیا اللہ قیامت کے دن اس کے گلے، ساتوں زمینوں کا طوق ڈال دیں گے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۴۵۲۔ ۳۱۹۸۔ مسلم: ۱۶۱۰۔

**فوائد:** (۱) کسی کے مال پر ناجائز ذرائع سے قابض ہونا "غصب" کہلاتا ہے۔

(۲) ایک رائی بھی کسی کی ملکیت ہے تو وہ بھی جبراً لینا گناہ ہے۔

(۳) اس حدیث میں توضیح موجود ہے کہ جو کسی کی مملوکہ زمین خواہ وہ ایک بالشت کی مقدار کیوں نہ ہو چھینے گا اس کو سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

(۴) ظلم خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو وہ ظلم ہی ہے اس کا مواخذہ ہوگا۔

(۱۰۶۲)۲۔ وَعَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ فَإِنْ كَانَ مُوْسِرًا قُوِّمَ عَلَيْهِ فَعُتِقَ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۰۶۲)۲۔ سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے ایک غلام دو کے ہاتھ سے آزاد کیا اگر وہ مال دار ہے تو اس کی قیمت لگائی جائے اور آزاد کیا جائے گا۔ بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۱۹۸،۲۴۵۲۔ مسلم: ۱۶۱۰۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں غلام آزاد کرنے کے بارہ میں بیان ہے۔ جو کہ کارِ ثواب عمل ہے۔

(۲) دو آدمیوں کا ایک مشترکہ غلام بھی ہوسکتا ہے۔

(۳) دو آدمیوں کا غلام آزاد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آزاد کرنے والا اپنے حصہ کی رقم ادا کردے اگر وہ صاحب حیثیت ہو تو دوسرے کے حصہ کی رقم دے کر باقی غلام آزاد کرائے۔ غلام کی قیمت لگانا درست ہے۔ غلام کو مختلف اشخاص یا ایک فرد آزاد کروا سکتے ہیں۔ غلام مکمل بھی آزاد ہوجاتا ہے اور بعض بھی آزاد ہوجاتا ہے۔ یہ جائز ہے۔

(۴) غلام کا حق آزادی چھینا نہیں جائے گا۔ کوشش کر کے اسے مکمل آزاد کیا جائے گا۔ غلام پر جبر نہیں ہے کہ وہ محنت کر کے نصف آزاد ہوجانے کی صورت میں اپنا بقیہ حصہ بھی آزاد کروائے وہ اتنا آزاد ہوگا جتنی رقم ادا ہوگی۔

(۱۰۶۳)۳۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ فَأَرْسَلَتْ إِحْدٰى أُمَّهَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيْهَا طَعَامٌ، فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةُ، فَضَمَّهَا، وَجَعَلَ فِيْهَا الطَّعَامَ، وَقَالَ: كُلُوْا۔ وَحَبَسَ الرَّسُوْلُ وَالْقَصْعَةَ حَتّٰى فَرَغُوْا، فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيْحَةَ، وَحَبَسَ الْمَكْسُوْرَةَ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

(۱۰۶۳)۳۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی بعض ازواج مطہرات کے پاس تھے آپ کی بیوی نے ایک خادم کے ہمراہ پیالہ بھیجا جس میں کھانا تھا اس نے ہاتھ مارا جس سے پیالہ ٹوٹ گیا اسے آپس میں جوڑا اور کھانا اس میں رکھا اور فرمایا "کھاؤ رسول اللہ ﷺ نے پیالہ ہاتھ میں پکڑے رکھا یہاں تک کہ وہ کھانے سے فارغ ہوگئے آپ نے درست پیالہ واپس کیا اور ٹوٹا ہوا اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ لفظ بخاری کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۲۱۔ مسلم: ۱۵۰۱۔

(١٠٦٤)٤۔ وَعِنْدَ التِّرْمِذِيِّ (فِيْ حَدِيْثٍ لِأَنَسٍ) فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((طَعَامٌ بِطَعَامٍ، وَإِنَاءٌ بِإِنَاءٍ)) وَقَالَ فِيْهِ: حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

(۱۰۶۴)۴۔ ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کھانا کھانے کے بدلے اور برتن برتن کے بدلے۔'' اور اس کے بارہ میں کہا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے۔

**تحقیق و تخریج:** حدیث صحیح۔ ترمذی: ۱۳۵۹۔ وقال حسن صحیح

**فوائد:** (۱) خاوند اپنی بیوی کے لیے خادم رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح بیوی خود بھی اپنے مال سے لونڈی غلام رکھ سکتی ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) کسی چیز کو ضائع کر دینا اس کی سزا یہ ہے کہ اس جیسی چیز ادا کی جائے۔ اس طرح چیز توڑ دی جائے تو ٹوٹی چیز توڑنے والے کے حوالہ کی جائے گی اور اس سے صحیح چیز لے کر چیز کے مالک کو دی جائے گی۔

(۳) اشیائے خورد گر جائیں تو ان کو اٹھا کر صاف کر کے کھایا جا سکتا ہے۔

(۴) کسی کا حق غصب نہ کیا جائے گا۔ ایک معتبر آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ انصاف سے معاشرہ میں حقوق تقسیم کرے کسی پر ہوئے جبر کا بدلہ دلوائے۔

(۵) کوئی برتن ٹوٹ جائے تو اس کو ضائع کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ اس کو کسی چیز سے جوڑ دیا جائے یعنی ٹوٹی چیزوں کی حرمت کرنا اور اس کو پاس رکھنا درست ہے۔ الغرض استعمال شدہ اشیا استعمال میں لائی جا سکتی ہیں۔

(١٠٦٥)٥۔ وَرَوَى ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ))۔

(۱۰۶۵)۵۔ ابن اسحاق نے روایت کیا' یحییٰ بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مردہ زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہوگی۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ ابو داؤد: ۳۰۷۴۔ دار قطنی: ۳/ ۳۵۔ بیہقی: ۶/ ۹۹۔ ۱۴۲۔

**فوائد:** (۱) ایسی زمین جو کسی کی ملکیت میں پہلے نہ ہو اس کو جس نے آباد کیا وہ اسی کی ہی ہے۔ اس پر جبر کر کے کوئی اس سے چھین نہیں سکتا۔

(۲) مردہ زمینوں کو آباد کرنا جائز ہے۔

(۳) جو زمین پر محنت کرے گا وہی اسی کا مالک ہوگا۔

(۴) ایسی زمینیں جو غیر آلود ہوں خواہ وہ مسلم ملک کے کسی خطہ میں ہوں ان کو آباد کرنا چاہیے۔ اس بارے حکومت کو چاہیے کہ وہ لوگوں پر سختی نہ کرے یعنی جب زمین غیر آباد تھی تو حکومت نے توجہ نہ دی جب آباد ہوگئی تو حکومت نے اس سے چھین لی یہ ظلم ہے۔ حکومت وقت ضرورت آباد شدہ زمین خصوصی مقصد کے پیش نظر لے بھی تو اس کو چاہیے کہ اس کی محنت کی قیمت ادا کرے۔

زمین آباد کرنے کی اجازت حاکم کی طرف سے ہونا ضروری ہے۔
(۵) ویرانوں کو زرخیزیوں میں بدلنا یہ کارِثواب ہے اور یہ ملکی معیشت کی بڑھوتی کا بہترین ذریعہ ہے۔

(۱۰۶۶)٦۔ وَعِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ: لَقَدْ خَبَّرَنِي الَّذِيْ حَدَّثَنِيْ هٰذَا الْحَدِيْثَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: غَرَسَ أَحَدُهُمَا نَخْلًا فِيْ أَرْضِ الآخَرِ، فَقَضٰى لِصَاحِبِ الْأَرْضِ بِأَرْضِهِ، وَأَمَرَ صَاحِبَ النَّخْلِ أَنْ يُخْرِجَ نَخْلَهُ مِنْهَا، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهَا وَإِنَّهَا (لَتُضْرَبُ) أُصُوْلُهَا بِالْفُؤُوْسِ وَإِنَّهَا لَنَخْلٌ عُمٌّ، حَتّٰى أُخْرِجَتْ مِنْهَا۔

(۱۰۶۶)٦۔ابوداؤد میں ہے کہ مجھے جس نے حدیث بیان کی اس نے اطلاع دی کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک نے کھجور کے پودے دوسرے کی زمین میں لگا دیا تھا' آپ نے زمین والے کے حق میں اس کی زمین کی ملکیت کا فیصلہ دیا کھجور والے کو حکم دیا کہ وہ اس کی زمین سے کھجور کا پودا نکال لے کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا' ان کی جڑوں کو کلہاڑوں سے مارا جا رہا تھا اور وہ عام کھجوریں تھیں حتی کہ وہ اکھاڑ دی گئیں۔

**تحقیق وتخریج:** ابوداؤد:۔۳۰۷۴۔

(۱۰۶۷)٧۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقَالَ الرَّجُلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ۔ وَأَكْثَرُ ظَنِّيْ أَنَّهُ أَبُوْ سَعِيْدٍ(الْخُدْرِيُّ) فَأَنَا رَأَيْتُ الرَّجُلَ يَضْرِبُ فِيْ أُصُوْلِ النَّخْلِ۔

(۱۰۶۷)٧۔ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا' میرا غالب خیال یہ ہے کہ وہ ابوسعید خدری تھے' میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کھجور کی جڑوں میں مار رہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔حوالہ گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

**فوائد:** (۱) کسی کی زمین میں کوئی درخت لگا دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ زمین بھی اس کی ہے۔زمین مالک کی ہی ہوگی۔درخت کے مالک کو اپنا درخت اکھاڑنا ہوگا۔
(۲) کسی کی زمین میں درخت لگا دیا ہو تو درخت لگانے والا صرف درخت کا مالک ہے وہ اپنا درخت اکھاڑ سکتا ہے درخت اکھاڑنے کا ذمہ دار زمین کا مالک نہیں ہے۔
(۳) یہ ثابت ہوا کہ ہر ایک کا جو جو حق ہے اس کو دیا جائے ظلم نہ کیا جائے۔
(۴) درخت لگانا جائز ہے اور اس کو وقتِ ضرورت اکھاڑنا بھی درست ہے۔

(۱۰۶۸)٨۔ وَعِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ: ((مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً لَمْ تَكُنْ لِأَحَدٍ قَبْلَهُ، فَهِيَ لَهُ))۔

(۱۰۶۸)٨۔اس حدیث میں بیہقی کے نزدیک یہ ہے جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا جو اس سے پہلے کسی کی ملکیت نہ تھی وہ اس کی ہوگی۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ بیہقی: ۶/ ۱۴۲۔۱۴۳۔ بخاری: ۲۳۳۵۔

**فوائد:** (۱) آدمی نے غیر آباد زمین کو آباد کیا لیکن زمین کا مالک اور نکلا تو اس صورت میں زمین مالک کی ہی ہوگی۔ آباد کرنے والے کے لیے صرف زمین سے لیا نفع ہی کافی ہوگا۔

(۲) غیر آباد زمین کے لیے عربی میں ''میتہ'' کا لفظ بولا گیا ہے۔ اور اس کو آباد کرنے والا ''محی'' کہلاتا ہے۔ یہ مجاز کے طور پر استعمال ہوا ہے حقیقت میں ''محی'' تو اللہ تعالیٰ ہے۔

(۳) عرف عام میں وہ زمین مردہ ہوتی ہے جو ناکارہ ہو' منفعت بخش نہ ہو اور بھلائی نہ لاتی ہو۔

## بَابُ الشُّفْعَةِ

## شفعہ کا بیان

(۱۰۶۹)۱۔ عَنْ جَابِرِ(بْنِ عَبْدِاللّٰهِ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ مَالَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ، وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۰۶۹)۱۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس غیر منقولہ جائیداد میں شفعہ کا فیصلہ کیا جو تقسیم نہیں کی گئی جب حدود مقرر ہو جائیں اور راستے بدلا دیے جائیں تو شفعہ نہیں ہو سکتا۔ بخاری نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۵۷۔

**فوائد:** (۱) مشترکہ املاک کے خریدنے کے حق کا نام شفعہ ہے۔ یہ جائز ہے۔

(۲) شفعہ کو مقرر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شریک کو نقصان سے بچایا جا سکے۔

(۳) اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب چیز تقسیم ہو چکی ہو الگ الگ حد بھی مقرر کر دی گئی ہو اور راستے بھی مختلف ہوں تو پھر شفعہ جائز نہیں ہے۔

(۴) شفعہ ان اشیاء میں ہوتا ہے جو قابل تقسیم ہوں اور یہ اکثر عمارت' زمین اور باغ وغیرہ میں ہوتا ہے۔

(۵) مشترکہ غیر منقسم چیز میں شفعہ جائز ہے۔

(۱۰۷۰)۲۔ وَعَنْهُ، قَالَ: ((قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [بِالشُّفْعَةِ] فِيْ كُلِّ شِرْكَةٍ لَمْ تُقْسَمْ، (رَبْعَةٍ) أَوْ حَائِطٍ، لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَبِيْعَ حَتّٰى يُؤْذِنَ شَرِيْكَهُ، فَإِنْ شَآءَ أَخَذَ، وَإِنْ شَآءَ تَرَكَ، فَإِذَا بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ أَحَقُّ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۰۷۰)۲۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر شرکت میں خواہ مسکن ہو یا باغ ہو شفعہ کا فیصلہ فرمایا ہے کہ اس کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے جب تک اپنے شریک کو مطلع نہیں کرتا' اگر وہ اسے حاصل کرنا چاہے تو حاصل کرے اگر چاہے تو نہ حاصل کرے لیکن جب اس کو اطلاع دیئے بغیر فروخت کر دیا تو زیادہ حق دار

اس کا شریک ہے۔اس کو مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۰۸۔

**فوائد:** (۱) غیر منقسم جائیداد جو کہ مشترکہ ہو اس کو فروخت کرتے وقت شریک ثانی کو مطلع کرنا ضروری ہے۔ ورنہ وہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر شفعہ کر سکتا ہے۔ یہ حق اس کو حاصل ہے۔

(۲) شریک ثانی کو مطلع کیا گیا ہو لیکن اس نے چیز نہ خریدی یا اجازت دے کہ یہ چیز آپ فروخت کر سکتے ہیں میری طرف سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔تو پھر وہ چیز بیچی جا سکتی ہے۔

(۳) شریک ثانی کے اجازت نامہ کے بعد چیز فروخت کر دی گئی اب زندگی بھر شریک ثانی شفعہ نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا حق ساقط ہو چکا ہے۔ ایسے ہی شریک ثانی کے سامنے ایک مجلس میں مشترکہ چیز کو فروخت کرنے یا ہبہ کرنے کی بات چلی لیکن شریک ثانی نے کوئی کلام نہ کیا خاموش رہا تو اس صورت میں بھی حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔

(۱۰۷۱)۳۔ وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَتِهِ يُنْتَظَرُ بِهِ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا، إِذَا كَانَ طَرِيْقُهُمَا وَاحِدًا))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ أَبِيْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، وَقَالَ: وَعَبْدُ الْمَلِكِ ثِقَةٌ مَأْمُوْنٌ (عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ) لَا نَعْلَمُ أَحَدًا تَكَلَّمَ فِيْهِ غَيْرُ شُعْبَةَ مِنْ أَجْلِ هٰذَا الْحَدِيْثِ۔

(۱۰۷۱)۳۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پڑوسی شفعہ کا زیادہ حق رکھتا ہے' شفعہ کے لیے اس کا انتظار کیا جائے اگر وہ موجود نہ ہو بشرطیکہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔'' اس کو ترمذی نے عبدالملک بن ابو سلیمان کی حدیث عن عطا' عن جابر کے طریقہ سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ عبدالملک ثقہ' مامون ہے' اہل حدیث کے ہاں' ہم نہیں جانتے کہ اس کے بارے شعبہ کے علاوہ اہل حدیث میں سے کسی نے اختلاف کیا ہو۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ الامام احمد: ۳/ ۳۰۳۔ ابو داؤد: ۳۵۱۸۔ ترمذی: ۱۳۶۹۔ وقال غریب۔ ابن ماجة: ۲۴۹۴۔ بیهقی: ۶/ ۱۰۶۔

**فوائد:** (۱) ہمسایہ بھی حق شفعہ رکھتا ہے۔

(۲) ہمسایہ اس وقت حق شفعہ کا حامل ہوگا جب کہ راستہ مشترکہ ہوگا ورنہ نہیں۔ اس بات سے یہ رد ہوا کہ صرف رشتہ داری یا خالی ہمسایہ داری کی بنا پر شفعہ کر دینا جبکہ راستے الگ الگ ہیں تو یہ غلط ہے یہ مسلمان بھائی کو تنگ کرنے کی بات ہے۔

(۳) شریک ثانی جب کوئی اپنے شریک سے چیز لے تو اتنی قیمت دے جو اس نے مانگی ہے۔ شرکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور مجبور کرتے ہوئے قیمت کم نہ دے البتہ چیز فروش کم پر راضی ہو جائے تو پھر درست ہے۔ یعنی خریداری میں رضامندی ضروری ہے۔

(۴) شریک ثانی فروخت کے وقت موجود نہ ہو تو اس سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا جائے یا اس کے آنے کا انتظار کیا جائے۔ اس کی

غیابت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چیز کو فروخت کر دیا تو وہ جب بھی واپس آئے گا وہ حق شفعہ رکھتا ہے۔

(١٠٧٢)٤۔ وَعَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلشَّرِيْكُ شَفِيْعٌ، وَالشُّفْعَةُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ حَمْزَةَ السُّكَّرِيِّ مَرْفُوْعًا، وَجَعَلَ الْمُرْسَلَ أَصَحَّ۔ قَالَ التِّرْمَذِيُّ: أَبُوْ حَمْزَةَ ثِقَةٌ، يُمْكِنُ أَنْ يَكُوْنَ الْخَطَأُ مِنْ أَبِيْ حَمْزَةَ۔

(۱۰۷۲)۴۔ ابوملیکہ سے مروی ہے وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شریک شفعہ کا حق دار ہے اور شفعہ ہر چیز میں ثابت ہے۔'' اس کو ترمذی نے ابوحمزہ سکری سے مرفوع روایت کیا ہے اور مرسل زیادہ صحیح قرار دیا ہے ترمذی نے کہا ہے ابوحمزہ ثقہ ہے ممکن ہے کہ غلطی ابوحمزہ سے ہوئی ہو۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ ترمذی: ۱۳۷۱۔ دار قطنی: ۴/ ۲۲۲۔ بیہقی: ۶/ ۱۰۹۔

(١٠٧٣)٥۔ وَقَدْ جَآءَ مِنْ حَدِيْثِ الطَّحَاوِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: ((قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ))۔

(۱۰۷۳)۵۔ طحاوی نے عطاء سے اور اس نے جابر سے روایت کیا' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر چیز میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ معانی الآثار: ۴/ ۱۶۴

**فوائد:** (۱) ان احادیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ شریک کو یعنی حقِ شفعہ رکھنے والے کو شفیع کہتے ہیں اور شفعہ ہر چیز میں جائز ہے۔

(۲) سابقہ احادیث سے جو کہ زیادہ صحیح ہیں پتہ چلتا ہے کہ شفعہ ان اشیاء میں نہیں ہے جو کہ تقسیم نہیں ہوسکتیں۔ یعنی ہر اس چیز میں شفعہ جائز ہے جو قابلِ تقسیم ہوتی ہے۔

(۳) شفعہ شریک کا حق ہے وہ اس کو ہبہ کر سکتا ہے' فروخت کر سکتا ہے اور خود استعمال کر سکتا ہے دوسرا شریک یہ سبھی کچھ اپنے شریک کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتا۔

(۴) اس ضمن میں شفیع، شریک، شفعہ، حق شفعہ، بائع اور مشتری کی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔

## بَابُ الْمُسَاقَاةِ

## کھیتیوں کو سیراب کرنے کا بیان

(١٠٧٤)١۔ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ زَرْعٍ أَوْ ثَمَرٍ))۔ اِتَّفَقَا عَلَيْهِ مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ۔ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ۔

(۱۰۷۴)۱۔ نافع سے روایت ہے' اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس نے اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر سے اناج اور پھل کی نصف پیداوار پر معاملہ کیا تھا' عبیداللہ نے نافع کے حوالے سے جو روایت کیا وہ متفق علیہ ہے اور لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۲۸۔ مسلم: ۱۵۵۱۔

(۱۰۷۵)۲۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ فِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((**أَنَّهُ دَفَعَ إِلٰى يَهُوْدِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَأَرْضَهَا، عَلٰى أَنْ يَعْتَمِلُوْهَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَلِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَطْرُ ثَمَرِهَا**))۔

(۱۰۷۵)۲۔ مسلم شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کے یہود کی کھجوریں اور ان کی زمین واپس کردی کہ وہ ان میں اپنا مال خرچ کر کے کام کریں گے اور رسول اللہ ﷺ کو پھلوں میں سے نصف حصہ ملے گا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۵۱۔

(۱۰۷۶)۳۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى خَيْبَرَ أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا، فَكَانَتِ الْأَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ، (فَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا) فَسَأَلَتِ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُقِرَّهُمْ بِهَا عَلٰى أَنْ يَكْفُوْا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**نُقِرُّكُمْ (بِهَا) عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا**))۔ فَقَرُّوْا بِهَا حَتّٰى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰى تَيْمَاءَ وَأَرِيْحَاءَ))۔

(۱۰۷۶)۳۔ ایک رویت میں ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہود ونصاریٰ کو سرزمین حجاز سے جلا وطن کر دیا رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر پر غلبہ پا لیا تو یہودیوں کو وہاں سے نکالنے کا ارادہ کرلیا جب اس پر غلبہ پا لیا تو وہ زمین اللہ' اور اس کے رسول اور اہل ایمان کی ہوگئی' تو جب آپ نے یہودیوں کو خیبر سے نکالنے کا ارادہ کرلیا یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ انہیں رہنے دیں اس شرط پر کہ وہ کام کریں گے اور نصف پھل آپ کا ہوگا' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہم تمہیں اس پر جتنا چاہیں گے ٹھہرنے دیں گے'' انہیں ٹھہرا لیا یہاں تک کہ انہیں عمر رضی اللہ عنہ نے جلا وطن کر دیا تیما اور اریحا کی طرف۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۳۸۔ مسلم: ۱۵۵۱۔

**فوائد:** (۱) باغ کی دیکھ بھال کرنے اور پانی لگانے کی ذمہ داری کسی پر عائد کرنے کو مساقات کہتے ہیں۔ ایسے ہی اگر زمین کی ذمہ داری کسی کے سپرد کردی جائے تو وہ مزارعت کہلائے گی۔ مذکورہ صورتیں جائز ہیں۔

(۲) مساقات ومزارعت میں کام کرنے والے کو حصہ دیا جاتا ہے۔ اس حصے کا مقرر ہونا ضروری ہے ورنہ مجہول حصے کا جواز نہیں ہے اس میں دھوکہ بھی ہوسکتا ہے۔

(۳) بہتر تو یہ ہے کہ ہر درخت اور ہر ایکڑ سے الگ الگ حصہ متعین کرلیا جائے تاکہ ہر طرح سے فائدہ ہو۔

(۴) یہ جو متعین حصہ ہوتا ہے یہ مالک اور کام کرنے والے کے درمیان جتنا بھی طے پایا جائے ٹھیک ہے مثال کے طور پر نصف ٹھہرے، ربع ٹھہرے یا تیسرا حصہ ٹھہرے درست ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپس کی رضامندی ہونی چاہیے اور حصے کا تعین ہونا

چاہیے۔ اسی دوران زمین پر لاگو ہونے والے اخراجات مثال کے طور پر معاملہ سے سرکاری ٹیکس ہے یہ رقبہ والے پر ہوگا۔ صدقات وزکوۃ ہر ایک اپنے اپنے حصہ میں آنے والے مال سے اسے ادا کرے گا وہ بھی نصاب کو پہنچنے کی صورت میں۔

(۵) یہود و نصاریٰ کے سپرد اپنی زمینیں کرنا درست ہے جبکہ وہ صرف عامل ہوں غیر مسلموں کو مزدوری یا حصے پر رکھا جاسکتا ہے۔ جب یہود و ہنود کی شرارتیں معلوم ہوں تو ان کو شکست دیتے ہوئے جلا وطن کرنا درست ہے۔ یہ زمین اللہ اس کے رسول اور مسلمان بندوں کی ہے۔ کفار کو اس زمین پر نہیں چلنے دینا چاہیے۔

## بَابُ الْإِجَارَةِ

## ٹھیکے پر دینے کا بیان

(۱۰۷۷)۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ لِيَمْنَحْهَا(أَخَاهُ) فَإِنْ أَبٰى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ))۔

(۱۰۷۷)۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کی زمین ہو اسے چاہیے کہ اس میں کاشت کرے یا اسے اپنے بھائی کو عطیہ کر دے اگر اس نے انکار کیا تو وہ اپنے پاس رکھے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۴۴۔

**فوائد:** (۱) مقررہ مدت کے لیے زمین کو اجرت پر دینے کو اجارہ کہتے ہیں۔ اس میں اجرت نقد قیمت ہوتی ہے۔

(۲) اگر زمین کو ویسے کسی حاجت مند کے سپرد کر دیا جائے تا کہ وہ اپنی ضروریات کو پورا کر سکے اور کام کر کے بچوں کا پیٹ بھر سکے اور پھر اس سے معاوضہ بھی نہ لیا جائے تو یہ درست ہی نہیں بلکہ احسان اور تعاون بھی ہے۔

(۳) کھیتی باڑی کرنا عمدہ عمل ہے۔

(۴) کوئی عطیہ قبول نہ کرے تو وہ اپنے پاس دوبارہ رکھا جاسکتا ہے۔ عطیہ قبول کرنا چاہیے کسی حکمت کے پیش نظر عطیہ لینے سے کوئی انکار کر دے تو وہ گناہ گار نہ ہوگا لیکن بلاوجہ انکار سے بچنا بہت ضروری ہے۔ عطیۂ زمین میں قبضہ مالک کا ہوتا ہے لیکن مالک ملکیت سمیت بھی عطیہ دے سکتا ہے۔

(۱۰۷۸)۲۔ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ قَالَ: إِنَّ بَعْضَ عُمُوْمَتِهِ أَتَاهُمْ فَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ لِيُزْرِعْهَا أَخَاهُ، وَلَا يُكَارِهَا بِثُلُثٍ وَلَا رُبُعٍ وَلَا بِطَعَامٍ مُسَمًّى))۔

(۱۰۷۸)۲۔ سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ رافع بن خدیج نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کی زمین ہو اسے چاہیے کہ اس میں کاشت کرے یا اس میں اس کا بھائی کاشت کرے، اسے ثلث، ربع، اور نہ ہی مقررہ غلے پر کرائے کے بدلے دے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۴۴۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں جو زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت ہے وہ تنزیہی ہے یعنی بچنا چاہیے۔

(۲) زمین کو کرائے پر دے دیا جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے یعنی کرائے پر دیا جا سکتا ہے۔

(۳) اجرت و کرایہ دیگر معاملات میں بھی ہو سکتا ہے جو کہ جائز ہے۔ بعض دفعہ زمین کے کام پر ہی مزدور حضرات رکھے جاتے ہیں۔

(۴) زمین جو اجرت پر دی جاتی ہے اس میں مالکِ زمین کے لیے صرف اجرت ہی ہوتی ہے اور وہ بھی مقررہ باقی سبھی کچھ کرایہ پر لینے والے کا ہوتا ہے۔

(۱۰۷۹)۳۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا نُخَابِرُ وَلَا نَرَى بِذٰلِكَ بَأْسًا حَتّٰى زَعَمَ رَافِعٌ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْهَا، فَتَرَكْنَاهَا مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ۔

(۱۰۷۹)۳۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں، ہم بٹائی پر دے دیا کرتے تھے اور ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، یہاں تک کہ رافع نے خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا تھا تو ہم نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۴۷۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں ظاہراً تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کرائے پر زمین دینے سے منع قرار دیا ہے لیکن حقیقت میں ایسے نہیں ہے۔ آپ نے تو غلط صورتحال کی بنا پر منع فرمایا تھا نہ کہ کراء ارض سے منع فرمایا۔

(۲) اس حدیث سے رغبت بھی ملتی ہے کہ زمین مفت کسی کو کام کرنے کے لیے دینی چاہیے۔

(۱۰۸۰)٤۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ فَسَأَلْنَاهُ عَنِ الْمُزَارَعَةِ؟ فَقَالَ: زَعَمَ ثَابِتٌ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الْمُزَارَعَةِ، وَأَمَرَ بِالْمُؤَاجَرَةِ، وَقَالَ: ((لَا بَأْسَ بِهَا))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۰۸۰)۴۔ عبداللہ بن سائب سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مغفل کے پاس گئے ہم نے اس سے مزارعت کے بارے میں پوچھا، اس نے کہا کہ ثابت کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزارعت سے منع فرمایا اور اجرت پر زمین دینے کا حکم دیا اور فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۴۹۔

(۱۰۸۱)٥۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ، أَنَّهُ سَأَلَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ، فَقَالَ: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ)) قَالَ، (فَقُلْتُ): أَبَا

(۱۰۸۱)۵۔ مالک نے روایت کیا، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے اس نے حنظلہ بن قیس سے، اس نے پوچھا رافع بن خدیج سے، زمین کے ٹھیکے کے بارے میں تو اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے زمین کو ٹھیکے سے منع فرمایا، کہتے ہیں کہ

الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ؟ قَالَ: أَمَّا بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ فَلَا بَأْسَ بِهِ۔ [لَفْظُ مُسْلِمٍ]۔

میں نے کہا' کیا سونے اور چاندی کے بدلے؟ فرمایا سونے اور چاندی کے بدلے کوئی حرج نہیں۔ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۴۶، ۲۳۴۷۔ مسلم: ۱۵۴۷۔

(۱۰۸۲)٦۔ وَفِي رِوَايَةِ اللَّيْثِ عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ حَنْظَلَةَ [قَالَ]: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كِرَى الْأَرْضِ بِبَعْضِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا...... اَلْحَدِيْثُ))۔

(۱۰۸۲)٦۔ لیث ربیعہ سے اور وہ حنظلہ سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا اس کے بعض حصے کے عوض جو زمین میں سے نکلتا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۴۶، ۲۳۴۷۔

**فوائد:** (۱) مؤاجرہ یہ ہے کہ زمین کا کرایہ چاندی، سونا اور اشیاء کی صورت میں لینا یہ اکثر علماء کے ہاں درست ہے۔

(۲) زمین کی پیداوار سے ہی کچھ لے لینا یہ درست نہیں ہے یعنی غلہ کے بدلے زمین دینا صحیح نہیں ہے۔

(۳) مزارعت اس وقت منع ہے جب بیج کو آمدنی تقسیم کرنے سے پہلے وصول کرنا شرط قرار دیا ہو اور باقی حصہ بعد میں دونوں کے درمیان تقسیم ہو۔

(۴) زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت کے متعلق روایات حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جبکہ کرائے پر دینے کی اجازت بھی ہے تو اس کا حل یہ ہے کہ دو انصاری جھگڑے اور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو ان کو نبی کریم ﷺ نے منع کیا تھا اور ابو داؤد میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے الفاظ موجود ہیں۔ ''میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اس حدیث کا زیادہ جاننے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رافع کو معاف فرمائے۔'' آگے نبی کریم ﷺ کے دو انصاریوں کے متعلق الفاظ بیان فرماتے ہیں: ''اگر تمہاری یہ حالت ہی ہے تو پھر زمین کرائے پر نہ دو'' حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے صرف یہ جملہ سنا کہ ''زمین کرائے پر نہ دو'' یعنی یہ ثابت ہوا کہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے پہلے جملہ پر توجہ نہ دی صرف زمینوں کو کرائے پر نہ دینے والا جملہ سنا اور کہہ دیا کہ زمین کرائے پر دینا منع ہے۔ یہ تو مراد لی جاسکتی ہے کہ کرائے پر دینے سے مفت دینا بہتر ہے۔ ورنہ کلی ممانعت نہیں ہے۔

(۵) ایسی وجوہات جن سے جدل کی فضا کو ترویج ملے تو ان کی بنا پر زمین کرائے پر دینا بھی منع قرار پاتا ہے۔

(۱۰۸۳)۷۔ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيْثٌ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ، وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيْثٌ))۔

(۱۰۸۳)۷۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کتے کی قیمت خبیث ہے فاحشہ کی کمائی خبیث ہے' سینگی لگانے والے کی کمائی خبیث ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵٦۸۔

(۱۰۸٤)۸۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

(۱۰۸۴)۸۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے

قَالَ: ((حَجَمَ النَّبِيَّ ﷺ عَبْدٌ لِبَنِي بَيَاضَةَ، فَأَعْطَاهُ (النَّبِيُّ ﷺ) أَجْرَهُ، وَكَلَّمَ سَيِّدَهُ، فَخَفَّفَ عَنْهُ مِنْ ضَرِيبَتِهِ))۔ وَلَوْ كَانَ سُحْتًا لَمْ يُعْطِهِ النَّبِيُّ ﷺ۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو ایک بنی بیاضہ کے شخص نے پچھ لگائے' نبی کریم ﷺ نے اسے اجرت دی اور اس کے آقا سے بات کی' اس نے اس کے ٹیکس میں تخفیف کر دی۔ اگر اجرت حرام ہوتی تو آپ اسے نہ دیتے۔ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۱۰۲، ۲۲۱۰، ۲۲۷۷، ۲۲۷۹۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں تین طرح کی کمائی کو خباثت کی حامل قرار دیا گیا ہے (ا) کتے کی کمائی (۲) زانیہ کی کمائی (۳) پچھنے لگانے والے کی کمائی۔

(۲) کتے کی مطلقاً فروخت اور اس کی قیمت کھانا جائز نہیں ہے۔ یہ بات زیادہ صحیح ہے۔

(۳) زانیہ کی کمائی بھی حرام کی ہے۔

(۴) حجام کی کمائی میں ناپسندیدگی ہے یعنی اس میں نہی تنزیہی ہے۔ کیونکہ دیگر روایات میں آتا ہے کہ آپ نے سنگینی لگوائی اور اس کی اجرت دی اس سے مراد یہ ہے کہ یہ پیشہ مباح ہے۔ خبیث لفظ سے زیادہ سے زیادہ مراد یہ لی جا سکتی ہے کہ یہ ادنی اور گھٹیا قسم کا شعبہ ہے۔

(۵) کسی مالک کا غلام کسی کا کام کرے تو مالک اپنے غلام کو کہہ سکتا ہے کہ اس کو کچھ رقم چھوڑ دو یہ درست ہے۔

(۱۰۸۵)۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۰۸۵)۹۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے لونڈیوں کی کمائی سے منع فرمایا۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۸۳، ۵۳۴۸۔

(۱۰۸۶)۱۰۔ وَعِنْدَ ابْنِ حِبَّانَ (زِيَادَةٌ): ((مَخَافَةَ أَنْ يَبْغِيْنَ))۔

(۱۰۸۶)۱۰۔ ابن حبان میں یہ الفاظ زائد ہیں اس "اندیشے سے کہ وہ فحاشی کی مرتکب ہوں۔"

**تحقیق وتخریج:** حوالہ گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

**فوائد:** (۱) لونڈیوں کو بدکاری پر لگا کر اور ان کی اجرت لے لے کر کھانا حرام ہے۔

(۲) لونڈیوں کی خریداری اس نیت سے کرنا کہ ان کو بے حیائی کے راستے لگا کر ان کی کمائی کھائے گا تو ایسا کرنا شرعاً منع ہے۔

(۳) اس کے برعکس یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لونڈی خود بدکارہ بن جائے اس کو بیچا جا سکتا ہے اب یہ قیمت حرام نہ ہوگی۔

(۴) احادیث سے یہی سبق ملتا ہے کہ غلام و لونڈیوں سے حسن سلوک سے پیش آیا جائے ان کے حقوق کی رعایت رکھی جائے اور ان کی اچھی تربیت کی جائے بدکاری کے کاموں پر ہرگز نہ لگایا جائے۔

(۱۰۸۷)۱۱۔ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ فِي حَدِيْثٍ لِابْنِ

(۱۰۸۷)۱۱۔ بخاری شریف میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

عَبَّاسٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ))۔

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک زیادہ مستحق جو تم اس پر لیتے ہو اجرت وہ اللہ کی کتاب ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴/ ۵۲۹۔

**فوائد:** (۱) قرآن کے پڑھنے کتابت کرنے' شائع کرنے کے وقت معاوضہ لینا درست ہے۔
(۲) بہترین کمائی یہ ہے کہ جو اللہ کی کتاب پڑھا کر وصول کی جائے۔
(۳) استاذ کو علم و ہنر سکھانے پر تنخواہ دینا درست ہے۔
(۴) اچھی بات تو یہ ہے کہ قرآن کو بلا معاوضہ سکھایا جائے اگر استاذ محتاج ہو تو کچھ لے بھی سکتا ہے۔
(۵) قرآن کو اس نیت سے سیکھنا کہ میں بھاری بھرکم تنخواہیں حاصل کروں گا یہ غلط ہے۔ قرآن کو سیکھنا اور آگے سکھانا فرض ہے۔ قرآن کے استاذ کو روزینہ یا تنخواہ دی جا سکتی ہے۔ جبکہ وہ اپنی ہمہ تن توجہ اور وقت اسی میں صرف کرے۔

## بَابُ الْجِعَالَةِ

## مزدوری کا بیان

(۱۰۸۸)۱۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: اِنْطَلَقَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا (حَتّٰى) نَزَلُوْا عَلٰى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُضِيفُوْهُمْ، فَلُدِغَ سَيِّدُ ذٰلِكَ الْحَيِّ، فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ، لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا (لَعَلَّ أَنْ يَكُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ، فَأَتَوْهُمْ، فَقَالُوْا يَاأَيُّهَا الرَّهْطُ) إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ، وَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنِّيْ وَاللّٰهِ لَأَرْقِيْ وَلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضِيْفُوْنَا، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا [قَالَ]: فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰى قَطِيْعٍ مِنَ الْغَنَمِ۔ فَانْطَلَقَ يَتْفُلُ عَلَيْهِ، وَيَقْرَأُ ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَانْطَلَقَ

(۱۰۸۸)۱۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ کرام کسی سفر میں گئے۔ جاتے جاتے عرب کے ایک قبیلے کے پاس پڑاو کیا اور چاہا کہ اہل قبیلہ ہماری مہمانی کریں' مگر انہوں نے اس سے انکار کر دیا اسی دوران اس قبیلے کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا' ان لوگوں نے ہر قسم کا علاج کیا مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی' کسی نے کہا شاید ان میں سے کسی کے پاس علاج ہو چنانچہ وہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور کہنے لگے اے لوگو! ہمارے سردار کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا ہے اور ہم نے ہر قسم کی تدبیر کی ہے مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا' کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا! اللہ کی قسم جھاڑ پھونک کرتا ہوں لیکن تم لوگوں سے ہم نے اپنی مہمانی کی خواہش کی تھی تو تم نے اسے مسترد کر دیا تو میں بھی تمہارے لیے جھاڑ پھونک نہ کروں گا جب تک تم

يَمْشِيْ وَمَا بِهِ قَلَبَةٌ۔ قَالَ: فَأَوْفُوْهُمْ جُعْلَهُمْ (الَّذِيْ صَالَحُوْهُمْ عَلَيْهِ) فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَقْسِمُوْا، فَقَالَ الَّذِيْ رَقٰى: لَا تَفْعَلُوْا حَتّٰى نَأْتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَنَذْكُرَ الَّذِيْ كَانَ، فَنَنْظُرُ مَا يَأْمُرُ[نَا] قَالَ: فَقَدِمُوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرُوْا لَهُ [ذٰلِكَ] فَقَالَ: ((وَمَا يُدْرِكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟))۔ ثُمَّ قَالَ: ((قَدْ أَصَبْتُمْ، أَقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا، فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

ہمارے لیے اجرت مقرر نہ کرو' آخر انہوں نے چند بکریوں کی اجرت پر ان کو راضی کر لیا' تب صحابہؓ میں سے ایک آدمی گیا اور سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے لگا چنانچہ وہ شخص ایسا صحت یاب ہوا گویا اس کے بند کھول دیئے گئے ہوں اور اٹھ پھرنے لگا' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے کوئی بیماری نہ تھی اور ان لوگوں نے ان کی مقررہ اجرت دے دی' صحابہ آپس میں کہنے لگے اسے تقسیم کر لو لیکن دم کرنے والے نے کہا' ابھی تقسیم نہ کرو! تاوقت کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر اس واقعہ کا تذکرہ نہ کریں اور دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے یہ واقعہ عرض کیا' آپ نے فرمایا: تم کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم ہے؟" پھر فرمایا تم نے ٹھیک کیا اسے تقسیم کر لو بلکہ اپنے ساتھ میرا حصہ بھی رکھو' یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۷۶، ۵۰۰۷، ۵۷۳۶، ۵۷۴۹۔

**فوائد:** (۱) "جعالہ" یہ کسی کام کے عوض میں کچھ دینے کا نام ہے۔ اس کو انعام کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔

(۲) انعام واکرام سے کسی کو نوازنا جائز ہے۔

(۳) اس حدیث سے بھی قرآن' قرآن کی آیات یا دم پر اجرت لینا درست ثابت ہوتا ہے۔ یعنی دم کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ شرعی ہو۔

(۴) عوض مقرر بھی کیا جا سکتا ہے۔ ایک عوض میں کئی افراد مشترک بھی ہو سکتے ہیں۔ معاوضہ نقدی' جانور یا اور دیگر اشیاء کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ ناجائز کام کا عوض بھی ناجائز ہی ہوگا۔

(۵) سورۃ فاتحہ سے دم کرنا درست ہے اور دم کرتے کرتے پھونکنا بھی صحیح ہے۔ مہمان نوازی کرنا ضروری ہے۔

## بَابُ الْمُسَابَقَةِ

## مقابلہ کرنے کا بیان

(۱۰۸۹) ۱۔ رَوٰى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ،

(۱۰۸۹) ۱۔ مالک نے نافع سے روایت کیا اور اس نے

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ قَدْ أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ، وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ، وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضَمَّرْ (مِنَ الثَّنِيَّةِ) إِلٰى مَسْجِدِبَنِيْ زُرَيْقٍ، وَأَنَّ عَبْدَاللّٰهِ (بْنَ عُمَرَ) كَانَ مِمَّنْ سَابَقَ (بِهَا)۔ أَخْرَجَاهُ مِنْ حَدِيْثِهِ۔

عبداللہ بن عمر سے' کہ رسول اللہ ﷺ ان گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کرایا جو مضمر تھے مقام حفیاء سے ان کی باؤنڈری ثنیۃ الوداع اور جو مضمر نہ تھے ان کی دوڑا کرائی ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان میں سے تھے جنہوں نے دوڑ کا مقابلہ کیا تھا۔اس کو شیخین نے اس کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۸۶۹۔

(۱۰۹۰)۲۔ وَفِيْ رِوَايَةِ سُفْيَانَ[عِنْدَ الْبُخَارِيِّ]: ((أَجْرَى الْخَيْلَ الْمُضْمَرَةَ مِنَ الْحَفْيَاءِ إِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ، وَبَيْنَهُمَا سِتَّةُ أَمْيَالٍ، وَمَا لَمْ يُضْمَرْ مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ إِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ وَبَيْنَهُمَا مِيْلٌ (وَكُنْتُ فِيْمَنْ أَجْرٰى))۔ )

(۱۰۹۰)۲۔ بخاری شریف میں سفیان کے حوالے سے روایت میں ہے اور ان دونوں کے درمیان چھ میل کا فاصلہ تھا اور جو گھوڑے تضمیر شدہ نہ تھے وہ دوڑے ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک اور ان کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا' میں بھی ان میں تھا جنہوں نے دوڑ لگائی۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۸۶۸۔

**فوائد:** (۱) گھوڑا دو طرح کا ہوتا ہے مضمر اور غیر مضمر۔ مضمر وہ ہوتا ہے جس کو خوب کھلایا پلایا جائے اور موٹا کیا جائے پھر اس کا کھانا پینا کم کر دیا جائے اور بند کر دیا جائے تا کہ وہ پسینہ بہائے بعد میں اس کا گوشت کم ہو جاتا ہے۔ایسا گھوڑا مضبوط اور دوڑنے کے زیادہ لائق ہوتا ہے۔غیر مضمر وہ ہوتا ہے جو اس طرح کا نہیں ہوتا یعنی عام گھوڑا مراد ہے۔گھوڑوں کو مضمر کرنا درست ہے۔

(۲) گھڑ دوڑ کا اہتمام کرنا اور گھوڑے دوڑانا درست ہے۔

(۳) مضمر گھوڑوں کے دوڑنے کی حد چھ میل ہے اور غیر مضمر کی ایک میل ہے۔

(۴) گھوڑوں کو ناجائز شروط پر دوڑانا اور بھاری بھر کم رقم مقرر کر کے دوڑانا جوا ہے۔

(۵) گھوڑوں اور گھوڑ سواروں کو تربیت دینا جائز ہے۔

(۱۰۹۱)۳۔ (وَعَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ) وَفَضَّلَ الْقُرَّحَ فِي الْغَايَةِ))۔ [أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ]۔

(۱۰۹۱)۳۔ اسی سے روایت ہے ''نبی کریم ﷺ نے گھوڑ دوڑ کرائی اور اول آنے والے کو فضیلت دی ابوداؤد۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔الامام احمد: ۲/ ۱۵۷۔ ابو داؤد: ۲۵۷۷۔

(۱۰۹۲)٤۔ وَعِنْدَ ابْنِ حِبَّانَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا[سَبْقًا) وَجَعَلَ

(۱۰۹۲)۴۔ ابن حبان کے نزدیک ہے نبی کریم ﷺ نے گھوڑ دوڑ کرائی اور دو کے درمیان مسابقت قرار دی اور دو

بَيْنَهُمَا مُحَلِّلًا، وَقَالَ: ((لَا سَبَقَ إِلَّا فِيْ حَافِرٍ أَوْ نَصْلٍ)).

کے درمیان محلل مقرر کیا اور فرمایا: ”نہیں ہے مسابقت مگر کھر یا تیر میں“

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے ابن حبان ۴۶۷۰۔ الامام احمد: ۴/ ۴۷۴۔ ابوداؤد: ۲۵۷۴۔ نسائی: ۶/ ۲۲۶۔ ترمذی: ۱۷۰۰۔ بیہقی: ۱۰/ ۱۶۔

(۱۰۹۳)٥- وَعَنْ نَافِعِ بْنِ أَبِيْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا سَبَقَ إِلَّا فِيْ خُفٍّ، أَوْ حَافِرٍ، أَوْ نَصْلٍ)). وَنَافِعٌ [هٰذَا] عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ أَنَّهُ ثِقَةٌ [وَالْحَدِيْثُ عِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ].

(۱۰۹۳)۵۔ نافع بن ابی نافع سے روایت ہے اور وہ ابونافع سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں ہے مسابقت مگر پاؤں یا کھر یا تیر میں۔“ یہ نافع جو یحییٰ بن معین سے روایت کرتا ہے ثقہ ہے اور یہ حدیث ابوداؤد کے ہاں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ابوداؤد: ۲۵۷۴۔

**فوائد:** (۱) جس کا گھوڑا آگے نکل جائے وہ فضیلت کا اور انعام کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

(۲) ان گھوڑوں کی مشق کا مقصد غالباً یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے لڑنے کے لیے تیار کیے جائیں لیکن اس کے برعکس آج کل کے مقابلے ناجائز ہیں اور جوئے پر مبنی مقابلے ہوتے ہیں ان میں شرکت ممنوع ہے۔

(۳) احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقابلہ بازی گھوڑے اور اونٹ میں جائز ہے۔

(۴) تیسرا داخل ہونے والا محلل ہے۔

(۱۰۹٤)٦- وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ (عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [قَالَ]: ((مَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ (فَرَسَيْنِ) وَهُوَ لَا يَأْمَنُ أَنْ يُسْبَقَ فَلَيْسَ بِقِمَارٍ، (وَمَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ وَقَدْ أَمِنَ أَنْ يُسْبَقَ فَهُوَ قِمَارٌ))). أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ. وَسُفْيَانُ هٰذَا ثِقَةٌ أَخْرَجَ لَهُ مُسْلِمٌ إِلَّا أَنَّهُ قَدِ اسْتُضْعِفَ فِيْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ، وَقَدِ اتَّبَعَهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِرِوَايَةِ سَعِيْدِ بْنِ بَشِيْرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ مُحِيْلًا عَلٰى مَاقَبْلَهُ (بِمَعْنَاهُ) وَسَعِيْدٌ وَثَّقَهُ دُحَيْمٌ.

(۱۰۹۴)۶۔سفیان بن حسین سے روایت ہے وہ زہری سے روایت کرتے ہیں' وہ سعید بن میبّب سے اور وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو داخل کرے ایک گھوڑی دو گھوڑیوں کے درمیان وہ مطمئن نہیں کہ وہ سبقت لے جائے گی تو یہ جوا نہیں اور جو داخل کرے گھوڑی دو گھوڑیوں کے درمیان اور اسے یقین ہے وہ سبقت لے جائے گی تو یہ جوا ہے۔“ اس کو ابو داؤد نے نکالا ہے اور یہ سفیان ثقہ ہے اس کی روایت مسلم نے بھی نکالی ہے مگر یہ زہری کی حدیث بھی ضعیف جانا گیا ہے اور اس کی متابعت ابوداؤد نے سعید بن بشیر عن زہری

کی روایت کے ذریعے کی ہے اور یہ معنی ماقبل پر محال ہے اور سعید بن بشیر کو دحیم نے ثقہ کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف ہے۔ الام احمد: ۲/ ۵۰۵۔ ابوداؤد: ۲۵۷۹۔ ابن ماجة: ۲۸۷۶۔ دار قطنی: ۴/ ۳۰۵۔ بیهقی: ۱۰/ ۲۰۔ حاکم: ۲/ ۱۱۴۔

**فوائد:** (۱) یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا آدمی جو اپنا گھوڑے شرط کے دو گھوڑوں میں شریک کرتا ہے اگر تو اس کو پتہ ہے کہ یہ میرا گھوڑا ان سے آگے بڑھ جائے گا تو یہ جوا ہے ورنہ جوا نہیں ہے۔

## بَابُ إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ

## غیر آباد زمین کو آباد کرنے کا بیان

(۱۰۹۵)۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ((مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ [بِهَا]))۔ قَالَ عُرْوَةُ: قَضَى بِهِ عُمَرُ فِي خِلَافَتِهِ۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۰۹۵)۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ایسی زمین کو آباد کیا جو پہلے کسی کی ملکیت نہ تھی وہ اس کا زیادہ حق دار ہے عروہ نے کہا‘ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں یہی فیصلہ کیا۔ بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۳۵۔

(۱۰۹۶)۲۔ وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ، وَلَيْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ حَقٌّ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

(۱۰۹۶)۲۔ سعید بن زید سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا وہ اسی کی ہوگی اور ظالم رگ کا کوئی حق نہیں۔“ ابوداؤد

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۳/ ۳۰۴، ۳۳۸۔ ترمذی: ۱۳۷۹۔ وقال حسن صحیح۔ ابن حبان: ۱۱۳۹۔

**فوائد:** (۱) زمین کو آباد کرنا جائز ہے۔

(۲) جس نے زمین کو آباد کیا وہ مالک ہے اور کوئی ظالم اس کا حصہ دار نہیں بن سکتا۔

(۳) زمین کو آباد کرنے سے مراد یہ ہے کہ ویران زمین پر کسی نے مکان بنا دیا‘ درخت لگا دیا یا نلکا وغیرہ لگا دیا ہو۔

(۴) کسی ظالم کو یہ حق نہیں ہے کہ محنت کرنے والے کے حق پر قابض ہو۔

(۵) زمین آباد کرتے ہوئے حاکم وقت کا اجازت نامہ پاس ہونا ضروری ہے۔ جبکہ زمین سرکاری ہو۔

(۱۰۹۷)۳۔ وَثَبَتَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: كُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى رَأْسِي۔

(۱۰۹۷)۳۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں زبیر کی زمین سے گٹھلیاں منتقل کرتی تھی وہ جو رسول اللہ ﷺ نے اس کو دی تھی‘ اپنے سر پر۔“

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۱۵۱۔ مسلم: ۳۴۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حاکمِ وقت کسی کو جاگیر جائز ذریعہ سے دے سکتا ہے۔

(۲) حاکمِ وقت جو کسی کو دے گا وہ خمس سے دے گا یا اپنی ذاتی جاگیر سے بھی دے سکتا ہے۔

(۳) بعض مصالح کی بنا پر حکومت کسی کو اراضی دے سکتی ہے۔

(۴) عورت اپنی کھیتی میں کام کر سکتی ہے۔ کام کرنا عیب نہیں ہے۔ عیب یہ ہے کہ غیر محرموں کے ساتھ کندھا لگا کر ان کی کھیتیوں میں کام کیا جائے اس کام کے بھیانک نتائج ہیں اس سے بچنا ضروری ہے۔

(۱۰۹۸)٤۔ وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا حِمٰى إِلَّا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۰۹۸)۴۔ صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چراگاہ تو فقط اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۷۰، ۳۰۱۲۔

(۱۰۹۹)٥۔ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ بِزِيَادَةِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَمَى الْبَقِيْعَ، وَقَالَ: ((لَا حِمٰى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ))۔

(۱۰۹۹)۵۔ حاکم نے کچھ اضافے کے ساتھ روایت بیان کی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بقیع کے بارے چراگاہ تو اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ حاکم: ۲/ ۶۱۔

**فوائد:** (۱) چراگاہ جانوروں کے چرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ چراگاہیں بنانا جائز ہے۔

(۲) ہر فرد کی اپنی بھی چراگاہ ہو سکتی ہے۔ لیکن حکومت بھی اس کا انتظام کرتی ہے جو کہ عام لوگوں کے لیے ہوتی ہے۔ ہر ایک اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

(۳) حکمران ایسی چراگاہ کو اپنے اور اپنے وزیروں کے لیے خاص نہیں کر سکتا۔ بلکہ سبھی کا اس میں حصہ ہے۔

(۴) چراگاہ کا قیام عموماً ایسی جگہ پر کیا جاتا ہے جو کسی فرد کی ملکیت میں نہیں ہوتی بلکہ حکومتی جگہ ہوتی ہے کسی کی جگہ چھین کر بنانا یہ ظلم ہے۔

(۵) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل حکومتی اراضی پر حکمرانوں نے جو مخصوص اپنے لیے پارکیں بنائی ہیں ایسے ہی وزراء کا حال ہے۔ جن میں کسی کو پارکنگ کی اجازت نہیں ہوتی یہ ناجائز طریقے ہیں۔ حکمران وصدور کے ہاتھ جو بھی مال ہے وہ سارا ملک اور پبلک کا ہے اپنی ذاتی ملکیت کے علاوہ باقی کو اپنے لیے مخصوص نہیں کر سکتے۔

(۱۱۰۰)٦۔ وَعَنْ عُرْوَةَ [بْنِ الزُّبَيْرِ]، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ (عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ) فِيْ شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِيْ

(۱۱۰۰)۶۔ عروہ بن زبیر' عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں' اس نے بیان کیا کہ انصار کے ایک شخص نے حضرت زبیر سے نبی علیہ السلام کے ہاں حرہ کے نالوں کے بارہ

يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخلَ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ، فَأَبَى عَلَيْهِ، فَاخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ (لِلزُّبَيْرِ): ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ، فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: أَنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ] فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ احْبِسِ (الْمَاءَ) حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجُدْرِ)) فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَحْسِبُ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (الْآيَةَ) [النساء : ٦٥]- [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]-

میں جھگڑا کیا جن سے لوگ اپنی کھجوروں کو پانی پلاتے تھے انصاری نے کہا پانی جانیں دیں دونوں یہ جھگڑا نبی کریم ﷺ کے پاس لے آئے' نبی کریم ﷺ نے زبیر سے کہا ''اے زبیر اپنی کھیتی کو پانی دو پھر اسے اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' انصاری ناراض ہو گیا اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا جو ہوا رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا پھر فرمایا اے زبیر پانی دو پھر پانی کو روک لو یہاں تک کہ یہ دیواروں تک پلٹ آئے زبیر نے کہا اللہ کی قسم میرا خیال ہے کہ یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی۔ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء ٦٥) متفق علیه

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۵۹، ۲۳۶۰، ۲۳۶۱، ۲۷۰۸، ۴۵۸۰۔

**فوائد:** (۱) وہ فیصلہ جس کو اللہ تعالیٰ کا رسول کر دے اس کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا ضروری ہے۔

(۲) کھیتوں اور درختوں کو دیرپا آباد کرنے والا پانی ہوتا ہے۔ ایسا پانی جو مشترکہ ہو اس کا ہر ایک حصہ دار ہوتا ہے۔ مشترکہ پانی میں کسی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے لیے خاص کرے۔ صرف یہ ہے کہ جیسے جیسے پانی کے قریب زمین ہو اس لحاظ سے سیراب کریں۔

(۳) پانی کے لیے باریاں مقرر کرنا درست ہے۔

(۴) ایسا آدمی جو حکمران کے صحیح فیصلہ پر بھی اعتراض کرے تو حکمران اس کو تعزیزی سزا دے سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ فیصلہ قرآن وسنت کے موافق ہو۔ یعنی توہین عدالت کی سزا درست ہے۔

(۵) اس حدیث میں جو نبی کریم ﷺ نے فیصلہ کیا وہ بحیثیت قاضی اور حکمران کے کیا تھا۔ جس کی تائید میں وحی الٰہی کا نزول ہوا۔

(۱۱۰۱)۷- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَالَ: ((لَا يُقِمْ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ، ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْ مَجْلِسِهِ))۔

(۱۱۰۱)۷۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو نہ کھڑا کرے پھر اس کی جگہ پر وہ بیٹھ جائے'' (یعنی کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر بیٹھنا ممنوع ہے)۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری ۶۲۶۹۔ مسلم: ۲۱۷۷۔

(١١٠٢)٨۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ[وَفِي رِوَايَةٍ: مَنْ قَامَ] مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ، فَهُوَ أَحَقُّ (بِهِ))۔ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

(۱۱۰۲)۸۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب کوئی تم میں سے اٹھے اور ایک روایت میں ہے جو کوئی تم میں سے اپنی مجلس سے اٹھے پھر اس کی طرف واپس آئے تو وہ اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔ ان دونوں روایتوں کو مسلم نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۲۱۷۹۔

**فوائد:** (۱) ان احادیث میں مجلس کے آداب بھی بتائے گئے ہیں اور انسدادِ ظلم کا بھی بندوبست بتایا گیا ہے۔

(۲) وہ آدمی جو ایک جگہ پر بیٹھا ہو وہ اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔ اس پر جبر کر کے اس کو اٹھانا ظلم ہے۔ یہ اس جگہ کی بات ہے جو کہ مشترکہ ہو جیسا کہ مسجد اور سکول میں یہ سبھی کے لیے یکساں ہیں۔

(۳) احترام اور تکریم اسلام کا شعار ہے حتیٰ کہ آدمی اپنی جگہ سے اٹھ جائے اور ضرورت پوری کرنے کے بعد دوبارہ لوٹ آئے تو وہ اپنی پہلی جگہ کا حق دار ہے وہاں بیٹھ سکتا ہے۔

(۴) مجلس میں بیٹھنے والا خود کسی کو جگہ دے دے تو یہ الگ بات ہے۔

(۵) یہ بھی معلوم ہوا کہ مجلس میں جہاں کہیں جگہ مل جائے بیٹھ جانا چاہیے۔ نہ پھلانگنا چاہیے نہ کسی کو اٹھانا چاہیے۔

(١١٠٣)٩۔ وَعَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: ((قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا تَشَاجَرُوا فِي الطَّرِيقِ بِسَبْعَةِ أَذْرُعٍ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۱۰۳)۹۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ سات ہاتھ راستہ چھوڑنے کا اس وقت فیصلہ فرمایا جب لوگ شارع عام کے متعلق باہمی اختلاف کریں۔'' بخاری نے نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۴۷۳۔ مسلم: ۱۶۱۳۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب سڑک وغیرہ بنانی ہو تو سات ہاتھ زمین چھوڑ دی جائے تاکہ وہ گزرگاہ کے طور پر استعمال ہو سکے۔

(۲) اسلام نے ہر ضرورت کو سامنے رکھا ہے تاکہ کسی موقعہ پر مسلمان جنگ وجدال کا محاذ نہ کھول لیں۔

(۳) انتظامی قانون اسلام نے معاشرہ کو فراہم کیے ہیں۔ جن پر کافی حد تک ترقی کا انحصار ہوتا ہے۔

(۴) فراخ راستے رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض دفعہ اژدھام ہو جاتا ہے تاکہ دونوں طرف سے آسانی سے لوگ آ جا سکیں۔

(١١٠٤)١٠۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيْسَ لِلنِّسَاءِ وَسَطُ

(۱۱۰۴)۱۰۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں ہے عورتوں کے لیے

الطَّرِيْقِ))۔ [وَهُوَ] مِنْ حَدِيْثِ مُسْلِمِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ مَرْيَمَ، وَمُسْلِمٌ وُثِّقَ وَضُعِّفَ۔

راستے کا درمیان۔'' یہ مسلم بن خالد عن یزید بن عبداللہ بن ابی مریم کے طریق سے ہے' اور مسلم کی توثیق وتضعیف کی گئی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ ابن حبان: ۱۹۶۹۔ ابو داؤد: ۵۲۷۲۔

**فوائد:** (۱) عورتوں کا راستے کے درمیان چلنا منع ہے اور خلافِ شرع ہے۔

(۲) عورتیں راستے کے ایک کنارے یا طرف پر چلیں۔

(۳) عورتوں کو راستے کے درمیان میں چلنے نہیں دینا چاہیے اور نہ ہی جگہ دینی چاہیے۔

(۴) مرد حضرات سڑک کے کنارے چھوڑ کر چلیں تا کہ عورتوں کو تکلیف نہ ہو۔

(۵) عورتوں کا بغیر کسی عذر کے سڑک کے درمیان چلنا مروت کے خلاف ہے باحیا عورت کے لائق نہیں ہے کہ وہ سینہ تان کر سڑک کے درمیان چلے۔

(۱۱۰۵) ۱۱۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : قَالَ: ((لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ))۔ وَهُوَ مُرْسَلٌ أَسْنَدَهُ الْحَاكِمُ بِذِكْرِأَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فِيْهِ،وَزَعَمَ أَنَّهُ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ،وَلَمْ يُخْرِجَاهُ

(۱۱۰۵) ۱۱۔ مالک نے عمرو بن یحیٰی مازنی سے روایت کیا' اس نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ خود نقصان اٹھائے اور نہ کسی کو نقصان پہنچائے۔ یہ مرسل ہے' اس کی سند حاکم نے ابوسعید خدری کے ذکر کے ساتھ ملائی ہے۔ اور یہ خیال کیا ہے کہ یہ صحیح السند ہے لیکن شیخین نے اس کو نکالا نہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ دار قطنی: ۳/ ۷۷۔ حاکم: ۲/ ۵۷'۵۸۔

**فوائد:** (۱) کسی کو تکلیف دینا جرم ہے۔

(۲) ایک دوسرے کو تکلیف اور ضرر سے محفوظ رکھنا یہی مسلمان ہونے کی اعلیٰ صفت ہے۔

(۳) اس میں یہ اصول بتایا گیا ہے کہ نہ تکلیف دو اور نہ تکلیف میں خود مبتلا ہو۔ یعنی خود بھی تکلیف سے محفوظ رہیں اور اپنے مسلمان بھائی کو بھی تکلیف نہ دیں۔

(۴) کسی نے شراب پی لی ہو تو عدالت کی طرف سے سزا پائی اور ایک مسلمان نے اس کو کوڑے لگائے تو یہ تکلیف کے معنی میں نہیں آتا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاگو سزائیں تکلیف نہیں ہیں بلکہ وہ تو زندگی میں گناہ کا کفارہ ہوتی ہیں۔

(۱۱۰۶) ۱۲۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَحْلِبَنَّ

(۱۱۰۶) ۱۲۔ مالک نے نافع سے روایت کیا' اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَحَدُكُم مَاشِيَةَ أَخِيهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُم أَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهُ، وَتُكْسَرَ خِزَانَتُهُ، فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهُ، فَإِنَّمَا تَخْزِنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيهِمْ))۔

''تم سے کوئی اپنے بھائی کی بکریوں کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوھے کیا تم میں سے کوئی ایک پسند کرتا ہے کہ اس کا مشروب دیا جائے اور اس کا خزانہ توڑ دیا جائے پس اس کا کھانا بکھیر دیا جائے؟ یقیناً ان کے جانوروں کے تھن ان کے لیے ذخیرہ کرتے ہیں۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۴۳۵۔ مسلم: ۱۷۲۶۔

**فوائد:** (۱) وقتِ ضرورت جبکہ کوئی چارہ کار نہ ہو تو کسی کی بکری کا دودھ دوہ کر پیا جا سکتا ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کسی قسم کا نقصان دینا مقصود نہ ہو۔

(۲) بکری والے کو آواز دی جائے۔ مل جائے تو اجازت لے کر ورنہ بقدرے حاجت بغیر اجازت کے بھی دودھ پیا جا سکتا ہے۔

(۳) جانوروں کے تھن اپنے مالکوں کے لیے خزانہ اکٹھا کرتے ہیں۔

(۴) یہ مسلمان کا مسلمان کے ساتھ تعاون ہے کہ اس کی بھوک و پیاس کا خیال رکھے اور مہمان نوازی کرے۔ اگر کوئی بغیر اجازت کے دودھ پی لے جبکہ وہ ضرورت مند اور پیاسا تھا تو مالک کو برا نہیں منانا چاہیے۔

(۵) بلاوجہ کسی کے جانور کا دودھ دوہنا چوری ہے۔

(۱۱۰۷)۱۳۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَتَيْتَ عَلٰى رَاعٍ فَنَادِهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَإِنْ أَجَابَكَ وَإِلَّا فَاشْرَبْ فِيْ (غَيْرِ) أَنْ [لَا] تُفْسِدَ، وَإِذَا أَتَيْتَ عَلٰى حَائِطِ بُسْتَانٍ فَنَادِ [يَا] صَاحِبَ الْبُسْتَانِ، ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَإِنْ أَجَابَكَ وَإِلَّا فَكُلْ فِيْ أَنْ لَا تُفْسِدَ))۔ أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

(۱۱۰۷)۱۳۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم کسی چرواہے کے پاس جاؤ اسے تین مرتبہ آواز دو اگر وہ تجھے جواب دے تو ٹھیک' ورنہ تو دودھ پی لے بشرطیکہ تو خرابی پیدا نہ کرے' جب تو کسی باغ میں جائے تو باغ والے کو تین مرتبہ آواز دے اگر وہ تجھے جواب دے تو ٹھیک' ورنہ تم اس سے کھاؤ بقدر ضرورت بشرطیکہ کہ کوئی خرابی پیدا نہ کرے۔'' ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔'' ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابن ماجة: ۲۳۰۰۔ ابن حبان: ۱۱۴۳۔ بھیقی: ۹/ ۳۵۹۔ حاکم: ۴/ ۱۳۲۔

**فوائد:** (۱) کسی سے تین بار اجازت طلب کی جا سکتی ہے۔

(۲) کسی کو جاتے جاتے بھوک لگ جائے تو راستے پر پڑنے والے باغ سے کچھ توڑ کر کھا سکتا ہے۔ بشرطیکہ نقصان کرنے کی نیت نہ ہو۔

(۳) مالکِ باغ کو تین دفعہ آواز دینا اخلاقی فرض ہے باغ کا مالک آجائے تو خوب اجازت لے کر حاجت کے مطابق کھایا

جا سکتا ہے۔ ورنہ بغیر اجازت کے صرف اتنا کھایا جائے جس سے بھوک رفع ہو جائے۔ ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

(۱۱۰۸)۱٤۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَآءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ))۔

(۱۱۰۸)۱۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گھاس کو روکنے کے لیے ضرورت سے زائد پانی کو نہ روکا جائے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۵۳، ۲۳۵۴، ۶۹۶۲۔ مسلم: ۱۵۶۶۔

(۱۱۰۹)۱۵۔ وَعِنْدَ ابْنِ حِبَّانَ، فِي رِوَايَةِ أَبِي سَعِيْدٍ (مَوْلَى بَنِيْ غِفَارٍ) قَالَ سَمِعْتُ: أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا تَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَآءِ، وَلَا تَمْنَعُوْا الْكَلَأَ، فَيَهْزِلُ الْمَالُ وَيَجُوْعُ الْعِيَالُ))۔

(۱۱۰۹)۱۵۔ ابن حبان میں ابوسعید مولی بنی غفار سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''تم زائد پانی دینے سے منع نہ کرو اور نہ ہی گھاس سے منع کرو، مال تنگ ہو جائے گا اور عیال بھوکے ہو جائیں گے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابن حبان: ۱۱۴۲۔

(۱۱۱۰)۱٦۔ (وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((لَا يُبَاعُ فَضْلُ الْمَآءِ لِيُبَاعَ بِهِ الْكَلَأُ))۔

(۱۱۱۰)۱۶۔ ایک روایت میں ہے ''زائد پانی نہ بیچا جائے کہ اس کی وجہ سے گھاس، بیچا جائے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۶۶۔

**فوائد:** (۱) پانی کو اس نیت سے روکے رکھنا تاکہ گھاس بھی رکی رہے ایسا کرنا غلط ہے۔

(۲) ایسا کنواں جس کو کسی نے کھودا ہو وہ پانی کا حق دار زیادہ ہے۔ جب تک وہ چھوڑ کر چلا نہ جائے۔

(۳) کنواں والے کے یہ لائق ہے کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد پانی کو روکے نہ رکھے یہ منع ہے۔

(۴) جو کسی کی ملکیت میں گھاس ہو وہ تو اس کی ذاتی ہے لیکن وہ گھاس جو عام ہو کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو تو اس پر سبھی کا حق ہے۔ سب اس جگہ پر جانور چرا سکتے ہیں۔ البتہ جس کا کنواں ہے وہ بھی حصہ دار ہے گھاس میں لیکن زائد گھاس سے نہ روکے۔

## بَابُ الْهِبَةِ

## ہبہ کا بیان

(۱۱۱۱)۱۔ رَوَى مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ [عَنْ] مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ (أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ) (عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ) [أَنَّهُ قَالَ]: إِنَّ أَبَاهُ [بَشِيْرًا] أَتٰى بِهِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّيْ نَحَلْتُ ابْنِيْ هٰذَا غُلَامًا [كَانَ

(۱۱۱۱)۱۔ مالک نے ابن شہاب سے، اس نے حمید بن عبدالرحمٰن سے اور اس نے محمد بن نعمان بن بشیر سے اور ان دونوں نے نعمان بن بشیر سے کہ اس کا باپ بشیر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو ایک غلام عطیہ کیا جو میرا تھا: ''رسول اللہ ﷺ نے

لِي]۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ)) قَالَ: لَا۔ قَالَ [رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ] ((فَارْجِعْهُ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]

فرمایا کیا تو نے اپنے ہر بیٹے کو اس جیسا غلام دیا؟'' اس نے کہا نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے بھی واپس لے لے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۸۶۔ مسلم: ۱۶۲۳۔

(۱۱۱۲)۲۔ و (عِنْدَ مُسْلِمٍ) فِيْ رِوَايَةٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: ((اتَّقُوا اللّٰهَ، وَاعْدِلُوْا فِيْ أَوْلَادِكُمْ))۔ فَرَجَعَ أَبِيْ فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ۔

(۱۱۱۲)۲۔ مسلم میں شعبی سے روایت ہے کہا: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو۔'' میرا باپ واپس گیا اور اپنا صدقہ واپس لے لیا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۶۵۰۔ مسلم: ۱۶۲۳۔

(۱۱۱۳)۳۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((قَالَ لَا تُشْهِدْنِيْ إِذًا، فَإِنِّيْ لَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ))۔

(۱۱۱۳)۳۔ ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: ''تب مجھے گواہ نہ بناؤ میں کسی ظلم پر گواہی نہیں دیتا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۶۵۰۔ مسلم: ۱۶۲۳۔

(۱۱۱۴)٤۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((فَأَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِيْ))۔

(۱۱۱۴)۴۔ ایک روایت میں ہے ''اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بناؤ۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۲۳۔

(۱۱۱۵)٥۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ [أُخْرٰى] ((أَفَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَهُ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ؟ قَالَ لَا۔ قَالَ: ((فَلَيْسَ يَصْلُحُ هٰذَا، وَإِنِّيْ لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلٰى حَقٍّ))۔

(۱۱۱۵)۵۔ ایک دوسری روایت میں ہے ''کیا ان تمام کو تو نے اس جیسا عطیہ دیا جو اس کو دیا؟'' کہا نہیں، فرمایا: ''یہ ٹھیک نہیں میں حق کی گواہی دیتا ہوں۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۲۳۔

**فوائد:** (۱) اپنی اولاد کو یا کسی اور کو کوئی چیز دے دینا یہ ہبہ کہلاتا ہے۔ ہبہ بعض دفعہ کلی ہوتا ہے جیسے سارے کا سارا غلام دے دینا اور بعض دفعہ ضروری جیسے کوئی کہے کہ اس ایکڑ کی فصل تیری تو اس میں صرف فصل مراد ہے نہ کہ ایکڑ زمین بھی ملک میں کر دی جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے۔

(۲) اولاد میں سے کسی کو کوئی چیز ہبہ کرنی ہو تو سبھی کو برابر ہبہ کرنی چاہیے۔ یعنی اولاد کے مابین عدل کرنا ضروری ہے۔

(۳) بے انصافی پر گواہ بننا اور بنانا حرام ہے۔ بے انصافی ظلم ہوتا ہے۔

(۴) ہبہ صدقہ کی ایک قسم ہے۔ اس سے مقصد ثواب حاصل کرنا ہوتا ہے۔

ہبہ کسی عوض کی نیت سے کرنا ممنوع ہے۔ البتہ ہبہ قبول کرنے والا اپنی مرضی سے کوئی عوض دے دے تو اور بات ہے۔

(۱۱۱٦)٦۔ وَعَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمُحَارِبِيِّ

(۱۱۱۶)۶۔ طارق بن عبداللہ المحاربی سے ایک طویل

فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ أَتَانِيْ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا، وَقَالَ: أَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَيْكُمْ، وَيَقُوْلُ[لَكُمْ]: ((إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَأْكُلُوْا حَتّٰى تَشْبَعُوْا، وَتَكِيْلُوْا حَتّٰى تَسْتَوْفُوْا...... اَلْحَدِيْثَ))۔ [أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ]

حدیث میں مروی ہے جب عشاء کا وقت ہوا میرے پاس ایک شخص آیا اس نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں آپ تمہارے لیے فرماتے ہیں ''تم سیر ہونے تک کھاؤ اور پورا پورا ناپ کیا کرو۔'' دارقطنی نے اس کو روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ نسائی: ۵/ ۶۱۔ ابن ماجة: ۲۶۷۰۔ دار قطنی: ۳/ ۴۴۔ ۴۵۔ حاکم: ۲/ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں ناپ برابر برابر کرنے کا حکم ہے۔

(۲) اتنا کھانا کہ جس سے بھوک رفع ہو جائے یعنی سیر ہو کر کھانا درست ہے۔

(۳) نظام انہضام کو متاثر کرنے والا کھانا یا اتنا کھائے جانا کہ ہوش نہ رہے جس سے پیٹ خراب ہو جائے۔ درست نہیں ہے راہ اعتدال کو اختیار کیا جائے۔

(۱۱۱۷)۷۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَقِيْءُ، ثُمَّ (يَرْجِعُ) يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ))۔ لَفْظُ الْبُخَارِيُّ (وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)۔

(۱۱۱۷)۷۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے ہبہ واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرتا اور پھر اسے چاٹ لیتا ہے۔'' متفق علیہ اور لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۸۹، ۲۶۲۱، ۶۹۷۰۔ مسلم: ۱۶۲۲۔

(۱۱۱۸)۸۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((مَثَلُ الَّذِيْ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَتِهٖ ثُمَّ يَعُوْدُ فِيْ صَدَقَتِهٖ، كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيْءُ ثُمَّ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ))۔

(۱۱۱۸)۸۔ ایک روایت میں ہے ''مثال اس شخص کی جو صدقہ دیتا ہے پھر اپنے صدقے کو واپس لے لیتا ہے اس کتے کی مانند ہے جو قے کرتا ہے پھر وہ اسے چاٹ لیتا ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** رواہ مسلم: ۱۶۲۲۔

**فوائد:** (۱) ہبہ کو واپس لینا حرام ہے۔

(۲) ہبہ کو واپس لینا قبیح حرکت ہے اور یہ قے کو دوبارہ چاٹ لینے کے مترادف ہے۔

(۳) کتے کی ایک گندی عادت ہے وہ خود قے کرتا ہے اور پھر اسے چاٹ لیتا ہے یعنی وہ شخص جو ہبہ کو دینے کے بعد لے لیتا ہے وہ درندہ وصف انسان کہلانے کا حق رکھتا ہے۔

(۴) قے ایک معدے سے ابھار اٹھتا ہے جو کہ ایسے فضلات پر مشتمل ہوتا ہے جو پیٹ کی خرابی کا باعث بنتے ہیں۔ دل خراب ہو جاتا ہے اور کھانا بغیر ہضم ہوئے منہ کی طرف سے نکل جاتا ہے۔ بعض دفعہ بو بھی آجاتی ہے۔ قے کے بعد بھی اندر کا ماحول بے

ذائقہ ہو جاتا ہے اور کراہت سی آتی رہتی ہے۔

(١١١٩)٩۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُعْطِي عَطِيَّةً، أَوْ يَهَبُ هِبَةً فَيَرْجِعُ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدُ فِيْمَا يُعْطِي وَلَدَهُ...... الْحَدِيثَ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ، ثُمَّ الْحَاكِمُ فِي ((مُسْتَدْرَكِهِ))۔

(١١١٩)٩۔ عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں وہ عطیہ دے یا کوئی چیز ہبہ کرے پھر اسے واپس لے مگر والد جو وہ اپنے بیٹے کو دیتا ہے۔'' اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے پھر حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے۔

**تحقيق وتخريج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ١/ ٢٣٧۔ ابوداؤد: ٣٥٣٩۔ ترمذی: ٢١٣٢۔

**فوائد:** (١) صرف والد کو یہ اتھارٹی حاصل ہے کہ وہ اپنی اولاد کے مابین دیے گئے ہبہ کو واپس لے سکتا ہے۔

(٢) والد اپنی اولاد کو کچھ دے سکتا ہے یعنی باپ کا اپنی اولاد کو کچھ دینا یہ بھی صدقہ ہے۔ اجر کے لحاظ سے بہترین صدقہ وہ ہوتا ہے جس کی ابتداء گھر سے ہو۔

(٣) ہبہ کی جانے والی چیز ایسی ہو جو خود کو بھی عزیز ہو تو ایسا ہبہ بہترین ہوتا ہے۔

(١١٢٠)١٠۔ وَ [عِنْدَهُ] عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا كَانَتِ الْهِبَةُ لِذِي رَحِمٍ مُحَرَّمٍ لَمْ يَرْجِعْ فِيهَا))۔ قَالَ: صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ۔ وَلَيْسَ كَمَا قَالَ، وَلَوْ قَالَ: عَلَى شَرْطِ التِّرْمَذِيِّ كَانَ أَقْرَبَ۔

(١١٢٠)١٠۔ حسن نے سمرہ کے حوالے سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''جب ہبہ کسی رشتہ دار کے نام ہو تو اسے واپس نہ لے۔'' کہا ہے کہ یہ شرط بخاری پر صحیح ہے اور اسی طرح نہیں ہے جس طرح اس نے کہا ہے البتہ اگر وہ کہ یہ کہتا کہ یہ ترمذی کی شرط پر ہے تو یہ زیادہ قریب ہے۔

**تحقيق وتخريج:** حدیث منکر۔ حاکم: ٢/ ٥٢۔ بیہقی: ٦/ ١٨١۔

**فوائد:** (١) ذی الارحام کے سوا باقی حضرات سے ہبہ واپس نہیں لے سکتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔

(٢) یہ حدیث منکر ہے۔ اس میں یہ ہے کہ ذی محرم کو ہبہ کی ہوئی چیز نہیں لی جا سکتی۔

(٣) ہبہ وعطیات وتحائف الفت وانس کی علامت ہیں۔

(١١٢١)١١۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ، وَيُثِيبُ عَلَيْهَا))۔ [أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ]

(١١٢١)١١۔ عائشہ ؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول کر لیتے تھے اور اس کا بدلہ دیا کرتے تھے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

**تحقيق وتخريج:** بخاری: ٢٥٨٥۔

**فوائد:** (۱) تحفہ دینا یا قبول کرنا سنت ہے۔

(۲) تحفہ ملے تو کوشش یہ ہو کہ اس سے بہتر تحفہ لوٹایا جائے۔ اگر گنجائش نہ پا سکے تو پھر تحفہ دینے والے کا شکریہ ادا کر دے اور دعا دے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ گنجائش ہو تو پھر جزاکم اللہ کہنا درست نہیں ہے تب بھی دعائیہ کلمات کا گلدستہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

(۳) وہ تحفہ و ہبہ بہترین ہے جو کہ بغیر کسی عوض کے دیا جائے اور جو محبوب ترین دیا جائے۔

(۴) ہبہ کو قبول کرنا اور ساتھ اقرار کرنا جائز ہے۔

(۱۱۲۲)۱۲۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [قَالَ]: ((مَنْ وَهَبَ هِبَةً فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مَالَمْ يُثَبْ مِنْهَا))۔ [أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ]۔ قَالَ عَبْدُالْحَقِّ: رُوَاتُهُ ثِقَاتٌ۔ لٰكِنَّهُ جَعَلَهُ وَهْمًا۔ وَالصَّوَابُ [عَنِ] ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ قَوْلُهُ۔

(۱۱۲۲)۱۲۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کوئی چیز ہبہ کی وہ اس کا زیادہ حق دار ہے جب تک اس نے اس کا بدلہ نہ لیا۔'' اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور عبدالحق نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس کو وہم ستایا ہے جبکہ صحیح عبداللہ بن عمر سے ہے جو عمر سے اس کا قول نقل کرتے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ دار قطنی: ۳/ ۴۳۔ بیہقی: ۶/ ۱۸۱۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں یہ ثابت ہو رہا ہے کہ عوض کی نیت سے ہبہ جائز ہے۔

(۲) ہبہ مانگ کر نہیں لیا جاتا۔

(۱۱۲۳)۱۳۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَجُلًا أَهْدٰى (إِلٰى) رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِقْحَةً، فَأَثَابَهُ (عَلَيْهَا) بِسِتِّ بَكَرَاتٍ، [قَالَ]: فَسَخِطَهُ الرَّجُلُ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يَعْذُرُنِيْ فِيْ فُلَانٍ؟ أَهْدٰى إِلَيَّ لِقْحَةً فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهَا فِيْ [وَجْهِ] بَعْضِ أَهْلِيْ، فَأَثَبْتُهُ مِنْهَا بِسِتِّ بَكَرَاتٍ فَسَخِطَهُ، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَقْبَلَ هَدِيَّةً: إِلَّا مِنْ قُرَشِيٍّ، أَوْ [أَنْصَارِيٍّ]، أَوْ ثَقَفِيٍّ، أَوْ دَوْسِيٍّ))۔ [أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ، وَصَحَّحَهُ]۔

(۱۱۲۳)۱۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو ایک اونٹنی بطور تحفہ دی تو آپ نے اسے چھ جوان اونٹنیاں بطور تحفہ دیں تو وہ شخص ناراض ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کون مجھے فلاں کے بارے معذور جانے گا؟ میں نے اسے چھ جوان اونٹنیاں دیں تو وہ ناراض ہو گیا اب میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں صرف قریشی، انصاری، ثقفی یا دوسی سے ہدیہ قبول کیا کروں۔'' اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۷۳۵۷۔ ۷۹۰۵۔ ابو داؤد: ۳۵۳۷۔ ترمذی: ۳۹۴۰، ۳۹۴۶۔

**فوائد:** (۱) عوض کی نیت کر کے ہدیہ دینا اچھا نہیں ہے۔

(۲) ہدیہ کے بدلے کوئی ہدیہ دے تو قبول کر لینا چاہیے۔

(۳) ناراضگی کا اظہار کرنا اسی بات پر کہ مجھے ہدیہ میرے ہدیے کی نسبت کم ملا ہے یا زیادہ کی وجہ سے ناراض ہو جانا۔ اس کو نبی کریم ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔

(۴) تحفے کا بدلہ کئی گنا زیادہ بھی دیا جاسکتا ہے۔

(۵) تحفہ لینے اور دینے کے وقت غیر شائستہ فضا پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو تحائف کا حلقہ محدود بھی کیا جاسکتا ہے۔ بعض گھٹیا قسم کے لوگ جن سے بے عزتی یا احسان فراموشی کا خوف ہو ان سے تحفے دینے اور لینے کا سلسلہ روکا بھی جاسکتا ہے۔ اور ان کے تحفے بطریق احسن رد بھی کیے جاسکتے ہیں جبکہ کوئی مصلحت بھی ہو۔

(۱۱۲٤) ١٤ـ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ عَدِيّ (الْجُهَنِيّ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ جَآءَهُ مِنْ أَخِيْهِ مَعْرُوْفٌ مِنْ غَيْرِ سُؤَالٍ وَلَا إِشْرَافِ نَفْسٍ فَلْيَقْبَلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ نُعَيْمٍ اَلْحَافِظُ فِيْ ((مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ)) وَاللَّفْظُ لَهُ۔

(۱۱۲۴) ۱۴۔ خالد بن عدی جہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے پاس اس کے بھائی کی جانب سے کوئی چیز بغیر سوال کے آتی ہے اور بغیر دلی لالچ کے تو وہ اسے قبول کر لے بلاشبہ یہ رزق ہے جو اللہ اس کے پاس چلا لاتا ہے۔'' اس کو حافظ ابو نعیم نے ''معرفۃ الصحابہ'' میں روایت کیا ہے اور لفظ بھی اسی کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۴/ ۲۲۰، ۲۲۱۔ ابن حبان: ۳۳۹۵۔ حاکم: ۲/ ۶۲۔

(۱۱۲٥) ١٥ـ وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِيْ ((مُسْتَدْرَكِهِ)) وَفِيْهِ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ بَلَغَهُ مَعْرُوْفٌ عَنْ أَخِيْهِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ)) وَفِيْهِ: ((فَلْيَقْبَلْهُ، وَلَا يَرُدُّهُ))۔ وَقَالَ: صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

(۱۱۲۵) ۱۵۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے اس میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''جس کے پاس اس کے بھائی کی جانب سے مال آتا ہے بغیر سوال کے تو اسے چاہیے کہ قبول کرے اور اسے رد نہ کرے۔'' اور کہا کہ یہ صحیح السند ہے لیکن شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ حوالہ گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

(۱۱۲٦) ١٦ـ وَأَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ))۔

(۱۱۲۶) ۱۶۔ ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابن حبان: ۵۰۸۶۔

**فوائد:** (۱) کوئی مسلمان بھائی جو چیز دے اس کو قبول کرنا جائز ہے بلکہ اس کو قبول کرنا چاہیے۔

(۲) تندرست ہو کر سوال کرنا بری بات ہے۔

(۳) ایسی چیز جس کا سوال کیا ہو نہ لینے کی نیت کی ہو وہ مل جائے تو اس کو رد نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا

ہوا رزق ہوتا ہے۔

(۴) ہر طرح کی کی جانے والی نیکی کو قبول کرنا چاہیے حقیر نہیں جاننا چاہیے۔

(۵) اس سے مراد تحفہ وہدیہ ہے نہ کہ یہ مراد ہے کہ زکوٰۃ کا مال ہو پتہ بھی ہو تندرست اور صاحب حیثیت ہونے کے باوجود قبول کرلے اور کھالے۔ ایسے ہی کوئی آ کر کسی کی کام میں مدد کرادے تو یہ بھی نیکی ہے اس کو قبول کرنا چاہیے۔

(۱۱۲۷)۱۷۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۱۲۷)۱۷۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمام عمر کے لیے عطا کردہ شی نافذ ہونے والی ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۶۲۶۔ مسلم: ۱۶۲۶۔

**فوائد:** (۱) کسی کو اپنا زندگی بھر مکان، باغ وغیرہ دے دینا عمریٰ کہلاتا ہے۔ یہ جائز ہے۔

(۲) یہ بھی ایک ہبہ اور صدقہ ہے صرف فرق یہ ہے کہ یہ ایام زندگی تک ہوتا ہے۔

(۳) عمریٰ بلا اختلاف جائز ہے۔ عمریٰ لینے والا واپس نہ کرے یا اس کی نیت کا پتہ چل جائے تو پھر جائز نہیں ہے۔ جبکہ شرط یہ طے ہو کہ یہ عمریٰ تیرے لیے اور تیری اولاد کے لیے زندگی بھر کے لیے ہے جب تو مرا تو یہ مجھے واپس کیا جائے گا۔

(۴) کسی آدمی نے عمریٰ دیا بطور ہبہ تو پھر چیز عمریٰ کر کے دینے والے کو واپس نہ ملے گی پھر جس کو چیز عمریٰ کے طور پر دی گئی ہے اس کی ہو جائے گی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں میں تقسیم ہو جائے گی یعنی وہ وراثت بن جائے گی۔

(۱۱۲۸)۱۸۔ وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَمْسِكُوْا عَلَيْكُمْ أَمْوَالَكُمْ وَلَا تُفْسِدُوْهَا، فَإِنَّهُ مَنْ أَعْمَرَ عُمْرٰى فَهِيَ لِلَّذِيْ أُعْمِرَهَا حَيًّا وَمَيِّتًا، وَلِعَقِبِهِ))۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۱۱۲۸)۱۸۔ ابوزبیرؒ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنا مال اپنے پاس روکے رکھو اس کو خراب نہ کرو لیکن جس شخص نے کسی کو مال کا عطیہ دیا وہ عطیہ اس شخص کا ہے جس کا دیا گیا ہے جب تک کہ وہ زندہ ہے اور اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے ورثا کو ملے گا۔'' اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۲۵۔

(۱۱۲۹)۱۹۔ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: ((إِنَّمَا الْعُمْرٰى الَّتِيْ أَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَقُوْلَ هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ۔ فَأَمَّا إِذَا قَالَ: هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ، فَإِنَّهَا تَرْجِعُ إِلٰى صَاحِبِهَا))۔ قَالَ مَعْمَرٌ: وَكَانَ الزُّهْرِيُّ يُفْتِيْ بِهِ۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]

(۱۱۲۹)۱۹۔ ابوسلمہؒ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے کہ جس عطیے کو رسول اللہ ﷺ نے نافذ کیا وہ یہ ہے کہ عطیہ کرنے والا کہے کہ یہ جائیداد تیرے اور تیرے بعد آنے والوں کے لیے ہے، لیکن جب وہ یہ کہتا ہے کہ یہ جائیداد تیرے لیے ہے جب تک تو زندہ رہے تو وہ اس کے اصل مالک کی

طرف لوٹ آئے گی۔ معمر کہتے ہیں کہ زہری اس پر فتوی دیا کرتے تھے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۲۵۔

(۱۱۳۰)۲۰۔ وَعَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تُرْقِبُوْا، وَلَا تُعْمِرُوْا، فَمَنْ أَعْمَرَ شَيْئًا، أَوْ أَرْقَبَ فَهُوَ لَهُ))۔

(۱۱۳۰)۲۰۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم عمر بھر کے لیے ہبہ یا عمر بھر کے لیے عطیہ نہ کرو۔ پس جس نے عمر بھر کے لیے ہبہ کیا یا عمر بھر کے لیے عطیہ دیا وہ اس کے لیے ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۳۵۵۶۔ نسائی: ۶/ ۲۷۳۔ ابن حبان: ۵۱۰۶۔ بیہقی: ۶/ ۱۷۵۔

(۱۱۳۱)۲۱۔ وَفِيْ رِوَايَةِ [مَالِكٍ]: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَيُّمَا رَجُلٍ أَعْمَرَ عُمْرٰى لَهُ وَلِعَقِبِهِ فَإِنَّهَا لِلَّذِيْ أُعْطِيَهَا، لَا تَرْجِعُ إِلَى الَّذِيْ أَعْطَاهَا، لِأَنَّهُ أَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيْهِ الْمَوَارِيْثُ))۔

(۱۱۳۱)۲۱۔ مالک کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو عمر بھر کے لیے عطیہ دیا اور اس کے ورثاء کو تو وہ عطیہ اس کا ہوگا جس کو دیا یہ اس کی طرف نہیں لوٹے گا جس نے دیا، اس لیے کہ جس نے کوئی عطیہ دیا اس میں وراثت واقع ہو جاتی ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۲۵۔

**فوائد:** (۱) بعض دفعہ عمریٰ میں مال کی بربادی ہو جاتی ہے جس سے ورثاء محروم ہو جاتے ہیں لہٰذا کوشش یہ کی جائے کہ عمریٰ نہ دیا جائے۔

(۲) عمریٰ بھی ایک ہبہ ہے جس کو یہ کہا جاتا ہے اس سے مخاطب ہو کر یہ کہا جاتا ہے کہ میں نے یہ چیز تجھے زندگی بھر کے لیے دے دی۔

(۳) جس آدمی کے لیے عمریٰ کیا گیا اس کی اولاد بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔

(۴) عمریٰ اس کے لیے ہے جس کے لیے کیا گیا اب ہبہ کرنے والا زندگی بھر اس کو طے نہیں سکتا۔ اس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ واہب کہتا ہے کہ یہ چیز تیرے لیے زندگی بھر ہے۔ اگر عمریٰ کا حامل آدمی مر گیا تو وہ چیز واپس لوٹا دی جائے گی۔ جبکہ واہب نے یہ کہا ہو کہ تیرے مرنے کے بعد یہ میری اولاد کو واپس آ جائے گا۔

(۵) عمریٰ میں وراثت چل پڑتی ہے۔ واہب اس کو واپس نہیں لے سکتا۔ جبکہ واہب نے کہا ہو کہ یہ تیرے اور تیری اولاد کے لیے ہے، عمریٰ واپس لینا شرعاً ناجائز ہے۔

(۱۱۳۲)۲۲۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَصُمِ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا

(۱۱۳۲)۲۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت کا خاوند موجود ہو وہ اس کی

شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلَا تَأْذَنُ فِيْ بَيْتِهِ وَهُوَ شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ كَسْبِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ، فَإِنَّ نِصْفَ أَجْرِهِ لَهُ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ] وَسَيَأْتِيْ حَدِيْثٌ لِأَبِيْ أُمَامَةَ فِيْ بَابِ الْوَصِيَّةِ۔

اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے اور نہ اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو آنے دے اور جو کچھ اس نے اس کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کیا خاوند کو نصف ثواب ملے گا۔'' متفق علیہ۔ ''باب الوصیۃ'' میں یہ ابو امامہ کی حدیث عنقریب آئے گی۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۹۲، ۵۱۹۵۔ مسلم: ۱۰۲۶۔

**فوائد:** (۱) شوہر کے حقوق ادا کرنا فرض ہے۔ فرضی عبادات کے برعکس نفلی عبادات کے مقابلہ میں شوہر کے حقوق کو اول درجہ حاصل ہے۔

(۲) عورت نفلی روزہ رکھ سکتی ہے نہ کسی کو گھر آنے کی اجازت دے سکتی ہے۔ اور نہ ہی کچھ دے سکتی ہے مگر اپنے خاوند کی اجازت سے۔ نفلی روزے سے خاوند منع کرے اس کے باوجود عورت روزہ رکھے تو یہ نیکی نہیں ہے الٹا نافرمانی ہے۔

(۳) عورت کا ذاتی مال ہو تو حکمت اس میں ہی ہے کہ خرچ کرتے وقت عورت اپنے خاوند سے مشورہ کر لے۔ اس سے نفرت کا خلا پیدا نہیں ہوتا۔

(۴) اگر خاوند کا مال ہو تو اس کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے اور حفاظتِ مال کو مدنظر رکھتے ہوئے عورت اپنے خاوند کے مال سے کچھ صدقہ کر سکتی ہے تھوڑے سے مال میں اور وہ بھی صدقہ وخیرات کی نیت سے اسراف کا کوئی حرج نہیں۔ اس میں خاوند کی اجازت کے بغیر بھی کام چل جاتا ہے۔ البتہ ایسا صدقہ یا خرچ جس سے خاوند کا مال کافی حد تک متاثر ہو خاوند کے مال کی خرابی کی نیت ہو یا خاوند کا مزاج کچھ اور طرح کا ہو تو پھر اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتی۔

(۵) ایسا خاوند کا مال جو اللہ کے راستے صرف ہوا اور ہوا بھی اس کی اجازت کے بغیر تو اس میں عورت کو اور خاوند کو یکساں طور پر ثواب ملتا ہے۔

(۱۱۳۳)۲۳۔ وَرَوَى مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ[ابْنَ الْخَطَّابِ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: ((لَا تَبْتَعْهُ، وَلَا تَعُدْفِيْ صَدَقَتِكَ))۔ لَفْظُ (رِوَايَةِ) مُسْلِمٍ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ۔

(۱۱۳۳)۲۳۔ نافع سے اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں گھوڑا دیا' آپ نے دیکھا کہ اسے بیچا جا رہا ہے تو آپ نے اسے خریدنے کا ارادہ کر لیا اس کے بارے میں (رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''آپ نے فرمایا! اسے نہ خریدو اپنا صدقہ واپس نہ لو۔'' اس طریق سے یہ مسلم کی روایت کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۴۷۱، ۲۹۷۔ مسلم: ۱۶۲۱۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں کسی صدقہ کی ہوئی چیز کو دوبارہ خریدنے کی ممانعت بیان ہوئی۔ یہ ممانعت تنزیہی ہے۔

(۲) صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی ممانعت اس لیے ہے تا کہ بیچنے والے میں لچک نہ واقع ہو جائے اور وہ صدقہ کرنے والے کا لحاظ رکھتے ہوئے خسارہ نہ اٹھا بیٹھے۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ چیز صدقہ کر کے دوبارہ اس کو اسی نیت سے خریدنا کہ میں نے چیز صدقہ کی ہے لہٰذا مجھے یہ چیز بارعایت مل جائے گی یہ درست نہیں ہے۔ یعنی فریقین میں سے کسی ایک کا دوسرے کو خسارہ دینا' خسارے کی نیت کرنا یا ایسا عمل کرنا جس سے فریق ثانی کو خسارہ مل سکتا ہے منع ہے۔ یہ صدقہ کو واپس لینے کے مترادف ہے۔

(۴) البتہ چیز کا صدقہ کرنے والا وہ قیمت دے جو لگ چکی ہے اور قیمت میں متوقع کمی نہ کرے تو پھر جائز ہے کیونکہ اس میں فریق ثانی کو خسارہ نہیں ہے جس قیمت پر کسی تیسرے کو فروخت کرنا تھا اسی پر ہی اس کو دے دی۔

(۵) صدقہ کرنے والا یہ دیکھے کہ یہ چیز تو اچھی ہے اور سستے داموں آدمی بیچ رہا ہے۔ جبکہ مجھے یہ پسند ہے، اس صورت میں وہ دوسروں کی بجائے کچھ روپے اوپر دے کر خرید لے تو یہ عمدہ احسان سے کم نہیں ہے۔

(١١٣٤)٢٤۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قُلْنَا لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَقْرُوْنَا، فَمَا تَرَى فِيهِ؟ فَقَالَ لَنَا: ((إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوْا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوْا، فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ)۔

(۱۱۳۴)۲۴۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی آپ ہمیں بھیجتے ہیں ہم ایک ایسی قوم کے پاس جاتے ہیں جو ہماری مہمان نوازی نہیں کرتے' آپ کی اس میں کیا رائے ہے؟ آپ نے ہمیں ارشاد فرمایا: ''اگر تم کسی قوم کے پاس پڑاو کرو وہ تمہارے لیے اس طرح پیش آئیں جس طرح مہمان کے لیے لائق ہوتا ہے تو تم قبول کر لو اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے مہمانی کا حق وصول کرو۔'' متفق علیہ اور لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ بخاری: ۲۴۶۱' ۶۱۳۷۔ مسلم: ۱۷۲۷۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں مہمان کے حق کو بیان کیا گیا ہے۔ مہمان نوازی کرنا یہ مسلمان پر ایک حق ہے۔

(۲) عرب کا قاعدہ تھا کہ مہمان نوازی کا حق نہ ملے تو خود لے لیتے تھے یہ انداز ابتدائے اسلام میں تھا یعنی پاس آئے مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا ضروری تھا۔ یہ آج بھی واجب العمل ہے اگر چہ جگہ جگہ ہوٹلوں کا انتظام ہے۔

(۳) جو مہمان نوازی کے وصف سے خالی ہے گویا کہ وہ ایمان سے خالی ہے۔

(۴) حدیث کا مطلب یہی ہے کہ مہمان نوازی کرنا واجب ہے۔

## بَابُ اللُّقْطَةِ

## گری ہوئی چیز کا بیان

(١١٣٥)١۔ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ، قَالَ: قَالَ

(۱۱۳۵)۱۔ عیاض بن حمار سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنْ وَجَدَ (اللُّقَطَةَ) فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ، أَوْ ذَوَیْ عَدْلٍ، وَلَا يَكْتُمْ، وَلَا يُغَيِّبْ، فَإِنْ وَجَدَ صَاحِبَهَا فَلْيَرُدَّهَا عَلَيْهِ، وَإِلَّا فَهُوَ مَالُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ)). أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کوئی گری ہوئی چیز پائی تو وہ کسی عدل و انصاف والے کو گواہ بنائے یا دو گواہ بنالے نہ اسے چھپائے نہ غائب کرے اگر اس کا مالک مل جائے تو وہ اسے لوٹا دے اگر نہ ملے تو وہ اللہ کا مال ہے اللہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۴/ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ابوداؤد: ۱۷۰۹۔ ابن ماجۃ: ۲۵۰۵۔ بیہقی: ۶/ ۱۹۳۔ ابن حبان: ۱۱۶۹۔

**فوائد:** (۱) گری پڑی چیز کو اٹھانا درست ہے۔ گری پڑی چیز جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو وہ لقطہ ہے۔

(۲) حالات نے کچھ اس طرح کا کایا پلٹا ہے کہ آج گری چیز کو اٹھانا گویا کہ اپنے آپ کو تھانے کے بد اخلاق عملہ کے حوالے کرنا ہے۔ آج کل جان بوجھ کر چیز کو راستے پر گرادیا جاتا ہے اور خود گرانے والا گھات لگا کر بیٹھ جاتا ہے۔ گزرنے والا جونہی چیز اٹھاتا ہے اس کو طرح طرح کی باتیں سناتے ہوئے مارنا شروع کر دیتا ہے اور الزام لگاتا ہے۔ جبکہ اس کی نیت چیز کو متعارف کروانے کی تھی۔ بایں صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے گری چیز کو اٹھانے سے اجتناب بھی کیا جاسکتا ہے۔

(۳) گری پڑی چیز اٹھانے والے پر حق یہ ہے کہ وہ چیز پر عادل گواہ بنالے، چھپائے نہ غائب کرے، اعلان کرنے کی صورت میں اس چیز کا مالک مل جائے تو دے دے ورنہ وہ چیز خود رکھ سکتا ہے۔ وہ مالک بن جائے گا اور چیز اس کے پاس امانت ہوگی۔

(۴) گرا پڑا مال بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد بھی ہوتا ہے۔

(۵) کسی گری چیز کو اپنے پاس رکھنا جبکہ اس کا مالک نہ ہو جائز ہے ایسی چیز جو معمولی ہو جس کو اتنا محسوس بھی نہ کیا جاتا ہو تو اس کا اعلان کرنا ضروری نہیں اس کو کھایا جاسکتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا درست ہے۔

(۱۱۳۶)۲۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ(الْجُهَنِيِّ) قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ؟ فَقَالَ: ((إِعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِلَّا فَشَأْنُكَ بِهَا)). قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: ((هِيَ لَكَ، أَوْلِأَخِيْكَ، أَوْ لِلذِّئْبِ)). قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا

(۱۱۳۶)۲۔ مالک نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے روایت کیا اس نے یزید منبعث کے غلام سے روایت کیا اس نے زید بن خالد جہنی سے روایت کیا' کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے آپ سے گری ہوئی چیز کے بارے میں پوچھا؟ آپ نے فرمایا: ''اس کی تھیلی اور تسمے کی پہچان کرلو پھر سال بھر اعلان کروا گر اس کا مالک آ جائے تو اسے دے دو ورنہ وہ چیز تیری' اس نے کہا گم شدہ بکری کے بارے میں؟ آپ نے فرمایا: ''وہ تیری ہے

وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا))۔ اِتَّفَقَا عَلَيْهِ مِنْ حَدِيْثِ مَالِكٍ، وَهٰذِهِ رِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ۔

یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیئے کی" اس نے کہا گم شدہ اونٹ کے بارے میں؟ آپ نے فرمایا: "تجھے اس سے کیا؟ اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ اور پاؤں ہیں وہ پانی پر وارد ہوتا ہے' درخت کھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا مالک اس سے ملے گا۔" مالک یک حدیث سے اتفاق کیا ہے اور یہ روایت بخاری کی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۴۲۹۔ مسلم: ۱۷۲۲۔

(۱۱۳۷)۳۔ وَرَوَاهُ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ رَبِيْعَةَ، عِنْدَ مُسْلِمٍ وَفِيْهِ:((عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَ هَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا))۔ وَفِيْهِ: فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: ((خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ، أَوْ لِأَخِيْكَ، أَوْلِلذِّئْبِ))۔

(۱۱۳۷)۳۔ اسماعیل بن جعفر نے ربیعہ سے روایت کیا' مسلم شریف میں ‌!اس میں یہ حکم ہے کہ اس کا سال بھر اعلان کرو پھر اس کی تھیلی اور تسے کی پہچان کر لو پھر اسے خرچ کرو اور اس میں یہ حکم بھی ہے اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ گم شدہ بکری؟ آپ نے فرمایا: "اس کو پکڑلو وہ یا تو تیری ہے یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیے کی۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۶۳۶۔ مسلم: ۱۷۲۲۔

(۱۱۳۸)٤۔ وَفِيْ رِوَايَةِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ رَبِيْعَةَ [عِنْدَهُمَا]: ((فَإِنْ لَمْ يَجِئْ صَاحِبُهَا كَانَتْ وَدِيْعَةً عِنْدَكَ))۔

(۱۱۳۸)۴۔ سلیمان بن بلال' ربیعہ سے روایت کرتے ہیں "اگر اس کا مالک نہ آئے تو وہ تیرے پاس امانت ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۴۲۸۔ مسلم: ۱۷۲۲۔

(۱۱۳۹)٥۔ وَفِيْ رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ يَزِيْدَ[عِنْدَ الْبُخَارِيِّ]، سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ اللُّقْطَةِ الذَّهَبِ أَوِ الْوَرِقِ؟ فَقَالَ: ((اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَ هَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ لَمْ تَعْرِفْ [صَاحِبَهَا] فَاسْتَنْفِقْهَا، وَلْتَكُنْ وَدِيْعَةً عِنْدَكَ))۔

(۱۱۳۹)۵۔ بخاری شریف میں یحییٰ بن سعید' یزید سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا سونے' چاندی گرے پڑے ہوں تو کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا: "اس کی تھیلی اور تسمہ پہچان لو پھر سال بھر اعلان کرو اگر تجھے ان کا مالک نہ ملے تو اسے خرچ کر لو یہ تیرے پاس امانت ہوگی۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۴۲۸۔ مسلم: ۱۷۲۲۔

(١١٤٠)٦۔ وَفِي رِوَايَةِ حَمَّادِ بْنِ سَلْمَةَ عِنْدَ مُسْلِمٍ: ((فَإِنْ جَآءَ صَاحِبُهَا فَعَرَّفَ عِفَاصَهَا وَ عَدَدَهَا وَوِكَائَهَا فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ، وَإِلَّا فَهِيَ لَكَ))۔

(۱۱۴۰)٦۔مسلم شریف میں حماد بن سلمہ سے مروی ہے ''اگر اس کا مالک آ جائے وہ پہچان لے اس کی تھیلی اور تعداد اور تسمہ ڈوری وغیرہ کو تو اس کو دے دو ورنہ وہ چیز تمہاری ہوگی۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۲۲۔

(١١٤١)٧۔ وَعِنْدَهُ أَيْضًا مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ، وَزَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، وَحَمَّادِ بْنِ سَلْمَةَ، عَنْ سَلْمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ فِي حَدِيثٍ آخَرَ: ((فَإِنْ جَآءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعَدَدِهَا وَوِعَائِهَا وَوِكَائِهَا، فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ))۔

(۱۱۴۱)۷۔مسلم شریف میں ہے سفیان' زید بن ابی انیسہ' حماد بن سلمہ' سلمہ بن کہیل سے ایک دوسری حدیث میں بیان کرتے ہیں ''اگر کوئی تیرے پاس آتا ہے اور وہ آ کر بتاتا ہے اس کی تعداد' اس کا برتن اور ڈوری تو تم وہ اسے دے دو۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۴۲۶' ۲۴۳۷۔ مسلم: ۱۷۲۳۔

(١١٤٢)٨۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((وَإِلَّا فَهِيَ كَسَبِيلِ مَالِكٍ))۔

(۱۱۴۲)۸۔ایک روایت میں ہے ''مگر آنکہ وہ مالک کی مانند ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۲۳۔

**فوائد:** (۱) ایسی چیز جو قیمتی ہو اس کا ایک سال تک اعلان کرنا ضروری ہے۔

(۲) ایک سال کے اندر چیز کا مالک آ جائے تو نشان بتا کر اپنی چیز لینے کا حق رکھتا ہے البتہ ایک سال کے ختم ہونے کے بعد اس چیز سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے یہ جائز ہے۔گری پڑی کو اٹھانے والے کو یہ نیت کرنی چاہیے کہ سال کے بعد بھی کوئی آ گیا تو اس کو یہ چیز دوں گا۔اس صورت میں یہ طریقہ ہوگا کہ چیز کو شمار کرلے اور پھر اپنے استعمال لگالے۔جب سال بھر کے بعد اس کا مالک آ جائے اور نشانیاں بھی بتادے تو اس کو اپنی جیب سے واپس کرے۔البتہ جو اس نے انتفاع لیا وہ مباح قرار پائے گا اس کا کوئی معاوضہ نہ ہوگا۔گری پڑی چیز ایک طرح کی امانت ہوتی ہے۔

(۳) گم شدہ جانور مل جائے تو اس کو پکڑ لینا چاہیے ورنہ وہ ضائع ہو جائے گا یعنی اس حدیث میں لقطہ کو اپنے قبضہ میں لے لینے کی ترغیب ہے۔

(۴) ایسا جانور جو خودار ہو' اپنے کھانے' پینے کا انتظام کرلیتا ہو کسی کا محتاج نہ ہو اور دفاع بھی کرسکتا ہو تو اس کو اس کے حال پر چھوڑا جاسکتا ہے۔اس کو پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اعلان کرنے کی ضرورت ہے۔

(۵) اپنی چیز کی شناخت کروانا اور نشانیاں بتانا ضروری ہے۔لقطہ کو لینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی کے طلب کرنے پر اس سے نشانیاں طلب کرے اگر واقعی وہ مالک ہو تو گواہوں کی موجودگی میں چیز واپس کرے۔اس سے ہر طرح کا جھگڑا ختم

ہو جاتا ہے۔

(٦) ان مذکورہ احادیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کا یہ وصف ہے کہ وہ امانت دار' خیر خواہ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوتا ہے۔ کسی کے مال پر مستقل طور پر قابض نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی پر ظلم کرتا ہے کسی کی چیز کو بغیر شرط پوری کیے واپس کرتا ہے ایسے ہی بغیر شرط پوری کیے گری چیز کو دبا جانا' کھا جانا پی جانا اور طلب کرنے پر نہ دینا یہ ایک ظالم کا وصف ہے جو کہ اس بات پر دال ہے کہ اس کے دل میں خوفِ خدا نہیں اور یہ حرام خوری کا دلدادہ ہے۔

(١١٤٣) ٩- وَرَوَى أَبُوْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ) عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ؟ فَقَالَ: ((مَنْ أَصَابَ بِفِيْهِ مِنْ ذِيْ خَلَّةٍ غَيْرُ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَمَنْ خَرَجَ بِشَيْءٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوْبَةُ، وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِيْنُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ، فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ))۔

(١١٤٣) ٩- ابوداؤد نے عمرو بن شعیب کے حوالے سے روایت کیا اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا اس پھل کے بارے میں جو درخت سے لٹکا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جو ضرورت سو شخص درخت سے پھل اتارے اور اسے ساتھ نہ لے جائے اس پر کوئی مواخذہ نہیں اور جو اپنے ساتھ لے چلا اس پر دوگناہ جرمانہ ہوگا اور سزا الگ دی جائے گی جس نے اس میں سے کچھ چوری کیا ڈھیر میں آ جانے کے بعد اور پھل کی قیمت ڈھال کی قیمت کے برابر پہنچ جائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔''

**تحقیق تخریج:** حدیث حسن۔ ابوداؤد: ١٧١٠۔ ٤٣٩٠۔ نسائی: ٨/ ٨٥۔ ترمذی: ١٢٨٩۔

**فوائد:** (١) کسی کی ملکیت میں پڑے محفوظ مال کو لینا چوری ہے۔ اس پر تاوان بھی ہے اور ڈھال کی قیمت کے برابر پہنچ جانے کی صورت میں قطع ید بھی ہے۔

(٢) مسافر حاجت مند اپنی بھوک کے مطابق راستے پر پڑنے والے باغات سے کچھ کھا سکتا ہے جس سے اس کی حاجت رفع ہو جائے۔ ساتھ لے جانا حرام ہے۔ یہاں سے مراد وہ مسافر ہے جو کھانے کو کچھ نہ پا سکے یعنی اشد مجبوری کے وقت ایسا کیا جا سکتا ہے۔

(٣) ہاتھ کاٹنا یہ ایک حد ہے جو کہ نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ اس کا انکار کرنا یا لاگو نہ کرنا جرم عظیم ہے۔

(٤) باغ کے درختوں کے نیچے گرے پھل کھائے جا سکتے ہیں۔

(٥) ایسا مال کا ڈھیر جو محفوظ کیا گیا ہو اس سے اگر کوئی کچھ اٹھا لے جبکہ اٹھائے گئے مال کی قیمت ڈھال کی قیمت کے برابر ہو تو پھر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ درختوں پر لگے پھل کو ساتھ لے جانے پر سزا بھی ہوگی اور ڈبل تاوان بھی ہو سکتا ہے۔

(١١٤٤) ١٠- وَفِيْهِ: وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ؟ فَقَالَ: ((مَا كَانَ مِنْهَا فِيْ الطَّرِيْقِ الْمِيْتَاءِ ، وَالْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ، فَعَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ طَالِبُهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَأْتِ فَهِيَ لَكَ، وَمَا كَانَ فِيْ الْخَرَابِ يَعْنِيْ فَفِيْهَا وَفِيْ الرِّكَازِ الْخُمُسُ))۔ رَوَاهُ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، (عَنْ عَمْرٍو)۔

(۱۱۴۴)۱۰۔اس میں ہے کہ پوچھا گیا گری پڑی چیز کے بارے میں؟ تو فرمایا: ”جو چیز شاہراہ یا بڑی بستی سے ملے تو ایک سال تک اس کا اعلان کراؤ' اگر اس کا طالب آ گیا تو اسے دے دو اگر نہ آئے تو وہ چیز تیری ہے اور جو ویرانے سے ملے مراد اس میں اور کان میں پانچواں حصہ ہوگا۔ اس کو روایت کیا ہے محمد بن عجلان کی حدیث سے عمرو کے طریق سے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ ابوداؤد: ۱۷۱۰۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ راستے یا بستی سے ملنے والی چیز کا سال بھر اعلان کیا جائے یہاں تک کہ اس چیز کا مالک آ جائے۔ مالک نہ آئے تو وہ اٹھانے والے کی چیز ہے اس سے انتفاع جائز ہے۔

(۲) دفینے میں خمس ہے۔ یعنی ویرانے سے ملی چیز سے پانچواں حصہ نکال کر باقی آدمی اپنے استعمال میں لگا سکتا ہے۔ وہ اس کے لیے جائز ہے۔

(۳) کانوں یا دفینوں کی دریافت کرنا درست ہے۔

(۴) وہ آدمی جو محنت کر کے زیر زمین سے کچھ نکال لیتا ہے یا اچانک کھدائی سے کچھ پالیتا ہے تو اس پر یہ حق ہے کہ بیت المال یعنی حکومت کے خزانہ میں اس چیز کا پانچواں حصہ شامل کرے اور باقی اپنے پاس رکھے۔

(۵) وہ اموال جن میں پانچواں حصہ نکالنا ضروری ہے۔ ان میں یہ قید نہیں ہے کہ مال اتنا ہو' اس مقدار تک پہنچے تو پھر پانچواں حصہ ہے جتنا بھی مال ہوگا اس سے پانچواں حصہ نکالا جائے گا باقی مال خواہ آدمی ایک ہو یا زیادہ ان کے مابین تقسیم کیا جائے گا۔

(١١٤٥) ١١- وَعَنْ أَنَسٍ (بْنِ مَالِكٍ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ فِيْ الطَّرِيْقِ قَالَ: ((لَوْلَا أَنِّيْ أَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ مِنْ [تَمْرِ] الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۱۴۵)۱۱۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ راستے میں پڑی کھجور کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا: ”اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقے کی ہوگی تو میں اسے کھا لیتا۔“ بخاری نے اسے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۰۵۵، ۲۴۳۱۔ مسلم: ۱۰۷۱۔

**فوائد:** (۱) کسی بھی نبی کے لیے صدقہ کھانا یا لینا جائز نہیں ہے۔

(۲) اس حدیث میں گری چیز کو اٹھانے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی چیز جو معمولی ہو اور عوام کے ہاں اس کی وقعت نہ ہو اس کو اٹھا کر استعمال میں لانا یا کھانا درست ہے

جیسے کھجور' امرود' سیب' انگور وغیرہ کے دانے ہوں یا روپیہ' پیسہ وغیرہ وغیرہ۔

(۴) ایسی چیز جو بقدرے استعمال میں اہمیت رکھتی ہے۔ اس کا تین دن اعلان کروانا چاہیے مثال کے طور پر چھری' لاٹھی' نیل کٹر' چاقو' پین وغیرہ وغیرہ۔

(۵) جو زیادہ قیمتی اشیاء ہیں ان کا سال بھر اعلان کروانا ہے۔ سال کے دوران اس سے نفع اٹھانا درست نہیں ہے۔ اعلان ہر طرح کے ذرائع سے کروانا درست ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے والی گری پڑی چیز کو اٹھا کر کھانا عیب نہیں ہے۔ خورد و نوش کی اشیاء کو جان کر گرانا درست نہیں ہے اگر غفلت سے یا لاعلمی کی وجہ سے کوئی چیز کہیں گر بھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ عمل قابلِ گرفت نہیں ہے۔

(١١٤٦) ١٢ـ وَرَوَى مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمعِيُّ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ دَخَلَ عَلَى فَاطِمَةَ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ يَبْكِيَانِ، فَقَالَ: مَا يُبْكِيهِمَا؟ قَالَتْ: اَلْجُوْعُ۔ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَوَجَدَ دِيْنَارًا بِالسُّوْقِ فَجَاءَ إِلَى فَاطِمَةَ فَأَخْبَرَهَا، فَقَالَتْ: اِذْهَبْ إِلَى فُلَانِ الْيَهُوْدِيِّ فَخُذْ لَنَا [بِهِ] دَقِيْقًا، فَجَاءَ الْيَهُوْدِيَّ (فَاشْتَرَى بِهِ دَقِيْقًا) فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ: أَنْتَ خَتَنُ هٰذَا الَّذِيْ يَزْعَمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: فَخُذْ دِيْنَارَكَ وَلَكَ الدَّقِيْقُ، فَخَرَجَ عَلِيٌّ حَتّٰى جَاءَ (بِهِ) فَاطِمَةَ فَأَخْبَرَهَا، فَقَالَتْ: اِذْهَبْ إِلَى فُلَانِ الْجَزَّارِ فَخُذْ لَنَا بِدِرْهَمٍ لَحْمًا، فَذَهَبَ فَرَهَنَ الدِّيْنَارَ بِدِرْهَمِ لَحْمٍ، فَجَاءَ [هَا] بِهِ، فَعَجَنَتْ، وَنَصَبَتْ، وَخَبَزَتْ، وَأَرْسَلَتْ إِلَى أَبِيْهَا [ﷺ] فَجَاءَ هُمْ۔ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، أَذْكُرُ لَكَ فَإِنْ رَأَيْتَهُ حَلَالًا أَكَلْنَا [هُ]، وَأَكَلْتَ مَعَنَا، مِنْ شَأْنِهِ كَذَا وَ كَذَا۔ فَقَالَ: ((كُلُوْا بِسْمِ اللّٰهِ)) فَأَكَلُوْا۔ اَلْحَدِيْثَ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ، وَمُوْسَى بْنُ يَعْقُوْبَ، قَالَ يَحْيٰى فِيْ رِوَايَةِ

(١١٤٦) ١٢۔ موسیٰ بن یعقوب زمعی ابوحازم سے روایت کرتے ہیں' اس نے سہل بن سعد سے روایت کیا اسے بتایا کہ علی بن ابی طالب حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے حسن اور حسین دونوں رو رہے تھے آپ نے پوچھا یہ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا بھوک کی وجہ سے' حضرت علی گھر سے نکلے بازار میں ایک دینار پڑا پایا وہ دینار حضرت فاطمہ کے پاس لائے اور اسے بتایا' انہوں نے کہا فلاں یہودی کے پاس جائیں ہمارے لیے اس سے آٹا لے آئیں' آپ یہودی کے پاس گئے اور اس سے آٹا خریدا یہودی نے کہا' کیا تم ان کے داماد ہو جو یہ دعویٰ کرتے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں؟ کہا ہاں' اس نے کہا' دینار بھی لو اور آٹا بھی تیرا ہوا حضرت علیؓ وہاں سے چلے اور حضرت فاطمہ کے پاس آئے اسے بتایا انہوں نے کہا اب آپ فلاں قصاب کے پاس جائیں ہمارے لیے ایک درہم بدلے گوشت لائیں' وہ گئے ایک درہم کے گوشت کے بدلے ایک دینار اس کے پاس گروی رکھا گوشت لا کر اسے دیا' انہوں نے آٹا گوندھا اور روٹیاں پکائیں اپنے والد گرامی ﷺ کو پیغام بھیجا' آپ ان کے ہاں تشریف لائے

الدُّوْرِيِّ: ثِقَةٌ۔ وَقَالَ النَّسَائِيُّ: [لَيْسَ بِالْقَوِيِّ]۔

حضرت فاطمہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو داستان سناتی ہوں اگر آپ اسے حلال سمجھیں تو ہم کھائیں گے اور آپ بھی ہمارے ساتھ کھائیں گے یہ داستان اس طرح پیش آئی' آپ نے فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر کھاؤ'' تو سب نے کھانا کھایا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور موسیٰ بن یعقوب نے بھی' یحییٰ نے کہا' دوری کی روایت میں کہ وہ ثقہ ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۱۷۱۶۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدھ دینار کسی حاجت مند یا صحیح حق دار کو گرا پڑا مل جائے تو اس کا اعلان کروانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اس کے لیے حلال ہے وہ استعمال کر سکتا ہے کھا سکتا ہے۔

(۲) بعض دفعہ گری چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی مدد بھی ہوتی ہے۔

(۳) کسی غیر مسلم کا آٹا کھانا' اس سے اناج خریدنا یا اس کے پاس کوئی چیز گروی رکھنا درست ہے۔ کوئی بن مانگے بغیر طمع کے چیز مل جائے تو اس کو لے لینا چاہیے۔

(۴) جو چیز کسی سے لی جائے اس کے بدلے اگر اپنی کوئی چیز گروی رکھنی ہو تو وہ لی گئی چیز سے قیمتاً زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ برابر بھی ہو سکتی ہے اور اگر رضامندی ہو جائے تو کم بھی ہو سکتی ہے۔

(۵) سودا بھی دے دینا اور قیمت بھی نہ لینا یہ سخی دل تاجر کا وصف ہے اور مذہبی احباب کے احترام وعزت کو بجالانے والے شخص پر دال ہے۔

(۶) بچوں کے کھانے' پینے کا خیال رکھنا والدین کا حق ہے۔

(۷) سمجھدار عورت کی یہ علامت ہوتی ہے کہ وہ ہر لحاظ سے خاوند کے گھر میں اچھی نظر آتی ہے اپنے خاوند کی مدد کرتی ہے اور گھر کا ہر کام بخوبی سرانجام دیتی ہے۔

(۸) کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔

(۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے داماد تھے۔ داماد کو عربی میں ''ختن'' بھی کہتے ہیں۔

## بَابُ اللَّقِيْطِ

## گرے بچے کا بیان

(۱۱۴۷)۱۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ

(۱۱۴۷)۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت کے مطابق پیدا ہوتا ہے

عَلٰى [هٰذِهِ] الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، وَيُنَصِّرَانِهِ، وَيُشَرِّكَانِهِ))، فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، أَرَأَيْتَ لَوْ مَاتَ قَبْلَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: ((اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ))۔

اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مشرک بنا دیتے ہیں" ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کا کیا خیال ہے جو اس سے پہلے ہی فوت ہو جائے؟ آپ نے فرمایا: "اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۵۹۹، ۶۰۰۰۔ مسلم: ۲۶۵۸۔

(۱۱۴۸)۲۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ: ((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا (وَهُوَ) عَلٰى هٰذِهِ الْمِلَّةِ))۔

(۱۱۴۸)۲۔ ایک روایت میں ہے "ہر بچہ اس ملت پر ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۲۶۵۷۔

(۱۱۴۹)۳۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ: ((إِلَّا عَلٰى هٰذِهِ (الْمِلَّةِ) حَتّٰى يُبَيِّنَ عَنْهُ لِسَانُهُ))۔

(۱۱۴۹)۳۔ ایک روایت میں ہے "مگر آنکہ وہ اس ملت پر ہے یہاں تک کہ اس کی زبان اس کے متعلق وضاحت کرے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۲۶۵۸۔

(۱۱۵۰)۴۔ وَفِیْ [رِوَايَةٍ] أُخْرٰى: ((حَتّٰى يُعَبِّرَ عَنْهُ لِسَانُهُ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۱۵۰)۴۔ ایک دوسری روایت میں ہے "یہاں تک کہ اس کی زبان اس کی طرف سے ترجمانی کرے۔" متفق علیہ

**تحقیق تخریج:** مسلم: ۲۶۵۸۔

(۱۱۵۱)۵۔ وَفِیْ رِوَايَةِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيْهِ، (عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ)، [عِنْدَ مُسْلِمٍ]: ((كُلُّ إِنْسَانٍ تَلِدُهُ أُمُّهُ عَلَى الْفِطْرَةِ أَبَوَاهُ بَعْدُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ [أَ] وَيُمَجِّسَانِهِ، فَإِنْ كَانَا مُسْلِمِيْنِ فَمُسْلِمٌ))۔

(۱۱۵۱)۵۔ مسلم شریف میں علاء اپنے باپ سے وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں "ہر انسان کو اس کی والدہ فطرت پر جنم دیتی ہے اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں اگر والدین مسلمان ہوں تو وہ مسلم ہوتا ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۲۶۵۸۔

**فوائد:** (۱) لقیط ایسے بچے کو کہتے ہیں جو بے یار و مددگار ہو جس کا والی وارث نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایک اس کی ذمہ داری لیتا ہو جبکہ نسب بھی غیر معروف ہو اور وہ کہیں سے مل جائے۔

(۲) ان مذکورہ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسا بچہ مل جائے جبکہ مسلم وطن میں ہو تو وہ مسلمان ہی شمار کیا جائے گا خواہ اس خطہ میں غیر مسلم بھی آباد ہوں البتہ کوئی غیر مسلم مرد یا عورت آ کر دعویٰ کرے کہ یہ میرا بچہ ہے تو شناخت کے بعد اس کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔ ایسے ہی مسلم مرد یا عورت کا حکم ہے۔

(۳) پھینکا ہوا بچہ ملے تو اس پر گواہ بنانا ضروری ہے۔ ایسے ہی اس کے ساتھ ساز وسامان ملا تو اس پر بھی گواہی ضروری ہے۔
(۴) لقیط کی کفالت کے لیے کسی صاحب استطاعت کو آگے بڑھنا چاہیے یہ احترام کے لائق اور قابل اجر کام ہے کیونکہ معصوم جان ہے۔ اس کی حفاظت پر اللہ خوش ہوگا۔
(۵) اگر کوئی ذمہ میں نہ لے تو اس کے اخراجات بیت المال یا مسلمانوں کے سر پر ہوں گے اسی طرح لقیط مر جائے تو تب بھی بیت المال اس کا وارث ہوگا۔ مسلم حاکم ایسے بچے کا والی ہوگا۔ اگر وہ قتل ہو جائے تو حاکم اس کی میت وقصاص لینے نہ لینے کا مجاز ہے۔ لقیط بھی امانت ہوتا ہے اصل والی کے آ جانے پر اسے واپس کیا جائے گا۔ اعلانات وغیرہ بھی کروائے جا سکتے ہیں۔
(۶) اسلام گم شدہ بچوں کا بھی خیر خواہ ہے اور لقیط کے حقوق کو معاشرہ میں اہمیت دیتا ہے۔

## بَابُ الْوَقْفِ

## وقف کرنے کا بیان

(۱۱۵۲)۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: (إِلَّا مِنْ) صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهُ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۱۵۲)۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے عمل ہوتے ہیں، صدقہ جاریہ یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک لڑکا جو اس کے لیے دعا کرتا ہے۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۳۱۔

**فوائد:** (۱) بعض اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب کرنے والے کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔
(۲) جو مرتا ہے اس کا دنیا سے ہر لحاظ سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ صرف کچھ نیک کام ہیں جو میت سے ثواب کے لحاظ سے منسلک رہتے ہیں۔ ان میں سے تین پیش پیش ہیں (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے (۳) دعا کرنے والی نیک اولاد۔
(۳) صدقہ جاریہ میں ہر وہ چیز آ جاتی ہے جس کو میت نے اپنی زندگی میں اپنے ذاتی روپے پیسہ سے خریدا یا ذاتی ملکیت سے کوئی چیز نکال کر عوام و معاشرہ کی بھلائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے اور ثواب کی نیت کرتے ہوئے وقف کر دی تھی مثال کے طور پر کنواں کھودا، مسافر خانے بنائے، راستوں پر سائے کا بندوبست کیا، نلکا لگوایا، مساجد و مدارس بنوائے، ایمبولینس لے کر وقف کی، گھر تعمیر کروائے، ہسپتال بنوائے، ڈسپنسری بنائی، سڑکیں تعمیر کروائیں، نہریں کھدوائیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ صدقہ جاریہ کی بعض صورتیں ہیں۔
(۴) لوگوں میں علم تقسیم کرنا، نادار، لاوارث اور یتیموں کی تعلیم کے لیے فری اقدامات کرنا اور ان کی تربیت کرنا، کتاب لکھنا، تقسیم کرنا اور اس کو شائع کرنا۔ حق دار طلبا کو ذاتی دولت سے کتابیں خرید کر دینا اور پھر ان کو پڑھانا، تبلیغ کرنا اور علم کی بدولت حلقۂ تلمذ کو وسعت دینا یہ علم انتفاع میں شامل ہیں۔

(۵) بیٹے، بیٹیاں، پوتے، نواسے، پوتیاں اور نواسیاں وغیرہ جن کو احسن انداز سے تربیت دی اور نیک و بد کے مابین تمیز کرنے کا گر سکھایا۔ شرائع کا پابند بنایا اور عبادات کا عادی بنایا نیک سیرت اولاد پھر ہمیشہ اپنے مرنے والوں کو یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کے لیے دعائیں بھی کرتی ہے جس سے مرنے والے کے مراتب میں غیر متوقع اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کسی چیز کو وقف کرنا جائز ہے۔

(۱۱۵۳)۲۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَصَابَ عُمَرُ بِخَيْبَرَ أَرْضًا (فَأَتَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ) فَقَالَ: [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ]: أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ قَطُّ مَالًا أَنْفَسَ مِنْهُ، فَكَيْفَ تَأْمُرُنِي(بِهِ) [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ]؟ فَقَالَ [لَهُ النَّبِيُّ ﷺ]: ((إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا، وَتَصَدَّقْتَ بِهَا))۔ فَتَصَدَّقَ عُمَرُ: أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا، وَلَا يُوْهَبُ، وَلَا يُوْرَثُ، فِي الْفُقَرَاءِ، وَالْقُرْبَى، وَالرِّقَابِ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالضَّيْفِ، وَابْنِ السَّبِيْلِ، لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ، أَوْ يُطْعِمَ صَدِيْقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيْهِ۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۱۵۳)۲۔ عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کو خیبر میں زمین ملی، آپ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسی عمدہ زمین ملی ہے کہ اس سے پہلے اتنی عمدہ زمین کبھی نہیں ملی، اس کے بارے میں میرے لیے آپ کا کیا حکم ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو اس کا اصل روک لیں، اور صدقہ دیں، حضرت عمرؓ نے صدقہ کیا اس کے اصل کو بیچا نہیں جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا، اسے فقراء فی سبیل اللہ، رشتہ داروں، گردنیں چھڑانے، مہمان نوازی اور مسافروں پر خرچ کیا جائے گا، جو اس کی دیکھ بھال کرے گا وہ اس سے معروف طریقے سے کھا سکتا ہے یا اپنے کسی دوست کو کھلائے گا، صاحب ثروت بننے کے لیے اس میں نہیں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا اور یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۷۳۷، ۲۷۶۴، ۲۷۷۲، ۲۷۷۳، ۲۷۷۷۔

**فوائد:** (۱) کوئی چیز وقف کرنا کار ثواب ہے اور احسان کا دوسرا نام ہے۔

(۲) جس نے کسی چیز کو وقف کرنا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ چیز اس کی ذاتی ملکیت میں شامل ہو۔

(۳) جس نے کوئی چیز وقف کردی اب اس کی ملکیت سے وہ مکمل طور پر خارج ہوگی وہ اس سے کسی طرح سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ جو چیز بار بار استعمال کے بعد بھی جوں کی توں ہے اس پر وقف کا لفظ بولا جاتا ہے ورنہ صدقہ کا لفظ استعمال ہوگا۔

(۴) جو چیز جس کے لیے وقف کی گئی اس کے لیے ہی ہوگی تاویل کر کے اور کوئی اپنی ملکیت میں نہیں لے سکتا۔

(۵) وقف شدہ چیز کو بیچنا، ہبہ کرنا، واپس لینا یا وقف کرنے کے بعد بار بار جتلانا درست عمل نہیں ہے۔ حرام ہے۔ وقف کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوتا ہے اور دوسرے کی بھلائی ہوتا ہے۔ وہ چیز وقف کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو خود کو عزیز ہو۔ وقف سے ہر طرح کے لوگ مستفید ہو سکتے ہیں جو کہ حق دار ہوتے ہیں۔ وہ آدمی جس کے سپرد وقف شدہ چیز کردی گئی ہو وہ

اس سے بقدر حاجت اور معروف طریقے سے کھا سکتا ہے ایسے ہی وہ اپنے دوست کو ساتھ بٹھالے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

## بَابُ الْوَصِيَّةِ

## وصیت کا بیان

(١١٥٤)١۔ رَوَى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ عِنْدَهُ مَكْتُوبَةٌ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ حَدِيثِ مَالِكٍ، وَمُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِاللّٰهِ۔

(١١٥٤)١۔ مالک نے نافع سے روایت کیا' اس نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی مسلمان شخص کے لیے مناسب نہیں کہ اس کی ملکیت کوئی چیز ہو کہ اس کے بارے میں وہ وصیت کرنا چاہتا ہے کہ وہ وصیت تحریر کیے بغیر دو راتیں گزارے۔" بخاری نے اسے مالک کی حدیث سے اور مسلم نے اسے عبیداللہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ٢٧٣٨۔ مسلم: ١٦٢٧۔

**فوائد:** (١) وصیت ایک پیان ہے جو مرنے والا مرنے سے قبل کسی کے حق میں کر جاتا ہے اور اس پر عمل درآمد وفات کے بعد ہوتا ہے۔ وصیت کرنا جائز ہے۔

(٢) اس حدیث میں وصیت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ وصیت زبانی بھی کی جاسکتی ہے جبکہ تحریری وصیت زیادہ اچھی ہوتی ہے اگر معاملہ تشویش ناک ہو تو وصیت کے وقت کسی کو گواہ بھی بنایا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی وصیت لکھنے کے بعد انگوٹھا لگانا یا سائن کرنے بھی درست ہیں۔

(٣) وصیت کے متن میں وصیت کرنے والا ردو بدل تو کرسکتا ہے لیکن دوسرا آدمی وصیت کے متن میں تبدیلی نہیں کرسکتا۔

(٤) وصیت ایک ایسا معاملہ ہے جس پر کام کی درستگی بھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ وصیت کی وجہ سے جدال بھی ہوجاتا ہے۔ لہٰذا وصیت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ جائز وصیت کرے کسی کا حق دبانے کی کوشش نہ کرے۔

(٥) وصیت کو پڑھایا سنا جائے اگر وصیت جائز ہو تو عمل کیا جائے ورنہ ناجائز وصیت کو ترک کردیا جائے۔ مثال کے طور پر مرنے والا یہ کہہ جائے کہ یہ میری پانچ ایکڑ اراضی ہے اس کو میں فلاں کے نام کرتا ہوں تو یہ وصیت ناجائز ہے کیونکہ دینے والے کا کل مال پانچ ایکڑ ہے جو کہ تمام کسی کے نام کردیا گیا جبکہ جائز وصیت ثلث مال تک ہوتی ہے لہٰذا ثلث مال کی وصیت نافذ العمل ہوگی باقی کو ورثا میں بانٹ دیا جائے گا۔ ایسے ہی مرنے والا یہ کہہ گیا کہ میری اس بیٹی کا نکاح فلاں غیر مسلم سے کردینا تو اس وصیت کو ترک کردیا جائے گا کیونکہ ناجائز وصیت ہے غیر مسلم سے مسلم کا نکاح درست نہیں ہے۔

(١١٥٥)٢۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ [سَعْدِ بْنِ

(١١٥٥)٢۔ مالک نے ابن شہاب سے روایت کیا اس نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے' اس نے اپنے باپ سعد

أَبِيْ وَقَّاصٍ] قَالَ: جَآءَ نِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُنِيْ [فِيْ] عَامِ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَ: وَبِيْ وَجَعٌ قَدِ اشْتَدَّبِيْ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰى، وَأَنَا ذُوْ مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِيْ إِلَّا ابْنَةٌ لِيْ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ؟ قَالَ: لَا۔ [قَالَ] قُلْتُ: فَالشَّطْرُ؟ قَالَ: لَا۔ [قَالَ، قُلْتُ:] فَالثُّلُثُ؟ قَالَ: الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ (أَوْ كَبِيْرٌ)، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَآءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ فِيْهَا، حَتّٰى مَا تَجْعَلُهُ فِيْ فِيْ امْرَأَتِكَ...... اَلْحَدِيْثَ))۔ هٰكَذَا فِيْ رِوَايَةِ مَالِكٍ: ((**أَفَأَتَصَدَّقُ**))، وَكَذَا قَالَ [فِيْ رِوَايَةِ] إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ۔

بن ابی وقاص سے کہتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تیمارداری کے لیے تشریف لائے حجۃ الوداع کے سال آپ نے فرمایا مجھے شدید درد تھا میں نے عرض کی یا رسول اللہ میری بیماری کی حالت جہاں تک پہنچ چکی ہے کہ آپ دیکھ رہے ہیں میں مال دار ہوں میری وارث صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں' میں نے عرض کی نصف مال آپ نے فرمایا نہیں' میں نے عرض کی ایک تہائی؟ آپ نے فرمایا ایک تہائی بہت ہے' اگر آپ اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑ کر جائیں تو اس سے بہتر ہے کہ انہیں فقیر چھوڑ کر جائیں اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں اگر تم کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو تو تمہیں اس پر اجر ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالتے ہو اس پر بھی ثواب ملے گا۔ اسی طرح مالک کی روایت میں بھی ہے' کیا میں صدقہ کروں'' اور اسی طرح ابراہیم کی روایت میں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۲۹۵۔ مسلم: ۱۶۲۸۔

(١١٥٦)٣۔ وَفِيْ رِوَايَةِ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ مُصْعَبٍ: ((**أَفَأُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهِ؟**))

(۱۱۵۶)۳۔ عبدالملک بن عمیر کی روایت میں ہے اس نے مصعب سے روایت کیا ''کیا میں اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۲۸۔

(١١٥٧)٤۔ وَكَذٰلِكَ فِيْ رِوَايَةِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ ثَلَاثَةٍ مِنْ وُلْدِ سَعْدٍ كُلُّهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ [فِيْهِ]: ((**أَفَأُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهِ؟**))۔

(۱۱۵۷)۴۔ اسی طرح حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے وہ سعد کے تینوں بیٹوں سے روایت کرتے ہیں' وہ سب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ ہیں۔ ''کیا میں اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں؟''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۲۸۔

**فوائد:** (۱) زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مال کی وصیت کی جا سکتی ہے۔

(۲) فرائض کی آیت نازل ہونے سے قبل ورثاء اور دیگر احباب سبھی کے بارے وصیت کرنا جائز تھا اور مرنے والے کے لیے وصیت کرنا ضروری تھا لیکن جب قرآن نے ورثاء کے حصص بیان کردیے تو ان کے بارے وصیت کرنا ممنوع قرار پایا یعنی اسلام نے حق والوں کو حق دیا۔

(۳) اسلام ماؤں، بہنوں، بیٹوں وغیرہ کو باپ، بھائیوں کے در سے خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔ اسلام ایک واحد مذہب ہے جو ان کی میراث پر جی بھر کر زور دیتا ہے۔

(۴) حاتم طائی بنتے بنتے سارے مال کا صفایا کرجانا اور مرنے سے قبل سارا مال وصیتوں وغیرہ پر صرف کرجانا کوئی نیکی نہیں ہے۔ نیکی اس میں ہے کہ اہل وعیال کو مال دار چھوڑا جائے تاکہ وہ غیروں کی جیبوں کی طرف دیکھتے نہ رہ جائیں۔ بے نیاز ہوں خوددار ہوں اور نچلے ہاتھ کے مالک نہ بنیں۔

(۵) وصیت ایک طرح کا احسان، نیکی، اپنی بھلائی اور دوسروں کی خیر خواہی کا نام ہے۔ وصیت میں ظلم کی آمیزش ناقابلِ برداشت عمل ہے۔ وصیت کرتے وقت یا خرچ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل وعیال کو کھلانا بھی نیکی ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ خاوند اپنی بیوی کے منہ میں یا بیوی اپنے خاوند کے منہ میں کھانے کا لقمہ ڈال سکتے ہیں کوئی حرج نہیں۔

(۱۱۵۸)٥ـ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ أُمِّيَ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا (وَلَمْ تُوصِ) وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، أَفَلَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ، عَنْ هِشَامٍ۔

(۱۱۵۸)۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میری امی اچانک فوت ہوگئی اور اس نے وصیت نہیں کی، میرا خیال ہے اگر وہ بات کرتی تو صدقہ کرتی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ فرمایا ''ہاں۔'' اس کو مسلم نے محمد بن بشر عن ہشام کے طریق سے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۷۶۰۔ مسلم: ۱۶۳۰۔

(۱۱۵۹)٦ـ وَفِي رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ: ((فَلِيَ أَجْرٌ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا؟))۔

(۱۱۵۹)۶۔ یحییٰ بن سعد کی روایت میں ہے ''مجھے اجر ملے گا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۰۰۴۔

(۱۱٦۰)٧ـ وَكَذَا فِي رِوَايَةِ أَبِي أُسَامَةَ، وَرَوْحٍ۔

(۱۱۶۰)۷۔ اسی طرح ابواسامہ اور روح کی روایت میں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۰۰۴۔

(١١٦١)٨۔ وَفِیْ رِوَایَةِ شُعَیْبٍ، وَجَعْفَرِ بْنِ عَوْنٍ: ((أَفَلَهَا أَجْرٌ))۔ [وَکُلُّهَا عِنْدَ مُسْلِمٍ، وَبَعْضُهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ]۔

(۱۱۶۱)۸۔ شعیب اور جعفر بن عون کی روایت میں ہے ''کیا اسے اجر ملے گا۔'' تمام روایت مسلم میں اور روایت کا بعض حصہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۰۰۴۔

**فوائد:** (۱) میت کی اولاد جو بھی صدقہ کرتی ہے اس کا اجر میت کو ملتا ہے۔

(۲) کوئی ضروری نہیں کہ والدین وصیت کریں تو صدقہ کیا جائے گا بغیر وصیت کے اولاد کا صدقہ کرنا جائز ہے۔

(۳) میت کو بھی صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور میت کی اولاد میں سے صدقہ کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے۔

(۴) سکرات موت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بغیر بیماری وغیرہ کے اچانک موت آ جائے۔ اچانک کی موت دیگر اموات کی نسبت قدرے الم ناک ہوتی ہے اور رنج وغم کا زیادہ باعث ہوتی ہے۔

(١١٦٢)٩۔ وَعَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِهِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: ((إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ، وَمَنِ ادَّعٰی إِلٰی غَیْرِ أَبِیْهِ، أَوِانْتَمٰی إِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ التَّابِعَةُ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ، لَا تُنْفِقُ اِمْرَأَةٌ مِنْ بَیْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا۔ قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَلَا الطَّعَامَ؟ قَالَ: ((ذٰلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا))۔ [ثُمَّ] قَالَ: اَلْعَارِیَةُ مُؤَدَّاةٌ، وَالْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَةٌ، وَالدَّیْنُ مَقْضِیٌّ،وَالزَّعِیْمُ غَارِمٌ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِیُّ۔ قَالَ: فِی الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ خَارِجَةَ وَأَنَسٍ، وَهُوَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔ وَأَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ (مُخْتَصَرًا فِیْ ((الْوَصِیَّةِ)))۔

(۱۱۶۲)۹۔ ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبے میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیا ہے وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں، لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر زانی کے لیے پتھر ہیں اور ان کا حساب اللہ پر ہے جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرنے کا دعویٰ کیا یا کسی غلام نے اپنے آقا کے علاوہ کسی دوسرے کی نسبت کی، اس پر اللہ کی لعنت ہے قیامت کے دن تک کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے، پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ نہ ہی کھانا، فرمایا یہ ہمارا افضل مال ہے پھر فرمایا: مانگی ہوئی چیز واپس کرنا ہوگی۔ اور منحہ لوٹایا جائے اور قرض ادا کیا جائے اور ضامن مقروض ہے۔'''' اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے کہا ہے اس باب میں عمرو بن خارجہ اور انس سے روایت آتی ہے اور وہ حسن صحیح حدیث ہے، اور ابوداؤد نے اس کو ''وصیت'' کے باب میں مختصر ذکر کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۵/ ۲۶۷۔ ابوداؤد: ۳۵۶۵۔ ترمذی: ۲۱۲۰۔ وقال حسن صحیح۔ ابن ماجۃ: ۲۷۱۳

**فوائد:** (۱) وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز ہے۔

(۲) انصاری ہو کر سید کہلانا یا سامنے موجود باپ کو چھوڑ کر کسی کو باپ بنانا حرام ہے۔ زانی کو تو صرف پتھر یا رجم نصیبے میں ملتا ہے جبکہ بچہ لونڈی یا بیوی والے کا ہوگا۔ شادی شدہ عورت پر بھی رجم ہی ہوگا۔ یعنی بچے کا نسب اصل باپ کی طرف سے چلے گا۔

(۳) عورت خاوند کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کی حق دار نہیں ہے۔

(۴) ایسی چیز جو ادھار پر دی یا لی گئی اس کی واپسی ضروری ہے ایسے ہی وہ جانور جو دودھ کے لیے کسی کو دیا جائے یا درخت پھلدار کسی کو دیا جائے یا زمین زراعت کے لیے دی جائے تو ان کو واپس لوٹانا بھی ضروری ہے۔

(۵) قرض ہر حال میں ادا کرنا ہے۔ خواہ انسان زندہ ہو یا مردہ دونوں حالتوں میں اس سے قرض کی ادائیگی لازم آتی ہے۔ میت اگر مقروض ہو تو پہلے قرض ادا کیا جائے گا بعد میں اس کی وصیت وغیرہ ہو تو نافذ ہوگی۔ کسی کی ضمانت لینے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اس کی ذمہ داری اٹھالی۔ لہٰذا کسی کے قرضے کی ضمانت اٹھانے والا قرض کا ذمہ دار ہوگا حتیٰ کہ وہ ادا کر دیا جائے یا قرض معاف کر دیا جائے۔

(۱۱۶۳) ۱۰۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: [يَا رَسُولَ اللّٰهِ]، إِنِّي فَقِيرٌ لَيْسَ لِي شَيْءٌ، وَلِي يَتِيمٌ؟ قَالَ فَقَالَ: ((**كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ [لَا مُبَادِرٍ]، وَلَا مُتَأَثِّلٍ**))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ۔

(۱۱۶۳) ۱۰۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں فقیر ہوں، میرے پاس کچھ نہیں، میرے پاس یتیم ہے، آپ نے فرمایا: اپنے یتیم کے مال سے کھاؤ، نہ اسراف کرنے والا، نہ جلدی کرنے والا اور نہ اسے سمیٹنے والا ہو۔" ابوداؤد۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۲/ ۱۸۶، ۲۱۶، ۲۱۶۔ ابوداؤد: ۲۸۷۲۔ ابن ماجۃ: ۲۷۸۔ نسائی: ۶/ ۲۵۶۔ بیہقی: ۶/ ۲۸۴۔

**فوائد:** (۱) یتیموں کی کفالت کرنا، ان کی تعلیم و تربیت کرنا درست ہے۔

(۲) اگر یتیم کا مال ہو تو اس پر اس کے مال کو خرچ کیا جا سکتا ہے۔

(۳) یتیم کا کفیل غریب ہو تو وہ حاجت مند ہونے کی صورت میں یتیم کے مال سے معروف طریقے سے کھا سکتا ہے۔ جبکہ اس کی نیت یتیم کے مال کی بربادی کی نہ ہو۔ یتیم وہ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور جو اکثر علماء کے ہاں سن بلوغت کو نہ پہنچے۔

(۴) جو یتیم کا ذمہ دار ہوتا ہے وہ اس کے مال کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔

(۵) آج کل اس یتیم کو گھر میں رکھا جاتا ہے جس کے حصہ میں کچھ نہ کچھ ورثہ آتا ہے۔ خالی یتیم کی خال خال حضرات حامی

بھرتے ہیں۔ ہو سکے تو اپنے گھر میں کسی نہ کسی یتیم کو رکھنا چاہیے وہ گھر بہترین ہوتا ہے۔ مزہ تو تب ہے جب تیرے مال سے کسی یتیم کی کمر سیدھی ہو جائے۔

## بَابُ الْعِتْقِ وَصُحْبَةِ الْمَمَالِيْكِ

## غلام آزاد کرنے اور غلاموں کی صحبت کا بیان

(۱۱۶۴)۱۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [أَنَّهُ] قَالَ: ((مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً أَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ إِرْبٍ مِنْهَا، إِرْبًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ))۔

(۱۱۶۴)۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مومن گردن آزاد کی اللہ نے ہر جوڑ کے بدلے اس کا جوڑ جہنم سے آزاد کرے گا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۱۷، ۶۷۱۵۔ مسلم: ۱۵۰۹۔

**فوائد:** (۱) کسی غلام یا لونڈی کو مستقل آزادی دلوانا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

(۲) مومن غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا اتنا بڑا عمل ہے کہ ہر جوڑ کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر جوڑ جہنم سے اللہ تعالیٰ آزاد کر دیتے ہیں۔

(۳) آج کل غلاموں کو آزاد کرنے والا عمل تو خیر نہیں رہا البتہ جیلوں میں پڑے کچھ بے گناہ قیدی بھی اس ضمن میں آ جاتے ہیں۔ ان کو آزاد کروانا بھی اجرِ عظیم کا حامل عمل ہے۔

(۴) اس حدیث میں کسی غلام یا لونڈی کو آزادی دلانے کی ترغیب ہے۔

(۵) آزادی بہت بڑی نعمت ہے۔

(۱۱۶۵)۲۔ وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((اَلْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ، وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)) قُلْتُ: أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا، وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا))۔ اَلْحَدِيْثَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمَا، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۱۱۶۵)۲۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: ''اللہ پر ایمان اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا'' میں نے عرض کی کون سا غلام آزاد کرنا زیادہ افضل ہے؟ فرمایا: ''اپنے مالک کے نزدیک زیادہ عمدہ پسندیدہ اور زیادہ قیمتی ہو۔'' دونوں حدیثیں متفق ہیں اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۱۸۔ مسلم: ۸۴۔

**فوائد:** (۱) جہاد کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہ بہت عظیم عمل ہیں۔

(۲) بہترین غلام وہ ہوتا ہے جو اس کے مالک کے ہاں زیادہ محبوب اور قیمتی ہو۔

(۳) غلاموں کی مختلف اقسام ہیں ان کے مطابق ان کی قیمتیں لگائی جاتی ہیں۔

(۱۱۶۶)۳۔ رَوَى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ

(۱۱۶۶)۳۔ مالک نے نافع سے اور اس نے عبداللہ بن عمر

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِيْ عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيْمَةَ الْعَدْلِ، فَأَعْطٰى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ، وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدَ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کردے پھر اس کے پاس پورے غلام کی قیمت جتنا مال بھی ہو' تو انصاف کے ساتھ اس کی قیمت لگائی جائے اور دوسرے شرکاء کا حصہ وہ ادا کرے پھر غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا ورنہ غلام جتنا آزاد ہو چکا ہے اتنا ہی آزاد رہے گا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۲۲۔ مسلم: ۱۵۰۱۔

(۱۱۶۷)٤۔ وَفِيْ رِوَايَةِ عُبَيْدِاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عِنْدَ النَّسَائِيِّ: ((مَنْ أَعْتَقَ شَيْئًا فِيْ مَمْلُوْكٍ فَعَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلُّهُ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَهُ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ عَتَقَ مِنْهُ نَصِيْبُهُ))۔

(۱۱۶۷)۴۔ نسائی میں عبداللہ' نافع سے روایت کرتے ہیں ''جو غلام کے کسی حصے کو آزاد کرتا ہے اس پر اسے تمام غلام کو آزاد کرنا لازم ہے اگر اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی قیمت کے مطابق ہو' اگر اس کے پاس مال نہیں تو وہ اپنا حصہ آزاد کردے۔''

**تحقیق وتخریج:** ابو داؤد: ۳۹۴۳۔

(۱۱۶۸)٥۔ وَعِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ مِنْ رِوَايَةِ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ: ((إِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمْ نَصِيْبَهُ، فَإِنْ كَانَ مُوْسِرًا يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيْمَةً، لَا وَكَسَ [فِيْهَا]، وَلَا شَطَطَ، ثُمَّ يُعْتَقُ))۔

(۱۱۶۸)۵۔ ابوداؤد میں' سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب ایک غلام دو آدمیوں کے مابین ہو' تو ایک نے اپنا حصہ آزاد کردیا اگر وہ مالدار ہے تو اس غلام کی مناسب قیمت لگائی جائے گی نہ اس میں کمی ہوگی اور نہ زیادتی پھر اسے آزاد کر دیا جائے گا۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۳۹۴۷۔

**فوائد:** (۱) غلام آزاد کرنا درست ہے۔

(۲) ایک دور وہ بھی تھا کہ ایک غلام میں کئی حصہ دار ہوتے تھے۔ یعنی ایک غلام کے کئی مالک ہوتے تھے جو کہ اس کو بیچ بھی سکتے تھے۔ ایک حصہ دار نکل جاتا یا اس سے اس کا حصہ آزاد کروالیا جاتا تو پھر بھی مملوک مکمل غلام ہی ہوتا۔ اسلام نے یہ انداز پیش کیا اور حکم دیا کہ ایک غلام کے کئی حصہ داروں میں سے کوئی ایک اگر اپنا حصہ آزاد کرتا ہے تو اس کو دیکھا جائے گا اگر اپنا آزاد کرنے والا امیر ہے تو پھر باقی ساتھیوں کو بھی ان کے حصوں کی رقم ادا کرے گا اس صورت میں غلام آزاد ہو جائے گا۔ اگر وہ تنگ دست ہے تو

پھر وہ پورے غلام کی رقم لگا کر تخمینہ کے مطابق اپنا حصہ آزاد کر دے۔ اس صورت میں غلام اتنا ہی آزاد ہوگا باقی حصوں کی آزادی وہ خود محنت کر کے حاصل کرے گا۔

(۳) غلام کے کچھ آزاد اور باقی حصہ غلام ہونے کی صورت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ محنت کرے اور آزاد ہو یعنی وہ محنت کرے گا تو آزاد ہو جائے گا ورنہ وہ بقیہ غلام ہی رہے گا۔

(۴) ایک غلام میں کئی شریک ہوں تو خرید و فروخت کے وقت غلام کی قیمت سب پر برابر تقسیم ہوگی۔ کمی و زیادتی سے گریز کیا جائے گا۔

(۵) ایک سے زائد افراد کا غلام ''عبدِ مشترک'' کہلاتا ہے۔ غلام کے ساتھ رہن سہن کے معاملہ میں انصاف سے اور شرکاء آپس میں غلام بیچنے اور خریدنے کے معاملہ میں روپے پیسے لینے اور دینے کے معاملہ بھی انصاف سے پیش آئیں۔

(۱۱۶۹)٦۔ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ وَابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا وَلَهُ فِيْهِ شُرَكَاءُ، فَهُوَ حُرٌّ وَيَضْمَنُ نَصِيْبَ شُرَكَائِهِ بِقِيْمَتِهِ لِمَا أَسَاءَ مِنْ شِرْكَتِهِمْ، وَلَيْسَ عَلَى الْعَبْدِ شَيْءٌ**))۔ رَوَاهُ مِنْ حَدِيْثِ حَفْصِ بْنِ عَبْدِالْبَرِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى، عَنْ نَافِعٍ وَعَطَاءٍ، قَالَ: نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ۔

(۱۱۶۹)٦۔ نسائی میں مذکور ہے کہ حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں ''جس نے کوئی غلام آزاد کیا اور اس میں بہت سے شریک ہیں تو وہ آزاد ہے' وہ اپنے شرکاء کے حصے کا ضامن ہوگا اپنی قیمت کے ساتھ جب کہ کے شرکاء کا حصہ برابر ہوگا' اور غلام کے ذمے کچھ نہ ہوگا۔'' اس کو روایت کیا ہے حفص بن عبدالرحمٰن سلیمان بن موسیٰ عن نافع اور عطاء کے طریق سے' کہا ہے' نافع عن ابن عمرؓ عطاء عن جابر کے طریقہ سے بھی روایت ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ نسائی: ۴۹٦۱۔

(۱۱۷۰)٧۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((**مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ فِيْ عَبْدٍ فَخَلَاصُهُ فِيْ مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَالٌ اُسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ**))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۱۱۷۰)٧۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا اگر وہ مالدار ہے تو اسے اپنا مال دے کر آزاد کرنا ہوگا اگر اس کے پاس مال نہیں تو غلام پر مشقت ڈالے بغیر کوشش کی جائے گی۔'' متفق علیہ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۲٧۔ مسلم: ۱۵۰۳۔

(۱۱۷۱)٨۔ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ/ فِيْ رِوَايَةٍ: ((**مَنْ**

(۱۱۷۱)٨۔ بخاری شریف میں ہے' جس نے غلام میں اپنا

أَعْتَقَ شَقِيصًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ عُتِقَ كُلُّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ))۔

حصہ آزاد کیا اگر وہ مال دار ہے تو تمام آزاد کر دے ورنہ غلام کوشش کیا جائے گا اس پر مشقت ڈالے بغیر۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۰۴۔

(۱۱۷۲)۹۔ وَفِي رِوَايَةِ أَبَانَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ قَتَادَةَ، عِنْدَ النَّسَائِيِّ: ((مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا لَهُ فِي عَبْدِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ أَنْ يُعْتِقَ بَقِيَّتَهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ))۔

(۱۱۷۲)۹۔ نسائی میں ابان بن یزید' قتادہ سے روایت کرتے ہیں "جس نے اپنے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا اگر وہ مالدار ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ بقیہ بھی آزاد کرائے ورنہ غلام کوشش کروایا جائے گا مشقت ڈالے بغیر۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔نسائی: ۴۹۶۵۔

**فوائد:** (۱) غلام کمائی کے اہل ہو تو باقی حصوں میں خود محنت کر کے آزاد ہو گا۔ معلوم ہوا غلام اپنے آپ کو آزاد کروالے تو پھر بھی آزادی مل جاتی ہے۔

(۲) غلام کمانے کا اہل نہ ہو تو پھر اتنا ہی آزاد ہو گا جتنا اسے کسی نے کیا' باقی غلام رہے گا۔

(۳) جتنا آزاد ہوا اس اعتبار سے وہ خود مختار ہو گا اس حصہ میں اس پر کسی قسم کا جبر نہیں کیا جائے گا۔

(۴) آزادی نام ہے خود مختاری کا جبکہ اسلام کے احکامات میں آزادی نہیں' شرائع اسلام کا پھر بھی پابند رہنا پڑے گا۔

(۵) غلام کو اذیتیں دینا اور اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ کما کر لائے اور آزاد ہو درست نہیں ہے۔

(۱۱۷۳)۱۰۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۱۷۳)۱۰۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی بیٹا اپنے والد کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا مگر آنکہ وہ اسے غلام پائے تو وہ اسے خرید ے اور آزاد کر دے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۱۰۔

**فوائد:** (۱) اولاد اپنے والدین کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتی۔

(۲) والد یا والدہ غلامی کی حالت میں ہوں تو سب سے زیادہ اولاد کا حق ہے کہ اسے آزاد کروائے۔

(۳) والد کے احسانات کا بدلہ اس صورت میں دیا جا سکتا ہے جب کہ والد غلام ہو اور بیٹا اس کو خرید لے۔

(۴) والد کو خرید لینا ہی اس کی آزادی ہے۔ کیونکہ پل پھر بھی والد کو غلام نہیں رکھا جا سکتا لہٰذا یہ کہنا کہ بیٹا خریدنے کے بعد اس کو آزاد کرے گا تو تب آزاد ہو گا یہ غلط مفہوم ہے۔

(۵) یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مومن غلام جتنا قریبی ہو گا آزاد کروانے سے اتنا زیادہ ثواب ملے گا۔

(۱۱۷۴)۱۱۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

(۱۱۷۴)۱۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مُحَرَّمٍ عَتَقَ))۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ، وَابْنُ مَاجَةَ، مِنْ حَدِيْثِ ضَمْرَةَ، وَقَدْ خُطِيءَ فِيْهِ، وَلَمْ يَلْتَفِتْ بَعْضُهُمْ لِذٰلِكَ لِكَوْنِ ضَمْرَةَ ثِقَةٌ لَا يَضُرُّ اِنْفِرَادُهُ بِهِ۔

اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو رشتہ دار کا مالک بن جائے وہ آزاد کر دے۔" اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے ضمرہ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اس میں غلطی کی گئی ہے لیکن بعض نے اس کی طرف التفات نہیں کیا' کیونکہ ضمرہ ثقہ ہے' اس کا اس کے ساتھ منفرد ہونا ضرر رساں نہیں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ترمذی: ۳/ ۶۳۸۔ ابن ماجۃ: ۲۵۲۵۔ بیہقی: ۱۰/ ۲۸۹۔ نسائی: ۴۸۹۷۔

**فوائد:** (۱) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کسی قریب کا مالک بن جانا ہی کافی ہے اس سے وہ آزاد ہو جائے گا یہ ضروری امر نہیں ہے کہ وہ آزاد کرے تو تب ہی آزادی ملے گی۔

(۲) یہ شرف نہایت قریبی احباب کو حاصل ہے مثال کے طور پر باپ' بھائی' چچا' بہن' ماں' بھابی اور خالہ وغیرہ۔!

(۳) جیسے ذی محرم کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا اسی طرح دونوں کے مابین غلامی اور ملکیت کا تعلق بھی باقی نہیں رہتا۔

(۱۱۷۵)۱۲۔ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوْكِيْنَ [لَهُ] (عِنْدَ مَوْتِهِ) لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ، فَدَعَا بِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَجَزَّأَهُمْ [أَثْلَاثًا] ثُمَّ أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ، فَأَعْتَقَ اِثْنَيْنِ، وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً، وَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيْدًا۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۱۷۵)۱۲۔ عمران بن حصین سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی موت سے بے رقت اپنے چھ غلام آزاد کیے اور اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی اور مال نہ تھا' رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلایا' ان کے تین حصے کیے پھر ان کے درمیان قرعہ ڈالا' دو آزاد کر دیئے اور چار باقی رہنے دیے اور اسے سرزنش کی۔" مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۶۸۔

**فوائد:** (۱) غلام بھی مرنے والے کا سرمایہ ہوتے ہیں۔

(۲) ایسا آدمی جس کا مال غلام ہوں اور وہ ان کے بارے وصیت کرنا چاہے تو زیادہ سے زیادہ تہائی کے بارے وصیت کر سکتا ہے۔ سارے غلاموں کو آزاد کر دینا درست نہیں۔ امام اپنے مقتدیوں کو سختی سے کسی کام پر عمل کرنے کو کہہ سکتا ہے۔

(۳) ایسی وصیت جو کہ شرعاً ناجائز ہو جس میں ورثاء کے حقوق میں زیادتی تحریر ہو تو اس کو تبدیل کر کے تہائی مال تک لانا درست ہے یعنی ثلث مال کی وصیت عمل میں لائی جائے گی۔

(۴) صحیح وصیت کی عبارت کو تبدیل کرنا نیت میں فتور پر دال امر ہے۔

(۵) اس حدیث میں جیسے موجود ہے کہ چھ غلاموں کو تین حصوں میں بانٹا گیا پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی گئی جن کا نام قرعہ اندازی میں نکلا ان کو آزاد کر دیا اور باقی چار غلام ہی رہے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرعہ اندازی کرنا جائز ہے۔

(۱۱۷۶)۱۳۔ وَرَوَى أَبُوْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ

(۱۱۷۶)۱۳۔ ابو داؤد میں سعید بن جمھان سے روایت کیا

بْنِ جُمْهَان، عَنْ سَفِيْنَةَ، قَالَ: كُنْتُ مَمْلُوْكًا لِأُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ: أُعْتِقُكَ وَأَشْتَرِطُ عَلَيْكَ، أَنْ[كَ] تَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ مَا عِشْتَ۔ فَقُلْتُ: وَإِنْ لَمْ تَشْتَرِطِيْ عَلَيَّ مَا فَارَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ [مَا عِشْتُ]، فَأَعْتَقَتْنِيْ، وَاشْتَرَطَتْ عَلَيَّ۔ سَعِيْدُ بْنُ جُمْهَانَ، وَثَّقَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ۔ (وَقَالَ أَبُوْ حَاتِمٍ: لَا يُحْتَجُّ بِهِ۔ وَقَدْ أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِيْ ((مُسْتَدْرَكِهِ)) وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ)۔

اور اس نے سفینہ سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ میں ام سلمہ کا غلام تھا اس نے فرمایا: ''میں تجھے اس شرط پر آزاد کرتی ہوں کہ تو زندگی بھر نبی کریم ﷺ کی خدمت کرے گا' میں نے عرض کی اگر آپ یہ شرط نہ بھی لگائیں تب بھی میں زندگی بھر نبی کریم ﷺ کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گا' تو اس نے مجھے آزاد کر دیا اور مجھ پر شرط قائم رکھی۔سعید بن جمہان کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ یہ قابل حجت نہیں ہے اور حاکم نے اس کو اپنی مستدرک میں نکالا ہے' اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح السند ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۵/ ۲۲۱۔ ابوداؤد: ۳۹۳۲۔ ابن ماجۃ: ۲۵۲۶۔ حاکم: ۲/ ۲۱۳۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ بیہقی: ۱۰/ ۲۹۱۔

**فوائد:** (۱) کسی کو آزاد کرتے وقت اس کی آزادی کو مشروط کرنا جائز ہے۔ضروری ہے کہ ایسی شرط لگائی جائے جس کا جواز ہو۔مثال کے طور پر آزاد کرنے والا یہ کہے کہ میں تجھے اس شرط پر آزاد کروں گا کہ تو ساری عمر جوا کھیلے گا تو یہ شرط ناجائز ہے۔

(۲) یہ شرط لگانا کہ تو فلاں عالم کی خدمت کرے گا یا مسجد کا خادم رہے گا یا بیواؤں کی خدمت کرے گا۔تو ایسی شروط آزاد ہونے والے کے لیے لگانا درست ہیں۔

(۳) عورت خود اپنا غلام آزاد کر سکتی ہے۔خاوند کی اجازت ضروری نہیں ہے۔

(۴) عورت غلام کو خرید بھی سکتی ہے اور فروخت بھی کر سکتی ہے۔

(۱۱۷۷) ۱٤۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ [أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ] قَالَ: ((**لَا يَقُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِيْ وَ [لَا] أَمَتِيْ، كُلُّكُمْ عَبِيْدُاللّٰهِ، وَكُلُّ نِسَآئِكُمْ إِمَاءُ اللّٰهِ، وَلْيَقُلْ: غُلَامِيْ، وَجَارِيَتِيْ، وَفَتَايَ، وَفَتَاتِيْ**))۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۱۱۷۷)۱۴۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی یہ نہ کہے میرا بندہ یا میری بندی کیونکہ تم اللہ کے بندے اور تمہاری عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں البتہ وہ یہ کہے میرا غلام میری لونڈی میرا جوان' میری کنیز۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج** (۱) رواہ البخاری ۲۵۵۲ (۲) رواہ مسلم ۲۲۴۹

(۱۱۷۸) ۱٥۔ وَفِيْ حَدِيْثٍ آخَرَعَنْهُ: ((**وَلَا يَقُلْ أَحُدُكُمْ: رَبِّيْ، وَلْيَقُلْ: سَيِّدِيْ [وَ] مَوْلَايَ**))۔

(۱۱۷۸)۱۵۔ ایک دوسری حدیث میں ہے ''کوئی تم میں سے کسی کو یہ نہ کہے کہ میرا رب' البتہ کہے میرا سردار میرا آقا۔''

**تحقیق وتخریج** (۱) مسلم ۲۲۴۹

(١١٧٩)١٦۔ وَفِيْ طَرِيْقٍ أُخْرٰى: ((وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهِ: مَوْلَايَ، فَإِنَّ مَوْلَاكُمُ اللّٰهُ))۔

(١١٧٩)١٦۔ ایک دوسری روایت میں ہے "کوئی غلام اپنے سردار کو مولیٰ نہ کہے کیونکہ تمہارا مولیٰ تو اللہ ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ٢٢٤٩۔

**فوائد:** (١) کسی کا اپنے غلام کو یہ کہنا "میرا بندہ" یا کسی غلام کا اپنے مالک کو یہ کہنا "میرا رب" یہ درست نہیں ہے بلکہ مالک اپنے غلام کو میرا جوان، غلام کہے۔

(٢) لونڈی اپنے مالک کو رب کہہ کر نہ پکارے بلکہ کہے یہ میرا سردار اور مالک ہے اسی طرح مالک اپنی لونڈی کو "میری بندی" نہ کہے "میری کنیز" کہہ کر پکارے۔

(٣) اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے۔

(٤) مرد تمام اللہ تعالیٰ کے بندے اور عورتیں تمام اللہ تعالیٰ کی بندیاں ہیں۔

(٥) ایسے الفاظ کو استعمال کرنے سے بچنا چاہیے جن کا تعلق خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

(١١٨٠)١٧۔ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نُسَمِّيَ رَقِيْقَنَا أَرْبَعَةَ أَسْمَاءٍ: أَفْلَحَ، وَرِبَاحٍ، وَيَسَارٍ، وَنَافِعٍ۔

(١١٨٠)١٧۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے منع کیا "ہم اپنے غلاموں کے یہ چار نام رکھیں افلح، رباح، یسار، اور نافع۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ٢١٣٦۔

(١١٨١)١٨۔ وَفِيْ أُخْرٰى: ((لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ [يَسَارًا، وَلَا] رِبَاحًا، وَلَا نَجِيْحًا، وَلَا أَفْلَحَ، فَإِنَّهُ تَقُوْلُ: أَثَمَّ هُوَ؟ فَيَقُوْلُ: لَا، إِنَّمَا هُنَّ أَرْبَعٌ فَلَا تَزِيْدَنَّ عَلَى [ذٰلِكَ]))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(١١٨١)١٨۔ ایک دوسری روایت میں ہے "تم اپنے غلام کا نام یسار، رباح، نجیح اور افلح نہ رکھو، تو کہتا ہے کہ کیا وہ یہاں ہے آپ پس وہ کہے نہیں، یہ چار ہیں تم اس پر زیادہ نہ کرو۔" مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ٢١٣٧۔

**فوائد:** (١) غلاموں کو خریدنے والا مالک بننے کے بعد ان کے ناموں کا چناؤ کر سکتا ہے۔ غلام لقب، کنیت اور تخلص سے مشہور ہو سکتے ہیں اور ان کو ان صیغوں سے پکارا جا سکتا ہے جو کہ مالک نے استعمال کیے ہوں۔

(٢) اس قسم کے نام رکھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ افلح، یسار، نافع، رباح اور نجیح۔

(٣) مذکورہ ناموں کی نہی، نہی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

(٤) ان کو رکھنے سے بدفالی کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے مثال کے طور پر کوئی پوچھے کیا افلح یہاں موجود ہے؟ جبکہ افلح کا معنی ہے زیادہ کامیاب ہونے والا، تو آگے سے جواب ملے نہیں، یعنی ناکامی جیسی بدفالی پائی جاتی ہے۔

(١١٨٢)١٩۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، أَنَّ رَسُوْلَ

(١١٨٢)١٩۔ عمرو بن حریث سے روایت ہے کہ رسول اللہ

اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا خَفَّفْتَ عَنْ خَادِمِكَ مِنْ عَمَلِهِ كَانَ (ذٰلِكَ) أَجْرًا فِيْ مَوَازِيْنِكَ)). أَخْرَجَهُ أَبُو يَعْلَى [الْمَوْصِلِيُّ].

ﷺ نے فرمایا: ''اپنے خادم سے اس کے کام میں جو تو تخفیف کرے گا تو وہ تیرے میزان میں اجر وثواب ہوگا۔'' اس کو ابو یعلی موصلی نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث مرسل۔ ابن حبان: ۱۲۰۴۔ مجمع الزوائد: ۴/ ۲۳۹۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام و خادم پر رحم کرنا' تخفیف کرنا اور حسن سلوک سے پیش آنا اجر وثواب کا باعث ہے۔

(۲) دیگر روایات بھی اس کی تائید میں ہیں کہ خادموں کو وہی کھانا دینا جو انسان خود کھائے' ان کو وہی پہنایا جائے جو خود پہنے۔ الغرض اسلام غلاموں اور خادموں سے حسن سلوک کا قائل ہے۔ ان پر ظلم کرنا انتہا درجہ کی حماقت ہے۔

(۳) جو بھی نیک عمل کیا جاتا ہے اس کا وزن ہوتا ہے اور روزِ قیامت اعمال تولے جائیں گے' وزن کے مطابق مراتب ملیں گے۔

(۴) یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مرئی اشیاء بھی وزن رکھتی ہیں۔

## بَابُ الْوَلَاءِ

## نسبت کا بیان

(۱۱۸۳)۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ، لَا يُبَاعُ، وَلَا يُوْهَبُ، [وَلَا يُوْرَثُ])). رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى الْمَوْصِلِيُّ، ثُمَّ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ)).

(۱۱۸۳)۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ولاء نسب کی طرح ایک تعلق ہوتا ہے نہ اسے بیچا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا اور نہ وارث بنایا جائے گا۔'' اس کو ابو یعلی نے' پھر ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابن حبان: ۴۹۲۹۔ بیہقی: ۱۰/ ۲۹۲۔ حاکم: ۴/ ۳۴۱۔

**فوائد:** (۱) جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ولاء ایک مالک اور غلام کے مابین آزادی سے حاصل شدہ تعلق کا نام ہے۔

(۲) حق ولاء کو فروخت کرنا' ہبہ کرنا اور وارث بنانا جائز نہیں ہے۔

(۳) جو غلام آزاد کرتا ہے ولاء اس کے لیے ہوتا ہے۔ بیچنے والا نہ ولاء کا مالک ہے اور نہ ہبہ و خرید کا مالک ہے کہ اس کو اپنی مرضی سے کہیں دے دے بیچنے کے بعد۔

(۴) ولاء ایک طرح کا نسب ہی ہوتا ہے جیسے عام قرابت والا نسب ہے۔

(۵) ولاء دراصل آزاد کرنے والے کو اس صورت میں غلام کی میراث کا مستحق بنا دیتا ہے جبکہ غلام کے نہ عصبہ ہوں اور نہ اصحاب فروض۔

(۱۱۸۴)۲۔ وَرَوَى ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ مِنْ حَدِيْثِ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ

(۱۱۸۴)۲۔ ابن ابی شیبہ' حسین المعلم سے روایت کرتے ہیں' وہ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ اور دادا سے بیان

جَدِّهِ قَالَ: تَزَوَّجَ زِيَادُ بْنُ حُذَيْفَةَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ سَهْمٍ، أُمَّ وَائِلٍ بِنْتَ مَعْمَرِ الْجُمَحِيَّةَ، فَوَلَدَتْ لَهُ ثَلَاثَةَ أَوْلَادٍ فَتُوُفِّيَتْ أُمُّهُمْ[أُمُّ وَائِلٍ] فَوَرِثَهَا بَنُوهَا، رِبَاعَهَا وَوَلَاءَ مَوَالِيْهَا، فَخَرَجَ بِهِمْ عَمْرُوبْنُ الْعَاصِ مَعَهُ إِلَى الشَّامِ، فَمَاتُوا فِيْ طَاعُوْنِ عِمْوَاسٍ فَوَرِثَهُمْ عَمْرٌو، وَكَانَ عَصَبَتَهُمْ فَلَمَّا جَاءَ عَمْرٌو جَاءَهُ بَنُوْ مَعْمَرٍ فَخَاصَمُوْهُ فِيْ وَلَاءِ أُخْتِهِمْ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ عُمَرُ: أَقْضِيْ بَيْنَكُمْ بِمَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ(سَمِعْتُهُ ﷺ) يَقُوْلُ: **((مَا أَحْرَزَ الْوَالِدُ (أَوِ) الْوَلَدُ فَهُوَ لِعَصَبَتِهِ مَنْ كَانُوْا...... اَلْحَدِيْثَ))**۔ قَالَ فِيْهِ أَبُو عُمَرَ بْنُ عَبْدِالْبَرِّ: حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ وَأَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ أَتَمَّ۔

کرتے ہیں کہ زیاد بن حذیفہ بن سعید بن سہم نے ام وائل بنت معمر جمحیہ سے شادی کی پس اس نے اس کے تین بچوں کو جنم دیا' ان بچوں کی والدہ ام وائل فوت ہوگئی تو اس کے بیٹے اس کے مال کے وارث بنے' اور اس کے غلاموں کے ترکے کے وارث بنے' عمرو بن عاص انہیں اپنے ساتھ شام لے گئے تو وہاں طاعون عمواس میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے' عمرو عاص ان کے وارث بنے جب حضرت عمرو آئے تو بنو معمر اسکے پاس آئے تو وہ اپنی بہن کی ولاء کے بارے میں جھگڑنے لگے اور یہ مقدمہ حضرت عمر کی خدمت میں پیش کر دیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرماتے ہیں: ''جو جمع کیا والد نے یا لڑکے نے وہ اس کے عصبہ کا ہوگا جو بھی ہوں۔'' کہا ہے کہ اس میں ابوعمر بن عبدالبر ہے' یہ حسن صحیح ہے' اور اس کو ابوداؤد نے ابن ابی شیبہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ ابو داؤد: ۲۹۱۷۔ ابن ماجة: ۲۳۳۲۔

**فوائد:** (۱) ولاء کا وارث بننا درست ہے۔

(۲) ولاء کا وارث وہ ہوتا ہے جو غلام کو آزاد کرتا ہے۔

(۳) وہ آدمی جس نے کسی غلام یا لونڈی کو آزاد کیا وہ غلام یا لونڈی کی ولاء کا وارث ہوتا ہے غلام کے اصحاب فروض یا عصبات میں کوئی نہ ہو تو آزاد کرنے والا وارث بن جاتا ہے تو پھر اس کی عدم موجودگی میں اس کے ورثاء اس ولاء کے وارث بنتے ہیں اور ورثاء میں سے بھی وہ جو عصبہ ہوں یا اصحاب فروض ہوں۔

(۴) ایک دفعہ ولاء کی میراث چل پڑے تو پھر دوبارہ میراث کا مطالبہ درست نہیں جبکہ کسی وارث پر ظلم نہ ہوا ہو۔

(۵) میت کے مال کے زیادہ حق دار وہ ہوتے ہیں جو زیادہ قریبی ہوتے ہیں۔

## بَابُ الْكِتَابَةِ

## مکاتبت کا بیان

(۱۱۸۵) ۱۔ وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:

(۱۱۸۵) ۱۔ سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے

كَاتَبْتُ أَهْلِيَ عَلَى أَنْ أَغْرِسَ لَهُمْ خَمْسَ مِائَةِ فَسِيلَةٍ، فَإِذَا عَلِقَتْ فَأَنَا حُرٌّ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ [ذٰلِكَ] فَقَالَ: ((**اِغْرِسْ وَاشْتَرِطْ لَهُمْ، فَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَغْرِسَ فَآذِنِّي**))۔ [قَالَ] فَجَاءَ فَجَعَلَ يَغْرِسُ، إِلَّا وَاحِدَةً غَرَسْتُهَا بِيَدَيَّ، فَعَلِقَتْ جَمِيعُ [هـ] إِلَّا الْوَاحِدَةُ۔ أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ۔

اپنے مالک سے مکاتبت کی کہ میں ان کے لیے پانچ سو پودے لگاؤں گا جب میں یہ لگا دوں تو میں آزاد۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''پودے لگاؤ اور ان سے شرط باندھ لو جب تم پودے لگانے لگو تو تو مجھے بتانا' راوی کہتا ہے کہ وہ آیا اور اس نے پودے لگانے شروع کر دیئے مگر ایک پودا میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا تو میں نے ایک کے علاوہ تمام پودے لگائے۔'' اس کو حاکم نے حماد بن سلمہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن هے۔ طبقات الکبریٰ: ۴/ ۵۷۔ حاکم: ۲/ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔

(۱۱۸۶)۲۔ وَذَكَرَ غَيْرُهُ مِنْ طَرِيْقِ ابْنِ إِسْحَاقَ فِيْ قِصَّةِ سَلْمَانَ الطَّوِيْلَةِ، (وَفِيهَا) فَلَمْ أَزَلْ [بِهِ]۔ يَعْنِيْ بِصَاحِبِهِ۔ حَتَّى كَاتَبَنِيْ عَلَى أَنْ أُحْيِيَ لَهُ ثَلَاثَ مِائَةِ نَخْلَةٍ، وَبِأَرْبَعِيْنَ أُوقِيَةٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ (بِذٰلِكَ) فَقَالَ: ((**اذْهَبْ فَفَقِّرْ لَهَا ...... الْحَدِيْثَ**))۔

(۱۱۸۶)۲۔ اس کے علاوہ ابن اسحاق کے حوالے سے سلمان کا طویل قصہ مذکور ہے' میں مسلسل کوشش کرتا رہا یعنی مالک کے ساتھ' یہاں تک اس نے میرے ساتھ مکاتبت کی' اس شرط پر کہ میں اس کے لیے تین سو کھجور کے درخت لگاؤں' اور سونے کے چار اوقیے ادا کروں' میں نے نبی کریم ﷺ کو اطلاع دی' آپ نے فرمایا: ''جاؤ اس کا اہتمام کرو۔''

**تحقیق وتخریج:** طبقات الکبریٰ: ۴/ ۵۳۔ ۵۷۔ فتح الربانی: ۴/ ۴۸۰۔ امام احمد: ۵/ ۴۴۱۔ ۴۴۴

**فوائد:** (۱) مکاتبت ایک پیمان ہے جو مالک اور غلام کے مابین طے پاتا ہے۔ یہ مستحب ہے اس کی صورت یوں ہوگی کہ مالک اپنے غلام سے کہے مجھے اتنا مال' رقم دے دو تم آزاد ہو جاؤ گے یا فلاں کام کر دو تو تمہیں آزادی حاصل ہو جائے گی۔ اس میں اقساط جائز ہیں۔

(۲) مکاتبت ایک لکھت کا نام ہے جس میں مقررہ مال یا کام تحریر ہوتا ہے اور اس میں غلام اپنے مالک سے تخفیف کا مطالبہ بھی کر لے تو کوئی حرج نہیں۔

(۳) آزادی کے عوض بعض دفعہ غلام کے ذمہ رقم اور کام دونوں پڑ سکتے ہیں۔

(۴) صاحب کتابت غلام کو اصطلاح میں ''مکاتب'' کہا جاتا ہے۔ غلامی کئی طرح کی ہوتی ہے جو کہ مدبر' عبد مشترک' ام الولد'

مکاتب اور غیر مقید غلام کی صورت میں ہوتی ہے۔

(۵) ان احادیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ کوئی مالک اپنے غلام پر آزادی کے عوض یہ ذمہ داری سونپ دے کہ تو نے میرے لیے اتنے درخت لگانے ہیں تب تو آزاد ہوگا تو ایسا کرنا درست ہے۔ اسی طرح جو بھی محنت یا کام مالک کو مطلوب ہو اس پر معاہدہ کر کے غلام پر ذمہ داری عائد کر سکتا ہے بشرطیکہ ناجائز شرط نہ ہو جیسے کہ کسی غلام کے ساتھ یہ معاہدہ کرنا کہ تو شراب فروخت کرے گا اور بنائے گا بھی خود یا کسی اور ناجائز ذریعہ سے کمانے پر مجبور کرے یہ درست نہیں ہے۔ مالک کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے غلام کی جتنی ہو سکے مدد کرے تا کہ وہ مال ادا کر کے جلد آزاد ہو جائے۔ اگر غلام ساری رقم ایک قسط میں ادا کرنا چاہے تو مالک کو چاہیے کہ وہ قبول کر لے بشرطیکہ غلام کو کسی قسم کا نقصان نہ ہو۔ مقررہ اقساط مالک کو ملیں گی۔ مالک کی رحلت کے بعد ان کے ورثاء کو منتقل ہوں گی۔

(۱۱۸۷) ٣۔ وَرَوَى النَّسَائِيُّ مِنْ حَدِيثِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ، كِلَاهُمَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((**اَلْمُكَاتَبُ يُعْتَقُ مِنْهُ بِقَدْرِ مَا أَدَّى، وَيُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ بِقَدْرِ مَا عُتِقَ (مِنْهُ)، وَيَرِثُ بِقَدْرِ مَا عُتِقَ (مِنْهُ)**))۔ (رَوَاهُ مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ)۔

(۱۱۸۷) ٣۔ علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن عباس رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”مکاتب غلام اتنا آزاد ہوگا جتنی قیمت اس نے ادا کی اس پر حد قائم کی جائے گی جتنا وہ آزاد ہوگا اور وہ وارث بنے گا جتنا وہ آزاد ہوگا۔“ اس کو اس نے حماد بن سلمہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** نسائی: ۸/ ۴۶۔ ترمذی: ۱۲۵۹۔ بیہقی: ۱۰/ ۳۲۵۔

(۱۱۸۸) ٤۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، (عَنِ النَّبِيِّ ﷺ) قَالَ: ((**أَيُّمَا عَبْدٍ كَاتَبَ عَلَى مِائَةِ أُوْقِيَةٍ فَأَدَّاهَا إِلَّا عَشَرَ أَوَاقٍ فَهُوَ عَبْدٌ، وَأَيُّمَا عَبْدٍ كَاتَبَ عَلَى مِائَةِ دِينَارٍ فَأَدَّاهَا إِلَّا عَشَرَةَ دَنَانِيرَ فَهُوَ عَبْدٌ**))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ۔ وَرَاوِيهِ عَنْ عَمْرٍو، عَبَّاسٌ الْجُرَيْرِيُّ، وَقَدْ وَثَّقَهُ أَحْمَدُ، وَأَخْرَجَ لَهُ مُسْلِمٌ، فَمَنْ يُصَحِّحُ (هٰذِهِ النُّسْخَةَ) يَلْزَمُهُ تَصْحِيحُهُ، وَالْحَاكِمُ يَقْبَلُ هٰذِهِ النُّسْخَةَ، فَأَخْرَجَهُ فِي ((مُسْتَدْرَكِهِ))۔ وَفِي لَفْظِهِ اخْتِلَافٌ۔

(۱۱۸۸) ۴۔ عمرو بن شعیب اپنے دادا اور باپ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس غلام نے بھی مکاتبت کی سو دینار پر اس نے اس میں سے دس دینار کے علاوہ سبھی ادا کر دیے تو وہ غلام ہی رہے گا۔“
اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کا راوی جو عمرو سے روایت کرتا ہے وہ عباس جریری ہے اس کو احمد نے ثقہ کہا ہے اور اس کے لیے مسلم نے بھی روایت کیا ہے جو اس نسخہ کو صحیح تسلیم کرتا ہے اس پر اس کا صحیح جاننا لازم ہے اور حاکم نے اس کو تسلیم جانا ہے اور اس کو اپنی مستدرک میں نکالا ہے اور اس کے لفظ میں اختلاف ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۳/ ۱۸۳۔ ابوداؤد: ۳۹۲۷۔ ابن ماجۃ: ۲۵۴۶۔ ترمذی: ۱۲۶۰۔

**فوائد:** (۱) مکاتب غلام اتنا ہی آزاد ہوگا جتنا مال ادا کیا ہوگا باقی غلام ہی رہے گا خواہ تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو۔ یہ جمہور علماء کا مذہب ہے۔

(۲) غلام وارث نہیں بن سکتا۔ آدھا غلام اور آدھا آزاد ہوتو پھر وارث جتنا آزاد ہوگا اس کے مطابق بنے گا۔ ایسے ہی حد کا معاملہ ہے۔

(۳) مکاتبت ہر اس چیز پر معاہدہ کا نام ہے جو مالک کو مطلوب ہو خواہ وہ رقم ہو مال ہو کام ہو یا سونا' چاندی ہو۔

(۱۱۸۹)۵۔ [وَعِنْدَ ابْنِ إِسْحَاقَ]، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا سَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَبَايَا بَنِي الْمُصْطَلَقِ، وَقَعَتْ جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ فِيْ سَهْمٍ لِثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ (بْنِ شَمَّاسٍ)، أَوِ ابْنِ عَمِّهِ، فَكَاتَبَتْ عَلٰى نَفْسِهَا۔ وَفِي الْحَدِيْثِ: فَجِئْتُ [إِلٰى] رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَسْتَعِيْنُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَوَ مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ؟)) فَقَالَتْ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: ((أَتَزَوَّجُكِ، فَأَقْضِي عَنْكِ كِتَابَتَكِ)) فَقَالَتْ: نَعَمْ......اَلْحَدِيْثَ)) (مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ)۔

(۱۱۸۹)۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنو مصطلق کے قیدی اپنے قبضے میں لیے اور انہیں تقسیم کیا تو جویریہ بنت حارث' ثابت بن قیس بن شماس اور اس کے چچا کے بیٹے کے حصے میں آئی تو اس نے مکاتبت کر لی' حدیث میں ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تا کہ آپ سے مدد طلب کروں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا آپ کو اس سے بہتر نہ عطا کیا جائے؟'' اس نے کہا وہ کیا؟ آپ نے فرمایا: ''میں آپ سے شادی کر لیتا ہوں اور تیری طرف سے معاہدے کے مطابق مکاتبت کی قیمت کر دیتا ہوں' اس نے کہا ٹھیک ہے۔'' یہ محمد بن اسحاق کے طریقہ سے روایت ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ سیرت ابن اسحاق: ۳/ ۱۸۵۔ ابوداؤد: ۳۹۳۱۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی غلام سے یا لونڈی سے کوئی مالک مکاتبت کر لیتا ہے تو پھر اس کے اختیارات ختم ہو جاتے ہیں۔ لونڈی کے ساتھ وطی نہیں کر سکتا ایسے ہی لونڈی اپنے مالک سے پردہ کرے گی۔ البتہ مکاتبت کے معہود مال کی ادائیگی تک لونڈی ہی کہلائے گی۔

(۲) مکاتبت میں نیابت بھی جائز ہے یعنی کسی مکاتب غلام یا مکاتبہ لونڈی کی طرف سے کوئی اور بھی اس کے ذمہ کا مال اس کے مالک کو دے سکتا ہے اس صورت میں بھی غلام یا لونڈی آزاد ہو سکتے ہیں۔

(۳) کسی لونڈی کی طرف سے رقم کو ادا کر دینا اور اس سے شادی کا معاہدہ کر لینا درست ہے۔

(۴) کسی لونڈی یا غلام کی طرف سے مال ادا کرنے والا اس غلام یا لونڈی کو آزاد کر دے تو خوب ورنہ غلامی میں بھی رکھ سکتا ہے۔

(۵) آدمی کسی عورت کو خود یا کسی کے ذریعے نکاح و شادی کے بارے کہہ سکتا ہے۔

(۶) نکاح آزادی کی صورت میں ہوتا ہے' غلامی کی صورت میں نہیں۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ وہ لونڈی جو مکاتبہ ہوتی ہے اس پر مالک کے اختیارات ختم ہو جاتے ہیں وہ آدمی جو مکاتبہ کی رقم ادا کر دے وہ اس کا مالک بن جائے گا وہ اس سے شادی بھی کر سکتا ہے جب کہ وہ اسے آزاد کرے گا۔ کوئی غلام یا لونڈی کسی سے تعاون طلب کر سکتے ہیں۔

## بَابُ التَّدْبِيْرِ

## مدبر کرنے کا بیان

(۱۱۹۰) ۱۔ [عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ رِبَاحٍ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَاحْتَاجَ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ يَشْتَرِيْهِ (مِنِّيْ))) فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بِكَذَا وَ كَذَا، فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ۔

(۱۱۹۰) ۱۔ عطاء بن ابی رباح' حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک غلام کو اس طرح آزاد کیا تیرے مر جانے کے بعد تو آزاد ہے اسے کوئی ضرورت پیش آ گئی نبی کریم ﷺ نے اسے پکڑا اور فرمایا: ''یہ مجھ سے کون خریدے گا تو نعیم بن عبداللہ نے اسے اتنے اتنے کے بدلے خرید لیا اور اس کو اس کی طرف لوٹا دیا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۱۴۱۔ مسلم: ۹۹۷۔

(۱۱۹۱) ۲۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ عَبْدًا[لَهُ] لَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَرَدَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَابْتَاعَهُ مِنْهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ۔

(۱۱۹۱) ۲۔ بخاری شریف میں محمد بن منکدر سے روایت مذکور ہے وہ حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کر دیا اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی مال نہ تھا' رسول اللہ ﷺ نے اسے لوٹایا اور وہ نعیم بن نحام نے خریدا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۴۱۵۔

**فوائد:** (۱) کسی غلام کی غلامی کو اپنی موت کے ساتھ مقید کرنا درست ہے ایسے غلام کو مدبر کہتے ہیں۔ یعنی مالک اپنے غلام کو کہے تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے مالک کی موت کے بعد ایسا غلام آزاد ہو جائے گا۔

(۲) مالک کا غلام کے سوا کوئی اور مال نہ ہو تو پھر اس کو مدبر بنانا درست ہے۔

(۳) مدبر غلام پر مالک کے مکمل اختیارات ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لونڈی پر۔

(۴) اگر چہ غلام سے موت کے بعد آزادی کا وعدہ کیا لیکن مالک کسی موڑ پر کنگال ہو گیا تو اس صورت میں غلام کو آگے فروخت کر کے اپنا قرض اتار سکتا ہے ایسے اور ضرورت کو بھی پورا کر سکتا ہے۔

(۵) اگر آدمی کا کل ترکہ وہی غلام ہو تو وہ اپنے مالک کی موت کے بعد تیسرے حصے کے مطابق آزاد ہوگا باقی کے ورثاء مالک بنیں گے۔ مدبر کی نیت یہ ہو کہ میں اپنے مالک کو قتل کردوں اور جلد آزاد ہو جاؤں تو اس صورت میں مالک کو قتل کرنے کے بعد آزاد نہ ہوگا۔

(١١٩٢)٣۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ رِوَايَةِ اللَّيْثِ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، فِي حَدِيثٍ: ((فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ فَقَالَ: ابْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا، فَإِنْ فَضَلَ (عَنْكَ) شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ، فَإِنْ فَضَلَ (عَنْ أَهْلِكَ شَيْءٌ) فَلِذِي قَرَابَتِكَ، فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِي قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا(يَقُولُ: يَمِينًا وَشِمَالًا)، يَقُولُ:((بَيْنَ يَدَيْكَ، وَعَنْ يَمِينِكَ، وَعَنْ شِمَالِكَ))۔

(۱۱۹۲)۳۔ مسلم شریف میں لیث ابوزبیر سے روایت کرتے ہیں فرمایا: ''اپنے سے ابتداء کرو اور اپنی ذات پر خرچ کرو اگر اسے کوئی چیز بچ جائے تو اپنے اہل پر خرچ کرو اگر اس سے کوئی چیز بچ جائے تو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرو اگر رشتہ داروں کو دے کر کچھ بچ جائے تو دائیں بائیں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس طرح خرچ کرو' آپ فرماتے ہیں ان پر خرچ کرو جو آپ کے سامنے دائیں اور بائیں رہائش پذیر ہیں۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۹۹۷۔

**فوائد:** (۱) خرچ کرنے کی ابتداء اپنی ذات سے کی جائے اس کے بعد گھر والوں پر۔

(۲) خرچ کیا ہوا مال وہ زیادہ قبولیت کا حامل ہوتا ہے جو صحیح مصرف پر لگایا جائے۔

(۳) دولت کے اصراف میں الاقرب فالاقرب والا قاعدہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔

(۴) ہمسایوں کا حق بھی ہے لہٰذا ان پر بھی کچھ صدقہ کیا جائے۔

(١١٩٣)٤۔ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ رِوَايَةِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، وَكَانَ مُحْتَاجًا، وَكَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَبَاعَهُ(رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ) بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَأَعْطَاهُ (إِيَّاهَا، وَ) قَالَ: ((اقْضِ دَيْنَكَ))۔

(۱۱۹۳)۴۔ نسائی میں سلمہ بن کہیل عطاء سے روایت کرتے ہیں اور وہ جابر سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص نے اپنا مدبر غلام آزاد کیا وہ خود محتاج تھا اس پر قرض تھا رسول اللہ ﷺ نے اسے آٹھ سو درہم کا بیچ دیا اور رقم اسے دی اور فرمایا اپنا قرض ادا کرو۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ نسائی: ۸/ ۲۴۶۔ بخاری: ۲۲۳۰۔

**فوائد:** (۱) مالک اپنا غلام فروخت کر کے اپنا قرض اتار سکتا ہے۔

(۲) قرض اتارنا فرض ہے۔

(۳) خرید و فروخت میں کسی چیز کو فروخت کرنے کے لیے آواز دینا درست ہے۔ جیسا کہ آج کل منڈی میں بھاؤ کے لیے بولی لگائی جاتی ہے۔

(۴) جب تک چیز کے مالک کو یقین نہ ہو کہ میری چیز اتنے میں نہیں ہے فروخت کرنے میں تاخیر کر سکتا ہے۔ جب اسے معلوم ہو کہ اب قیمت میری چیز کے مطابق لگی ہے تو فروخت کر سکتا ہے۔

(۵) خرید و فروخت میں فریقین کے مابین رضامندی ضروری ہے۔

## بَابُ أُمِّ الْوَلَدِ

## ام ولد کا بیان

(١١٩٤) ١ ـ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ خَتَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (أَخِيْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ) قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا، وَلَا دِيْنَارًا، وَلَا عَبْدًا، وَلَا أَمَةً، وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ، (وَسِلَاحَهُ)، وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً)). [أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ]۔

(۱۱۹۴) ۱۔ عمرو بن حارث رسول اللہ ﷺ کے نسبی برادر، جویریہ بنت حارث کے بھائی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا، نہ دینار، نہ غلام، نہ کنیز اور نہ کوئی چیز سوائے ایک بیضا خچر اور ہتھیار کے اور وہ زمین جس کو آپ نے صدقہ میں دے دیا تھا۔ بخاری

**تحقیق تخریج:** بخاری: ۲۷۳۹، ۲۸۷۳، ۲۹۱۲، ۳۰۹۸، ۴۴۶۱۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کی دنیا سے بے رغبتی بیان کی گئی ہے۔

(۲) خوبی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کچھ دے تو دولت کے ڈھیر لگاتا جائے بلکہ خوبی یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دل کھول کر صرف کر دے۔

(۳) امِ ولد وہ لونڈی ہوتی ہے جس نے مالک کے پاس رہ کر اسی کا بچہ جنم دیا ہو ایسی لونڈی مالک کی وفات کے بعد آزاد ہو جاتی ہے۔

(۴) وہ لونڈی امِ ولد ہی کہلائے گی خواہ اس سے پیدا شدہ بچہ زندہ رہے یا فوت ہو جائے۔

(۵) بغیر نکاح کے رکھی جانے والی صرف لونڈی ہی ہوتی ہے جس سے جماع جائز ہوتا ہے۔ اس سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ بھی حلال کا ہوتا ہے اور غلام بھی ہوتا ہے۔

(١١٩٥) ٢ ـ [وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا وَلَدَتْ مَارِيَةُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا))۔ (رِوَايَةِ مُصْعَبُ بْنُ سَعِيْدِ الْمِصِّيْصِيُّ سُئِلَ عَنْهُ أَبُوْ حَاتِمٍ فَقَطَبَ وَجْهَهُ)]۔

(۱۱۹۵) ۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب ماریہ قبطیہ نے ابراہیم کو جنم دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اسے اور اس کے بیٹے کو آزاد کرتا ہوں۔'' اس کا راوی مصعب بن سعید مصیصی ہے، اس کے بارے میں ابو حاتم سوال کیے گئے تو اپنے چہرے کو بدل لیا، ترش رو بنا لیا۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم علیہ السلام کے پاس غلام اور لونڈیاں کثیر تعداد میں آئے۔ ایسے ہی باقی ساز و براق بھی کافی مقدار میں آیا لیکن آپ نے سبھی کچھ صدقہ کر دیا۔ کوئی چیز نہیں چھوڑی کہ جس کے ورثاء وارث نہیں۔ جو چھوڑا وہ کسی ایک کے لیے نہیں تھا۔

(۲) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل تشیع کا اہل بیت کے حوالہ سے دعویٰ کرنا اور کہنا کہ ابو بکر و عمر اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہم غاصب حکمران تھے غلط ہے۔

(۳) مالک اپنی امِ ولد لونڈی کو فروخت نہیں کر سکتا البتہ اپنی زندگی میں اسے آزاد کر سکتا ہے۔ ورنہ موت کے بعد خواہ مخواہ آزاد ہو جائے گی۔

(۴) مالک کی فروخت کے بعد امِ ولد کی آزادی کی یہ صورت ہوگی کہ وہ ایک ماہواری کے بعد آزاد ہوگی اور اس کے مال کے ورثاء وہ ہوں گے جو اس کے مالک کے ورثاء تھے۔ یعنی امِ ولد مال ساتھ نہیں لے جائے گی۔

# كِتَابُ الْفَرَائِض

## فرائض (یعنی ترکہ کے حصوں) کا بیان

(۱۱۹٦) ۱۔ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((**لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ**))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۱۹٦) ۱۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہوگا۔'' لفظ مسلم کے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ٦٧٦٤۔ مسلم: ١٦١٤۔

(۱۱۹۷) ۲۔ وَرَوَى أَبُودَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((**لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ**[شَتَّى]))۔

(۱۱۹۷) ۲۔ ابوداؤد میں عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ اور اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو مختلف ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بنیں گے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۱۷۸۔ ۱۹۵۔ ابوداؤد: ۲۹۱۱۔ ابن ماجة: ۲۷۳۱۔ دارقطنی: ۴/ ۷۵۔ ۷٦۔ بیہقی: ۲۱۸٦۔

**فوائد:** (۱) وہ موانع جو وراثت کے لیے ہوتے ہیں ان میں سے ایک مانع ارث یہ ہے کہ مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا

وارث نہیں بن سکتا۔ یہ راجح جمہوری مسلک ہے۔
(۲) وراثت ان ورثاء کو ملے گی جو اپنی مسلمان میت کے مسلمانی کی حالت میں وارث بنے۔

(۱۱۹۸)۳۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَلِأَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۱۹۸)۳۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وراثت کا مال اس کے حق داروں کو دے دو جو باقی بچے تو قریبی مرد کو دو۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۷۳۲۔ مسلم: ۱۶۱۵۔

**فوائد:** (۱) فرائض سے مراد شرع میں وراثت ہوتی ہے۔ وراثت ایک قطعی حق ہوتا ہے جو کہ کسی کا مقرر ہوتا ہے۔ جب اصحاب فرائض یا اہل فرائض بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ احباب ہیں جن کا حصہ قرآن وسنت میں مقرر ہے۔
(۲) حصہ داروں کو تین اقسام میں منقسم کیا جاتا ہے: (۱) اصحاب فروض (۲) عصبات (۳) ذوی الارحام
(۳) حصہ داروں کو حصہ دینا فرض ہے۔
(۴) اہل حصص کو ان کا حق ادا کرنے کے بعد جو بچے وہ نسب کے اعتبار سے میت کے قریبی رشتہ دار مرد کو دیا جائے گا۔ وہ مرد کے قریبی' بیٹا' پوتا اور پڑپوتا وغیرہ ہوتے ہیں۔
(۵) بیٹا' پوتا' پڑپوتا یہ عصبہ ہوتے ہیں۔

(۱۱۹۹)۴۔ وَعَنْ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ هُزَيْلَ ابْنَ شُرَحْبِيلٍ يَقُوْلُ: سُئِلَ أَبُو مُوسٰى عَنْ: اِبْنَةٍ، وَابْنَةِ ابْنٍ، وَأُخْتٍ؟ فَقَالَ: لِلْاِبْنَةِ النِّصْفُ، وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ، وَائْتِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَسَيُتَابِعُنِي۔ فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسٰى فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ، أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضٰى [بِهِ] النَّبِيُّ ﷺ: ((لِلْبِنْتِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ الْاِبْنِ السُّدُسُ، تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ))۔ فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسٰى فَأَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ: لَا تَسْأَلُوْنِي مَا دَامَ هٰذَا الْحِبْرُ فِيْكُمْ۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۱۹۹)۴۔ ابوقیس سے مروی ہے' کہتے ہیں کہ میں نے ہزیل بن شرحبیل سے پوچھا فرماتے ہیں کہ ابوموسیٰ سے دریافت کیا گیا بیٹی' پوتی اور بہن کے حصے کے بارے میں تو انہوں نے کہا آدھا بیٹی کے لیے اور آدھا بہن کے لیے ہے لیکن تم حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس جاؤ اور ان سے بھی دریافت کرو امید ہے کہ وہ بھی میری طرح جواب دیں گے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے دریافت کیا گیا اور ابوموسیٰ کے جواب کا حوالہ دیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اگر یہ فتویٰ دوں تو گمراہ ہو جاؤں گا اور راستے سے بھٹک جاؤں گا' میں تو دریں مسئلہ وہی حکم دوں گا جو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا' بیٹی کے لیے نصف اور پوتی کے لیے

چھٹا حصہ یہ دو تہائی ہو گیا باقی ایک تہائی بہن کے لیے ہے۔ پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ فتویٰ بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا' جب تک تم میں یہ زیرک عالم موجود ہے مجھ سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا کرو۔ بخاری نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۷۳۶۔ ۶۷۴۲۔

**فوائد:** (۱) جب بہن' بیٹی اور پوتی سے مل جائے تو عصبہ ہوتی ہے۔

(۲) جب پوتی' بیٹی کے ساتھ آتی ہے تو اس صورت میں ان دونوں کو دو تہائی حصہ ملے گا کیونکہ ایک بیٹی کو آدھا ملتا ہے۔ پوتی بھی بیٹی کی جگہ پر ہوتی ہے اس لیے جب دونوں اکٹھی ہوئیں تو دونوں کو دو تہائی مل گیا۔

(۳) کوئی زیادہ علم والا صحیح فتویٰ دے تو اپنے غلط فتویٰ سے رجوع کر لینا چاہیے۔

(۴) صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے صاحب علم ساتھی کو آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔

(۵) حسد کرنے کی بجائے اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے کی قدر کرنی چاہیے اور اہم مسئلہ کے لیے آنے والے سائل کو اس کی طرف بھیجنا چاہیے۔ یہ ایک عقلمندی کی علامت ہوتی ہے۔

(۱۲۰۰)۵۔ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِاللّٰهِ الْعَتَكِيِّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَعَلَ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهَا أُمٌّ))۔ وَعُبَيْدُاللّٰهِ وُثِّقَ، وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ: صَالِحٌ، وَأَنْكَرَ عَلَى الْبُخَارِيِّ إِدْخَالَهُ فِي كِتَابِ الضُّعَفَاءِ، وَقَالَ: يُحَوَّلُ۔

(۱۲۰۰)۵۔ ابوداؤد نے عبداللہ عتکی سے روایت کیا اس نے ابوبریدہ رضی اللہ عنہ سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے دادی کے چھٹا حصہ مقرر کیا جبکہ اس کے بغیر اور ماں زندہ نہ ہو۔ عبیداللہ کو ثقہ قرار دیا گیا ہے اور ابوحاتم نے کہا ہے کہ یہ صالح آدمی ہے بخاری کے "کتاب الضعفاء" میں اس کو داخل کرنے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ فخال بنایا گیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ ابو داؤد: ۲۸۹۵۔

**فوائد:** (۱) ماں کی موجودگی میں دادی اور نانی محروم ہوتی ہیں اسی طرح باپ کی موجودگی میں دادا اور پڑدادا محروم ہوتے ہیں۔

(۲) ماں کی عدم موجودگی میں دادی کو چھٹا حصہ ملتا ہے۔

(۳) قریبی رشتہ کی موجودگی میں بعیدی رشتہ محروم ہو جاتا ہے۔

(۴) چھٹا حصہ یہ فرضی حصہ ہوتا ہے جس کو قرآن نے مقرر کیا ہے۔

(۱۲۰۱)٦- وَعَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ [ابْنَ] ابْنِي مَاتَ، فَمَا لِي مِنْ مِيرَاثِهِ؟ قَالَ: ((لَكَ السُّدُسُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ، قَالَ: لَكَ سُدُسٌ آخَرُ، فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ، قَالَ إِنَّ السُّدُسَ الْآخَرَ طُعْمَةٌ))۔ لَفْظُ التِّرْمَذِيِّ، وَقَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ لِأَنَّهُ يُصَحِّحُ سِمَاعَ الْحَسَنِ مِنْ عِمْرَانَ۔ وَقَدْ خُولِفَ فِي هٰذَا۔ وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَ زَادَ: قَالَ قَتَادَةُ: فَلَا يَدْرُونَ مَعَ أَيِّ شَيْءٍ وَرِثَهُ، قَالَ قَتَادَةُ: أَقَلُّ شَيْءٍ وَرِثَ الْجَدُّ السُّدُسَ۔

(۱۲۰۱)٦۔حسن سے روایت ہے' وہ عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا میرا پوتا فوت ہوگیا ہے تو میرے لیے اس کی میراث میں کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا' تیرے لیے چھٹا حصہ ہوگا: جب وہ پیٹھ پھیر کر واپس ہوا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا تیرے لیے چھٹا حصہ اور ہے اور جب اس نے پیٹھ پھیری تو اسے بلایا فرمایا دوسرا سدس تیرے لیے اضافی ہے۔ ترمذی کے لفظ ہیں اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے کیونکہ اس کی تصحیح حسن کا سماع عمران سے جو ہے وہ کرتا ہے' اس بارے اختلاف بھی کیا گیا ہے' اور اس کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اضافہ کیا ہے' قتادہ نے کہا کہ وہ نہیں جانتے کہ کس چیز کا اس کو وارث بنایا تھا' قتادہ نے کہا کہ کم سے کم چیز جس کا دادا وارث بنتا ہے وہ سدس ہے۔

**تحقیق تخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۴/ ۴۲۸۔ ابوداؤد: ۲۸۹۶۔ بیہقی: ۶/ ۲۴۴۔ ابن ماجۃ: ۲۷۲۲، ۲۷۲۳۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں دادا کے حصے کا ذکر ہے۔ ''جد'' عربی میں دادا اور نانا دونوں پر بولا جاتا ہے یہاں مراد دادا ہے نہ کہ نانا۔ دادا کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور اس کو ورثا میں شامل رکھنا ضروری ہے۔

(۲) دادا کی تین حالتیں ہوسکتی ہیں۔ (۱) فرضی حالت (۲) عصبی حالت (۳) فرضی و عصبی حالت۔

(۳) فرضی حصہ اس وقت ملے گا جب دادا بیٹے یا پوتے سے ملے گا۔ عصبی حصہ اس وقت ملے گا جب دادا بیٹے یا پوتے سے نہیں ملے گا یعنی بیٹا' پوتا نہ ہو تو ذوالفروض کے باقی مال کو دادا بطورِ عصبہ لے گا۔ بیٹی کے ساتھ یا پوتی کے ساتھ فرضی حصہ بھی اور عصبی حصہ بھی دادا وصول کرے گا۔

(۱۲۰۲)۷- [وَعَنْ قَتَادَةَ]، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، وَقَدْ أَخْرَجَ لَهُ مُسْلِمٌ وَمَسَّهُ بَعْضُهُمْ۔ وَقَالَ التِّرْمَذِيُّ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

(۱۲۰۲)۷۔ قتادہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ماموں وارث ہے جس کا کوئی وارث نہیں' ترمذی نے اسے ذکر کیا عمرو بن مسلم سے' مسلم شریف میں بھی یہ منقول ہے' ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے بعض نے اسے مرسل روایت کیا

غَرِيْبٌ، وَقَدْ أَرْسَلَهُ بَعْضُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَائِشَةَ)) وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي ((مُسْتَدْرَكِهِ)) وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ (وَلَمْ يُخْرِجَاهُ)۔ كَذَا زَعَمَ، وَالْبُخَارِيُّ لَمْ يُخْرِجْ لِعَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، [وَقَدْ] ذَكَرَ الدَّارَقُطْنِيُّ أَنَّ رَفْعَهُ وَهَمٌ۔

اور اس میں حضرت عائشہ کا تذکرہ نہیں کیا' حاکم نے اسے اپنی مستدرک میں نقل کیا اس نے کہا یہ حدیث صحیح ہے شیخین کی شرط پر' ان دونوں نے اسے روایت نہیں کیا' بخاری کے خیال کے مطابق اس نے عمرو بن مسلم سے روایت نہیں کیا' دارقطنی نے اسے مرفوع ذکر کیا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ترمذی: ۲۱۰۴۔ بیہقی: ۶/ ۱۱۵۔ دار قطنی: ۴/ ۳۴۴۔ ابن ماجة: ۲۷۳۷۔

**فوائد:** (۱) قریبی وارث کی عدم موجودگی میں بعیدی وارث ترکہ کا حقدار ہوتا ہے۔

(۲) مستحقین ترکہ کی عدم موجودگی میں میت کا تمام مال بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔

(۳) راجح قول یہی ہے کہ عصبات کے بعد ذوی الارحام میت کے وارث بنتے ہیں۔

(۴) عصبہ ورثاء میں سے کوئی بھی نہ ہو تو ماموں اور خالہ بھی وارث بنتے ہیں۔

(۵) بعض حضرات عصبہ ورثاء تک ترکہ کی تقسیم کو لازم قرار دیتے ہیں ان کی عدم موجودگی میں اور کوئی وارث نہ ہوگا۔ سارا مال بیت المال میں جمع کروایا جائے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خالہ اور ماموں دیگر ورثاء کی عدم موجودگی میں وارث بنتے ہیں تو میت کی اولاد کی دیکھ بھال کے بھی یہی وارث ہوں گے اور جیسے میت کے مال پر ماموں اور خالہ کا حق ہے اسی طرح میت کی اولاد کا ماموں اور خالہ پر یہ حق ہے کہ وہ ان سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں اور ہر قدم پر ان کے معاون ثابت ہوں۔

(۱۲۰۳)۸۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَقَالَ: ((لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ، وَالْمَرْأَةُ تَرِثُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا وَمَالِهِ، وَهُوَ يَرِثُ مِنْ دِيَتِهَا وَمَالِهَا مَالَمْ يَقْتُلْ (أَحَدُهُمَا) صَاحِبَهُ (عَمْدًا) فَإِنْ قَتَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ عَمْدًا لَمْ يَرِثْ مِنْ مَالِهِ وَدِيَتِهِ شَيْئًا، وَإِنْ قَتَلَ [أَحَدُهُمَا] صَاحِبَهُ خَطَأً وَرِثَ مِنْ مَالِهِ وَلَمْ يَرِثْ مِنْ دِيَتِهِ))۔ أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ، وَقَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الطَّائِفِيُّ ثِقَةٌ۔

(۱۲۰۳)۸۔ محمد بن سعید' عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں کہا کہ مجھے میرے باپ نے میرے دادا کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ''دو ملت و مذہب والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے' عورت اپنے خاوند کی دیت اور مال کی وارث ہوگی اور خاوند اپنی بیوی کی دیت اور مال کا وارث ہوگا جب تک ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو عمداً قتل نہ کرے' اگر ایک اپنے ساتھی کو عمداً قتل کر دے تو وہ اس کے مال اور دیت کا وارث نہ ہوگا اگر ایک اپنے ساتھی کو غلطی سے قتل کر بیٹھے تو وہ اس کے مال کا وارث ہوگا لیکن دیت کا

وارث نہ گا۔'' دراقطنی نے اسے روایت کیا اور کہا کہ محمد بن سعید الطائفی ثقہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ ابن ماجۃ: ۲۷۳۶۔ دارقطنی: ۴/ ۷۲۔ ۷۳

**فوائد:** (۱) مسلمان اور کافر ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے یہ راجح بات ہے۔

(۲) جان کر قتل کرنے والا قاتل بھی مقتول کا وارث نہیں بنتا۔

(۳) میاں' بیوی ایک دوسرے کے حصہ سے ملنے والے مال کے وارث ہوتے ہیں۔ جیسے خاوند فوت ہوا تو بیوی اس کے مال اور میت دونوں سے مالک بنے گی۔ ایسے ہی بیوی فوت ہو تو خاوند کا معاملہ ہے۔

(۴) قتلِ عمد پر دیت دینا فرض ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد ہے۔

(۱۲۰٤)۹۔ وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ وَرِثَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ))۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ، ثُمَّ الْحَاكِمُ فِي ((مُسْتَدْرَكِهِ))، وَزَعَمَ أَنَّهُ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، [وَ] لَيْسَ أَبُو الزُّبَيْرِ(عَنْ جَابِرٍ)( مِنْ شَرْطِ الْبُخَارِيِّ فِي الْأُصُولِ۔

(۱۲۰۴)۹۔ ابوزبیر رضی اللہ عنہ جابر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بچہ پیدائش کے وقت چلائے وہ وارث ہوگا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔'' نسائی نے اسے بیان کیا پھر حاکم نے اپنی مستدرک میں اور خیال کیا کہ یہ شیخین کی شرط پر ہے ابوزبیر جابر سے جو روایت کرتے ہیں وہ بخاری کی شرط پر نہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ترمذی: ۱۰۳۲۔ ابن ماجۃ: ۲۷۵۰۔ ابن حبان: ۶۰۰۰۔ حاکم: ۳۴۹۷۔ بیہقی: ۴/ ۸۔

**فوائد:** (۱) ایک لحہ کا بچہ بھی وارث ہے۔

(۲) بچہ جونہی پیدا ہو وہ وارث ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کا زندہ ہونا ثابت ہو جائے خواہ وہ کسی لحاظ سے ہو مثال کے طور پر بچے کے سانس سے جانا گیا' حرکت کرنے سے جانا گیا' چیخ مارنے سے جانا گیا' آنکھوں کے کھولنے اور حرکت کرنے سے جانا گیا یا آواز نکالنے سے اس کا زندہ ہونا جانا گیا ہو۔

(۳) مردہ بچہ یا جنین وارث نہیں ہوتے۔

(۴) عورت حاملہ ہو اور وہ بچے کے ایام ولادت میں فوت ہوئی تو اس کا آپریشن کر کے بچہ نکال لیا اور بچہ بھی زندہ نکلا تو اس صورت میں بھی وہ وارث ہوگا۔

(۵) جنین یا پیدا شدہ مردہ بچے پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی۔
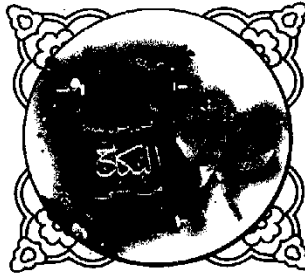
# کِتَابُ النِّكَاحِ

## نکاح کا بیان

(۱۲۰۵)۱۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ [لَنَا] رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّجْ (فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ)، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَآءٌ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۱۲۰۵)۱۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''اے نوجوانو! جوتم میں سے اخراجات کی طاقت رکھتا ہے تو اسے شادی کر لینی چاہیے' یہ نگاہ کو نیچے رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا باعث بنتی ہے اور جو استطاعت نہیں رکھتا تو اسے روزہ رکھنا چاہیے روزہ اس کے لیے ڈھال کا کام دے گا۔'' متفق علیہ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۰۶۵۔ مسلم: ۱۴۰۰۔

**فوائد:** (۱) نکاح ایک ایسا مشروع عقد و ربط ہے جس کی بنا پر مرد اور عورت ایک دوسرے پر حلال ہو جاتے ہیں اور وطی کرنا حلال ہو جاتی ہے۔

(۲) وطی جس کو مجازاً نکاح کہتے ہیں اس کے کچھ لوازمات ہوتے ہیں وہ مصارف و اخراجات کی استطاعت کے اعتبار سے اور جماعی قوت کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔

(۳) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ناکارہ لوگ خود جو کچھ ہوتے ہیں وہ تو ہوتے ہی ہیں لیکن آنے والی آدم کی بیٹی کو بھی لے ڈوبتے ہیں۔ لہٰذا احسن یہ ہے کہ مالی طاقت کے پائے جانے پر شادی کی جائے اگر یہ طاقت نہیں ہے تو جماعی طاقت کی موجودگی میں روزے رکھے۔

(۴) شادی کی بے شار حکمتیں ہیں (۱) نسلِ انسانی کی بقا (۲) عزت کا تحفظ (۳) فرمان پر عمل (۴) گھریلو معاملات میں میاں و بیوی کا ہر اعتبار سے ایک دوسرے سے تعاون (۵) نفسانی خواہش پر کنٹرول اور ذخیرہ (۶) نئی زندگی کا آغاز (۷) محبت کا حقیقی محل اور وسیع دائرہ (۸) ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے اور اتفاق سے رہنے کا ڈھنگ آتا ہے۔

(۵) روزے کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ یہ قوتِ باہ، سفلی جذبہ اور منی کے شر کو دور کرتا ہے۔ یہ ایک عارضی عمل ہوتا ہے نہ کہ مستقل طور پر۔

(١٢٠٦)٢- (وَعِنْدَ مَالِكٍ فِيْ حَدِيْثِ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ: ((وَالْمَرْأَةُ تَمُوْتُ بِجَمْعٍ شَهِيْدَةٌ)))۔

(۱۲۰۶)۲- جابر بن عتیک سے مروی ہے جو عورت زچگی میں فوت ہو وہ شہیدہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۵/ ۴۴۶۔ ابوداؤد: ۳۱۱۱۔ نسائی: ۴/ ۱۳۔ رواہ الموطاء۔ ۳۶۔ ابن ماجة: ۲۸۰۳۔ حاکم: ۱/ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ابن حبان: ۱۶۱۲۔

**فوائد:** (۱) نکاح بہت ساری خوبیوں کا مرکز ہے۔ کنوارے عورت و مرد اور شادی شدہ عورت و مرد خیالات و معمولات میں یکساں نہیں ہو سکتے۔

(۲) نکاح ایک عظیم شرعی کام ہے۔ بالفاظِ دیگر صحیح نکاح اوصافِ جمیلہ کا مرقع ہوتا ہے۔

(۳) نکاح کی رفعت اور اس کے حامل کی عظمت اس امر سے واضح ہوتی ہے کہ شادی شدہ عورت زچگی کی حالت میں فوت ہوتی ہے تو وہ شہید ہوتی ہے یعنی کنواری عورت پر شادی شدہ عورت کو اس اعتبار سے فوقیت حاصل ہے۔

(١٢٠٧)٣- وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ سَأَلُوْا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ عَمَلِهِ فِي السِّرِّ، فَقَالَ: بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ۔ ((فَحَمِدَاللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوْا كَذَا وَكَذَا، (أَلَا) [وَ] إِنِّيْ أُصَلِّيْ وَأَنَامُ، (وَأَصُوْمُ) وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۲۰۷)۳- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی جماعت نے ازواجِ مطہرات سے آپ کے خفیہ عمل عبادت کے بارے پوچھا، ان میں سے ایک نے کہا میں شادی نہیں کروں گا، ایک نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا ایک نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: ”قوموں کا کیا حال ہے؟ وہ ایسی ایسی باتیں کہتے ہیں خبردار میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں، روزہ رکھتا ہوں، افطار کرتا ہوں، عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے بے رغبتی اختیار کی

وہ مجھ سے نہیں۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۰۶۳۔ مسلم: ۱۴۰۱۔

**فوائد:** (۱) اسلام ہر مسلمان سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ ہر معمول میں ماہر ہو۔

(۲) کسی ایک عمل کو لے لینا اور باقی عوامل کو ترک کر دینا اسلام میں دررست نہیں ہے۔ یعنی صرف نمازی بنے رہنے اور باقی اسلام کے امور ترک کر دینا خلاف شرع ہے۔

(۳) اسلام رہبانیت کا سبق نہیں دیتا۔

(۴) گھر اور معاشرہ سے الگ تھلگ ہو جانا کوئی عمدہ کام نہیں ہے۔

(۵) نبی کریم علیہ السلام کی ہر سنت کو اپنانا ہمارے لیے ضروری ہے۔ نکاح بھی ایک تاکیدی سنت ہے اس کو ترک کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

(۱۲۰۸)۴۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ))۔

(۱۲۰۸)۴۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عورت کی شادی چار وجوہ کی بنا پر ہوتی ہے اس کے مال' اس کے خاندان' اس کے حسن و جمال اور اس کے دین کی وجہ سے' تو دین والی کے ساتھ شادی کر کے کامیابی حاصل کر' تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۰۹۰۔ مسلم: ۱۴۶۶۔

**فوائد:** (۱) ہر معاملہ میں دین کو ایک اولین حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ یعنی دین کے بعد کسی چیز کو افضل نہ جانا جائے۔

(۲) ایک عورت میں حسن' مال' عمدہ حسب ونسب اور دین اکٹھے ہو جائیں تو سونے پہ سہاگہ ہوگا۔ ایسی عورت سے بلا تاخیر شادی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(۳) عورت میں دین جیسا وصف موجود ہوتے ہوئے دوسرے اوصاف مذکورہ نہ ہونے کی صورت میں عورت کو رد کر دینا اس بات کی علامت ہے کہ آدمی کو دین سے قطعاً دلچسپی نہیں ہے وہ دنیا دار ہے اور دین کی اس کے ہاں کوئی قدر نہیں ہے۔

(۴) جو آدمی اس نیت سے دین کے وصف کی حامل عورت کو تلاش کرتا ہے کہ دنیا و آخرت بہتر بن جائے۔ ایسا آدمی بڑی جلدی کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور دیگر خیالات کے حامل انسان کی نسبت یہ زیادہ سرخ رو نظر آتا ہے۔

(۵) کسی کو مشورہ دینا ہو تو دین دار عورت کے انتخاب کا دینا چاہیے اور اس کی طرف رغبت بھی دلانی چاہیے۔ عمدہ مشورہ ایک خیر اندیش سے ہی صادر ہو سکتا ہے۔

(۱۲۰۹)۵۔ وَرَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ، قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَقِيْتُ رَسُوْلَ

(۱۲۰۹)۵۔ مسلم شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک عورت

اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((يَا جَابِرُ، تَزَوَّجْتَ؟)) قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: ((أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟)) [قَالَ] قُلْتُ: (بَلْ) ثَيِّبًا۔ قَالَ: ((فَهَلَّا بِكْرًا[ا] تُلَاعِبُهَا [وَتُلَاعِبُكَ]...... الْحَدِيثَ))۔ [أَخْرَجُوهُ أَجْمَعُونَ]۔

سے شادی کی میں رسول اللہ ﷺ سے ملا' آپ نے فرمایا: ''جابر تو نے شادی کی؟ اس نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا: بیوہ سے شادی کی یا کنواری سے اس نے کہا بیوہ سے' آپ نے فرمایا کنواری سے شادی کی ہوتی تو اس سے کھیلتا وہ تجھ سے کھیلتی۔'' اس کو سبھی نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۰۸۰۔ مسلم: ۷۱۵۔

**فوائد:** (۱) کنواری عورت' ثیبہ کی نسبت من مانی خواہش کی تشنگی کو بھی جی بھر کر دور کرتی ہے۔ کنواری طریقہ شعار عورت خاوند کے لیے تسکین قلب کا موثر ٹانک ہی تو ہے۔

(۲) مطلقہ یا بیوہ عورت سے نکاح کرنا بھی جائز ہے بلکہ بعض حالات میں مصلحت کے پیش نظر ثیبہ سے شادی کرنا بہتر ہوتا ہے کیونکہ وہ عقل کی پختہ اور تجربہ کار خاتون ہوتی ہے جو کہ خاوند کے گھریلو حالات کو اچھے پیمانے پر چلا سکتی ہے اور ہر لحاظ سے مؤثر ثابت ہو سکتی ہے۔

(۳) شادی کرتے وقت اعلیٰ سطح کے ضیوف کو دعوت دینا کوئی فرض' واجب نہیں ہے اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ اپنے دوستوں کو بلایا جائے۔ بعض حضرات اس قدر تکلف سے کام لیتے ہیں کہ بغیر دوستوں کی شمولیت کے شادی کو بے مزہ قرار دیتے ہیں جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی شادی ہے لیکن رحمتِ عالم کو خبر تک نہیں بعد میں آ کر اطلاع دی جا رہی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی دوست کو شادی کی دعوت نہ ملنے پر ناراضگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ یہ وسیع الظرف انسان کا خاصہ ہے۔

(۱۲۱۰)٦۔ وَعِنْدَ أَبِي دَاوُدَ [عَنْ مَعْقَلِ بْنِ يَسَارٍ] فِي حَدِيثٍ: ((تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ))۔ رَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ سَعِيدٍ، وَقَالَ أَحْمَدُ(بْنُ حَنْبَلٍ) فِيهِ: شَيْخٌ ثِقَةٌ۔

(۱۲۱۰)٦۔ ابوداؤد میں معقل بن یسار سے مروی ہے ''محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جنم دینے والی سے شادی کرو' میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔'' اس کو مسلم بن سعید نے روایت کیا ہے اور احمد بن حنبل نے اس کے بارے میں کہا ہے یہ ثقہ شیخ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۲۰۵۰۔ نسائی: ۱/ ۶۵۔ ۶۶۔ حاکم: ۲/ ۱۶۲۔

**فوائد:** (۱) ایسی عورت کا انتخاب کرنا جو کامل جذبات سے اپنے شوہر سے پیار کرنے والی ہو ایک عقل مند عورت کی علامت ہے۔

(۲) وہ عورت جو کثرت سے بچے جننے کی صلاحیت رکھتی ہو اس کا انتخاب کرنا چاہیے اس بات کا علم عورت کے خاندان سے ہوگا کہ آیا اس کا خاندان زیادہ بچے جننے والی خواتین کا متحمل ہے یا نہیں۔

(۳) نبی کریم علیہ السلام کی یہ خواہش ہے کہ میری امت کثرتِ تعداد میں لاثانی ہو۔ امت کی یہ کثرت مرد و زن دونوں پر مشتمل ہے

نہ کہ صرف مردوں پر۔

(۴) اس حدیث میں نکاح کرنے کی' زیادہ اولاد جننے والی اور محبت کرنے والی عورت سے شادی کرنے کی ترغیب ہے۔

(۵) امت کی بہتات پر جو نبی کریم علیہ السلام فخر کریں گے یہ روزِ قیامت ہوگا اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر ہوگا۔ یعنی اولاد اور قوم باعث فخر نعمت ہیں۔

## فَصْلٌ...... فصل

(۱۲۱۱)۱۔ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ، وَالتَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ۔ قُلْتُ: فَذَكَرَ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ ثُمَّ قَالَ: وَالتَّشَهُّدُ فِي الْحَاجَةِ [ أَنْ يَقُوْلَ]: ((إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَيَقْرَأُ ثَلَاثَ آيَاتٍ))۔ قَالَ عَبْثَرٌ: فَفَسَّرَهُ لَنَا سُفْيَانُ ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران:۱۰۲]۔ ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ [النساء:۱]۔ ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾ [الاحزاب:۷۰]۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(۱۲۱۱)۱۔ ابواسحاق' ابوالاحوص سے' وہ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز کا تشہد اور نکاح کا خطبہ سکھایا' نماز کا تشہد بیان کرنے کے بعد نکاح کا خطبہ بیان کیا آپ فرماتے ہیں ''سب تعریف اللہ کے لیے ہم اس سے مدد طلب کرتے ہیں اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں ہم اپنے نفسوں کے شرارتوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں' جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں اور پھر آپ یہ تین آیات پڑھتے عبثر نے کہا کہ اس کی تفسیر بیان کی ہمارے لیے سفیان نے' اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہوں'' اس اللہ سے جس کے ذریعے تم رشتے مانگتے ہو اللہ تم پر نگہبان ہے اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۱/ ۳۹۲'۲۱۱۲۔ ابوداؤد: ۲۱۱۸۔ ترمذی: ۱۱۰۵۔ نسائی: ۶/ ۸۹۔ ابن ماجة: ۱۸۹۹۔

**فوائد:** (۱) تشہد کو تشہد اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اشهد ان لا الٰه...... الخ کا تذکرہ ہے نکاح کے خطبہ کو بھی تشہد کہا گیا ہے۔ تشہد سراسر ثناء وحمد کا ترانہ ہے۔

(۲) نکاح کے موقعہ پر ایک مسنون خطبہ پڑھا جاتا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے نکاح کے خطبہ کو خطبۂ حاجت بھی کہتے ہیں۔
(۳) اس حدیث میں موجود خطبہ صرف نکاح کے موقعہ پر ہی نہیں پڑھا جاسکتا بلکہ ہر حاجت کے موقعہ پر پڑھنا مسنون ہے۔ اس لیے اس کو خطبۂ حاجت کہتے ہیں۔
(۴) نکاح کے موقعہ پر خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

(۱۲۱۲)۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَّأَ الْإِنْسَانَ قَالَ: ((بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

(۱۲۱۲)۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کو مبارک دیتے تو فرماتے: ''اللہ تیرے لیے برکت کرے اور تجھ پر برکت کرے اور تم دونوں کو خیر و بھلائی میں اکٹھا رکھے۔'' ابوداؤد

**تحقیق وتخریج:** الامام احمد: ۲/ ۳۸۱۔ ابو داؤد: ۲۱۳۰۔ ترمذی: ۱۰۹۱۔ ابن ماجة: ۱۹۰۵۔ ابن حبان: ۱۲۸۴۔

**فوائد:** (۱) شادی شدہ کو مبارک دینا جائز ہے اور سنت ہے۔
(۲) شادی شدہ کو ایک دعا کے ساتھ مبارک دینی چاہیے جو اسی حدیث میں مذکور ہے اور یہ مسنون ہے۔
(۳) اسلام ہر خوشی وغمی کے موقع پر دعا پڑھنے کی تلقین کرتا ہے۔ تمام تر ادعیہ مسنونہ زیادہ تر انسانی فلاح کا فلسفہ رکھتی ہیں۔
(۴) میاں بیوی کا بھلائی پر مجتمع ہو جانا بہت بڑی بات ہے۔
(۵) مسلمان بھائی کے لیے برکت کی دعا کرنا ہمدردی پر دلالت کرتا ہے۔

## فَصْلٌ...... فصل

(۱۲۱۳)۳۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّهُ خَطَبَ اِمْرَأَةً فَقَالَ: [لَهُ] النَّبِيُّ ﷺ: ((اُنْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّهَا أَحْرٰى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا))، أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(۱۲۱۳)۳۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے ایک عورت سے منگنی کی نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا: ''اسے دیکھ لو یہ زیادہ مناسب ہوتا ہے کہ تم دونوں کے درمیان محبت و یگانگت پیدا ہو۔'' ترمذی نے اسے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ترمذی: ۱۰۸۷۔ نسائی: ۶/ ۶۹۔ ۷۰۔ ابن ماجة: ۱۸۶۶۔ ابن حبان: ۴۰۴۲۔

**فوائد:** (۱) ایسی عورت جس سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس کو نکاح سے قبل اگر دیکھ لیا جائے تو مستحب ہے۔
(۲) کسی عقل مند عورت کے ذریعہ بھی پتہ لگایا جاسکتا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ بندہ خود ہی دیکھے۔ یعنی اس میں تشدد اور سختی نہیں ہے۔
(۳) پیغام نکاح کے بعد دیکھنا غیر شرعی طریقہ ہے کیونکہ ارادہ نہ بننے کی صورت میں لڑکی کے گھر والوں کو تکلیف دینا ہے۔

(۴) اس حدیث میں صرف دیکھنے کے بارہ میں ثبوت موجود ہے۔ باتیں کرنے اور آپس میں تعارفی نشست کے بارہ میں کہیں بھی ثبوت موجود نہیں ہے۔ جیسا کہ آج کل کا طریقہ ہے کہ بات ابھی ماں باپ کے منہ میں ہوتی ہے اور بیٹا پہلے ہی کئی فون اور تصویریں وصول کر چکا ہوتا ہے۔ یہ گناہ ہے۔

# فَصْلٌ...... فصل

(١٢١٤)٤۔ ثَبَتَ فِي حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ [أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَخْلُوَنَّ أَحَدٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُورَحِمٍ مُحَرَّمٍ لَهَا...... اَلْحَدِيثَ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۲۱۴)۴۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے سنا' آپ فرماتے ہیں: ''کوئی کسی عورت کے ساتھ علیحدہ نہ ہو مگر آنکہ اس کے ساتھ ایسا رشتے دار ہو جو اس کا محرم ہو۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۳۳۔ مسلم: ۱۳۴۱۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ نکاح کا ارادہ کرنے والا مطلوبہ عورت سے علیحدگی میں بات نہیں کر سکتا اور نہ علیحدہ اس کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے۔

(۲) نکاح سے قبل آدمی' عورت کے لیے غیر محرم ہوتا ہے۔ لہٰذا سبھی کچھ دونوں کے مابین حرام ہے جب تک نکاح نہیں ہو پاتا۔

(۳) ذی محرم کے ساتھ عورت باتیں کر سکتی ہے' بیٹھ سکتی ہے اور سفر کر سکتی ہے البتہ ذی محرم کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی۔

(١٢١٥)٥۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى فَاطِمَةَ بِعَبْدٍ قَدْ وَهَبَهُ لَهَا، قَالَ: وَعَلَى فَاطِمَةَ ثَوْبٌ إِذَا قَنَّعَتْ بِهِ رَأْسَهَا لَمْ يَبْلُغْ رِجْلَيْهَا، وَإِذَا غَطَّتْ (بِهِ) رِجْلَيْهَا لَمْ يَبْلُغْ رَأْسَهَا، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ ﷺ مَا تَلْقَى قَالَ: ((إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكِ بَأْسٌ، إِنَّمَا هُوَ أَبُوكِ أَوْ غُلَامُكِ))۔ [أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ]۔

(۱۲۱۵)۵۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ فاطمۃ الزہراء کے پاس ایک غلام لے کر آئے جو آپ نے اسے بطور عطیہ دیا تھا' حضرت فاطمہ کے سر پر کپڑا تھا جب اس سے سر ڈھانپتی تو وہ ٹانگوں تک نہ پہنچتا' اگر اس سے اپنی ٹانگیں ڈھانپتی تو سر تک نہ پہنچتا جب نبی اکرم ﷺ نے یہ صورت حال دیکھی تو ارشاد فرمایا: ''کوئی حرج نہیں یہ تو صرف تیرا باپ یا غلام ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف الاسناد۔ ابو داؤد: ۴۱۰۶۔

**فوائد:** (۱) غلام سے پردہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) غلام سے نکاح نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی مالکن اس سے وطی کا ارادہ کر سکتی ہے۔

(۳) کسی کو کوئی چیز ہبہ کرنا درست ہے۔

(١٢١٦)٦۔ وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ أُمَّ

(۱۲۱۶)٦۔ابو زبیر جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں

سَلَمَةَ اِسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْحِجَامَةِ: ((فَأَمَرَ أَبَا طَيْبَةَ أَنْ يَحْجِمَهَا)). قَالَ: حَسِبْتُ أَنَّهُ (قَالَ) كَانَ أَخَاهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ، أَوْ غُلَامًا لَمْ يَحْتَلِمْ. [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ].

کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ نے سینگی لگانے کی اجازت طلب کی آپ نے ابوطیبہ کو حکم دیا کہ اسے سینگی لگائے فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ وہ حضرت ام سلمہ کا رضاعی بھائی تھا یا ایسا لڑکا تھا جو ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۲۲۰۶۔

**فوائد:** (۱) طبی مصلحت کے پیش نظر سینگی لگوانا مرد وزن کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔

(۲) رضاعی بہن بھائی آپس میں نکاح نہیں کر سکتے۔

(۳) عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ عورت سے ہی علاج کروائے اگر یہ ممکن نہ ہو تو اپنے ذی محرم سے سینگی وغیرہ لگوا سکتی ہے۔ اسی طرح اپنے غیر بالغ غلام سے بھی سینگی لگوا سکتی ہے۔ جسم کو علاج و معالجہ کی صورت میں مس کرنے کی اجازت بھی ان کو ہے۔

(۴) ہماری قوم کی عزت کی تحفیظ اس میں ہے کہ ہسپتالوں میں لیڈی ڈاکٹرز لیڈیز کا علاج کریں اور آپریشن کریں اور مرد ڈاکٹرز مرد حضرات کو چیک کریں اور آپریشن کریں۔ ہمارے ہسپتالوں کا مخلوط نظام آئے روز خطرات کو مول لے رہا ہے۔ بے پردگی عریانی کو کافی عروج حاصل ہے۔ کسی عورت ڈاکٹر کے لائق نہیں ہے کہ وہ غیر محرم عورتوں کو مس کرے۔ آج کل ہر طرح کے ڈاکٹرز کی فراہمی ہے۔ البتہ لیڈی نہ ہو تو پھر مجبوراً مرد ڈاکٹر بھی چیک کر سکتا ہے۔

## فَصْلٌ...... فصل

(۱۲۱۷) ۷۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتّٰى يَتْرُكَ الْخَاطِبُ قَبْلَهُ، أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ] (فَيَخْطُبَ))). أَخْرَجَهُ أَبُو يَعْلٰى، ثُمَّ ابْنُ حِبَّانَ فِي ((صَحِيحِهِ)).

(۱۲۱۷) ۷۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے یہاں تک کہ پہلا منگنی کرنے والا چھوڑ دے یا وہ اسے اجازت دے دے تو وہ منگنی کر سکتا ہے۔'' ابویعلی نے اسے روایت کیا ہے پھر ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابن حبان: ۴۰۴۰۔ بخاری: ۵۱۴۲۔

**فوائد:** (۱) پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح بھیجنا منع ہے۔ جمہور علماء اس کی تحریمی ممانعت کی طرف گئے ہیں۔

(۲) جب نکاح کے ابتدائی مراحل ہوں یعنی ابھی لڑکی والوں نے بات چلائی ہو اور ایک گھر پر نظر نہ رکھی ہو تو اس صورت میں ہر کوئی پیغامِ نکاح بھیج سکتا ہے۔

(۳) لڑکی والوں نے تلاش کے بعد کسی ایک لڑکے سے شادی کرنے کا ارادہ کر لیا ہو اور فریقین کے ذہن قریباً بن چکے ہوں اور غالب گمان ہو کہ اب ادھر ہی نکاح ہوگا تو اس صورت میں کسی مسلمان بھائی کے لائق نہیں ہے کہ وہ مسلمان بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام بھیجے۔

(۴) لڑکی اور لڑکے والوں نے آپس میں نکاح کے پیغام کو قبول کر لیا بات بن گئی لیکن کسی اور لڑکے نے پیغام اس حالت میں بھیجا کہ اسے رشتہ طے پا جانے کا علم نہ تھا تو ایسی صورت میں بھول کر پیغام بھیجنے والا خطا کار ہوگا کیونکہ اسے علم نہ تھا۔

(۵) پہلے جس آدمی نے پیغام بھیجا اور بات طے ہوگئی لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر وہ منگنی کامیاب نہ رہی، لڑکے والوں نے چھوڑ دیا یا لڑکی والے رضا مند نہ ہوئے تو اس صورت میں اور ایسی صورت میں کہ جس کی منگنی ہوگئی لیکن بعد میں وہ نیت بدلنے پر کسی کو خود کہہ دے کہ میری نیت ادھر نہیں ہے لہٰذا تو ادھر نکاح کا پیغام بھیج لے تو یہ درست ہے۔

(۱۲۱۸)۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لِفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ: ((اِذْهَبِيْ إِلٰى أُمِّ شَرِيْكٍ، وَلَا تُفَوِّتِيْنَا بِنَفْسِكَ))۔

(۱۲۱۸)۸۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ بنت قیس سے فرمایا: ”تو ام شریک کی طرف جا اور تو خود ہمیں رائے نہ دے۔“

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۸۰۔

(۱۲۱۹)۹۔ وَثَبَتَ فِيْ حَدِيْثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَمَّا أَبُوْ جَهْمٍ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ، وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَا مَالَ لَهُ))۔

(۱۲۱۹)۹۔ فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابوجہم اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے اتارتا نہیں، رہا معاویہ تو وہ مفلس ہے اس کے پاس مال نہیں۔“

**تحقیق وتخریج** (ا) رواه مسلم ۱۴۸۰

**فوائد:** (۱) حدیث سے ظاہری طور پر تو یہ واضح ہو رہا ہے کہ ایک وقت میں ایک سے زائد پیام بھیجے جاسکتے ہیں جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ لاعلمی کی وجہ سے کوئی دوسرا ایسے کر لے تو گناہ نہیں البتہ علم ہو جانے کے بعد کرنا حدیث کی مخالفت ہے۔

(۲) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے ابوجہم اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں تو ابھی طے ہی نہیں کیا تھا۔ معلوم ہوا بات طے ہو جانے کے بعد یا ایک طرف بات مکمل ہو جانے کے بعد دوسرا آدمی نکاح کا پیغام نہیں بھیج سکتا۔

(۳) ثیبہ، مطلقہ عورت اپنے خاوند کے انتخاب کے لیے کسی صاحب رائے سے مشورہ طلب کر سکتی ہے۔ مشیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ مشورہ امانت داری سے دے اور دوسرے کی خیر خواہی کے لیے کچھ اقدامات کرے۔

(۴) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ یہ ایک حبشی غلام کے صاحبزادے تھے۔ فاطمہؓ نے اگرچہ انہیں کو ناپسند جانا لیکن فرمانِ رسول پر گردن جھکانی پڑی۔ اطاعت رسول میں نجات ہے اور زندگی کا سکھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فاطمہؓ پر دیگر عورتیں رشک کرتے کرتے نہ تھکتیں۔

(۵) نبی کریم علیہ السلام غیب کی اطلاع نہیں رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے نکاح اس وجہ سے نہ ہوا کہ وہ قلاش تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسامہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ دیا جبکہ یہی معاویہ رضی اللہ عنہ آگے چل کر روم، شام، ایران، عرب اور مصر کے منتظم اعلیٰ بن جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ مؤرخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت دور اندیش تھے۔

## فَصْلٌ...... فصل

(۱۲۲۰) ۱۰۔ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ (مَالِكٍ) عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فِيْ حَدِيْثِ الْوَاهِبَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((**قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ**))۔ هٰكَذَا فِيْهِ بِلَفْظِ التَّزْوِيْجِ، وَكَذَا رِوَايَةُ زَائِدَةَ، وَحَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، وَعَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ مُحَمَّدٍ، [وَفُضَيْلِ بْنِ سُلَيْمَانَ] بِلَفْظِ التَّزْوِيْجِ۔

(۱۲۲۰) ۱۰۔ موطا امام مالک میں ابوحازم کے حوالے سے روایت ہے وہ سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں ایک ہبہ کرنی والی عورت کی حدیث میں کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تیری اس سے شادی کی اس کے عوض جو کچھ تیرے پاس قرآن ہے۔'' اسی طرح اس حدیث میں لفظ تزویج کا ذکر ہے، اسی طرح زائدہ، حماد بن زید، عبدالعزیز بن محمد اور فضیل بن سلیمان کی روایت بھی لفظ تزویج کے ساتھ ہے۔

**تحقیق تخریج:** بخاری: ۲۳۱۰، ۵۱۳۵، ۷۴۱۷۔

(۱۲۲۱) ۱۱۔ وَفِيْ رِوَايَةِ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ: ((**أَنْكَحْتُكَهَا**))

(۱۲۲۱) ۱۱۔ سفیان بن عیینہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں ''میں نے تیرا اس سے نکاح کیا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۴۹۔ مسلم: ۱۴۲۵۔

(۱۲۲۲) ۱۲۔ وَفِيْ رِوَايَةِ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ: ((**قَدْ مَلَّكْتُكَهَا**))۔

(۱۲۲۲) ۱۲۔ عبدالعزیز بن ابی حازم، اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، جس میں یہ الفاظ ہیں ''میں نے اسے تیری ملکیت میں دیا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۰۸۷۔ مسلم: ۱۴۲۵۔

(۱۲۲۳) ۱۳۔ وَفِيْ رِوَايَةِ مَعْمَرٍ وَالثَّوْرِيِّ: ((**أَمْلَكْتُكَهَا**))۔

(۱۲۲۳) ۱۳۔ معمر اور ثوری سے مروی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں ''میں نے اسے تیری ملکیت میں دیا۔''

**تحقیق وتخریج:** الامام احمد: ۵/ ۳۳۴۔

(۱۲۲۴) ۱۴۔ وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ غَسَّانَ:

(۱۲۲۴) ۱۴۔ ابوغسان کی روایت میں ہے ''میں نے اس

((أَنْكَحْنَا كَهَا)). سے تیرا نکاح کیا۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۲۱۔

**فوائد:** (۱) ہر وہ چیز جو نفع بخش ہو وہ حق مہر ٹھہر سکتی ہے۔

(۲) قرآنی تعلیم کو حق مہر مقرر کرنا جائز ہے۔ یعنی حق مہر علم، مال اور خدمت ہو سکتے ہیں۔

(۳) حق مہر کی شرع میں کم از کم مہر کی تعیین نہیں ہے البتہ کچھ نہ کچھ ہونا ضروری ہے خواہ وہ کتنا ہو۔ یہ بہت خوب ہو گا کہ صاحب استطاعت اپنی طاقت کے مطابق حق مہر مقرر کرے۔ وہ حق مہر قابلِ تعریف ہوتا ہے جس پر فریقین نے رضا مندی کا اظہار کیا ہو۔

(۴) جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا نکاح وقت کا امام کروا سکتا ہے۔ آج کل کے نکاح اکثر دھوکے پر مبنی ہوتے ہیں۔ پہلے پہل عورتوں کا نبی کے لیے اپنے آپ کو خود کو پیش کر دینا جائز تھا۔

(۵) ولی کا یہ کہنا کہ میں نے تجھے اس کا مالک بنا دیا، اس کا نکاح تجھ سے کر دیا، میں نے اسے تیری ملکیت میں کر دیا یا ہم نے اس کو تیرے نکاح میں کر دیا درست ہے۔ یعنی ان مذکورہ الفاظ سے نکاح جائز ہو جاتا ہے نکاح، عقد، تزویج، تملیک وغیرہ سے لڑکی، لڑکا ایک دوسرے کے لیے حلال ہو جاتے ہیں۔

(۱۲۲۵)۱۵۔ وَعِنْدَ ابْنِ حِبَّانَ، مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ مُوسَى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْ عَدْلٍ، وَمَا كَانَ مِنْ نِكَاحٍ عَلَى غَيْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ)). وَذَكَرَ ابْنُ حِبَّانَ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ فِي ذِكْرِ الشَّاهِدَيْنِ غَيْرُ هٰذَا الْخَبَرِ۔

(۱۲۲۵)۱۵۔ ابن حبان، ابن جریج سے وہ سلیمان بن موسیٰ سے وہ زہری سے وہ عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ولی اور دو منصف گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا جو اس صورت کے علاوہ نکاح ہو گا وہ باطل ہو گا اگر وہ جھگڑ پڑیں تو سلطان اس کا ولی ہو گا جس کا کوئی ولی نہ ہو۔" ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ "دو گواہوں" کا تذکرہ اس خبر کے علاوہ درست نہیں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابن حبان: ۱۲۴۸۔ دار قطنی: ۳/ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ابو داؤد: ۲۰۸۳۔ ترمذی: ۱۱۰۲۔ ابن ماجۃ: ۱۸۷۹۔

**فوائد:** (۱) نکاح کے درست ہونے کے لیے اس کے کچھ ارکان ہیں جن میں سے دو یہ ہیں (۱) ولی جو مرد ہو عاقل، بالغ آزاد ہو۔ ولی عموماً باپ ہوتا ہے اس کی عدم موجودگی میں دادا، بھائی، چچا، اور وصی ولی ہو سکتے ہیں۔ الاقرب فالاقرب کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ قریبی ولی کی عدم موجودگی میں وقت کا حکمران ولی ہو گا۔ (۲) دو عادل، آزاد، ثقہ اور کبیرہ گناہ کے مرتکب نہ ہونے والے گواہ کا نکاح کے وقت ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح وہ مسلمان بھی ہوں کیونکہ "مِنْكُمْ" کا لفظ قرآن میں موجود ہے۔

(۲) اختلاف کے پیشِ نظر نکاح کے معاملہ میں اسلام کو فوقیت حاصل رہے گی۔
(۳) دو ولی برابر کے ہوں تو اختلاف کی صورت میں ولایت کا حق حاکم کو مل جائے گا۔ اگر دو ولی ہوں تو اس ولی کو ترجیح ہوگی جس کا دینی موقف درست ہو اور زیادہ قریبی ہو۔ ایسے ہی منگیتر کے انتخاب میں ولی کا اختلاف ہو جائے تو دین کو ترجیح ضروری ہے۔
(۴) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ولایت نکاح کے لیے شرط ہے۔ بغیر ولی کے نکاح کی اجازت نہیں ہے۔ یہی رائے جمہور علماء کی ہے۔ صاحب کتاب کا موقف بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ عورت ولی نہیں ہو سکتی۔ عورت ولیہ ہو' دو گواہ نہ ہوں اور مرد ولی بھی نہ ہو تو نکاح باطل ہوگا۔ ایسے ہی عورت نے خود اپنا نکاح اپنی مرضی سے کروا لیا تو یہ بھی غیر شرعی طریقہ ہے۔

(١٢٢٦)١٦ـ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَعْلِنُوْا النِّكَاحَ))۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ الْقُرَشِيِّ، وَقَالَ: صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ۔

(۱۲۲۶)۱۶۔ عامر بن عبداللہ بن زبیر' اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نکاح کا اعلان کرو۔'' حاکم نے اسے روایت کیا ہے اور قرشی کی حدیث سے اور کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۴/ ۵۔ ابن حبان: ۱۲۸۵۔ بیہقی: ۷/ ۲۸۸۔ حاکم: ۲/ ۱۸۳۔

**فوائد:** (۱) خفیہ نکاح کرنا درست نہیں ہے۔ اس سے میاں' بیوی کے تعلقات مشکوک ہو جاتے ہیں۔
(۲) نکاح کو علی الاعلان کرنا چاہیے یعنی نکاح کی تشہیر ہونی چاہیے۔ جیسا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اطلاع دینا' برادری والوں کو بتانا اور دعوت دینا' بازار سے بارات کا گزر جانا' دف بجانا' دلیمہ کرنا وغیرہ یہ بھی انداز ہم استعمال کر سکتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح بغیر تصویر کے ذرائع اطلاعات میں بھی خبر نشر کرنے کی گنجائش ہے۔ البتہ آج کل کے اندار جو یہود وہنود نے ہمیں چند سالوں پہلے ورثہ میں دیے تھے اور ہم نے قبول کر لیے یہ درست نہیں ہیں باجوں اور سرنگیوں پر بے جا فضول خرچیاں اچھی نہیں ہیں۔ اسی طرح غیر محرم مرد اور خواتین ڈانس کرتے اور گاتے نظر آتے ہیں اور ریاکاری کو خاصہ مقام حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے اخباروں اور دیگر ذرائع پر دھوم دھام نظر آتی ہے دلہا اور دلہن اخبار کے فرنٹ پیج پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔ بلکہ آج کل تو یہ حال ہے کہ دلہا ابھی دلہن کو دیکھ نہیں پاتا کہ ہزاروں نگاہیں پہلے ہی دلہن کا دیدار کر چکی ہوتی ہیں۔ ان قباحتوں سے اجتناب ضروری ہے۔

## بَابُ الْمَوْلِي وَالْمَوْلِي عَلَيْهِ

## ولی کا بیان

(١٢٢٧)١ـ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ فَإِنْ

(۱۲۲۷)۱۔ عائشہ ؓ سے روایت ہے' کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے یہ بات تین

دَخَلَ بِهَا فَالْمَهْرُ لَهَا بِمَا أَصَابَ مِنْهَا، فَإِنْ تَشَاجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيٌّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ))۔ لَفظُ رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ، وَبَعْضُهُمْ يُعِلُّهُ بِمَاخُولِفَ فِي تَأْثِيرِهِ۔

مرتبہ فرمائی' اگر اس سے ازدواجی تعلقات قائم کر لیے تو اسے مہر دینا ہوگا اگر آپس میں جھگڑا ہوجائے تو اس کا حکمران ولی ہوگا جس کا کوئی ولی نہیں۔'' یہ ابوداؤد کی روایت کے لفظ ہیں اور بعض نے اس کی تاثیر کے بارے جو ممانعت ہوئی ہے اس کی وجہ سے اس کو معلول قرار دیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ دارمی: ۲۱۹۰۔ بھیقی: ۷/ ۱۰۵۔ حاکم: ۲/ ۱۶۸۔

**فوائد:** (۱) ولایت نکاح کے لیے شرط ہے۔

(۲) دو ولیوں کے اختلاف کے باعث اور عدم موافقتِ رائے کی وجہ سے ولایت کا حق حاکم کو منتقل ہوجائے گا۔

(۳) بغیر ولی کے نکاح باطل ہوتا ہے۔

(۴) بغیر اجازتِ ولی کے نکاح ہوجانے پر اور وطی کر لینے پر مہر دینا ہوگا حق مہر کو عوضِ تمتع بھی کہا جاتا ہے۔

(۱۲۲۸)۲۔ وَرَوَى مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ [الْ] فَضْلِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا))۔ اِنْفَرَدَبِهِ مُسْلِمٌ۔

(۱۲۲۸)۲۔ موطا امام مالک میں عبداللہ بن الفضل' نافع بن جبیر سے اور وہ عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیوہ اپنی ذات کا ولی کی نسبت زیادہ حق رکھتی ہے کنواری عورت سے اجازت طلب کی جائے گی اس کی خاموشی اس کی اجازت ہوگی۔'' مسلم اس روایت میں منفرد ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۲۱۔

(۱۲۲۹)۳۔ وَفِي رِوَايَةِ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، عِنْدَ الدَّارَقُطْنِيِّ: ((اَلثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا))۔

(۱۲۲۹)۳۔ زیادہ بن سعد' عبداللہ سے روایت کرتے ہیں یہ روایت دارقطنی میں ہے ''بیوہ زیادہ حق دار ہے اپنی ذات کی اپنے ولی کی نسبت۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۲۱۔

**فوائد:** (۱) احادیث نے ثابت کر دیا کہ اسلام وہ ہے جس نے عورت کو خندقوں سے نکال کھیتوں میں اور تحت الثریٰ سے اٹھا کر عوجِ ثریا کا مقیم بنادیا۔ یعنی اس کی اہمیت کو چار چاند لگادیے۔ جبکہ اسلام سے قبل مشورہ تو کیا عورت اپنے بارے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس دور میں عورت گھڑے کی مچھلی کے سوا اور کچھ نہ تھی وہ شب و روز بھیڑ' بکری جیسے کیے گئے سلوک کو قبول کرتی رہی۔ لیکن کب تلک؟ اسلام نے آخر اسے حق دلا ہی دیا اور چراغ خانہ بنادیا پھر وہی عورت خاتون جنت کے نام سے بھی مشہور

ہونے لگی۔

(۳) اپنی مرضی چلانے والے ولی اب من میں آئی کرنے سے رک گئے اور انہیں حکم ملا کہ ثیبہ سے مشورہ کیا جائے اور کنواری سے اجازت لی جائے۔

(۴) اسلام اس بات کی بھی تلقین کرتا ہے کہ بیوہ سے بھی شادی کی جائے۔ کنواری کی مرضی اور بیوہ کی مشاورت کا ہرگز یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے منگیتر وشوہر کا انتخاب کرتی پھریں۔ جیسا کہ اکثر آج کل ہورہا ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ ولیوں کے سائے تلے رہتے ہوئے اور ان کو ساتھ ملاتے ہوئے۔ وہ صحیح موقف رکھتے ہیں تو ان کی ہاں میں ہاں ملائی جائے اگر غلط موقف ہے تو ان کو اصلاحی مشورہ دیا جائے بس خود نکاح کر لینا یہ بے شرمی ہے۔

(۱۲۳۰) ٤۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّ رَجُلًا زَوَّجَ اِبْنَتَهُ وَهِيَ بِكْرٌ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهَا، فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ۔

(۱۲۳۰) ۴۔ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کی شادی اس کی اجازت کے بغیر کر دی وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تو آپ نے ان میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دی۔ نسائی نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ نسائی: ۳/ ۲۸۳۔ ابو داؤد: ۲۰۹۶۔ ابن ماجۃ: ۱۸۸۔

**فوائد:** (۱) اپنی بیٹی کے اشارات کو سمجھے بغیر نکاح کرنا درست نہیں ہے۔

(۲) حقیقی ولی باپ ہوتا ہے۔ اس کی موجودگی میں کسی کو ولایت کا حق حاصل نہیں ہے۔

(۳) ناپسند کے نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار عورت کو حاصل ہے۔

(۴) معلوم ہوا نکاح جیسا بندھن غیر معمولی ہے اور نازک ہے اس میں باہوش ہو کر انتخاب کرنا ضروری ہے۔

(۵) یہ بھی پتہ چلا کہ عورت کوئی مٹھی کا کنکر نہیں ہے کہ جس طرف جی آیا اس کو پھینک دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کو منوں کے حساب سے اللہ تعالیٰ نے عزت دی لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں کہ اب عورت آپے سے باہر ہو جائے اور بازار میں آ کر ہر معاملہ طے کرے اور منصب وجاہ کے حصول میں بے جا بے چین رہے عورت کی تمام تر کامیابی کا مرکز صرف گھر کی چار دیواری ہے۔ حقوق کی آڑ لے کر سراپا احتجاج بن جانا' عقل مندی نہیں ہے۔ اپنا حق مانگنے کے لیے منظرِ عام پر آنے سے گریز نہیں کرتیں اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتیں یہ انصاف نہیں ہے۔

(۱۲۳۱) ٥۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ**)) قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: ((**أَنْ تَسْكُتَ**))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۲۳۱) ۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیوہ کی شادی اس کے مشورے سے کی جائے اور کنواری کی شادی اس کی اجازت سے کی جائے'' انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ آپ نے فرمایا ''وہ خاموش رہے۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۳۶، ۶۹۶۸، ۶۹۷۰۔ مسلم: ۱۴۱۹۔

(۱۲۳۲)٦۔ وَعِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: ((تُسْتَأْمَرُ الْيَتِيْمَةُ فِيْ نَفْسِهَا، فَإِنْ سَكَتَتْ فَهُوَ إِذْنُهَا وَإِنْ أَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا)). (قَالَ الْحَاكِمُ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ)۔

(۱۲۳۲)٦۔ ابوداؤد میں ابوہریرہ سے مروی ہے "یتیمہ سے اجازت طلب کی جائے گی اگر وہ خاموش رہے تو وہ اس کی اجازت ہوگی اگر انکار کردے تو اس پر کوئی جواز نہ ہوگا۔" حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے مسلم کی شرط پر ہے لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔

**تحقیق وتخریج:** الامام احمد: ۲/ ۲۵۹، ۴۷۵۔ ابوداؤد: ۲۰۹۳۔ ترمذی: ۱/ ۲۰۶۔

**فوائد:** (۱) بیوہ عورت کے لیے بھی ولایت کی شرط ہے۔ یہی بات ہی زیادہ صحیح ہے۔

(۲) کنواری عورت کا خاموش رہنا اجازت شمار ہوتا ہے۔

(۳) کوئی بات یا کوئی کام ہورہا ہو تو کسی کا اس پر اعتراض نہ کرنا' خاموش رہنا بعض دفعہ اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ یہ بھی رضامند ہے۔ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں کچھ ایسے کام ہوئے ہیں کہ ان پر آپ کا سکوت رہا گویا کہ وہ بھی اجازت تھی۔ اس کو تقریری حدیث بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا برائی کو دیکھ کر یا سن کر کسی قسم کا ایکشن نہ لینا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ بھی شامل ہے۔ یعنی برائی کو دیکھ کر آنکھ میچ جانا اچھی بات نہیں ہے۔ اس کے برعکس اچھائی کے کام پر خاموشی تائید ہوتی ہے۔

(۴) عورت کا حق نہایت موکد اور قابلِ ترجیح ہے۔

(۵) عورت کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے اس کا ولی اس کا نکاح جبراً نہیں کرسکتا۔

(۱۲۳۳)۷۔ وَرَوَى الدَّارُقُطْنِيُّ مِنْ حَدِيْثِ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيْسَ لِلْوَلِيِّ مَعَ الثَّيِّبِ أَمْرٌ))۔ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ عِنْدَهُمْ إِلَّا أَنَّ الدَّارَقُطْنِيَّ قَالَ: لَمْ يَسْمَعْهُ صَالِحٌ مِنْ نَافِعٍ، إِنَّمَا سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ (عَنْهُ)۔ (قُلْتُ: وَعَبْدُاللّٰهِ ابْنُ الْفَضْلِ) ثِقَةٌ۔

(۱۲۳۳)۷۔ دارقطنی سے صالح بن کیسان کے حوالے سے روایت کیا' اس نے نافع بن جبیر سے اور اس نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ولی کا بیوہ کے ساتھ کوئی امر نہ ہوگا۔" اس کے راوی ثقہ ہیں ان کے ہاں سوائے دارقطنی کے وہ کہتے ہیں کہ اس کو صالح بن کیسان نے سنا نہیں ہے۔ اس نے تو عبداللہ بن فضل سے سنا ہے اور میں کہتا ہوں کہ عبداللہ بن فضل بھی تو ثقہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف الاسناد۔ ابوداؤد: ۱۰۰۔ نسائی: ۶/ ۸۵۔ ابن حبان: ۱۲۴۱۔ دارقطنی: ۳/ ۲۳۹

**فوائد:** (۱) ثیبہ کی مرضی کے بغیر اس کا ولی اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔

(۲) اگر عورت کہیں اور شادی کرنا چاہتی ہے لیکن ولی راضی نہیں تو اس کو راضی کیا جائے گا اور عورت کے فیصلہ کا احترام کیا جائے گا۔

(۳) ولی جب جبر کرے گا تو اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔

(۱۲۳٤)٨۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِلرَّجُلِ: ((أَتَرْضٰى أَنْ أُزَوِّجَكَ فُلَانَةً؟)) قَالَ: نَعَمْ۔ وَقَالَ لِلْمَرْأَةِ: ((أَتَرْضَيْنَ أَنْ أُزَوِّجَكِ فُلَانًا؟)) قَالَتْ : نَعَمْ، قَالَ: فَزَوَّجَ أَحَدَهُمَا صَاحِبَهُ...... الْحَدِيْثَ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، ثُمَّ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ)) بِاخْتِلَافِ لَفْظٍ۔

(۱۲۳۴)٨۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے کہا: ''کیا تجھے پسند ہے کہ میں فلاں عورت سے تیری شادی کردوں؟'' اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے آپ نے عورت سے کہا: ''کیا تجھے پسند ہے کہ میں تیری شادی فلاں شخص سے کردوں؟'' اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے آپ نے ان کی شادی کروادی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور پھر ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے۔

**تحقیق تخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد: ۲۱۱۷۔ ابن حبان: ۱۲۶۲۔ حاکم: ۲/ ۱۸۱۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں بھی اس بات کی وضاحت مل رہی ہے کہ زوجین کی رضامندی کو نکاح جیسے عمل میں کافی عمل دخل ہے۔

(۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ لڑکا خوددار ہوتا ہے لیکن پھر بھی زبانی بیان لے لینا چاہیے تا کہ مزید توثیق ہو جائے۔

(۳) قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ لڑکی کی رضامندی بھی حاصل کرے تا کہ زبانی بیان سے اس کے خیال کی وضاحت ہو جائے۔

(۱۲۳٥)٩۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيْهِ فَهُوَ عَاهِرٌ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَمَنْ يَحْتَجُّ بِابْنِ عَقِيْلٍ يُصَحِّحُهُ۔

(۱۲۳۵)۹۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل، جابر سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کرے گا تو وہ زانی ہے۔'' اس کو ابوداؤد نے اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور جو ابن عقیل کو قابل حجت سمجھتا ہے وہ اس کو صحیح کہتا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۳/ ۳۰۱، ۳۷۷، ۳۸۲۔ ابوداؤد: ۲۰۷۸۔ ترمذی: ۱۱۱۱، ۱۱۱۲۔ ابن ماجۃ: ۱۹۰۹۔ دارقطنی ۲۲۳۹۰۔ حاکم: ۲/ ۱۹۴۔ بیہقی: ۷/ ۱۲۷۔

**فوائد:** (۱) غلام کا ولی اس کا مالک ہوتا ہے۔

(۲) غلام آزاد عورت سے شادی کروا سکتا ہے۔

(۳) غلام کے لیے ضروری شرط یہ ہے کہ وہ اپنے مالک یا ذمہ دار کی اجازت لے کر نکاح کرے۔
(۴) مالک کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح کرنا باطل ہے۔
(۵) صحیح بات یہ ہے کہ بغیر مالک کی اجازت سے کیا نکاح باطل ہوگا خواہ عقد کے بعد مالک اجازت دے ہی دے۔

(۱۲۳۶)۱۰۔ وَعَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((**أَيُّمَا امْرَأَةٍ زَوَّجَهَا وَلِيَّانِ فَهِيَ لِلْأَوَّلِ مِنْهُمَا، وَأَيُّمَا رَجُلٍ بَاعَ بَيْعًا مِنْ رَجُلَيْنِ فَهُوَ لِلْأَوَّلِ مِنْهُمَا**))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، [وَالتِّرْمِذِيُّ]، وَمَنْ يَحْتَجُّ بِالْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ يَلْزَمُهُ تَصْحِيْحُهُ۔

(۱۲۳۶)۱۰۔ حسن سے روایت ہے وہ سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت کی شادی دو ولی کریں تو ان میں سے پہلا ولی معتبر ہوگا جو دو اشخاص سے سودا کرے تو ان میں سے پہلا معتبر ہوگا۔'' اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے' جو حسن عن سمرہ سے حجت پکڑے اس کے لیے اس کو صحیح کہنا لازم ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ الامام احمد: ۵/ ۸۔ ابوداؤد: ۲۰۸۸۔ نسائی: ۷/ ۳۱۴۔

**فوائد:** (۱) ایک عورت کے دو بھی ولی ہو سکتے ہیں۔
(۲) ایسی عورت جس کے نکاح بیک وقت دو ولیوں نے کر دیے تو وہ دونوں باطل ہوں گے۔
(۳) ایسے دو ولی جنہوں نے عورت کے مختلف اوقات میں دو نکاح کر دیے تو اس صورت میں وہ نکاح صحیح شمار ہوگا جو پہلے ہوا دوسرا باطل ہو جائے گا کیونکہ نکاح پر نکاح جائز نہیں ہے۔ یعنی اس آدمی کی بیوی شمار ہوگی جس نے پہلے نکاح کر لیا۔
(۴) دو ولیوں کے اختلاف پر دونوں کا حق ساقط ہو جائے گا اور وہ حقِ ولایت حاکمِ وقت کو مل جائے گا۔

## بَابُ مَا يُحَرَّمُ مِنَ النِّكَاحِ وَذِكْرِ تَوَابِعِهِ

## حرام نکاح اور اس کے توابع کا بیان

(۱۲۳۷)۱۔ رَوَى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: ((**أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: نَهَى عَنِ الشِّغَارِ**)) وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ ابْنَتَهُ، وَلَيْسَ بَيْنَهُمْ صَدَاقٌ۔

(۱۲۳۷)۱۔ مالک نے نافع سے اور اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے وٹے کی شادی سے منع کیا' وٹہ سٹہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کی شادی ایک آدمی سے کرتا ہے اس شرط پر کہ وہ اس کی بیٹی کی شادی اپنے سے کرے گا' اور ان دونوں کے درمیان مہر نہ ہوگا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۱۲۔ مسلم: ۱۴۱۵۔

(۱۲۳۸)۲۔ وَرَوَاهُ عُبَيْدُاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، وَفِيْهِ: قُلْتُ لِنَافِعٍ: مَا الشِّغَارُ؟ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۲۳۸)۲۔ عبیداللہ نے نافع سے روایت کیا' کہ اس میں یہ ہے کہ میں نے نافع سے کہا' وٹہ سٹہ کیا ہے؟ متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۹۶۰۔ مسلم: ۱۴۱۵۔

**فوائد:** (۱) عورت کے بدلے عورت سے نکاح کرنا یہ نکاح شغار کہلاتا ہے۔ یہ اس صورت میں حرام ہے جب کہ دونوں میں حق مہر کا تقرر نہ ہو۔ یہ بالاجماع ناجائز ہے۔

(۲) صحیح بات یہ ہے کہ نکاحِ شغار باطل ہوتا ہے اور یہ جاہلیت کے انداز پر مشتمل نکاح ہوتا ہے جس کی ممانعت شارع علیہ السلام نے فرمادی۔

(۳) اگر دونوں کے درمیان حق مہر مقرر ہو جائے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے جائز ہے۔

(۴) حق مہر منکوحہ عورت کا حق ہوتا ہے۔ جو کہ اسی کو ہی ملتا ہے۔

(۱۲۳۹)۳۔ وَرَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَآءِ، وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهُ، وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا)).

(۱۲۳۹)۳۔ مسلم نے ربیع بن سبرہ جہنی سے روایت کیا کہ اس کے والد نے اسے بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے فرمایا: ''لوگو میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اب اللہ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا ہے جس کے پاس ان میں سے کوئی ہے تو وہ چھوڑ دے اور جو تم نے انہیں دیا اس میں سے کچھ نہ لو۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۰۶۔

(۱۲۴۰)٤۔ [وَعِنْدَهُ أَيْضًا فِي رِوَايَةٍ أُخْرٰى: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى يَوْمَ الْفَتْحِ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ]۔

(۱۲۴۰)۴۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن عورتوں سے متعہ کرنے سے منع کیا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۰۶۔

**فوائد:** (۱) متعہ ایک وقت تک کچھ چیز کے عوض عورت سے نکاح کرنے کا نام ہے۔ متعہ کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

(۲) بعض احباب اب بھی متعہ کو جائز قرار دیتے ہیں جو کہ غلط ہے۔

(۳) فتح مکہ سے قبل متعہ کے ایک سے زائد بار حلال ہونے پھر حرام ہونے کے بارے میں بیانات ملتے ہیں لیکن فتح مکہ کے بعد متعہ حرام ہونے کے بعد اس کی حلت کا کسی حدیث سے ثبوت نہیں ملتا۔ یعنی متعہ قیامت تک حرام ہے۔

(۴) متعہ صحیح رائے کے مطابق فتح مکہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ مزید مطالعہ کے لیے زاد المعاد ابن قیم کی ملحوظ ہو۔

(۵) روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ متعہ جنگ خیبر کے موقعہ پر ایک بار حرام ہوا ہے بعض نے گدھے اور متعہ کی حرمت کو

روز خیبر سے مقید کر دیا اور بعض نے صرف گدھوں کی حرمت بیان کی متعہ کی حرمت کو خیبر کے دن سے مقید نہ کیا۔ یعنی یہ رواۃ کے مابین ایک وہم رہا ورنہ خیبر کے موقعہ پر نہ کسی نے متعہ کیا نہ اجازت مانگی اور نہ ہی اس کی حتمی حرمت کا تذکرہ ملتا ہے۔ جبکہ فتح مکہ میں حرمت کا تذکرہ ملتا ہے۔

(١٢٤١)٥۔ وَرَوَى مَالِكٌ، مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا))۔

(۱۲۴۱)۵۔ مالک نے ابو الزناد سے اور اس نے اعرج سے روایت کیا اور اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت اور اس کی پھوپھی اور نہ ہی عورت اور اس کی خالہ کو ایک ساتھ نکاح میں رکھا جا سکتا ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۰۹۔ مسلم: ۱۴۰۸۔

**فوائد:** (۱) ایک ہی آدمی کے تحت بھتیجی اور پھوپھی یا بھانجی اور خالہ یکجا نہیں ہو سکتی یہ منع ہے۔

(۲) کسی کے گھر خالہ تھی تو وہ اس کی بھانجی اپنے عقد میں لے آیا یہ دوسرا نکاح باطل ہو جائے گا۔ اسی طرح آدمی کے گھر بھانجی تھی تو بعد میں آدمی نے اپنی عورت کی خالہ سے شادی کر لی تب بھی دوسرا یعنی بعد والا نکاح باطل ہو جائے گا۔ اسی طرح ہی پھوپھی اور بھتیجی کا معاملہ ہے۔

(۳) معلوم ہوا کہ کچھ ایسے رشتے ہیں جن کو یکبار آدمی اکٹھا اپنے عقد میں نہیں لا سکتا جیسا کہ دو بہنوں کے بارہ میں بھی آتا ہے۔ اس طرح ماں، بیٹی کو عقد میں لینا، یہ حرام رشتے ہیں۔

(١٢٤٢)٦۔ وَرَوَى (مَالِكٌ) أَيْضًا، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ نُبَيْهِ (بْنِ وَهْبٍ)، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِاللّٰهِ أَرَادَ أَنْ يُزَوِّجَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ، بِنْتَ شَيْبَةَ ابْنِ جُبَيْرٍ، فَأَرْسَلَ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ فَحَضَرَ ذٰلِكَ وَهُوَ أَمِيرُ الْحَاجِّ، فَقَالَ أَبَانُ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ (بْنَ عَفَّانَ) يَقُولُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ، وَلَا يُنْكَحُ، وَلَا يَخْطُبُ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ فِيهِمَا۔

(۱۲۴۲)٦۔ مالک نے نافع سے اس نے نبیہ بن وہب سے روایت کیا کہ عمر بن عبید اللہ نے ارادہ کیا کہ وہ طلحہ بن عمرو بنت شیبہ بن جبیر سے شادی کرے اس نے ابان بن عثمان کی طرف بھیجا وہ حاضر ہوا جبکہ وہ امیر الحجاج تھا ابان نے کہا میں نے عثمان بن عفان سے سنا، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''محرم نکاح نہ کرے نہ اس کا نکاح کیا جائے اور نہ ہی منگنی کرے۔'' مسلم کے لفظ اس طریق سے دونوں میں ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۰۹۔

(١٢٤٣)٧۔ وَعِنْدَ ابْنِ حِبَّانَ (زِيَادَةٌ): ((وَلَا يُخْطَبُ عَلَيْهِ))۔

(۱۲۴۳)۷۔ ابن حبان میں یہ الفاظ زائد ہیں ''اور نہ اس پر منگنی کی جائے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابن حبان: ۴۱۲۷۔

(۱۲۴۴)۸۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

(۱۲۴۴)۸۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میمونہ سے شادی کی جبکہ آپ محرم تھے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۸۳۷، ۴۲۵۸، ۵۱۱۴۔ مسلم: ۱۴۱۰۔

(۱۲۴۵)۹۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ الْأَصَمِّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي مَيْمُوْنَةُ (بِنْتُ الْحَارِثِ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ، قَالَ وَكَانَتْ خَالَتِي وَخَالَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

(۱۲۴۵)۹۔ زید بن اصم سے مروی ہے کہتے ہیں کہ مجھے میمونہ بنت حارث نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے شادی کی جبکہ آپ حلال تھے وہ میری اور عبداللہ بن عباس کی خالہ تھی۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۱۱۔

**فوائد:** (۱) محرم ہر وہ شخص ہوتا ہے جو میقات سے حج یا عمرہ یا حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھے۔ ایسا آدمی نہ خود نکاح کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کا نکاح کروا سکتا ہے۔ یہ حرام ہے۔ جمہور علماء کی یہی رائے ہے۔

(۲) محرم کو نہ کوئی پیغام بھیج سکتا ہے اور نہ ہی کوئی عورت اس سے نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

(۴) نبی کریم علیہ السلام نے حلت کی حالت میں نکاح کیا یہ راجح قول ہے۔

(۵) اگر محرم ہونے کی حالت میں نکاح مراد لیا جائے تو یہ آپ کی خصوصیت ہوگا ورنہ زیادہ سے زیادہ یہ مفہوم لیا جا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے آپ نے حدودِ حرم میں نکاح کیا ہو۔ لیکن اس سے احرام کی حالت میں نکاح لازم نہیں آتا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا خود اس بات کی وضاحت کرتی ہیں۔ اسی طرح اس معاملہ کے سفیر ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ قصہ کے ارکان سے بڑھ کر اور کس کو علم ہو سکتا ہے؟ یہ بھی واضح رہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والی روایت نبی کریم علیہ السلام کے فعل پر دال ہے جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمان و بیان ہے۔

(۱۲۴۶)۱۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ، ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَأَرَادَ زَوْجُهَا الْأَوَّلُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا، فَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: ((لَا، حَتّٰى يَذُوْقَ الْآخَرُ مِنْ عُسَيْلَتِهَا مَا ذَاقَ الْأَوَّلُ))۔ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

(۱۲۴۶)۱۰۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، تو اس سے ایک شخص نے شادی کر لی پھر اس سے ازدواجی تعلقات قائم کیے بغیر اس نے طلاق دے دی تو پہلے نے ارادہ کیا کہ اس سے شادی کر لے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں یہاں تک کہ دوسرا اس کی مٹھاس چکھ نہ لے جو پہلے نے چکھی۔'' ان

دونوں کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۳۱۷۔ مسلم: ۱۴۳۳۔

**فوائد:** (۱) پیمان وعقد کو پاش پاش کر دینا اور ازدواجی تعلق کو توڑ لینا طلاق کہلاتا ہے۔ اس کے بعد عورت آدمی کی ملکیت سے نکل جاتی ہے۔ یہ بعض مصالح کی بنا پر دینا درست ہے۔ طلاق حلال چیز ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔ طلاق زیادہ سے زیادہ تین تحریری یکے بعد دیگرے قسطوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

(۲) عورت طلاق وصول کرنے کے بعد کسی اور سے عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کرسکتی ہے کوئی حرج نہیں۔

(۳) طلاقِ بائنہ کے بعد آدمی کا نکاح دوبارہ نہیں ہوسکتا صرف ایک صورت ہے کہ کسی اور سے شادی ہوئی اس نے اپنی مرضی سے طلاق دی تو اب یہ عورت پہلے آدمی کے عقد میں دوبارہ جاسکتی ہے۔

(۴) دوبارہ لوٹ کر اور حلال ہو کر پہلے خاوند کی طرف جانے والی کے لیے شرط ہے کہ وہ اپنے دوسرے خاوند سے شب گزاری کرے معلوم ہوا بغیر ہم بستری کے عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوتی۔

(۵) پتہ چلا کہ طلاق عورت کو ایک کے لیے حرام اور دوسرے کے لیے حلال کر دیتی ہے۔

(۱۲۴۷) ۱۱۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، (أَنَّهُ) قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ فَسَأَلَهُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَهَا أَخٌ لَهُ (عَنْ غَيْرِ) مُؤَامَرَةٍ مِنْهُ، لِيُحَلِّلَهَا لِأَخِيهِ، هَلْ تَحِلُّ لِلْأَوَّلِ؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا نِكَاحَ رَغْبَةٍ، كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا سِفَاحًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ))۔ أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي ((مُسْتَدْرَكِهِ)) وَقَالَ: هٰذَا صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

(۱۲۴۷) ۱۱۔ عمر بن نافع، اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص عبداللہ بن عمر کے پاس آیا ان سے اس شخص کے بارے پوچھا، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں تو اس سے اس کے بھائی نے بغیر مشورہ کیے شادی کر لی تاکہ اسے اپنے بھائی کے لیے حلال کر دے کیا اس طرح وہ اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں مگر آنکہ رغبت سے نکاح ہو ہم اسے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فحاشی سمجھتے تھے۔'' اس کو حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح سند ہے اور اس کو شیخین نے روایت نہیں کیا۔

**تحقیق وتخریج:** اثر صحیح۔ حاکم: ۲/ ۱۹۹۔

**فوائد:** (۱) طلاق دینے کی نیت سے مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کر کے مباشرت کرنا حلالہ کہلاتا ہے۔ یہ تمام جمہور علماء کے ہاں حرام ہے۔

(۲) تحلیل کی نیت سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(۳) محلل شدہ عورت پہلے خاوند کے لیے اس انداز سے حلال نہ ہوگی۔

(۴) حلالہ کرنا' کروانا بے حیائی اور بدکاری ہے۔

(۵) موجودہ حلالہ بھی ایسے ہی ہے۔ حلالہ کرنے والا' حلالہ کروانے والا دونوں حدیث کی رو سے لعنتی ہیں۔ محلل شدہ عورت کو مہر دے کر جدا کروا دیا جائے گا۔

(۱۲۴۸)۱۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: (( لَا يَنْكِحِ الزَّانِيُ الْمَجْلُوْدُ إِلَّا مِثْلَهُ ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

(۱۲۴۸)۱۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا زانی جسے کوڑے لگ چکے ہوں اپنے ہی جیسے سے نکاح کرتا ہے۔ ابوداؤد

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۲/ ۳۲۴۔ ابوداؤد: ۲۰۵۲۔ حاکم: ۲/ ۱۶۶۔

**فوائد:** (۱) زنا ایک فعل شنیع ہے اس کا مرتکب زانی ہوتا ہے۔ زنا دراصل غیر شرعی طریقہ سے عورت سے استماع ہوتا ہے جو کہ حرام قرار دیا گیا ہے۔

(۲) زنا اور شرک قریباً ہم منصب ہیں۔

(۳) زانی کسی مومن عورت سے اور زانیہ کسی مومن مرد سے نکاح نہیں کر سکتے۔

(۴) زانی یا زانیہ اپنے گناہ سے توبہ تائب ہو جائیں تو پھر درست ہے جب توبہ کا یقینی علم ہو جائے اور عدت بھی گزر جائے تو پھر زانیہ کا نکاح جائز ہے۔

(۵) اس حدیث میں ''مجلود'' بطور وصف بیان کیا گیا ہے یعنی ہر زانی کوڑوں کا اہل ہوتا ہے۔ وہ آدمی جس کو حد بھی لگ گئی اور توبہ تائب بھی ہو گیا تو پھر وہ کسی مومن عورت سے نکاح کر سکتا ہے ایسے ہی زانیہ کا معاملہ ہے۔ معلوم ہوا حد گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔

(۱۲۴۹)۱۳۔ رُوِيَ أَيْضًا مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهُ بَصْرَةُ قَالَ: تَزَوَّجْتُ اِمْرَأَةً بِكْرًا فِي سِتْرِهَا، فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَإِذَا هِيَ حُبْلٰى، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: (( لَهَا الصَّدَاقُ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَالْوَلَدُ عَبْدٌ لَكَ، فَإِذَا وَلَدَتْ فَاجْلِدُوْهَا )) أَوْ قَالَ: (( فَحُدُّوْهَا ))۔

(۱۲۴۹)۱۳۔ سعید بن میبّب نے اصحاب نبی میں سے ایک صحابی سے روایت کی' جس کا نام بصرہ تھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک کنواری عورت سے شادی کی' میں اس کے پاس گیا تو وہ حاملہ تھی' نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا ''اسے مہر دینا ہو گا جو تو نے اس کی شرمگاہ کو اپنے لیے حلال کیا بچہ تیرا غلام ہو گا جب جنم دے گی تو تم اسے کوڑے لگاؤ یا یہ فرمایا کہ اس پر حد نافذ کرنا۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ ابوداؤد: ۲۱۳۱۔

(۱۲۵۰)۱۴۔ وَعِنْدَهُ [أَيْضًا] فِي رِوَايَةٍ (عَنْ) سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ بَصْرَةُ بْنُ

(۱۲۵۰)۱۴۔ ایک روایت میں سعید بن میبّب سے مروی ہے کہ ایک شخص جسے بصرہ بن اکثم کہا جاتا تھا اس نے ایک

أُكْتُم نَكَحَ اِمْرَأَةً وَفِيهَا: ((وَفُرِّقَ بَيْنَهُمَا)). وَهٰذِهِ الرِّوَايَةُ بِهٰذِهِ الزِّيَادَةِ عِنْدَ الْحَاكِمِ فِيْ ((الْمُسْتَدْرَكِ))) تَامَّةٌ، وَهِيَ مُخْتَصَرَةٌ عِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ.

عورت سے شادی کر لی' اس روایت میں ہے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروا دی۔ یہ روایت اس زیادتی کے ساتھ مستدرک حاکم میں مکمل ہے جبکہ ابوداؤد کے ہاں مختصر ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ ابوداؤد: ۲۱۳۲۔

**فوائد:** (۱) ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عقد میں آنے سے پہلے ہی کوئی عورت حاملہ ہو تو اس سے وطی نہ کی جائے اور اگر وطی کر لی تو صدقہ دینا ہوگا۔

(۲) حاملہ عورت کی شادی وضع حمل سے قبل کرنا منع ہے۔

(۳) حاملہ زانیہ عورت کو وضع حمل کے بعد حد لگائی جائے۔

(۴) ایسی عورت جس کے حمل کا پہلی رات پتہ چل جائے اور وہ زانیہ ہو تو میاں' بیوی کے درمیان جدائی ڈالی جائے گی۔

(۱۲۵۱)۱۵۔ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتٰى امْرَأَةً مُجِحٍّ عَلٰى بَابِ فُسْطَاطٍ، فَقَالَ: ((لَعَلَّهُ يُرِيْدُ أَنْ يُلِمَّ بِهَا؟)) فَقَالُوْا: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَلْعَنَهُ لَعْنًا يَدْخُلُ مَعَهُ فِيْ قَبْرِهِ، كَيْفَ يُوَرِّثُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ، كَيْفَ يَسْتَخْدِمُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ)). [لَفْظُ مُسْلِمٍ]

(۱۲۵۱)۱۵۔ ابودرداء کہتے ہیں کہ نبی ایک حاملہ عورت کے پاس سے گزرے جو خیمہ کے دروازے پر کھڑی تھی آپ نے فرمایا: "شاید کہ اس کا وقت قریب ہے لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ اس پر لعنت کروں جو اس کے ساتھ اس کی قبر میں بھی داخل ہو جائے گی کیسے وہ اس کا وارث ہے' حالانکہ وہ اس کے لیے حلال نہیں اور کیسے اس سے خدمت لے گا حالانکہ یہ حلال نہیں۔" مسلم کے لفظ ہیں۔

**تحقیق تخریج:** مسلم: ۱۴۴۱۔

**فوائد:** (۱) قیدی حاملہ عورت سے جماع کرنا منع ہے۔

(۲) قیدی حاملہ عورت سے جماع کرنے سے اشتباہ پیدا ہوتا ہے۔

(۳) جس پر نبی کی لعنت ہو جاتی ہے اس کی نجات نہیں ہوتی۔

(۴) لعنت ایک ایسا شرمندگی کا لیبل ہے جس میں دوام بھی ہوتا ہے۔

## بَابُ الْخِيَارِ فِي النِّكَاحِ

## نکاح میں اختیار کا بیان

(۱۲۵۲)۱۔ رَوٰى مَالِكٌ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ،

(۱۲۵۲)۱۔ مالک نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے اور اس نے قاسم بن محمد سے روایت کیا اور اس نے حضرت عائشہؓ

زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَتْ فِي بَرِيْرَةَ ثَلَاثَةُ سُنَنٍ كَانَتْ إِحْدَى السُّنَنِ: أَنَّهَا أُعْتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِي زَوْجِهَا، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ))۔ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْبُرْمَةُ تَفُوْحُ بِلَحْمٍ، فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَ أُدْمٌ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلَمْ أَرَ بُرْمَةً فِيْهَا لَحْمٌ؟)) قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ ذٰلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهَا عَلٰى بَرِيْرَةَ، وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ الْقَعْنَبِيِّ عِنْدَ الْجَوْهَرِيِّ، وَالْحَدِيْثُ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْسُفَ، عَنْ مَالِكٍ۔ وَقَدِ اخْتُلِفَ فِيْ حُرِّيَّةِ زَوْجِ بَرِيْرَةَ وَعُبُوْدِيَّتِهِ۔

نبی کریم ﷺ کی بیوی سے روایت کیا وہ فرماتی ہیں کہ بریرہ میں تین خاصیتیں تھیں' ان میں ایک خاصیت یہ تھی کہ اسے اپنے خاوند کے بارے میں اختیار دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غلام کے مال کا ورثہ اسے ملے گا جس نے اسے آزاد کیا'' رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے ہنڈیا سے گوشت کی خوشبو پھیل رہی تھی آپ کی خدمت میں گھر کا سالن اور روٹی پیش کی گئی آپ نے فرمایا: ''میں ہنڈیا میں گوشت پکتا نہیں دیکھ رہا ہوں' انہوں نے کہا' ہاں یا رسول اللہ ﷺ یہ گوشت بریرہ کے لیے صدقہ کیا گیا' آپ صدقہ کھاتے نہیں ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔'' قعنی کے لفظ ہیں جوہر کے ہاں اور حدیث بخاری کے ہاں عبداللہ بن یوسف عن مالک کے طریق سے ہے بریرہ کے خاوند کی آزادی اور غلامی میں اختلاف کیا گیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۰۹۷، ۵۲۷۹۔

(۱۲۵۳)۳۔ فَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ مِنْ رِوَايَةِ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّ زَوْجَ بَرِيْرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ: مُغِيْثٌ، (كَأَنِّيْ) أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا يَبْكِيْ، وَدُمُوْعُهُ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَبَّاسٍ: ((يَا عَبَّاسُ أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ، وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ)) ((لَوْ رَاجَعْتِيْهِ)) فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ: ((إِنَّمَا أَشْفَعُ)) قَالَتْ: فَلَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ۔

(۱۲۵۳)۳۔ بخاری کے ہاں عکرمہ کی ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بے شک بریرہ کا خاوند غلام تھا اس کو مغیث کہا جاتا تھا' گویا کہ میں اس کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ اس کے پیچھے گھوم رہا ہے وہ روتا ہے اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر گرتے ہیں' پس نبی کریم ﷺ نے عباس سے فرمایا: ''اے عباس! کیا نہیں تو تعجب کرتا مغیث کی بریرہ سے محبت کرنے سے اور بریرہ کے مغیث سے بغض کرنے سے؟ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تو اس سے رجوع کر لے تو۔'' اس نے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے حکم صادر فرما رہے ہیں؟ فرمایا: ''میں تو سفارش

کرتا ہوں'' اس نے کہا پس میرے لیے اس میں کوئی حاجت نہیں ہے۔

(١٢٥٤)٣- وَكَذٰلِكَ فِيْ رِوَايَةِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ فِيْ قِصَّةِ بَرِيْرَةَ: كَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا، فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا، وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا۔ هٰذِهِ رِوَايَةُ جَرِيْرٍ، عَنْ هِشَامٍ عِنْدَ أَبِيْ دَاؤُدَ۔

(۱۲۵۴)۳۔ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے اور وہ حضرت عائشہ سے بریرہ کی کہانی بیان کرتے ہیں اس کا خاوند غلام تھا رسول اللہ ﷺ اسے اختیار دے دیا اگر وہ آزاد ہوتا تو آپ بریرہ کو اختیار نہ دیتے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۰۴۔

(١٢٥٥)٤- وَعِنْدَ الْقَاسِمِ بْنِ أَصْبَغٍ، مِنْ رِوَايَةِ مُوْسَى بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ: كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ حُرًّا۔

(۱۲۵۵)۴۔ قاسم بن اصبغ، موسیٰ بن معاویہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بریرہ کا خاوند آزاد تھا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ابن حزم فی المحلی: ۱۱/ ۴۳۷۔

(١٢٥٦)٥- وَكَذٰلِكَ فِيْ رِوَايَةِ سِمَاكٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ بَرِيْرَةَ خَيَّرَهَا النَّبِيُّ ﷺ، وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا۔

(۱۲۵۶)۵۔ سماک کی روایت میں ہے کہ وہ عبدالرحمٰن بن قاسم سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ بریرہ کو نبی کریم ﷺ نے اختیار دیا اس کا خاوند غلام تھا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۰۴۔

(١٢٥٧)٦- [وَكَذٰلِكَ] رَوَى الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ زَوْجَ بَرِيْرَةَ كَانَ حُرًّا حِيْنَ أُعْتِقَتْ، وَأَنَّهَا خُيِّرَتْ، فَقَالَتْ: مَا أُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ مَعَهُ، وَأَنَّ لِيْ كَذَا وَ كَذَا۔ [لَفْظُ أَبِيْ دَاؤُدَ]

(۱۲۵۷)۶۔ اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ بریرہ کا خاوند آزاد تھا جس وقت وہ آزاد ہوئی تو اسے اختیار دیا گیا تو اس نے کہا میں پسند نہیں کرتی کہ اس کے ساتھ رہوں۔ جبکہ میرے لیے ایسے ایسے ہے۔ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۳۶۔ ابوداؤد: ۲۲۳۵۔

**فوائد:** (۱) میاں، بیوی غلام ہوسکتے ہیں یعنی غلامی میں بھی ان کا نکاح باقی رہ سکتا ہے۔ دونوں اکٹھے آزاد ہوں تو پھر بھی نکاح باقی رہے گا۔

(۲) لونڈی آزاد ہوجائے تو وہ اس بات کی مجاز ہے کہ پہلے خاوند کے گھر رہے یا نہ رہے۔ اس کو کسی طرح مجبور نہیں کیا جاسکتا

جبکہ خاوند ابھی غیر مسلم ہو اور بعد میں مسلمان ہو جائے۔

(۳) اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا مغیث رضی اللہ عنہ زوجِ بریرہ رضی اللہ عنہا، بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کے وقت آزاد تھے یا نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ وہ غلام ہی تھے بریرہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم علیہ السلام نے بھی سفارش کی تھی کہ وہ مغیث کے گھر رہے۔ کیونکہ یہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا حق تھا اس لیے اس کی مرضی پر انحصار رہا۔

(۴) ایسی چیز جو براہِ راست نبی کو صدقہ کے طور پر پیش کی جاتی تھی اس کو نبی کریم علیہ السلام قبول نہ فرماتے کیونکہ نبیوں پر صدقہ جائز نہ تھا۔ البتہ وہ چیز جو کسی کو صدقہ ملی لیکن اس نے آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی کیونکہ یہ اب صدقہ نہ رہا بلکہ یہ ان کے لیے تحفہ ہے۔

(۵) ہدیہ، تحفہ قبول کرنا درست ہے۔ ولاء کا حق دار آزاد کرنے والا ہے۔

## بَابُ نِكَاحِ الْمُشْرِكِ

## مشرک کے نکاح کا بیان

(١٢٥٨)١۔ رَوَى مَعْمَرٌ، (عَنِ الزُّهْرِيِّ)، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ أَسْلَمَ وَعِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، ((**فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَخْتَارَ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا**))۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي ((**مُسْتَدْرَكِهِ**)) مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ وَسَعِيدٍ، وَعِيسَى بْنِ يُونُسَ، وَالْمُحَارِبِيِّ عَنْ مَعْمَرٍ۔

(۱۲۵۸)۱۔ معمر نے زہری سے روایت کیا اس نے سالم سے اور اس نے اپنے باپ سے کہ غیلان بن سلمہ نے اسلام قبول کر لیا اس کی دس بیویاں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ ان میں سے چار کا انتخاب کرلے۔ اس کو حکم نے اپنی مستدرک میں سفیان، سعید، عیسیٰ بن یونس اور محاربی عن معمر کے طریق سے ذکر کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۴۴۔ ترمذی: ۱۱۲۸۔ ابن ماجۃ: ۱۹۵۳۔ ابن حبان: ۱۲۷۷۔ حاکم: ۲/ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ بیہقی: ۷/ ۱۴۹۔

(١٢٥٩)٢۔ وَفِي رِوَايَةِ عِيسَى: ((**أَنْ يَتَخَيَّرَ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا وَيَتْرُكَ سَائِرَهُنَّ**))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ مِنْ حَدِيثِ سَعِيدٍ عَنْ مَعْمَرٍ۔ وَذُكِرَ عَنِ الْبُخَارِيِّ أَنَّهُ [غَيْرُ] مَحْفُوظٍ، وَعَلَّلَهُ، وَكَذٰلِكَ مُسْلِمٌ حَكَمَ فِي ((**التَّمْيِيزِ**)) عَلَى مَعْمَرٍ بِالْوَهْمِ فِيهِ، وَمَرَّةً صَحَّحَهُ، يَعْتَمِدُ عَلَى عَدَالَةِ مَعْمَرٍ وَجَلَالَتِهِ۔

(۱۲۵۹)۲۔ عیسیٰ کی ایک روایت میں ہے جس میں یہ الفاظ ہے کہ ان میں سے چار کو پسند کرلے اور باقی تمام چھوڑ دے۔ اس کو ترمذی نے سعید عن معمر کے طریق سے روایت کیا ہے، اور بخاری سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ غیر محفوظ ہے اور اس نے اس کو معلول قرار دیا ہے، اور اسی طرح مسلم نے ''التمیز'' میں معمر پر وہم کا حکم لگایا ہے اور ایک دفعہ معمر کی عدالت وجلالت پر اعتماد کرتے ہوئے اس

کو صحیح بھی کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح۔ حوالہ سابقہ حدیث میں گذر چکا ہے۔

**فوائد:** (۱) دورِ جاہلیت میں یعنی مشرکین چار سے بھی زیادہ بیویاں رکھ لیتے تھے۔ کوئی حد اور قاعدہ نہ تھا۔

(۲) اسلام میں صرف چار عورتیں بیک وقت عقد میں رہ سکتی ہیں ان کی اجازت ہے۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ جو حضرات چار بیویاں رکھنے کے قائل نہیں ہیں وہ قرآن وسنت کے دشمن ہیں۔

(۴) وہ آدمی جس کی چار سے زائد بیویاں ہوں اور اسلام لے آئے تو اس کے لیے اس کی بیویوں کے حوالہ سے یہ قانون ہے کہ وہ اپنی بیویوں میں سے چار کو منتخب کر لے۔ ان چاروں کے مابین نکاح باقی رہے گا۔ باقی بغیر طلاق کے ہی جدا ہو جائیں گی۔ ان سے نکاح ختم ہو جائے گا۔

(۵) یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے یا آزاد ہو جانے کے بعد تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ سابقہ نکاح پر اکتفا کیا جائے گا۔ معلوم ہوا نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے۔ خواہ وہ مشرک کا ہو یا مسلمان کا۔

(١٢٦٠)٣۔ وَعَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ فَيْرُوزَ الدَّيْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي أُخْتَانِ۔ قَالَ: ((طَلِّقْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ))۔ (أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ۔

(۱۲۶۰)۳۔ ضحاک بن فیروز دیلمی سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے دو حقیقی بہنیں میرے نکاح میں ہیں، آپ نے فرمایا: ''ان دونوں میں سے جسے تو چاہے طلاق دے دے۔'' ابوداؤد

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۴/ ۲۳۲۔ ابوداود: ۲۲۴۳۔ ترمذی: ۱۱۲۹۔ ابن ماجة: ۱۹۵۱۔ رواہ ابن حبان ۱۲۷۶۔ دار قطنی: ۲/ ۲۷۳۔ بیھقی: ۷/ ۱۸۳۔ ۱۸۵۔

(١٢٦١)٤۔ وَعِنْدَ التِّرْمِذِيِّ: ((اِخْتَرْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ))۔

(۱۲۶۱)۴۔ ترمذی میں یہ الفاظ ہیں ان دو میں سے جسے چاہے اختیار کر لے۔

وَقَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ۔ وَذَكَرَ الْبَيْهَقِيُّ فِي إِسْنَادِ حَدِيثِ أَبِي دَاوُدَ أَنَّهُ إِسْنَادٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ، وَأَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ [فِي ((صَحِيحِهِ))]

اور کہا ہے، یہ حدیث حسن ہے اور بیہقی نے ذکر کیا ہے ابوداؤد کی حدیث کی سند میں کہ یہ سند حسن صحیح ہے اور اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں بھی نکالا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ حوالہ سابقہ حدیث میں گذر چکا ہے۔

**فوائد:** (۱) دورِ جاہلیت میں نیکی و بدی کے مابین تمیز کرنا مفقود تھا۔ اسی طرح بے حیائی بھی عروج پر تھی۔

(۲) دو بہنوں کو عقد میں رکھنا اسلام میں حرام ہے۔

(۳) زمانہ جاہلیت میں دو بہنیں ایک آدمی کے عقد میں رکھی جاتی تھیں۔

(۴) زمانہ جاہلیت میں بھی طلاق دی جاتی تھیں لیکن انداز اور تھا۔ جس میں خواتین کو خاصا نقصان ہوتا تھا۔ اسی طرح طلاقوں کی تعداد سو تک بھی جاتی تھی۔

(۵) صحیح بات یہی ہے کہ دونوں بہنوں میں سے ایک کو خاوند رکھے گا اور دوسری کو چھوڑ دے گا طلاق دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ اس آدمی کی بات ہے جو پہلے غیر مسلم تھا پھر اسلام میں داخل ہوا۔ یہ بھی پتہ چلا کہ مرد جو چاہے رکھ لے ترتیب کی ضرورت نہیں کہ وہ پہلی رکھے یا آخری رکھے یعنی ترتیب نکاح موثر نہیں ہے۔

(١٢٦٢)٥- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى مَنْزِلَتَيْنِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ (وَالْمُؤْمِنِينَ) كَانُوا: (وَمُشْرِكِيْ) أَهْلِ حَرْبٍ يُقَاتِلُهُمْ وَيُقَاتِلُونَهُ، (وَمُشْرِكِيْ أَهْلِ عَهْدٍ لَا يُقَاتِلُهُمْ، وَلَا يُقَاتِلُونَهُ، فَكَانَ إِذَا هَاجَرَتْ اِمْرَأَةٌ مِنَ [أَهْلِ] الْحَرْبِ لَمْ تُخْطَبُ حَتَّى تَحِيضَ وَتَطْهُرَ فَإِذَا طَهُرَتْ حَلَّ لَهَا النِّكَاحُ)، فَإِنْ هَاجَرَ زَوْجُهَا قَبْلَ أَنْ تَنْكِحَ رُدَّتْ إِلَيْهِ وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ مِنْهُمْ أَوْ أَمَةٌ فَهُمَا حُرَّانِ، وَلَهُمَا مَا لِلْمُهَاجِرِينَ))۔ ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ مِثْلَ حَدِيثِ مُجَاهِدٍ وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ لِلْمُشْرِكِينَ [مِنْ] أَهْلِ الْعَهْدِ لَمْ يُرَدَّ، وَرُدَّتْ أَثْمَانُهُمْ۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۲۶۲)۵۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے مشرکین کی نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان کے ساتھ دو صورتیں تھیں، ایک تو مشرک اہل عرب تھے آپ ان سے لڑتے اور وہ آپ سے لڑتے اور دوسرے وہ مشرک جن کے ساتھ معاہدہ ہوتا آپ ان سے نہیں لڑتے اور نہ ہی وہ آپ کے ساتھ لڑتے جب اہل حرب کی کوئی خاتون ہجرت کر کے آئے: نہ اس سے نکاح کیا جائے یہاں تک کہ اسے حیض آئے اور وہ پاک ہو جب پاک ہو جائے تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے اگر اس کا خاوند ہجرت کر کے آ جائے تو پہلے اس سے کہ اس کا نکاح ہو تو اس کی طرف لوٹا دیا جائے گا اگر ان سے کوئی غلام یا لونڈی ہجرت کر آئے تو وہ دونوں آزاد ہیں پر انہیں وہی مراعات ملیں گی جو دیگر مہاجرین کو ملیں گیں۔ پھر مجاہد کی حدیث کی طرح اس نے اہل معاہدہ کے بارے میں ذکر کیا ''اور اگر غلام یا لونڈی اہل عہد مشرکوں سے ہجرت کرے تو ان کو واپس نہ کیا جائے گا اور ان کو ان کی قیمتیں دے دی جائیں گی۔'' اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۸۶۔

**فوائد:** (۱) مشرکوں سے معاہدہ کرنا جائز ہے۔

(۲) کوئی مشرکہ عورت ہجرت کر کے دارالسلام میں آ جائے تو وہ تین حیض گزارنے کے بعد کسی مسلمان سے شادی کر سکتی ہے۔ لیکن آتے ہی نکاح کرنا درست نہیں ہے۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر عورت اور مسلمان مرد یا کافر مرد اور مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں ہے۔
(۴) ہجرت کرنے والی عورت حاملہ ہو تو وہ وضع حمل کے بعد کسی سے شادی کر سکتی ہے۔
(۵) دار الکفر سے ہجرت کر کے آنے والی لونڈی یا غلام اسلام میں آتے ہی آزاد ہو جاتے ہیں۔

(١٢٦٣)٦۔ وَعَنْهُ قَالَ: أَسْلَمَتْ اِمْرَأَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَزَوَّجَتْ فَجَاءَ زَوْجُهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ قَدْ كُنْتُ أَسْلَمْتُ وَعَلِمَتْ بِإِسْلَامِيْ، فَانْتَزَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ زَوْجِهَا الْآخَرِ، وَرَدَّهَا إِلَى زَوْجِهَا الْأَوَّلِ۔

(۱۲۶۳)۶۔ اسی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسلام قبول کر لیا اور شادی کر لی اس کا خاوند نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسلام قبول کر لیا اور اس نے میرے اسلام کو جان لیا رسول اللہ ﷺ نے اسے دوسرے خاوند سے علیحدہ کیا اور اسے پہلے خاوند کے سپرد کیا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ ابو داؤد: ۲۲۳۹۔ ترمذی: ۱۱۴۴۔ ابن ماجة: ۲۰۰۸۔ ابن حبان: ۱۲۸۰۔ حاکم: ۲/ ۲۰۰

(١٢٦٤)٧۔ وَعَنْهُ، قَالَ: رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِبْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ [بْنِ الرَّبِيْعِ] بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ، لَمْ يَحْدُثْ شَيْئًا۔

(۱۲۶۴)۷۔ اسی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی زینب کو ابوالعاص بن ربیع کی طرف پہلے ہی نکاح کی بنیاد پر لوٹایا کوئی نئی چیز نہ کی۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ ابو داؤد: ۲۲۴۰۔ ترمذی: ۱۱۴۳۔ حاکم: ۲/ ۲۰۰۔ ابن ماجة: ۲۰۰۹۔ بیہقی: ۷/ ۱۸۷۔

(١٢٦٥)٨۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: بَعْدَ سِتِّ سِنِيْنَ۔

(۱۲۶۵)۸۔ ایک روایت میں ہے "چھ سال بعد۔"

**تحقیق وتخریج:** ابو داؤد: ۲۲۴۔

(١٢٦٦)٩۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: بَعْدَ سَنَتَيْنِ۔ أَخْرَجَهُمَا أَبُوْدَاوُدَ، ثُمَّ الْحَاكِمُ، وَفِي الْأَوَّلِ سِمَاكٌ، وَفِي الثَّانِيْ اِبْنُ إِسْحَاقَ۔

(۱۲۶۶)۹۔ ایک روایت میں ہے "دو سال بعد" ان دونوں روایتوں کو ابوداؤد نے نکالا ہے اور پھر حاکم نے اور پہلی میں سمائی راوی ہے اور دوسری میں ابن اسحاق راوی ہے۔

**فوائد:** (۱) میاں بیوی غیر مسلم ہوں بعد میں ان میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تو ان کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ جبکہ دونوں میں سے ایک اسلام لایا اور دوسرا حالت کفر پر رہا۔
(۲) اسلام لانے کے بعد عورت نے آگے نکاح کر لیا تو پہلے خاوند کو نہیں ملے گی۔ یہ اس وقت ہے جب عورت خاوند سے پہلے مسلمان ہوتی۔
(۳) میاں بیوی اکٹھے مسلمان ہو جائیں تو سابقہ نکاح پر رہ سکتے ہیں۔

(۴) عورت جو اسلام میں آ جائے اور وہ غیر شادی شدہ ہو تو اس پر عدت ضروری نہیں ہے۔ اس کا آتے ہی نکاح کیا جا سکتا ہے۔

(۵) مسلمان ہونے والی عورت کا خاوند آ جائے تو وہ اس کی ہی ہے۔ اس کے لیے جدید نکاح یا عدت گزارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ وہ دورانِ عدت اپنی عورت کا زیادہ مستحق ہے۔

(۶) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی واپسی اصح روایت کے مطابق تین سال بعد ہوئی' نئے مہر اور نکاح کی ضرورت پیش نہ آئی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ مشرکین پر مسلم خواتین کو ابھی حرام قرار نہ دیا گیا تھا یعنی اس بارے کوئی شرعی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ صحیح قول کے مطابق حدیبیہ سے قبل مسلمان ہوئے۔ جبکہ مشرکوں پر مسلم خواتین کی حرمت کا حکم حدیبیہ کے بعد نازل شدہ آیت میں ہوا۔ لہٰذا اب یہ حکم ہے کہ مسلمان ہونے والی عورت کا خاوند عدت کے بعد آ جائے تو جدید نکاح کی صورت سامنے لائی جائے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ بھی مسلمان ہو کر آئے۔

❀❀❀

# كِتَابُ الصَّدَاق

## حق مہر کا بیان

(١٢٦٧)١۔ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قُلْتُ: كَمْ(كَانَ) صَدَاقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَتْ: كَانَ صَدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهِ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ أُوْقِيَةً وَنَشًّا۔ قَالَتْ: أَتَدْرِيْ مَا النَّشُّ؟ قَالَ قُلْتُ: لَا، قَالَتْ نِصْفُ أُوْقِيَةٍ، فَذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ، فَهٰذَا صَدَاقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِأَزْوَاجِهِ۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔
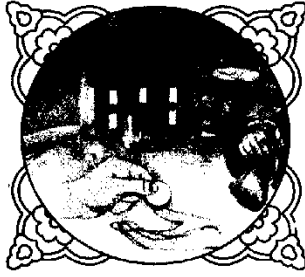
(١٢٦٧)١۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں حضرت عائشہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنا مہر باندھا تھا؟ انہوں نے فرمایا' آپ اپنی بیویوں کا بارہ اوقیے اور ایک نش مہر باندھتے تھے آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ نش کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں' فرمایا یہ نصف اوقیے کا ہوتا ہے اس طرح مہر کی رقم پانچ سو درہم بنتی ہے یہ رسول اللہ ﷺ کا اپنی بیویوں کے لیے مہر ہے۔ مسلم نے روایت کی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ١٤٢٦۔ حاکم: ٢/ ١٨١۔

**فوائد:** (١) نکاح کرتے وقت حق مہر کا مقرر کرنا ضروری ہے اور اس کی ادائیگی فرض ہے۔

(٢) عورت کو حلال بنانے کے لیے خاوند جو کچھ دیتا ہے وہ مہر کہلاتا ہے۔ یہ ارکانِ نکاح میں سے ایک ہے۔

(٣) نبی کریم علیہ السلام نے جتنے بھی نکاح کیے۔ ان میں حق مہر لازمی مقرر فرمایا۔

(۴) ازواجِ مطہرات کا اوسط حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی تھا' ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا ہوتا ہے۔اسی طرح ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی ۵۰۰ درہم کی ہوتی ہے۔گرام کے اعتبار سے یہ ایک سوسینتالیس بنتی ہے۔نرخ کے مطابق اس کی قیمت ۱۸۰ روپے فی تولہ فرضی مقرر کرلی جائے تو یہ ہمارے ملک کے لحاظ سے ۲۳۵۸۰ روپے سے کچھ روپے پیسے اوپر بنتی ہے۔

(۵) رسول اللہ ﷺ کے طریقہ مہر کو استطاعت ہونے کے وقت اختیار کیا جاسکتا ہے۔آج کل جو مہر محمدی مقرر کیا جاتا ہے وہ درست نہیں ہے۔مروجہ حق مہر بے بنیاد ہے اور غیر شرعی ہے۔

(١٢٦٨)٢- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، لَمَّا تَزَوَّجَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**أَعْطِهَا شَيْئًا**)) قَالَ: مَا عِنْدِيْ شَيْءٌ۔ قَالَ: ((**أَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ؟**))۔ [أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ]

(۱۲۶۸)۲۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کچھ دو' انہوں نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے آپ نے فرمایا:''تیری حطمی درع کہاں ہے؟'' ابوداود نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ابوداؤد: ۲۱۲۵۔ نسائی: ۶/ ۱۳۰۔ الامام احمد: ۱/ ۸۰۔ نسائی: ۶/ ۱۲۹۔

**فوائد:** (۱) حق مہر نہ ہونے کی صورت میں نکاح جائز نہیں ہے۔کچھ نہ کچھ مقرر کرنا ضروری ہے۔

(۲) لڑکی کا ولی اپنے بننے والے داماد سے حق مہر لینے یا مقرر کرنے کا مطالبہ کرسکتا ہے۔کوشش یہ کرے کہ اپنے ہونے والے داماد کو مہر کے معاملہ میں تنگ نہ کرے۔

(۳) ہر وہ چیز جو نافع ہو حق مہر مقرر کی جاسکتی ہے۔

(۴) ہر بیٹی والے کو اپنے داماد کا اس طرح انتخاب کرنا چاہیے جس طرح نبی کریم علیہ السلام نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے کیا۔معلوم ہوا دین واخلاق کو ترجیح دینا کامیابی کی علامت ہے۔جو شادی صرف روپے پیسے کی بنیاد پر کی جاتی ہیں وہ اکثر دھوکہ ثابت ہوتی ہیں۔

(۵) حق مہر عورت کا ہوتا ہے نہ کہ اس کا ولی حق دار ہوتا ہے۔اس حدیث میں "أَعْطِهَا" کا لفظ ہے "ھاء" ضمیر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹ رہی ہے۔یہ نہیں فرمایا کہ "أَعْطِنِی" مجھے دو۔لہٰذا وہ حضرات جو وقتی طور پر لڑکے والوں سے حق مہر لے کر پھر واپس کردیتے ہیں بغیر لڑکی کی رضامندی کے یا لے کر خود استعمال کرلیتے ہیں یا لڑکے والے ادا نہیں کرتے تو یہ قرض ہے اور عورت کا حق ہے یہ کبھی معاف نہ ہوگا۔الا یہ کہ عورت معاف کردے۔

(١٢٦٩)٣- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا [قَالَتْ] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**مِنْ يُمْنِ الْمَرْأَةِ تَسْهِيْلُ أَمْرِهَا، وَقِلَّةُ صَدَاقِهَا**))۔ قَالَ عُرْوَةُ: وَأَنَا أَقُوْلُ مِنْ عِنْدِيْ: وَمِنْ شُؤْمِهَا تَعْسِيْرُ أَمْرِهَا، وَكَثْرَةُ

(۱۲۶۹)۳۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے عورت کے معاملے کا آسان ہونا مہر کا کم ہونا اس کے لیے برکت کا باعث ہے عروہ کہتے ہیں' میرے نزدیک یہ ہے کہ عورت کے معاملے کا مشکل ہونا اور اس کے مہر کا زیادہ ہونا'

صَدَاقِهَا۔ أَخْرَجَهُ الْحَافِظَانِ الْحَاكِمُ وَابْنُ حِبَّانَ، وَذَكَرَ الْحَاكِمُ أَنَّهُ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَاللَّفْظُ لِرِوَايَةِ ابْنِ حِبَّانَ۔

اس کی بدبختی کی علامت ہے۔ اس کو حافظ حاکم اور ابن حبان نے نکالا ہے اور حاکم نے ذکر کیا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے اور لفظ ابن حبان کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف الاسناد۔ الامام احمد: ۶/ ۷۷،۹۱۔ حاکم: ۲/ ۱۸۱۔ ابن حبان: ۱۲۵۶۔

**فوائد:** (۱) اتنا مہر جو ادا کرنے کے لحاظ سے آسان ہو وہ مقرر کرنا درست ہے۔ وہ مہر جو تنگی اور پریشانی کا باعث ہو اور اس کا ادا کرنا مشکل ہو مستحب مہر نہیں ہوتا۔

(۲) بہترین شادی وہ ہوتی ہے جس میں حق مہر کم ہو۔

(۳) کثرتِ صداق کوئی برکت کا باعث نہیں ہوتا البتہ متمول آدمی کے لیے اچھا ہوگا کہ وہ اپنی حیثیت کے موافق مہر مقرر کرے۔

(۱۲۷۰)٤۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا فِيهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ)) أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۲۷۰)۴۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جن شرائط کے ذریعے تم نے بیویاں اپنے لیے حلال کیں ان شرائط کا حق یہ ہے کہ پوری کی جائیں۔'' اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۷۲۱، ۵۱۵۱۔ مسلم: ۱۴۱۸۔

**فوائد:** (۱) ایسی شرائط جو قرآن وسنت کے مخالف نہ ہوں ان کو پورا کرنا ضروری ہے۔

(۲) وہ آدمی جو حق مہر مقرر تو کرتا ہے لیکن اس کو ادا نہ کرنے کی نیت کر لیتا ہے تو ایسا نکاح ظاہراً تو ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ نہ ہونے کے مترادف ہے۔

(۳) زیادہ اہم شرطیں ایجاب وقبول اور مہر ہیں۔ جن کا پورا کرنا ضروری ہے۔

(۱۲۷۱)٥۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّهُ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۱۲۷۱)۵۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صفیہ کو آزاد کر دیا اور اس کی آزادی ہی اس کا مہر ٹھہری۔ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۰۸۶۔ مسلم: ۱۳۶۵۔

(۱۲۷۲)٦۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((وَأَصْدَقَهَا عِتْقَهَا))۔

(۱۲۷۲)۶۔ ایک روایت میں ہے اس کی آزادی کو آپ نے اس کا حق مہر ٹھہرایا۔

**تحقیق وتخریج:** حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

**فوائد:** (۱) حق مہر غیر مرئی چیز بھی ہوتا ہے یہ جائز ہے۔ جیسا کہ آزادی ہے۔
(۲) لونڈی کو آزاد کر کے اس سے شادی کرنا درست ہے۔
(۳) نکاح ایک ایسا عمل ہے جو ہر طرح کی وضاحت کرتا ہے اور شک و ریب کو رفع دفع کرتا ہے۔
(۴) لونڈی آزاد ہو جانے کے بعد اپنے سابقہ مالک سے ہی شادی کر سکتی ہے۔
(۵) مالک اپنی لونڈی سے یہ شرط بندھ لے کہ میں تجھ سے شادی کروں گا لیکن حق مہر آزادی ٹھہراؤں گا۔ ایسی شرط درست ہے۔ اس سلسلہ میں ولی بھی مالک ہوتا ہے اور خاوند بھی وہی ہوتا ہے۔ لونڈی کے احکامات اور ہیں جبکہ آزاد عورت کے احکامات اور ہیں۔

(۱۲۷۳)۷۔ وَعَنْ خَيْثَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَجُلًا تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً فَجَهَّزَهَا إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَنْقُدَ شَيْئًا۔ [رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ]۔

(۱۲۷۳)۷۔ خیثمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے آپ ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے شادی کی پس آپؐ نے حق مہر ادا کرنے سے پہلے اس عورت کو ساتھ بھیج دیا۔ ابوداؤد

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ ابوداؤد: ۲۰۲۱۲۸۔ ابن ماجۃ: ۱۹۹۲۔

**فوائد:** (۱) حق مہر موقعہ پر ادا کرنا زیادہ اچھا ہے۔
(۲) مہر نکاح اور رخصتی کے بعد دینا بھی درست ہے۔ اس کو مہر مؤجل کا نام دے سکتے ہیں۔
(۳) مہر میں تاخیر تو ہے لیکن حذف و تقبیض نہیں۔

(۱۲۷٤)۸۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ۔ هُوَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ۔ [أَنَّهُ سُئِلَ] فِيْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً فَمَاتَ عَنْهَا وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا، وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا [الصَّدَاقَ]؟ فَقَالَ: ((لَهَا الصَّدَاقُ كَامِلًا، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، وَلَهَا الْمِيْرَاثُ))۔ فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى بِهِ فِيْ بِرْوَعِ بِنْتِ وَاشِقٍ۔ لَفْظُ رِوَايَةِ أَبِيْ دَاوُدَ۔

(۱۲۷۴)۸۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا' جس نے ایک عورت سے شادی کی اور وہ ازدواجی تعلقات قائم کیے بغیر ہی فوت ہو گیا اور نہ اس نے مہر مقرر نہ کیا تھا' آپ نے فرمایا: ''اسے پورا مہر ملے گا اسے عدت بھی گذارنا ہوگی اور اسے وراثت میں حصہ بھی ملے گا۔'' معقل بن سنان نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے بروع بنت واشق کے بارے میں یہ فیصلہ کیا تھا۔ ابوداؤد کی روایت کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۱/ ۴۴۷۔ ابوداؤد: ۲۱۱۴، ۲۱۱۵۔ ترمذی: ۱۱۴۵۔ نسائی: ۶/ ۱۲۱۔

(۱۲۷٥)۹۔ وَعِنْدَ التِّرْمِذِيِّ: ((لَهَا مِثْلُ صَدَاقِ

(۱۲۷۵)۹۔ ترمذی میں ہے ''اسے خاوند ان کی عورتوں

نِسَائِهَا لَا وَكَسَ وَلَا شَطَطَ))۔ وَلَفْظُهُ أَتَمُّ۔

کے مطابق مہر ملے گا نہ اس میں کمی ہوگی اور نہ زیادتی۔" اور لفظ اس کے مکمل ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ترمذی: ۱۱۴۵۔

**فوائد:** (۱) ایسی عورت جس کا خاوند اس سے اس حال میں فوت ہوا ہو کہ اس نے اس سے دخول نہیں کیا تو ایسی عورت کو پورا حق مہر ملے گا۔

(۲) ایسی غیر مدخولہ عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ چار ماہ دس دن کی عدت ہی گزارے گی۔

(۳) غیر مدخولہ اور متوفی عنہا زوجہا عورت اپنے خاوند کی وارث بھی بنے گی۔

(۴) غیر مدخولہ عورت کا حق مہر مقرر نہ ہو اور خاوند بھی فوت ہو جائے تو اس کو دوسری عورتوں والا حق مہر ملے گا۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا مسئلہ کے بارے میں فتویٰ دیا ہے اور اس کی تائید معقل بن سنان رضی اللہ عنہ نے کی کیونکہ ایسا مسئلہ بروع بنت واشق رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آیا تھا۔ "لا وکس و لا شطط" کا مطلب ہے نہ کم اور نہ زیادہ ہوگا۔

(۱۲۷٦) ۱۰ ـ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((أَيُّمَا امْرَأَةٍ نُكِحَتْ عَلٰى صَدَاقٍ، أَوْ حِبَاءٍ، أَوْ عِدَةٍ، قَبْلَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ فَهُوَ لَهَا، وَمَا كَانَ بَعْدَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ فَهُوَ لِمَنْ أُعْطِيَهُ، وَأَحَقُّ مَا أُكْرِمَ عَلَيْهِ الرَّجُلُ ابْنَتُهُ أَوْ أُخْتُهُ))۔ لَفْظُ [رِوَايَةِ] أَبِي دَاوُدَ۔

(۱۲۷٦) ۱۰۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کا نکاح مہر یا عطا یا وعدے پر ہو جبکہ یہ عقد نکاح سے قبل ہو تو یہ مہر یا عطا عورت کا ہے اور جو عقد نکاح کے بعد طے ہو وہ اس کے لیے ہے جس کو وہ حق دیا گیا اور وہ سب سے زیادہ اس چیز کا حق دار ہے جو اس کو بیٹی یا بہن کی وجہ سے ملے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ الامام احمد: ۲/ ۱۸۲۔ ابو داؤد: ۲۱۲۹۔ نسائی: ٦/ ۱۲۰۔ ابن ماجة: ۱۹۵۰۔ بیهقی: ۷/ ۲۴۸۔

**فوائد:** (۱) حق مہر کے علاوہ آدمی عورت یا عورت کے ولی کو کچھ دے سکتا ہے۔

(۲) شوہر نے نکاح سے قبل کچھ دیا تو وہ عورت کا ہی ہوگا۔ اور بعد میں دیا تو وہ اس کا ہوگا جس کو دیا جائے گا خواہ ولی بیوی یا دیگر رشتہ دار ہوں۔

(۳) اپنے سسرال کو کچھ دینا جائز ہے نکاح سے پہلے اور نکاح کے بعد۔

(۴) آدمی کی تکریم کا زیادہ باعث بیٹی اور بہن بنتی ہیں دیگر رشتوں کی نسبت۔

(۵) شادی سے قبل تحفہ وتحائف دیئے لیے جا سکتے ہیں۔

## بَابُ عِشْرَةِ النِّسَاءِ وَمَا يُبَاحُ مِنَ الْاِسْتِمْتَاعِ بِهِنَّ، وَمَا لَا، وَمَا يُتَزَيَّنُ بِهِ، وَمَا لَا

## عورتوں سے معاشرت اور ان سے فائدہ اٹھانے کے جواز' عدم جواز اور اس کے ذریعے متزین اور غیر متزین کا بیان

(۱۲۷۷) ۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِيْ جَارَهُ، وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ [أَعْوَجَ]، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجُ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۲۷۷) ۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے' عورتوں سے بہتر سلوک کرو' کیونکہ وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں' پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھ بالائی حصے میں ہوتی ہے اگر تو اسے سیدھا کرے گا تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اگر تو اسے چھوڑ دے گا تو وہ ٹیڑھی رہے گی عورتوں سے بہتر سلوک کرو۔ بخاری نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۸۵'۵۱۸۶۔ مسلم: ۱۴۶۸۔

**فوائد:** (۱) ایمان کی تکمیل کے کچھ لوازمات ہیں۔ جن کو ایک ایک کر کے پورا کرنے سے ایمان کا وافر ذخیرہ انسان جمع کر لیتا ہے اور جن کو ایک ایک کر کے کھو دینے سے انسان ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

(۲) جو چیزیں ایمان کا حصہ ہیں وہ پڑوسی کو تکلیف نہ دینا' عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا ہے۔

(۳) عورتوں سے بدسلوکی کرنا' بہیمانہ انداز سے مارنا اور غیروں جیسا رویہ اپنانا سنتِ نبوی کے خلاف ہے اور ایمان میں نقص ہے۔

(۴) عورت کی تخلیق مرد کے وجود سے ہی ہوئی۔ خاتونِ اولیٰ حضرت حوا علیہا السلام مرد اول حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کی گئیں۔

(۵) پسلی کا اوپر والا حصہ یہ عورت کی زبان کی طرف اشارہ ہے۔ عورتوں کو راہ اعتدال پر چلتے ہوئے اچھائی اور برائی کے حوالہ سے کچھ کہنا درست ہے عورتوں کی زبان درازیوں اور تنگی پر صبر کرنے کی مرد کو تلقین کی گئی ہے۔

(۱۲۷۸) ۲۔ وَعَنْ أَبِي قَزْعَةَ الْبَاهِلِيِّ عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: ((أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوْهَا إِذَا (كُسِيْتَ) (أَوِ اكْتَسَيْتَ)، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ،

(۱۲۷۸) ۲۔ ابو قزعہ باہلی' حکیم بن معاویہ قشیری سے روایت کرتے ہیں' وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم پر بیوی کے کیا حقوق ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''جب تم کھاؤ' اسے بھی کھلاؤ جب تم پہنو اسے بھی پہناؤ اس کے چہرے پر نہ مارنا نہ اسے گالی دینا اور

وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ، وَهِيَ تَرْجَمَةُ اَلْزَمِ الدَّارَ قُطْنِيُّ الشَّيْخَيْنِ تَخْرِيْجَهَا۔

نہ اسے چھوڑنا مگر گھر میں۔'' اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور یہ وہ ترجمہ ہے جس کا دارقطنی نے تخریج کا اہتمام کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۴/ ۴۴۷۔ ابوداؤد: ۲۱۴۲۔ ابن ماجة: ۱۸۵۰۔ ابن حبان: ۱۲۸۶۔ حاکم: ۲/ ۱۸۷، ۱۸۸۔ بیهقی: ۷/ ۲۹۵۔

**فوائد:** (۱) عورت آدمی کی رفیقہ حیات ہے۔ اس سے بڑھ اور کوئی خوشی وغم میں ساجھی نہیں ہوتا۔

(۲) خاوند پر عورت کا یہ حق ہے کہ اسے اپنی پسند کا کھلائے' پہنائے' نہ مارے اور نہ ہی بات بات پر ڈانٹ پلائے اور نہ ہی دھکے دے کر گھر سے باہر نکالے۔

(۳) احادیث سے اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اپنی ازواجِ نفیسہ علیہن الرحمہ سے بہت عمدہ طریقے سے پیش آتے تھے۔

(۴) بیوی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اسے باتوں باتوں میں ضائع نہیں کر لینا چاہیے۔ افسوس ہے ایسے حضرات پر جو اپنی بیویوں کو آگ لگا کر جلا دیتے ہیں' ان کے جسموں کو فروخت کر دیتے ہیں' ان کی عزت دوسروں کے ہاتھوں دے دیتے ہیں۔ اسی طرح بیوی کی ہتھیلیوں کو چارپائی کے پائے تلے دبا کر خاوند کا آرام سے سوئے رہنا' بیوی کا رات بھر چلاتے رہنا یا اپنی بیوی کے بالوں کو چارپائی کے پائے کے ساتھ باندھ دینا یا کسی سال اپنی بیوی کا حقِ زوجیت ہی ادا نہ کرنا جبکہ عالم بھی جوانی کا ہو تو یہ ظلم ہے ایسے لوگ لازماً جواب دہ ہوں گے۔

(۱۲۷۹)۳۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَجْلِدْ أَحَدُكُمْ أَمَتَهُ جَلْدَ الْبَعِيرِ، ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ))۔ [أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ]۔

(۱۲۷۹)۳۔ عبداللہ بن زمعہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی اپنی لونڈی کو ایسے کوڑے نہ مارے جیسے اونٹ کو کوڑے مارے جاتے ہیں پھر وہ اس کے ساتھ دن کے آخر میں مجامعت بھی کرتا ہے۔'' بخاری نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۰۴۔ مسلم: ۲۸۵۵۔

**فوائد:** (۱) بیوی کو مارنا تو بعید ہے جبکہ لونڈی کو مارنا بھی منع ہے۔

(۲) بے رحمی سے مارنا اور ہر روز تازہ غصہ نکالتے رہنا اس آدمی کا وصف ہے جو خوفِ خدا سے کورا ہوتا ہے۔

(۳) کتنی عجیب بات ہے کہ آدمی اپنی لونڈی کو مارے اور پھر اس سے ہمبستری بھی کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف جانوروں کی طرح اپنی شہوت پوری کرنے کا طالب ہے دوسرے کی زندگی کا ہمدرد نہیں ہے۔

(۱۲۷۰)٤۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: ((نَهٰى

(۱۲۷۰)۴۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ اَهْلَهُ لَيْلًا، اَنْ يَتَخَوَّنَهُمْ اَوْ يَلْتَمِسَ عَثَرَاتِهِمْ))۔

ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کوئی شخص رات کو اپنے گھر والوں کے پاس آئے یہ کہ ان کی نگہبانی کرے یا ان کے غیب تلاش کرے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۴۳۔ مسلم: ۷۱۵۔

(۱۲۸۱)٥۔ وَعَنْهُ، مِنْ رِوَايَةِ الشَّعْبِيِّ[قَالَ] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :((إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ أَهْلَهُ لَيْلًا))۔

(۱۲۸۱)۵۔ شعبی کی روایت میں ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی تم میں سے دیر تک گھر سے غائب رہے تو وہ اپنے گھر والوں کو رات کے وقت نہ آئے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۴۴۔ مسلم: ۷۱۵۔

(۱۲۸۲)٦۔ وَعَنْهُ، قَالَ: قَفَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ غَزْوَةٍ، فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ قَالَ: ((أَمْهِلُوْا حَتّٰى تَدْخُلُوْا لَيْلًا، لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ، وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ))۔ أَخْرَجَهُمَا الْبُخَارِيُّ۔

(۱۲۸۲)٦۔ اس سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوے سے واپس آئے جب ہم گھر میں داخل ہونے لگے تو آپ نے فرمایا ٹھہرو، یہاں تک کہ تم رات کو داخل ہونا تاکہ پراگندہ بالوں والی خواتین کنگھی کرلیں اور ریزر استعمال کرلیں وہ جن سے غیب رہا گیا ہے۔'' ان دونوں کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۰۷۹/ ۵۲۴۵۔ ۵۲۴۷۔ مسلم: ۷۱۵۔

**فوائد:** (۱) عورت کا اپنے خاوند کے لیے تیار ہونا جائز ہے۔

(۲) عورت کا تیار ہونا اور میک اپ کرنا خاوند سے مزید الفت اور لگن کا ذریعہ ہوتا ہے۔

(۳) جیسے مرد کو حکم ہے اسی طرح عورت کو بھی بالوں کی آلائش کو دور کرنے کا حکم ہے۔ کنگھی کرنا بھی جائز ہے۔ یہ بھی طہارت کے عوامل میں سے ایک عمل ہے۔

(۴) بعض دفعہ ناپاکی کی حالت میاں، بیوی کے درمیان، نفرت کے پیدا ہونے کا باعث بن جاتی ہے۔ وہ عورتیں اتنی طہارت کا خیال نہیں رکھتیں جن کے خاوندان سے غائب ہوتے ہیں۔

(۵) باہر رہتے ہوئے، سفر سے واپس آتے ہوئے، کہیں ملازمت کرتے ہوئے جب گھر واپس آنا ہو تو گھر فون لیٹر یا کسی کے ذریعے اطلاع دے دینی چاہیے تاکہ عورت مزید اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کرلے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ آدمی عورت سے الگ رہ کر پردیس میں روزی کما سکتا ہے یا کسی مشن کی خاطر گھر سے باہر رہ سکتا ہے۔ آج کل گھر کے قریب پہنچ کر ٹھہرنے کی صورت زیادہ کارگر نہیں رہی۔

(١٢٨٣)٧۔ وَعَنْ أَسْمَاءَ [بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ] أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ [قُلْتُ]: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (إِنَّ) لِيْ ضَرَّةً، فَهَلْ عَلَيَّ [مِنْ] جُنَاحٍ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِيْ غَيْرَ الَّذِيْ يُعْطِيْنِيْ؟ فَقَالَ [النَّبِيُّ ﷺ]: ((اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَأَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ]۔

(۱۲۸۳)۷۔ اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ میری ایک سوکن ہے اگر میں اس کا دل جلانے کے لیے اس کے سامنے کسی چیز کے ملنے کا اظہار کروں جو مجھے میرے خاوند نے نہیں دی ہے تو کیا مجھ پر گناہ ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہ دی ہوئی چیز کو ظاہر کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کسی نے فریب کاری کا جوڑا زیب تن کیا ہو۔'' متفق علیہ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۱۹۔ مسلم: ۲۱۳۰۔

**فوائد:** (۱) ایک عورت پر جو دوسری عورت عقد میں لائی جاتی ہے اس کو عربی میں ''ضَرّہ'' اور اردو میں سوکن کہتے ہیں۔ یعنی ایک سے زیادہ نکاح کرنے درست ہیں۔

(۲) مانگ کر کپڑا استعمال کرنا درست ہے۔

(۳) مانگی ہوئی چیز کی وضاحت کرتے ہوئے اس کی نسبت اس کے حقیقی مالک کی طرف کی جائے۔ جھوٹ سے کام لینا اور شیخی مارنا اور ظاہر کرنا کہ یہ میری ہے غلط ہے۔ ایسا آدمی آخر ذلیل ہو جاتا ہے۔

(۴) سوکن کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا اور اس کے سامنے جھوٹ موٹ بیان نہ کرنا عقل مندی کی علامت ہے۔

(۵) ایک دوسرے کو ہر طرح کی تکلیف دینے سے نبی کریم علیہ السلام نے روکا ہے حتیٰ کہ آپ نے سوکن کے سامنے بھی غلط بیانی کو درست نہیں جانا یہ انتہا درجہ کی عمدہ حسنِ معاشرت پر دلالت کرتا ہے۔

(١٢٨٤)٨۔ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ (بْنِ سَعْدٍ) قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ (الرَّجُلُ) يُفْضِيْ إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِيْ إِلَيْهِ، ثُمَّ يُفْشِيْ سِرَّهَا))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۲۸۴)۸۔ عبدالرحمٰن بن سعد سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبے کے اعتبار سے سب سے برا وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کی طرف تنہائی اختیار کرتا ہے پھر وہ اپنی بیوی کا راز افشاں کر دیتا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۳۷۔

**فوائد:** (۱) خاوند بیوی کے درمیان تنہائی کے عالم میں جو بے تکلفیاں پیدا ہوتی ہیں اسی طرح جو میاں بیوی کے مابین راز و نیاز کی نشست طے پاتی ہے۔ یہ ایک خاص موقعہ ومجلس ہوتی ہے۔ کسی بیوی یا خاوند کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس موقعہ کے

بیان شدہ راز کو کسی کے سامنے بیان کرے۔

(۲) میاں' بیوی جو خاص موقعہ پر عمل یا بات کرتے ہیں اس کی گرفت نہیں ہوتی۔

(۳) جو خاوند یا بیوی راز عیاں کرے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی برا نہیں۔ روزِ قیامت برے لوگوں کی صف میں شمولیت ہوگی۔

(۴) آج کل کے انداز کا اس حدیث سے رد ہوتا ہے۔ شرم اور حیا سے کوسوں دور نوجوانوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ سہاگ رات مناتے ہی علی الصبح اپنے دوستوں کو نشست کی گرہ گرہ کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح سننے والے بھی لطف اٹھاتے ہیں۔ ایسے ہی عورتیں ہیں جو اپنی سہیلیوں کو پر جوش انداز میں بیتی ہوئی باتیں بیان کرتی ہیں۔ میاں' بیوی کا رشتہ ایک مقدس رشتہ ہے جو کہ بے ہودہ بیان گوئی سے پراگندہ ہو جاتا ہے۔ اس سے گریز کیا جائے۔

(۱۲۸۵)۹۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ((إِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً أَوِ اشْتَرٰى خَادِمًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَمَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّمَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَإِذَا اشْتَرٰى بَعِيْرًا فَلْيَأْخُذْ بِذِرْوَةِ (سَنَامِهِ) وَلْيَقُلْ مِثْلَ ذٰلِكَ))۔

(۱۲۸۵)۹۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی تم میں سے کسی عورت سے شادی کرتا ہے یا کوئی خادم خریدتا ہے تو اسے یہ دعائیہ کلمات کہنے چاہیں "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَمَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ" الٰہی! میں اس کی کمتری اور اس کی بہتری جس عادت پر اسے پیدا کیا کا طلب گار ہوں اور جب کوئی اونٹ خریدے تو اس کی کوہان کے بالائی حصے کو پکڑ کر یہی کلمات کہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ ابو داؤد: ۲۱۶۰۔ ابن ماجة: ۱۹۱۸۔ حاکم: ۲/ ۱۸۵۔ بیهقی: ۷/ ۱۴۸۔

(۱۲۸۶)۱۰۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((ثُمَّ لِيَأْخُذْ بِنَاصِيَتِهَا، وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَةِ فِي الْمَرْأَةِ، وَالْخَادِمِ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

(۱۲۸۶)۱۰۔ ایک روایت میں ہے "پھر وہ اس کی پیشانی کو پکڑے عورت اور خادم کے بارے برکت کی دعا کرے۔" ابوداؤد

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ ابو داؤد: ۲۱۶۰۔

(۱۲۸۷)۱۱۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِيْ ذٰلِكَ لَمْ يَضُرُّهُ (شَيْطَانٌ)

(۱۲۸۷)۱۱۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارداہ کرے تو یہ کلمات کہے "بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" شروع اللہ کے نام سے الٰہی! ہمیں شیطان سے

أَبَدًا))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (فِي الْجُمْلَةِ)۔

بچانا اور جو ہمیں عطا کرے شیطان کو اس سے دور رکھنا اگر اس دوران بیٹا مقدر ہوا تو اسے شیطان کبھی بھی تکلیف نہ دے سکے گا۔ لفظ مسلم کے ہیں اور یہ فی الجملہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۴۱، ۳۲۷۱، ۵۱۶۵۔ مسلم: ۱۴۳۴۔

**فوائد:** (۱) جو بھی اللہ تعالیٰ نعمت دے اس کے شر سے پناہ اور اس کی بھلائی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا درست ہے۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کی ہر پیدا کردہ مخلوق نفع ونقصان کی متحمل ہوتی ہے۔ یہ اس کی فطرت میں سے ہے۔

(۲) عورت ملے یا خادم خریدا ہو اسی طرح اونٹ خریدا ہو تو اس حدیث میں مذکور دعا پڑھنی چاہیے۔ یہ مسنون ہے۔

(۳) بیوی کے پاس جاتے ہوئے "بسم الله اللهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان مارزقتنا" یہ دعا پڑھے یہ مسنون ہے۔

(۴) مذکورہ دعا کا یہ فائدہ ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد وظیفۂ زوجیت ادا کرنے سے جو حمل قرار پاتا ہے۔ اس کو شیطان نقصان نہیں دے پاتا۔

(۵) معلوم ہوا ہر موقعہ کے مطابق جو دعا ہے اس کو پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ آسانی اور برکت ہوتی ہے اور شیطان اور نقصان سے نجات ملتی ہے۔ جو دعائیں نہیں پڑھتے ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ گمراہ ہو جاتے ہیں اور صراط مستقیم سے پرے ہٹ جاتے ہیں۔

(۱۲۸۸)۱۲۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا نَعْزِلُ [وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ] عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَنْهَنَا۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۲۸۸)۱۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم عزل کیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے عہد میں قرآن اتر رہا تھا یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی لیکن آپ نے ہمیں منع نہ کیا۔ متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۰۷۔ ۵۲۰۹۔ مسلم: ۱۴۴۰۔

(۱۲۸۹)۱۳۔ وَعَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ، أُخْتِ عُكَاشَةَ، قَالَتْ: حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي أُنَاسٍ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ فَنَظَرْتُ فِي الرُّوْمِ وَفَارِسٍ، فَإِذَا هُمْ يَغِيْلُوْنَ [أَوْلَادَهُمْ] فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَيْئًا، ثُمَّ سَأَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

(۱۲۸۹)۱۳۔ عکاشہ کی بہن جدامہ بنت وہب سے روایت ہے کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی جب کہ آپ لوگوں میں تشریف فرما تھے اور آپ یہ ارشاد فرماتے ہیں "میں نے ارادہ کیا کہ غیلہ کرنے سے منع کر دوں پھر میں نے رومیوں اور ایرانیوں کو دیکھا کہ وہ غیلہ کرتے ہیں اور اس سے ان کی اولاد کو کچھ نقصان نہیں ہوتا"

((ذٰلِكَ الْوَئْدُ الْخَفِيُّ ، وَهِيَ ﴿وَإِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ﴾)) [اَلتَّكْوِيْرُ:٨]۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ، وَهُوَ عِنْدَ الْأَرْبَعَةِ مُخْتَصَرًا]۔

پھرانہوں نے آپ سے عزل کے بارے میں پوچھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یہ مخفی انداز میں زندہ درگور کرنے کے مترادف ہے اور قرآن میں ہے جب زندہ درگور کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' (تکویر: ۸) مسلم نے اسے روایت کیا ہے اور اصحاب اربعہ کے ہاں یہ مختصر ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۴۲۔

**فوائد:** (۱) وقتِ انزال' ذکر کو شرم گاہ سے باہر نکال لینا اس اندیشہ سے کہ نطفہ کا خروج اندر نہ ہو جائے۔ اس کو عزل کہتے ہیں۔

(۲) عزل کرنا روایات سے ثابت ہوتا ہے جمہور علماء اور دیگر ائمہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔

(۳) عزل کا جواز مع کراہت ہے یعنی یہ ناپسند بات ہے کہ آدمی اپنے نطفہ کو ضائع کرے۔

(۴) عزل اس نیت سے کرنا کہ کہیں حمل نہ ٹھہر جائے یہ درست نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ایک طرح کا مقابلہ ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آزاد عورت سے عزل کی اجرت لی جائے جب کہ لونڈی سے اجازت کی ضرورت نہیں۔

(۵) دودھ پلانے والی عورت سے جماع کرنا غیلہ کہلاتا ہے۔ دورانِ مدت رضاعت بیوی سے جماع کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ البتہ یہ خطرہ ہوتا ہے کہ بچے کی مدت رضاعت سے قبل حمل ٹھہر سکتا ہے۔ جس سے دودھ میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور بچہ مکمل دودھ نہیں پی پاتا۔ جماع نہ کرنے کی صورت میں مرد کا نقصان لازمی ہوتا ہے۔ ظاہر بات ہے پہلے وہ حمل کی مدت میں نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے گریز کرتا رہا بعد میں ایام نفاس کی وجہ سے دور رہا اور اب رضاعت کے دو سال کیسے برداشت کرے؟ اس کا حل ایک اور شادی کر لینا بھی ہے۔

(١٢٩٠)١٤۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ يَهُودَ كَانَتْ تَقُولُ: إِذَا أُتِيَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ دُبُرِهَا فِي قُبُلِهَا، ثُمَّ حَمَلَتْ كَانَ وَلَدُهَا أَحْوَلَ۔ قَالَ: فَأُنْزِلَتْ ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ [اَلْبَقَرَةُ: ٢٢٣]۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۲۹۰)۱۴۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے جب عورت کے پاس پچھلی جانب سے اگلی جانب آیا جائے' پھر وہ حاملہ ہو جائے تو وہ بچہ بھینگا ہوگا تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ [اَلْبَقَرَةُ: ٢٢٣] تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں اور اپنی کھیتیوں میں جہاں سے چاہو آؤ'' (بقرہ ۲۲۳) مسلم

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۵۲۸۔ مسلم: ۱۴۳۵۔

**فوائد:** (۱) بیوی کے پیچھے سے اس کی شرم گاہ میں دخولِ ذکر جائز ہے۔ اس کا بچے یا عورت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۲) ''دُبر'' جائے پاخانہ اور ''قُبل'' جائے پیشاب کو کہتے ہیں جبکہ مرد کی شرم گاہ کو ''ذکر'' کہا جاتا ہے۔

(۳) عورت کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اگر زمین کو درست کیا جاتا ہے تو عورت کو بھی درست کیا جاتا ہے۔ زمین میں ہل جوتے جاتے ہیں، بیج ڈالا جاتا ہے تو عورت کے ساتھ بھی کھیلا جاتا اور تخمِ تولید ڈالا جاتا ہے۔ اگر زمین کی رکھوالی کی جاتی ہے تو عورت کی بھی رکھوالی کی جاتی ہے۔ اگر زمین میں ہر سمت سے داخل ہوا جاتا ہے تو عورت کی طرف بھی ہر انداز سے آیا جاسکتا ہے لیکن وہاں سے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور جہاں سے آنے کا عمل ہے۔

(۴) یہ کہنا کہ اور انداز سے یا پیچھے کی طرف سے مجامعت کرنے سے اولاد پر اثر پڑتا ہے اور بھینگی ہوجاتی ہے یہ لغویات ہے۔ اس نظریہ کی اسلام پاسداری نہیں کرتا۔

(۵) کھیتی صرف قُبل ہے اور وہی اولاد کی جائے جنم ہے۔ اس کھیتی میں جہاں انسان کو اختیارات حاصل ہیں وہاں احتیاطات سے اور تمیز سے بھی پیش آنا ہوگا۔ مثال کے طور پر عورت کے خاص ایام میں احتیاط کرنا اور اس کی صحت کو مدنظر رکھنا اور صرف اپنی کھیتی ہی استعمال کرنا ضروری ہے اور جانوروں جیسا سلوک کرنا درست نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے کوئی کسی کو اپنی کھیتی میں داخل ہونے کو برداشت نہیں کرسکتا وہ ہمیشہ کڑی نظر رکھتا ہے۔ اسی طرح چاہیے کہ وہ اپنی کھیتی کا بھی خیال رکھے کہ کہیں اور کوئی استعمال نہ کرے۔

(۱۲۹۱)۱۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلٍ أَتٰى رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً فِيْ دُبُرِ[هَا]))۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ [عَنْ رِجَالٍ ثِقَاتٍ]، عَنْ رِجَالِ الصَّحِيْحِ۔

(۱۲۹۱)۱۵۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اس مرد کی طرف نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا عورت کی دبر میں فعل بد کرتا ہے۔'' اس کو نسائی نے ثقہ صحیح راویوں سے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** ترمذی۔ وقال حسن غریب۔ ۱۱۶۵۔ ابن حبان: ۱۳۰۲، ۱۳۰۳۔

(۱۲۹۲)۱۶۔ وَرَوَى النَّسَائِيُّ فِيْ ((السُّنَنِ الْكُبْرٰى)) مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ أُوَيْسٍ، قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا أَتٰى امْرَأَةً فِيْ دُبُرِهَا فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَوَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ وَجْدًا شَدِيْدًا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ [البقرة:۲۲۳]۔

(۱۲۹۲)۱۶۔ نسائی نے ''سنن کبریٰ'' میں ابوبکر بن ابی اویس سے روایت کیا اس نے کہا سلیمان بن بلال نے مجھے بیان کیا' زید بن اسلم سے روایت ہے یا اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اپنی بیوی کی دبر میں فعل کیا اسے بڑی شدید درد ہوئی' اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرہ ۲۲۳) ''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں تم آؤ اپنی کھیتیوں میں جہاں چاہو۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ طبری فی جامع البیان: ۴۳۳۳۔

**فوائد:** (۱) عورت کی قبل چھوڑ کر یعنی کھیتی کو چھوڑ کر دبر کو آنا مرد کے لیے حرام ہے۔

(۲) عورت کی دبر سے آنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کا اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دبر میں آنے والے آدمی کی طرف نہیں دیکھیں گے۔

(۳) دبر سے آنا لوطی فعل اور سدومیت ہے اور زنا سے بڑھ کر ایک گناہ ہے۔

(۴) حدیث میں ایک دفعہ میں یا زیادہ دفعہ دبر سے آنے کی قید نہیں ہے۔ معلوم ہوا ایک دفعہ بھی آنے والا اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہے۔

(۵) جان کر دبر سے آنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خالص توبہ کرے ورنہ پکڑ ہوگی اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت سے نہ دیکھے گا۔

(١٢٩٣)١٧۔ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ۔

(۱۲۹۳)۱۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا عورت اپنا سر منڈوائے۔ نسائی

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ ترمذی: ۲۰۹۱۴۔ نسائی: ۸/ ۱۳۰۔

**فوائد:** (۱) عورت کی زینت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ سر کو نہ منڈوائے ایسا کرنا اس کے لیے واجب نہیں ہے۔

(۲) زیادہ سے زیادہ عورت اپنے بالوں کو کتر سکتی ہے اور وہ بھی حج کے ایام میں۔ مرد سے تشبیہ منع ہے۔ بلکہ عورت کے جتنے لمبے بال ہوتے ہیں زیادہ خوبصورت لگتی ہے۔ البتہ کسی عارضے کی وجہ سے بال منڈوائے یا کترائے جاسکتے ہیں جیسا کہ سر میں چوٹ لگ جاتی ہے وغیرہ۔

(۳) ''حلق'' سر کے مکمل بال اتارنے کو کہتے ہیں حتیٰ کہ جلد واضح ہو جائے جبکہ ''قصر'' اس کے برعکس ہے۔

(۴) آج کل فیشن کے طور پر جو لڑکیاں اپنے بالوں کو بالکل چھوٹا کر کے مردوں کی طرح بال سنوارتی ہیں اور پھر سر پر آنچل بھی نہیں رکھتیں شرعاً غلط کرتی ہیں اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

(١٢٩٤)١٨۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۲۹۴)۱۸۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے لعنت بھیجی بال جوڑنے والی پر اور جس کے بال جوڑے جائیں اور گودنے والی پر اور جس کا گودا جائے۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری، مسلم: ۲۱۲۴۔

(١٢٩٥)١٩۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ، وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ،

(۱۲۹۵)۱۹۔ عبداللہ سے روایت ہے اللہ نے لعنت بھیجی گودنے والی عورتوں پر اور جن کو گودا جائے اور بال

وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ))۔ وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ: وَمَا لِيْ لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ اَلْحَدِيْثَ۔ [وَهُوَ عِنْدَ الْجَمَاعَةِ كُلِّهِمْ]۔

اکھیڑنے والی عورتوں پر خوبصورتی کے لیے اپنے دانتوں میں فاصلہ کرنے والی عورتوں پر اللہ کی خلق کو بدلنے والی ہیں' اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر اللہ نے لعنت بھیجی۔ یہ تمام جماعت کے ہاں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۹۳۱'۵۹۴۳۔ مسلم: ۲۱۲۵۔

**فوائد:** (۱) "واصلہ" مصنوعی بال لگانے والی۔ "المستوصلہ" لگوانے والی "واشمہ" گودنے والی "المستوشمہ" گدوانے والی۔ "المتنمصات" چہرے کے بال اکھاڑنے والی۔ "المتفلجات" دانتوں کے مابین کشادگی کرنے والی۔ "المغیرات" تبدیلی کرنے والی۔ مذکورہ بالا اوصاف کی متحمل خواتین ملعون ہیں۔ یعنی ان کاموں کو کرنا حرام ہے۔

(۲) بال لگانے اور لگوانے کے بارہ میں کئی اقوال اور وجوہات بیان کی گئی ہیں لیکن راجح بات یہ ہے کہ بالوں کو جوڑنا مطلقاً حرام ہے۔ تمام حنابلہ اور مالکیہ بھی اسی قول کے قائل ہیں۔ خواہ مصنوعی ہوں یا آدمی کے۔

(۳) اون' دھاکہ اور کپڑے وغیرہ سے چٹیا بنانا یا پراندے کے طور پر ان کو استعمال کرنا درست ہے۔ اسی طرح کلپ' کچر' چٹکیوں اور سوئیوں کا استعمال بال پر درست ہے۔ اس طرح ہیر بین اور کپڑے کا نیٹ پٹی کے طور پر بھی بالوں پر استعمال کیا جاتا ہے اس کا بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) "وشم" جسم کے کسی حصہ میں سوئی سے گودنے کے بعد اس میں رنگ دے سرے' چونے یا نیل وغیرہ کے ذریعے تاکہ مطلوبہ حصے سے نشان نمایاں نظر آئے۔ یہ حسن میں اضافہ کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ آج کل یہ چیز عام ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں مختلف انداز سے رنگ بھرتے ہیں۔ رخساروں کو گودا جاتا ہے پھر سرمہ بھرا جاتا ہے۔ اسی طرح مشین کے ذریعے لڑکے اپنے بازوؤں' کندھوں' کمروں اور چھاتیوں پر گدواتے ہیں۔ ان میں اپنا نام لکھالیا' دوست کا نام لکھوالیا' ناجائز متعلقہ لڑکی کا نام لکھ لیا' کوئی عشقیہ الفاظ لکھ لیے' فیورٹ شخصیت کا نام لکھ لیا یا اپنی بیوی کا نام لکھ لیا۔ الغرض یہ تمام تر انداز حرام ہیں اور خلاف شرع ہیں۔ کیونکہ اس میں اپنی جان کو بھی تکلیف ہے اور احادیث کی بھی مخالفت ہے۔

(۱۲۹۶) ۲۰۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هَلِ اتَّخَذْتُمْ أَنْمَاطًا؟)) قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ أَيْنَ لَنَا أَنْمَاطٌ؟ قَالَ: ((إِنَّهَا سَتَكُوْنُ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۲۹۶) ۲۰۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے چادریں لے لیں؟ میں نے کہا یا رسول ہمارے لیے چادریں کہاں؟ فرمایا: "وہ عنقریب ہوں گی۔" متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ بخاری: ۵۱۶۱۔ مسلم: ۲۰۸۳۔

**فوائد:** (۱) اونی جھالروں والی چادریں استعمال کرنا جائز ہے۔

(۲) اس حدیث میں نبی کریم علیہ السلام نے مستقبل میں کشادگی کے حوالہ سے اپنے صحابی کو مطلع کیا ہے۔ یعنی مستقبل میں ترقی ہوگی۔ نبی جو بھی بتاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔

## بَابُ الْقَسْمِ وَالنُّشُوْزِ

## باری تقسیم کرنے اور زیادتی کا بیان

(۱۲۹۷)۱۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ یَمِیْلُ لِإِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى، جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ أَحَدُ شِقَّیْهِ مَائِلٌ))۔

(۱۲۹۷)۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ فالج زدہ ہوگا۔“

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۳۴۷، ۴۷۱، ۴۷۲۔ ابوداؤد: ۲۱۳۳۔ نسائی: ۷/ ۶۳۔ ابن ماجة: ۱۹۶۹۔ ترمذی: ۱۱۴۱۔ ابن حبان: ۴۱۹۴۔ حاکم: ۲/ ۱۸۶۔ بیهقی: ۷/ ۲۹۷۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے بھی ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی اباحت ثابت ہوتی ہے تعددِ ازداج کے منکرین کا اس میں رد ہے۔

(۲) اپنی بیویوں کے مابین باری مقرر کرنا ضروری ہے۔

(۳) بیویوں کے ساتھ سلوک باری مقرر کرنے کی صورت میں ہی روا رہ سکتا ہے۔

(۴) ایک بیوی کو وقت وسہولیات فراہم کرتے رہنا اور دوسری کے پاس تک نہ جانا اور اس کے اخراجات پورے نہ کرنا ظلم ہے۔ یہ قابلِ مواخذہ عمل ہے۔ بیوی کو تعلقات ونفقات کے لحاظ سے زندگی بھر مفلوج رکھا اس طرح روزِ قیامت ایسے خاوند کا ایک پہلو بھی مفلوج پڑ جائے گا۔

(۵) زیادہ بیویاں کرنا کوئی نیکی نہیں ہے نیکی یہ ہے کہ ان کے درمیان عدل کا ترازو قائم رہے۔ ورنہ ایک ہی بیوی بہتر ہے۔ اسلام خاتونِ خانہ پر زیادتی کا سبق نہیں دیتا۔

(۱۲۹۸)۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقْسِمُ فَیَعْدِلُ وَیَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ)) یَعْنِی الْقَلْبَ۔ أَخْرَجَهُمَا النَّسَائِیُّ وَأَبُوْدَاوُدَ، وَاللَّفْظُ فِی الْأَوَّلِ لِلْأَوَّلِ، وَفِی الثَّانِیْ لِلثَّانِیْ۔

(۱۲۹۸)۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تقسیم کرتے اور عدل وانصاف سے کرتے اور فرماتے الٰہی! یہ میری تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں مجھے ملامت نہ کرنا جس کا تو مالک ہے، اور میں مالک نہیں ہوں یعنی دل کا۔ ان دونوں کو نسائی اور ابوداؤد نے نکالا ہے اور پہلی میں پہلے کے لفظ اور دوسری میں دوسرے کے لفظ ہیں۔

**فوائد:** (۱) بیویوں کے مابین باری مقرر کرنے کی کارروائی انصاف اور خالص نیت سے کرنی چاہیے۔

(۲) باری مقرر کرنے کا حق خاوند کو حاصل ہے جو کہ اپنی بیویوں پر نگہبان ہوتا ہے۔

(۳) بیویوں کے خصائل، جمال اور اندازِ محبت مختلف ہوتے ہیں انصاف سے ان کے مابین باری مقرر کرنے کے بعد اگر کسی بیوی کی طرف زیادہ قلبی میلان ہو تو یہ دل کا معاملہ ہے اس پر مواخذہ نہیں ہے یعنی کسی بیوی سے زیادہ پیار ہو جانا یہ زیادتی نہیں ہے۔

(۴) معلوم ہوا دل کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہی دل میں محبتیں بھرتا ہے۔

(۱۲۹۹)۳۔ وَرَوَى خَالِدٌ [الْخَذَّاءُ]، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: ((إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا))۔ [أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ]۔ (قَالَ خَالِدٌ: وَلَوْ قُلْتُ إِنَّهُ رَفَعَهُ لَصَدَقْتُ، وَلٰكِنَّهُ قَالَ: اَلسُّنَّةُ كَذٰلِكَ۔

(۱۲۹۹)۳۔ خالد خداء نے ابوقلادہ سے اس نے انس بن مالک سے روایت کیا فرمایا، جب کنواری سے شادی کرے تو اس کے پاس سات دن ٹھہرے اور جب بیوہ سے شادی کرے تو اس کے پاس تین دن ٹھہرے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے کہا ہے کہ خالد نے کہ اگر میں اسے مرفوع بیان کرتا ہوں تو میں نے سچ کہا ہے اور جبکہ اس نے کہا ہے کہ سنت اسی طرح ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۱۴۔ مسلم: ۱۴۶۱۔

(۱۳۰۰)٤۔ وَرَوَاهُ بِشْرٌ عَنْ مَالِكٍ وَلٰكِنَّهُ قَالَ: اَلسُّنَّةُ إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا، وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا۔

(۱۳۰۰)۴۔ سنت یہ ہے کہ جب کنواری سے شادی کرے تو اس کے پاس سات دن ٹھہرے اور جب بیوہ سے شادی کرے تو اس کے پاس تین دن ٹھہرے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۱۳۔

**فوائد:** (۱) جیسے کسی کے کنواری یا ثیبہ ہونے میں فرق ہے اسی طرح ان کے باری والے ایام میں بھی فرق ہے۔ کنواری عورت کے لیے سات دن مقرر کیے جائیں جبکہ بیوہ یا ثیبہ کے لیے تین دن مقرر کیے جائیں۔

(۲) کنواری کے لیے سات دن مقرر کرنا جب کہ وہ اجنبی اور نئی نویلی ہوتی ہے۔ ماحول سے ناواقف اور نئی زندگی کی دہلیز پر اس کا پہلا قدم ہوتا ہے۔ فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا دل لگ جاتا ہے اور وہ فضائے الفت میں رچ بس جاتی ہے۔ جبکہ ثیبہ تجربہ کار اور شوہر دیدہ ہوتی ہے وہ تین دن میں ہی مانوس ہو جاتی ہے یعنی کنواری اور ثیبہ کے مابین الفت کی تشنگی کا فرق ہوتا ہے۔

(۳) یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام سبھی کی نفسیات اور احساسات کی عکاسی کرتا ہے اور یہ جگر دوز اندازِ محبت فراہم کرتا ہے۔

(۱۳۰۱)٥۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا، وَقَالَ: ((إِنَّهُ لَيْسَ بِكِ عَلَى أَهْلِكِ (هَوَانٌ)، إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ لَكِ، وَإِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ

(۱۳۰۱)۵۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ام سلمہ سے شادی کی آپ اس کے پاس تین دن ٹھہرے، آپ نے فرمایا: ''اگر تو چاہے تو میں تیرے پاس سات دن ٹھہروں اگر میں تیرے پاس سات

لِنِسَائِيْ))۔

دن ٹھہروں گا تو پھر اپنی تمام بیویوں کے پاس بھی سات سات دن ٹھہروں گا۔“

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۶۰۔

**فوائد:** (۱) کنواری کے پاس سات دن یا ثیبہ کے پاس تین دن گزارنے کے بعد باری مقرر کرنا اور بعد میں دونوں کے پاس باری باری قیام کرنا جائز ہے۔ امام شافعی اور اہلِ حدیث اسی کے قائل ہیں۔

(۲) ہر ایک کو برابر وقت دینا چاہیے۔

(۱۳۰۲)٦۔ وَعَنْ عَائِشَةَ (أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا) قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَطَارَتِ الْقُرْعَةُ عَلٰى عَائِشَةَ، وَحَفْصَةَ، فَخَرَجَتَا مَعَهُ...... [اَلْحَدِيْثَ]۔ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

(۱۳۰۲)٦۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کے لیے روانہ ہونے لگتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے ایک دفعہ قرعہ عائشہ اور حفصہ کے نام نکلا تو دونوں سفر پہ آپ کے ہمراہ گئیں۔ ان دونوں کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۱۱۔ مسلم: ۲۴۴۵۔

**فوائد:** (۱) کسی پیچیدہ معاملے کو حل کرنے کے لیے یا کسی کے انتخاب کے لیے قرعہ اندازی کا طریقہ استعمال کرنا درست ہے۔

(۲) عورت اپنے خاوند یا کسی ذی محرم کے ساتھ سفر کر سکتی ہے۔

(۳) خاوند اپنی بیوی کو کسی سفر میں ساتھ لے جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اس کے پردے کا مکمل خیال رکھا جائے۔ آج کل کا انداز غلط ہے جیسا کہ خاوند بے پردگی کی حالت میں اور بناؤ سنگار کے عالم میں اپنی بیوی کو ساتھ لے کر نکلتا ہے۔ یہ فتنہ ہے اور خلافِ شرع ہے۔

(۴) زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں کسی ایک کو سفر میں ساتھ لیجانے کے لیے ان کے مابین قرعہ اندازی کی جا سکتی ہے۔ بیویوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس انتخاب کو قبول کریں۔ کسی کے نام قرعہ نہیں نکلتا تو وہ ناراض نہ ہو اور اگر کسی کے نام نکلتا ہے اگرچہ نہ جانے کا ارادہ ہو لیکن انکار نہ کرے۔ خاوند کی فرمانبرداری کرے۔

(۱۳۰۳)۷۔ وَعَنْهَا، أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ لَمَّا كَبُرَتْ قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَعَلْتُ يَوْمِيْ مِنْكَ لِعَائِشَةَ، فَكَانَ [رَسُوْلُ اللّٰهِ] عَلَيْهِ السَّلَامُ، يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَيْنِ: (يَوْمَهَا)، وَيَوْمَ سَوْدَةَ۔

(۱۳۰۳)۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سودہ بنت زمعہ جب عمر رسیدہ ہوگئی تو اس نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ کی طرف سے اپنا دن عائشہ کو دیا اس طرح رسول اللہ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دو دن دیتے ایک اس کا اور ایک سودہ کا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۱۲۔ مسلم: ۱۴۶۳۔

**فوائد:** (۱) زیادہ عمر ہوجانے کی صورت میں اپنا دن اپنی سوکن کے لیے وقف کیا جاسکتا ہے۔
(۲) کوئی بیوی اپنی باری دوسری کو دے سکتی ہے۔ یعنی سوکن کو۔
(۳) ایک دفعہ باری دینے کے بعد اس کی واپسی ممکن نہیں۔ عورت کا حق ساقط ہوجاتا ہے۔
(۴) کوئی بیوی اگر اپنی باری کسی اپنی سوکن کو ہبہ کرنا چاہتی ہے تو اس کی اطلاع خاوند کو دینا ضروری ہے تاکہ وہ اس کی باری کے دن دوسری کے گھر چلا جائے۔
(۵) باری عورت کا حق ہے اس میں خاوند کی اجازت ضروری نہیں ہے۔ ایک سے زیادہ بیویوں کو اتفاق و اتحاد سے رہنا چاہیے۔

(١٣٠٤)٨۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ تِسْعُ نِسْوَةٍ فَكُنَّ يَجْتَمِعْنَ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي بَيْتِ الَّتِي يَأْتِيهَا، فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ، فَجَاءَتْ زَيْنَبُ فَمَدَّ يَدَهُ إِلَيْهَا، فَقَالَتْ: هٰذِهِ زَيْنَبُ، فَكَفَّ (النَّبِيُّ ﷺ) يَدَهُ...... اَلْحَدِيثَ۔ [أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ]۔

(۱۳۰۴)۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی نو بیویاں تھیں وہ ہر رات ایک گھر میں اکٹھی ہوتیں آپ اس میں پاس تشریف لاتے تھے اور یہ مجلس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتی، زینب آئی تو آپ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اس نے کہا یہ زینب ہے نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ ان دونوں کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۶۲۔

(١٣٠٥)٩۔ وَفِي حَدِيثٍ لِعَائِشَةَ: وَكَانَ قَلَّ يَوْمٌ إِلَّا وَهُوَ يَطُوفُ عَلَيْنَا جَمِيعًا، فَيَدْنُو مِنْ كُلِّ امْرَأَةٍ مِنْ غَيْرِ مَسِيسٍ، حَتّٰى يَبْلُغَ الَّتِي هُوَ يَوْمُهَا، فَيَبِيتُ عِنْدَهَا۔ أَخْرَجَهُ أَبُودَاوُدَ۔

(۱۳۰۵)۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کم ہی کوئی دن ایسا ہوتا ہے کہ آپ ہم تمام بیویوں کے پاس چکر نہ لگاتے ہوں آپ اپنی ہر بیوی کے قریب ہوتے چھوئے بغیر اور ہر رات اس کے پاس گزارتے جس کی باری ہوتی۔ ابوداؤد

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ الامام احمد: ۶/ ۱۰۸۔ ابوداؤد: ۲۱۳۵۔ بیہقی: ۷/ ۷۴۔ حاکم: ۱/ ۱۳۵۔ ۲/ ۱۸۶۔

(١٣٠٦)١٠۔ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ، دَخَلَ عَلٰى نِسَآئِهِ فَيَدْنُو مِنْ إِحْدَاهُنَّ...... اَلْحَدِيثَ۔

(۱۳۰۶)۱۰۔ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز سے واپس آتے تو اپنی بیویوں کے پاس تشریف لاتے اور کسی ایک کے قریب بیٹھتے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۱۶، ۵۲۶۸۔

**فوائد:** (۱) ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے لیے الگ الگ رہائش گاہ بنانا زیادہ اچھا ہے۔ اس سے ایک تو پردہ داری باقی رہتی ہے اور دوسرا سوکنوں کی گفت وشنید تک نوبت نہیں پہنچتی۔

(۲) ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں خاوند کے لیے جہاں باری باری ہر رات جانا ضروری ہے وہاں دن کو ان کی خیر وخبر لینا اور ان کو بر ضرورت اشیائے ضروریات لا دینا بھی جائز ہے۔
(۳) دن کے وقت بھی سبھی بیویوں کے ساتھ یکساں پیش آنا ضروری ہے۔ اس صورت میں دن اس بیوی کے گھر ہی گزرے گا جس کی باری ہوگی اسی طرح ہی رات کا مسئلہ ہے۔
(۴) تمام بیویاں ایک ایک گھر میں بھی اکٹھی ہو سکتی ہیں اور رات گزار سکتی ہیں اور ان سبھی کے پاس خاوند بھی آ سکتا ہے۔
(۵) ایسی عورت جس نے اپنی باری اپنی دوسری سوکن کو ہبہ کی ہو وہ خاوند کے پاس جا سکتی ہے نہ خاوند اس کے پاس جا سکتا ہے۔ اگر اندھیرے میں ایسا مسئلہ پیدا ہو جائے تو خاوند اپنی بیوی کا نام پوچھ سکتا ہے یا بیوی خود اپنا نام بتا سکتی ہے تاکہ خاوند کو پتہ چل جائے کہ یہ وہ ہے جس نے اپنی باری دوسری کو ہبہ کی ہے۔ البتہ اس کی صحت و عافیت اور گھریلو ضرورت کو پورا کرنے کے لیے جایا جا سکتا ہے۔

(۱۳۰۷)۱۱۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ، أَيْنَ أَنَا غَدًا۔ يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ۔ فَأَذِنَّ لَهُ أَزْوَاجُهُ [أَنْ] يَكُوْنَ حَيْثُ شَاءَ...... اَلْحَدِيْثُ۔ (أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ)۔

(۱۳۰۷)۱۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اس بیماری کے دوران جس میں آپ کی وفات ہوئی' پوچھا کرتے تھے کہ کل میرا دن کہاں ہوگا؟ آپ عائشہ کے دن کا ارادہ کرتے آپ کی بیویوں نے اجازت دے دی کہ آپ کا جہاں دل چاہے رہیں۔ بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۴۵۰' ۲۵۱۷۔ مسلم: ۲۴۴۳۔

**فوائد:** (۱) باری مقرر کرنا یہ خاوند کا حق ہے جب باری مقرر ہو جائے تو پھر ہر بیوی کا اپنا حق ہو جاتا ہے وہ اپنا حق خود کسی کو ہبہ کرے نہ کرے۔ خاوند کو اجازت دے نہ دے یہ اس کی مرضی ہے۔
(۲) خاوند اپنی بیویوں کی مشاورت سے کسی ایک بیوی کے گھر کچھ دن رہ سکتا ہے۔ جبکہ وہ رضا مند ہوں اور کچھ دن کی اجازت دے دیں۔
(۳) بیویوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے سرتاج کی خواہش کا خیال رکھیں اور اس کے دلی میلان کی قدر کریں نہ کہ حسد کریں اور برا منائیں۔
(۴) نبی کریم علیہ السلام کو تمام بیویوں کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ الفت تھی لیکن حقوق کی ادائیگی کے اعتبار سے سبھی یکساں تھیں۔ کسی کی باری میں کوتاہی نہ کی اور نہ ہی یہ کیا کہ کئی بیویوں کی باریاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر مس کر دی ہوں۔
(۵) بیماری کا آ جانا کسی نبی کے لیے عیب نہیں ہوتا۔

(۱۳۰۸)۱۲۔ وَعَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ،

(۱۳۰۸)۱۲۔ ثابت رضی اللہ عنہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی تمام بیویوں کے پاس ایک ہی

ثُمَّ يَغْتَسِلُ (مَرَّةً)لَفظُ (رِوَايَةِ) النَّسَائِيِّ۔

رات میں چکر لگاتے اور آخر میں ایک مرتبہ ہی غسل کرتے۔ یہ نسائی کی روایت کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۶۸، ۲۸۴، ۵۰۶۸، ۵۲۱۵۔

**فوائد:** (۱) بعض علماء کہتے ہیں کہ باری کی تقسیم نبی کریم علیہ السلام پر واجب نہ تھی وہ اس حدیث سے دلیل لیتے ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ واجب تھی۔ تمام بیویوں کے پاس ایک رات میں جانا یہ ان کی اجازت سے تھا۔

(۲) جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ باری واجب تھی۔ باری کے واجب ہونے پر کچھ وضاحتیں ہیں۔ مثال کے طور پر ایک ہی رات میں بیویوں کے پاس جاتے وقت ان سے اجازت لینا' سفر میں جاتے ہوئے قرعہ اندازی کرنا' بیماری کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرنے کی اجازت طلب کرنا' باری مقرر کرنے کے بعد آپ علیہ السلام کے یہ الفاظ ''اے اللہ! یہ تقسیم میرے بس کے مطابق ہے اور جو بس میں نہیں وہ تیرے اختیار میں ہے اس میں مجھے ملامت نہ کرنا'' اسی طرح حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دینا۔ یہ ایک حق تھا تو دیا اگر ایسے نہ ہوتا تو کیا وہ بھلا ایسا کر سکتیں؟ یا کیا آپؐ ان کے قریب جاتے؟

(۳) ایک ہی رات میں' ایک ہی بیوی یا زیادہ بیویوں سے ہر دفعہ مجامعت کے بعد غسل کرنا فرض نہیں ہے۔ زیادہ بار مجامعت کی احتیاج پڑنے کی صورت میں غسل آخری مجامعت کے بعد کیا جائے گا۔ یعنی کئی بار کی مجامعتوں کو ایک غسل کفایت کر جاتا ہے۔

(۴) مجامعت سے غسل واجب ہو جاتا ہے مجامعت کرنے کے فوراً بعد غسل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں البتہ وقتِ نماز سے قبل ضرور کر لینا چاہیے۔

(۵) صرف چھونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۱۳۰۹)۱۳۔ وَعَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ))۔

(۱۳۰۹)۱۳۔ زرارہ بن اوفی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی عورت اپنے خاوند کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارتی ہے فرشتے اس پر رات بھر لعنت بھیجتے ہیں یہاں تک صبح ہو جاتی ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۹۴۔ مسلم: ۱۴۳۶۔

(۱۳۱۰)۱۴۔ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي حَازِمٍ عَنْهُ: ((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ (إِلَى فِرَاشِهِ) فَلَمْ تَأْتِهِ، فَبَاتَ غَضْبَانًا عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ))۔ لَفظُ مُسْلِمٍ فِيهِمَا۔

(۱۳۱۰)۱۴۔ ابوحازم کی روایت میں ہے ''جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر آنے کی دعوت دیتا ہے تو وہ نہیں آتی' اور وہ اس پر غصے کی حالت میں رات گزارتا ہے' فرشتے اس پر رات بھر لعنت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔'' یہ دونوں مسلم لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۹۳۔ مسلم: ۱۴۳۶۔

**فوائد:** (۱) بیوی پر جو خاوند کے حقوق ہیں۔ ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ عورت اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے اور جب وہ اسے اپنے بستر کی طرف دعوت دے تو وہ فوراً آ جائے۔

(۲) ایسی عورت جو سرکش، باغی اور اپنے خاوند کی نافرمان ہوتی ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ، نبی کریم علیہ السلام اور نوری مخلوق کی نگاہوں میں اچھی نہیں ہوتی۔

(۳) خاوند کی دعوتِ خاص کو ٹھکرانے والی عورت پر رات سے لے کر صبح تک فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔

(۴) یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند کی ناراضگی کے عالم میں عورت کا کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا۔

(۵) نکاح کی یہ فضیلت ہے کہ خاوند کی دعوت پر لبیک نہ کہنے والی عورت ملعون ہوتی ہے جبکہ بغیر نکاح کے اگر آدمی کسی عورت کو زنا کی دعوت دے تو اس دعوت کو قبول کرنے والی زانیہ اللہ کی ناراضگی کی مستحق ہوتی ہے اور معاشرے میں بدنام ہوتی ہے۔ آدمی اور عورت دونوں سزاوار ٹھہرتے ہیں۔

## بَابُ الْوَلِيْمَةِ

## ولیمہ کا بیان

(۱۳۱۱)۱۔ قَدْ ثَبَتَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ [الصَّلَاةُ وَ] السَّلَامُ، لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ: ((أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ))۔

(۱۳۱۱)۱۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات کہی وہ بات تحقیق ثابت ہے، آپ نے اسے فرمایا: ''ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہو۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۵۳، ۵۱۶۷۔ مسلم: ۱۴۲۷۔

**فوائد:** (۱) میاں، بیوی کے اکٹھا ہونے اور خلوتِ صحیحہ کے بعد جو کھانا تیار کیا جاتا ہے اسے ولیمہ کہا جاتا ہے۔

(۲) صحیح بات یہ ہے کہ ولیمہ کرنا سنت ہے۔

(۳) ایک بکری سے کم کا ولیمہ بھی جائز ہے یعنی یہ آدمی کی مالی استطاعت پر مبنی ہوگا۔

(۴) اس حدیث میں جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ایک بکری کا ولیمہ کرنے کا حکم ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ کم از کم ایک بکری کرنا ولیمہ کے لیے شرط ہے بلکہ یہ حکم ان کی مالی طاقت کے موافق تھا۔

(۱۳۱۲)۲۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْيَأْتِهَا))۔

(۱۳۱۲)۲۔ مالک نے نافع سے اور اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو ولیمے کی دعوت دی جائے تو اسے آنا چاہیے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۷۳۔ مسلم: ۱۴۲۹۔

(۱۳۱۳)۳۔ وَفِي رِوَايَةِ عُبَيْدِاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ: ((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى وَلِيْمَةِ عُرْسٍ فَلْيُجِبْ))۔

(۱۳۱۳)۳۔ عبیداللہ نافع سے روایت کرتے ہیں ''جب تم میں سے کسی کو شادی کے ولیمے کی دعوت دی جائے تو وہ

اسے قبول کرلے۔“

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۴۲۹۔

(۱۳۱٤)٤- وَفِي رِوَايَةِ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ: ((ائْتُوا الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ)).

(۱۳۱۴)۴- ایوب' نافع کے حوالے سے روایت کرتے ہیں ”جب تمہیں دعوت دی جائے تو تم آؤ۔“

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۴۲۹۔

(۱۳۱٥)٥- وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمَذِيِّ عَنْهُ: ((مَنْ دُعِيَ إِلَى عُرْسٍ [أَ] وَنَحْوِهِ، فَلْيُجِبْ)). [وَكُلُّهَا عِنْدَ مُسْلِمٍ].

(۱۳۱۵)۵- ترمذی کی ایک روایت میں ہے ”جب شادی یا اس کی محفل کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرے۔“ یہ سبھی مسلم کے ہاں ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۴۲۹۔

**فوائد:** (۱) ولیمہ کی دعوت کو قبول کرنا جمہور کی رائے کے مطابق واجب ہے۔ دعوت ولیمہ خود یا فون کے ذریعے' کارڈ یا کسی فرد کے ذریعے دی جاسکتی ہے۔

(۲) ولیمہ ایک دعوت ہوتی ہے جس کا تعلق ہر خاص و عام سے ہوتا ہے۔ جبکہ آج کل زیادہ تر مقصد برادری اور تعلق داروں سے کھاتہ کلیئر کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے مخصوص حضرات کو دعوت دی جاتی ہے۔ یہ ایک رسم ہے جو کہ غلط ہے۔

(۳) بغیر عذر کے دعوت قبول نہ کرنے والا اپنے مسلمان بھائی کے حق کو مارنے والا ہے کیونکہ ایک دوسرے پر جو حقوق ہیں ان میں سے ایک دعوت قبول کرنا بھی ہے۔

(۴) ایسی دعوت ولیمہ کی تقریب جس میں ڈانس' باطل کام موسیقی اور عورتوں کا ناچ گانا ہوں۔ اس میں شرکت نہ کی جائے تو اچھا ہے۔

(۵) آج کل کے بعض ولیمے شرعاً درست نہیں ہیں۔ ہر طرح کا تکلف' اناج کا ضیاع' باطل امور اور صرف امراء کی شرکت کو ترجیح دی جاتی ہے۔

(۱۳۱٦)٦- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا، وَيُدْعَى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ)).

(۱۳۱۶)٦- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ولیمے کا وہ کھانا برا کھانا ہے کہ جو اس میں شریک ہونا چاہتا ہے اسے تو روکا جاتا ہے' اور جو اس سے انکار کرتا ہے اسے اس کی دعوت دی جاتی ہے' اور جس نے اس کی دعوت کو قبول نہ کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔“

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۴۳۲۔

**فوائد:** (۱) ایسا ولیمہ بہترین ہوتا ہے جس میں فقیر وامیر کی یکساں طور پر شمولیت ہو۔
(۲) بہترین کھانا بھی ولیمہ کا ہوتا ہے اور بدترین بھی یہی ہوتا ہے۔ بہترین کا تو ذکر ہوگیا لیکن بدترین وہ ولیمہ ہوتا ہے جس میں صرف امراء کو دعوت دی جائے۔
(۳) دعوتِ ولیمہ کا انکار کرنے والا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا نافرمان ہوتا ہے۔

(۱۳۱۷)۷۔ وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ (إِلٰى طَعَامٍ) فَلْيُجِبْ، فَإِنْ شَآءَ طَعِمَ وَإِنْ شَآءَ تَرَكَ))۔

(۱۳۱۷)۷۔ ابوالزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ جابر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی ایک کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرلے اگر دل چاہے کھانا کھالے' دل نہ چاہے تو نہ کھائے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۳۰۔

**فوائد:** (۱) دعوت کو قبول کرنا ضروری ہے البتہ وہاں آکر دعوت کھائے یا نہ کھائے یہ الگ بات ہے یہ اس کی مرضی پر منحصر ہوگا۔
(۲) دعوتِ ولیمہ ملنے پر اگر آدمی خود نہ جاسکے تو اپنی طرف سے اپنا نائب دعوت پر بھیج سکتا ہے۔
(۳) اکثر ایسے ہوتا ہے کہ دعوت ایک کو دی جاتی ہے وہ پانچ آدمی ساتھ اور لے آتا ہے یہ غلط ہے اور دلہا کے گھر والوں کو تکلیف دینے کے مترادف ہے۔
(۴) کسی دیرینہ غصہ کی بنا پر یا حسد کی بنا پر ولیمہ پر نہ جانا غلط ہے۔

(۱۳۱۸)۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ))۔ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

(۱۳۱۸)۸۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی ایک کو دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرے' اگر وہ روزے دار ہو تو دعا کرے اگر اس نے روزہ نہ رکھا ہو تو کھانا کھالے۔ ان دونوں کو مسلم نے روایت کیا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۳۱۔

**فوائد:** (۱) نفلی روزہ رکھا ہو' دعوتِ ولیمہ بھی آجائے تو آدمی کو اختیار ہے وہ نفلی روزہ توڑ کر ولیمہ کھا سکتا ہے۔
(۲) فرضی روزہ کی حالت میں ولیمہ پر فرضی روزہ نہیں توڑا جائے گا البتہ آجائے تاکہ حاضرین کے ساتھ دعا میں شرکت ہوسکے اور ناراضگی بھی نہ رہے۔
(۳) ولیمہ کی دعوت مہمانوں کے لحاظ سے ایک سے زائد ایام تک جاری رہ سکتی ہے اس کے امام بخاریؒ قائل ہیں۔

## بَابُ التَّخْيِيرِ وَالتَّمْلِيكِ

## اختیار وملک کا بیان

(۱۳۱۹)۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ خَيَّرَ نِسَاءَهُ فَلَمْ يَكُنْ طَلَاقًا۔ لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ۔

(۱۳۱۹)۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا یہ طلاق نہ تھی۔'' لفظ مسلم کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۶۲۔ مسلم: ۱۴۷۷۔

**فوائد:** (۱) کسی چیز کے انتخاب میں کسی کو آزادی دے دینا اختیار ہوتا ہے۔ یہ جائز ہے۔

(۲) کسی خاوند کا اپنی بیوی کو اختیار دینا یعنی وہ کہے کہ تو خود مختار ہے تو ایسی عورت مطلقہ نہ ہوگی۔

(۳) اگر عورت یہ کہے کہ میں تجھے نہیں چھوڑتی تو اس صورت میں اس کو طلاق نہ ہوگی۔

(۴) طلاق والے اختیار کو عورت رد بھی کر سکتی ہے۔

(۵) اختیار ایک وقت تک بھی ہو سکتا ہے اور ہمیشہ کے لیے بھی۔

(۱۳۲۰)۲۔ وَعَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ قُلْتُ لِأَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ: هَلْ عَلِمْتَ أَحَدًا قَالَ فِي أَمْرِكِ بِيَدِكِ، أَنَّهَا ثَلَاثٌ غَيْرَ الْحَسَنِ؟ قَالَ: لَا، اَللّٰهُمَّ (غُفْرًا) إِلَّا مَا حَدَّثَنِي بِهِ قَتَادَةُ، عَنْ كَثِيرٍ مَوْلَي (ابْنِ) سَمُرَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثٌ))۔ قَالَ أَيُّوبُ، فَلَقِيتُ كَثِيرًا مَوْلَى ابْنِ سَمُرَةَ فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ، فَذَهَبْتُ إِلَى قَتَادَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: [فَقَدْ] نَسِيَ۔ لَفْظُ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ۔

(۱۳۲۰)۲۔ حماد بن زید کہتے ہیں، میں نے ایوب سے کہا کیا حسن کے علاوہ کوئی دوسرا یہ بات کہتا ہے کہ ''امرک بیدک'' کہنے سے تین طلاقیں ہو جاتی ہیں؟ ایوب کہنے لگے کہ میں کسی دوسرے کو نہیں جانتا، اے اللہ معاف کر دے اگر ان سے غلطی ہوئی ہو سوائے اس حدیث کے جو مجھے قتادہ نے بیان کی، انہوں نے کثیر سے، انہوں نے ابوسلمہ سے، انہوں نے ابوہریرہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ''وہ تین طلاقیں ہو جاتی ہیں۔'' راوی کہتے ہیں: میں نے کثیر سے اس روایت کی صحت کے متعلق پوچھا تو کہنے لگے کہ مجھے معلوم نہیں، پھر راوی نے قتادہ سے یہی بات پوچھی تو انہوں نے کہا کہ وہ بیان کرنے میں بھول گئے ہیں۔ نسائی کی روایت کے الفاظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ ابوداؤد: ۲۲۰۴۔ الترمذی: ۱۱۷۸۔ نسائی: ۶/ ۱۴۷۔ حاکم: ۲/ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔

(۱۳۲۱)۳۔ وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي ((مُسْتَدْرَكِهِ)) وَفِيهِ مَوْلَى عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ

(۱۳۲۱)۳۔ اسے حاکم نے اپنی مستدرک میں بیان کیا اس کے سلسلہ سند میں مولی عبدالرحمٰن بن سمرہ ہے اس میں اس

سَمُرَةَ، وَفِيهِ فَقَالَ: مَا حَدَّثْتُ بِهٰذَا قَطُّ۔ وَقَالَ الْحَاكِمُ: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ۔ قُلْتُ: وَذَكَرَ ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ كَثِيرًا مَجْهُولٌ۔ وَذَكَرَ الْمُنْتَجَالِيُّ عَنِ الْكُوفِيِّ أَنَّهُ قَالَ فِيهِ: ثِقَةٌ، حَكَاهُ عَنِ [ابْنِ] الْمُنْتَجَالِيِّ، اِبْنُ الْقَطَّانِ۔

نے کہا' میں نے کبھی یہ بیان نہیں کیا حاکم نے کہا' یہ حدیث غریب صحیح ہے میں نے کہا' ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ کثیر راوی مجہول ہے منتجالی نے کوفی سے ذکر کیا اس نے کہا یہ ثقہ ہے ابن قطان نے ابن منتجالی سے بیان کیا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف الاسناد۔ حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

**فوائد:** (۱) "امرك بيدك" کا معنی ہے: تیرے کام کا تجھے اختیار ہے۔

(۲) اس بات میں اختلاف ہے کہ جب خاوند اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دیتا ہے آیا وہ ایک طلاق کی خودمختار ہے یا تین کی۔ بعض کبار صحابہ' اکثر تابعین اور تبع تابعین کا یہ کہنا ہے کہ عورت اپنے آپ کو ایک ہی طلاق دے گی۔
بعض کہتے ہیں کہ یہ معاملہ عورت کے ہی سپرد ہے وہ اپنے کو ایک دو یا تین طلاقیں دے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس معاملہ میں خاوند کا قول معتبر شمار ہوگا۔ یعنی اختیار کے بعد عورت ایک طلاق کی مستحق ہے۔

(۳) صحیح راجح یہی قول ہے کہ عورت کو ایک طلاق کا اختیار ہے خاوند خواہ اختیار دیتے وقت قید لگائے یا نہ لگائے۔

## بَابُ الْخُلْعِ

## خلع کا بیان

(۱۳۲۲)۱۔ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُولَ اللّٰهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ لَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ، وَلٰكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟)) قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۳۲۲)۱۔ عکرمہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس آئی' اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کہ میں ثابت بن قیس کے اخلاق اور دین کے حوالے سے کوئی عیب نہیں لگاتی لیکن میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اس کا باغ اسے واپس دے دے گی؟'' اس نے کہا ہاں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ثابت اپنا باغ لے لے اور اسے طلاق دے دے۔'' بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۷۳۔

(۱۳۲۳)۲۔ وَفِي رِوَايَةٍ: (فَرَدَّتْهَا، وَأَمَرَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا))۔

(۱۳۲۳)۲۔ ایک روایت میں ہے ''اس نے باغ لوٹا دیا آپ نے اسے حکم دیا کہ اسے طلاق دے دے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۷۶۔

(١٣٢٤)٣۔ وَفِی رِوَایَةٍ: ((فَرَدَّتْ عَلَيْهِ، وَأَمَرَهُ بِفِرَاقِهَا))۔

(۱۳۲۴)۳۔ایک روایت میں ہے ''اس نے اسے واپس کر دیا اور آپ نے اسے حکم دیا کہ اسے اپنے سے جدا کر دے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۷۴۔

**فوائد:** (۱) خلع ایک ایسی جائز علیحدگی کا نام ہے جس میں عورت لیے ہوئے معاوضہ کو شوہر کے سپرد کر کے الگ ہو جاتی ہے۔ خلع پر طلاق کا اطلاق لفظاً ہوتا ہے۔

(۲) قابلِ قبول عذر کے پائے جانے پر خلع قبول کیا جائے گا۔ عذرات کا زیادہ تعلق حقوق وحدود سے ہونا چاہیے۔

(۳) خلع عورت کی طرف سے ہوتا ہے اور یہ ایک طرح کا اس کا حق ہے۔

(۴) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ خلع فسخ ہے۔ اس کے امام احمد رحمہ اللہ بھی قائل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی عورت کو ایک ماہواری گزارنے کا حکم ہے۔ ورنہ طلاق کی صورت میں تو تین حیض عدت ہوتی ہے۔ خلع سے عورت بائنہ ہو جاتی ہے۔ وہ نئے نکاح کے بغیر حلال نہیں ہوتی اور نہ ہی ایک ماہواری میں رجوع کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ خلع بولتے ہی عورت بائن ہو جاتی ہے۔

(۵) عمدہ بات یہ ہے کہ مرد وہی کچھ لے جو اس نے حق مہر میں دیا ہے۔ زیادہ وصول نہ کرے البتہ جب ناپسندیدگی کا اظہار عورت کی طرف سے ہو تو جمہور اس صورت میں خاوند کے لیے جواز پیش کرتے ہیں کہ وہ حق مہر سے کچھ اوپر لے سکتا ہے۔ اگر خاوند جان کر بیوی کو ذلیل کرے اور لالچ بھی یہ ہو کہ یہ خلع کرے گی اور مجھے میرا مال مل جائے گا تو اس صورت میں خاوند کے لیے مال حرام ہو جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سے جدا ہوتے ہوئے بھی اس کی غیبت نہیں کرنی چاہیے نہ جھوٹ بول کر برائی بیان کرنی چاہیے بلکہ حقیقت بات بتانی چاہیے۔ یعنی جدائی بھی احسن انداز سے ہونی چاہیے۔

## بَابُ الطَّلَاقِ — طلاق کا بیان

(١٣٢٥)١۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّغِيْرِ حَتّٰى يَكْبُرَ، وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يَعْقِلَ (أَوْ يُفِيْقَ)))۔

(۱۳۲۵)۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین افراد مرفوع القلم ہیں سویا ہوا یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے' چھوٹا یہاں تک کہ وہ بڑا ہو جائے'' دیوانہ یہاں تک کہ وہ باشعور یا ہوشمند ہو جائے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح الامام احمد: ۶/ ۱۰۰'۱۰۱۔ ابوداؤد: ۴۳۹۸۔ نسائی: ۶/ ۱۵۶۔ ابن ماجة: ۲۰۴۱۔ حاکم: ۴/ ۳۸۹۔

(١٣٢٦)٢۔ وَفِی رِوَایَةٍ: ((عَنِ الْمُبْتَلٰى حَتّٰى يَبْرَأَ))۔ أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ، (وَالْحَاكِمُ)۔

(۱۳۲۶)۲۔ایک روایت میں ہے ''معذور یہاں تک کہ وہ شفایاب ہو جائے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابن ماجة: ۲۰۴۱۔

**فوائد:** (۱) ازدواجی تعلق ختم کر دینے کا نام طلاق ہے۔ طلاق سے عورت ازدواجی تعلق سے آزاد ہو جاتی ہے۔ جائز انداز سے اور جائز وجوہات کی بنا پر طلاق دینا درست ہے۔

(۲) طلاق دینے کے لیے باہوش' بالغ' آزاد اور مکلف ہونا طلاق دینے والے کے لیے ضروری ہے۔ مجنون' نابالغ طلاق نہیں دے سکتے۔ اسی طرح جبر سے طلاق دلوائی گئی بھی ناقابل قبول ہے۔

(۳) کچھ حالتیں ایسی ہیں کہ آدمی بالغ بھی ہو تو مرفوع القلم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مجنون ہے نائم وغیرہ۔ معلوم ہوا نیند کی حالت میں جو کام ہو جاتے ہیں ان کا مواخذہ نہیں اسی طرح پاگل کوئی حرکت کر بیٹھے تو اس کو سزا دینا درست نہیں ہے۔ یہ احباب گناہ گار بھی نہیں ہوتے۔

(۴) قلم کے اٹھائے جانے سے مراد یہ ہے کہ ان کے نام کچھ بھی نہیں لکھا جاتا' ان کے اچھائی و برائی والے رجسٹر نہیں ہوتے۔

(۵) طلاق دینے والے کے لیے طلاق دینے کا مکلف ہونا بھی ضروری ہے۔ یعنی کوئی آدمی کسی کی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا۔ صرف وہ آدمی طلاق دے سکتا ہے جو اپنی بیوی کا مالک بنا اور اس کے ساتھ نکاح کیا۔

(١٣٢٧)٣۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((**مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَآءَ أَمْسَكَ بَعْدُ، وَإِنْ شَآءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَآءُ**))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مَالِكٍ، عِنْدَ الْبُخَارِيِّ۔

(۱۳۲۷)۳۔ مالک نے نافع سے اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا' اس نے اپنی بیوی کو بحالت حیض رسول اللہ ﷺ کے عہد میں طلاق دے دی' عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے حکم دے کہ وہ رجوع کرے پھر وہ اسے اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر اسے حیض آئے پھر پاک ہو پھر اگر وہ چاہے تو اسے روک لے اور اگر چاہے تو اسے مس کرنے سے پہلے طلاق دے دے یہ وہ مدت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس میں عورتوں کو طلاق دو۔'' یہ اسماعیل کی روایت جو کہ عن مالک کے طریق سے ہے' کے الفاظ ہیں بخاری کے ہاں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۵۱۔ مسلم: ۱۴۷۱۔

(١٣٢٨)٤۔ وَعِنْدَهُ: مِنْ رِوَايَةِ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: (حُسِبَتْ عَلَيَّ

(۱۳۲۸)۴۔ ایوب' سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے' کہتے ہیں جو طلاق

بِتَطْلِيقَةٍ))۔

میں بحالت حیض دی تھی مجھ پر شمار کی گئی۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۵۳۔

(۱۳۲۹)٥۔ وَعِنْدَهُ: فِي رِوَايَةِ أَبِي غَلَّابٍ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ (فَأَتَى عُمَرُ) النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ ((**فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا، (فَإِذَا طَهُرَتْ) فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا**))۔ قُلْتُ: فَهَلْ عُدَّ ذٰلِكَ طَلَاقًا؟ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ؟۔

(۱۳۲۹)۵۔ ابوغلاب' یونس بن جبیر سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی جب کہ وہ حائضہ تھی حضرت عمر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے آپ نے اس کا تذکرہ کیا' آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ اس سے رجوع کرے جب وہ پاک ہو پھر اگر وہ چاہے اسے طلاق دینا تو طلاق دے میں نے کہا' کیا وہ طلاق شمار ہو گی؟ آپ نے فرمایا کیا خیال ہے کہ وہ اس وقت مجبور تھا یا بیوقوف تھا؟

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۵۸۔ مسلم: ۱۴۷۱۔

(۱۳۳۰)٦۔ وَعَنْهُ، أَنَّهُ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((**مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا**))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۳۳۰)۶۔ اسی سے روایت ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی جب کہ وہ حائضہ تھی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کر لے' پھر اسے طلاق دے طہر کی حالت میں ہو یا حمل کی حالت میں ہو۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۷۱۔

**فوائد:** (۱) ایامِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے۔ایسی صورت میں دورانِ حیض ہی رجوع کیا جائے گا۔

(۲) مختلف نوعیت کی خواتین کی جو مختلف عدتیں ہیں یہ اسلام کی مقرر کردہ ہیں۔ان کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

(۳) سنت طلاق یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے اس سے جماع نہ کیا ہو۔

(۴) اس پر تو سبھی کا اتفاق ہے کہ حیض میں طلاق دینا حرام ہے اور گناہ ہے البتہ حیض میں دی گئی طلاق کے کارگر ہونے پر علماء کا اختلاف ہے۔ جو بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حیض میں دی گئی طلاق کا شمار نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ عمل ہی حرام ہے۔ جبکہ کثیر علماء اس طرف گئے ہیں کہ طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (واللہ اعلم)

(۵) طلاق دیتے وقت جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ ہوش میں آ کر طلاق کا فیصلہ کرنا چاہیے اور اسلامی ضابطے کے مطابق طلاق دینی چاہیے۔ اسی طرح حیض و نفاس کا بھی خیال رکھا جائے۔

(۱۳۳۱)٧۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ ابْنَةَ الْجَوْنِ لَمَّا دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَدَنَا

(۱۳۳۱)۷۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جون کی بیٹی جب رسول اللہ ﷺ کے حبالہ عقد میں آئی آپ اس کے

مِنْهَا، قَالَتْ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَقَالَ (لَهَا): ((لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِيمٍ، اِلْحَقِي بِأَهْلِكِ)).
[أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ]۔

قریب ہوئے تو اس نے کہا' میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں' آپ نے اس سے فرمایا: ''تو نے عظیم ہستی کی پناہ طلب کی ہے جاؤ' اپنے اہل خانہ کے پاس چلی جاؤ۔'' بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۵۴۔

(۱۳۳۲)۸۔ (وَثَبَتَ فِي حَدِيثِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي: اِلْحَقِي بِأَهْلِكِ) حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِي هٰذَا الْأَمْرِ۔

(۱۳۳۲)۸۔ کعب بن مالک کی حدیث میں یہ بات ثابت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا جاؤ اپنے اہل خانہ کے پاس چلی جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں فیصلہ صادر فرمائیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۴۱۸۔ مسلم: ۲۷۶۹۔

**فوائد:** (۱) طلاق دینے کے لیے دو طرح کے انداز ہوتے ہیں (۱) صریح انداز' جس سے واضح پتہ چلتا ہے کہ خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے مثال کے طور پر آدمی اپنی بیوی سے کہے۔ ''میں نے تجھے طلاق دی''۔

(۲) کنایہ انداز' جس سے طلاق کے واقع ہونے کا واضح پتہ نہیں چلتا اس میں نیت کا عمل دخل ہوتا ہے۔ خاوند کی نیت کو دیکھ کر آگے چلنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر خاوند کہے'' جا میکے چلی جا'' ''جا میں نے تجھے چھوٹ دی'' اب اگر خاوند کی مراد ان مذکورہ الفاظ سے طلاق ہوگی تو طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

(۲) کنایات کو امور میں عمل دخل حاصل ہے۔ کنایہ فصاحت و بلاغت کے فن سے متعلق ہے۔ کنایہ میں صراحت مفقود ہوتی ہے۔ جس کی وضاحت متکلم کرتا ہے۔

(۳) طلاق کنایہ میں نیت طلاق کی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس بات میں سبھی متفق ہیں کہ ایسی طلاق ایک طلاق ہی شمار ہوگی۔

(۴) وہ عورت جس کو آپ نے میکے چلے جانے کو کہا تھا وہ سادہ لوح اور بھولی بھالی تھی' خوبصورت تھی اور دیگر عورتوں کے ہاتھ لگ گئی۔ ان کا سکھایا ہوا سبق رسول کریم علیہ السلام کے سامنے بیان کیا۔ وہ کہہ بیٹھی "انی اعوذ بالله منك" تو آپ نے فرمایا ''تو نے تو بڑے عظیم کی پناہ طلب کی ہے'' منقول ہے کہ یہ مطلقہ عورت پھر زندگی بھر پشیمان رہی۔

(۱۳۳۳)۹۔ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ (أَنَّهُ أَخْبَرَهُ) أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِذَا خَيَّرَتْهُ (امْرَأَتَهُ) لَيْسَتْ بِشَيْءٍ، وَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

(۱۳۳۳)۹۔ یعلی بن حکیم سے روایت ہے وہ سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے عبداللہ بن عباس سے سنا وہ فرماتے ہیں جب عورت اختیار دے تو کوئی حرج نہیں اور فرمایا ''رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ

[اَلْأَحْزَابُ: ٢١]۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

ہے۔'' (الاحزاب)

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۶۶۔

**فوائد:** (۱) بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دینے سے کسی قسم کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(۲) ایسی عورت جس کو حرام قرار دیا گیا ہو' اگر طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق ورنہ ظہار اگر ظہار بھی نہیں بلکہ قسم کی نیت ہو تو پھر خاوند پر کفارہ لازم آئے گا۔ یہی راجح بات ہے۔

(۳) نبی کریم علیہ السلام کی تمام تر زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

(١٣٣٤) ١٠۔ وعَنْ عَبْدِاللّٰهِ (بْنِ عَلِيّ) بْنِ يَزِيْدَ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ، فَأَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَا أَرَدْتَ؟)) فَقَالَ: وَاحِدَةً۔ قَالَ: ((اَللّٰهُ)) قَالَ: اَللّٰهُ، قَالَ: ((هُوَ عَلٰى مَا أَرَدْتَ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ الزُّبَيْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، ثُمَّ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ))۔

(۱۳۳۴) ۱۰۔ عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے اپنی بیوی کو قطعی طلاق دے دی وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' آپ نے فرمایا: ''آپ کا ارادہ کیا تھا؟'' اس نے کہا ایک طلاق کا' آپ نے فرمایا: ''اللہ! اللہ جس کا تو نے ارادہ کیا وہی بات ہوگی۔'' ابوداؤد نے زبیر بن سعید کی حدیث عن عبداللہ کے طریق سے نکالی ہے پھر ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ نکالی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ ابوداؤد: ۲۲۰۸۔ ترمذی: ۱۱۷۷۔ ابن ماجۃ: ۲۰۵۱۔ حاکم: ۲/ ۱۹۹۔

**فوائد:** (۱) طلاق البتہ یا بائنہ ایسی طلاق ہوتی ہے جس سے نکاح قطع ہو جاتا ہے۔ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس میں رجوع نہیں ہوتا۔

(۲) اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ تین طلاقوں کی نیت ہو تو پھر تین بھی واقع ہو جاتی ہیں۔ جبکہ یہ درست نہیں ہے۔ یہ حدیث ضعیف و مضطرب ہے۔

(١٣٣٥) ١١۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ (جِدٌّ): اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ حَبِيْبٍ، وَأَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ، وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ حَبِيْبٍ هٰذَا ابْنُ أَرْدَكَ مِنْ ثِقَاتِ الْمَدَنِيِّيْنَ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

(۱۳۳۵) ۱۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں ایسی ہیں جن کی حقیقت' حقیقت ہوتی ہے اور جن کا مذاق بھی حقیقت ہوتا ہے' وہ نکاح' طلاق' اور رجوع ہیں۔'' اس کو ابوداؤد نے عبدالرحمن ابن حبیب کی روایت سے نکالا ہے اور اس کو حاکم نے بھی نکالا ہے اور عبدالرحمن بن حبیب یہ ابن اردک ہے جو کہ مدنی ثقہ راویوں میں سے ایک ہے اور اس روایت کو بخاری و مسلم نے نہیں روایت کیا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ ابو داؤد: ۲۱۹۴۔ ترمذی: ۱۱۸۴۔ حاکم: ۲/ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔

**فوائد:** (۱) کچھ ایسے بھی معاملات ہیں جن میں مذاق بھی سنجیدگی شمار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ نکاح، طلاق اور رجوع ہیں۔

(۲) شائستہ مذاق ومزاح جائز ہے۔

(۳) شرعی امور میں ہمیشہ سنجیدہ ہو کر چلنا چاہیے۔

(۴) نکاح جوڑ، طلاق توڑ اور رجوع نئے سرے سے جوڑنے کا نام ہے۔

(۱۳۳۶)۱۲۔ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((**لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ، وَلَا (عِتْقَ قَبْلَ) مِلْكٍ**))۔ أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، وَقَدْ أَخْرَجَ لَهُ مُسْلِمٌ۔

**(۱۳۳۶)۱۲۔** مسور بن مخرمہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''نکاح سے پہلے طلاق نہیں اور نہ ملکیت سے پہلے کوئی آزادی ہے۔'' اسکو ابن ماجہ نے ہشام بن سعد کی حدیث سے نکالا ہے اور تحقیق مسلم نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابن ماجۃ: ۲۰۴۸۔ حاکم: ۲/ ۲۰۴۔

**فوائد:** (۱) طلاق کے لیے طلاق دینے کا اہل ومکلّف ہونا ضروری ہے ورنہ اس کی طلاق نہ ہوگی۔

(۲) طلاق کا مالک بننے کے لیے ضروری امر یہ ہے کہ نکاح کیا جائے۔

(۳) بغیر نکاح کیے کسی کو طلاق دینا لغو بات ہے۔ خواہ بعد میں شادی ہو بھی جائے کیونکہ وقتِ کلام اس عورت کا مالک ہی نہیں تھا جائیکہ وہ طلاق دے۔

(۴) غلام کو آزاد کرنے سے قبل اس غلام کا مالک بننا ضروری ہے۔ آدمی یہ کہے کہ وہ فلاں غلام آزاد ہے جبکہ وہ اس کی ملکیت میں نہیں کسی کا ہے تو ایسی صورت میں وہی غلام ملکیت میں آجانے کے بعد بھی آزاد نہ ہوگا کیونکہ جس وقت اس نے کہا تھا اس وقت وہ خود مالک نہ تھا۔

(۱۳۳۷)۱۳۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِيْ عَمَّا حَدَّثَتْ بِهَا أَنْفُسُهَا مَالَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ بِهِ**))۔ لَفْظُ (رِوَايَةِ) لِمُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

**(۱۳۳۷)۱۳۔** ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے درگزر کیا جو ان کے دلوں میں آئے جب تک وہ اس پر عمل پیرا نہ ہوں یا وہ گفتگو نہ کرے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۶۹۔ مسلم: ۱۲۷۔

**فوائد:** (۱) ہر انسان کا دل خیالات سے بھرا ہوتا ہے دل میں خیالات جیسے بھی پیدا ہوں ان پر مواخذہ نہیں ہوتا جب تک ان کو زبان سے بیان نہیں کیا جاتا یا ان کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاتا۔

(۲) دل میں یہ خیال آئے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دوں یا اس پر زیادتی کروں تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی اور نہ زیادتی کا گناہ لکھا جائے گا اسی طرح کسی لڑکی سے شادی کرنے کا خیال آیا یا بدکاری کرنے کا خیال آیا تو یہ محض خیالات ہی تصور ہوں گے۔

(۳) وہ بات تسلیم کی جائے جو دل میں پیدا ہوئی ہو اور زبان نے اس کو بیان کیا ہو یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان واعتبار کا تعلق دل اور زبان دونوں سے ہوتا ہے۔

(۱۳۳۸) ۱٤۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَاءَ، وَالنِّسْيَانَ، وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ))۔ أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

(۱۳۳۸) ۱۴۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطاء بھول اور جس پر انہیں مجبور کیا جائے معاف کر دیا ہے۔“ ابن ماجہ

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابن ماجۃ: ۲۰۴۵۔ دار قطنی: ۴/ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ حاکم: ۲/ ۱۹۸۔

**فوائد:** (۱) بھول جانے والے کو یا بھول کر کچھ کر بیٹھنے والے کو ہر میدان میں چھوٹ ہے۔

(۲) کسی پر زبردستی کرنا' کروانا شرعاً حرام ہے۔

(۳) اسلام کے کسی بھی حکم میں جبر نہیں ہے۔ اسلام اجبار واکراہ کا رد کرتا ہے۔ کسی کو گولی کی نوک سے طلاق دینے پر مجبور کرنا یا نکاح کرنے پر مجبور کرنا درست نہیں ہے۔ ایسی طلاق واقع ہوتی ہے نہ نکاح ہوتا ہے۔ یہ بات زیادہ صحیح ہے۔

(۴) مجبوری کے وقت جان کا خطرہ ہو تو باطل عمل کر لینے سے انسان قابلِ گرفت نہیں ہے۔ جیسا کہ کلمۂ کفر کہہ بیٹھتا ہے۔

(۵) غلطی ہو جانا یا بھول ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اس پر معافی ہے۔

(۱۳۳۹) ۱٥۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: إِذَا حَرَّمَ الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهُ فَهِيَ يَمِيْنٌ يُكَفِّرُهَا، وَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[الاحزاب: ۲۱]۔

(۱۳۳۹) ۱۵۔ مسلم میں اس طریق سے مروی ہے کہ اس نے عبداللہ بن عباس سے سنا' آپ فرماتے ہیں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے لیے حرام قرار دے دیتا ہے تو یہ قسم کی طرح ہے وہ اس کا کفارہ دے اور اللہ نے فرمایا: ”تمہارے لیے اللہ کے رسول بہترین نمونہ ہیں۔“

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۷۳۔

**فوائد:** (۱) جائز قسم کھا لینا شرعاً حرام کام نہیں ہے۔ جائز ہے۔ جائز قسم کو پورا کرنا ضروری ہے۔

(۲) کچھ ایسے امور ہیں جن کے کر لینے پر کچھ سر پر آ پڑتا ہے۔ اس کو فدیہ اور کفارہ کہتے ہیں یہ ایک طرح کا عوض ہوتا ہے۔ جھوٹی قسم اٹھانا حرام ہے۔

(۳) بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دینے سے مراد اس کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھانا ہے اور قسم کا کفارہ ہوتا ہے۔

(۴) قسم مسلمانوں کے ہاں انتہا درجے کا توثیقی عمل ہوتا ہے۔ جو کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء کے ساتھ ہی کیا جاسکتا ہے۔ صورت یہ ہوتی ہے کہ آدمی کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم! میں یہ کام ضرور کروں گا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم کھانا حرام ہے گناہ ہے اور اسلام میں اس کی کوئی قدر نہیں ہے۔

(۵) قسم کی تین اقسام ہیں (۱) لغو جو بلاقصد زبان پر جاری ہو (۲) غموس یعنی جان کر قسم اٹھانا (۳) منعقدہ یعنی مستقبل میں کام کرنے پر جان کر قسم اٹھانا۔ لغو میں کفارہ نہیں ہے۔ قسم غموس میں اور منعقدہ میں کفارہ بھی ہے اور توبہ بھی کرنا ہوگی۔ یمین منعقدہ میں مطلوبہ عمل ہوجائے تو کفارہ اور گناہ ساقط ہوجاتے ہیں۔ کفارۂ قسم دس مساکین کا کھانا یا ان کا لباس یا غلام آزاد کرنا یا تین دن کے مسلسل یا غیر مسلسل روزے رکھنا۔

## بَابُ الرَّجْعَةِ

## رجوع کا بیان

(۱۳۴۰) ۱۔ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ، أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثُمَّ يَقَعُ بِهَا،وَلَمْ يُشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا، وَلَا عَلَى رَجْعَتِهَا۔ فَقَالَ: طَلَّقْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، وَرَاجَعْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، أَشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا،وَعَلَى رَجْعَتِهَا، وَلَا تَعُدْ۔ (أَخْرَجَهُ أَبُودَاوُدَ)۔

(۱۳۴۰) ۱۔ مطرف بن عبداللہ سے مروی ہے کہ عمران بن حصین سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے پھر اس سے مجامعت بھی کرتا ہے اس کی طلاق اور رجوع پر کوئی گواہ بھی نہیں آپ نے فرمایا: ''تو نے غیر سنت طریقے پر طلاق دی اور رجوع بھی غیر سنت طریقے پر کیا اس کی طلاق پر گواہ بنا اور اس کے رجوع پر بھی آیندہ ایسے نہ کرنا'' ابوداؤد

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد: ۲۱۸۶۔ ابن ماجة: ۲۰۲۵۔

**فوائد:** (۱) واپس لوٹ آنے کو رجوع کہتے ہیں۔ رجوع کے ذریعے سابقہ ٹوٹا ہوا تعلق جڑ جاتا ہے اور یہ ازدواجی تعلق کو ری نیو (Renew) کردیتا ہے۔

(۲) طلاق دیتے وقت یا رجوع کرتے وقت کسی کو گواہ بنالینا مستحب ہے یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

(۳) رجوع و طلاق پر گواہ بنالینے سے کئی طرح کا تحفظ مل سکتا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس بعض دفعہ پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔

(۴) طلاق و رجوع کو خاموش طریقے سے عمل میں لانا غیر مسنون طریقہ ہے۔

## بَابُ الْإِيْلَاءِ

## بیویوں سے علیحدگی کا بیان

(۱۳۴۱) ۱۔ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: آلَى رَسُولُ اللّٰهِ مِنْ نِسَائِهِ، وَكَانَتْ

(۱۳۴۱) ۱۔ حمید الطویل سے روایت ہے کہ اس نے انس بن مالک سے سنا' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی

اِنْفَكَّتْ رِجْلُهُ، فَأَقَامَ فِيْ مَشْرُبَةٍ لَهُ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ[يَوْمًا] ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، آلَيْتَ شَهْرًا۔ قَالَ: ((اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

بیویوں سے قسم اٹھالی آپ کے پاؤں میں چوٹ آ گئی تھی آپ انتیس دن اپنے حجرے میں رہے پھر اس سے اترے' صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایک مہینے کی قسم کھائی تھی آپ نے فرمایا: ''مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔'' بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۸۹، ۶۶۸۴۔

**فوائد:** (۱) ایلاء ایسی قسم کا نام ہے جس کے ذریعے شوہر اپنی بیوی سے چار ماہ تک مجامعتی تعلق ختم کر لیتا ہے۔ یہ کچھ اسباب و عذرات کی وجہ سے خاوند ایلاء کرتا ہے۔ عورت کو ادب سکھانے کے لیے جائز ہے جبکہ عورت کو تنگ کیا جائے تو یہ حرام ہے۔

(۲) چار ماہ کی مدت سے کم کی ناراضگی شرعی ایلاء نہیں کہلاتی۔

(۳) قسم کی مدت مکمل کرنے کی صورت میں کفارہ نہیں ہے۔ مدت سے قبل رجوع کیا تو کفارہ ہوگا۔ البتہ یہ رجوع صحیح تسلیم کیا جائے گا۔ اسلامی مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

(۴) عورت سے کچھ ایام یا ایک ماہ کی ناراضگی رکھنا اس کو ادب سکھانے کے طور پر جائز ہے۔ جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے کیا۔ نبی کریم ﷺ کو ایلاء سے قبل گھوڑے سے گرتے ہوئے دائیں طرف زخم آئے تھے۔

(۵) چار ماہ ایلاء کے بعد خاوند رجوع کرے گا یا طلاق دے گا ایک کام ضرور کرے گا ورنہ کروایا جائے گا۔ ایسے ہی خاوند اپنی بیوی سے چار پانچ ماہ الگ رہا کوئی اس کا حق ادا نہ کیا تو اس صورت میں بھی رجوع وطلاق کا مطالبہ کیا جائے گا۔ ایلاء مکمل ہونے کے بعد بیوی کو دی گئی طلاق خاوند کی رضا پر مشتمل ہوگی وہ ابھی دے تو ابھی' بائن دے تو بائن البتہ اس طلاق کے بعد نیا نکاح ضروری ہوگا رجوع کرنے کی صورت میں۔

## بَابُ الْأَيْمَانِ

## قسموں کا بیان

(۱۳۴۲)۱۔ رَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ إِلَّا بِاللّٰهِ))۔ وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِآبَائِهَا فَقَالَ: ((لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ))۔

(۱۳۴۲)۱۔ مسلم شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی حلف اٹھائے تو وہ صرف اللہ کا حلف اٹھائے' قریش اپنے باپ' دادا کے نام سے حلف اٹھایا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا: اپنے باپ' دادا کے نام پر حلف نہ اٹھایا کرو۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۸۳۶۔ مسلم: ۱۶۴۶۔

**فوائد:** (۱) حلف وقسم صرف اللہ تعالیٰ کے نام وصفات سے اٹھانا جائز ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے علاوہ سبھی غیر ہیں خواہ وہ کتنے مقدس ہوں۔ ان کے ناموں سے حلف وقسم جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

(۳) حلف دراصل ایک موکد پختہ اور تصدیق کر دینے والا عمل ہوتا ہے۔ اہل عرب کا یہ انداز تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کسی کام کے کرنے پر قسم کھاتے تھے اور اپنے وڈیروں کے ناموں کے ساتھ قسمیں اٹھاتے تھے۔

(۱۳۴۳)۲۔ وَمِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ فَقَالَ فِيْ حَلِفِهِ بِاللَّاتِ [وَالْعُزّٰى] فَلْيَقُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَمَنْ قَالَ (لِصَاحِبِهِ): تَعَالَ أُقَامِرْكَ، فَلْيَتَصَدَّقْ))۔

(۱۳۴۳)۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے تم میں سے حلف اٹھایا اور اس نے اپنے حلف میں لات اور عزیٰ کے نام کا تذکرہ کیا تو وہ اس کے ازالے کے لیے لا الہ الا اللہ کہے اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ جوا کھیلیں اس کو چاہیے کہ وہ صدقہ دے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۶۵۰۔ مسلم: ۱۶۴۷۔

**فوائد:** (۱) لات وعزیٰ کے نام کی قسم کھانا حرام ہے یہ کافروں کا کام ہے۔ معلوم ہوا بتوں کی تعظیم کرنا شرعاً حرام ہے۔ ایسے آدمی کو سچی توبہ کرنی چاہیے اور لا الہ الا اللہ کہنا چاہیے۔

(۲) غلط قسم اٹھا لینے پر کفارہ نہیں ہے۔

(۳) جوا کھیلنا حرام فعل ہے جو کسی کو جوا کھیلنے کی دعوت دیتا ہے وہ گناہ کا حامل ہوتا ہے۔ اسے چاہیے کہ جتنا ہو سکے صدقہ کرے۔

(۴) لات وعزیٰ یہ مشرکین کے دو مشہور بتوں کا نام ہے جن کی وہ پوجا اور قدر کرتے تھے۔

(۱۳۴۴)۳۔ وَمِنْ حَدِيْثِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ (لِيْ) رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ، لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِّلْتَ (إِلَيْهَا)، وَإِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا، وَإِذَا حَلَفْتَ عَلٰى أَمْرٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ، وَائْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ))۔

(۱۳۴۴)۳۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن بن سمرہ امارت کا مطالبہ نہ کرنا کیونکہ اگر یہ مطالبے کے دی گئی تو تیرے گلے پڑ جائے گی اور اگر یہ بغیر مطالبے کے دی گئی تو تیری مدد کی جائے گی اور جب تم کسی بات پر حلف اٹھاؤ اور تم اس سے بہتر دیکھو تو اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور وہ کرو جو اس سے بہتر ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۶۲۲، ۶۷۲۲، ۷۱۴۶، ۷۱۴۷۔ مسلم: ۱۶۵۲۔

(۱۳۴۵)۴۔ وَفِيْ حَدِيْثٍ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى الْيَمِيْنِ فَرَأٰى غَيْرَهَا (خَيْرًا) مِنْهَا فَلْيَأْتِهَا، وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهِ))۔

(۱۳۴۵)۴۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جو کوئی قسم اٹھا لیتا ہے پھر وہ اس کے علاوہ بہتری دیکھتا ہے تو وہ کر لے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔

**تحقيق وتخريج:** مسلم : ١٦٥٠۔

**فوائد:** (۱) قسم توڑنے پر کفارہ ہے۔ یہ فرض ہوتا ہے۔

(۲) قسم کا کفارہ قسم توڑنے سے قبل اور بعد دونوں طرح دینا درست ہے۔ اس کے جمہور قائل ہیں۔

(۳) اچھا کام نہ کرنے کی قسم کھالینا اچھا نہیں ہے۔ اس صورت میں آدمی کو چاہیے کہ وہ اچھا کام کرے اور قسم کا کفارہ دے۔ ایسے ہی ایک کام کرنے کی قسم اٹھائی جبکہ اس کام سے دوسرا کام اچھا تھا تو وہ بہتر کام کرے اور کفارہ دے۔

(۴) قسم کا کفارہ دس مساکین کا کھانا یا ان کے کپڑے یا غلام آزاد کرنا یا تین دن کے مسلسل وغیر مسلسل روزے ہے۔

(۵) امارت کی چاہت وخواہش کرنا جائز نہیں ہے۔ امارت کے طلبگار اکثر ذلت مول لیتے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ تعاون نہیں کرتا جیسا کہ آج کل ہے۔ جس آدمی کو عہدہ بن مانگے سپرد کیا جائے اس کی اللہ تعالیٰ مدد کرتے ہیں جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے۔

(١٣٤٦)٥۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْيَمِيْنُ عَلٰى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ))۔

(۱۳۴۶)۵۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم کا اعتبار اس کی نیت پر ہوگا جو مستحلف ہے۔''

**تحقيق وتخريج:** مسلم : ١٦٥٣۔

(١٣٤٧)٦۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((يَمِيْنُكَ عَلٰى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ))۔

(۱۳۴۷)۶۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''تیری قسم وہی معتبر ہے جسے تیرا ساتھی سچ مان لے۔''

**تحقيق وتخريج:** مسلم : ١٦٥٣۔

(١٣٤٨)٧۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: (([مَا] يُصَدِّقُكَ بِهِ صَاحِبُكَ))۔ [وَكُلُّهَا عِنْدَ مُسْلِمٍ]۔

(۱۳۴۸)۷۔ ایک روایت میں ہے ''جس پر تیرا ساتھی مہر صدق ثبت کردے۔''

**تحقيق وتخريج:** مسلم : ١٦٥٣۔

**فوائد:** (۱) مدعی کی طلب کے مطابق اٹھائی جانے والی قسم کارگر ثابت ہوگی۔

(۲) اپنے مقابل ساتھی کی مراد سے ہٹ کر اٹھائی گئی قسم غیر معتبر ہوگی۔

(۳) قسم کا اعتبار قسم اٹھانے والے کی نیت پر کیا جائے گا جو اس نے الفاظ کہے اس کے مطابق اعتبار ہوگا۔ قسم اٹھانے والا قسم اٹھانے کے بعد خواہ سو نیتیں اپنے دل میں بناتا پھرے اس قسم سے آزادی نہ ملے گی۔

(۴) صحیح اٹھائی گئی قسم میں ہیر پھیر کرنا یا اس سے کنی کترانا درست نہیں ہے۔

(١٣٤٩)٨۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ ۔

(۱۳۴۹)۸۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے قسم اٹھائی اور اس میں

فَقَالَ: إِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَقَدِ اسْتَثْنٰى))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ۔

ان شاء اللہ کے الفاظ استعمال کیے تو اس نے استثناء اختیار کرلیا۔'' نسائی کے الفاظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث۔ الامام احمد: ۲/ ۳۰۹۔ ترمذی: ۱۵۳۲۔ نسائی: ۷/ ۳۰۔ ۳۱۔ ابن ماجة: ۲۱۰۴۔ ابن حبان: ۴۳۲۶۔

(۱۳۵۰)۹۔ (وَفِي لَفْظِ ابْنِ حِبَّانَ: ((مَنْ حَلَفَ فَقَالَ))۔

(۱۳۵۰)۹۔ ابن حبان میں یہ الفاظ بھی ہیں ''جس نے حلف اٹھایا پس اس نے کہہ دیا۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ابن حبان: ۱۱۸۵۔

(۱۳۵۱)۱۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ حَلَفَ [عَلٰى يَمِيْنٍ] وَاسْتَثْنٰى فَهُوَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ[أ] مَضٰى، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ [مِنْ] (غَيْرِ حِنْثٍ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ ابْنِ حِبَّانَ، وَأَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ بِلَفْظٍ آخَرَ۔

(۱۳۵۱)۱۰۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے قسم اٹھائی اور استثناء اختیار کرلیا تو اسے اختیار ہے اگر چاہے کرگزرے اور اگر چاہے تو اسے چھوڑ دے اس کی قسم ٹوٹے گی نہیں۔'' ابن حبان کے لفظ ہیں اور اس کو ابن ماجہ نے دوسرے لفظ سے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔الامام احمد: ۲/ ۱۰۰۶۔ ۴۸، ۶۸، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۵۳۔ ابوداؤد: ۳۲۶۲۔ ترمذی: ۱۵۳۱۔ نسائی: ۷/ ۱۲۔ ابن ماجة: ۲۱۰۵۔ دارمی: ۲۳۴۸۔ ابن حبان: ۱۲۸۳۔ بیہقی: ۱۰/ ۴۶۔

**فوائد:** (۱) کسی کام کے کرنے کا عزم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حیثیت سے اس کو مقید کرنا درست ہے یعنی ان شاء اللہ کہنا چاہیے۔

(۲) ایسی قسم جس کے اٹھاتے ہوئے ''ان شاء اللہ'' کہہ دیا گیا ہو تو اس میں کفارہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس قسم کو مشیت الٰہی کے ساتھ مقید کردیا گیا ہے۔ایسی قسم منعقد بھی نہیں ہوتی۔

## بَابُ الظِّهَارِ

## ظہار کا بیان

(۱۳۵۲)۱۔ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ ظَاهَرْتُ مِنِ امْرَأَتِيْ، فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا قَبْلَ أَنْ أُكَفِّرَ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ :(( لَا تُقَرِّبْهَا، حَتّٰى تَفْعَلَ مَا أَمَرَ[كَ] [اللّٰهُ] عَزَّوَجَلَّ۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ۔

(۱۳۵۲)۱۔عکرمہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی بیوی سے ظہار کر بیٹھا ہوں (یعنی میں نے اسے ماں یا بہن کہہ دیا) ہے پھر کفارہ دینے سے پہلے میں نے اس سے مجامعت بھی کر لی ہے' رسول اللہ

ﷺ نے اس سے کہا ''اس کے قریب نہ جانا یہاں تک کہ تو وہ عمل کرے جس کا اللہ نے تجھے حکم دیا ہے۔'' نسائی

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ ابو داؤد: ۲۲۲۳۔ ترمذی: ۱۱۹۹۔ نسائی: ۶/ ۱۶۷۔ ابن ماجة: ۲۰۶۵۔ بیهقی: ۷/ ۳۸۶۔ حاکم: ۲/ ۲۰۴۔

**فوائد:** (۱) کچھ ایسے طریقے ہوتے ہیں جن کو خاوند یا بیوی استعمال کریں تو وہ ایک دوسرے پر حرام ہو سکتے ہیں۔ ظہار بھی ایک طریقہ ہے جس کی وجہ سے خاوند پر بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ یہ خاوند کی طرف سے سرزنش ہوتی ہے۔ ظہار کرنا حرام ہے۔ منکر ہے اور جھوٹ ہے۔

(۲) ظہار' پیٹھ سے تشبیہ دینا ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ مرد اپنی ابدی محرمات خواتین میں سے کسی ایک کا حوالہ دیتے ہوئے اپنی بیوی کو کہے کہ تو میرے ہاں اس کی پیٹھ کی مانند ہے۔

(۳) ظہار ہوتے ہی بیوی خاوند پر حرام ہو جاتی ہے۔ اس کی حرمت نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔

(۴) راجح قول یہی ہے کہ ظہار میں صرف ایک دفعہ کفارہ دینا ہے۔

(۵) مومن غلام آزاد کرنا یا دو ماہ کے تسلسل سے روزے رکھنے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ظہار کا کفارہ ہے۔ دو ماہ کے روزے مسلسل رکھنا ضروری ہے۔ کفارہ کی ادائیگی سے قبل عورت کو چھونا کرنا گناہ ہے۔ توبہ کرنا ہوگی۔

## بَابُ اللِّعَانِ

(۱۳۵۳)۱۔ رَوَى مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جَآءَ إِلٰى عَاصِمِ بْنِ عَدِيِّ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ: (لَهُ: أَرَأَيْتَ) يَا عَاصِمُ لَوْ أَنَّ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ؟ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَسَلْ لِي (عَنْ) ذٰلِكَ يَا عَاصِمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔ فَسَأَلَ عَاصِمٌ (عَنْ ذٰلِكَ) رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا، حَتّٰى كَبُرَ عَلٰى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلٰى أَهْلِهِ جَاءَهُ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ: يَا عَاصِمُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ عَاصِمٌ لِعُوَيْمِرٍ: [لَوْ]

## لعان کا بیان

(۱۳۵۳)۱۔ مالک نے ابن شہاب سے روایت کیا کہ سہل بن سعد الساعدی نے اسے بتایا کہ عویمر عجلانی عاصم بن عدی انصاری کے پاس آیا اس نے اس سے کہا' اے عاصم آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو دیکھ لے کیا وہ اسے قتل کر دے تو تم اسے قتل کر دو گے؟ یا وہ کیا کرے گا؟ آپ میری خاطر یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھیں' عاصم نے یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے مسائل کو نہ پسند کیا اور معیوب سمجھا' عاصم کو بھی جب اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' تو بڑا بھاری محسوس ہوا' جب عاصم اپنے گھر آیا تو اس کے پاس عویمر آیا اس نے کہا' اے عاصم تجھے

لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا، فَقَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللّٰهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا۔ فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَسَطَ النَّاسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: **((قَدْ نَزَلَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ[قُرْآنٌ] فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا))**. قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ (فَلَمَّا فَرَغَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا۔ فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ)۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ۔ لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ۔

رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ عاصم نے عویمر سے کہا تم میرے پاس خیر کا پیغام لے کر کیوں نہ آئے' رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کا مسئلہ پوچھنے کو ناپسند کیا عویمر نے کہا اللہ کی قسم! میں تو آپ کے پاس جا کر یہ مسئلہ ضرور پوچھوں گا وہ متو ہوئے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ایک شخص اپنی بیوی کو دوسرے شخص کے ساتھ دیکھ لیتا ہے کیا وہ اسے قتل کر دے تو کیا آپ اسے قتل کر دیں ہے؟ یا وہ کیا کرے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں قرآن میں تو ہے تم جاؤ'' اور اسے لے آؤ سہل نے کہا ہمارے درمیان لعان کروایا میں لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا' ابن شہاب نے کہا یہ دولعان کرنے والوں کا طریقہ ہے پس جب وہ فارغ ہوئے تو عویمر نے کہا کہ میں نے اس پر الزام لگایا ہوا ے اللہ کے رسول اگر میں اسے رکھوں تو پس اس نے اس کو تین طلاقیں دیں قبل اس کے کہ رسول اللہ اس کو حکم دیتے

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۵۹۔ مسلم: ۱۴۹۲۔

**فوائد:** (۱) میاں' بیوی کا آپس میں ایک دوسرے پر لعن طعن کرنا لعان کہلاتا ہے۔ لعان کا مسئلہ مرد کے ایکشن لینے پر پیدا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مرد نے اپنی بیوی پر زنا کا یا حمل کا الزام لگا دیا تو اس صورت میں معاملہ عدالت میں پیش کیا جائے گا اور میاں بیوی کے بیانات سنے جائیں گے۔ لعان کا شریعت میں جواز ہے۔

(۲) لعان کا طریقہ یہ ہے کہ ایک طرف مرد دوسری طرف عورت ہوگی۔ مرد کے دعویٰ پر چار گواہوں کو طلب کیا جائے گا جو کہ زنا کے عینی گواہ ہوں گے وہ پیش کر دے تو اچھا ہے ورنہ حاکم ان کے درمیان لعان کرائے گا۔ خاوند چار بار یہ کہے گا کہ اللہ کی قسم! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس کو بدکاری کرتے دیکھا یا پکڑا اور آخری بار کہے گا۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت۔ اس کے بعد عورت تسلیم کر لے تو رجم اور اگر نہ کرے تو چار بار گواہیاں دینی ہوں گی۔ عورت یہ کہے گی کہ اللہ کی قسم! اس نے مجھے زنا کرتے دیکھا نہ پکڑا پانچویں بار یہ کہے گی کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ سچا ہے تو اس کے بعد ان دونوں کے درمیان حاکم جدائی ڈال دے گا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائیں گے۔

(۳) لعان کا فائدہ یہ ہے کہ مرد حد قذف اور عورت حد رجم سے بچ جاتی ہے۔ لعان کرنے کے لیے زوجین کا مکلف' عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔

(۴) جب خاوند اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو زنا کرتے دیکھے اور قتل کر دے تو یہ جرم ہے۔

(۵) لعان خود ہی جدائی ہوتا ہے طلاقوں کی ضرورت نہیں اگر کوئی بھول کر دے تو جدائی لعان سے ہوگی نہ کہ طلاقوں کے باعث۔ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے تین طلاقیں دینے پر اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ کیا کہ جدائی تو لعان سے ہو چکی تھی۔ ورنہ دوسرے موقعہ پر لعان کے علاوہ تین طلاقوں پر آپ غصے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کی کتاب سے کھیلتے ہو جبکہ میں تم میں موجود ہوں۔ (نسائی)

(١٣٥٤)٢۔ وَعِنْدَهُ مِنْ رِوَايَةِ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: وَكَانَ فِرَاقُهُ إِيَّاهَا بَعْدُ سُنَّةً (فِيْ) الْمُتَلَاعِنَيْنِ۔ وَفِيْهِ: قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ حَامِلًا، وَكَانَ ابْنُهَا (يُدْعٰى) إِلٰى أُمِّهِ ثُمَّ (جَرَتِ) السُّنَّةُ أَنَّهُ يَرِثُ مِنْهَا، وَتَرِثُ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهَا۔

(۱۳۵۴)۲۔ یونس نے ابن شہاب سے روایت ہے کہ اس کی جدائی اپنی بیوی سے دو لعان کرنے والوں کے درمیان طریقہ قرار پائی سہل نے کہا وہ حاملہ تھی اس کا بیٹا اپنی ماں کی طرف منسوب ہوا پھر سنت یہی جاری ہوئی کہ وہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور وہ اس کا وراث ہوگی جو اللہ نے اس کے لیے وراثت کا حصہ مقرر کیا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۹۲۔

**فوائد:** (۱) لعان کے لیے حیض ونفاس اور حمل کی قید نہیں۔ یہ جب بھی پیش آ جائے ہو سکتا ہے۔

(۲) جس حمل کی وجہ سے لعان ہوا وہ خاوند کا نہ رہے گا۔ یعنی بچے کا تعلق باپ سے ختم ہو جائے گا وہ ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے البتہ ماں اور بیٹا آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

(۳) آدمی اپنے الزام وجھوٹ کا اقرار کر لے تو پھر اولاد اس کی ہی ہوگی۔

(۴) متہم بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگا۔

(١٣٥٥)٣۔ وَمِنْ رِوَايَةِ ابْنِ جُرَيْجٍ: فَتَلَاعَنَا فِيْ الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ [قَالَ] وَقَالَ فِيْ الْحَدِيْثِ: فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَفَارَقَهَا عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((ذٰلِكُمُ التَّفْرِيْقُ بَيْنَ كُلِّ مُتَلَاعِنَيْنِ))۔

(۱۳۵۵)۳۔ ابن جریج کی ایک روایت میں ہے کہ ہم نے مسجد میں ایک دوسرے پر لعان کیا' اور میں گواہ ہوں' کہتے ہیں کہ اس شخص نے اسے تین طلاقیں دے دیں پہلے اس کے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے' اس نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جدا کر دیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ہے تفریق تمہاری ہر دو لعان کرنے والوں کے

درمیان۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۹۲۔

(١٣٥٦)٤۔ وَفِيْ رِوَايَةِ(ابْنِ) وَهْبٍ، عَنْ عَيَّاضِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْفِهْرِيِّ وَغَيْرِهِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ، قَالَ: فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَنْفَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَ مَا صُنِعَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سُنَّةً۔ قَالَ سَهْلٌ: حَضَرْتُ هٰذَاعِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَمَضَتِ السُّنَّةُ بَعْدَهُ فِيْ الْمُتَلَاعِنَيْنِ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ لَا يَجْتَمِعَانِ(أَبَدًا))۔

(۱۳۵۶)۴۔ ابن وہب کی ایک روایت میں ہے وہ عیاض بن عبداللہ الفہری سے روایت کرتے ہیں' اس نے ابوداؤد میں ابن شہاب سے روایت کیا ہے' کہتے ہیں کہ اس نے اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس تین طلاقیں دے دیں' رسول اللہ ﷺ نے وہ طلاق نافذ کر دیں جو رسول اللہ ﷺ کے پاس عمل کیا گیا وہ سنت ٹھہرا سہل کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اس کے بعد دو لعان کرنے والوں کے درمیان یہ سنت جاری ہوگئی کہ ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے پھر وہ کبھی بھی اکھٹے نہیں ہو سکتے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ابو داؤد: ۲۲۵۰۔

**فوائد:** (۱) مسجد میں لعان کرنا درست ہے۔یعنی مسجد عدالت کا کام بھی دیتی ہے۔

(۲) جو واقعی ہی لعنت کے اہل ہوں ان پر مسجد میں لعن طعن کرنا درست ہے۔

(۳) لعان جدائی کی ایک ایسی شق ہے جس کی بنا پر زوجین کے مابین ہمیشہ کی جدائی ہو جاتی ہے۔یعنی عورت آگے شادی کرے پھر طلاق ہو جائے تو اب بھی اس خاوند سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتی جس کے ساتھ لعان کیا تھا۔

(۴) ایک دوسرے پر لعنت کر لینے کے فوراً بعد بیوی خاوند ایک دوسرے پر حرام ہو جاتے ہیں۔اب ایک طلاق دینا یا تین طلاقیں دینا لغو عمل ہے۔

(١٣٥٧)٥۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ فِيْ حَدِيْثٍ لِسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِيْهِ قِصَّةٌ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ فِيْ سُوْرَةِ النُّوْرِ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ﴾[النور:٦] فَتَلَاهُنَّ عَلَيْهِ وَوَعَظَهُ، وَذَكَّرَهُ، وَأَخْبَرَهُ أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، فَقَالَ: لَا، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا، ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعَظَهَا، وَذَكَّرَهَا، (وَأَخْبَرَهَا) أَنَّ

(۱۳۵۷)۵۔ مسلم میں سعید بن جبیر سے مروی ہے' وہ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں اس میں ایک کہانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں یہ آیات نازل کیں ''وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں'' ان آیات کی ان کے سامنے تلاوت کی اسے وعظ ونصیحت کی اسے بتایا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کی نسبت آسان ہے' اس نے کہا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق بھیجا

عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ۔ قَالَتْ: لَا، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّهُ لَكَاذِبٌ، فَبَدَأَ بِالرَّجُلِ فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ [بِاللّٰهِ] إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ، ثُمَّ ثَنَّى بِالْمَرْأَةِ فَشَهِدَتْ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ، وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ، ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا))۔

ہے میں نے اس کے خلاف جھوٹ نہیں بولا' پھر خاتون کو بلایا اسے وعظ ونصیحت کی اسے بتایا کہ دنیا کا عذاب آخرت کی نسبت آسان ہے اس نے کہا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق بھیجا ہے وہ جھوٹا ہے' آپ نے مرد سے ابتداء کی اس نے گواہی دی چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گواہی دینا کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو پھر عورت سے مطالبہ کیا وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جانتے ہوئے گواہی دے کہ وہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہو' پھر آپ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۳۱۲۔ مسلم: ۱۴۹۳۔

**فوائد:** (۱) لعان نص قرآنی سے ثابت ہے۔

(۲) لعان کرنے سے قبل ایک قاضی وامام کے لیے ضروری ہے کہ خاوند اور بیوی کو الگ الگ نصیحت کرے اور عذابِ آخرت سے ڈرائے' دھمکائے۔

(۳) لعان کی ابتداء مرد کی طرف سے کی جائے گی۔

(۴) خاوند' بیوی کے حاکم کے سامنے بیانات اور گواہیاں ضروری ہیں۔ زوجین کے بیانات سنے بغیر ان کے مابین جدائی درست نہیں ہے۔

(۵) لعان کچھ حضرات کی موجودگی میں کروایا جائے۔

(۱۳۵۸) ٦۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ: **((حِسَابُكُمَا عَلَى اللّٰهِ، أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا))** قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَالِي؟ قَالَ: **((لَا مَالَ لَكَ إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ أَبْعَدُ لَكَ**

(۱۳۵۸) ٦۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو لعان کرنے والوں سے فرمایا: ''تم دونوں کا حساب اللہ پر ہے تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے تمہارا اس پر کوئی راستہ نہیں'' اس نے کہا یا رسول اللہ میرا مال' آپ نے فرمایا: ''تجھے کوئی مال نہیں ملے گا اگر تو سچا ہے تو اسے اپنے لیے حلال بنایا اگر تو جھوٹا ہے تو پھر

مِنْهَا))۔

اور زیادہ بعید ہے کہ تجھے مال ملے۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۳۱۲۔ مسلم: ۱۴۹۳۔

(۱۳۵۹)۷۔ وَفِي رِوَايَةٍ: فَرَّقَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ وَقَالَ: اَللّٰهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا[مِنْ] تَائِبٍ؟))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمَا]۔

(۱۳۵۹)۷۔ ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے عجلان کے دو بھائیوں کے درمیان علیحدگی کرا دی اور فرمایا: "اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے' کیا وہ توبہ کرنے کے لیے تیار ہے۔" متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۳۱۱، ۵۳۱۲، ۵۳۴۹۔ مسلم: ۱۴۹۳۔

(۱۳٦۰)۸۔ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ: فَذَهَبَتْ لِتَلَاعِنَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: ((مَهْ)) فَأَبَتْ، فَلَعَنَتْ۔ [اَلْحَدِيثَ)) أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۱۳٦۰)۸۔ عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے' کہتے ہیں کہ وہ عورت لعان کے لیے لائی گئی' نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا رک جاؤ اس نے انکار کر دیا اور لعان کیا۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۹۵۔

**فوائد:** (۱) لعان کے معاملہ میں زوجین میں سے ایک نہ ایک لازمی جھوٹا ہوتا ہے۔

(۲) لعان کی صورت میں آدمی سچا ہو یا جھوٹا اس کو اس کا حق مہر کی صورت میں دیا ہوا مال واپس نہ کیا جائے گا۔

(۳) حاکم زوجین کو اس انداز سے سمجھائے کہ کسی ایک پر الزام عائد نہ ہوتا ہو۔

(۱۳٦۱)۹۔ وَفِي حَدِيثِ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ: أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ وَفِيهِ: ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ، فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْخَامِسَةِ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ، وَقَالُوا لَهَا: إِنَّهَا مُوجِبَةٌ فَتَلَكَّأَتْ، وَنَكَصَتْ، حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا سَتَرْجِعُ، فَقَالَتْ: لَا أُفْضِحُ قَوْمِي [فِي] سَائِرِ الْيَوْمِ، فَمَضَتْ۔

(۱۳٦۱)۹۔ ابوداؤد میں عکرمہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہلال بن امیہ نے اپنی عورت پر بہتان باندھا' اس روایت میں ہے کہ وہ اٹھی اس نے گواہی دی جب وہ پانچویں مرتبہ یہ کہنے لگی اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب اور پھٹکار ہو' لوگوں نے کہا یہ لعنت و پھٹکار واقع ہو جانے والی ہے' یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ وہ اپنی بات سے رجوع کر لے گی اس نے کہا میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کر سکتی اس نے اپنا بیان جاری رکھا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۷۴۷۔ ابوداؤد: ۲۲۵۴۔

**فوائد:** (۱) جھوٹا ہونے کے باوجود خود پر لعنت کر لینے سے آخرت کا عذاب یقینی طور پر لازم ہو جاتا ہے۔

(۲) پانچویں قسم موجب عذاب یا دفع عذاب کا باعث ہوتی ہے۔ اس لیے پانچویں قسم اٹھانے سے پہلے ٹھنڈے دماغ سے سوچ لینا چاہیے یا حاکم و قاضی کو چاہیے کہ وہ مرد یا عورت کو روک کر کچھ احساس دلائے شاید وہ باز آ جائے۔

(۳) خوفِ خدا اور عذابِ خدا کے مقابلہ میں قومی غیرت اور برادری میں ناک کے سلامت رکھنے کو ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ سچ سچ بتانا چاہیے۔

(۴) دنیا کی رسوائی تو بقدرے قابلِ برداشت ہو سکتی ہے لیکن آخرت کی رسوائی دائمی ہے اس سے انگ انگ آزاد نہ ہوگا۔

(١٣٦٢)١٠۔ وَعِنْدَهُ مِنْ حَدِيْثِ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ (عَنْ عِكْرَمَةَ)، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَآءَ هِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ۔ وَهُوَ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ تَابَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِمْ۔ وَفِيْهِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنِّيْ جِئْتُ أَهْلِيْ عِشَآءً، فَوَجَدْتُ عِنْدَهُمْ رَجُلًا، فَرَأَيْتُ بِعَيْنَيَّ، وَسَمِعْتُ بِأُذُنَيَّ۔ وَفِيْهِ: فَلَمَّا كَانَتْ الْخَامِسَةُ قِيْلَ: يَا هِلَالُ اِتَّقِ اللّٰهَ ، فَإِنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، وَإِنَّ هٰذِهِ [١] لَمُوْجِبَةُ الَّتِيْ تُوْجِبُ(عَلَيْكَ) الْعَذَابَ۔ فَقَالَ: وَاللّٰهُ لَا يُعَذِّبُنِيَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهَا، كَمَا لَمْ يُجْلِدْنِيْ عَلَيْهَا۔ وَفِيْهِ بَعْدَ ذِكْرِ شَهَادَةِ الْمَرْأَةِ وَالْقَوْلِ لَهَا: فَفَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَهُمَا، وَقَضٰى أَنْ لَا يُدْعٰى وَلَدُهَا لِأَبٍ، (وَلَا تُرْمٰى)، وَلَا يُرْمٰى وَلَدُهَا، (وَمَنْ رَمَاهَا أَوْ رَمٰى وَلَدَهَا فَعَلَيْهِ الْحَدُّ) وَقَضٰى أَنْ لَا بَيْتَ لَهَا عَلَيْهِ، وَلَا قُوْتَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُمَا يَتَفَرَّقَانِ مِنْ غَيْرِ طَلَاقٍ، وَلَا مُتَوَفّٰى عَنْهَا۔ وَفِيْ آخِرِهَا: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((**لَوْ لَا الْأَيْمَانُ لَكَانَ لِيْ وَلَهَا شَأْنٌ**))۔ وَعَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ تَكَلَّمَ فِيْهِ غَيْرُ وَاحِدٍ، (وَتُكُلِّمَ) فِيْ رِوَايَتِهِ عَنْ عِكْرَمَةَ خُصُوْصًا إِلَّا أَنَّ الْجَبَلَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ (فِيْهِ): عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ ثِقَةٌ لَيْسَ يَنْبَغِيْ أَنْ يُتْرَكَ حَدِيْثُهُ لِرَأْيٍ أَخْطَأَفِيْهِ، يُرِيْدُ مَا يُنْسَبُ إِلَيْهِ مِنَ الْقَدْرِ۔

(١٣٦٢)١٠۔ عباد بن منصور، عکرمہ سے اور وہ عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ہلال بن امیہ آئے وہ ان تین میں سے ایک تھے جنہوں کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کی تھی اس میں یہ الفاظ ہیں اس نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی بیوی کے پاس عشاء کے وقت آیا، میں نے ان کے ہاں ایک شخص کو دیکھا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا اور اس روایت میں ہے جب پانچویں مرتبہ گواہی دینے لگا تو اسے یہ کہا گیا اے ہلال اللہ سے ڈرو، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کی نسبت آسان ہے یہ لعنت و پھٹکار واقع ہو جانے والی ہوتی ہے جو تجھ پر عذاب کو واجب کر دے گی اس نے کہا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھے پر عذاب نہیں بھیجے گا جیسے اس پر مجھے کوڑے نہیں لگائے گئے اور اس روایت میں یہ بھی ہے عورت کی گواہی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروا دی اور یہ فیصلہ دیا کہ اس کا بیٹا باپ کی طرف منسوب نہیں ہوگا، اس پر اس کے بیٹے پہ تہمت نہیں لگائی جائے گی، جس نے اس پر اس کے بیٹے پر تہمت لگائی تو اس پر حد لاگو ہوگی اور آپ نے فیصلہ دیا کہ خاوند پر اس کی اس بیوی کو گھر مہیا کرنے کی ذمے داری نہ ہوگی اور نہ ہی اسے غذا مہیا کرنا، اس لیے کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں طلاق کے بغیر اور فوتگی کے بغیر، آخر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر قسموں کا سلسلہ نہ ہوتا تو میرے اور اس

کے لیے کوئی اور صورت ہوتی۔ عبادہ بن منصور سے بہت حضرات نے کلام کیا ہے اور خصوصاً جو عکرمہ کے طریق سے اس کی روایت میں ہے جبکہ بڑے عالم یحیٰ بن سعید کہتے ہیں کہ عباد ثقہ ہے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کی حدیث کو اس لیے چھوڑا جائے جو کہ اجتہادی غلطی ہے جو اس کی طرف تقدیر کے معاملہ میں بیان ہے وہ مراد لیتے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۲۲۵۶۔ بھیقی: ۷/ ۳۹۴۔ بخاری: ۴۷۴۷۔

**فوائد:** (۱) لعان کا بچہ باپ کا نہیں ہوگا کیونکہ اس نے تو اس کا انکار کر دیا ہے۔ البتہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگا کیونکہ اس نے اس کے حرام ہونے کا انکار نہیں کیا۔

(۲) لعان کے بعد بچے کو ولدِ زنا قرار دینا یا عورت پر زانیہ ہونے کا الزام لگانا گناہ ہے ایسے الزام تراش پر حد قذف لگے گی۔

(۳) لعان کے بعد خاوند بیوی کے خرچے اور مکان کا مالک نہیں رہتا۔ کیونکہ یہ جدائی طلاق کی وجہ سے متوفی عنھا زوجھا کی حالت جدائی ہے۔ صرف لعان سے ہی جدائی پڑ جاتی ہے کوئی اسپیشل جدائی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۳۶۳)۱۱۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ [بْنِ سِيرِيْنَ] قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَأَنَا أَدْرِيْ أَنَّ عِنْدَهُ مِنْهُ عِلْمًا فَقَالَ: إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ إِمْرَأَتَهُ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ وَكَانَ أَخَا الْبَرَّاءِ بْنِ مَالِكٍ لِأُمِّهِ، وَكَانَ أَوَّلَ رَجُلٍ لَاعَنَ فِيْ الْإِسْلَامِ، قَالَ: فَلَاعَنَهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَبْصِرُوْهَا، فَإِنْ جَاءَ تْ بِهِ أَبْيَضَ سَبْطًا، قَضِيْءَ الْعَيْنَيْنِ، فَهُوَ لِهِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ، وَإِنْ جَاءَ تْ بِهِ أَكْحَلَ جَعْدًا، حَمْشَ السَّاقَيْنِ(فَهُوَ لِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ))۔ قَالَ: فَأُنْبِئْتُ أَنَّهَا جَاءَ تْ بِهِ أَكْحَلَ جَعْدًا، حَمْشَ السَّاقَيْنِ۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۱۳۶۳)۱۱۔ محمد بن سیرین سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے دریافت کیا اور میں جانتا تھا کہ اس کے پاس علم ہے اس نے کہا کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر یہ الزام عائد کیا کہ وہ شریک بن سحماء کے ساتھ ملوث پائی گئی ہے اور یہ براء بن مالک کا ماں کی طرف سے بھائی تھا اور یہ تاریخ اسلام کا پہلا شخص ہے جس نے لعان کیا' راوی کہتا ہے کہ اس نے بیوی کے ساتھ لعان کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اسے دیکھو اگر وہ جنم دیتی ہے ایسا بچہ جو سفید رنگ' آنکھوں والا ہوا تو وہ ہلال بن امیہ کا ہوگا اگر وہ سرمیلی آنکھوں' گھنگھریالے بالوں' باریک پنڈلیوں والا ہوا تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا۔'' کہتے ہیں کہ اس نے جنم دیا بچہ سرمیلی آنکھوں' گھنگھریالے بالوں اور باریک پنڈلیوں والا۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۹۶۔

(١٣٦٤)١٢۔ [وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ]، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ رَجُلًا حِينَ أَمَرَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ أَنْ يَتَلَاعَنَا أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فِيهِ عِنْدَ الْخَامِسَةِ [وَ] يَقُولُ: إِنَّهَا مُوجِبَةٌ۔ لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ۔

(۱۳۶۴)۱۲۔ عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا جب آپ نے دولعان کرنے والوں کو حکم دیا کہ وہ لعان کرتے وقت پانچویں مرتبہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھے اور کہے کہ یہ واجب ہو جانے والی ہے۔ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ ابو داؤد: ۲۲۵۵۔ نسائی: ۶/ ۱۷۵۔ بھیقی: ۷/ ۴۰۵۔

**فوائد:** (۱) حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ یہ وہ صحابی ہیں جو غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ آیاتِ لعان ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں نازل ہوئیں۔ یعنی اس لحاظ سے ہلال بن امیہؓ وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے لعان کیا تھا۔

(۲) قیافہ شناسی قابلِ اعتبار عمل بھی ہوسکتا ہے۔

(۳) کسی مانع کی موجودگی میں قیافہ کام نہیں آتا۔ قیافہ شناسی کا فن حاصل کرنا جائز ہے۔

(۴) آخری قسم جو لعنت کرنے کی ہوتی ہے۔ کوشش یہ کی جائے کہ اٹھانے والے کو بار بار کسی نہ کسی طرح قسم اٹھانے سے روکا جائے۔ یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

## بَابُ لِحَاقِ النَّسَبِ

## نسب کے ربط کا بیان

(١٣٦٥)١۔ عَنْ عَائِشَةَ (أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا) قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلَيَّ مَسْرُورًا، تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ فَقَالَ: أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا نَظَرَ آنِفًا إِلَى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ، وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَقَالَ: إِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْأَقْدَامِ لَمِنْ بَعْضٍ۔ [لَفْظُ مُسْلِمٍ]، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۳۶۵)۱۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے بڑے خوش تھے آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا آپ نے فرمایا: ''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ابھی ابھی مجزز نے زید بن حارثہ کی طرف اور اسامہ بن زید کے پاؤں کو دیکھ کر کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۷۷۰، ۶۷۷۱۔ مسلم: ۱۴۵۹۔

**فوائد:** (۱) جائز بچے کی نسبت اس کے حقیقی والد کی طرف کی جائے یہ ضروری ہے۔

(۲) قیافہ کوئی حجت تو نہیں ہے البتہ بعض حالات میں وہ دوسرا ثبوت ثابت ہوتا ہے جو کہ کسی کام یا چیز کی مزید توثیق کر دیتا ہے۔

(۳) اگر کسی قسم کا ثبوت نہ مل رہا ہوتو وہاں قیافہ کام دے سکتا ہے۔

(۴) کالے رنگ کے والدین سے کسی گورے بیٹے کا جنم لے لینا کوئی جرم نہیں ہے۔ نہ ہی الزام کے اہل عمل ہے بلکہ یہ تو خالق حقیقی کی مشیت پر منحصر ہے۔اسی طرح باپ گورا ہو یا والدہ سفید رنگ کی ہوتو سانولے رنگ کا بیٹا بھی پیدا ہوسکتا ہے۔

(۵) حقیقی نسب کے پائے جانے کے باوجود باپ' بیٹے کے مابین صرف رنگ کے تفاوت کی بنا پر شک کرنا الزام ہے اور گناہ ہے جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام کے متبنی بیٹے زید رضی اللہ عنہ گورے رنگ کے تھے جبکہ ان سے اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو وہ سانولے رنگ کے تھے تو اسی بنا پر منافقوں نے اسامہؓ کے نسب میں شک کیا تھا۔ زید واسامہ رضی اللہ عنہما دونوں ہی نبی کریم علیہ السلام کو بہت محبوب تھے۔ جب قیافہ شناس نے مزید اسامہؓ کے زیدؓ سے ہونے کی توثیق کردی تو نبی کریم علیہ السلام بہت خوش ہوئے۔ قیافہ کسی قرینہ کے ذریعے اندازہ لگا حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کا نام ہے۔ آج کل کھوج لگا کر چوروں کا سراغ لگانا یہ کسی قیافہ شناس' کھوج لگانے والے آدمی کے ذریعے ہوتا ہے اور کتے بھی کھوج لگانے کے لیے رکھے گئے ہیں۔ ان کو وہ حقیقی حیثیت دی گئی ہے جس میں امکان شک ہوتا ہے۔ اصلی چور کی جگہ پر بے گناہ بھی پکڑا جا سکتا ہے۔ اگر کسی دلیل پر یہ دلیل بنیں تو یہ مزید توثیق ہے ورنہ صرف کتے چھوڑ کر چور پکڑ لینا یہ کوئی حتمی طریقہ نہیں ہے اس سے بچنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

(١٣٦٦) ٢- وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ صَالِحِ الْهَمْدَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمِ قَالَ: أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِثَلَاثَةٍ۔ وَهُوَ بِالْيَمَنِ۔ وَقَعُوا عَلَى اِمْرَأَةٍ فِيْ طُهْرٍ وَاحِدٍ، فَسَأَلَ اِثْنَيْنِ أَتُقِرَّانِ بِهٰذَا الْوَلَدِ؟ فَقَالَا: لَا۔ حَتَّى سَأَلَهُمْ جَمِيْعًا، فَجَعَلَ كُلَّمَا سَأَلَ اِثْنَيْنِ قَالَا: لَا، فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالَّذِيْ صَارَتْ عَلَيْهِ الْقُرْعَةُ، وَجَعَلَ عَلَيْهِ ثُلُثَيِ الدِّيَةِ۔ قَالَ: فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ۔ وَقَدْ رُوِيَ نَحْوَهٰذَا عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ، سَمِعَ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْخَلِيْلِ، أَوِ ابْنِ الْخَلِيْلِ۔ وَقِيْلَ[وَ] هُوَ مَجْهُوْلٌ۔ وَرَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ عَنِ الْأَجْلَحِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْخَلِيْلِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمِ وَرُبَّمَا عُلِّلَ بِذٰلِكَ۔

(١٣٦٦) ٢۔ ابوداؤد نے ثوری سے اس نے صالح ہمدانی سے' اس نے شعبی سے' اس نے عبد خیر سے' اس نے زید بن ارقم سے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تین شخص لائے گئے جنہوں نے ایک طہر میں ایک عورت سے ہم بستری کی تھی آپ نے دو سے پوچھا کیا تم اس بچے کا اعتراف کرتے ہو؟ دونوں نے کہا نہیں' یہاں تک آپ نے تمام سے پوچھا' جب بھی آپ دو سے پوچھتے تو کہتے نہیں' تو ان کے درمیان قرعہ ڈالا اور لڑکا اس کے ساتھ نتھی کردیا گیا جس کے نام قرعہ نکلا اور اس پر ثلث دیت مقرر کی' کہتے ہیں کہ اس فیصلے کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں دکھائی دینے لگیں۔ اور اس طرح شعبہ عن مسلمہ کے طریقہ سے روایت کیا گیا ہے' شعبی نے خلیل یا ابن خلیل سے سنا ہے جبکہ کہا گیا ہے کہ وہ مجہول ہے اور ابوداؤد نے اجلع سے' اس نے

شعبی سے، اس نے عبداللہ بن خلیل سے، اس نے زید بن ارقم سے روایت کیا ہے، اس طریق سے بسا اوقات معلول حدیث مروی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** ابوداؤد: ۲۲۷۰۔ نسائی: ۶/ ۱۸۲۔ ابن ماجة: ۲۳۴۸

(۱۳۶۷)۳۔ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ فِيْ ((مُسْتَدْرَكِهِ)) مِنْ حَدِيْثِ الْأَجْلَحِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْخَلِيْلِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمِ۔ وَقَالَ فِيْ آخِرِ كَلَامِهِ عَلَى [هٰذَا] الْحَدِيْثِ: فَهٰذَا الْحَدِيْثُ إِذًا صَحِيْحٌ، وَلَمْ يُخرِجَاهُ۔

(۱۳۶۷)۳۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں اجلح کے حوالے سے روایت کیا، اس نے شعبی سے روایت کیا اس نے عبداللہ بن خلیل سے اور اس نے زید بن ارقم سے روایت کیا اور اپنے کلام کے آخر میں یہ کہا، یہ حدیث صحیح ہے۔ لیکن شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ حاکم: ۴/ ۹۶۔

**فوائد:** (۱) ایک عورت پر متعدد آدمی واقع ہوئے ہوں تو اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ ماں کی طرف منسوب ہوگا وہ دعویداروں میں سے کسی کا وارث ہوگا نہ کسی کی طرف منسوب ہوگا۔ وہ اپنی والدہ کا ہوگا اور والدہ کے نسب پر پکارا جائے گا۔

(۲) مشکوک نسب ہونے کی صورت میں دعویداروں کے مابین قرعہ ڈالنا درست نہیں ہے۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین آدمیوں میں سے کسی ایک کے نام قرعہ ڈالا تھا وہ نسب ثابت کرنے کے لیے نہ تھا بلکہ جھگڑا ختم کرنا مقصود تھا۔ جو کہ انہوں نے آدمی سے دو تہائی دیت بچے کی لے کر دوسرے دو آدمیوں کو دی یہ حضرت علی کی رائے تھی جبکہ صحیح بات اوپر والی ہے جس کی تائید ابوداؤد کی روایت نے کی ہے جو نبی کریم علیہ السلام سے ثابت ہے کہ بچہ ماں کی طرف منسوب ہوگا۔

(۴) نبی کریم علیہ السلام جو مسکرائے وہ اس لیے مسکرائے کہ یہ ایک عجیب واقعہ تھا۔

## بَابُ الْعِدَدِ

## عدتوں کا بیان

(۱۳۶۸)۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ (ابْنِ) قَيْسٍ اِخْتَلَعَتْ مِنْهُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عِدَّتَهَا حَيْضَةً۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاؤدَ، ثُمَّ الْحَاكِمُ فِيْ ((الْمُسْتَدْرَكِ)) مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ يُوْسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ عَبْدَالرَّزَّاقِ أَرْسَلَهُ عَنْ مَعْمَرٍ۔

(۱۳۶۸)۱۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے خلع حاصل کیا، پس اس سے نبی کریم ﷺ نے اس کی عدت ایک حیض قرار دی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے حاکم نے مستدرک میں ہشام بن یوسف عن معمر کے طریق سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح السند ہے عبدالرزاق نے عن معمر کے طریق سے اس کو مرسل قرار دیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۲۲۲۹۔ ترمذی: ۱۱۸۵۔ حاکم: ۲/ ۲۰۶۔ نسائی: ۶/ ۱۸۶۔ ابن ماجۃ: ۲۰۵۸۔

**فوائد:** (۱) جونہی عورت کسی وجہ سے جدا ہوتی ہے خواہ جدائی خاوند نے زندگی میں کی یا اس کی موت کے باعث ہوئی تو اس صورت میں عورت خاص ایام تک انتظار میں رہتی ہے وہ عدت کہلاتی ہے۔ عدت گزارنا ہر متحمل عدت عورت پر فرض ہے۔

(۲) عدت کی مختلف اقسام ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایسی عورت جس نے خلع کیا ہو اس کی عدت صرف ایک حیض ہے۔

(۳) عدت کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ رحم کے خالی یا اس میں حمل کے موجود ہونے کا علم ہو جاتا ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلع فسخ ہے طلاق نہیں۔ ورنہ طلاق ہونے کی صورت میں تو تین حیض مطلقہ کی عدت حتمی ہے۔ صرف یہ لفظاً اطلاق ہوتا ہے۔

(۱۳٦۹)۲۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: لَا تَلْبِسُوا عَلَيْنَا سُنَّةَ نَبِيِّنَا ﷺ: عِدَّةُ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، يَعْنِي أُمَّ الْوَلَدِ۔ (أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ)۔

(۱۳٦۹)۲۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہم پر ہمارے نبی کی سنت کو خلط ملط نہ کرو جس عورت یعنی ام ولد کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی۔ ابو داؤد

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۴/ ۲۰۳۔ ابو داؤد: ۲۳۰۸۔ ابن ماجۃ: ۲۰۸۳۔ دارقطنی: ۳/ ۳۰۹۔ ابن حبان: ۱۳۳۳۔ حاکم: ۲/ ۲۰۹۔ بیہقی: ۷/ ۴۴۷، ۴۴۸۔

(۱۳۷۰)۳۔ وَعِنْدَ الْحَاكِمِ: لَا تَلْبِسُوا عَلَيْنَا سُنَّةَ نَبِيِّنَا (مُحَمَّدٍ) ﷺ، (فِي) أُمِّ الْوَلَدِ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا سَيِّدُهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

(۱۳۷۰)۳۔ حاکم کے نزدیک یہ الفاظ ہیں، ہم پر ہماری نبی محمد ﷺ کی سنت کو خلط ملط نہ کرو اولاد والی لونڈی کا آقا فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ حاکم: ۲/ ۲۰۹۔

**فوائد:** (۱) ایسی عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے اس پر چار ماہ دس دن کی عدت لازم ہے۔

(۲) ام الولد لونڈی ہی ہے جب اس کا مالک مرا تو تب بھی لونڈی ہی تھی۔ لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ وہ لونڈی والی عدت گزارے گی۔

(۳) عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں قبیصہ راوی کا عمرو سے سماع ثابت نہیں اس وجہ سے یہ روایت منقطع ہے۔

(۱۳۷۱)٤۔ وَعَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا قَالَ: ((لَيْسَ لَهَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَةٌ))۔

(۱۳۷۱)۴۔ شعبی سے روایت ہے وہ فاطمہ بنت قیس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”قطعی طلاق یافتہ عورت کے لیے نہ رہائش ہوگی اور نہ ہی خرچہ۔“

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۴۸۰۔

(۱۳۷۲)٥۔ وَفِي رِوَايَةِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ زَوْجِي طَلَّقَنِي ثَلَاثًا، وَأَخَافُ أَنْ يُقْتَحَمَ عَلَيَّ، فَأَمَرَهَا فَتَحَوَّلَتْ۔

(۱۳۷۲)۵۔ ہشام اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ فاطمہ بنت قیس سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے دشواری میں ڈال دیا جائے گا آپ نے اس کو حکم دیا تو اس نے جگہ بدل لی۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۴۸۲۔

**فوائد:** (۱) ایسی عورت جس کو مختلف اوقات میں تین طلاقیں ہوگئی ہوں اس کے لیے نفقہ و مکان نہیں ہے یہ بات زیادہ صحیح ہے۔

(۲) ایسی عورت جو مدخولہ مطلقہ ثلاثہ ہو' خواہ اسے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو اس کی عدت تین حیض ہے۔ جو عورت غیر مدخولہ ہو اس کی عدت نہیں ہے۔

(۳) اگر خاوند مطلقہ کو اپنے ہی مکان میں رہنے دے تو وہ وہاں عدت گزار سکتی ہے۔

(۴) معتدہ عورت کسی وجہ و عذر کی بنا پر کسی رشتہ دار کے پاس عدت گزاری کے لیے جاسکتی ہے۔ یہ اس عورت کی بات ہے جس کو تین طلاقیں ہو چکی ہوں۔

(۱۳۷۳)٦۔ وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يَقُوْلُ: طُلِّقَتْ خَالَتِي، فَأَرَادَتْ أَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((**بَلٰى، فَجُدِّي نَخْلَكِ، فَإِنَّكِ عَسٰى أَنْ تَصَدَّقِي أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوْفًا**))۔ أَخْرَجَهَا ثَلَاثَتَهَا مُسْلِمٌ۔

(۱۳۷۳)٦۔ ابن جریج سے مروی ہے' اس نے کہا کہ مجھے ابوزبیر نے بتایا کہ اس نے جابر بن عبداللہ سے سنا فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق دے دی گئی اس نے ارادہ کیا کہ وہ اپنی کھجوریں اکھیڑ لے ایک شخص نے اسے ایسا کرنے پر ڈانٹا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں تم اپنی کھجوریں اکھیڑ سکتی ہو لیکن یہ کہ تو صدقہ دے دے یا نیکی کا کام کرے۔'' اس کے تیسرے حصے کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم : ۱۴۸۳۔

**فوائد:** (۱) طلاق یافتہ عورت کسی ضرورت کے پیش نظر گھر سے باہر نکل سکتی ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) عورت کھیتی باڑی باغ بانی اور سبزی و پھل توڑنے کے لیے کھیتوں میں جاسکتی ہے۔ یہ بہت قابل تعریف عمل ہوگا جب وہ

پردہ میں رہے گی۔

(۳) عورت زاد ہونے کے باوجود اپنے کام میں خود کفیل بننا اچھا ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ کسی سے مانگنے یا کسی کا محتاج ہونے سے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے ہاتھ سے کچھ کرے کمائے اور کھائے۔

(۴) کچھ کرنے سے مال ہاتھ لگتا ہے' انسان صدقہ کرتا ہے اور بھلائی کے کام بھی بخوبی کرسکتا ہے۔ جبکہ کچھ نہ کرنے سے انسان فقیر ہوتا ہے' محتاج ہوتا ہے' صدقہ لینے کے چکر میں رہتا ہے بھلائی کا کام نہیں کرسکتا یعنی فقر ایمان کے لیے ایک خطرہ ثابت ہوسکتا ہے۔

(١٣٧٤)٧۔ وَعِنْدَهُ مِنْ حَدِيثِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: إِنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ، وَإِنَّهَا ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ۔ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ (لَمْ أَذْكُرْهَا)۔

(۱۳۷۴)۷۔ ام سلمہ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ سبیعہ اسلمیہ نے اپنے خاوند کی وفات کے چند دن بعد نفاس والی ہوگئی اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ شادی کر لے۔ حدیث میں قصہ ہے لیکن میں نے اس کو نہیں روایت کیا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۸۵۔

(١٣٧٥)٨۔ وَعِنْدَ ابْنِ مَاجَةَ مِنْ حَدِيثِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ سُبَيْعَةَ [الْأَسْلَمِيَّةَ] أَنْ تَنْكِحَ، إِذَا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا۔

(۱۳۷۵)۸۔ ابن ماجہ میں مسور بن مخرمہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سبیعہ اسلمیہ کو حکم دیا کہ وہ نکاح کرلے جب وہ اپنے نفاس سے پاک ہو۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۳۲۰۔ ابن ماجة: ۲۰۲۹۔

**فوائد:** (۱) ایسی عورت جس کو دو عدتوں کا سامنا کرنا پڑے یعنی وہ حاملہ بھی ہو اور خاوند کی وفات بھی ہوجائے۔ ایک عدت وضع حمل کی اور دوسری چار ماہ دس دن کی تو اس صورت میں ایک عدت کو عمل میں لانا ہوگا۔ عورت دو عدتیں نہیں گزار سکتی۔

(۲) عورت کا خاوند فوت ہوگیا جبکہ وہ حاملہ تھی خاوند کی وفات کے چند دن بعد اس نے بچہ جنم دیا تو اس صورت میں وہ آگے نکاح کرسکتی ہے کیونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ خاوند کے سوگ والی عدت نہیں گزارے گی۔ اس رائے کو جمہور نے اختیار کیا ہے۔

(۳) ایسی عورت جس نے خاوند کی وفات کے بعد بچہ جنم دیا خواہ ایک دن بعد یا ۲ ماہ بعد تو وہ آگے نکاح کرسکتی ہے۔ جبکہ نفاس سے فارغ ہوجائے گی۔ یعنی نکاح ایام نفاس میں ہوسکتا ہے اس شرط پر کہ طہارت تک خاوند اس کے قریب نہ جائے۔ یہ امام زہری رحمہ اللہ کی رائے ہے۔

(١٣٧٦)٩۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ عَمَّتِهِ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبِ

(۱۳۷۶)۹۔ مالک نے سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرۃ سے روایت کیا اس نے اپنی پھوپھی زینب بنت کعب بن

بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ۔ وَهِيَ أُخْتُ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ۔ أَخْبَرَتْهَا أَنَّهَا جَاءَ تْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهَا فِي بَنِي خُدْرَةَ، وَإِنَّ زَوْجَهَاخَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ أَبَقُوا، حَتَّى إِذَا كَانَ بِطَرْفِ الْقَدُومِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوهُ۔ قَالَتْ: فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي فَإِنِّي لَمْ يَتْرُكْنِي فِي مَسْكَنٍ يَمْلِكُهُ، وَلَا نَفَقَةً [قَالَتْ]: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: **((نَعَمْ))**۔ قَالَتْ: فَخَرَجْتُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ دَعَانِي أَوْ أَمَرَ بِي فَدُعِيتُ لَهُ، فَقَالَ: كَيْفَ قُلْتِ؟ فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِي ذَكَرْتُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِي، قَالَتْ: فَقَالَ: **((امْكُثِي [فِي بَيْتِكِ] حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ))** قَالَتْ فَاعْتَدَدْتُ (فِيهِ) أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذٰلِكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَاتَّبَعَهُ وَقَضَى بِهِ۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، ثُمَّ الْحَاكِمُ مِنْ وَجْهَيْنِ وَذَكَرَ أَنَّهُ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ مِنَ الْوَجْهَيْنِ جَمِيعًا، وَحُكِيَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى الذُّهْلِيِّ أَنَّهُ قَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ۔

عجرہ سے روایت کیا کہ فریعہ بنت مالک بن سنان جو ابوسعید خدری کی ہمشیرہ ہےٗ نے اسے بتایا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی آپ نے دریافت کیا کیا وہ اپنے خاندان بنو خدر کی طرف واپس چلی جائے؟ اس کا خاوند اپنے ان غلاموں کی تلاش میں نکلا جو بھاگ گئے تھے وہ مقام قدوم پر ان سے ملا' انہوں سے اسے قتل کر دیا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' کیا میں اپنے خاندان کی طرف واپس چلی جاؤں؟ کیوں کہ میرے لیے نہ اس نے کوئی گھر چھوڑا ہے اور نہ ہی نفقہ' کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں ٹھیک ہے'' میں وہاں سے روانہ ہوئی ابھی حجرے یا مسجد میں ہی تھی آپ نے مجھے بلایا یا مجھے حکم دیا تو آپ کے پاس لائی گئی آپ نے فرمایا: ''تو نے کیا کہا تھا؟'' میں نے ساری کہانی سنادی اور اپنے خاوند کی صورت حال سے آپ کو آگاہ کیا آپ نے فرمایا: ''اپنے گھر میں رہو یہاں تک کہ عدت پوری کرلو تو اس نے چار ماہ دس دن عدت گذاری' کہتی ہیں کہ عثمان بن عفان نے میری طرف پیغام بھیجا انہوں نے مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے اسی کے مطابق فتوی دیا۔ اس کو ابوداؤد نے پھر حاکم نے دو طریق سے اکٹھا روایت کیا ہے اور یہ حکایت کی گئی ہے کہ محمد بن یحییٰ ذہلی سے کہ ایک نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ الامام مالک فی الموطاء: ۸۷۔ الامام احمد: ۶/ ۳۷۰، ۴۲۰۔ ابوداؤد: ۲۳۰۰۔ ترمذی: ۱۲۰۴۔ ابن ماجۃ: ۲۰۳۱۔ ابن حبان: ۴۲۷۸۔ حاکم: ۲/ ۲۰۸۔

(۱۳۷۷) ۱۰۔ وَأَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي

(۱۳۷۷) ۱۰۔ ابن ماجہ نے ابوخالد احمر کی حدیث' سعد کے

خَالِدِ الْأَحْمَرِ عَنْ سَعْدٍ۔ وَفِيهِ: فَجَاءَ نَعْيُ زَوْجِي وَأَنَا فِي دَارٍ مِنْ دُوْرِ الْأَنْصَارِ شَاسِعَةً عَنْ دَارِ أَهْلِي۔ وَفِيهِ: ((اُمْكُثِي فِي بَيْتِكِ الَّذِي جَاءَ فِيهِ نَعْيُ زَوْجِكِ حَتَّى يَبْلُغَ (الْكِتَابُ) أَجَلَهُ))۔

طریق سے روایت کیا اس میں ہے کہ میرے خاوند کی وفات کی خبر مجھے ملی میں اپنے خاندان سے دور دراز ایک انصاری کے گھر میں تھی اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ اپنے اس گھر میں ٹھہرو جہاں تجھے اپنے خاوند کے فوت ہونے کی خبر ملی ہے یہاں تک عدت پوری ہو جائے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ ابن ماجة: ۲۰۳۱۔

**فوائد:** (۱) ایسی عورت جس کا خاوند فوت ہوگیا تو وہ اس گھر میں عدت پوری کرے گی جس میں اس کا خاوند اس کے ساتھ رہا اور جہاں اسے خاوند کی وفات کی اطلاع ملی۔ وہیں عدت کو مکمل کرے گی اس مذہب کو علماء کے محقق طبقہ نے اختیار کیا ہے۔

(۲) خاوند کے گھر میں عدت گزارنا یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اسے اس کا احساس ہے اس کے گھر والوں کا احساس ہے اور وہ حسن سلوک کا پہلو رکھتی ہے۔

(۳) خاوند کی وفات کے بعد عورت امام و امیر کے پاس لاعلمی کی بنا پر کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کے لیے چلی جائے تو گناہگار نہیں ہوگی۔ کسی خاص مسئلہ کے بارے دریافت کرنے کے لیے عورت حیا کے دائرے میں رہ کر کسی عالم کے پاس جاسکتی ہے۔

(۴) موت کی اطلاع دینا جائز ہے۔

(۱۳۷۸)۱۱۔ وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَلَا تَكْتَحِلُ، لَا تَمَسُّ طِيْبًا، إِلَّا إِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ أَوْ أَظْفَارٍ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۳۷۸)۱۱۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے مگر اپنے خاوند کا سوگ چار ماہ دس دن کرے اس دوران نہ رنگین کپڑا پہنے نہ سرمہ لگائے' نہ خوشبو لگائے مگر جب حیض سے پاک ہو تو تھوڑی قسط یا اظفار (خوشبوؤں کے نام ہیں) کا استعمال کرے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۳۴۲، ۵۳۴۳۔ مسلم: ۹۳۸۔

(۱۳۷۹)۱۲۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ ((الْمُتَوَفَّى عَنْهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ، وَلَا الْمُمَشَّقَةَ، وَلَا الْحُلِيَّ، وَلَا تَخْتَضِبُ، وَلَا تَكْتَحِلُ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

(۱۳۷۹)۱۲۔ نبی کریم ﷺ کی بیوی سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جس کا خاوند فوت ہو جائے وہ کپڑے پہنے نہ ہی سرمہ لگائے' نہ زیور پہنے نہ خضاب لگائے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۶/ ۳۰۲۔ ابوداؤد: ۲۳۰۴۔ نسائی: ۶/ ۲۰۳، ۲۰۴۔

**فوائد:** (۱) ہر آدمی یا عورت اپنے رشتہ دار میت یا کسی اور میت پر زیادہ سے زیادہ تین دن افسوس کرسکتی ہے' سوگ مناسکتی

ہے۔اس سے زیادہ کا جواز نہیں ہے۔

(۲) جس عورت کا خاوند فوت ہوا ہو وہ زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم چار ماہ دس دن سوگ منائے گی۔ یہ سوگ شوہر کے ساتھ مکمل وفاداری کا ایک اظہار اور اہل خانہ کے ساتھ شریک غم ہونے کا ثبوت ہوتا ہے۔

(۳) سوگ کی عدت والی عورت بلاضرورت گھر سے باہر نہ جائے گی۔کسی ضروری کام کے لیے باہر جانے کی صورت میں رات گھر آ کر گزارے گی۔

(۴) ضرورت کے وقت سرمہ لگایا جاسکتا ہے جس سے خوبصورتی مقصد نہ ہو۔عورت زینت' بناؤ سنگھار نہیں کرے گی وہ سوگ کرے گی خوبصورت لباس' مہندی' سرمہ' خوشبو' زیور' رنگ دار کپڑے اور خوبصورت دوپٹے استعمال نہیں کرے گی۔

(۵) دمِ حیض کے انقطاع کے وقت بو کو دفع کرنے کے لیے معمولی خوشبو استعمال کرنا یا ایسے رنگدار کپڑے استعمال کرنا جو بنتے وقت ہی رنگے گئے نہ کہ تیار ہو جانے کے بعد مرضی سے رنگ کروائے ہوں۔ الغرض مقصد سوگ منانا ہے۔ جو کہ ہر طرح کی رنگ رنگیلی کے منافی ہے۔

## بَابُ الرَّضَاعِ

## دودھ پلانے کا بیان

(۱۳۸۰)۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ، وَ(لَا) الْمَصَّتَانِ))۔

(۱۳۸۰)۱۔ عائشہ ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دفعہ چوسنے یا دو دفعہ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۵۰۔

(۱۳۸۱)۲۔ وَعَنْ أُمِّ الْفَضْلِ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ قَالَ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ، هَلْ تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ الْوَاحِدَةُ؟ قَالَ: ((لَا)) اَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ

(۱۳۸۱)۲۔ام فضل سے روایت ہے کہ بنو عامر بن صعصعہ کے ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ کیا ایک یا دو گھونٹ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' دونوں مسلم نے روایت کی ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۵۱۔

(۱۳۸۲)۳۔ وَ(عَنِ) ابْنِ حِبَّانَ مِنْ حَدِيْثِ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَ :((لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ إِلَّا مَافَتَقَ الْأَمْعَاءَ))۔

(۱۳۸۲)۳۔ابن حبان میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: ''اس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو خوب پیٹ بھر کے پیا جائے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ترمذی: ۱۱۵۲۔ ابن حبان: ۱۲۵۰۔

**فوائد:** (۱) ایک خاص وقت میں بچے کا عورت کی چھاتی سے دودھ چوسنا اور پینا' رضاعت کہلاتا ہے۔دودھ پینے اور پلانے والی دونوں کی ایک دوسرے کی طرف سے حرمت ثابت ہوتی ہے یعنی وہ بچہ اس کا بیٹا اور وہ عورت اس کی محرمہ بن جاتی ہے اب

ان کا آپس میں نکاح جائز نہیں رہتا۔

(۲) ایک یا دو دفعہ پستان چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ سے مراد صرف پستان منہ میں ڈال لینے اور ایک گھونٹ پینے کا نام نہیں بلکہ ایک دفعہ سے مراد یہ ہے کہ بچہ منہ میں پستان ڈالے اور اپنی مرضی سے چھوڑے خواہ اس دوران ایک گھونٹ پیئے یا زیادہ۔ اگر پھر دوبارہ وہ پستان منہ میں ڈال کر دودھ پیتا ہے تو یہ دوسری دفعہ پینا ہوگا۔

(۳) رضاعت کے مسئلہ میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے پھر اختلاف کی نوعیت بھی مختلف ہے۔ پینے کی تعداد میں اختلاف' دو سال کی مدت رضاعت میں اختلاف' بڑے آدمی کی رضاعت میں اختلاف' بھوک کے رفع ہوجانے اور عدم رفع ہوجانے میں اختلاف' نشوونما کے مشروط ہونے میں اختلاف جزوِ جسم بننے میں اور فربہ کرنے کی شرط میں اختلاف' ایسے ہی کچھ رضاعی رشتوں کا اختلاف وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

(۴) دو سال کے اندر دودھ پینے سے اور پانچ بار پینے سے جبکہ دودھ بچے کے پیٹ میں گیا ہو رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

(۵) اس بارہ میں جمہور کہتے ہیں کہ قلیل ہو یا کثیر رضاعت ثابت ہوجائے گی۔ جبکہ قرآن کی آیت ان کے مسلک کی تائید نہیں کرتی۔ امام شافعیؒ کا مسلک موافق آیتِ رضاعت ہے۔

(١٣٨٣)٤۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ فِيمَ أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ: عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ، ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهِيَ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ۔

(۱۳۸۳)۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں قرآن میں جو نازل ہوا وہ یہ ہے کہ دس رضعات حرام کر دیتے ہیں پھر ان کو پانچ کے ساتھ منسوخ قرار دے دیا گیا' رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور یہ اسی طرح قرآن میں پڑھا جاتا ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۵۲۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں پہلے حکم دس بار دودھ پینے سے حرمت ثابت ہونے کا تھا۔ نبی کریم علیہ السلام کی وفات کے بالکل قریب دس والی آیت پانچ بار والے حکم سے منسوخ ہوگئی۔ لیکن نسخ کا علم نہ ہونے کی بنا پر بعض صحابہ پھر بھی اس کو قرآن جان کر پڑھتے رہے بعد میں اطلاع ملنے پر انہوں نے رجوع کیا اور پھر پانچ سے کم پر حرمت ثابت نہ ہونے پر اتفاق کرلیا۔ اب پانچ بار دودھ پینے سے ہی حرمت ثابت ہوگی۔

(۲) دودھ پینے کے مسئلہ میں تعداد کا لحاظ رکھنا شرط ہے۔

(۳) دس بار کا پانچ کے حکم سے منسوخ ہونا یہ نسخ کی وہ نوع ہے جس کی تلاوت تو منسوخ ہوگئی لیکن اس کا حکم باقی رہا۔

(١٣٨٤)٥۔ وَعَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ سَهْلَةَ بِنْتَ سُهَيْلِ بْنِ عُمَرَ

(۱۳۸۴)۵۔ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے' اسے قاسم بن محمد بن ابی بکر نے بتایا اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ سہلہ بنت سہیل بن عمر نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اس

جَاءَتْ (إِلَى) النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، إِنَّ سَالِمًا [لِسَالِمٍ] مَوْلٰى أَبِيْ حُذَيْفَةَ، مَعَنَا فِيْ بَيْتِنَا وَقَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ وَعَلِمَ مَا يَعْلَمُ الرِّجَالُ، قَالَ: ((أَرْضِعِيْهِ تَحْرُمِيْ عَلَيْهِ)). أَخْرَجَهَا (كُلَّهَا) مُسْلِمٌ۔

نے کہا یا رسول اللہ ابوحذیفہ کا غلام سالم ہمارے ساتھ گھر میں رہتا ہے' اب وہ سن بلاغت کو پہنچ چکا ہے جیسے مرد پہنچتے ہیں اور اس نے وہ جان لیا ہے جو مرد جانتے ہیں آپ نے فرمایا: ''اسے دودھ پلا دو' تو اس پر حرام ہو جائے گی۔'' یہ تمام تر مسلم نے روایت کی ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۴۵۳۔

**فوائد:** (۱) بالغ کو دودھ پلانے کے بارے اختلاف ہے۔ زیادہ قوی بات یہ ہے کہ صرف مدتِ رضاعت میں دودھ پینے سے ہی ثابت ہوگی۔ یہی بات آج بھی ایسے ہے۔

(۲) جمہور نے بالغ کے دودھ پینے والی احادیث کو خاص جانا ہے۔

(۳) اس لیے دودھ پلا دینا کہ پردہ کرنے کی نوبت پیش نہ آئے درست ہے البتہ حرمت ثابت نہ ہوگی۔ حرمت صرف دو برس کی مدتِ رضاعت میں ہی ثابت ہوتی ہے۔

(۴) کوئی خاوند اپنی بیوی کا دودھ پی لے تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ ایسے ہی کسی بڑی لڑکی نے بیوی کا دودھ پی لیا تو وہ خاوند پر حرام نہ ہوگی۔ اسی طرح ایک بیوی نے اپنی سوکن کو دودھ پلا دیا تو وہ بیوی خاوند پر حرام نہ ہوگی۔

(١٣٨٥)٦۔ وَعَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَعِنْدِيْ رَجُلٌ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، وَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهِ، (قَالَتْ): فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُ أَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ۔ (قَالَتْ) فَقَالَ: ((أُنْظُرْنَ[مَنْ] إِخْوَتُكُنَّ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ))۔

(۱۳۸۵)٦۔ مسروق سے روایت ہے کہتے ہیں' عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے میرے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا آپ پر یہ گراں گذرا' میں نے آپ کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھے' فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول ﷺ یہ میرا رضاعی بھائی ہے آپ نے فرمایا: ''خوب اچھی طرح دیکھ لیا کرو اپنے رضاعی بھائیوں کو رضاعت تو بھوک کی بنیاد پر ثابت ہوتی ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۱۰۲۔ مسلم: ۱۴۴۵۔

(١٣٨٦)٧۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: جَاءَ عَمِّيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيَّ، فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ [عَلَيَّ] حَتّٰى أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ [قَالَتْ] فَجَاءَ رَسُوْلُ

(۱۳۸٦)۷۔ مالک نے ہشام بن عروہ سے' اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا فرماتی ہیں میرا رضاعی چچا آیا اس نے مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی میں نے انکار کر دیا کہ میں اسے اپنے پاس آنے کی

اللّٰهِ ﷺ ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: ((إِنَّهُ عَمُّكِ فَأْذَنِيْ لَهُ۔ قَالَتْ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ، (قَالَتْ): فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((إِنَّهُ عَمُّكِ) فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمَا]۔

اجازت دوں تاوقتیکہ میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر لوں' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے میں نے آپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا' آپ نے فرمایا: ''وہ تیرا چچا ہے اسے اندر آنے دو'' میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے دودھ عورت نے پلایا ہے مرد نے تو نہیں پلایا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے اندر آنے کی اجازت دو یہ تیرا چچا ہے۔'' یہ دونوں متفق علیہ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۲۳۹،۵۱۰۳۔ مسلم: ۱۴۴۵۔

**فوائد:** (۱) رضاعت کے معاملہ میں چھان بین اور ریسرچ کرنا ضروری ہے۔

(۲) رضاعت بچپن میں اور بھوک کو ختم کر دینے کی صورت میں قابلِ حرمت ہوتی ہے۔

(۳) جو عورت کسی مرد یا عورت کو دودھ پلاتی ہے وہ رضاعی ماں اور اس کا خاوند باپ ہوتا ہے۔ لہٰذا باپ ماں کی طرف سے جو رشتے حرام ہوتے ہیں وہ دودھ پلانے سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

(۴) جس بچے نے کسی عورت کا دودھ پیا ہو اس بچے کے بھائی اور بہنوں کے لیے حرمت ثابت نہ ہوگی کیونکہ دودھ پلانے والی سے تعلق رضاع صرف اس کا ہے جس نے دودھ پیا نہ کہ اس بچے کے بھائی بہنوں کا۔

(۱۳۸۷)۸۔ وَفِيْ حَدِيْثٍ لِأَبِيْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ أَتَانِيْ۔ [يَعْنِيْ] رَجُلَانِ فَأَخَذَا بِضَبْعِيْ))۔ اَلْحَدِيْثَ۔ وَفِيْهِ: ((ثُمَّ انْطَلَقَ فَإِذَا بِنِسَاءٍ تَنْهَشُ ثَدْيَهُنَّ الْحَيَّاتُ، فَقُلْتُ: مَا بَالُ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ: هٰؤُلَاءِ اللَّاتِيْ يَمْنَعْنَ أَوْلَادَهُنَّ أَلْبَانَهُنَّ...... اَلْحَدِيْثَ)) أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

(۱۳۸۷)۸۔ ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''میں سویا ہوا تھا میرے پاس دو آدمی آئے انہوں نے میرا بازو پکڑا' اس حدیث میں یہ بھی ہے پھر آپ چلے تو دیکھا کہ عورتوں کے پستانوں کو سانپ نوچ رہے ہیں' میں نے پوچھا ان کی یہ حالت کیا ہے؟ اس نے کہا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ اس کو حاکم نے روایت کیا اور مسلم کی شرط پر اسے صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابن حبان: ۷۵۵۸۔ حاکم: ۲/ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماؤں پر بچوں کا ایک یہ بھی حق ہے کہ ان کو دودھ پلائیں تاکہ وہ صحیح طریقے سے نشوونما پاسکیں۔

(۲) حقوق العباد میں کمی کرنا گویا کہ عذابِ آخرت کو دعوت دینا ہے۔

(۳) کوشش کی جائے کہ بچے کو ماں کا دودھ ہی مہیا کیا جائے۔ بلا وجہ ڈبوں کے دودھ پلاتے رہنا اور بچوں کو مصنوعی دودھ کا عادی بنالینا درست نہیں ہے۔ ماں کا دودھ اتنی طاقت کا متحمل ہے کہ دیگر دودھ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

## بَابُ النَّفَقَاتِ

## اخراجات کا بیان

(۱۳۸۸)۱۔ وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي خُطْبَةِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ))۔

(۱۳۸۸)۱۔ نبی کریم ﷺ کے خطبے میں پہلے گذر چکا ہے ''تم پر ان کی خوراک اور لباس ہے معروف طریقے سے ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۲۱۸۔

**فوائد:** (۱) خاوند پر عورت کا یہ حق ہے کہ وہ اسے کھلائے اور اس کے لیے لباس فراہم کرے۔

(۲) عورت کے ساتھ سلوک و بھلائی سے پیش آنا یہ بھی خاوند پر ایک حق ہے۔

(۳) اس حدیث میں ہے کہ تم پر ان (عورتوں) کے کپڑے اور کھانا ہے نہ کہ عورتوں کو خطاب ہے کہ تم پر ان (مردوں) کے کپڑے اور کھانا ہے۔ سمجھ لینا چاہیے جو آج کل عورتیں خوددار بن کر بزنس پرسن بن کر اپنے خاوندوں کو پیچھے پیچھے لگائے پھرتی ہیں۔ الٹا ان سے جو کچھ ہوتا ہے چھین لیتی ہیں اور ان کو اپنا محتاج بنالیتی ہیں وہ غلط کرتی ہیں۔ عورت صرف گھر میں ہی اچھی لگتی ہے شرافت تب ہی پیدا ہوگی ورنہ کھاتہ آپے سے باہر ہو جائے گا۔

(۱۳۸۹)۲۔ وَعَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمُحَارِبِيِّ قَالَ: دَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (قَائِمٌ عَلَى الْمِنبَرِ) يَخْطُبُ النَّاسَ وَهُوَ يَقُوْلُ: (( (يَا أَيُّهَا النَّاسُ) يَدُ الْمُعْطِي الْعُلْيَا وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ أُمَّكَ، وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ، وَأَخَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ))۔ [أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ]۔

(۱۳۸۹)۲۔ طارق بن عبداللہ المحاربی سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ ہم مدینے میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے لوگوں سے خطاب کر رہے تھے اور فرما رہے تھے ''لوگو! دینے والا ہاتھ بلند ہوتا ہے اپنے اہل و عیال سے ابتداء کرو' اپنی والدہ' اپنے باپ' اپنی بہن' اپنے بھائی' پھر درجہ بدرجہ رشتوں پر خرچ کرو۔'' نسائی

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن۔ نسائی: ۲۱۱۵۔ ابن حبان: ۸۱۰۔ دار قطنی: ۳/ ۴۴۔ ۴۵۔ حاکم: ۲/ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔

**فوائد:** (۱) مانگنے کی نسبت کچھ دینا اچھا کام ہے۔

(۲) دینے والا یعنی صدقہ کرنے والا ہاتھ بلند ہوتا ہے اور قابل شرف ہوتا ہے۔

(۳) سخاوت کی ابتداء گھر سے کی جائے۔

(۴) بہترین صدقہ وہ ہے جس کو رشتہ دار حاجت مندوں کے مابین صرف کیا جائے۔

(۵) ماؤں' بہنوں' بھائیوں' بیوی اور باپ پر اپنا مال صرف کرنا اور پھر درجہ بدرجہ باقیوں کو دینا یہ صدقہ کرنے کا شرعی طریقہ ہے۔

یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ قریبی حاجت مندوں کو ترک کر کے دوسروں کو اپنا مال کھلاتے پھرنا کوئی قابلِ تحسین عمل نہیں ہے۔ اپنوں پر خرچ کرنا صدقہ بھی ہوتا ہے۔ اور صلہ رحمی بھی ہوتی ہے۔

(١٣٩٠)٣۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: (( **لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ، وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيْقُ** ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(١٣٩٠)٣۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غلام کا کھانا اور لباس مالک کے ذمے ہوگا اور اس سے اس کی طاقت سے بڑھ کر کام نہیں لیا جائے گا۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ١٦٦٢۔

**فوائد:** (١) غلام کا کھانا' لباس اور رہن سہن مالک پر لازم ہے۔

(٢) غلام سے اس کی طاقت سے بڑھ کر کام لینا ظلم ہے۔

(٣) غلاموں سے حسنِ سلوک سے پیش آنا ایمان کا حصہ ہے۔

(١٣٩١)٤۔ وَفِي حَدِيْثٍ آخَرَ [عَنْهُ]: (( **وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، تَقُوْلُ الْمَرْأَةُ: إِمَّا أَنْ تُطْعِمَنِيْ وَإِمَّا أَنْ تُطَلِّقَنِيْ** ))۔

(١٣٩١)٤۔ ایک دوسری روایت میں ہے ''اپنے اہل وعیال سے ابتدا کرو' عورت کہتی ہے کہ یا مجھے کھانا کھلاؤ یا مجھے طلاق دو۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ٥٣٥٥۔

**فوائد:** (١) بیوی کا صرف بھوک کی وجہ سے طلاق طلب کرنا خاوند کے لیے قابلِ شرم بات ہے۔ یعنی صرف بھوک کی بنا پر بیوی کا طلاق مانگ لینا اس بات کی علامت ہے کہ خاوند اس کے ساتھ حیوانوں جیسا سلوک کرتا ہے۔

(٢) کسی تنگی کے پائے جانے پر عورت کو چاہیے کہ وہ صبر کرے اگر صبر کا پیمانہ لبریز ہو جائے تو وہ طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ جبکہ خاوند جان بوجھ کر تنگی میں ڈالتا ہو۔

(٣) خرچ کی ابتداء گھر سے کرنا ضروری ہے۔

## بَابُ الْحِضَانَةِ

## پرورش کا بیان

(١٣٩٢)١۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا كَانَ بَطْنِيْ لَهُ وِعَاءً، وَثَدْيِيْ لَهُ سِقَاءً، وَحِجْرِيْ لَهُ حِوَاءً، وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِيْ وَأَرَادَ أَنْ يَنْزِعَهُ مِنِّيْ۔ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: (( **أَنْتِ**

(١٣٩٢)١۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرا یہ بیٹا' میرا پیٹ اس کا برتن بنا' میری چھاتی اس کا مشکیزہ بنی میری گود اس کے لیے بچھونا بنی رہی اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور وہ

أَحَقُّ [بِهِ] مَالَمْ تَنْكِحِي))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

چاہتا ہے کہ اسے مجھ سے چھین لے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک تو شادی نہیں کر لیتی اس پر زیادہ تیرا حق ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ الامام: ۲/ ۱۸۲۔ ابوداؤد: ۲۲۷۶۔ حاکم: ۲/ ۲۰۷، ۹۴۔ بیہقی: ۸/ ۳۔۵۰۳۔ دارقطنی: ۳/ ۲۰۵۔

(۱۳۹۳)۲۔ وَرَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي ((مُسْنَدِهِ)) مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَآءَتْ اِمْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَدْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا، فَأَرَادَ أَنْ يَأْخُذَ اِبْنَهَا، قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِسْتَهِمَا فِيهِ))، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِلْغُلَامِ: ((تَخَيَّرْ أَيَّهُمَا شِئْتَ)) فَاخْتَارَ أُمَّهُ، فَذَهَبَتْ بِهِ۔ حَكَاهُ (أَبُو الْحَسَنِ) بْنُ الْقَطَّانِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ۔

(۱۳۹۳)۲۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں یحییٰ بن کثیر سے اور اس نے ابی میمونہ سے؛ اس نے ابوہریرہ ﷛ سے روایت کیا؛ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اس کے خاوند نے اسے طلاق دے دی تھی خاوند نے چاہا کہ وہ اس کے بیٹے کو اپنی تحویل میں لے لے؛ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیٹے سے کہا ان دونوں میں جس کو تو چاہے منتخب کرلے اس نے اپنی والدہ کو منتخب کرلیا وہ اسے لے گئی۔'' اس کو حسن بن قطان نے ابوبکر سے حکایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ بیہقی: ۸/ ۳۔ ابن ابی شیبہ فی المصنف: ۱۹۲۱۔

(۱۳۹٤)۳۔ وَأَخْرَجَ أَبُوْ دَاوُدَ فِي قِصَّةٍ طَوِيلَةٍ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مَيْمُونَةَ؟ وَفِيهِ: ((اِسْتَهِمَا عَلَيْهِ)) فَقَالَ زَوْجُهَا مَنْ يُحَاقُّنِي فِي وَلَدِي؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هٰذَا أَبُوكَ وَهٰذِهِ أُمُّكَ، فَخُذْ بِيَدِ أَيِّهِمَا شِئْتَ)) فَأَخَذَ بِيَدِ أُمِّهِ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ۔ [وَهُوَ عِنْدَ النَّسَائِيِّ، وَالتِّرْمِذِيِّ]۔

(۱۳۹۴)۳۔ ابوداؤد میں ابومیمونہ سلمی کے حوالے سے طویل کہانی مذکور ہے اور اس میں یہ ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے ان میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے۔'' پس اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا؛ پس وہ اس کو لے کر چلی گئی۔ نسائی؛ ترمذی۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۲۴۶۔ ابوداؤد: ۲۲۷۔ ترمذی: ۱۳۵۷۔ نسائی: ۱۷۵۱۶۔ ۱۸۶۔ ابن ماجۃ: ۲۳۵۱۔ ابن حبان: ۱۲۰۰۔ دارمی: ۲۲۸۹۔ حاکم: ۴/ ۹۷۔ بیہقی: ۸/ ۳۔

**فوائد:** (۱) کسی کا غیر بالغ بچے کو پاس رکھ کر تربیت کرنا حضانت کہلاتا ہے۔ بچے کی سنِ بلوغت تک ہر طرح کی نگہبانی کرنا لازم ہے۔

(۲) نابالغ بچے کی والدہ باپ کی نسبت زیادہ حق دار ہوتی ہے۔

(۳) بچے کی پرورش اس کے والدین پر لازم ہے۔ ان کی عدم موجودگی میں ان کے رشتہ دار ذمہ دار ہوں گے۔ کوئی بھی پرورش کرنے والا نہ ہو تو ایسے بچے کی ذمہ داری حکومت پر اور مسلمانوں پر پڑ جاتی ہے۔

(۴) میاں، بیوی کے مابین جدائی کے عالم میں بچے کو پاس رکھنے کا اختلاف پڑ جائے تو بچے کے سمجھدار ہونے کی صورت میں اس بچے کو اختیار دیا جائے گا جس کی طرف جانا چاہے جا سکتا ہے۔ اگر بچہ چھوٹا ہے تو والدہ کو پاس رکھنے کا زیادہ حق ہے۔ حتیٰ کہ والدہ آگے نکاح کر لے۔ اگر والد زیادہ تربیت کرنا جانتا ہے تو اس کو ترجیح دی جائے۔

(۵) یہ مسئلہ صرف حضانت کا ہے یعنی بچے کی پرورش کے بارے بحث ہے نہ کہ ولایت کے بارے۔ اصل تو بچہ باپ کا ہی ہوتا ہے وہ وارث ہوگا بچہ اگر ماں کے پاس رہے تو اس کا خرچہ باپ پر پڑے گا۔ حضانت کا مطالبہ کرنے والے کے لیے عاقل، مسلمان اور بالغ ہونا ضروری ہے۔

(۶) حضانت کا پیریڈ سنِ بلوغت تک ہوتا ہے۔ والدین کی عدم موجودگی میں نانی یا خالہ، دادی اور پھوپھی سے مقدم ہیں۔ یعنی وہ ذمہ داری لیں گی۔ آج کل کے طرز پر میاں، بیوی کا بیٹی یا بیٹے کو ربڑ بنا کر ادھر، ادھر کھینچنا صحیح نہیں ہے۔ ماں یا باپ کو وسعتِ قلبی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور بیٹے بیٹی پر قیدیں عائد کرنا اچھا نہیں ہے۔ ہاں کسی عقیدہ کے فساد کا خطرہ ہو تو پھر کسی ایک جانب سے روکا جا سکتا ہے۔ یہ اس وقت ہے جب بچہ دن یا رات گزارے البتہ صرف ملنے جانے اور واپس آ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس سے صلہ رحمی کو فروغ ملتا ہے۔

# کتاب الجراح

## باب الجراح

(١٣٩٥)١۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ [بْنِ مَسْعُوْدٍ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَإِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: اَلثَّيِّبُ الزَّانِيْ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ))۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
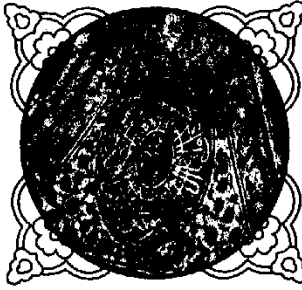
(۱۳۹۵)۱۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان شخص کا خون حلال نہیں جو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، مگر تین طرح کے علاوہ قتل کے بدلے قتل، اپنے دین کو ترک کر دینے والا اور جماعت کو چھوڑ دینے والا ہو۔'' لفظ مسلم کے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۸۷۸۔ مسلم: ۱۶۷۶۔

(١٣٩٦)٢۔ وَفِيْ لَفْظٍ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ: ((وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّيْنِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ))۔

(۱۳۹۶)۲۔ بخاری میں یہ الفاظ ہیں ''دین سے کنارہ کشی اختیار کرنے والا اور جماعت کو چھوڑنے والا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۸۷۸۔

(١٣٩٧)٣۔ وَفِيْ لَفْظٍ عِنْدَ مُسْلِمٍ: ((اَلتَّارِكُ

(۱۳۹۷)۳۔ مسلم شریف کے الفاظ ہیں ''اسلام کو چھوڑنے

الْإِسْلَامِ))۔

والا۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۷۶۔

(۱۳۹۸)٤۔ وَفِي حَدِيثٍ عِنْدَ النَّسَائِيِّ: ((زَانٍ مُحْصِنٌ))۔ وَفِيهِ: (لَا يَحِلُّ قَتْلُ مُسْلِمٍ إِلَّا فِي إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ: رَجُلٌ يَقْتُلُ مُسْلِمًا مُتَعَمِّدًا، وَرَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ فَيُحَارِبُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُولَهُ، فَيُقْتَلُ، أَوْ يُصَلَّبُ، أَوْ يُنْفٰى مِنَ الْأَرْضِ۔

(۱۳۹۸)۴۔نسائی میں یہ الفاظ ہیں' شادی شدہ زانی' اس میں یہ بھی الفاظ ہیں کسی مسلمان کا قتل جائز نہیں مگر تین صورتوں میں سے ایک صورت میں کوئی شخص مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیتا ہے' کوئی شخص اسلام سے نکل جاتا ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا' یا اسے سولی چڑھا دیا جائے گا یا اسے جلا وطن کر دیا جائے گا۔"

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۴۳۵۳۔ نسائی: ۸/ ۲۳۔

**فوائد:** (۱) اسلام میں صرف مجموعی طور پر تین طرح کے قتل کی اجازت ہے۔ ان کے لیے شواہد و گواہ ہونے ضروری ہیں۔
(۱) رجم (۲) قصاص (۳) مرتد کا قتل۔
(۲) ان تینوں قتلوں میں سب سے زیادہ خطرناک اور قابلِ عبرت قتل رجم ہے۔
(۳) شادی شدہ عورت یا مرد یا دونوں کے زنا کرنے پر عائد ہونے والی سزا رجم ہے۔ یہ گڑھا کھود کر' مجرم کو اس میں گاڑھ کر مختلف اشیاء کی ضربوں سے جان نکلنے تک کچل دینے کا نام ہے۔
(۴) اسلام ہر اس آدمی کو تحفظ دیتا ہے جو اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ جو اس کو اسلام میں داخل ہونے کے بعد جان کر قتل کرے گا وہ خود قتل کیا جائے گا۔ اگر کوئی اسلام میں داخل ہونے کے بعد پھر جائے تو اس کو وہی اسلام قتل کرنے کا حکم دیتا ہے جس نے پہلے اسے تحفظ دیا تھا بس یہی توہینِ اسلام کی سزا ہے۔
(۵) مرتد غیر محارب کی سزا صرف قتل ہے جبکہ مرتد محارب کی سزا کچھ اس طرح ہے کہ اس کو قتل کیا جائے یا پھانسی دی جائے مخالف اعضاء کو کاٹ کر رکھ دیا جائے یا پھر اس کو ارضِ اسلام سے جلا وطن کیا جائے۔

(۱۳۹۹)٥۔ وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِنَ الْوَحْيِ إِلَّا مَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ ؟ قَالَ: لَا ، وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ (مَا أَعْلَمُهُ)، إِلَّا فَهْمٌ يُعْطِيهِ اللّٰهُ رَجُلًا فِي الْقُرْآنِ، وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ۔ (قُلْتُ: وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: ((الْعَقْلُ

(۱۳۹۹)۵۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا' کیا تمہارے پاس وحی میں سے کوئی چیز ہے اس کے علاوہ جو اللہ کی کتاب میں ہے' فرمایا نہیں' قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اگر وہ فہم' فراست جو اللہ تعالیٰ قرآن کے حوالے سے عطا کرتا ہے اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے' میں نے کہا اس صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا

وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ، وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ))۔ لَفظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيّ۔

دیت' قیدی کی رہائی' اور یہ کہ کسی کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔'' لفظ بخاری کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۱۱' ۳۰۴۷' ۶۹۱۵۔

(۱۴۰۰)٦۔ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ: سَأَلْنَا عَلِيًّا فَقُلْنَا: هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ شَيْءٌ سِوَى الْقُرْآنِ؟...... اَلْحَدِيثَ۔

(۱۴۰۰)٦۔ نسائی میں ہے کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' ہم نے کہا' کیا آپ کے پاس قرآن حکیم کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی اور چیز ہے؟ الحدیث

**تحقیق وتخریج:** نسائی: ۸/ ۲۳۔ ابن ماجة: ۲٦۵۸۔

(۱٤۰۱)٧۔ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ: اِنْطَلَقْتُ أَنَا وَالْأَشْتَرُ [النَّخعِيُّ] إِلَى عَلِيٍّ، فَقُلْنَا: هَلْ عَهِدَ إِلَيْكَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً؟ قَالَ: لَا، إِلَّا مَا (كَانَ) فِي كِتَابِ هٰذَا، وَأَخْرَجَ كِتَابًا مِنْ قِرَابِ سَيْفِهِ فَإِذَا فِيهِ: ((اَلْمُؤْمِنُونَ تَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ، وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ، أَلَا لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ بِعَهْدِهِ، وَمَنْ أَحْدَثَ فَعَلٰى نَفْسِهِ، أَوْ آوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))۔ لَفظُ رِوَايَةِ النَّسَائِيّ۔

(۱۴۰۱)۷۔ قیس بن عباد سے مروی ہے' اس نے کہا کہ میں اور اشتر نخعی حضرت علیؓ کے پاس گئے ہم نے کہا کیا آپ کو اللہ کے نبی نے کوئی ایسی بات بتائی جو عام لوگوں میں سے کسی کو نہ بتائی ہو انہوں نے کہا نہیں البتہ اس خط میں جو ہے انہوں نے اپنی تلوار کی نیام سے ایک خط نکالا اس میں یہ لکھا ہوا تھا مومنوں کے خون برابر ہیں وہ اپنے علاوہ کے خلاف طاقت ہیں اور ان میں سے ادنیٰ بھی ان کی سپرداری کے لیے کوشش کرتا ہے خبردار! کوئی مومن کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی اپنے ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا جس نے ایسے کیا تو اس کی ذمہ داری اس کی جان پر ہوگی یا کسی نے اپنے پاس کسی بدعتی کو جگہ دی تو اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ نسائی کی روایت کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۱/ ۱۲۲۔ ابوداؤد: ۴۵۳۰۔ نسائی: ۸/ ۱۹۔ بخاری: ۱۸۷۰' ۳۱۷۲' ۳۱۷۹' ۶۷۵۵' ۷۳۰۰۔

(۱٤۰۲)٨۔ وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَعِنْدَهُ: ((وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ))۔

(۱۴۰۲)۸۔ ابوداود میں یہ الفاظ ہیں ''اور نہ ہی معاہدے والا اپنے معاہدے والے کے بدلے قتل کیا جائے گا۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد: ۴۵۳۰۔

**فوائد:** (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ تحریری اوراق تھے۔ اس صحیفہ میں دیت کے احکام اور غلام آزاد کرنے کی ترغیب اور حکم

تھا۔اسی طرح یہ حکم تھا کہ کافر ذمی یا غیر ذمی قتل ہو جائے تو اس کے بدلے میں مسلمان قتل نہ ہوگا۔یہی بات زیادہ صحیح ہے۔
(۲) خون کے اعتبار سے تمام مسلمان یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔کسی امیر' غریب کا فرق نہیں ہے۔
(۳) امان دینا اسلام میں درست ہے۔
(۴) امان میں آیا غیر مسلم قتل کرنا تمام مسلمانوں پر حرام ہے۔خواہ ایک نے پناہ دی ہو۔یعنی ایک مسلمان کا کسی کافر کو پناہ دینا گویا کہ سبھی کا پناہ دینا ہے۔ذمی جب تک عہد پر ڈٹا رہے اس وقت تک اس کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔
(۵) مسلمان ایک دوسرے کے معاون ہیں وہ اپنے غیروں کے مقابلہ میں مجتمع اور اکٹھے ہیں۔کسی مسلمان کو کسی کافر کے سپرد کرنا غداری ہے اور مسلمان کی رسوائی ہے۔دشمن کی حراست میں آجانے والے مسلمان کو چھڑانا تمام مسلمانوں کا فرض ہے۔اسی طرح کسی بدعتی کو پناہ دینے والا اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔بدعت کرنے والا اپنے نفس کا ذمہ دار ہے۔یہ تمام تر وہ باتیں ہیں جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر کر کے اپنی میان میں محفوظ کیا ہوا تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فہیم' مدبر فقیہ اور بلند درجہ کے عالم تھے۔ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ وصیت نام کی کوئی چیز نہ تھی جو کہ ان کے پاس ایسے محفوظ ہو جیسے مذکورہ بالا احکام محفوظ تھے۔اور نہ ہی کوئی وحی کے ذریعے مخصوص پیمان ہیں جو کہ صرف اہل بیت کے لیے ہوں۔

(۱۴۰۳)۹۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ قِصَّةٍ: لَوْ لَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا يُقَادُ الْأَبُ مِنْ اِبْنِهِ ))لَقَتَلْتُكَ، هَلُمَّ [هَاتِ] دِيَتَهُ، فَأَتَاهُ بِهَا فَدَفَعَهَا إِلَى وَرَثَتِهِ وَتَرَكَ أَبَاهُ۔ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ إِسْنَادِهِ: وَهٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ۔

(۱۴۰۳)۹۔عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک قصے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا نہ ہوتا کہ باپ کو بیٹے کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا تو میں تجھے قتل کر دیتا' اس کی دیت دو تو اس نے دیت ادا کی جو آپ نے اس کے وارثوں کو دے دی اور اس کے باپ کو چھوڑ دیا۔بیہقی نے اس کی سند کے بارے میں کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔الامام احمد: ۱/ ۱۶۔ ترمذی: ۱۴۰۰۔ ابن ماجۃ: ۲۶۶۲۔ بیہقی: ۸/ ۳۸۔

**فوائد:** (۱) قاتل بیٹا ہو یا باپ وہ ایک دوسرے کی دیت کے وارث نہیں بن سکتے۔
(۲) بیٹے کے بدلے باپ کو قتل کرنا منع ہے۔کیونکہ باپ اصل ہے بیٹا فرع ہے باپ جان کر اپنے بیٹے کو کبھی قتل نہیں کرتا اگر قتل ہو بھی جائے تو خطا پر محمول ہوگا اس کی دیت ہوگی۔
(۳) قصاص کے بعد دیت کا مقام ہے۔یعنی قتل کرنے کی صورت میں قصاص ہوگا اگر قصاص سے معافی مل گئی تو دیت دینا پڑے گی۔
(۴) دیت ورثاء کے سپرد کی جائے گی دیت کے وارث بھی وہ ہیں جو مقتول کے ترکہ کے وارث ہوتے ہیں۔اگر قاتل ورثاء

میں سے ہوتو وہ دیت وترکہ کا وارث نہ بنے گا۔

(١٤٠٤)١٠۔ وَثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِيْ قِصَّةِ السِّنِّ: (([أَلَيْسَ) فِيْ] كِتَابِ اللّٰهِ الْقِصَاصُ))۔

(۱۴۰۴)۱۰۔ نبی کریم ﷺ نے دانت کے قصہ میں ارشاد فرمایا: ''کیا اللہ کی کتاب میں قصاص نہیں۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۷۰۳، ۴۴۹۹۔ مسلم: ۱۶۷۵۔

**فوائد:** (۱) قصاص نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ یہ ادلے کا بدلہ ہوتا ہے۔

(۲) قصاص فرض ہے۔

(۳) قصاص کسی صورت معاف نہیں ہوسکتا الا یہ کہ ورثاء اس کو معاف کردیں۔

(١٤٠٥)١١۔ وَرَوَى الْحَسَنُ، عَنْ سَمُرَةَ (بْنِ جُنْدُبٍ) أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ، وَمَنْ جَدَعَهُ جَدَعْنَاهُ، وَمَنْ خَصَّاهُ خَصَّيْنَاهُ))۔

(۱۴۰۵)۱۱۔ حسن نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے، جس نے اس کی ناک کاٹی ہم اس کی ناک کاٹ دیں گے، جس نے اسے خصی کیا ہم اسے خصی کردیں گے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف۔ الامام احمد: ۵/ ۱۰۔ ابوداؤد: ۴۵۱۵۔ ترمذی: ۱۴۱۴۔ نسائی: ۲۶۱۸۔ ابن ماجۃ: ۲۶۶۳۔ حاکم: ۴/ ۳۶۷۔ بیہقی: ۳۸۱۸۔

(١٤٠٦)١٢۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: إِنَّ الْحَسَنَ نَسِيَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَكَانَ يَقُوْلُ: لَا يُقْتَلُ حُرٌّ بِعَبْدٍ۔

(اَلْإِسْنَادُ إِلَى الْحَسَنِ صَحِيْحٌ)، فَمَنْ يَحْمِلُ رِوَايَتَهُ عَنْ سَمُرَةَ عَلَى السِّمَاعِ مُطْلَقًا، وَيَقْبَلُهَا لَزِمَهُ قُبُوْلُهُ، إِلَّا لِمُعَارِضٍ (صَحِيْحٍ)۔

(۱۴۰۶)۱۲۔ ایک روایت میں ہے کہ حسن اس حدیث کو بھول گیا تھا آپ یہ فرمایا کرتے تھے' آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔

حسن کی سند صحیح ہے جو اس کی روایت کو سمرہ سے ہے اس کو مطلق سماع پر محمول کرتا ہے اور اس کو قبول کرتا ہے اس پر اس کا قبول کرنا لازم ہے اور یہ کہ صحیح کے معارض ہو۔

**تحقیق وتخریج:** امر ضعیف۔ ابوداؤد: ۴۵۱۷۔

**فوائد:** (۱) آزاد کو غلام کے بدلے قتل کرنا منع ہے۔

(۲) آزاد کے اور غلام کے احکام ایک جیسے نہیں ہوتے۔

(۳) غلام کے کسی عضو کے مقابلہ میں آزاد کا کوئی عضو کاٹنا منع ہے۔

(۴) جو حدیث میں آنحضرت ﷺ کا غلام کے بدلے آزاد کو قتل کرنے کے بارے فرمان ہے اس میں ترہیب وتوبیخ پائی جاتی ہے۔

(۱۴۰۷)۱۳۔ عَنْ أَنَسٍ (بْنِ مَالِكٍ) أَنَّ جَارِيَةً وُجِدَ رَأْسُهَا قَدْ رُضَّ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَسَأَلُوهَا مَنْ صَنَعَ هٰذَا بِكِ؟فُلَانٌ؟ فُلَانٌ؟ حَتّٰى ذَكَرُوا [لَهَا] يَهُودِيًّا فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ فَأَقَرَّ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تُرَضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ]۔

(۱۴۰۷)۱۳۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک لڑکی اس حالت میں پائی گئی کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان پیس دیا گیا' لوگوں نے اس سے پوچھا یہ سلوک کس نے تیرے ساتھ کیا؟ فلاں نے؟ فلاں نے؟ یہاں تک کہ انہوں نے ایک یہودی کا نام لیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا' یہودی کو پکڑ لیا گیا اس نے اقرار کر لیا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ''اس کا سر پتھر سے پیس دیا جائے۔'' متفق علیہ اور لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۸۷۶۔ مسلم: ۱۶۷۲۔

**فوائد:** (۱) عورت کے بدلے میں مرد کو قصاصاً قتل کرنا درست ہے۔
(۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے کوئی قتل کیا جائے اس کے قاتل کو اسی طرح قتل کیا جائے۔
(۳) صرف لوہے کے اوزار سے ہی قصاص ممکن نہیں بلکہ پتھروں وغیرہ سے قصاص بھی لینا درست ہے۔ بھاری چیز سے بدلہ لینا درست ہے۔
(۴) جسے مارا گیا ہو' بولنے کی جسارت نہ رکھتا ہو' قاتل کو نام وشکل سے جانتا ہو تو وہ اشارہ کر کے بھی بتا سکتا ہے کہ مجھے فلاں نے مارا ہے۔
(۵) مسلم کے بدلے کسی یہودی کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس معاملہ درست نہیں ہے قتل عمد میں قاتل اقرار کر لے تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اگر قاتل قسم اٹھالے تو وہ بری ہوگا۔

(۱۴۰۸)۱۴۔ وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: اِقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى فَقَتَلَتْهَا، وَمَا فِي بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ، أَوْ وَلِيدَةٌ وَقَضٰى بِدِيَةِ الْمَرْأَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهَا، فَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ...... اَلْحَدِيثَ۔

(۱۴۰۸)۱۴۔ ابن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ نے فرمایا ہذیل قبیلے کی دو عورتیں لڑ پڑیں ایک نے دوسری کو پتھر مارا اور اسے اور جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا قتل کر دیا' وہ جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ دیا کہ بچے کی دیت تو ایک غلام یا لونڈی ہے اور عورت کی دیت کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ وہ اس کے ددھیال والوں پر ہے اس کا وارث اس کے بیٹے اور جو ان کے ساتھ تھے ان کو بنایا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۹۰۴۔ ۶۹۰۹۔ ۶۹۱۰،۶۹۰۹۔ مسلم: ۱۶۸۱۔

(۱٤۰۹)۱٥۔ وَفِیْ حَدِیْثِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: ضَرَبَتْ اِمْرَأَةٌ ضَرَّتَهَا بِعُمُوْدِ فُسْطَاطٍ وَهِیَ حُبْلٰی، [فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِیْ بَطْنِهَا] قَالَ: وَإِحْدَاهُمَا لِحْیَانِیَّةٌ۔ قَالَ: فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دِیَةَ الْمَقْتُوْلَةِ عَلٰی عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ، وَغُرَّةً لِمَا فِیْ بَطْنِهَا...... اَلْحَدِیْثَ۔

(۱۴۰۹)۱۵۔ مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمے کا بانس مارا' وہ حاملہ تھی اسے اور جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا قتل کر دیا' راوی کہتے ہیں ان میں سے ایک لحیانیہ تھی آپؐ نے مقتولہ کی دیت کا فیصلہ فرمایا کہ مقتولہ کی دیت قاتلہ کے عصبہ ادا کریں گے۔ اور جنین کے لیے غلام ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۸۔

(۱٤۱۰)۱٦۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ: قَتَلَتْ۔

(۱۴۱۰)۱۶۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ''اس نے قتل کر دیا''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۸۲۔

(۱٤۱۱)۱۷۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ: فَأَسْقَطَتْ، فَرُفِعَ ذٰلِكَ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَضٰی فِیْهِ بِغُرَّةٍ، وَجَعَلَهُ عَلٰی أَوْلِیَاءِ الْمَرْأَةِ۔ أَخْرَجَهَا مُسْلِمٌ۔

(۱۴۱۱)۱۷۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے ساقط کر دیا تو یہ معاملہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے اس میں آپؐ نے غلام دینے کا فیصلہ کیا اور اسے عورت کے ورثاء کے ذمے لگایا۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۸۲۔

(۱٤۱۲)۱۸۔ وَرَوٰی أَبُوْ دَاوٗدَ، مِنْ حَدِیْثِ مُحَمَّدٍ (هُوَ) ابْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ، أَوْ أَمَةٍ، أَوْ فَرَسٍ، أَوْ بَغْلٍ۔

(۱۴۱۲)۱۸۔ ابوداؤد نے روایت کیا محمد بن عمرو سے' اس نے سلمہ سے اور اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیت کے طور پر ایک غلام یا ایک لونڈی یا ایک گھوڑی یا ایک خچر دینے کا فیصلہ کیا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد: ۴۵۷۹۔ دار قطنی: ۱۱۴۳۔ ۱۱۵۔ بیہقی: ۸/ ۱۱۵۔

**فوائد:** (۱) شبہ عمد قتل میں دیت ہوتی ہے۔ قتل شبہ عمد یہ ہے کہ ایسی چیز سے ضرب لگی جس سے عام طور پر آدمی مرتا نہیں۔ مثال کے طور پر لاٹھی سے عام سی ضرب' تھپڑ مارنا جبکہ مارنے والے کی نیت یہ ہو کہ یہ قتل ہو جائے سزا کا ارادہ تھا۔ شبہ میں دیت مغلظہ ہوتی ہے۔

(۲) شبہ عمد میں دیت ہے جو کہ اس کے رشتہ داروں کے ذمہ ہوگی جو ددھیال ہوں۔

(۳) شبہ عمد کا قاتل کفارہ دے گا۔ مقتول کی دیت کے وارث اس کی اولاد اور شوہر ہے۔

(۴) جنین کے ساقط کرنے پر ایک غلام یا لونڈی بطور دیت لازم آئے گی جب وہ مردہ ہو اگر حاملہ کو قتل کیا گیا جبکہ قتل بھی شبہ عمد تھا تو اس پر دیت ہوگی۔ حاملہ کا بچہ گرا اس حال میں کہ وہ صحیح تھا اور زندہ تھا تو حاملہ اور اس کے بچے کی دوگنا دیت ہے اور قاتل پر کفارہ ہے۔

(۵) دیت یہ ایک عوض ہے۔ اس کو قاتل کے عصبہ ادا کریں گے۔

(۱٤۱۳)۱۹۔ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ غُلَامًا لِأُنَاسٍ فُقَرَاءَ قَطَعَ أُذُنَ غُلَامٍ لِأُنَاسٍ أَغْنِيَاءَ، فَأَتَى أَهْلُهُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ، (إِنَّا) أُنَاسٌ فُقَرَاءُ، فَلَمْ يَجْعَلْ عَلَيْهِ شَيْئًا۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ۔

(۱۴۱۳)۱۹۔ عمران بن حصین سے روایت ہے کہ فقیر محتاج لوگوں کے لڑکے نے امیر لوگوں کے لڑکے کا کاٹ دیا اس کے گھر والے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم فقیر لوگ ہیں' آپ نے اس پر کوئی ہرجانہ عائد نہیں کیا۔ ابو داؤد

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ الامام احمد: ۴/ ۴۳۸۔ ابو داؤد: ۴۵۹۰۔ نسائی: ۸/ ۲۵۔ ۲۶

(۱٤۱٤)۲۰۔ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ (فِيهِ): فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَلَمْ يَجْعَلْ لَهُمْ شَيْئًا۔

(۱۴۱۴)۲۰۔ نسائی میں ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے آپ نے ان پر کوئی چیز عائد نہیں کی۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ نسائی: ۸/ ۲۵، ۲۶۔

(۱٤۱۵)۲۱۔ (وَعِنْدَ الطَّحَاوِيِّ) فِي رِوَايَةٍ لَهُ: فَلَمْ يَجْعَلْ بَيْنَهُمَا قِصَاصًا۔

(۱۴۱۵)۲۱۔ طحاوی کے نزدیک ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان دونوں کے درمیان قصاص عائد نہیں کیا۔

**تحقیق وتخریج:** طحاوی اور نسائی میں مجھے یہ حدیث نہیں ملی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

**فوائد:** (۱) امام نسائی رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے "باب سقوط القودبين المماليك فيما دون النفس" یہ حدیث بیان کرکے یہ بتایا کہ غلام پر قتل کے علاوہ بدلہ نہیں ہے۔

(۲) دیت عاقلہ پر ہوتی ہے۔ جب عاقلہ ہی کنگال ہوں تو دیت ختم ہو جاتی ہے قاتل کو بھی چھوٹ مل جاتی ہے۔ یہ بھی ایک قول ہے۔

(۳) غلام کوئی جرم کرے تو اس کو ہی سزا پڑے گی یہ بھی اہل علم کا قول ہے۔

(۱٤۱٦)۲۲۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: طُعِنَ رَجُلٌ بِقَرْنٍ فِي رِجْلِهِ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: أَقِدْنِي۔ فَقَالَ: ((انْتَظِرْ))۔ فَعَادَ إِلَيْهِ فَقَالَ: ((انْتَظِرْ)) فَعَادَ إِلَيْهِ، (فَقَالَ: ((انْتَظِرْ))) فَعَادَ إِلَيْهِ فَأَقَادَهُ، فَبَرِئَ الْمُسْتَقَادُ مِنْهُ، وَشُلَّتْ رِجْلُ الْآخَرِ۔

(۱۴۱۶)۲۲۔ محمد بن طلحہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں ایک شخص کے پاؤں میں سینگ سے زخم لگایا گیا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ میرا قصاص دلائیں آپ نے فرمایا: ''انتظار کریں'' وہ دوبارہ آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا: ''انتظار کریں'' وہ پھر

فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَرِئَتْ رِجْلُهُ، وَشُلَّتْ رِجْلِيْ، فَقَالَ لَهُ: ((قَدْ قُلْتُ لَكَ: انْتَظِرْ)) وَلَمْ يَرَ لَهُ شَيْئًا۔ لَفْظُ رِوَايَةِ الشَّافِعِيِّ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ، وَهُوَ مُرْسَلٌ۔ وَرَوَاهُ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُثْمَانُ ابْنَا بَنِيْ شَيْبَةَ، عَنْ أَبِيْ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ فَوَصَلَاهُ كَذٰلِكَ، (وَهُمَا مِنْ رِجَالِ الصَّحِيْحَيْنِ)، وَأَبُوْبَكْرٍ مِنْ كِبَارِ الْحُفَّاظِ، وَلٰكِنَّ الدَّارَقُطْنِيَّ خَطَّأَهُمَا فِيْهِ۔

دوبارہ آیا آپ نے جس سے قصاص کا مطالبہ تھا اسے بری کر دیا تو دوسرے کا پاؤں شل ہو گیا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ اس کا پاؤں تو بری ہوا اور میرا پاؤں شل ہو گیا آپ نے اسے فرمایا: ''کیا میں نے تجھے یہ کہا نہیں تھا انتظار کرو؟'' بیہقی کے ہاں لفظ شافعی کی روایت کے ہیں اور وہ مرسل ہے اور اس کو ابوبکر' عثمد ان شیبہ کے بیٹوں نے ابی علیہ سے اس نے ایوب سے' اس نے عمرو سے' اور اس نے جابر سے روایت کیا ہے انہوں نے اس کو متصل کہا ہے اور وہ دونوں صحیحین کے راوی ہیں اور ابوبکر کبار حفاظ سے ہیں لیکن دار قطنی نے دونوں کو ہی غلط قرار دیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بیهقی: ۶۶۱۸۔ دار قطنی: ۸۹۳۔

**فوائد:** (۱) زخموں پر بھی دیت ہے۔ وہ مختلف اعضاء کے اعتبار سے ہے۔

(۲) زخم مندمل ہو جانے سے قبل دیت نہیں لینی چاہیے۔

(۳) صرف زخم کی اور دیت ہے' جب کہ زخم خطیر واقع ہو تو پھر اور دیت ہے۔

(۴) بے صبری اور جلد بازی کئی گنا خسارہ کی متحمل ہوتی ہے۔

(۵) زخم ختم ہونے تک انتظار کرنا ضروری ہے۔

## بَابُ الدِّيَاتِ

## دیتوں کا بیان

(١٤١٧)١۔ رَوَى مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أَبِيْ بَكْرٍ [وَهُوَ] ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِوبْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ [فِيْ] الْكِتَابِ الَّذِيْ كَتَبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَمْرِوبْنِ حَزْمٍ فِي الْعُقُوْلِ: ((إِنَّ فِي النَّفْسِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْأَنْفِ إِذَا أُوْعِيَ جَدْعًا مِائَةٌ (مِنَ الْإِبِلِ)، وَفِي الْمَأْمُوْمَةِ ثُلُثُ النَّفْسِ، وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُهَا، وَفِي الْعَيْنِ خَمْسُوْنَ مِنَ الْإِبِلِ،

(۱۴۱۷)ا۔ مالک نے عبداللہ بن ابی بکر یعنی محمد بن عمرو بن جزم سے روایت کیا اس نے اپنے باپ سے روایت کیا' وہ خط جو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کو دیت کے بارے میں لکھا اس میں یہ تھا ''ایک جان کی دیت سو اونٹ' ایک ناک جو جڑ سے کاٹ دی جائے سو اونٹ' مامومہ میں ثلث دیت جائفہ میں ثلث دیت' ایک آنکھ کی پچاس اونٹ' ایک ہاتھ کی پچاس اونٹ اور ایک

وَفِي الْيَدِ خَمْسُوْنَ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الرِّجْلِ خَمْسُوْنَ (مِنَ الْإِبِلِ) وَفِي كُلِّ إِصْبَعٍ مِمَّا هُنَالِكَ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْمُوْضِحَةِ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ))۔ هٰذَا لَفْظُ (رِوَايَةِ) أَبِي مُصْعَبٍ، وَالْحَدِيْثُ هٰكَذَا مُرْسَلٌ۔

ٹانگ کی پچاس اونٹ اور ہر ایک انگلی کی دس اونٹ اور دانت کی پانچ اونٹ اور ہڈی تک پہنچنے والے زخم کی پانچ اونٹ دیت ہوگی۔ یہ لفظ مصعب کی روایت کے ہیں اسی طرح یہ مرسل حدیث ہے۔

**تحقیق تخریج:** حديث مرسل صحيح۔ موطا مالك۔

(۱۴۱۸)۲۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: لَمَّا افْتَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَكَّةَ قَالَ فِيْ خُطْبَتِهِ: ((]وَ[ فِي الْأَصَابِعِ عَشْرٌ، عَشْرٌ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ۔

(۱۴۱۸)۲۔ عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ اس کے باپ کو عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا: ''انگلیوں کی دیت دس دس اونٹ ہوگی۔'' نسائی کی روایت کے الفاظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۲۰۷۔ ابو داؤد: ۴۵۶۲۔ نسائی: ۸/ ۵۷۔ ابن ماجة: ۲۶۵۳۔

(۱۴۱۹)۳۔ وَبِهٰذَا اللَّفْظِ عِنْدَهُ: ((وَفِي الْمَوَاضِحِ خَمْسٌ، خَمْسٌ))۔

(۱۴۱۹)۳۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ہڈی تک پہنچ جانے والے زخموں میں پانچ پانچ ہیں۔

**تحقیق وتخریج** حدیث صحیح ہے۔ نسائی: ۸/ ۵۷۔ ابو داؤد: ۴۵۶۶۔ ترمذی: ۱۳۹۰، ۹۴۔ ابن ماجة: ۲۶۵۵۔

**فوائد:** (۱) وہ مال جو کسی زیادتی کے عوض مستحق کو دیا جاتا ہے دیت کہلاتا ہے۔ دیت لینا' دینا اور مطالبہ کرنا ایک حق ہے۔ اس کی ادائیگی قرض ہے۔

(۲) آزاد مرد مقتول کی دیت سو اونٹ ہیں۔

(۳) ناک کٹ جانے پر بھی سو اونٹ دیت ہے جبکہ وہ پوری کٹی ہو۔

(۴) ہاتھ اور ٹانگ کے کٹ جانے پر سو اونٹ اور ہر انگلی کٹ جانے پر دس اونٹ دیت ہے ہر دانت پر پانچ اونٹ دینے ہوں گے۔

(۵) ماموموہ زخم ہوتا ہے جو دماغ کی جھلی تک پہنچ جائے اس پر ثلث دیت ہے۔ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر پہنچ جائے خواہ وہ کیسے ہو اس پر بھی ثلث دیت ہے۔ موضحہ وہ زخم ہے جس سے ہڈی واضح نظر آئے اس پر پانچ اونٹ دیت ہے۔ اسلام اس مذہب کی مخالفت کرتا ہے جو کہتا ہے کہ ایک گال پر تھپڑ لگے تو دوسرا آگے کردو۔ اسلام نے ہر فرد کو حقوق دیئے ہیں۔ کوئی چاہے تو لے لے چاہے تو معاف کردے۔ اسلام کوئی صوفی مذہب نہیں ہے بلکہ یہ ہمہ گیر اور عادل اوصاف کا متحمل مذہب ہے۔

(۱۴۲۰)٤۔ وَرَوَى يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ

(۱۴۲۰)۴۔ یحییٰ بن حمزہ' سلیمان بن داؤد سے روایت

بْنِ دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ بِكِتَابٍ فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ، وَبَعَثَ بِهِ مَعَ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فَقُرِئَتْ عَلَى أَهْلِ الْيَمَنِ، وَهٰذِهِ نُسْخَتُهَا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ (النَّبِيِّ) ﷺ إِلَى شُرَحْبِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، وَالْحَارِثِ، بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، وَنُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، قِبَلَ ذِي رُعَيْنٍ وَمُعَافِرِ[وَ] هَمْدَانَ۔ أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ رَجَعَ رَسُولُكُمْ وَأَعْطَيْتُمْ مِنَ الْمَغَانِمِ خُمُسَ اللّٰهِ، وَمَا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ مِنَ (الْعُشْرِ) فِي الْعِقَارِ، وَمَا سَقَتِ السَّمَاءُ أَوْ كَانَ سَيْحًا أَوْ بَعْلًا فَفِيهِ الْعُشْرُ إِذَا بَلَغَ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ، وَمَا سُقِيَ بِالرِّشَاءِ أَوِ الدَّالِيَةِ (فَفِيهِ) نِصْفُ الْعُشْرِ إِذَا بَلَغَ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ۔ وَفِي كُلِّ خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ سَائِمَةٍ شَاةٌ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ أَرْبَعَ وَعِشْرِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةٌ عَلَى أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ، فَإِنْ لَمْ تُوجَدْ بِنْتُ مَخَاضٍ فَابْنُ لَبُونٍ ذَكَرٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ خَمْسًا وَثَلَاثِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةٌ عَلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا ابْنَةُ لَبُونٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ خَمْسًا وَأَرْبَعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةٌ عَلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ [الْجَمَلِ] إِلَى أَنْ تَبْلُغَ السِّتِّينَ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى سِتِّينَ وَاحِدَةٌ فَفِيهَا جَذَعَةٌ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ خَمْسَةً وَسَبْعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ وَاحِدَةٌ فَفِيهَا ابْنَتَا لَبُونٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ تِسْعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى تِسْعِينَ

کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ مجھے زہری نے بتایا اس نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت کیا اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے کہ رسول اللہ ﷺ اہل یمن کی طرف خط لکھا' اس میں وراثت' سنن اور دیات کے بارے میں تحریر کیا' خط دے کر عمرو بن حزم کو بھیجا' وہ خط یمن کے باشندوں کے سامنے پڑھا گیا اس خط کی عبارت یہ تھی ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' محمد نبی ﷺ کی جانب سے شرحبیل بن عبد کلال' حارث بن عبد کلال اور نعیم بن عبد کلال کی طرف جو کہ ذی رعین' معافر اور ہمدان کے قبیل سے ہیں امابعد: تمہارا نمائندہ واپس آ گیا اور تم نے مال غنیمت سے اللہ کا خمس دیا اور جو اللہ نے مومنوں پر زمین میں عشر مقرر کیا جسے بارش سیراب کرے یا بہتانی پانی سیراب کرے یا وہ بارانی ہو تو اس میں عشر ہے جب غلہ پانچ وسق تک پہنچ جائے اور جو کھینچ کر یا رہٹ سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے جبکہ وہ پانچ وسق کو پہنچ جائے ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری ہے یہاں تک کہ وہ چوبیس کو پہنچ جائیں جب چوبیس پر ایک زائد ہو جائے تو اس میں ایک برس کی اونٹنی ہے اگر ایک برس کی اونٹنی نہ ملے تو دو برس کا ایک اونٹ یہاں تک کہ وہ پینتیس تک پہنچ جائیں اور جب پینتیس پر ایک کا اضافہ ہو جائے تو اس میں دو سال کی اونٹنی ہوگی یہاں تک کہ وہ پنتالیس تک پہنچ جائیں اور جب پنتالیس پر ایک کا اضافہ ہو تو اس میں تین برس کی اونٹنی ہوگی جو کہ اونٹ کی جفتی کے قابل یہاں تک کہ ساٹھ کو پہنچ جائیں او جب ساٹھ پر ایک کا اضافہ ہو تو اس میں ایک جذعہ ہوگا (یعنی چار سال کی اونٹنی جو پانچویں

وَاحِدَةٌ فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْحَمَلِ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ عِشْرِيْنَ وَمِائَةً، فَمَا زَادَتْ فَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ، وَفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ (طَرُوْقَةُ الْحَمَلِ). وَفِيْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ بَاقُوْرَةٍ تَبِيْعٌ جَذْعٌ أَوْ جَذْعَةٌ، وَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بَاقُوْرَةٍ بَقَرَةٌ [مُسِنَّةٌ]. وَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ شَاةٍ [سَائِمَةٍ] شَاةٌ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ عِشْرِيْنَ وَمِائَةً، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ (وَاحِدَةٌ) فَفِيهَا شَاتَانِ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ مِائَتَيْنِ، فَإِذَا زَادَتْ [وَاحِدَةٌ عَلَى مِائَتَيْنِ] فَثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ ثَلَاثَ مِائَةٍ، فَمَا زَادَ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٍ(شَاةٌ). وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَمَا عَجْفَاءُ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسُ الْغَنَمِ، وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خِيفَةَ الصَّدَقَةِ، وَمَا أُخِذَ مِنَ الْخَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ. وَفِيْ كُلِّ ،خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، وَمَا زَادَ فَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوَاقٍ شَيْءٌ، وَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ دِيْنَارًا دِيْنَارٌ. وَإِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَهْلِ بَيْتِهِ، إِنَّمَا هِيَ الزَّكَاةُ تُزَكَّى بِهَا أَنْفُسُهُمْ فِيْ فُقَرَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. وَلَيْسَ فِيْ رَقِيْقٍ، وَلَا مَزْرَعَةٍ، وَلَا عُمَّالِهَا شَيْءٌ إِذَا كَانَتْ تُؤَدِّى صَدَقَتُهَا مِنَ الْعُشْرِ، وَلَيْسَ فِيْ عَبْدِ الْمُسْلِمِ وَلَا[فِيْ] فَرَسِهِ شَيْءٌ. وَإِنَّ أَكْبَرَ الْكَبَائِرِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الْمُؤْمِنَةِ بِغَيْرِ الْحَقِّ، وَالْفِرَارُ فِيْ سَبِيْلِ(اللّٰهِ) يَوْمَ الزَّحْفِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَرَمْيُ

سال میں شروع ہو) یہاں تک کہ وہ پچھتر کو پہنچ جائیں اور جب پچھتر سے ایک زائد ہو تو اسمیں دو سال کی دو اونٹنیاں ہوں گی یہاں تک کہ وہ نوے کو پہنچ جائیں اور جب نوے پر ایک کا اضافہ ہو جائے تو اس میں تین سال کی دو جوان اونٹنیاں ہونگی یہاں تک کہ وہ ایک سو بیس کو پہنچ جائیں اور جب اس میں اضافہ ہو تو پھر ہر چالیس پر دو سال کی اونٹنی اور پچاس میں پر تین سال کی جوان اونٹنی اونٹ کی جفتی کے قابل ہو اور ہر تیس گائیوں کے ریوڑ پر ایک نر یا مادہ جذعہ اور ہر چالیس گائیوں کے ریوڑ پر ایک دوندا: اور ہر چالیس بکریوں پر ایک بکری یہاں تک کہ وہ ایک سو بیس کو پہنچ جائیں اور جب ایک سو بیس پر ایک کا اضافہ ہو جائے تو اس میں دو بکریاں یہاں تک کہ وہ دو سو تک پہنچ جائیں اور جب دو سو پر ایک کا اضافہ ہو جائے تو تین بکریاں یہاں تک کہ تین سو تک پہنچ جائیں اور جب اس میں اضافہ ہو تو ہر سو پر ایک بکری اور صدقے میں بوڑھا' کمزور لاغر' عیب دار اور نہ ہی سانڈھ بکرا لیا جائے گا متفرق جانوروں کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اکھٹے جانوروں کو متفرق کیا جائے گا زکوۃ کی ادائیگی کے اندیشے سے اور جن دو شرکا سے زکوۃ لی جائے گی تو وہ دونوں برابری پر مراجعت کریں گے پانچ تولے چاندی پر پانچ درہم زکوۃ ہو گی جب اس میں اضافہ ہوگا تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم ادا کرنا ہوگا پانچ اوقیے سے کم کوئی چیز نہیں ہوگی اور ہر چالیس دینار پر ایک دینار ہوگا صدقہ اور زکوۃ محمد اور اس کے اہل بیت کے لیے حلال نہیں یہ ہے جس سے ان کے دل پاک ہوتے ہیں یہ فقیر مومنوں میں اور فی سبیل اللہ میں ہوگی اور

الْمُحْصَنَةِ، وَتَعَلُّمُ السِّحْرِ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ. وَإِنَّ الْعُمْرَةَ اَلْحَجُّ الْأَصْغَرُ، وَلَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ، وَلَا طَلَاقَ قَبْلَ إِمْلَاكٍ، وَلَا عِتْقَ حَتَّى يَبْتَاعَ، وَلَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ، وَلَا يَحْتَبِيَنَّ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَآءِ شَيْءٌ، وَلَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَشِقُّهُ بَادٍ، وَلَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ عَاقِبٌ شَعْرَهُ. وَإِنَّ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا عَنْ بَيِّنَةٍ فَهُوَ قَوَدٌ إِلَّا أَنْ يَرْضَى أَوْلِيَاءُ الْمَقْتُولِ، وَإِنَّ فِي النَّفْسِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْأَنْفِ إِذَا أُوعِبَ جَدْعَةً اَلدِّيَةُ، وَفِي اللِّسَانِ اَلدِّيَةُ، وَالشَّفَتَيْنِ اَلدِّيَةُ، (وَفِي الْبَيْضَتَيْنِ اَلدِّيَةُ، وَفِي الذَّكَرِ اَلدِّيَةُ، وَفِي الصُّلْبِ اَلدِّيَةُ، وَفِي الْعَيْنَيْنِ اَلدِّيَةُ، وَفِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ). وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَفِي الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ مِنَ الْإِبِلِ، (وَفِي كُلِّ إِصْبَعٍ مِنَ الْأَصَابِعِ مِنَ الْيَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ)، وَفِي الْمُوضِحَةِ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ يُقْتَلُ بِالْمَرْأَةِ، وَعَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفُ دِينَارٍ)). رَوَاهُ أَبُو حَاتِمٍ ابْنُ حِبَّانَ فِي ((صَحِيحِهِ)) وَقَالَ: سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ هٰذَا هُوَ (سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ) الْخَوْلَانِيُّ مِنْ أَهْلِ دِمَشْقَ ثِقَةٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْيَمَامِيُّ لَا شَيْءَ، جَمِيعًا يَرْوِيَانِ عَنِ الزُّهْرِيِّ [وَأَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ أَيْضًا].

نہیں ہے غلام میں' کھیتی میں اور نہ زراعت کے مزدوروں میں کچھ بھی جب کہ اس کا صدقہ عشر کی صورت میں نکال دیا گیا ہو اور نہیں ہے مسلمان کے غلام میں اور نہ اس کی گھوڑی میں کوئی چیز' قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' کسی مومن کو ناحق قتل کرنا' میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا والدین کی نافرمانی' پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا' جادو کی تعلیم لینا یا دینا' سود خوری' اور یتیم کا مال کھانا ہوگا۔ بلا شبہ عمرہ حج اصغر ہوتا ہے' قرآن کو صرف پاک شخص ہی چھو سکتا ہے املاک سے پہلے طلاق نہیں' اور نہ ہی آزاد کرنے کا استحقاق ہوتا ہے جب تک خرید نہ لیا جائے' تم میں سے کوئی ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جبکہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔ اور جو کوئی کسی مومن کو ظالمانہ انداز میں قتل کر دیتا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا الا یہ کہ مقتول کے وارث راضی ہو جائیں ایک جان کی دیت سو اونٹ ہے' ناک جڑ سے کاٹ دیا جائے اس پر دیت ہے زبان پر دیت ہے دو ہونٹوں پر دیت ہے' خصیتین پر دیت ہے' آلہ تناسل پر دیت ہے' سینے پر دیت ہے' دو آنکھوں پر دیت ہے' ایک ٹانگ پر نصف دیت ہے' جو زخم دماغ تک پہنچے ثلث دیت ہے' جو زخم پیٹ پر پہنچے اس میں ثلث دیت ہے' اور جس زخم سے ہڈی سرک جائے اس پر پندرہ اونٹ' ہاتھ اور پاؤں کی ہر انگلی پر دس اونٹ' ہر دانت پر پانچ اونٹ' ہڈی کھول دینے والے زخم پر پانچ اونٹ' مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا اور سونا رکھنے والوں پر ہزار دینار ہوں گے مامومہ: دماغ تک پہنچے والا زخم' جائفہ: پیٹ تک پہنچے

والا' منقلہ: جس زخم سے ہڈی سرک جائے' موضحہ جو زخم ہڈی کو ظاہر کر دے۔ اس کو ابو حاتم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور سلیمان بن داؤد وہ ہے جو خولانی ثقہ اور اہل دمشق سے ہے جبکہ سلیمان بن داؤد یمامی کچھ بھی نہیں ہے یہ دونوں زہری سے روایت کرتے ہیں۔ نسائی نے اسے روایت نہیں کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث اسناد' ضعیف جدا۔ ابن حبان: ۷۹۳۔ حاکم: ۱/ ۳۹۵

**فوائد:** (۱) رسائل وخطوط اور ایسے مسودے ارسال کرنا جس میں احادیث و آیات ہوں درست ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث پر مبنی مواد کو کسی کے ہاتھ دے کر بھیجا جائے۔ آج کل ڈاک خانوں میں کچھ سسٹم اس طرح کا ہے اور پیکنگ اس طرح کی ہے کہ پیک مواد کا علم نہیں ہوتا بسا اوقات آیات اور احادیث بلا امتیاز نیچے رکھ دی جاتی ہیں اس صورت میں مقدس مواد کو ارسال کرنے سے بچنا چاہیے۔ یعنی پارسل' رجسٹری لیٹر کی صورت میں چیز کے نیچے گرنے کا امکان ہوتا ہے۔

(۲) سفیر وسفارت کا کام شرعاً جائز ہے۔

(۳) نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان نامہ بہت سارے احکامات' حقوق' واجبات' عبادات' اخلاقیات' معاشیات' حسنِ معاشرت' عدل و انصاف' ترہیبات' ترغیبات' احترازات' فصاحت و بلاغت' تفصیل و مجمل' جنایات وقصاص کا نایاب مرقع ہے۔

(۴) جسم کے ہر عضو کی الگ الگ دیت حدیث میں مقرر ہے۔ سونے والے پر سونے کے اعتبار سے دیت ہوگی اور وہ ایک ہزار دینار ہے۔ یعنی جان کی دیت پانچ اشیاء میں سے جو بھی حاضر کر دے وہ دیت شمار ہوگی اور قبول کی جائے گی۔ (۱) سو اونٹ (۲) ایک ہزار دینار (۳) دو سو گائے (۴) دو ہزار بکریاں (۵) بارہ ہزار درہم۔

(۵) منقلہ وہ زخم ہوتا ہے جس سے ہڈی اپنی اصلی جگہ سے حرکت کر جائے اور آگے پیچھے منتقل ہو جائے۔ اس میں ۱۵ اونٹ دیت ہیں۔

(۱٤۲۱) ٥۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، فِي حَدِيْثٍ: ((أَلَا إِنَّ دِيَةَ الْخَطَإِشِبْهُ الْعَمَدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ، وَالْعَصَا، مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ، فِيْهَا أَرْبَعُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهَا أَوْلَادُهَا))۔ [رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ، وَالنَّسَائِيُّ، وَابْنُ مَاجَةَ]۔

(۱۴۲۱) ۵۔ عقبہ بن اوس' عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص مارا جائے خطا سے شبہ عمد کے طور پر کوڑے یا لکڑی سے تو اس کی دیت سو اونٹنیاں ہیں چالیس ان میں گابھن ہوں رکھی گئی۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ ابو داؤد: ۴۵۴۷۔ نسائی: ۸/ ۴۱۔ ابن ماجة: ۲۶۲۷۔ ابن حبان: ۱۵۲۶۔ بیهقی: ۸/ ۶۸۔ دار قطنی: ۷۸۔

**فوائد:** (۱) قتل کی ایک قسم خطا ہے۔ قتلِ خطا یہ ہے کہ آدمی اس صورت میں قتل کیا گیا کہ جس کا معاملہ صاف نہ تھا۔ قاتل کا پتہ نہ چل سکا یا ایسی حالت میں گزرا جبکہ لوگ تیر اندازی کر رہے تھے' یا ایک دوسرے کو مار رہے تھے نہ قاتل کا پتہ چلا نہ اس کے بارے میں معلومات ملیں تو یہ قتلِ خطا میں شامل ہے۔

(۲) قتلِ خطا میں بھی دیت ہے اور وہ سو اونٹ ہے۔

(۳) سو اونٹوں میں سے چالیس کا حاملہ ہونا ضروری ہے۔

(۱۴۲۲)٦۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ)) يَعْنِي الْخِنْصَرَ (وَالْبِنْصَرَ) وَالْإِبْهَامَ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعِنْدَ الْإِسْمَاعِيلِيِّ فِي رِوَايَةٍ: ((دِيَتُهُمَا سَوَاءٌ))۔

(۱۴۲۲)٦۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ اور یہ برابر ہیں یعنی چھنگلی اور اس متصل انگلی اور انگوٹھا۔'' اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور اسماعیلی کے ہاں ایک روات میں ہے''ان دونوں کی دیت برابر ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ٦٨٩٥۔ ابن ماجة: ٢٦٥٢۔

(۱۴۲۳)٧۔ وَفِي [رِوَايَةٍ] أُخْرَى: ((وَأَشَارَ إِلَى الْخِنْصَرِ وَالْإِبْهَامِ))۔

(۱۴۲۳)۷۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے چھنگلی اور انگوٹھے کی طرف اشارہ کیا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ترمذی: ۱۴۰۹۔ ابو داؤد: ۴۵۵۸۔ نسائی: ۸/ ۵۶'۵۷۔ ابن ماجة: ٢٦٥٢۔

**فوائد:** (۱) انگوٹھا اور انگلیوں کے کٹ جانے پر دیت لازم ہوتی ہے۔

(۲) اگرچہ ہاتھ کی بعض انگلی بعض سے زیادہ سود مند ہیں لیکن دیت میں سب یکساں ہیں۔

(۳) انگوٹھا سمیت ہاتھ کی انگلیوں میں دس اونٹ دیت ہے یعنی ہر انگلی پر دس' دس اونٹ دیت ہے۔

(۴) خِنصر ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی کو اور بنصر اس کے ساتھ والی انگلی کو کہتے ہیں چھوٹی انگلی کو چھنگلی بھی کہتے ہیں۔

(۱۴۲۴)٨۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ' عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ' عَنْ أَبِيهِ' عَنْ جَدِّهِ' عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ))

(۱۴۲۴)۸۔ محمد بن اسحاق سے روایت ہے وہ عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ سے وہ اپنے داد سے' وہ نبی ﷺ سے آپ نے فرمایا: ''ذمی کی دیت آزاد کی دیت کے نصف میں ہے۔'' اس کو ابو داؤد نے نکالا ہے اور کہا ہے کہ اس کو اسامہ بن زید نے عبدالرحمٰن بن حارث نے' عمرو بن شعیب کے طریق سے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ محمد بن اسحٰق اور اس کا استاد عمرو ان دونوں کے قابل حجت ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۱۸۰، ۱۸۳۔ ابو داؤد: ۴۵۴۲، ۴۵۸۳۔ ترمذی: ۱۴۱۳۔ نسائی: ۸/ ۴۵۔ ابن ماجۃ: ۲۶۴۴۔

**فوائد:** (۱) ایسا آدمی جس کا ذمہ حاملینِ اسلام نے لیا ہو اور اسلام نے اس کو تحفظ فراہم کیا ہو وہ ذمی کہلاتا ہے اور یہ کافر ہوتا ہے۔ اس کو معاہد یا ذی عہد بھی کہتے ہیں۔

(۲) مقتول ذمی کی بھی دیت ہے۔

(۳) آزاد مسلمان کے مقابلہ میں ذمی مقتول کی دیت نصف ہے۔ یعنی قتلِ خطا ہے تو اس کو پچاس اونٹ ملیں گے۔

(۱۴۲۵)۹۔ وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَتَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَطْنٍ عُقُولَهُ۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]

(۱۴۲۵)۹۔ ابو الزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے تحریر فرمایا کہ پیٹ پر دیتا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۵۰۷۔

**فوائد:** (۱) دیت، دیت کے ذمہ داران پر ہوتی ہے، دوسرا اس سے بری ہوتا ہے۔

(۲) جو کوئی ایسا جرم کرے جس پر دیت لازم آتی ہو تو اس کے کنبے والے اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

(۳) ہر قوم پر اس کی ہی دیت ہے، دوسری قوم اس کی ذمہ دار نہیں ہوتی۔

(۱۴۲۶)۱۰۔ وَعِنْدَ أَبِي دَاوُدَ [مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ]: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ: ((الْأَصَابِعُ سَوَاءٌ، وَالْأَسْنَانُ سَوَاءٌ، اَلثَّنِيَّةُ وَالضِّرْسُ سَوَاءٌ، هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ))۔

(۱۴۲۶)۱۰۔ ابو داؤد میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انگلیاں برابر ہیں دانت برابر ہیں اگلے دانت اور داڑھیں برابر ہیں یہ اور یہ برابر ہیں۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۴۵۵۹۔ ابن ماجۃ: ۲۶۵۰۔ ابن حبان: ۵۹۸۲۔

(۱۴۲۷)۱۱۔ وَعِنْدَ أَيْضًا قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَصَابِعَ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءً۔

(۱۴۲۷)۱۱۔ اس سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کی اور پاؤں کی انگلیوں کو برابر قرار دیا۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۴۵۶۱۔ ترمذی: ۱۳۹۱۔

**فوائد:** (۱) دانتوں پر بھی دیت لازم ہے۔

(۲) خواہ نواجذ ہو، ثنایا ہوں یا اضراس (داڑھیں) ہوں دیت میں سبھی یکساں ہیں اگرچہ مفاد میں مختلف ہیں۔

(۳) ہر دانت کے توڑنے پر دس اونٹ دیت ہے۔

(۴) ہاتھ کی انگلیاں ہوں یا پاؤں کی، چھوٹی ہوں یا بڑی، نفع و مفاد کے اعتبار سے یکساں ہوں یا نہ ہوں، دیت سب کی برابر ہے۔ یعنی ہر انگلی پر دس اونٹ دیت ہے۔

(۵) معلوم ہوا دیت کی مقدار شرعاً ثابت ہے اس میں اپنی طرف سے ترمیم کرنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی پتہ چلا کہ

دیت کا تقرر کسی کے چھوٹے، بڑے یا زیادہ سودمند ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے۔

(١٤٢٨)١٢۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَتَلَ مُتَعَمِّدًا دُفِعَ إِلَى أَوْلِيَاءِ الْقَتِيلِ، فَإِنْ شَاؤُوا قَتَلُوهُ، وَإِنْ شَاؤُوا أَخَذُوا الدِّيَةَ وَهُوَ: ثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَثَلَاثُونَ جَذَعَةً، وَثَلَاثُونَ خَلِفَةً، وَذٰلِكَ عَقْلُ (الْعَمْدِ)، وَمَا صَالَحُوا عَلَيْهِ فَهُوَ لَهُمْ، وَذٰلِكَ تَشْدِيدٌ فِي الْعَقْلِ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ۔

(۱۴۲۸)۱۲۔عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی کو جان بوجھ کر قتل کیا اسے مقتول کے ورثاء کے سپرد کردیا جائے گا اگر چاہیں اسے قتل کر دیں اور چاہیں تو اس سے دیت لے لیں اور وہ دیت اس طرح ہوگی تیس تین سالہ اونٹ، تیس چار سالہ اور تیس خلفہ اور یہ ہوگی قتل عمد کی دیت اور جس پر ان کی مصالحت ہو جائے تو بہتر، یہ تشدید ہے دیت میں۔'' لفظ بیہقی کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۱۸۳۔ ابوداؤد: ۴۵۰۶۔ ترمذی: ۱۳۸۷۔ بیہقی: ۸/ ۸۔

**فوائد:** (۱) قتل کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) قتلِ عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتلِ خطا۔ ان تینوں کی تعریفیں اور شروط واحکام میں فرق ہے۔

(۲) قتل عمد میں سب سے پہلے تو قصاص ہے۔ قصاص کا یہ طریقہ ہے کہ اس کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا جائے وہ خود بدلہ لیں لیکن ظلم وزیادتی اور مثلہ سے گریز کریں۔

(۳) ورثاء کو یہ حق حاصل ہے کہ چاہیں تو قاتل کو مقتول بنادیں چاہیں تو قاتل کو ممنون بنادیں۔

(۴) ورثاء قاتل کو معاف کردیں تو پھر ورثاء کو دیت دینا ہوگی۔ قتل عمد کی دیت تیس اونٹ تین تین سالہ اور تیس اونٹ چار چار سالہ اور چالیس اونٹنیاں جو کہ حاملہ ہوں۔

(١٤٢٩)١٣۔ وَفِي رِوَايَةٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، وَأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((عَقْلُ شِبْهِ الْعَمَدِ (مُغَلَّظَةٌ) مِثْلُ قَتْلِ الْعَمَدِ، وَلَا يُقْتَلُ صَاحِبُهُ، وَذٰلِكَ أَنْ يَنْزِعَ الشَّيْطَانُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَكُونَ رَمْيًا فِي عَمْيًا، فِي غَيْرِ ضَغِينَةٍ وَلَا حَمْلِ سَلَاحٍ))۔

(۱۴۲۹)۱۳۔اس سلسلہ سند کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شبہ عمد کی دیت قتل عمد کے مانند ہوگی اس کے قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا اور یہ کہ شیطان لوگوں کے درمیان کچھ ڈال دے اور ہو اندھیر نگری میں تیروں کی بوچھاڑ بغیر کینے کے اور اسلحہ اٹھانے کے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۱۸۳۔ ابوداؤد: ۴۵۶۵۔ ترمذی: ۱۳۸۷۔ ابن ماجۃ: ۲۶۲۶۔ بیہقی: ۸/ ۷۰۔

**فوائد:** (۱) قتل شبہ عمد میں قصاص نہیں ہے۔

(۲) قتل شبہ عمد میں دیتِ مغلظہ ہوتی ہے۔ مغلظہ سو اونٹ ہوتی ہے۔ چالیس اونٹنیاں ایسی جو کہ حاملہ ہوں یہ سو میں شامل

ہیں۔

(۳) قتل و غارت کے فروغ کے لیے شیطان شب و روز کاوش کرتا ہے۔

(۴) قتل شبہ عمد ایسے آلہ سے قتل کرنا جس سے قتل ہو جانے کا امکان نہ ہو جبکہ وہ قتل کا ارادہ بھی رکھتا تھا۔

(١٤٣٠)١٤ـ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى أَنَّ مَنْ قُتِلَ خَطأً فَدِيَتُهُ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ: ثَلَاثُوْنَ بِنْتُ مَخَاضٍ، وَثَلَاثُوْنَ بِنْتُ لَبُوْن، وَثَلَاثُوْنَ حِقَّةٌ، وَعَشَرُ بَنِي لَبُوْن ذَكَرٍ۔ [وَ] أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوٗدَ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى، وَقَدْ وُثِّقَا۔

(۱۴۳۰)۱۴۔ عقبہ بن اوس' عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا جو غلطی سے قتل کردیا جائے تو اس کی دیت سو اونٹ ہے' تیس ایک سالہ اونٹ تیس دو سالہ اونٹ اور تیس تین سالہ اونٹ اور دس دو سالہ نر اونٹ' ابوداؤد نے محمد بن راشد کے حوالے سے روایت کیا اور اس نے سلیمان بن موسیٰ سے وہ دونوں ثقہ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ابو داؤد: ۴۵۴۱۔ نسائی: ۸/ ۴۲۔ ۴۳۔ ابن ماجة: ۲۶۳۰۔

**فوائد:** (۱) قتل خطا میں بھی سو اونٹ دیت ہے۔

(۲) قتل خطا میں دیت مغلظ نہیں ہے۔ بلکہ خفیف ہوتی ہے۔

(۳) قتل خطا میں بھی دیت عاقلہ پر ہوتی ہے۔

(١٤٣١)١٥ـ وَزَادَ النَّسَائِيُّ [فِيْ] هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَوِّمُهَا عَلٰى أَهْلِ الْقُرٰى، أَرْبَعَ مِائَةَ دِيْنَارٍ، أَوْ عِدْلَهَا مِنَ الْوَرِقِ، وَيُقَوِّمُهَا عَلٰى أَهْلِ الْإِبِلِ إِذَا غَلَتْ رُفِعَ فِيْ قِيْمَتِهَا، وَإِذَا هَانَتْ نُقِصَ مِنْ قِيْمَتِهَا عَلٰى نَحْوِ الزَّمَانِ مَا كَانَ، فَبَلَغَ قِيْمَتُهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا بَيْنَ الْأَرْبَعِ مِائَةِ دِيْنَارٍ إِلٰى ثَمَانِ مِائَةِ دِيْنَارٍ، أَوْ عِدْلَهَا مِنَ الْوَرِقِ۔ قَالَ: وَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ مَنْ كَانَ[لَهُ] عَقْلُهُ فِي الْبَقَرِ عَلٰى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ، وَأَنَّ مَنْ كَانَ[لَهُ] عَقْلُهُ فِي الشَّاةِ أَلْفَيْ شَاةٍ۔ (وَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ الْعَقْلَ مِيْرَاثٌ بَيْنَ

(۱۴۳۱)۱۵۔ نسائی نے اضافہ کیا اس حدیث میں کہا ہے: ''رسول اللہ ﷺ بستی والوں پر ان کی قیمت لگاتے چار سو دینار یا اس کے برابر چاندی' اور اونٹ والوں ان کی قیمت لگاتے جب مہنگائی ہوتی تو ان کی قیمت زیادہ کر دیتے اور جب بازار سستا ہوتا تو ان کی قیمت میں کمی کر دیتے وقت کے تقاضے کے مطابق جیسے بھی ہوتا' رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان کی قیمت چار سو دینار سے لے کر آٹھ سو دینار تک ہوتی یا اس کے برابر چاندی۔ راوی نے کہا' رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ گائیوں والے سو گائیں دیت میں دیں اور جس نے بکریوں سے دیت دینا ہو تو وہ دو ہزار بکریاں دیت میں دیں' رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا

وَرَثَةِ الْقَتِيلِ (عَلَى فَرَائِضِهِمْ) فَمَا فَضَلَ فَلِلْعَصَبَةِ)۔ وَقَضَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تَعْقِلَ الْمَرْأَةُ عَصَبَتَهَا (مَنْ) كَانُوا، وَلَا يَرِثُونَ مِنْهَا(شَيْئًا) إِلَّا مَا فَضَلَ مِنْ وَرَثَتِهَا، وَإِنْ قُتِلَتْ فَعَقْلُهَا بَيْنَ وَرَثَتِهَا، وَهُمْ يَقْتُلُونَ قَاتِلَهَا۔ وَسَيَأْتِي فِي حَدِيثِ [فِي] الْقَسَامَةِ فَدَاهُ بِمِائَةٍ مِنَ الْإِبِلِ الصَّدَقَةِ۔

کہ دیت مقتول کے وارثوں کی میراث ہوگی اپنے اپنے حصے کے مطابق اور جو باقی بچے گا وہ عصبہ کے لیے ہوگا اور رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ عورت کی دیت اس کے عصبہ دیں گے جو بھی ہوں وہ اس کے کسی چیز کے وارث نہیں ہوں گے مگر جو ان کے وارثوں سے زائد بچ جائے اگر اسے قتل کر دیا جائے تو اس کی دیت ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگی اور وہ ہی اس کے قاتل کو قصاص میں قتل کر سکتے ہیں حدیث قسامہ میں دیت کے بارے میں ذکر آئے گا کہ آپ نے سو اونٹ بطور دیت صدقہ کے اونٹوں سے دیے تھے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔نسائی: ۸/ ۴۳۔ ابن ماجة: ۲۶۳۰۔

**فوائد:** (۱) دیت میں ریٹ کے اتار چڑھاؤ کو مدنظر رکھا جائے گا دور نبوی والا ریٹ ہی نہیں چلتا جائے گا۔

(۲) اونٹوں کی عدم موجودگی میں گائے' سونا' چاندی' بھیڑ بکریوں سے بھی دیت قبول کی جائے گی۔

(۳) دیت کے وارث مقتول کے ورثاء بنتے ہیں۔ تقسیم میں وہ سب برابر ہیں پہلے اصحاب فروض پھر عصبہ کو دیت کا حصہ ملے گا۔

(۴) مقتول کا قصاص لینے والے' قصاص لینے کا مطالبہ کرنے والے بھی اس کے ورثاء ہی ہوتے ہیں۔ ایسے ہی دیت وصول کرنے والے بھی وہی ہوتے ہیں۔

(۵) عورت کے وارث بھی اصحاب فروض کے بعد عصبہ ہوں گے۔

(١٤٣٢)١٦۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي حَدِيثٍ: فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ، كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ۔ يَعْنِي ابْنَ الْأَكْوَعِ۔ فِيهِ قِصَرٌ فَتَنَاوَلَ بِهِ سَاقَ يَهُودِيٍّ لِيَضْرِبَهُ فَرَجَعَ ذُبَابُ سَيْفِهِ فَأَصَابَ رُكْبَةَ عَامِرٍ، فَمَاتَ مِنْهُ۔ أَخْرَجَاهُ فِي ((الصَّحِيحَيْنِ))۔

(۱۴۳۲)۱۶۔ سلمہ بن اکوع سے مروی ہے کہ جب قوم نے صف بندی کی تو عامر بن اکوع کی تلوار چھوٹی تھی اس نے تلوار پکڑی تا کہ یہودی کی ٹانگ پر وار کرے اس کی تلوار نے پلٹا کھایا اور عامر کے گھٹنے پر جا لگی اور اس سے وہ مر گیا۔ شیخین نے اس کو صحیحین میں روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۱۹۶۔ مسلم: ۱۸۰۲۔

**فوائد:** (۱) کوئی کسی کو قتل کرنے لگے اور خود اپنی ہی تلوار یا آلۂ قتل سے زخمی ہو جائے یا مر جائے تو اس پر دیت نہ ہوگی جس کو وہ قتل کرنا چاہتا تھا۔ انسان اپنے نفس کا خود مالک ہے۔ خود نفس کو نقصان دے گا تو دیت یا قصاص کسی دوسرے پر ہرگز نہ ہوگا۔

## باب القسامة

(١٤٣٣) ١- رَوَى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، قَالَ يَحْيَى: وَحَسِبْتُ قَالَ: وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَا: خَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ (بْنِ زَيْدٍ، وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودِ بْنِ زَيْدٍ، حَتَّى إِذَا كَانَا بِخَيْبَرَ تَفَرَّقَا فِي بَعْضِ مَا هُنَالِكَ، ثُمَّ إِذَا مُحَيِّصَةُ يَجِدُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ) قَتِيلًا فَدَفَنَهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هُوَ وَحُوَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ، وَكَانَ أَصْغَرَ الْقَوْمِ فَذَهَبَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ لِيَتَكَلَّمَ [قَبْلَ صَاحِبَيْهِ]، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَبِّرْ (كَبِّرْ فِي السِّنِّ)، (فَصَمَتَ وَتَكَلَّمَ صَاحِبَاهُ، وَتَكَلَّمَ مَعَهُمَا فَذَكَرُوا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ) مَقْتَلَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَهْلٍ، فَقَالَ لَهُمْ [رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ]: ((أَتَحْلِفُوْنَ خَمْسِيْنَ يَمِيْنًا فَتَسْتَحِقُّوْنَ صَاحِبَكُمْ أَوْ قَاتِلَكُمْ؟ قَالُوْا: وَكَيْفَ نَحْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ، قَالَ: فَتُبْرِئُكُمْ يَهُوْدُ بِخَمْسِيْنَ يَمِيْنًا- قَالُوْا وَكَيْفَ نَقْبَلُ إِيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ؟ فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَعْطَى عَقْلَهُ)) هٰذِهِ رِوَايَةُ اللَّيْثِ، عَنْ يَحْيٰى، عِنْدَ مُسْلِمٍ-

## قسموں کا بیان

(۱۴۳۳)۱- یحییٰ بن سعید نے بشیر بن یسار سے روایت کیا اس نے سہل بن ابی حثمہ سے روایت کیا' یحییٰ نے کہا میرا خیال ہے اس نے کہا رافع بن خدیج سے روایت کیا دونوں نے کہا کہ عبداللہ بن سہل بن زید اور محیصہ بن مسعود بن زید نکلے یہاں تک کہ جب دونوں خیبر میں پہنچے تو ایک دوسرے سے الگ ہوگئے پھر جب محیصہ عبداللہ بن سہل کو دیکھتا ہے وہ مقتول پڑا ہے تو اس نے اسے دفن کر دیا پھر وہ حویصہ بن مسعود اور عبدالرحمٰن بن سہل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' تینوں میں سے سب سے چھوٹا عبدالرحمٰن تھا' اس نے ان دونوں ساتھیوں سے پہلے بات کرنا چاہی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمر میں جو بڑا ہے اسے بات کرنے دیں'' وہ خاموش ہوگیا اور اس کے دونوں ساتھیوں نے آپؐ سے بات کی اس نے بھی ان دونوں کے ساتھ مل کر بات کی انہوں نے عبداللہ بن سہل کے قتل کا تذکرہ کیا اور ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم پچاس مرتبہ قسم کھاتے ہو تو بایں صورت تم اپنے ساتھی کے مستحق قرار پاؤ گے یا اپنے قاتل پہ قابو پا سکو گے؟'' انہوں نے کہا ہم حلف کیسے اٹھائیں جب کہ ہم نے دیکھا نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تو پھر یہودی پچاس مرتبہ قسم کھا کر بری ہو جائیں گے'' انہوں نے کہا ہم بھلا کافر قوم کی قسم کیسے قبول کریں گے؟ جب رسول اللہ ﷺ یہ صورت حال دیکھی تو اس کی دیت ادا کر دی۔ یہ لیث کی روایت ہے یحییٰ سے مسلم کے ہاں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۱۷۳'۶۱۴۲'۶۸۹۸۔ مسلم: ۱۶۶۹۔

(١٤٣٤)٢۔ وَفِی رِوَايَةِ (حَمَّادِ) بْنِ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ بُشَيْرٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ مِنْ غَيْرِ شَكٍّ۔ وَفِيهِ: فَتَكَلَّمَا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: **((يُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَيُدْفَعُ بِرُمَّتِهِ))** قَالُوا: أَمْرٌ لَمْ نَشْهَدْهُ، كَيْفَ نَحْلِفُ؟ قَالَ: **((فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْهُمْ))**۔ قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ، قَوْمٌ كُفَّارٌ...... الْحَدِيثَ۔

(۱۴۳۴)۲۔حماد بن زید یحییٰ بن بشیر سے اور وہ سہل بن ابی حثمہ اور رافع بن خدیج سے بلا شک وشبہ روایت کرتے ہیں اس میں ہے کہ ان دونوں نے اپنے ساتھی کے بارے میں بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم پچاس قسمیں کھاؤ گے ان کے آدمی کے خلاف تو اس کی رسی سپرد کر دی جائے گی انہوں نے کہا ایک ایسا معاملہ ہے کہ ہم نے دیکھا نہیں تو حلف کیسے اٹھائیں؟ فرمایا ''تو یہودی پچاس قسمیں کھا کر تمہیں الگ تھلگ کر دیں'' انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ کافر قوم ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۱۴۲، ۶۱۴۳۔ مسلم: ۱۶۶۹۔

(١٤٣٥)٣۔ وَفِي رِوَايَةِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ [عِنْدَ مُسْلِمٍ]، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ، وَمُحَيِّصَةَ ابْنَ مَسْعُودِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّيْنِ [ثُمَّ] مِنْ بَنِي حَارِثَةَ، خَرَجَا إِلٰى خَيْبَرَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ، وَأَهْلُهَا يَهُودُ۔ وَفِيهِ: فَمَشٰى أَخُو الْمَقْتُولِ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ فَذَكَرُوا لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ شَأْنَ عَبْدِاللّٰهِ، وَحَيْثُ قُتِلَ، قَالَ: فَزَعَمَ بُشَيْرٌ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَمَّنْ أَدْرَكَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لَهُمْ: **((تَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا وَتَسْتَحِقُّونَ قَاتِلَكُمْ أَوْ صَاحِبَكُمْ؟))** قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ، مَا شَهِدْنَا وَلَا حَضَرْنَا۔ فَزَعَمَ أَنَّهُ قَالَ: **((فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ يَمِينًا))**۔ وَفِيهِ: فَزَعَمَ بُشَيْرٌ: **((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَقَلَهُ مِنْ عِنْدِهِ))**۔

(۱۴۳۵)۳۔مسلم شریف میں سلیمان بن بلال سے مروی ہے کہ اس نے یحییٰ بن سعید سے اور اس نے بشیر بن یسار سے روایت کیا کہ عبداللہ بن سہل بن زید اور محیصہ بن مسعود بن یزید دونوں انصاری تھے اور پھر دونوں بنو حارثہ میں سے تھے' وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں خیبر گئے یہ صلح کے دن تھے اس کے باشندے یہودی تھے' اس میں ہے کہ مقتول کا بھائی۔ عبدالرحمٰن بن سہل محیصہ اور حویصہ چلے رسول اللہ ﷺ کو عبداللہ کے بارے میں بتایا کہ وہ قتل ہو گیا' راوی نے کہا' بشیر کا خیال ہے کہ وہ بیان کرتا ہے ان سے' جنہوں نے پایا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو آپ نے ان سے کہا: ''تم پچاس قسمیں اٹھاؤ گے اور مستحق ہو جاؤ گے اپنے قاتل کے یا صاحب کے؟'' انہوں نے کہا' اے اللہ کے رسول ہم تو نہ موجود تھے اور نہ حاضر تھے اس کا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہودی پچاس قسمیں کھا کر تمہیں الگ کر دیں گے بشیر کا خیال ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس سے دیت دے دی۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۶۶۹۔

(١٤٣٦)٤۔ وَكَذٰلِكَ فِيْ رِوَايَةِ هُشَيْمٍ عَنْ يَحْيٰى: فَوَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

(۱۴۳۶)۴۔ اسی طرح ہشیم نے یحییٰ سے روایت کیا ''رسول اللہ ﷺ نے اس کو ادا کر دیا تھا۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۶۹۔

(١٤٣٧)٥۔ وَكَذَا فِيْ رِوَايَةِ بُشَيْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ عَنْ يَحْيٰى: فَعَقَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ عِنْدِهِ۔

(۱۴۳۷)۵۔ بشیر بن مفضل کی روات میں ہے اس نے یحییٰ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے پاس سے دیت ادا کر دی۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۶۹۔

(١٤٣٨)٦۔ وَفِيْ رِوَايَةِ سَعِيْدِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِيْ حَثْمَةَ: فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُبْطِلَ دَمَهُ، فَوَدَاهُ بِمِائَةٍ مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ۔

(۱۴۳۸)۶۔ سعید بن عبید کی روایت میں ہے بشیر بن یسار سے روایت کیا اس نے سہل بن حثمہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ناپسند کیا کہ اس کا خون رائیگاں جانے دیا جائے آپ نے اس کی دیت صدقے کے سو اونٹوں سے ادا کی۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۶۹۔

(١٤٣٩)٧۔ وَفِيْ رِوَايَةِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْ لَيْلٰى، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِيْ حَثْمَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ رِجَالٍ مِنْ كُبَرَاءِ قَوْمِهِ......اَلْحَدِيْثَ [وَفِيْهِ]: فَأَتٰى يَهُوْدَ فَقَالَ: ((أَنْتُمْ وَاللّٰهِ قَتَلْتُمُوْهُ قَالُوْا: وَاللّٰهِ مَا قَتَلْنَاهُ۔ وَفِيْهِ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِمَّا أَنْ تَدُوْا صَاحِبَكُمْ، وَإِمَّا أَنْ تُؤْذَنُوْا بِحَرْبٍ))۔ فَكَتَبَ إِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ ذٰلِكَ فَكَتَبُوْا: إِنَّا وَاللّٰهِ مَا قَتَلْنَاهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِحُوَيِّصَةَ، وَمُحَيِّصَةَ، وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ: ((أَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ دَمَ

(۱۴۳۹)۷۔ مالک کی ایک روایت میں ہے وہ ابولیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سہل نے سہل بن ابی خثمہ سے روایت کیا کہ اسے اس کے قوم کے بڑوں نے بتایا اس میں ہے کہ آپ کے پاس یہود کو لایا گیا آپ نے فرمایا: ''بخدا تم نے اسے قتل کیا ہے انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم نے اسے قتل نہیں کیا اس میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا تم اپنے ساتھی کی دیت دو یا پھر لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ ان کی طرف رسول اللہ ﷺ نے لکھا انہوں نے لکھا اللہ کی قسم! ہم نے قتل نہیں کیا رسول اللہ ﷺ نے حویصہ محیصہ اور عبدالرحمٰن سے کہا' کیا تم قسم کھاتے ہو اور

صَاحِبِكُمْ؟)) قَالُوْا: لَا وَاللّٰهِ، قَالَ: ((فَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُوْدُ)) قَالُوْا: لَيْسُوْا مُسْلِمِيْنَ۔ فَوَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (مِنْ عِنْدِهِ، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ) مِائَةَ نَاقَةٍ حَتّٰى أُدْخِلَتْ عَلَيْهِمُ الدَّارَ۔ قَالَ سَهْلٌ: فَلَقَدْ رَكَضَتْنِيْ مِنْهَا نَاقَةٌ حَمْرَاءُ۔

اپنے ساتھی کے خون کا استحقاق رکھتے ہو؟ انہوں نے نہیں اللہ کی قسم! آپ نے فرمایا یہودی قسم کھالیں گے انہوں نے کہا وہ تو مسلمان نہیں رسول اللہ ﷺ نے اس کی دیت اپنی طرف سے ادا کردی رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف سے سو اونٹ بھیجے اور وہ ان کے گھر پہنچا دیئے سہل نے کہا کہ ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے مجھے ٹانگ ماری تھی۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۶۹۔

**فوائد:** (۱) فریقین کا ثبوت وانکار پر قسم یا شہادت دینا قسامت کے زمرہ میں شامل ہے۔

(۲) کسی جگہ، بستی، محلہ، گلی یا قبیلہ کے پاس مقتول پایا گیا مقتول کے قاتل کا یقینی علم نہ ہونے کی وجہ سے بستی، گلی، قبیلہ، محلہ وغیرہ کے پچاس افراد سے قسمیں لی جائیں گی۔ وہ مل کر قسم دیں گے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی وہ اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ اس صورت میں وہ بری ہوجائیں گے۔ قسمیں مرد حضرات سے لی جائیں گی اور ان سے لی جائیں گی جن کا انتخاب مدعی نے کیا خواہ وہ مشتبہ افراد ہوں یا نہ ہوں۔

(۳) مقتول کے ورثاء قسمیں اٹھائیں گے کہ یہی ہمارے مقتول کے قاتل ہیں۔ اس کی دو صورتیں ہیں (۱) ثبوت وگواہ پیش کریں گے (۲) قسم اٹھائیں گے۔ اگر مقتول کے ورثاء دونوں چیزیں پیش نہ کریں تو مخالف افراد پچاس قسمیں دیں گے اور وہ بری ہوجائیں گے۔ ورنہ ان پر دیت لازم آئے گی۔ خون ثابت ہوجائے تو قصاص لازم آئے گا۔ باتوں باتوں میں کسی کا خون رائیگاں قرار نہیں دینا چاہیے۔

(۴) یہ واحد قضیہ ہے جس میں پچاس قسمیں اٹھائی جاتی ہیں۔ دیت کو کوئی قبول نہ کرے تو مقتول کی دیت بیت المال سے ادا کی جاسکتی ہے۔

(۵) کم تجربہ کار، کم عمر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے سے زیادہ تجربہ کار اور عمر رسیدہ کو گفتگو کرنے کا موقع دے بلکہ یوں کہیں کہ عمر رسیدہ، تجربہ کار شخص کی موجودگی میں کم تجربہ کار اور کم عمر کو خاموش رہنا چاہیے۔ معاملات واحکامات میں بڑے کو پہلے بولنے کا موقعہ دیا جائے بعد میں خود بات کریں۔ نبی کریم علیہ السلام نے باتوں باتوں اور اشاروں اشاروں میں اپنے پیروکاروں کو رہنے سہنے کے آداب سکھائے۔

(١٤٤٠)٨۔ وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ (الْأَنْصَارِ): أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَقَرَّ الْقَسَامَةَ عَلٰى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۴۴۰)۸۔ رسول اللہ ﷺ کے ایک انصاری صحابی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قسامہ کے اسی نظام کو برقرار رکھا جو زمانہ جاہلیت میں پایا جاتا تھا۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۷۰۔

**فوائد:** (۱) بعض ایسے اعمال وامور ہیں جو کہ دورِ جاہلیت میں تھے اور اچھے تھے ان کو اسلام نے جوں کا توں رکھا ہے، ان میں سے ایک قسامت بھی ہے اس کی ابتداء زمانہ جاہلیت سے ہوئی تھی۔ اسلام نے آج بھی اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۲) قسمیں اٹھانے سے قبل جانچ پڑتال' شواہد وتائیدات کو ثبوت کے طور پر اکٹھا کرنا فیصلہ کن ثابت ہوتا ہے۔

(۳) پچاس قسموں کے ذریعے اور کسی مسئلہ میں تحقیق وتفتیش کرنا اور اس کو حل کرنا قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

(۴) قسامت کی احادیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ کافر کی قسم کو بھی شریعت میں وقعت حاصل ہے۔

## بَابُ صَوْلِ الْفَحْلِ

## سانڈ کے حملے کا بیان

(۱٤٤۱) ۱۔ (عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمْرٍو [بْنِ الْعَاصِ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(۱۴۴۱) ۱۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔'' بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۴۸۰۔ مسلم: ۱۴۱۔

**فوائد:** (۱) شہید کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو اپنے مال کی حفاظت کرتے کرتے قتل کر دیا جائے۔

(۲) بوجہ ظلم اور معصومی کے مارا جانا شہادت کا باعث بنتا ہے۔

(۳) اپنے مال وحق کی خاطر لڑنا' دفاع کرنا اور مرنا مارنا درست ہے۔

(۴) جو کسی کو ظلم سے مار دیتا ہے اور بے جا خون بہا دیتا ہے۔ یہی خون قاتل کے لیے باعث ذلت اور دخولِ جہنم کا ذریعہ بنتا ہے۔ جبکہ مقتول کے لیے یہ خون کفارہ بھی بن جاتا ہے اور دخولِ جنت کا سبب بھی بنتا ہے۔

(۵) آج کل ناجائز اور بے گناہ مسلمانوں کو بے دریغی سے قتل کیا جا رہا ہے سبھی اس حدیث کے تحت شہید ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس عنایت فرمائے۔

(۱٤٤۲) ۲۔ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، أَنَّ أَجِيْرًا لِيَعْلَى بْنِ مُنْيَةٍ، عَضَّ رَجُلٌ ذِرَاعَهُ فَجَذَبَهَا فَسَقَطَتْ ثَنِيَّتُهُ، فَرُفِعَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَبْطَلَهَا، وَقَالَ: ((أَرَدْتَ أَنْ تَقْضِمَهَا كَمَا يَقْضِمُ الْجَمَلُ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۴۴۲) ۲۔ صفوان بن یعلی سے روایت ہے کہ یعلی بن منیہ کا ایک مزدور تھا' ایک شخص نے اس کے بازو کو دانتوں سے کاٹا اس کے بازو کو کھینچا' جس سے اس کے اگلے دانت گر گئے' یہ معاملہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ نے اس کو باطل قرار دیا' اور فرمایا تو نے ارادہ کیا کہ اسے اس طرح کاٹوں جس طرح اونٹ کاٹتا ہے۔ متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۲۶۵۔ مسلم: ۱۶۷۴۔

**فوائد:** (۱) اپنی جان بچاتے بچاتے ظالم کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو مظلوم پر اس کی دیت نہیں ہے۔ بشرطیکہ اس کو حد درجہ کی تکلیف ہوئی ہو اور خلاصی کا کوئی اور طریقہ بھی نہ ہو۔

(۲) انسان کا انسان کو درندے کی طرح چبانے کی کوشش کرنا انتہا درجہ کی سفا کی ہے۔

(۳) جنگ میں کسی کو مزدور رکھنا درست ہے۔

(١٤٤٣)٣۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ فَحَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ، فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ جُنَاحٌ))۔

(۱۴۴۳)۳۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص تجھے یعنی تیرے گھر بغیر اجازت جھانکے اور تو نے اسے کنکری ماری جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔“

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۹۰۲۔ مسلم: ۱۴۱۔

(١٤٤٤)٤۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((مَنِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ أَنْ يَفْقَؤُوْا عَيْنَهُ))۔ اَللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

(۱۴۴۴)۴۔ ایک روایت میں ہے کہ جو کسی کے گھر ان کی اجازت کے بغیر جھانکتا ہے ان کے لیے جائز ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۲۱۵۸۔

(١٤٤٥)٥۔ (وَفِي لَفْظٍ) عِنْدَ ابْنِ حِبَّانَ: ((مَنِ اطَّلَعَ [إِلٰى] دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَفَقَؤُوْا عَيْنَهُ، فَلَا دِيَةَ وَلَا قِصَاصَ))۔

(۱۴۴۵)۵۔ ابن حبان کے نزدیک یہ ہے ”جس نے کسی قوم کے گھر ان کی اجازت کے بغیر جھانکا نہ اس پر دیت ہے اور نہ ہی قصاص۔“

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۳۸۵۔ نسائی: ۸/ ۶۱۔ ابن حبان: ۵۹۷۲۔ بیہقی: ۸/ ۳۳۸۔

(١٤٤٦)٦۔ وَفِي حَدِيثِ أَنَسٍ [بْنِ مَالِكٍ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عِنْدَ مُسْلِمٍ: أَنَّ رَجُلًا نَظَرَ فِي بَعْضِ حُجَرِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَامَ إِلَيْهِ بِمِشْقَصٍ (أَوْ بِمَشَاقِصَ)، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَخْتِلُهُ لِيَطْعَنَهُ۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۴۴۶)۶۔ مسلم شریف میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے حجرے کے اندر جھانکا' آپ ایک چوڑے پھل کا تیر لے کر کھڑے ہوئے یا بہت سے تیر لے کر کھڑے ہوئے تھے' گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں آپ اسے غفلت میں مارنا چاہتے ہیں۔
متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۹۰۰۔ مسلم: ۲۱۵۷۔

**فوائد:** (۱) کسی کے گھر کی دیوار کی درداڑ سے جھانکنا جرم ہے۔
(۲) جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی جائے تو اس پر دیت نہیں ہے۔
(۳) گھر کی چار دیواری پردہ ہے۔
(۴) گھر کی دیواریں' دروازے' ونڈوز بنانا گھر کے پردے کے لیے عمدہ ہے دیواروں کو پختہ بنیادوں پر بنانا چاہیے تا کہ کوئی دراز دسراغ باقی نہ رہے۔
(۵) اپنے گھر کی حفاظت کرنا اور اہل خانہ کو ہر طرح کا تحفظ دینا ضروری ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ جس گھر کی چار دیواری نہ ہو اس گھر کی طرف کوئی جھانک لے تو جھانکنے والا گناہگار نہ ہوگا۔ اس صورت میں جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو دیت دینا ہوگی۔ کیونکہ غلطی اس کی ہے جس نے دیوار و پردے کا اہتمام نہیں کیا۔

## بَابُ جِنَايَةِ الْبَهَائِمِ وَغَيْرِهِ

## چوپاؤں وغیرہ کے تاوان کا بیان

(١٤٤٧) ١- رَوَى مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَرَامِ بْنِ مُحَيِّصَةَ ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ نَاقَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ دَخَلَتْ حَائِطَ [قَوْمٍ] فَأَفْسَدَتْ فِيهِ، فَقَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ حِفْظَهَا بِالنَّهَارِ، وَعَلَى أَهْلِ الْمَوَاشِي حِفْظَهَا بِاللَّيْلِ. أَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ مِنْ حَدِيثِ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَفِي الْحَدِيثِ عَنْهُ اِخْتِلَافٌ فِي الْإِسْنَادِ.

(۱۴۴۷) ۱۔ معمر نے زہری سے روایت کیا' اس نے حرام بن محیصہ سے روایت کیا' اس نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ براء بن عازب کی اونٹنی ایک قوم کے باغ میں داخل ہوئی اس نے باغ کو خراب کیا رسول اللہ ﷺ نے اہل زمین کے لیے فیصلہ کیا کہ وہ دن کو حفاظت کریں اور اہل مویشی کے بارے میں فیصلہ کیا کہ وہ رات کو حفاظت کریں۔ اس کو ابن حبان نے معمر کی حدیث سے نکالا ہے معمر نے زہری سے اور حدیث جو اس سے ہے سند میں اختلاف ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۳۵۷۰۔ ابن ماجة: ۲۳۳۲۔ بیہقی: ۸/ ۳۴۱۔

**فوائد:** (۱) زمین والوں پر اپنی زمین اور فصل کی حفاظت دن کو لازم ہے۔ جبکہ مواشی والوں پر مویشیوں کی حفاظت کرنا رات کو لازم ہے۔
(۲) اپنی اپنی حفاظت کے باوجود کوئی نقصان دے گا تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔
(۳) کوئی جانور پہلی دفعہ کسی فصل میں باغ میں پڑ جائے اور کچھ کھا لے یا خراب کر دے تو جانور اور جانور کے مالک کو کسی قسم کا نقصان نہ دیا جائے گا سوائے اس کے کہ جانور والے کو احسن طریقے سے سمجھایا جائے تا کہ آئندہ اس غلطی کا اعادہ نہ ہو۔

(١٤٤٨) ٢- وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

(۱۴۴۸) ۲۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا

جَدِّهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَطَبَّبَ وَلَا يُعْلَمُ مِنْهُ طِبٌّ، فَهُوَ ضَامِنٌ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو طبیب بنا اور طبابت اس سے جانی نہ گئی تو وہ خود ضامن ہوگا۔'' ابوداؤد

**تحقیق وتخریج:** ابوداؤد: ۴۵۸۶۔ نسائی: ۸/ ۵۲۔ ۵۳۔ ابن ماجۃ: ۳۴۶۶۔

**فوائد:** (۱) غیر مستند حکیم کے ہاتھوں کوئی مرجائے تو اس پر دیت ہے بالا جماع کیونکہ اس نے جانتے ہوئے یہ عمل کیا۔ جبکہ اسے اپنی بے سندی طبابت کا علم بھی تھا۔

(۲) حکومت کی طرف سے مستند حکیم یا ڈاکٹر بن جانا اور بعد میں مریضوں کو ادویہ دینا درست ہے۔ جیسا کہ آج کل ایم۔ بی۔ بی۔ ایس اور دیگر طب کے شعبے ہیں۔

(۳) مستند حکیم یا ڈاکٹر کے ہاتھوں کوئی جان ختم ہوجائے تو اس پر کچھ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے اپنی طرف سے حد درجہ کی سوچ و بچار کی اور بعد میں مریض کو دوا دی۔ اس اجتہادی غلطی سے چشم پوشی کی جائے گی۔

(۴) حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مستند اداروں کا قیام کرنے کے ساتھ ساتھ آئے روز اپنی تشکیل شدہ چھاپہ مار کمپنی کو گاہے بگاہے مختلف علاقوں میں معمول کے مطابق بھیجتی رہے اور ڈسپنسروں اور میڈیکلز اور وہاں پر دوا دینے والے حضرات کو چیک کرتی رہے تاکہ کھوٹے کھرے کا پتہ چلتا رہے۔

(۵) طب وطبابت کا فیلڈ قابلِ تعریف ہے اگر اس کو شرعی انداز سے تحفظات فراہم کیے جائیں تو یہ بہت بڑا عملِ ثواب ہے۔

## بَابُ قِتَالِ الْخَوَارِجِ وَأَهْلِ الْبَغْيِ

## خارجی اور باغیوں کے قتل کا بیان

(۱۴۴۹) ۱۔ عَنْ عُرْفُجَةَ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُرِيْدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ، فَاقْتُلُوْهُ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۴۴۹) ۱۔ عرفجہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو تمہارے پاس آئے اور تمہارا معاملہ ایک شخص پر وہ ارادہ کرتا ہے کہ اور تمہاری لاٹھی کو توڑ دے یا تمہاری جماعت میں تفریق پیدا کردے تو تم اسے قتل کردو۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۸۵۲۔

**فوائد:** (۱) خوارج، خارج کی جمع ہے۔ خارجی اور باغی وہ ہوتا ہے جو صدق، صداقت سے اعراض کرتے ہوئے مسلمان امیروں اور حکمرانوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتا ہے۔

(۲) مسلمانوں کے اتفاق واتحاد کو توڑنے والا باغی ہوتا ہے۔

(۳) مسلم اتحاد کو پاش پاش کرنے کی سعی کرنے والے کی سزا قتل ہے۔

(۴) ایک ہی وقت میں دو حکمران، دو صدور یا دو خلیفے مقرر نہیں ہوسکتے اور نہ ہی دونوں کی بیعت کی جاسکتی ہے۔ البتہ ایک اصل

اور دوسرا اس کا نائب مقرر کیا جاسکتا ہے۔

## بَابُ قَتْلِ الْمُرْتَدِّ وَقُبُوْلِ تَوْبَتِهِ

## مرتد کا قتل اور اس کی توبہ کی قبولیت کا بیان

(١٤٥٠)١۔ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِزَنَادِقَةَ فَأَحْرَقَهُمْ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحَرِّقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ))، وَلَقَتَلْتُهُمْ، لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : ((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ))۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

(١٤٥٠)١۔ عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس زنادقہ لائے گئے اور انہیں جلا ڈالا یہ بات عبداللہ بن عباس کو پہنچی تو انہوں نے کہا اگر میں ہوتا تو انہیں آگ سے نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو'' البتہ انہیں میں قتل کر دیتا رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی بنیاد پر ''جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔'' بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۹۲۲۔

**فوائد:** (۱) کسی کو آگ کا عذاب دینا درست نہیں ہے۔

(۲) آگ سے سزا وعذاب دینا اللہ تعالیٰ کا وصف ہے۔

(۳) ایک دفعہ اسلام میں داخل ہو کر اس کو قبول کر کے پھر دوبارہ کافر' یہودی' عیسائی وغیرہ ہو جانے والے کو مرتد کہتے ہیں۔

(۴) مرتد کی سزا قتل ہے۔

(۵) آج کل عیسائی اس طرح کرتے ہیں کہ صرف نیا نکاح کروانے کے لیے یا کسی مسلمان عورت سے شادی رچانے کی خاطر وہ وقتی طور پر مسلمان ہونے کا دعویٰ کر دیتے ہیں۔ اخبار وزبان پر ان کے مسلمان ہونے کی خبر عام ہو جاتی ہے لیکن جونہی ان کا مطلب پورا ہوتا ہے وہ دوبارہ عیسائی ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی اس حدیث کے ضمن میں آ جاتے ہیں لیکن ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم نفاذِ قانون سے قاصر ہیں۔

(١٤٥١)٢۔ وَرَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ مُوْسٰى۔ فِيْ قِصَّةٍ ذَكَرَهَا: فَبَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ ثُمَّ أَتْبَعَهُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ قَالَ: انْزِلْ، وَأَلْقَى لَهُ وِسَادَةً، وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ مُوْثَقٌ، فَقَالَ مَا هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا كَانَ يَهُوْدِيًّا فَأَسْلَمَ ثُمَّ رَاجَعَ دِيْنَهُ، دِيْنَ السَّوْءِ فَتَهَوَّدَ، قَالَ: لَا أَجْلِسُ حَتّٰى يُقْتَلَ، قَضَاءُ اللّٰهِ

(۱۴۵۱)۲۔ مسلم نے ابوموسیٰ اشعری کی کہانی بیان کی کہتے ہیں کہ اسے یمن کی طرف بھیجا پھر اس کے پیچھے معاذ بن جبل کو بھیجا جب یہ اس کے پاس پہنچے تو کہا تشریف رکھیے اور اس کی طرف تکیہ پھینکا' ایک شخص اس کے پاس بندھا ہوا تھا انہوں نے کہا' یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا پھر یہ اپنے دین کی طرف پلٹ گیا بُرے

وَرَسُوْلِهِ...... اَلْحَدِيْثَ۔

دین کی طرف اور یہودی ہوگیا' فرمایا میں اس وقت تک بیٹھوں گا نہیں یہاں تک کہ اسے قتل کردیا جائے یہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۹۲۳۔ مسلم: ۱۷۳۳۔

**فوائد:** (۱) کسی قیدی یا مرتد کو باندھ کر رکھنا درست ہے۔ ایسے ہی اس کو کسی قید خانہ یا کمرہ میں بند رکھا جاسکتا ہے۔ قتل ہونے سے قبل توبہ کرلے تو پھر وہ آزاد ہے۔

(۲) مہمان وہم نوا کے لیے تکیہ' بستر کا انتظام کرنا درست ہے۔ مرکزی گورنر کا احترام کرنا چاہیے۔

(۳) مرتد کو قتل کرنا یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بالکل عین مطابق ہے۔ جب مرتد کے ارتداد کے بارے یقین ہوجائے تو اس کے قتل میں تاخیر ناجائز ہے۔ گورنر کو چاہیے کہ وہ حدود نافذ کرے۔

(۴) دینِ اسلام کے علاوہ دیگر ادیان باطل ہیں۔

(۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرتد کو پل بھر بھی زندہ دیکھنا گوارہ نہ کرتے تھے۔

(۱۴۵۲)۳۔ وَفِي الْحَدِيْثِ لِلنَّسَائِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ أَعْمٰى كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ، [وَكَانَ] لَهُ مِنْهَا ابْنَانِ، فَكَانَتْ تُكْثِرُ الْوَقِيْعَةَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتَسُبُّهُ، فَيَزْجُرُهَا فَلَا تَزْدَجِرُ، وَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِيْ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ ذَكَرَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَوَقَعَتْ فِيْهِ: فَلَمْ أَصْبِرْ أَنْ قُمْتُ إِلَى الْمِعْوَلِ فَوَضَعْتُهُ فِيْ بَطْنِهَا فَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا فَقَتَلْتُهَا، فَأَصْبَحَتْ قَتِيْلًا۔ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَجَمَعَ النَّاسَ وَقَالَ: ((**أَنْشُدُ اللّٰهَ رَجُلًا لِيْ عَلَيْهِ حَقٌّ فَعَلَ مَا فَعَلَ إِلَّا قَامَ**)) فَأَقْبَلَ الْأَعْمٰى يَتَدَلْدَلُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَا صَاحِبُهَا، كَانَتْ أُمُّ وَلَدِيْ، وَكَانَتْ بِيْ لَطِيْفَةً رَفِيْقَةً، وَلِيْ مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ، وَلٰكِنَّهَا كَانَتْ تُكْثِرُ الْوَقِيْعَةَ فِيْكَ، وَتَشْتِمُكَ، فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِيْ، وَأَزْجُرُهَا فَلَا

(۱۴۵۲)۳۔ نسائی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک اندھا تھا اس کی ایک لونڈی تھی' اس سے اس کے دو بیٹے تھے وہ اکثر وبیشتر رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے گالی بکنے لگتی' وہ اسے جھڑکتا وہ ٹس سے مس نہ ہوتی وہ اسے روکتا وہ باز نہ آتی' ایک رات اس نے نبی کریم ﷺ کا تذکرہ کیا اور ہرزہ سرائی کرنے لگی مجھ سے صبر نہ ہوسکا میں نے کدال کو پکڑا اس کے پیٹ میں مارا اور اسے قتل کر دیا وہ قتل ہوگئی اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا گیا' لوگ اکٹھے ہوئے آپؐ نے فرمایا: ''میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اس آدمی کو جس پر میرا حق ہے جس نے یہ کام کیا وہ اٹھ کھڑا ہو'' اندھا آگے بڑھا اس نے کہا یا رسول اللہ میں اس کا ساتھی ہوں' یہ میری لونڈی تھی میرے ساتھ محبت پیار سے رہتی تھی اس سے میرے دو موتیوں جیسے بیٹے تھے' لیکن یہ اکثر وبیشتر

تَزْدَجِرُ، فَلَمَّا كَانَتِ الْبَارِحَةُ ذَكَرَتْكَ فَوَقَعَتْ فِيكَ، فَقُمْتُ إِلَى الْمِعْوَلِ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا، فَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلَا اِشْهَدُوْا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ))۔

آپ کو گالیاں دیتی رہتی تھی میں نے اسے منع کیا یہ باز نہ آئی، میں نے اسے ڈانٹا یہ ٹس سے مس نہ ہوئی، گزشتہ رات اس نے آپ کے خلاف زبان درازی کی تو میں نے کدال کو پکڑا اور اس کے پیٹ میں دے مارا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو گواہ رہنا اس کا خون رائیگاں گیا۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ ابو داؤد: ۴۳۶۱۔ نسائی: ۷/ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ دار قطنی: ۳/ ۲۱۶۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم علیہ السلام یا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ نبی کو گالی دینے کی سزا بھی قتل ہے۔ اس پر سبھی مجتمع ہیں۔

(۲) نبی کو گالی دینے والا سچے دل سے توبہ کر لے تو جان بخشی ہو سکتی ہے۔

(۳) گستاخ کا پیچھا کرنا اور اس کو موت کا تحفہ پیش کرنا یہ حکومت کا فرض ہے اور ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ گستاخِ رسول کو دبوچے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے امراء پر رحم فرمائے جو کہ اس بارے لچک رکھتے ہیں بلکہ ہو سکے تو وہ اپنوں کو ان گستاخوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔

(۴) نبی کی توہین کرنے والے کے قتل کرنے پر قصاص و دیت نہیں ہے۔ ایسے شخص یا عورت کے قاتل کو چھپنا نہیں چاہیے بلکہ علی الاعلان مجمع عام میں مقتول کی عادات کی وضاحت کرنی چاہیے تا کہ دیگر حضرات کو بھی سبق حاصل ہو جائے۔

(۵) نبی کو گالی دینے والے کے خون کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ گالی دینے والا گستاخی کرنے والا آزاد ہو ذمی ہو غلام ہو، مکاتب ہو، مدبر یا ام ولد ہو جو بھی ہو اس کو قتل کیا جائے گا۔

(١٤٥٣) ٤۔ وَمِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ [فَقَدْ] عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَائَهُمْ [وَأَمْوَالَهُمْ] إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ (وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)) لَفْظُ [رِوَايَةِ] الْبُخَارِيِّ۔

(۱۴۵۳) ۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں وہ نماز قائم کریں زکوۃ دیں، جب وہ یہ کر لیں تو انہوں نے اپنے خون اور مال مجھ سے محفوظ کر لیے مگر اسلام کا حق بدستور قائم رہے گا اور ان کا حساب اللہ پر ہوگا۔'' لفظ بخاری کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۔ مسلم: ۲۲۔

(١٤٥٤)٥۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ: ((فَإِذَا فَعَلُوهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا))۔

(۱۴۵۴)۵۔ مسلم شریف میں ہے ''جب وہ اسے کر گزریں تو محفوظ کر لیا انہوں نے اپنے خونوں اور اموال کو مگر اسلام کا حق بدستور رہے گا۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۲۲۔

(١٤٥٥)٦۔ (وَعِنْدَ ابْنِ حِبَّانَ: ((فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَيْهِمْ))

(۱۴۵۵)۶۔ ابن حبان میں ہے کہ ہم پر ان کے خون اور ان کے اموال قرار دیے گئے ان کے لیے وہ کچھ ہوگا جو مسلمانوں کے لیے ہے اور ان کے ذمے وہی ہوگا جو مسلمانوں کے ذمے ہوگا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ابن حبان: ۲۱۹،۱۷۵۔

(١٤٥٦)٧۔ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ فِي حَدِيثٍ لِأَنَسٍ: ((فَإِذَا شَهِدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَاسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنَا، وَأَكَلُوا ذَبِيحَتَنَا، وَصَلُّوا صَلَاتَنَا، حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، (إِلَّا بِحَقِّهَا) [لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَيْهِمْ]))۔

(۱۴۵۶)۷۔ بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے ''جب وہ گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں وہ ہمارے قبلہ کی طرف رخ کریں، ہمارا ذبیحہ کھائیں، ہماری نماز پڑھیں تو ان کے خون اور اموال ہم پر حرام قرار دے دیئے گئے، مگر ان کا حق قائم رہے گا ان کے لیے وہی کچھ ہوگا جو مسلمانوں کے لیے ہے اور ان کے ذمے وہی ہوگا جو مسلمانوں کے ذمے ہے۔''

**تحقیق وتخریج** (۱) رواہ البخاری ۳۹۲۔

**فوائد:** (۱) اسلام اپنے اندر داخل ہونے والے کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔شرط یہ ہے کہ وہ آدمی توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہو، صلوٰۃ و زکوٰۃ کا پابند ہو۔نومسلم کو وہی حقوق ملیں گے جو دیگر مسلمانوں کو ملتے ہیں۔

(۲) ایسا آدمی جو مسلمان ہو جاتا ہے مسلمانوں میں رہتا ہے اسلام کے لحاظ سے وہ محفوظ قرار دیا گیا ہے۔ایسے آدمی کو چھیڑنا مارنا اور قتل کرنا حرام ہے۔ایسے ہی اس کا مال مسلمانوں پر حرام ہے۔

(۳) جس کا اسلام نے ذمہ اٹھایا اس کو جس کسی نے ضرر دیا اس سے اس نقصان کے مطابق بدلہ لے کر دینا۔اسلام کا ایک فرض ہے۔

(۴) مسلمان کے لیے مندرجہ ذیل امور ضروری ہیں۔

(۱) توحید ورسالت کی گواہی (۲) کعبۃ اللہ کو قبلہ ماننا

(۳) مسلمان طریقہ کا ذبیحہ کھانا (۴) ان جیسی نماز پڑھنا

(۵) ایک دوسرے کے خون ہم پر حرام ہیں، خون بہانا ناقابلِ برداشت جرم ہے۔

(١٤٥٧)٨۔ وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي سَرِيَّةٍ فَصَبَّحْنَا الْحُرُقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ، فَأَدْرَكْتُ رَجُلًا فَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَطَعَنْتُهُ، فَوَقَعَ فِي نَفْسِي (مِنْ ذٰلِكَ) فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ (فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ): **((أَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَقَتَلْتَهُ؟،))** قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ۔ قَالَ: **((أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ، حَتّٰى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟،))**۔ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ۔ لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۱۴۵۷)۸۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگ پہ روانہ کیا ہم جہینہ قبیلے پر صبح کے وقت حملہ کر دیا میں نے ایک شخص کو دبوچ لیا اس نے لا الہ الا اللہ کہا میں نے اسے نیزا مار کر قتل کر دیا، میرے دل میں کھٹکا محسوس ہوا میں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے کیا لا الہ الا اللہ کہا اور تو نے اسے قتل کر دیا؟'' میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس نے ہتھیار سے ڈرتے ہوئے لا الہ الا اللہ کہا تھا آپ نے فرمایا کیا تو نے کیوں نہ اس کا دل چیر کر دیکھا یہاں تک کہ تو جان جاتا کہ اس نے کہا تھا یا نہیں کہا تھا آپ یہ بات مسلسل دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے خواہش کی کہ میں اس دن اسلام لایا۔ مسلم کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۲۶۹، ۶۸۷۲۔ مسلم: ۹۶۔

**فوائد:** (۱) سریہ وہ جنگ ہوتی ہے جس میں رسول اکرم علیہ السلام نے شرکت نہ کی ہو۔ یہ مہم کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مجاہدین پر بھی مشتمل ہوتی تھی۔

(۲) جو کوئی ''لا الہ الا اللہ'' بول کر سنا دے اس کے کلمہ پر اعتبار کر لینا چاہیے۔ اپنی طرف سے اس غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ اس نے دل سے کلمہ نہیں پڑھا دل کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(۳) معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی کے دل کی باتوں کو نہیں جانتے تھے۔

(۴) دورانِ لڑائی کلمہ پڑھنے کے بعد اس کلمہ والے کو اشتباہ کی وجہ سے مارنے پر قصاص و دیت نہیں ہے۔

(۵) جب بھی کسی مومن آدمی سے غلطی ہو جاتی ہے تو وہ خوب پشیمان ہوتا ہے اور اپنے آپ کو بہت بڑا گناہ گار سمجھتا ہے۔ یعنی مومن بندے کو غلط کام پر حد درجہ کی ندامت ہوتی ہے۔

(١٤٥٨)٩۔ وَفِيْ حَدِيْثِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَاقَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِيْ ، فَضَرَبَ إِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ بِشَجَرَةٍ، فَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ، أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَقْتُلْهُ)) (قَالَ: فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ إِحْدٰى يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا، أَفَأَقْتُلُهُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَقْتُلْهُ، فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّذِيْ قَالَ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(١٤٥٨)٩۔ مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کا کیا خیال ہے اگر میں کسی کافر شخص سے ملوں وہ مجھ سے لڑے اور تلوار سے میرے ہاتھ کو کاٹ ڈالے پھر وہ ایک درخت کے نیچے پناہ گزیں ہو جائے اور کہے میں نے اسلام قبول کر لیا ہے یارسول اللہ کیا میں یہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد اسے قتل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں آپ اسے قتل نہیں کر سکتے'' اس نے کہا' میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا اور ہاتھ کاٹنے کے بعد کلمہ پڑھا کیا میں اسے قتل کر دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے تم قتل نہ کرو اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو وہ تیرے مرتبے پر ہے پہلے اس کے کہ تو اسے قتل کرے اور تو اس کے مرتبے پر ہے اس کلمہ پڑھنے سے پہلے۔'' متفق علیہ



**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۰۱۹، ۶۸۶۵۔ مسلم: ۹۵۔

**فوائد:** (۱) کسی نے مسلمانوں کو تھوڑی تکلیف دی ہو یا زیادہ حتیٰ کہ مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائیاں کی ہوں جب وہ مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

(۲) جس کے کلمہ پڑھنے کا علم ہو جائے تو اس کو قتل کرنے پر قصاص لازم آئے گا۔

(۳) اسلام اپنے اندر آنے والے کو پچھلے کاموں یا خلاف ورزیوں کی سزا نہیں دیتا۔ اسلام میں یہ جائز نہیں ہے کہ کفر کی حالت میں کیے گئے کام کا بدلہ لیا جائے۔

(۴) جونہی آدمی مسلمان ہوتا ہے وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر ہو جاتا ہے۔

(۵) کلمہ شہادت ایسا جوہر ہے جو کہ مسلم اور غیر مسلم کے خون' مال اور عصمت کی حلت وحرمت کے مابین فرق کو نمایاں کرتا ہے۔ یعنی کلمہ سے خون حرام ہو جاتا ہے یا اس کے ترک کرنے پر خون و مال حلال ہو جاتا ہے۔

## بَابُ حَدِّ الزِّنَا

## زنا کی حد کا بیان

(١٤٥٩)١۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خُذُوْا عَنِّيْ،

(۱۴۵۹)۱۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے لو مجھ سے

خُذُوْا عَنِّيْ [ف] قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا: اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ، جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ، جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ))۔

حاصل کرلو اللہ نے ان کے لیے راستہ بنا دیا ہے کنوارہ کنواری کے ساتھ ہو تو سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی کی سزا ہوگی اور اگر شادی شدہ آدمی ثیبہ عورت کے ساتھ ہو تو اسے سو کوڑے اور سنگسار کر دینے کی سزا ہوگی۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۹۰۔

(۱۴٦۰)۲۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((اَلْبِكْرُ تُجْلَدُ وَتُنْفٰى، وَالثَّيِّبُ تُجْلَدُ وَتُرْجَمُ))۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۱۴٦۰)۲۔ ایک روایت میں ہے کہ غیر شادی کو کوڑے مارے جائیں گے اور جلاوطن کیا جائے گا اور شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں گے اور سنگسار کیا جائے گا۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۹۰۔

**فوائد:** (۱) کنوارہ مرد یا کنواری عورت زنا کرے تو اس کو ہر حال میں سو کوڑے پڑیں گے۔ اور ایک سال کی جلاوطنی بھی ہوگی۔

(۲) شادی شدہ مرد یا شادی شدہ عورت زنا کرے تو اس کو رجم کیا جائے گا۔

(۳) عورت کنواری اور مرد شادی شدہ ہو اور وہ زنا کرلیں تو اس صورت میں عورت کو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی جبکہ مرد کے لیے صرف رجم ہے۔ یہ جمہور کا موقف ہے۔ ایسے ہی اس کے برعکس معاملہ ہے یعنی کنوارے مرد کو کوڑے اور جلاوطنی کی سزا جبکہ شادی شدہ عورت کو رجم کی سزا۔

(۴) زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کو پیش کرنا شرط ہے۔ یہ اس وقت ہے جب مجرم اقرار نہ کرے۔ اگر مجرم اکیلا خود ہی تسلیم کرلے تو اس کو حد لگائی جائے گی۔ اگر زنا کا الزام غلط ثابت ہوا تو الزام لگانے والے کو حد قذف لگے گی۔ احناف جلاوطنی کے قائل نہیں ہیں۔ یہ حدیث ان کے مخالف ہے۔

(۵) زنا کے معلوم ہوجانے پر چھپانا اور اندر ہی اندر معاملہ طے کرلینا یا کچھ لے دے کر بات ٹھپ کر دینا درست نہیں ایسے جرائم بڑھتے ہیں اور حدود کی پامالی لازم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زنا کے سدباب کے لیے حد مقرر کی ہے۔ اس کو نہ اپنانے پر اللہ تعالیٰ تنگی کر دیتے ہیں۔ جب جرم منظر عام پر آجائے تو حد سے ازالہ کیا جائے۔

(۱۴٦۱)۳۔ وَمِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا (يَقُوْلُ) قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ جَالِسٌ عَلٰى] مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ، وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ (اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ) [عَلَيْهِ] آيَةَ

(۱۴٦۱)۳۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے منبر پر بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر کتاب نازل کی اور جو کچھ نازل کیا اس میں رجم کی آیت بھی تھی ہم نے

الرَّجْمِ، قَرَأْنَاهَا، وَوَعَيْنَا هَا، وَعَقَلْنَاهَا، فَرَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ، فَأَخْشٰى إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُوْلَ قَائِلٌ: مَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَيَضِلُّوْا بِتَرْكِ فَرِيْضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ، وَإِنَّ الرَّجْمَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ، إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْكَانَ الْحَبَلُ، أَوِ الْاِعْتِرَافُ...... [اَلْحَدِيْثَ))۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

اسے پڑھا' ہم نے اسے یاد کیا اور ہم نے اسے سمجھا' رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا ہم نے بھی رجم کیا آپ کے بعد مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پہ زمانہ طویل ہوجائے گا اور پھر کہنے والا کہے گا ہم اللہ کی کتاب میں رجم کی آیت نہیں پاتے' وہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ فریضہ ترک کر کے گمراہ ہوجائیں گے' اللہ کی کتاب میں رجم حق ہے ہر اس شخص پر جو شادی شدہ زنا کا ارتکاب کرے مرد ہو یا عورت' جب دلیل قائم ہوجائے یا وہ حاملہ ہونے کی صورت میں ہو یا اعتراف کی صورت میں ہو۔ متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۸۲۹۔ مسلم: ۱۶۹۱۔

**فوائد:** (۱) شادی شدہ زانی پر رجم حق ہے۔ معلوم ہوا جو اس حق کو ادا نہ کرے گا اس سے سوال کیا جائے گا اور اس پر گرفت بھی ہوگی۔

(۲) رجم زانی کے اعتراف یا عدم اعتراف پر گواہی کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ یا پھر حمل کے پائے جانے پر رجم کی حد نافذ ہوگی۔

(۳) کسی فرض کو ترک کرنے کا نتیجہ گمراہی اور ذلت ہوتا ہے۔ نص سے ثابت اور منزل من اللہ فرائض میں سے ایک فریضہ رجم بھی ہے۔

(۴) حد رجم کا نفاذ رسول مکرمؐ نے کیا اور بعد میں خلفاء نے بھی اس کو جاری رکھا۔ یعنی اس حد کا نفاذ تسلسل کا حامل رہا۔

(۵) کسی نبی کی موجودگی میں اس کا جانشین اس کی جائے نماز اور جائے عزت پر بیٹھ نہیں سکتا الا یہ کہ نبی اس کو خود اجازت دے نبی کریم علیہ السلام کی وفات کے بعد منبرِ رسول پر ابوبکر' عمر' عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے بعد دیگرے بیٹھتے رہے اور اس کے وارث رہے۔ منبر موثر خطاب کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔

(١٤٦٢)٤۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: أَتٰى رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [إِلٰى] رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، [فَتَنَحّٰى تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَقَالَ لَهُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ]، حَتّٰى ثَنّٰى ذٰلِكَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا شَهِدَ عَلٰى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، دَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ:

(۱۴۶۲)۴۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ مسلمانوں میں ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اسے آواز دی اس نے کہا' یارسول اللہ ﷺ میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں آپ نے اس سے اعراض برتا اور اپنا چہرہ ایک طرف کر لیا اس نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ میں نے زنا کیا ہے آپ نے اس سے اعراض برتا یہاں تک کہ چار مرتبہ اسے دہرایا جب اس نے

((أَبِكَ جُنُوْنٌ؟)) قَالَ: لَا۔ قَالَ: ((فَهَلْ أُحْصِنْتَ؟))۔ قَالَ: نَعَمْ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اذْهَبُوْا بِهِ فَارْجُمُوْهُ))۔

اپنے خلاف چار گواہیاں قائم کر دیں اسے رسول اللہ ﷺ نے بلایا اور فرمایا: ''کیا تم دیوانے ہو؟'' اس نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا: ''کیا تم شادی شدہ ہو؟'' اس نے کہا ہاں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے لے جاؤ اور اسے رجم کر دو۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۸۱۵۔ ۶۸۲۵۔ مسلم: ۱۶۹۱۔

**فوائد:** (۱) نبی کریم علیہ السلام کے دورِ مبارک کے واقعات حیرت انگیز ہیں زنا کے متعلق کچھ کیس آئے۔ زانی خود پیش ہوئے اور خود حد کا مطالبہ کیا۔ کسی ایک کو کہنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ اور نہ ہی کسی ایک پر جبر کیا گیا۔ یہ ہے حدود کا احترام۔ یہ سمجھنے کی بات ہے' جس کے دل میں یہ احساس بیدار ہو جائے کہ یہ حد دراصل میرے لیے ہی مفید ہے اور اس دنیا میں رہتے ہوئے گناہوں کا ادنی سا کفارہ ہے تو پھر انسان خود پیش ہو جاتا ہے۔ سچی توبہ اور آخرت کی ذلت سے بچنے کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے۔ جس کے دل میں خوفِ خدا نہیں اس پر حدیں بھی اثر نہیں کرتیں۔ جیسا کہ آج ہم ہیں۔ حدوں کو زیادتی شمار کرنا' یہ زیادتی پہ زیادتی ہے۔

(۲) حد رجم کا نفاذ زانی کے صرف اعتراف سے بھی لاگو ہو جاتا ہے اس حدیث میں یہ ہے کہ زانی اپنے نفس کے خلاف چار دفعہ گواہی دے پھر اس کی صحیح جانچ پڑتال کی جائے تمام کوائف پورے کرنے کے بعد اس کو رجم کیا جائے۔

(۳) حدود کے لیے مکلف ہونا ضروری ہے۔ کسی پاگل' ذہنی مریض' بچے پر حدود قائم نہ ہوں گی۔

(۴) رجم کے لیے شادی شدہ ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ رجم سے قبل زانی کو کوڑے لگانا صحیح نہیں ہے۔

(۵) حد کسی متعین گناہ پر متعین سزا کا نام ہے جو کہ نصِ قرآنی سے ثابت ہوتی ہے اور یہ آئندہ دوبارہ گناہ نہ کرنے کا حل ہوتی ہے۔ اور سابقہ گناہ کا کفارہ ہوتی ہے۔ زنا' غیر صحیح طریقہ نکاح کے ذریعے کسی مرد اور عورت کا ملاپ کرنا ہوتا ہے۔ گڑھا کھود کر زانی کو اتنا گاڑنا کہ گرفت میں رہے یعنی سینہ تک اور پھر اس کو ہر اس چیز سے جو ہاتھ لگے سزا دینا یہاں تک کہ وہ مر جائے رجم کہلاتا ہے۔

(۱۴۶۳)۵۔ وَفِیْ رِوَایَةِ أَبِیْ سَعِیْدٍ: أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ یُقَالُ لَهُ: مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ، أَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّیْ أَصَبْتُ فَاحِشَةً فَأَقِمْهُ عَلَیَّ [یَارَسُوْلَ اللّٰهِ]۔ فَرَدَّهُ النَّبِیُّ ﷺ مِرَارًا قَالَ ثُمَّ سَأَلَ قَوْمَهُ، فَقَالُوْا: مَا نَعْلَمُ بِهِ بَأْسًا إِلَّا أَنَّهُ قَدْ أَصَابَ شَیْئًا یَرٰی أَنَّهُ لَا یُخْرِجُهُ إِلَّا أَنْ یُقَامَ فِیْهِ الْحَدُّ، قَالَ:

(۱۴۶۳)۵۔ ابو سعید سے مروی ہے کہ ایک قبیلہ بنو اسلم کا شخص جس کا نام ماعز بن مالک تھا' رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا میں نے بے حیائی کا ارتکاب کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر حد قائم کر دیجیے نبی کریم ﷺ نے کئی دفعہ اسے لوٹایا پھر آپ نے اس کی قوم سے پوچھا' انہوں نے کہا ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے مگر آنکہ اس سے کچھ ہوا ہے

فَرَجَعَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَنَا (أَنْ) نَرْجُمَهُ، قَالَ: فَانْطَلَقْنَا [بِهِ] إِلَى بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، قَالَ: فَمَا أَوْثَقْنَاهُ وَلَا حَفَرْنَا لَهُ، قَالَ: فَرَمَيْنَاهُ بِالْعَظْمِ وَالْمَدَرِ وَالْخَذَفِ، قَالَ: فَاشْتَدَّ وَاشْتَدَدْنَا خَلْفَهُ حَتّٰى أَتٰى عَرْضَ الْحَرَّةِ، فَانْتَصَبَ لَنَا، فَرَمَيْنَاهُ بِجَلَامِيْدِ الْحَرَّةِ، حَتّٰى سَكَتَ...... اَلْحَدِيْثَ۔

اس کا خیال ہے کہ وہ صورت حال سے باہر اسی صورت میں آ سکتا ہے کہ اس پر حد قائم کر دی جائے کہا' وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آیا آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اسے رجم کر دیں ہم اسے بقیع الغرقد کی طرف لے کر گئے ہم نے اسے باندھا اور نہ ہی اس کے لیے کوئی گڑھا کھودا' ہم نے اس پر ہڈیاں ڈھیلے اور کنکر پھینکے راوی نے کہا: کہ وہ دوڑا ہم بھی اس کے پیچھے دوڑے یہاں تک کہ وہ حرہ مقام کے سامنے کھڑا ہو گیا' ہم نے اس پر حرہ کے پتھر پھینکے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۹۴۔

**فوائد:** (۱) حد لگانا یا لگوانے کا مطالبہ کرنا دونوں طرح درست ہے۔ ایسے ہی کسی قاضی کا زانی سے بار بار اعتراف کروانا اور مزید تصدیق کر لینا بھی درست ہے۔

(۲) رجم کرنے کے لیے زانی کو کسی جماعت کے سپرد کر دیا جائے اور عام مسلمانوں کے سامنے اس کو رجم کیا جائے۔

(۳) زانی کو مارنے کے لیے چیز متعین نہیں ہے جو چیز جس جس کے ہاتھ لگے وہ ماری جا سکتی ہے۔

(۴) ایسا زانی جو دوڑ جائے اس کا پیچھا کرنا درست ہے۔

(١٤٦٤)٦- وَفِيْ رِوَايَةِ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ، فَقَالَ: ((وَيْحَكَ، اِرْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ (وَتُبْ إِلَيْهِ))۔ قَالَ: فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ، [قَالَ]: (فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَيْحَكَ) اِرْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، وَتُبْ إِلَيْهِ)) قَالَ: فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيْدٍ۔ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَ ذٰلِكَ)، حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ، قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فِيْمَ أُطَهِّرُكَ)) فَقَالَ: مِنَ الزِّنَا۔ فَقَالَ

(۱۴۶۴)۶۔ سلیمان بن بریدہ کی روایت میں ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' اس نے کہا کہ ماعز بن مالک نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے پاک کر دیجیے آپ نے فرمایا: ''تجھ پر یہ بڑا افسوس ہے واپس جاؤ اللہ سے معافی مانگو اور توبہ کرو'' راوی نے کہا' وہ تھوڑی دور تک گیا پھر واپس آیا اور کہا' یا رسول اللہ مجھے پاک کر دیجیے اس نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ مجھے پاک کر دیجیے نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کہا' جب چوتھی مرتبہ ہوئی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کس حوالے سے تجھے پاک کروں؟'' اس نے کہا' زنا سے۔ رسول اللہ ﷺ

[رَسُوْلُ اللّٰهِ] ﷺ: ((أَبِهِ جُنُوْنٌ؟))۔ فَأُخْبِرَ أَنَّهُ لَيْسَ بِمَجْنُوْنٍ، فَقَالَ: ((أَشَرِبَ خَمْرًا؟))۔ فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيْحَ خَمْرٍ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَزَنَيْتَ؟)) قَالَ: نَعَمْ[قَالَ]: فَأَمَرَبِهِ فَرُجِمَ))۔ [قَالَ] فَكَانَ النَّاسُ فِيْهِ[فِيْ] فِرْقَتَيْنِ: قَائِلٌ يَقُوْلُ: لَقَدْ هَلَكَ، لَقَدْ أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيْئَتُهُ۔ وَقَائِلٌ يَقُوْلُ: مَاتَوْبَةٌ أَفْضَلُ مِنْ تَوْبَةِ مَاعِزٍ، جَآءَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ فِيْ يَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: اُقْتُلْنِيْ بِالْحِجَارَةِ۔ قَالَ: فَلَبِثُوْا بِذٰلِكَ يَوْمَيْنِ أَوْثَلَاثَةً [قَالَ]: ثُمَّ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُمْ جُلُوْسٌ، فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ: اِسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ)) [قَالَ] فَقَالُوْا: (غَفَرَ اللّٰهُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ): فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **((لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ))**۔ وَقَالَ: ثُمَّ جَآءَتْهُ اِمْرَأَةٌ مِنْ غَامِدٍ مِنَ الْأَزْدِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ، فَقَالَ: **((وَيْحَكِ، اِرْجِعِيْ[فَ] سْتَغْفِرِي اللّٰهَ، وَتُوْبِيْ إِلَيْهِ))** فَقَالَتْ: أَرَاكَ (تُرِيْدُ أَنْ) تَرُدَّنِيْ كَمَا رَدَدْتَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ، فَقَالَ: ((وَمَا ذَاكِ؟))۔ قَالَتْ: إِنَّمَا حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا۔ فَقَالَ: ((أَزَنَيْتِ؟))۔ فَقَالَتْ نَعَمْ، فَقَالَ لَهَا **((اِصْبِرِيْ] حَتّٰى تَضَعِيْ مَا فِيْ بَطْنِكِ))** قَالَ: فَكَفَّلَهَا رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ حَتّٰى وَضَعَتْ، قَالَ: فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: قَدْ وَضَعَتِ الْغَامِدِيَّةُ فَقَالَ: **((إِذَنْ لَا نَرْجُمَهَا وَنَدَعَ وَلَدَهَا**

نے پوچھا ''کیا یہ دیوانہ ہے؟'' آپ کو بتایا گیا کہ یہ دیوانہ نہیں ہے آپ نے پوچھا ''کیا اس نے شراب پی ہے؟'' ایک شخص اٹھا اس نے اسے سونگھا تو اس نے شراب کی بو نہ پائی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو نے زنا کیا ہے؟'' اس نے کہا ہاں' راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا اس کے بارے میں لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک کہنے والا کہتا ہے یہ تباہ ہو گیا اس کی خطا نے اسے گھیرے میں لے لیا' دوسرا کہنے والا کہتا ہے ماعز کی توبہ سے افضل کوئی توبہ نہیں' وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیا پھر فرمایا مجھے پتھر سے قتل کر دیجیے راوی نے کہا وہ دو یا تین دن ٹھہرے روای نے کہا' پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے اس نے سلام کیا اور بیٹھ گیا آپ نے فرمایا: ''ماعز کے لیے مغفرت کی دعا کرو' انہوں نے کہا اللہ ماعز کو بخشے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر امت کے درمیان اسے تقسیم کر دیا جائے تو ان کے لیے کافی ہوگی' روای نے کہا پھر آپ کے پاس قبیلہ ازد کی غامد شاخ کی ایک عورت آئی اس نے کہا' یارسول اللہ ﷺ مجھے پاک کر دیجیے آپ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس واپس جاؤ اور اللہ سے معافی مانگو اور توبہ کرو' اس نے کہا میرا خیال ہے آپ مجھے اسی طرح لوٹا دیں گے جس طرح ماعز بن مالک کو لوٹا دیا' آپ نے فرمایا ''یہ کیا ہے؟'' اس نے کہا کہ وہ زنا کی وجہ سے حاملہ ہوگئی آپ نے پوچھا ''کیا

صَغِيْرًا، لَيْسَ لَهُ مَنْ يُرْضِعُهُ)) فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: إِلَيَّ [إِ] رِضَاعُهُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، قَالَ: فَرَجَمَهَا۔

تو نے زنا کیا ہے؟'' اس نے کہا ہاں' آپ نے اس سے فرمایا: ''صبر کرو یہاں تک کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے اسے تو جنم دے دے۔'' اس کی کفالت ایک انصاری نے اپنے ذمے لی اس نے بچے کو جنم دے دیا' روای کہتا ہے کہ کفیل نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ غامدی خاتون کے بچے کو جنم دے دیا ہے آپ نے فرمایا: ''ابھی ہم اسے رجم نہیں کریں گے کہ اس کے بچے کو چھوٹا سا چھوڑ دیں اور اسے کوئی دودھ پلانے والا نہ ہو؟'' انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کی رضاعت میرے ذمے' روای نے کہا تو اسے رجم کر دیا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۹۵۔

**فوائد:** (۱) زانی گناہ کی غلاظت سے لبریز ہوتا ہے کوڑے یا رجم اس کو غلاظت سے پاک کر دیتے ہیں۔

(۲) گناہ کی کیسی بے تابی ہے کہ حد لگوائے بغیر سکون نہیں ملتا۔ جبکہ ہماری حالت یہ ہے کہ گناہ تازہ ہو یا پرانا ایک جیسی وقعت رکھتا ہے۔

(۳) کبیرہ گناہ کے لیے خالص توبہ ایک مفید تریاق ہے۔

(۴) حالتِ نشہ میں کوئی بات قابل اعتبار ہوتی ہے نہ ہی اس پر ایکشن لیا جائے گا۔

(۵) خطا کار' زانی جب حد لگایا جاتا ہے تو عوام میں دو طرح کے ذہن ہوتے ہیں۔ (۱) زانی کو اس کے گناہ پر برا بھلا کہنا۔ (۲) زانی کے لیے سزا بطورِ کفارہ بن جانے اور اللہ کے ہاں اس کے مقبول ہو جانے کا ذہن رکھنا۔ رجم گناہ کا کفارہ ہے تو یہ توبہ نصوح کا مقام رکھتا ہے جس سے آدمی ہمیشہ کے لیے نجات پا جاتا ہے۔

(١٤٦٥) ٧۔ وَفِيْ رِوَايَةِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، (فِيْ قِصَّةِ مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) (فِيْ قِصَّةِ الْغَامِدِيَّةِ) [عِنْدَ مُسْلِمٍ]: فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ لَحُبْلٰى [مِنَ الزِّنَا] فَقَالَ لَهَا [رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ]: ((إِمَّالَا فَاذْهَبِيْ حَتّٰى تَلِدِيْ))

فَلَمَّا وَلَدَتْهُ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِيْ خِرْقَةٍ، فَقَالَتْ: هٰذَا قَدْ

(۱۴۶۴) ۷۔ مسلم شریف میں عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے ماعز بن مالک اور غامدیہ عورت کی داستان بیان کرتے ہیں عورت نے کہا اللہ کی قسم! میں زنا سے حاملہ ہوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسے نہیں جاؤ یہاں تک کہ جنم دو۔'' جب اس نے بچے کو جنم دے دیا تو وہ ایک کپڑے میں بچے کو لپیٹ کر لے آئی اس نے کہا اسے میں نے جنم دے دیا

وَلَدَتْهُ۔ قَالَ: ((اذْهَبِي فَأَرْضِعِيهِ حَتَّى تَفْطِمِيهِ))، فَلَمَّا فَطَمَتْهُ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِي يَدِهِ كِسْرَةُ خُبْزٍ، فَقَالَتْ هٰذَا يَانَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ فَطَمْتُهُ، وَقَدْ أَكَلَ الطَّعَامَ قَالَ: فَدَفَعَ الصَّبِيَّ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَحَفَرَ لَهَا إِلَى صَدْرِهَا، وَأَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوهَا...... اَلْحَدِيثَ۔

ہے آپ نے فرمایا: ''اسے لے جاؤ دودھ پلاؤ یہاں تک کہ یہ دودھ پینا چھوڑ دے۔'' جب اس نے دودھ پینا چھوڑ دیا وہ بچے کو لے کر آئی اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا' اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ اس نے دودھ پینا چھوڑ دیا ہے اس نے کھانا کھایا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ بچہ ایک مسلمان کے سپرد کر دیا پھر اس کے بارے میں حکم دیا اسے سینے تک زمین گاڑ دیا گیا اور لوگوں نے اسے رجم کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تو نے زنا کیا ہے؟'' اس نے کہا ہاں' آپ نے اس کو کہا ''صبر کر یہاں تک کہ جو تیرے پیٹ میں ہے تو اسے رکھ دے'' راوی کہتا ہے کہ اس کی کفالت ایک انصاری آدمی نے کی یہاں تک کہ اس نے جنم دیا' راوی کہتا ہے کہ وہ آدمی آیا آپ کے پاس اور کہا غامدیہ نے جنم دے دیا ہے' آپ نے فرمایا: ''ابھی اس کو ہم رجم نہیں کریں گے اور چھوڑیں ہم اس کے بچے کو چھوٹا جبکہ اس کے لیے ایسا نہیں ہے جو اس کو دودھ پلائے' پس ایک آدمی انصاری کھڑا ہوا اس نے کہا اس کا دودھ پلانا مجھ پر ہے اے اللہ کے نبی' اس نے کہا' پس اس کو آپ نے رجم کر دیا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۹۵۔

(١٤٦٦)٨۔ وَفِي حَدِيثِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتْ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزِّنَا فَقَالَتْ: (يَانَبِيَّ اللّٰهِ) أَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ۔ وَفِيهِ:ثُمَّ أَمَرَبِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۱۴۶۶)۸۔ عمران بن حصین سے مروی ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی وہ زنا کی وجہ سے حاملہ تھی اس نے کہا اے اللہ کے نبیؐ میں گناہ کی مرتکب ہوئی ہوں مجھ پہ حد نافذ کر دیجیے آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۹۶۔

**فوائد:** (۱) حاملہ زانیہ کو رجم نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ حمل وضع نہ کر دے۔ بلکہ اس وقت تک ایسی عورت کو رجم نہیں کیا جائے گا جب تک اس کا بچہ روٹی، پانی کے قابل نہ ہو جائے۔

(۲) زانیہ کے بیٹے کی پرورش کی ذمہ داری کوئی ایک مسلمان قبول کرے گا یعنی زانیہ کے بیٹے کی کفالت مسلمانوں اور بیت المال کے سپرد ہے۔

(۳) بچے کو کپڑے وغیرہ میں لپیٹ کر اٹھانا درست ہے۔ ولد زنا پر ماں کے رجم ہو جانے کے بعد الزام لگانا درست نہیں ہے۔

(۴) زانی یا زانیہ جو شادی شدہ ہو اس کو رجم کرتے وقت سینے تک گاڑ کر رجم کیا جائے۔

(۵) رجم شدہ پر نماز جنازہ پڑھنا سنت سے ثابت ہے۔ ایسے آدمی کو مسلمانوں کے قبرستان میں ہی دفنایا جائے گا اور اس کے لیے مزید مغفرت کی دعا بھی کی جا سکتی ہے۔

(۱٤٦٧) ۹۔ وَعِنْدَ التِّرْمَذِيِّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ الْأَسْلَمِيّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ......اَلْحَدِيْثَ۔ وَفِيْهِ: فَلَمَّا وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّيَشْتَدُّ، حَتّٰى مَرَّبِهٖ رَجُلٌ مَعَهُ لَحْيُ جَمَلٍ فَضَرَبَهُ (بِهٖ) وَضَرَبَهُ النَّاسُ، حَتّٰى مَاتَ۔ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ فَرَّحِيْنَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ وَمَسَّ الْمَوْتِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ))۔ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍ[و]، أُخْرِجَ لَهُ فِي الصَّحِيْحِ۔

(۱۴۶۷) ۹۔ ترمذی میں محمد بن عمرو کے حوالے سے مروی ہے ہمیں ابوسلمہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حوالے سے روایت کیا، کہتے ہیں کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، جب اس نے پتھروں کا لگنا ٹھوکر محسوس کیا تو وہ تیزی سے دوڑا یہاں تک کہ وہ ایک شخص کے پاس سے گذرا اس نے اونٹ کی ہڈی اسے دے ماری اس نے بھی مارا اور لوگوں نے بھی اس کی پٹائی کی یہاں تک کہ وہ فوت ہو گیا، انہوں نے اس کا تذکرہ رسول ﷺ سے کیا کہ جب اس نے پتھروں کا لگنا اور فوت کا اندیشہ محسوس کیا تو وہ دوڑ پڑا رسول ﷺ نے فرمایا تم نے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور محمد بن عمرو کی روایت صحیح میں نکالی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۴۵۰۔ ترمذی: ۱۴۲۸۔ ابن ماجة: ۲۵۵۴۔ حاکم: ۴/ ۳۶۳

**فوائد:** (۱) رجم ہوتے ہوئے زانی دوڑ جائے تو اس کو چھوڑ دینا بھی درست ہے۔

(۲) موت کی ایک دہشت ہوتی ہے جو صرف موت کے وقت دکھائی دیتی ہے۔ اس کا تجزیہ قبل از وقت نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) رجم سرعام ہو۔ ایک مسلمانوں کی جماعت کی موجودگی میں ہوتا کہ دیگر احباب کے لیے بھی عبرت بن سکے۔

(۱٤٦٨) ۱۰۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ

(۱۴۶۸) ۱۰۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے

(الْجُهَنِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُمَا قَالَا: إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، أَنْشُدُكَ [بِاللّٰهِ] إِلَّا مَا قَضَيْتَ لِي بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَ الْخَصْمُ وَهُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ: نَعَمْ، فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَائْذَنْ لِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((قُلْ))۔ قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هٰذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ، وَأَنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمُ، فَافْتَدَيْتُ(مِنْهُ) بِمِائَةِ شَاةٍ وَوَلِيدَةٍ، فَسَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّمَا عَلَى ابْنِي [إِلَّا] جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ، وَأَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا الرَّجْمُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: **((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: اَلْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ، (وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا))**۔ قَالَ: فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ۔ فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَرُجِمَتْ۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

روایت ہے دونوں نے کہا کہ ایک بدوی شخص رسول ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بخدا آپ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کر دیجیے اس کا مد مقابل وہ اس سے زیادہ سمجھ دار تھا اس نے کہا ہاں ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ صادر فرمایئے اور مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیجیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہیے اس نے کہا میرا بیٹا اس کے پاس مزدور تھا اور اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ میرے بیٹے پر رجم کی حد نافذ ہوگی' میں نے سو بکری اور ایک لونڈی فدیے میں دے دی میں نے اہل علم سے پوچھا' انہوں نے مجھے بتایا میرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کی جلا وطنی کی سزا ہوگی اور عورت کو رجم کیا جائے گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا' لونڈی اور بکریاں اسے واپس کر دی جائیں' تیرے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہوگی اور اے انیس اس عورت کے پاس جاؤ اگر وہ اعتراف کرے' تو اسے رجم کر دو'' راوی کہتا ہے کہ وہ اس کے پاس گیا اس نے اعتراف کر لیا' رسول ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔ متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۶۹۵'۶۸۲۷'۶۸۶۰۔ مسلم: ۱۶۹۷'۱۶۹۸۔

**فوائد:** (۱) حدود میں مستقل تحفظ ہے۔

(۲) زنا کے سلسلے میں رقم وصول کر کے راضی نامہ جاری کر دینا جبکہ مجرم پر کوڑے یا رجم لازم ہوں تو یہ غلط ہے۔ یہ رشوت بھی ہے اور حدود اللہ سے مذاق بھی ہے۔

(۳) نبی ہمیشہ فیصلہ کتاب اللہ کے ذریعے اور اللہ تعالیٰ کی ارادت کے بالکل عین مطابق کرتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت مجرم

ہو یا غیر مجرم اس کو عدالت میں نہیں لے جانا چاہیے۔

(۴) کسی زانی یا زانیہ سے اعتراف حقیقت کے لیے کسی آدمی کو بھیجا جا سکتا ہے۔

(۵) کوڑے اور رجم کی سزا کے لیے سب سے پہلا ثبوت زانی کا خود اعتراف ہوتا ہے۔ اگر وہ اعتراف کرلے تو رجم کیا جائے گا۔ اگر نہ کرے تو چار گواہ چار گواہوں کی عدم موجودگی میں آدمی سے حد ساقط ہو جائے گی اور الزام لگانے والے کو حدِ قذف لگائی جائے گی۔

(۱۴۶۹) ۱۱۔ وَ[عِنْدَ مُسْلِمٍ]: فِي حَدِيثِ جَابِرِ (بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا) قَالَ: رَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ، وَرَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ وَامْرَأَتَهُ۔

(۱۴۶۹) ۱۱۔ مسلم شریف میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بنو اسلم کے ایک شخص کو ایک یہودی اور اس کی بیوی کو رجم کیا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۰۱۔

(۱۴۷۰) ۱۲۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((وَامْرَأَةً))۔

(۱۴۷۰) ۱۲۔ ایک روایت میں ہے ”ایک عورت کو رجم کیا۔“

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۰۱۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل ذمہ ہماری عدالت سے فیصلہ کروائیں تو پھر قرآن وسنت کے بالکل عین مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

(۲) ذمی لوگوں کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت معتبر ہوتی ہے۔

(۳) بقول ابن قیم ؒ ذمی کو زنا کے زمرہ میں صرف رجم کی سزا ہوگی کوڑے نہیں لگیں گے۔

(۱۴۷۱) ۱۳۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ؟ قَالَ: ((إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، [ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا] ثُمَّ بِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ))۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: لَا أَدْرِي أَبَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ۔

(۱۴۷۱) ۱۳۔ مالک نے ابن شہاب سے روایت کیا اس نے عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کیا اس نے ابوہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک لونڈی کے بارے میں پوچھا گیا جب کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہو اور وہ شادی شدہ نہ ہو آپ نے فرمایا: ”اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے مارو پھر اگر زنا کرے تو کوڑے مارو پھر اگر زنا کرے تو کوڑے مارو پھر اسے بیچ دو خواہ بالوں کی ایک میں میڈھی کے بدلے ہی کیوں نہ دینا پڑے۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کیا تیسری یا چوتھی مرتبہ کے بعد بھی۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۸۳۷، ۶۸۳۸۔ مسلم: ۱۷۰۳۔

**فوائد:** (۱) لونڈی جب غیر محصنہ ہو تو اس کو پچاس کوڑے سزا دی جائے گی۔

(۲) لونڈی کی سزا آزاد کی نصف ہے۔

(۳) محصنہ لونڈی کو رجم نہیں کیا جائے گا۔ اس کو بھی کوڑے لگیں گے۔

(۴) لونڈی بار بار زنا کرے تو ہر بار اس کو سزا دی جائے تین بار کے بعد لونڈی کو کوڑیوں کے بھاؤ بیچ دیا جائے۔ معلوم ہوا زنا بھی ایک پکی عادت ہے۔

(۱۴۷۲)۱٤۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ [قَالَ] سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا......)) الْحَدِيثَ۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۴۷۲)۱۴۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''جب تم میں کسی کی لونڈی زنا کر بیٹھے اور اس کا زنا واضح ہو جائے تو وہ اس پر حد قائم کرے اور اسے بُرا بھلا نہ کہا جائے۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۸۳۹۔ مسلم: ۱۷۰۳۔

(۱۴۷۳)۱٥۔ وَرَوَى أَبُو عَبْدِالرَّحْمٰنِ فَقَالَ، خَطَبَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَقِيمُوا عَلَى أَرِقَّائِكُمُ الْحَدَّ، مَنْ أُحْصِنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يُحْصِنْ، فَإِنَّ أَمَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ زَنَتْ فَأَمَرَنِي أَنْ أَجْلِدَهَا، فَإِذَا هِيَ حَدِيثَةُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ، فَخَشِيتُ إِنْ (أَنَا) جَلَدْتُهَا أَنْ أَقْتُلَهَا، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((أَحْسَنْتَ))۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۱۴۷۳)۱۵۔ ابوعبدالرحمٰن سے مروی ہے کہتے ہیں علیؓ نے خطاب کیا اور فرمایا ''لوگو! تم اپنے غلاموں پر حد قائم کروان میں سے جو شادی شدہ ہو اور جو شادی نہ ہو' آپ کی ایک کنیز نے زنا کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے کوڑے لگاؤں ابھی وہ تازہ حالت نفاس میں تھی مجھے اندیشہ ہوا اگر میں نے اسے کوڑے لگائے تو میں قتل کردوں گا' میں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''آپ نے اچھا کیا۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۰۵۔

**فوائد:** (۱) لونڈی کو حد لگائی جائے لیکن ملامت نہ کی جائے۔

(۲) غلام یا لونڈی پر اس کا مالک حد نافذ کر سکتا ہے۔ جمہور کا بھی یہی موقف ہے اور عدالت کے سپرد بھی کر سکتا ہے۔

(۳) آزاد ہو یا لونڈی اس کو حالتِ حمل ونفاس میں سزا دینے سے گریز کرنا ضروری ہے۔

(۱۴۷٤)۱٦۔ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو

(۱۴۷۴)۱۶۔ ابن شہاب سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ

أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْأَنْصَارِ، أَنَّهُ اشْتَكَى رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتَّى أُضْنِيَ فَعَادَ جِلْدَةً عَلَى عَظْمٍ، فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ جَارِيَةٌ لِبَعْضِهِمْ فَهَشَّ (لَهَا) فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رِجَالُ قَوْمِهِ يَعُوْدُوْنَهُ أَخْبَرَهُمْ بِذٰلِكَ، وَقَالَ: اِسْتَفْتُوْا لِي رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَإِنِّي قَدْ وَقَعْتُ عَلَى جَارِيَةٍ دَخَلَتْ عَلَيَّ۔ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالُوْا: مَا رَأَيْنَا بِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مِنَ الضُّرِّ مِثْلَ الَّذِي هُوَ بِهِ، لَوْ حَمَلْنَاهُ إِلَيْكَ لَتَفَسَّخَتْ عِظَامُهُ مَا هُوَ إِلَّا جِلْدٌ عَلَى عَظْمٍ، فَأَمَرَ [هُمْ] رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَأْخُذُوْا [لَهُ] مِائَةَ شِمْرَاخٍ، فَيَضْرِبُو[نَ]هُ بِهَا ضَرْبَةً وَاحِدَةً۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

مجھے ابو امامہ بن سہل بن حنیف نے بتایا اسے انصار میں سے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے بتایا کہ ایک شخص بیمار ہوگیا یہاں تک کہ وہ اتنا کمزور ہوگیا کہ ہڈیوں پر صرف چمڑا دیکھائی دینے لگا' اس کے پاس کسی کی کنیز آئی اس نے اس کو پکڑ کر دبوچ لیا اور اس کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا جب اس کے پاس اس کی قوم کے کچھ لوگ عیادت کے لیے آئے تو اس نے انہیں بتادیا اور ان سے کہا' رسول اللہ ﷺ سے میرے بارے میں فتوی حاصل کرو کہ میں ایک لونڈی سے گناہ کا ارتکاب کر بیٹھا ہوں جو میرے پاس آئی تھی' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا اور کہا ہم نے لوگوں سے کسی کو ایسی تکلیف میں نہ دیکھا جو اسے تھی اگر ہم اسے آپ کے پاس اٹھا کر لائیں تو اس کی ہڈیاں چیخ جائیں گی وہ تو ہڈیوں کا پنجر بنا ہوا ہے رسول ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ سو باریک ٹہنیاں لیں اور وہ اسے ایک ہی دفعہ مار دیں۔ ابوداؤد

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۲۲۲۔ دارقطنی: ۳/ ۱۰۰۔ ابن ماجۃ: ۲۵۷۴۔ بیہقی ۸/ ۲۳۰۔ نسائی: ۸/ ۲۴۲۔

**فوائد:** (۱) کمزور ناتواں غیر شادی شدہ جبکہ اس کی جان ختم ہونے کا خطرہ ہو تو اس کی حد میں مارنے کے لحاظ سے نرمی کی جاسکتی ہے۔ لیکن تعداد کے لحاظ سے تخفیف نہ کی جائے گی۔

(۲) رجم کی حد مریض آدمی پر نہیں لگائی جاسکتی حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے۔

(۳) معلوم ہوا حدود ایک سبق سکھانے کا ذریعہ ہیں نہ کہ ان سے مقصود مجرم کی جان قبض کرنا ہے۔ البتہ بعض خطرناک گناہ پر جان سے بھی مارنا پڑتا ہے۔

(۴) کمزور' نحیف زانی کو سو شاخ ٹہنی سے سزا دی جائے گی۔ جبکہ ہر شاخ مجرم کو لگے۔ اس صورت میں یہ ایک نیا طریقہ ہے جو رسول اکرم علیہ السلام نے ہمیں بتایا۔

(۵) کسی عورت کے اکیلے مرد پر داخل ہونے یا کسی مرد کے عورت پر علیحدگی کی حالت میں داخل ہونے کی یہی قباحت ہے جو اس حدیث میں بیان کردہ واقعہ میں موجود ہے۔

(۶) طبی لحاظ سے بھی معلوم ہوا کہ کمزور سے کمزور آدمی بھی شہوت کا متحمل ہوتا ہے۔ یعنی کمزور اور طاقتور اس معاملہ میں تو یکساں ہوتے ہیں البتہ طاقت جذبات و احساسات میں فرق ہوتا ہے۔

(١٤٧٥)١٧۔ وَرَوَى عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ))۔

(۱۴۷۵)۱۷۔ عمرو بن ابی عمرو نے عکرمہ سے روایت کیا' اس نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو تم قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۱/ ۳۰۰۔ ابو داؤد: ۴۴۶۲۔ ترمذی: ۱۴۵۶۔ ابن ماجة: ۲۵۶۱۔ بیهقی: ۸/ ۲۳۱، ۲۳۲۔ دار قطنی: ۳/ ۱۲۴۔ حاکم: ۴/ ۳۵۵۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ قوم لوط والا عمل کرنے والے کو قتل کر دیا جائے اور اس کو بھی قتل کیا جائے جس سے بدفعلی کی گئی ہو۔

(۲) قومِ لوط والا عمل کرنے والے کو سدومی اور فعل کو سدومیت کہنا زیادہ صحیح ہے۔ لوطی یا لواطت جیسے الفاظ استعمال کرنے سے گریز کیا جائے۔

(١٤٧٦)١٨۔ وَرَوَى عَمْرٌو أَيْضًا، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ وَجَدْتُمُوهُ وَقَعَ عَلَى بَهِيمَةٍ فَاقْتُلُوهُ، وَاقْتُلُوا الْبَهِيمَةَ))۔ فَقِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا شَأْنُ الْبَهِيمَةِ؟ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي ذٰلِكَ شَيْئًا وَلٰكِنِّي أَرَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَرِهَ أَنْ يُؤْكَلَ مِنْ لَحْمِهَا أَوْ يُنْتَفَعَ بِهَا وَقَدْ عُمِلَ بِهَا ذٰلِكَ الْعَمَلُ۔ أَخْرَجَهُمَا التِّرْمِذِيُّ، وَعَمْرٌو رَوَى عَنْهُ مَالِكٌ، وَوَثَّقَهُ أَبُو زُرْعَةَ، وَأَخْرَجَ لَهُ الْبُخَارِيُّ غَيْرَ هٰذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ، وَقَدْ مُسَّ۔

(۱۴۷۶)۱۸۔ عمرو نے عکرمہ سے روایت کیا' اس نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو تم کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کرتے دیکھو اسے قتل کر دو اور اس جانور کو بھی قتل کر دو'' عبداللہ بن عباس سے پوچھا گیا کہ اس جانور کا کیا ہوگا؟ اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں نہیں سنا' لیکن میرے خیال میں رسول اللہ ﷺ نے مکروہ سمجھا کہ اس کا گوشت کھایا جائے یا اس سے کوئی فائدہ اٹھایا جائے جس کے ساتھ اس فعل کا ارتکاب ہوا ہو۔ ان دونوں کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور عمرو سے مالک نے روایت کی ہے اور اس کو ابو زرعہ نے ثقہ کہا ہے اور بخاری نے اس کی روایت بھی روایت کی ہے سوائے ان دو حدیثوں کے اور یہ صاحب جنون بھی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** الامام احمد: ۱/ ۲۶۹۔ ابوداؤد: ۴۴۶۴۔ ترمذی: ۱۴۵۵۔ دار قطنی: ۳/ ۱۲۶۔ بیہقی: ۸/ ۲۳۳۔ حاکم: ۴/ ۳۵۵۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں یہ بات مل رہی ہے کہ بدفعلی کرنے والے کو قتل کر دیا جائے۔

(۲) وہ جانور جس سے بدفعلی کی گئی ہو اس کو بھی قتل کرنے کا کراہتاً ذکر ہے۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ سدومیت ایسا فعل شنیع ہے کہ حلال جانور کو بھی کسی کام کا نہیں چھوڑتا۔ لوگ ایسے جانور سے نفرت کرتے ہیں۔

## بَابُ حَدِّ السَّرِقَةِ

## چوری کی حد کا بیان

(۱٤٧٧) ١ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ، يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ، وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ))۔

(۱۴۷۷) ۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اللہ چوری کرنے والے پر لعنت کرے کہ وہ ایک انڈا چوری کرتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے وہ ایک رسی چوری کرتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۷۸۳، ۶۷۹۹۔ مسلم: ۱۶۸۷۔

**فوائد:** (۱) کسی کے مکان و دکان اور جگہ سے محفوظ مال کو مخفی مخفی لے جانا تاکہ مالک کو خبر تک نہ ہو "سرقہ" چوری کہلاتا ہے۔

(۲) چوری کبیرہ گناہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حد مقرر کی ہے۔

(۳) چوری کرنا قابلِ نفرت کام ہے اور چور اسلام کی رو سے لعنتی ہوتا ہے۔ اور کتاب وسنت کے لحاظ سے سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ چوری کی سزا کے لیے مال کے قلیل وکثیر ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ چوری کرنا ایک گھٹیا عمل ہے یہ نفرت آمیز اور نفس وعزت کے لیے نقصان دہ ہے۔ آدمی چوری کی ابتداء رسی، انڈے جیسی معمولی اشیاء سے کرتا ہے آہستہ آہستہ عادت پختہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک بڑا چور بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اتنا مال اٹھانے لگ جاتا ہے کہ جس پر اس کا ہاتھ کاٹنا فرض ہو جاتا ہے۔

(۵) اس حدیث میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ انڈے اور رسی پر چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(١٤٧٨) ٢ ـ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمْ تُقْطَعْ يَدُ سَارِقٍ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ أَقَلَّ مِنْ ثَمَنِ الْمِجَنِّ، جَحْفَةٍ، أَوْ تُرْسٍ، وَكِلَاهُمَا ذُوْ ثَمَنٍ۔

(۱۴۷۸) ۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ ڈھال کی قیمت سے کم چیز کی چوری پر رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا جحفہ اور ڈھال دونوں قیمتی ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۷۹۲، ۶۷۹۴۔ مسلم: ۱۶۸۵۔

(١٤٧٩)٣۔ وَعَنْهَا، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ إِلَّا فِيْ رُبْعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا))۔

(۱۴۷۹)۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چور کا ہاتھ ربع دینار یا اس سے کچھ اوپر پر کاٹا جائے گا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۷۸۹، ۶۷۹۰، ۶۷۹۱۔ مسلم: ۱۶۸۴۔

(١٤٨٠)٤۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَطَعَ سَارِقًا فِيْ مِجَنٍّ، قِيْمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔

(۱۴۸۰)۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت تین دینار تھی۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۷۹۵، ۶۷۹۸۔ مسلم: ۱۶۸۶۔

**فوائد:** (۱) کچھ امور ایسے ہیں کہ جن کی بنا پر کچھ عائد کرنے کے لیے اسلام نے حد مقرر کی ہے۔ ان میں سے ایک چوری بھی ہے۔

(۲) صحیح اور راجح قول کے مطابق چور کا ہاتھ کاٹنے کے لیے مالِ مسروقہ کا نصاب سرقہ کو پہنچ جانا ضروری ہے۔ اس رائے کے حامل جمہور علماء ہیں۔

(۳) نصاب سرقہ کے بارے اختلاف ہے۔ جو صحیح اور زیادہ اقرب الی السنہ ہے وہ یہ ہے کہ دینار کا چوتھائی حصہ جبکہ قیمت کے لحاظ سے تین درہم ہے۔ یہ قول فقہائے حجاز و شافعی وغیرہ کا ہے۔ احناف کے نزدیک دس درہم سے کم نصاب نہیں ہے۔

(۴) ربع دینار یا تین درہم ایک ہی چیز اور ہم وزن ہیں۔

(۵) اصل نصاب سرقہ ربع دینار ہے۔ تین درہم اس کا قائم مقام ہیں یعنی کوئی چور چیز چوری کرے اور وہ چیز ربع دینار کے مساوی ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اگر اس سے کم ہو تو تعزیری سزا تو ہو سکتی ہے لیکن ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ربع دینار سے زیادہ مال کی کوئی حد نہیں۔ ربع دینار سے کم نہ ہو۔ معلوم ہوا آج کے کئی چور اس قابل ہیں کہ ان کے ہاتھ کاٹ دیے جانے چاہئیں لیکن افسوس! پامال ہیں اس ملک میں حدودِ الٰہی۔

(١٤٨١)٥۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ (الْمَرْأَةِ) الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ، فَقَالُوْا مَنْ يُكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ؟ فَقَالُوْا: وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ (بْنُ زَيْدٍ) حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ فَقَالَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ): ((أَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ

(۱۴۸۱)۵۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو ایک مخزومی عورت کے معاملے نے غم میں مبتلا کر دیا جس نے چوری کی تھی انہوں نے کہا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا؟ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابی اسامہ بن زید ہی آپ سے بات کرنے کی جرات کر سکتے ہیں، اسامہؓ نے آپ سے بات کی تو

عَزَّوَجَلَّ، (ثُمَّ قَامَ) فَاخْتَطَبَ فَقَالَ: [يَا] أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ [مَنْ] قَبْلَكُمْ (أَنَّهُمْ) كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَأَيْمُ اللّٰهِ لَوْأَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا))۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو حدود اللہ میں سے کسی حد میں سفارش کرتا ہے' پھر آپ کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا: ''لوگو! تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے جب ان میں سے کوئی چودھری چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کر دیتے' اللہ کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۷۸۸۔ مسلم: ۱۶۸۸۔

(۱۴۸۲)۶۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَانَتْ اِمْرَأَةٌ مَخْزُوْمِيَّةٌ تَسْتَعِيْرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَطْعِ يَدِهَا، فَأَتٰى أَهْلُهَا أُسَامَةَ فَكَلَّمُوْهُ فَكَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ......اَلْحَدِيْثَ۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۱۴۸۲)۶۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مخزومی عورت سامان مانگ لیتی لیکن واپس کرنے سے انکار کر دیتی' نبی کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا اس کے گھر والے اسامہ کے پاس آئے انہوں نے اس سے بات اور اس نے رسول ﷺ سے بات کی' یہ مکمل حدیث ہے۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۶۸۸۔

**فوائد:** (۱) کیس عدالت میں پہنچ جائے جرم واضح ہو جائے تو پھر رہائی یا تخفیف کے لیے سفارش کرنا حرام ہے۔ جبکہ حد بھی لازم آتی ہو۔

(۲) حدود میں نرمی نہیں دکھانی چاہیے خواہ اپنا عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہ ہی کسی پیارے کی رعایت رکھتے ہوئے مجرم حدی کو چھوڑنا چاہیے۔

(۳) حدی مجرم کو چھوڑ دینا حد الٰہی سے مذاق اور زیادتی ہے اور کسی کے کہنے پر چھوڑ دینا اس بات کی علامت ہے کہ چھوڑنے والے کو حد کی نسبت یا اللہ کی نسبت اپنے سے زیادہ پیارا ہے۔

(۴) معلوم ہوا آج کل کے سفارشی ہاتھ غلط ہیں جو کہ قاتل وزانی اور مشہور سے مشہور ڈاکو کو ایک لمحہ میں رہا کروا لیتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کے ہاں مجرم ہیں۔ نواب زادوں کو معصوم حد اور صرف غریبوں کو ناجائز انداز سے کچلتے رہنا تباہی ہے۔

(۵) مخزومی عورت کی یہ عادت تھی کہ لوگوں سے چیزیں ادھار لے لیتی اور پھر دوبارہ واپس نہ کرتی۔ اس عادتِ مشہورہ کو بطور تذکرہ کے حدیث "تستعير المتاع ثم تجحده" کے الفاظ سے بیان کیا گیا۔ ظاہر پرستوں کے لیے اس میں کوئی دلیل نہیں اس پر قطع ید تو چوری کی بنا پر لازم آیا۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱۴۸۳)۷۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ

(۱۴۸۳)۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُتِيَ بِسَارِقٍ قَدْ سَرَقَ شَمْلَةً، فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، (إِنَّ) هٰذَا قَدْ سَرَقَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا إِخَالُهُ سَرَقَ))۔ فَقَالَ السَّارِقُ: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِذْهَبُوْا بِهِ فَاقْطَعُوْهُ ثُمَّ احْسِمُوْهُ، ثُمَّ ائْتُوْنِيْ بِهِ))۔ فَقُطِعَ فَأُتِيَ بِهِ، فَقَالَ: ((تُبْ إِلَى اللّٰهِ)) فَقَالَ: (قَدْ) تُبْتُ إِلَى اللّٰهِ ، قَالَ: ((تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكَ))۔ أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

ﷺ کے پاس ایک چور کو لایا گیا جس نے ایک چادر چوری کر لی تھی' انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس نے چوری کی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے خیال میں اس نے چوری نہیں کی' چور نے کہا میں نے چوری کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو لے جاؤ اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر اسے داغ دو پھر اسے میرے پاس لاؤ' اس کا ہاتھ کاٹا گیا پھر اسے لایا گیا' آپ نے فرمایا: ''توبہ کرو اللہ سے'' اس نے کہا میں نے اللہ کے حضور توبہ کی آپ نے فرمایا: ''اللہ نے تیری توبہ قبول کر لی۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ دارقطنی فی الحدود: ۱۷۱۔ ۸۷۔ حاکم: ۴/ ۳۸۱۔

**فوائد:** (۱) چور کا بغیر کسی مار زجر اور جبر کے چوری کرنے کا خود اعتراف کر لینا اس پر حدِ سرقہ نافذ عمل ہو گی۔ یا پھر دو گواہوں کو گواہی پر حد لگے گی۔

(۲) چور سے قاضی یا حاکم خود اعتراف کروا سکتا ہے۔ تفتیش کے بعد حد لگے گی قاضی یا حاکم مجرم سے اعتراف کروانے کے لیے مختلف طریقے اور اندازِ تکلم اختیار کر سکتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے چور سے اعتراف کروانے کے لیے منفی انداز سے پوچھا ''میرا خیال ہے اس نے چوری نہ کی ہو گی''۔

(۳) چور کا ہاتھ کاٹتے وقت گرم تیل پاس رکھنا جس سے چور کی مقطوعہ جگہ کو داغ دیا جائے ضروری ہے۔ اسی طرح اور بھی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

(۴) چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اس کو توبہ کرنے کی دعوت دینا سنت ہے۔ چور کے لیے ضروری ہے کہ وہ توبہ تائب بھی ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ چوری ایک ایسی عادت ہے کہ ہاتھ کٹ جانے کے بعد بھی اس کا نشہ نہیں اترتا الا یہ کہ جس کو اللہ توفیق دے دے۔

(۵) جو بھی صدقِ دل سے معافی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتے ہیں۔ خواہ کتنا بڑا پاپی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو سوال نہ کرنے والے سے ناراض ہوتے ہیں۔

''اَللّٰهُ يَغْضِبُ اِنْ تَرَكْتَ سَوَالَهُ''

اگر تو اللہ سے مانگنا ترک کر دے گا تو وہ ناراض ہو جائے گا۔

(۱۴۸۴)۸۔ وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ عَلٰى خَائِنٍ ، وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا

(۱۴۸۴)۸۔ ابو زبیر' جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''خائن' لوٹنے والے اور چھینے

مُخْتَلِسٍ، قَطْعٌ))۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔

والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔" اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن هے۔ الامام احمد: ۳/ ۳۸۰۔ ابوداؤد: ۴۳۹۱، ۴۳۹۳۔ ترمذی: ۱۴۴۸۔ نسائی: ۸/ ۸۸، ۸۹۔ ابن ماجة: ۲۵۹۱۔ بیهقی: ۸/ ۲۷۹۔

(۱٤۸٥)۹۔ وَرَوَى أَيْضًا مِنْ حَدِيثِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ، وَلَا كَثَرٍ))۔ رَوَاهُ مِنْ حَدِيثِ وَاسِعِ بْنِ حِبَّانَ، أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ قَالَ: [اَلْكَثَرُ هُوَ الْجُمَّارُ]۔

(۱۴۸۵)۹۔ اس نے رافع بن جریج کے حوالے سے روایت کیا' کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سنا آپ فرماتے ہیں پھل اور خرما کے گوند میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے۔" اس نے اس کو واسع بن حبان کی حدیث سے روایت کیا' رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ "کثر" گوند ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۳/ ۴۶۳، ۴۶۴، ۵/ ۱۴۰، ۱۴۲۔ ابوداؤد: ۴۳۸۸۔ نسائی: ۲/ ۲۶۱۔ دارمی: ۲۳۰۹، ۲۳۱۱۔ بیهقی: ۸/ ۲۶۲۔

**فوائد:** (۱) خیانت کرنے والے پر (وہ آدمی جس کے پاس کوئی امانت رکھی جاتی ہے وہ اسے استعمال کر لے، بیچ دے اور پھر مالک کو چیز کے ضیاع کا بہانا تراش کے بری ہو جائے)۔ چھین لینے والے پر (اس انداز سے آدمی سے چیز چھینے کہ سرعت سے غائب ہو جائے) اور اچکنے والے پر (وہ جو بزور بازو جبر سے چیز چھین لے) قطع ید نہیں ہے۔ ان کی سزائیں مختلف ہیں جو کہ اور انداز کی ہیں۔

(۲) غیر محفوظ پھل' اناج میں قطع ید نہیں ہے۔ یعنی جس نے باغ سے' فصل سے کچھ کھا لیا لیکن ساتھ نہ لے گیا اس پر قطع ید نہیں ہے۔

(۳) حد کے لیے مکلف' بالغ اور عاقل ہونا شرط ہے۔ یہ تمام حدود میں یکساں شروط ہیں۔ یعنی مذکورہ شرطیں مجرم میں نہیں ہیں یا کوئی ایک نہیں ہے تو حد نہیں لگے گی۔

## بَابُ حَدِّ الشُّرْبِ وَذِكْرِ الْأَشْرِبَةِ

## شراب کی حد اور شرابوں کا بیان

(۱٤۸٦)۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۴۸۶)۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۲۰۰۳۔

(۱٤۸۷)۲۔ وَعِنْدَهُ: فِي حَدِيثٍ لِأَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ) ﷺ: (((كُلُّ)

(۱۴۸۷)۲۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر وہ چیز جو نماز سے مخمور کر دیتی ہے وہ حرام

مَا أَسْكَرَ عَنِ الصَّلَاةِ، فَهُوَ حَرَامٌ))۔ ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۳۳۔

**فوائد:** (۱) شراب کو خمر کہتے ہیں اور خمر ہر اس نشلی چیز کو کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانپ لیتی ہے۔ شراب ویسے تو مطلق پینا ہوتا ہے لیکن اب یہ نشہ آور چیز کا نام بن گیا ہے۔

(۲) شراب نصِ قرآنی کے ذریعے حرام قرار دی گئی ہے۔ اس کی حد بھی مقرر کی گئی ہے۔

(۳) چیز میں نشہ کم ہو یا زیادہ بہر حال اس کا استعمال ممنوع وحرام ہے۔

(۴) نشے کی حالت میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ نشہ آور چیز کی یہ بھی قباحت ہوتی ہے کہ اچھائی برائی کی تمیز نہیں رہتی۔ یعنی نشہ کچھ وقت کے لیے آدمی کو مینٹل بنا دیتا ہے۔

(۵) حدیث سے ان حضرات کا رد ہوتا ہے۔ جو یہ خیال رکھتے ہیں کہ انگور، کھجور کے علاوہ نشہ کی غیر محتمل شراب پینا حلال ہے۔

(۱٤۸۸)۳۔ [وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ: اَلنَّخْلَةِ، وَالْعِنَبَةِ))]۔

(۱۴۸۸)۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شراب ان دو درختوں سے کشید ہوتی ہے کھجور اور انگور سے۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۹۸۵۔

(۱٤۸۹)٤۔ وَعِنْدَ أَبِي دَاوُدَ مِنْ رِوَايَةِ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ، نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ، وَمُفَتِّرٍ))۔

(۱۴۸۹)۴۔ ابوداؤد میں شہر بن حوشب سے مروی ہے اور وہ ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز سے منع فرمایا جو نشہ آور ہو اور عقل پر پردہ ڈال دینے والی ہو۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف ہے۔ الامام احمد: ۶/ ۳۰۹۔ ابو داؤد: ۳۶۸۶۔

**فوائد:** (۱) زیادہ تر شراب انگور اور کھجور سے کشید کی جاتی ہے۔

(۲) انگور اور کھجور کے علاوہ دیگر اشیاء سے کشید شدہ شراب بھی حرام ہے۔

(۳) انگور کی بیل پر بھی شجر کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ جس کا معنی درخت ہوتا ہے۔

(۱٤۹۰)٥۔ وَعَنْ سَعْدِ [بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَنْهَاكُمْ عَنْ قَلِيْلِ مَا أَسْكَرَ كَثِيْرُهُ))۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ۔

(۱۴۹۰)۵۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں منع کرتا ہوں اس چیز کی تھوڑی مقدار سے جس کی کثرت نشہ آور ہو۔" نسائی

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ نسائی: ۸/ ۳۰۱۔ دارمی: ۲۱۰۵۔ ابن حبان: ۱۳۸۶۔ دار قطنی: ۴/ ۲۵۱۔ بیہقی: ۸/ ۲۹۶۔

(۱٤۹۱)٦۔ وَقَدْ وَرَدَ: ((مَا أَسْكَرَ كَثِيْرُهُ،

(۱۴۹۱)۶۔ یہ بھی وارد ہے کہ جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو،

فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ))۔ مِنْ حَدِيْثِ جَمَاعَةٍ مِنْهُمْ: جَابِرٌ، وَعَائِشَةَ۔ وَأَخْرَجَهُمَا أَبُوْدَاوُدَ۔ وَعَلَى الْأَوَّلِ:دَاوُدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ الْفُرَاتِ، وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ: لَيْسَ بِالْمُبِيْنِ۔ وَأَخْرَجَ الثَّانِيَ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ)) مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ عُثْمَانَ۔ وَزَعَمَ ابْنُ الْقَطَّانِ أَنَّهُ لَا يُعْرَفُ حَالُهُ۔

اس کی قلیل مقدار حرام ہے۔ یہ ایک جماعت کی حدیث سے ہے ان میں جابرؓ عائشہ ہیں اور ان دونوں کو ابوداؤد نے نکالا ہے اور پہلی پر داؤد بن بکر بن ابی فرات ہے' ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ واضح نہیں ہے اور دوسری کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نکالا ہے ابی عثمان کی حدیث سے' اور ابن قطان کا خیال ہے کہ وہ ایسا راوی ہے جس کا حال مجہول ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۳/ ۳۴۳۔ ابو داؤد: ۳۶۸۱۔ ترمذی: ۱۸۶۵۔ ابن ماجة: ۳۳۹۳۔ بیهقی: ۸/ ۲۹۶۔

**فوائد:** (۱) شراب کی حرمت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے یعنی تھوڑی سے تھوڑی اور زیادہ سے زیادہ شراب بھی حرام ہی ہے۔
(۲) شراب کی حرمت کی حکمت' عقلِ انسانی محفوظ رکھنا ہے۔ یعنی اسلام اس حق میں نہیں ہے کہ انسان کی عقل ماؤف ہو جائے۔
(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ شراب کو چکھنا بھی درست نہیں ہے۔ الا یہ کہ تحقیق کرتے وقت۔

(۱۴۹۲)۷۔ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ رِوَايَةِ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ رِبَاحٍ: ((لَا تَجْمَعُوْا بَيْنَ الرُّطَبِ وَالْبُسْرِ، وَ[لَا] بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ))۔

(۱۴۹۲)۷۔ عطاء بن ابی رباح کے حوالے سے مسلم کی روایت ہے آپ نے فرمایا: ''تر اور گدر کھجور کو اکٹھا نہ کرو اور نہ ہی خشک کھجور اور منقے کو اکٹھا کرو۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۶۰۱۔ مسلم: ۱۹۸۶۔

(۱۴۹۳)۸۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَطَاءٍ: ((نَهَى أَنْ يُخْلَطَ الزَّبِيْبُ وَالتَّمْرُ، وَالْبُسْرُ (وَالتَّمْرُ)))۔

(۱۴۹۳)۸۔ عطاء بن ابی رباح سے ایک روایت میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ منقے اور خشک کھجور اور گدر اور خشک کھجور کو ایک ساتھ بھگویا جائے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۹۸۶۔

(۱۴۹۴)۹۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ: نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَخْلِطَ بُسْرًا بِتَمْرٍ، أَوْ زَبِيْبًا (بِتَمْرٍ)، أَوْ زَبِيْبًا بِبُسْرٍ۔

(۱۴۹۴)۹۔ ابوسعید کی ایک روایت میں ہے' ہمیں رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ ہم گدر کھجور کو تر کھجور کے ساتھ ملائیں یا منقے کو خشک کھجور کے ساتھ یا منقے کو گدر کھجور کے ساتھ ملائیں (کیونکہ انکی آمیزش سے مشروب میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے)۔

**تحقیق تخریج:** مسلم: ۱۹۸۷۔

(۱۴۹۵)۱۰۔ وَفِيْ حَدِيْثٍ لِأَبِيْ قَتَادَةَ: ((لَا

(۱۴۹۵)۱۰۔ ابوقتادہ کی ایک حدیث میں ہے زہو اور تر

تَنْبِذُوا الزَّهْوَ وَالرُّطَبَ جَمِيعًا، وَلَا تَنْبِذُوا الرُّطَبَ وَالزَّبِيبَ جَمِيعًا، وَلٰكِنِ انْتَبِذُوا كُلَّ وَاحِدٍ عَلٰى حِدَتِهِ))۔

کھجور کی آمیزش سے نبیذ نہ بناؤ اور نہ تر کھجور اور منقے کی آمیزش سے نبیذ بناؤ البتہ ہر ایک کو الگ بھگو کر نبیذ بناؤ۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۶۰۲۔ مسلم: ۱۹۸۸۔

**فوائد:** (۱) مذکورہ احادیث کی رو سے مختلف نوعیت کی کچی پکی کھجوریں جمع کرنے سے جلدی نشہ پیدا ہوجاتا ہے۔ لہٰذا ان کو اکٹھے بھگولینا درست نہیں ہے۔

(۲) معلوم ہوا کھجور مختلف تاثیر اور نو ت کی متحمل ہوتی ہے۔

(۳) البتہ گدری کھجور الگ اور پختہ ر الگ بھگوئی جاسکتی ہے۔

(۴) نبیذ بنانا اور پینا جائز ہے۔ نبیذ بناتے وقت ہر طرح کی کھجور کو الگ الگ بھگویا جائے اور نبیذ جلد استعمال کرلیا جائے۔ موسم کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا استعمال کیا جائے۔ زیادہ دیر نبیذ کے پڑے رہنے سے نشہ پیدا ہوجاتا ہے۔ لہٰذا نشہ پیدا ہوجائے تو اس کا پینا حرام ہے۔ ایسا شخص جس نے کھجوریں بھگوئیں اس نیت سے کہ نبیذ پیے گا جبکہ بعد میں وہ نبیذ شراب بن گیا اس میں نشہ پیدا ہوگیا تو اس صورت میں بنانے والا گناہ گار شمار نہ ہوگا اور نہ ہی وہ باطل کام کرنے والا شمار ہوگا۔

(۱۴۹۶)۱۱۔ وَعِنْدَ أَبِي دَاوُدَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: نَهٰى عَنِ الْبَلَحِ وَالتَّمْرِ......اَلْحَدِيثَ۔

(۱۴۹۶)۱۱۔ ابوداوٗد میں نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی سے مروی ہے کہ آپ نے بلح اور خشک کھجور کی آمیزش سے مشروب بنانے سے منع فرمایا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد: ۳۷۰۵۔ نسائی: ۸/ ۲۸۸۔

**فوائد:** (۱) کھجور کا پھل لگنے سے لے کر کھجور کے پکنے تک کھجور کی مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں۔ ہر ایک کی تاثیر اور سائز ورنگ بھی مختلف ہوتا ہے۔

(۲) کھجور کی ابتدائی کیفیت کو ''طلع'' کہتے ہیں اس کے بعد کی حالت کو ''خلال'' کہتے ہیں۔ اس کے بعد کو ''بلح'' پھر بسر پھر رُطب اور اس کے بعد آخری حالت کو ''تمر'' کہتے ہیں۔ ''زہو'' بھی کچی کھجور کو کہتے ہیں۔

(۱۴۹۷)۱۲۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُنْقَعُ لَهُ الزَّبِيبُ فَيَشْرَبُهُ الْيَوْمَ، وَالْغَدَ، وَبَعْدَ الْغَدِ إِلٰى مَسَاءِ الثَّالِثَةِ، ثُمَّ يَأْمُرُ بِهِ فَيُسْقٰى أَوْ يُهْرَاقُ۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۴۹۷)۱۲۔ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے منقے بھگویا جاتا آپ اسے آج، کل اور کل کے بعد تیسری شام تک پیتے پھر آپ حکم دیتے یا تو اسے پلا دیا جاتا یا بہا دیا جاتا۔ مسلم

**تحقیق وتخریج:** الامام احمد: ۲۴۵۳۔ ابن حبان: ۱۳۷۹۔ ابن ماجۃ: ۳۳۷۵۔

**فوائد:** (۱) نبیذ میں نشے کا شبہ ہو تو اس کو گرادینا چاہیے نہ خود پینا چاہیے اور نہ ہی کسی دوسرے کو تحفہ وغیرہ دینا چاہیے۔

(۲) جب تک نشہ پیدا نہ ہو اس سے قبل نبیذ پینا درست ہے۔

(۳) موسم کے مطابق نبیذ کا حساب ہوتا ہے۔ کبھی موسم بالکل سرد کبھی معتدل اور کبھی گرم ہوتا ہے۔

(۱٤۹۸)۱۳۔ [وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ مُدْمِنَ خَمْرٍ مُسْتَحِلًّا لِشُرْبِهِ، لَقِيَهُ كَعَابِدِ وَثَنٍ))۔ أَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ))۔

(۱۴۹۸)۱۳۔عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ سے ملا اس حال میں کہ وہ شراب نوشی کا عادی ہے وہ اللہ سے بتوں کے پجاری کی صورت میں ملا۔'' اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** الامام احمد: ۲۴۵۳۔ ابن حبان: ۱۳۷۹۔ ابن ماجة: ۳۳۷۵۔

**فوائد:** (۱) شرابی آدمی اور بتوں کا پجاری آدمی مرتبہ میں یکساں ہیں۔

(۲) بتوں کی پوجا کرنا حرام ہے۔

(۳) یہ بھی پتہ چلا کہ شراب کی سزا آخرت میں بہت کڑی ہے۔

(۴) اور یہ بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ جیسے بتوں کی پوجا کرنا شرک ہے شراب پینا بھی اس سے کم نہیں ہے۔ جبکہ شرابی اس نیت سے شراب پیتا رہے کہ یہ حلال ہے۔

(۵) شرابی اللہ تعالیٰ کو مجرم کی صورت میں ملے گا۔

(۱٤۹۹)۱٤۔ وَعَنْ أَبِيْ سَاسَانَ حُضَيْنُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: شَهِدْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أُتِيَ بِالْوَلِيْدِ وَقَدْ صَلَّى الصُّبْحَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: أَزِيْدُكُمْ؟ فَشَهِدَ عَلَيْهِ رَجُلَانِ۔ أَحَدُهُمَا حُمْرَانُ۔ أَنَّهُ شَرِبَ الْخَمْرَ۔ وَشَهِدَ الْآخَرُ أَنَّهُ رَآهُ يَتَقَيَّؤُ [هَا]، فَقَالَ عُثْمَانُ: إِنَّهُ لَمْ يَتَقَيَّأْ [هَا] حَتّٰى شَرِبَهَا۔ ثُمَّ قَالَ: يَا عَلِيُّ قُمْ فَاجْلِدْهُ۔ فَقَالَ عَلِيٌّ: قُمْ يَاحَسَنُ فَاجْلِدْهُ۔ فَقَالَ الْحَسَنُ: وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلّٰى قَارَّهَا۔ فَكَأَنَّهُ وَجَدَ عَلَيْهِ۔ فَقَالَ: يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ، قُمْ فَاجْلِدْهُ، فَجَلَدَهُ وَعَلِيٌّ يَعُدُّ حَتّٰى بَلَغَ أَرْبَعِيْنَ، فَقَالَ: أَمْسِكْ۔ ثُمَّ قَالَ: ((جَلَدَ النَّبِيُّ ﷺ أَرْبَعِيْنَ،

(۱۴۹۹)۱۴۔ابو ساسان حضین بن منذر سے مروی ہے کہا کہ میں عثمان بن عفانؓ کے پاس حاضر ہوا ایک لڑکے کو لایا گیا وہ صبح کی دو رکعت نماز پڑھ چکا تھا پھر کہا میں مزید آپ کو کرتا ہوں دو آدمیوں نے گواہی دی میں ان سے ایک حمران تھا کہ اس نے شراب پی رکھی تھی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اسے دیکھا اور قے کر رہا تھا' حضرت عثمان نے کہا اس نے شراب نہ پی ہوتی تو یہ قے نہ کرتا پھر فرمایا: ''اے علی اسے کوڑے لگاؤ حضرت علی نے کہا اے حسن اٹھو اسے کوڑے لگاؤ حضرت حسن نے کہا وہ ذمہ دار ہو جو اس کی گرمی کا جو اس کی سردی کا ذمہ دار بنا' گویا کہ اس نے اس پر کچھ پایا اس نے کہا اے عبداللہ بن

وَأَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ، وَعُمَرُ ثَمَانِينَ، وَكُلٌّ سُنَّةٌ وَهٰذَا أَحَبُّ إِلَيَّ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔ وَحُضَيْنٌ بِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ [مِنَ الْأَفْرَادِ]۔

جعفر اٹھو اسے کوڑے لگاؤ اس نے کوڑے لگائے حضرت علی گنتی کر رہے تھے یہاں تک کہ چالیس تک پہنچے فرمایا رک جاؤ پھر فرمایا نبی کریم ﷺ نے چالیس کوڑے لگائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے لگاتے اور حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے لگائے یہ تمام سنت ہے اور یہ مجھے زیادہ پسند ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور حضین یہ ضاد خالی کے ساتھ ہے افراد سے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۰۷۔

(۱۵۰۰)۱۵۔ وَفِي حَدِيثِ الْبُخَارِيِّ: أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ شَأْنِ الْوَلِيدِ فَسَنَأْخُذُ فِيهِ بِالْحَقِّ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يَجْلِدَهُ، فَجَلَدَهُ ثَمَانِينَ۔

(۱۵۰۰)۱۵۔ بخاری شریف میں یہ الفاظ ہیں کہ جو ولید کی حالت کے بارے میں بیان کیا ہے میں ان شاء اللہ برحق فیصلہ دوں گا پھر علیؓ کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ اسے کوڑے لگائے تو اسے اسی کوڑے لگائے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۶۹۶، ۳۸۷۲۔

**فوائد:** (۱) فقہاء کا شراب میں کوڑوں کی حد کے بارے اختلاف ہے۔ بعض چالیس کہتے ہیں اور بعض اسی کوڑے۔

(۲) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ شراب کی حد چالیس کوڑے ہے۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے والی حد مشاورت سے قائم کی تھی اور وہ اس لیے کہ لوگ چالیس کوڑے کی حد کو کوئی وقعت نہ دیتے تھے۔

(۴) شراب پینے کا مجرم اعتراف کر لے تو حد لگائی جائے گی۔ عدم اعتراف پر دو گواہوں کی گواہی ضروری ہے ورنہ حد نہیں لگے گی۔ دو گواہ مختلف انداز سے گواہی دے سکتے ہیں۔ مجرم سے اعتراف کروایا بھی جاسکتا ہے۔ مسجد میں حد کا فیصلہ تو سنایا جاسکتا ہے لیکن اس میں حد لگائی نہیں جاسکتی۔

(۵) شراب کو صرف پی کر فوراً قے کرنے سے بھی حد لازم ہوجاتی ہے۔ چالیس کوڑے نبی کریم علیہ السلام اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فعل بھی ہے۔ خلیفہ وقت اپنے کسی جانشین کو حد لگانے کا حکم جاری کرسکتا ہے۔ ایسے ہی جانشین کسی ذمہ دار آدمی کو حد لگانے کے لیے مقرر کرسکتا ہے۔ جیسے جلاد ہوتا ہے۔ حد کے کوڑوں کو ساتھ ساتھ شمار کرنا ضروری ہے۔ کوڑوں کا شمار کوڑے لگانے والے کے علاوہ دوسرا آدمی بھی کرسکتا ہے۔ کوڑے سبھی کے سامنے لگنے چاہئیں۔

# كِتَابُ السِّيَرِ سِوَى مَا تَقَدَّمَ

## سابقہ کے علاوہ دیگر اچھی عادات کا بیان

(١٥٠١) ١ـ وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شُجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، وَيُقَاتِلُ رِيَاءً، أَيُّ ذٰلِكَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: **((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ))۔**
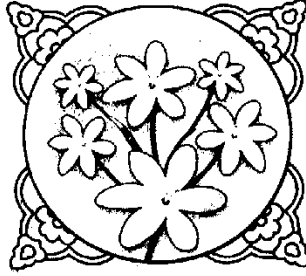
(۱۵۰۱) ا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو بہادری جتلانے کی خاطر لڑتا ہے جو غیرت کی خاطر لڑتا ہے، جو ریا کاری کی خاطر لڑتا ہے ان میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اس غرض سے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو وہی اللہ کی راہ میں ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۸۱۰۔ مسلم: ۱۹۰۴۔

**فوائد:** (۱) بہادری کے جوہر دکھانے کے لیے لڑنا جہاد نہیں ہے۔

(۲) ریا کاری کا جہاد نا قابل قبول ہوتا ہے ایسے ہی قومی حمیت کی بنا پر لڑنا ہے۔

(۳) بہترین وہ آدمی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس لیے لڑتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا نام بلند رہے۔ یعنی مجاہد میں خلوص نہیں، نیت صاف نہیں، رضا کا حصول نہیں تو پھر اس کا میدان جنگ میں جانا کوئی بڑی نیکی نہیں ہے۔

(۴) جہاد کے علاوہ دیگر اعمال میں نیت کا خالص ہونا بھی ضروری ہے۔

(۵) معلوم ہوا ہر عمل کے قبول ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ نیت خالص اور حصولِ رضائے الٰہی۔

(۱۵۰۲) ۲۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرَتِهِ، أَلَا وَلَا غَادِرَ أَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ أَمِيرِ عَامَّةٍ))۔

(۱۵۰۲) ۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا: ''ہر دھوکے باز کے لیے جھنڈا ہوگا روز قیامت اور وہ بلند کیا جائے گا اس کے لیے اس کے دھوکے کے مطابق اور نہیں کوئی بڑا دھوکے باز رعایا کے امیر سے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: "باب تحریم الغدر"۔

**فوائد:** (۱) دھوکہ دینا گناہ ہے۔

(۲) دھوکہ بازکی آخرت میں دیگر سزاؤں میں سے ایک سزا یہ بھی ہوگی کہ اس کی پشت پر ایک نمایاں جھنڈا گاڑا جائے گا۔

(۳) رعایا کا امیر بننا کوئی عام ذمہ داری نہیں ہے۔ اس کی چاہت کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ آج کل کے امارت کے شوقین کل کو حساب دینے کا سوچ کر جائیں۔ ہمیں اس معاملہ میں صحابہ و تابعین رحمہم اللہ کی زندگیوں سے سبق حاصل کرنا چاہیے جو امارت کے نام سے کانپتے تھے اور خاموش زندگی گزارنے' خاموشی سے کارِ خیر کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔

(۴) معلوم ہوا کہ اگر سب سے بڑا کوئی غادر ہوسکتا ہے تو وہ امارت کا بھوکا رعایا کا امیر ہوسکتا ہے۔

(۵) دھوکہ باز حضرات کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ اپنی ایسی زندگی میں کس نوعیت کے حامل جھنڈے کو بُن رہے ہیں۔ جتنا بڑا غادر ہو گا اتنا بلند علم غدر نصیب ہوگا۔

(۱۵۰۳) ۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ))۔ أَخْرَجَهَا مُسْلِمٌ۔

(۱۵۰۳) ۳۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لڑائی دھوکے' فریب کا نام ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۰۲۸ ' ۳۰۲۹۔ مسلم: ۱۷۴۰۔

**فوائد:** (۱) جہاد فرض کفایہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے راستے' اس کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے خالص نیت سے' اپنے مال و جان کو پیش کرتے ہوئے' اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرتے ہوئے کافروں سے لڑنے کا نام ہے۔

(۲) جنگ میں چستی و چالاکی سے کام لینا گویا کہ فتح حاصل کرنا ہے۔

(۳) ہوشیاری جنگ میں بہت ضروری ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے ساتھ ہوتی ہے جو جنگ میں کچھ کر کے دکھاتے ہیں۔

(۱۵۰۴) ۴۔ وَعَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَيْشًا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانُوا بِأَرْضِ فَارِسٍ مَعَ أَمِيرِهِمْ، وَكَانَ عُمَرُ يَعْقِدُ الْجُيُوشَ فِي كُلِّ عَامٍ،

(۱۵۰۴) ۴۔ عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ انصار کا ایک لشکر ایران کی سرزمین میں اپنے امیر کے ساتھ تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر سال لشکر ترتیب دیا کرتے تھے'

فَشُغِلَ عَنْهُمْ عُمَرُ، فَلَمَّا مَرَّ الْأَجَلُ قَفَلَ أَهْلُ ذٰلِكَ الثَّغْرِ، (فَاشْتَدَّ) عَلَيْهِمْ، وَأَوْعَدَهُمْ وَهُمْ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا: يَاعُمَرُ، إِنَّكَ غَفَلْتَ عَنَّا، وَتَرَكْتَ فِيْنَا الَّذِيْ أَمَرَبِهِ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِعْقَابِ بَعْضِ الْغَزِيَّةِ بَعْضًا۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

حضرت عمرؓ ان سے مشغول ہوگئے جب مدت گزر گئی حد والے واپس آ گئے' آپ نے ان پر سختی کی انہیں ڈانٹا وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے' انہوں نے کہا اے عمرؓ آپ ہم سے غافل رہے ہیں اور آپ نے وہ طریقہ چھوڑ دیا جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا۔ ابوداؤد

**تحقیق وتخریج:** اثر صحیح۔ ابوداؤد: ۲۹۶۰۔

**فوائد:** (۱) جہاد ایک نہ رکنے والا عمل ہے۔ اس میں تسلسل کو قائم رکھنا اور اس پر کاربند رہنا ضروری ہے۔

(۲) سینئر سپہ سالار اپنے سے جونیئر سپہ سالار کو موقع کی نسبت کے اعتبار سے کہیں لڑنے کے لیے ہدایت و کمک دے سکتا ہے۔

(۳) ایک حکمران اور خلیفہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مختلف جیوش تیار کر کے مختلف شہروں اور ملکوں کی طرف روانہ کرے۔

(۴) ایک ناظم اعلیٰ کو چاہیے کہ وہ گاہے بگاہے اپنی تعینات کی ہوئی نفری اور فوج کی خبر لیتا رہے اس سے پل بھر بھی غافل نہ ہو۔ ایسے ہی موقعہ بموقعہ ان کو مختلف علاقوں' اماکن پر حملہ کرنے کی تلقین کرتا رہے۔

(۱۵۰۵)۵۔ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ (الْخُدْرِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ (بَعَثَ إِلٰى بَنِيْ لِحْيَانَ: لِيَخْرُجْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ، ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ: ((أَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِيْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ، بِخَيْرٍ، كَانَ (لَهُ) مِثْلُ نِصْفِ أَجْرِ الْخَارِجِ))۔ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۵۰۵)۵۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنولحیان کی طرف پیغام بھیجا کہ ہر دو میں سے ایک آدمی جہاد کے لیئے نکلے پھر گھر رہنے والے سے فرمایا تم میں سے جو جہاد پر روانہ ہونے والے کے گھر اور مال کی اچھے انداز میں نیابت کرے گا اسے جہاد پر روانہ ہونے والے سے نصف اجر وثواب ملے گا۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۸۹۶۔

**فوائد:** (۱) مجاہدین کے گھر کا خیال رکھنا بہت بڑا عمل ہے۔ رکھوالی کرنے والے کو نصف اجر ملتا ہے۔

(۲) مجاہدین کے گھروں کا خیال رکھنا' مسلمانوں پر ایک حق ہے۔

(۳) جو جنگ کے قابل ہو اس کو چاہیے کہ وہ راہ حق میں جا کر لڑے اور جو قابل نہ ہو اس کو چاہیے کہ وہ پیچھے نظام پر کنٹرول کرے ایسے ہی وہ حضرات جو کسی عذر کی وجہ سے نہ جا سکیں ان پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ غازیوں کے بیوی' بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور ضرورت کے وقت ان کی مدد کریں اور ان کے مال ومتاع پر کڑی نظر رکھیں۔

(۱۵۰۶)۶۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: ((لَا

(۱۵۰۶)۶۔ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ''اب ہجرت

هِجْرَةَ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا))۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)۔

نہیں البتہ جہاد اور نیت باقی رہیں گے جب تم سے جہاد پر روانگی کا مطالبہ ہو تو تم نکلا کرو۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۸۲۵۔ مسلم: ۱۳۵۳۔

(۱۵۰۷)۷۔ وَرَوَى أَبُوْ الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ حَمْزَةَ، عَنْ عَطَاءِ الْخُرَاسَانِيِّ، حَدَّثَنِي ابْنُ مُحَيْرِيْزٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السَّعْدِيِّ، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ مَا قُوْتِلَ الْكُفَّارُ))۔ وَأَخْرَجَهُ ابْنُ السَّكَنِ أَتَمَّ مِنْهُ۔

(۱۵۰۷)۷۔ ابوالقاسم بغوی سے روایت ہے یحییٰ بن حمزہ کے حوالے اور اس نے روایت کیا عطاء خراسانی سے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن محیریز نے عبداللہ بن سعدی سے روایت کیا اس نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تک کفار سے لڑائی ہے ہجرت منقطع نہیں ہوگی۔" ابن سکن نے اس سے مکمل بیان کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ واہ الامام احمد: ۱/ ۱۹۲۔ نسائی: ۷/ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ابن حبان: ۱۵۷۹۔

(۱۵۰۸)۸۔ (وَأَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ)) مِنْ حَدِيْثِ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ، عَنْ) عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَيْرِيْزٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ وَقْدَانَ الْفُرَضِيِّ، وَكَانَ مُسْتَرْضِعًا فِيْ بَنِيْ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ، وَكَانَ يُقَالُ لَهُ: عَبْدُاللّٰهِ بْنُ السَّعْدِيِّ، وَفِيْ إِسْنَادِهِ اِخْتِلَافٌ، وَ(هُوَ) عِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ۔

(۱۵۰۸)۸۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں بسر بن عبیداللہ سے اور اس نے عبداللہ بن محیریز سے اس نے عبداللہ بن وقدان فرضی سے روایت کیا' اس نے بنوسعد بن بکر میں دودھ پیا تھا اور اسے عبداللہ السعدی کہتے تھے اس کی اسناد میں اختلاف ہے اور وہ نسائی کے نزدیک اس طریق کے علاوہ ہے۔

**تحقیق وتخریج:** ابن حبان: ۱۵۷۹۔

**فوائد:** (۱) مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا اب ختم ہو چکا ہے۔ اس کا حکم اب منسوخ ہو گیا ہے۔

(۲) دارالکفر سے نکل کر دارالسلام کی طرف آ جانا' ایسی ہجرت اب بھی جائز ہے۔

(۳) جہاد کے لیے نکلنے میں وہی خیر ہے جو کہ ہجرت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔

(۴) خالص نیت بھی ایک عظیم عمل ہے جس کے ذریعے اچھائی کے حاصل ہونے کا یقین ہوتا ہے۔

(۵) دیارِ کفر میں تنگی اور عبادات کی خرابی ہوتی محسوس ہو تو دارِ امن یعنی دیارِ اسلام کی طرف ہجرت کر جانا چاہیے۔

(۱۵۰۹)۹۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ [بْنِ مَسْعُوْدٍ] أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَوْ لَا أَنَّكَ رَسُوْلٌ۔ يَعْنِيْ (رَسُوْلُ)

(۱۵۰۹)۹۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر تو مسیلمہ کذاب کا قاصد نہ ہوتا

مُسَيْلِمَةَ [الْكَذَّابِ] لَقَتَلْتُكَ))۔ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيّ وَهُوَ فِي الصَّحِيحِ فِي قِصَّةٍ بِمَعْنَاهُ۔

تو میں تجھے قتل کر دیتا۔'' اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور صحیح میں جو قصہ ہے اس کا ہم معنی ہے۔

**تحقیق و تخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۳۷۰۸،۲۶۴۲۔ ابو داؤد: ۲۷۶۲۔ ابن حبان: ۴۸۵۹،۴۸۵۸۔

(۱۵۱۰) ۱۰۔ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ فَيْرُوزَ الدَّيْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، [أَنَّهُ] قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِرَأْسِ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيِّ۔ وَرَاوِيهِ ضَمْرَةُ ثِقَةٌ، [وَ] قِيلَ: لَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ۔

(۱۵۱۰) ۱۰۔ نسائی میں عبداللہ بن فیروز دیلمی سے مروی ہے اس نے اپنے باپ سے روایت کیا اس نے کہا کہ نبی ﷺ کے پاس اسود عنسی کا سر لے کر آیا۔ اس کا راوی ضمرہ ہے وہ ثقہ ہے اس کی متابعت نہیں کی گئی۔

**تحقیق و تخریج:** حدیث حسن ہے۔ نسائی: ۸۶۷۲۔

**فوائد:** (۱) سفیر کو ہر لحاظ سے جانبین کا تحفظ ضروری ہے۔

(۲) سفیر کو قتل کرنا منع ہے۔

(۳) رسول کا معنی یہاں ایلچی، سفیر ہے۔

(۴) مسیلمہ اور اسود عنسی یہ دو آدمی جھوٹے نبیوں کے نام سے موسوم ہیں۔

(۵) کسی مرتد، کافر جھوٹے نبی کا سر کاٹنا اور پھر اس کو اپنے امیر کے پاس لے کر آنا درست ہے۔

(۱۵۱۱) ۱۱۔ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ [قَالَ]: بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنَا، وَالزُّبَيْرَ، وَالْمِقْدَادَ، فَقَالَ: ((انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا......)) الْحَدِيثَ۔ وَفِيهِ: فَأَخْرَجْتُهُ مِنْ عِقَاصِهَا، فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَإِذَا فِيهِ: مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ، إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ۔ وَفِيهِ: فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ [لَهُ] رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا...... الْحَدِيثَ))۔ (وَهُوَ) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۵۱۱) ۱۱۔ حضرت علیؓ نے بیان کیا، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، زبیر اور مقداد کو بھیجا اور فرمایا: ''جاؤ یہاں تک کہ جب خاخ باغیچے پہ پہنچو تو وہاں مسافر خاتون ہوگی اس کے پاس خط ہوگا اس سے وہ پکڑ لو'' اس حدیث میں یہ ہے میں نے خط اس کے میڈھیوں سے نکال لیا ہم وہ خط لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام تھا اس میں رسول اللہ ﷺ کے بعض معاملات کی اطلاع دی گئی تھی اس حدیث میں یہ بھی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوا تھا۔ متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۹۸۳،۳۰۸۱،۳۰۰۷۔ مسلم: ۲۴۹۴۔

**فوائد:** (۱) اپنے لشکر کا راز یا جنگی چالوں کو کسی کے سامنے بیان کرنا منع ہے۔

(۲) اپنے ساتھیوں کے راز آؤٹ کرنے والا غدار ہوتا ہے۔

(۳) حاطب رضی اللہ عنہ کیونکہ بدری تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ غلطی معاف کر دی تھی۔ تمام اہل بدر بخشے بخشائے ہیں۔

(۴) کسی جاسوس کو پکڑنا یا اس سے مقصود مواد چھیننا درست ہے۔ جاسوس مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی ہوتی ہیں ایک امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان مخفی معاملات سے بھی باخبر رہے۔

(۵) اپنے مفاد کے پیش نظر اور ملک کی سالمیت کے پیش نظر جاسوسی کرنا اور کافروں کے جاسوس گرفتار کرنا ضروری ہے۔

(۱۵۱۲)۱۲۔ وَعَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ))۔ [أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ]۔

(۱۵۱۲)۱۲۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی تیمارداری کرو اور مقروض کی گردن چھڑاؤ۔'' بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۰۴۶، ۵۱۷۴، ۵۳۷۳، ۵۶۴۹، ۷۱۷۳۔

**فوائد:** (۱) بھوکے کو کھانا کھلانا بڑی نیکی ہے۔

(۲) مریض کی عیادت کرنا مسلمان پر ایک حق ہے۔

(۳) قیدیوں اور غلاموں کو آزاد کروانا اور ان کو جیل کے شکنجے سے نکالنا ہمارا فرض بنتا ہے۔ کافروں کے پاس جتنے ہماری قیدی ہیں ان کو آزاد کروانا چاہیے۔

(۱۵۱۳)۱۳۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ أَبَانَ بْنَ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ عَلٰى سَرِيَّةٍ/ مِنَ الْمَدِيْنَةِ قِبَلَ نَجْدٍ، فَقَدِمَ أَبَانُ (بْنُ سَعِيْدٍ)، وَأَصْحَابُهُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِخَيْبَرَ بَعْدَ أَنْ فَتَحَهَا...... الْحَدِيْثَ۔ وَفِيْهِ: فَلَمْ يُسْهِمْ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [شَيْئًا]۔ وَهُوَ عِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ۔

(۱۵۱۳)۱۳۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابان بن سعید بن العاص کو مدینے سے نجد کی طرف ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، ابان بن سعید اور اس کے ساتھی رسول اللہ ﷺ خیبر ہونے کے بعد پہنچے رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں دیا۔ یہ ابوداؤد کے ہاں اسماعیل بن عیاش کے طریق سے ہے جو کہ اس نے زبیدی سے روایت کی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۲۳۸، ۲۸۲۷۔ ابوداؤد: ۲۷۲۳۔

(۱۵۱۴)۱۴۔ وَعِنْدَهُ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَسْهَمَ لِرَجُلٍ وَلِفَرَسِهِ ثَلَاثَةَ أَسْهُمٍ: سَهْمًا لَهُ وَسَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ۔ [وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]

(۱۵۱۴)۱۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص اور اس کی گھوڑی کو مال غنیمت سے تین حصے دیئے ایک اس کا اور دو اس کی گھوڑی کے۔ متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۸۶۳، ۴۲۲۸۔ ابو داؤد: ۲۷۳۳۔

(۱۵۱۵)۱۵۔ وَعِنْدَ الدَّارَقُطْنِيِّ: فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ (كَانَ يُسْهِمُ لِلْخَيْلِ): لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ، وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا۔

(۱۵۱۵)۱۵۔ دار قطنی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مال غنیمت میں گھوڑے کا حصہ نکالتے سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ دار قطنی: ۴/ ۱۰۶۔

**فوائد:** (۱) کافروں کا مال مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔

(۲) کافروں سے ماخوذہ اموال کو مال فئے کہتے ہیں۔ جو کہ مسلمان مجاہدوں کے مابین تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

(۳) وہ مجاہد جو جس جنگ میں شریک ہوتے ہیں وہ جنگ سے ملے ہوئے مال کے حقدار ہیں۔

(۴) مال غنیمت کو اکٹھا کیا جائے گا۔ مال غنیمت سے سب سے پہلے خمس نکالا جائے گا اور بعد میں غازیوں کے حصص بنائے جائیں گے۔

(۵) اسلام نے اکیلے مجاہد کے لیے ایک حصہ، جب کہ اس کے ساتھ گھوڑا ہو تو گھوڑے کے دو حصے شامل کر کے مجاہد کو تین حصے رکھے ہیں۔

(۱۵۱۶)۱۶۔ وَعَنْ أَبِي الْجُوَيْرِيَةِ قَالَ: قَالَ لِيْ مَعْنُ بْنُ يَزِيْدَ السُّلَمِيّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا نَفْلَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ الْخُمُسِ))۔ رَوَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ۔

(۱۵۱۶)۱۶۔ ابو جویریہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے معن بن یزید السلمی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''مال غنیمت کی تقسیم خمس نکالنے کے بعد ہوگی۔'' ابن شیبہ

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ الامام احمد: ۳/ ۴۷۰۔ ابو داؤد: ۲۷۶۱، ۲۷۶۲۔ بیہقی: ۶/ ۳۱۴۔

**فوائد:** (۱) مال غنیمت ملتے ہی مجاہدین میں بانٹا نہیں جاتا بلکہ اس کو اکٹھا کیا جاتا ہے اس کے بعد اس سے خمس نکالا جاتا ہے پھر حصے بنا کر مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا ہے یعنی پانچویں حصے کی تخریج کے بعد تقسیم ہوتی ہے۔ ایسے ہی مقررہ حصص کے بعد مزید دینا بھی خمس کے بعد درست ہے۔

(۲) مال غنیمت کو اکٹھا کروانا، شمار کرنا، خمس نکالنا اور پھر حقداروں کے مابین اسے تقسیم کرنا یہ امیر لشکر کی ذمہ داری ہے۔

(۳) خمس اللہ اور اس کے رسول کا حصہ ہے جو بیت المال میں جمع کیا جاتا ہے جبکہ بقیہ مال مجاہدوں کا حصہ ہے جو ان کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱۵۱۷)۱۷۔ وَمِنْ حَدِيْثِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ: أَنَّهُمْ أَصَابُوْا غَنَائِمَ فَقَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعِيْرًا بِعَشَرِ شِيَاهٍ۔ وَهُوَ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ۔

(۱۵۱۷)۱۷۔ رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا نبی کریم ﷺ نے ان کے درمیان مال غنیمت تقسیم کیا، ایک اونٹ برابر دس بکریوں کی کے کیا۔ بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۴۸۸، ۲۵۰۷، ۳۰۷۵، ۵۴۹۸، ۵۵۴۳۔ مسلم: ۱۹۶۸۔

**فوائد:** (۱) مال غنیمت میں تخمینہ بھی جائز ہے۔ یعنی ایک چیز کا حساب لگا کر دوسری چیز کو اس کے مساوی قرار دینا درست ہے۔

(۲) ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر ہوتا ہے۔

(۳) نبی کریم علیہ السلام نے خود بھی مال غنیمت اپنے صحابہ میں تقسیم کیا تھا۔

(۴) مال غنیمت کو خمس نکالنے کے بعد مجاہدوں کو ان کے حق کے مطابق دینا فرض ہے۔

(۱۵۱۸)۱۸۔ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ:لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا افْتَتَحْتُ قَرْيَةً إِلَّا قَسَمْتُهَا، كَمَا قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ۔ [لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ]۔

(۱۵۱۸)۱۸۔ مالک نے زید بن اسلم سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کیا' کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر نہ ہوتا مسلمانوں کا آخر تو میں جس بستی کو بھی فتح کرتا تو اس کی تقسیم کرتا جس طرح رسول اللہ ﷺ خیبر کو تقسیم کیا۔ ابوداؤد کے لفظ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۱۲۵، ۴۲۳۶۔ ابوداؤد: ۳۰۲۰۔

**فوائد:** (۱) مفتوحہ علاقوں یا بستی کو مجاہدوں کے مابین تقسیم کرنا جائز ہے۔

(۲) اسی طرح مفتوحہ علاقوں کو وہاں کے ذمیوں کے سپرد کر دینا بھی درست ہے۔

(۳) امیر کو اختیار ہے چاہے تو مفتوحہ جگہ تقسیم کر دے یا خراج پر دے دے۔ خراج بیت المال میں جمع ہو گا نہ کہ امیر وحکمران اس کا مالک بنے گا۔

(۱۵۱۹)۱۹۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ (قَدْ) كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ فِي السَّرَايَا لِأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوَى قِسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ، وَالْخُمُسُ فِي ذٰلِكَ وَاجِبٌ كُلِّهِ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۵۱۹)۱۹۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض جنگوں میں مال غنیمت مجاہدین کو خاص ان کی ذات کے لیے دیتے علاوہ عام لشکر کی تقسیم کے اور خمس تو واجب ہے۔ متفق علیہ۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۱۳۵۔ مسلم: ۱۷۵۰۔

**فوائد:** (۱) مالِ غنیمت میں سے خمس نکالنا واجب ہے۔

(۲) مقررہ حصص کے علاوہ کچھ مجاہدین کی حوصلہ افزائی یا عمدہ کارکردگی پر امیر لشکر ان کو مزید دینے کا مجاز ہے۔

(۳) امیر لشکر زیادہ سے زیادہ ثلث کسی کو مزید دے سکتا ہے۔

(۴) اضافی دیا جانے والا مال خمس سے نہ ہوگا بلکہ دوسرے مال سے دیا ہو گا۔

(۵) معلوم ہوا امیر کے پاس کچھ اختیارات بھی ہوتے ہیں اسے چاہیے کہ وہ اختیارات جائز طریقے سے استعمال کرے۔ جب کہ آج کل اختیارات کو ناجائز طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱۵۲۰)۲۰۔ وَعَنْ حَبِيْبِ بْنِ مَسْلَمَةَ، قَالَ: ((شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِي الْبَدْأَةِ، وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَأَلْزَمَ الدَّارَقُطْنِيُّ (الشَّيْخَ) تَخْرِيْجَ حَدِيْثِ حَبِيْبِ بْنِ مَسْلَمَةَ۔

(۱۵۲۰)۲۰۔ حبیب بن مسلمہ سے روایت ہے، حبیب بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں حاضر تھا اس وقت جب آپ نے شروع میں چوتھا حصہ زائد دیا اور بعد میں تیسرا حصہ زائد دیا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا اور دارقطنی نے حبیب بن مسلمہ کی حدیث کا الزام کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۴/ ۱۰۹۔ ۱۶۰۔ ابوداؤد: ۲۷۵۰۔ ابن ماجۃ: ۲۸۵۲۔ بیہقی: ۶/ ۳۱۴

**فوائد:** (۱) خمس نکال کر مجاہدوں کو بقیہ مالِ غنیمت سے ثلث اور ربع نفل کے طور پر دینا درست ہے۔

(۲) جو دستہ اپنے لشکر سے الگ ہو کر کسی دشمن پر ٹوٹ پڑے پھر کامیاب ہو کر مالِ غنیمت لے کر واپس لوٹے اور بقیہ لشکر سے آ ملے تو اس دستے کو ربع بطور نفل ملے گا اور پھر تمام لشکر دشمن پر ٹوٹا اور مجموعی طور پر فتح یاب ہو کر وطن واپس لوٹا تو اس صورت میں اس کو ثلث بطورِ نفل دیا جائے گا یعنی ابتداء فتح میں ربع اور انتہائے فتح میں ثلث ہے۔

(۳) ثلث دوگنا مشقت کی بنا پر ملے گا۔

(۱۵۲۱)۲۱۔ ((وَثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَدَى بِامْرَأَةٍ نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوا أُسْرٰى بِمَكَّةَ))۔ وَهُوَ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ بِمَعْنَاهُ مِنْ حَدِيْثِ سَلَمَةَ۔

(۱۵۲۱)۲۱۔ یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک کافرہ عورت کو بطور فدیہ دے کر مکے میں بہت سے مسلمان قیدی چھڑائے۔ یہ صحیح مسلم میں سلمہ کی حدیث کے ہم معنی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۵۵۔

**فوائد:** (۱) قیدیوں کا تبادلہ کرنا جائز ہے یعنی کافر قیدی واپس کر کے اپنے قیدی چھڑا لینا درست ہے۔

(۲) عورتوں کو قیدی بنانا اور لونڈیاں بنانا درست ہے۔

(۳) مسلمان قیدیوں کو آزاد کرانے کی از حد کوشش کرنی چاہیے۔

(۱۵۲۲)۲۲۔ وَعِنْدَهُ فِيْ حَدِيْثٍ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ: ((وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتْ [عَلَى] اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ، ثُمَّ هِيَ لَكُمْ))۔

(۱۵۲۲)۲۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جس بستی نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اس کا خمس اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے پھر وہ تمہارے لیے ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۵۶۔

**فوائد:** (۱) مفتوحہ بستی سے خمس نکالا جائے گا اور باقی بستی مجاہدین کا حصہ ہے۔

(۲) خمس کے بعد غنیمت کا باقی حصہ مسلمانوں اور غازیوں کا ہوتا ہے۔

(۱۵۲۳)۲۳۔ وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ [قَالَ] ((كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مِمَّا لَمْ يُوْجِفْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ، فَكَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ خَاصَّةً ، فَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَةٍ، وَمَا بَقِيَ يَجْعَلُهُ فِي الْكُرَاعِ (وَالسِّلَاحِ) عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ]۔

(۱۵۲۳)۲۳۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ بنونضیر کا مال ان مالوں میں سے تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے غنیمت قرار دیا تھا اور مسلمانوں نے اسے حاصل کرنے کے لیے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے لہذا یہ مال رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص تھا آپ اس میں سے ایک سال کا خرچہ اپنے گھر والوں کو دے دیتے تھے اور جو باقی بچتا اس سے گھوڑے اور ہتھیار خرید کر جہاد کے سامان کی تیاری کرتے۔ متفق علیہ لفظ بخاری کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۹۰۴، ۳۰۹۴، ۴۰۳۳، ۴۸۸۵۔

**فوائد:** (۱) وہ مال جو بغیر کسی زحمت کے مسلمان مجاہدین کے ہاتھ لگے مال فئے کہلاتا ہے۔

(۲) مال فئے میں صرف مجاہدین کا حصہ نہیں ہوتا۔

(۳) مال فئے مجاہدین، مساکین، یتیم، مسافر اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کے لیے کچھ حصہ وغیرہ الغرض ان تمام مذکورہ مصارف پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۴) مال فئے نبی کریم ﷺ کے گھر والوں، قریبی رشتہ داروں کے لیے بھی جائز تھا۔

(۵) بنونضیر معاہد تھے یہ مدینہ کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ بدعہدی کی وجہ سے ان پر حملہ ہوا تھا۔

(۱۵۲۴)۲۴۔ وَمِنْ حَدِيْثِهِ أَيْضًا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ حَتّٰى لَا أَدَعَ إِلَّا مُسْلِمًا))۔ [أَخْرَجُوْهُ إِلَّا الْبُخَارِيَّ]۔

(۱۵۲۴)۲۴۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں "میں یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے ضرور نکال دوں گا یہاں تک کہ مسلمان کے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔" اس کو بخاری کے سوا سبھی نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۶۷۔

**فوائد:** (۱) یہود ونصاریٰ سے عرب خطہ کو پاک رکھنا یہ نبی کریم ﷺ کی خواہش تھی۔

(۲) کسی کافر کو زمین پر زندہ نہیں رہنے دینا چاہیے۔ انہیں غلام، قیدی، مقتول یا پھر مسلمان بنالیا جائے۔

(۳) نبی کریم ﷺ تو اپنی خواہش بر نہ لا سکے البتہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے دور میں جزیرہ عرب سے جلا وطن کر دیا

تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نجران کے یہودی پہلے ہی یہ نظریہ رکھتے تھے ایک روایت کے مطابق یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے آپ نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی تو آپ کی ران سے کپڑا ہٹ گیا' اہل نجران نے عمر رضی اللہ عنہ کی ران پر سیاہ دھبہ دیکھا اور کہنے لگے "هذا الذى نجد فى كتابنا انه يخرجنا من ارضنا" یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں ہم اپنی کتاب میں پا چکے ہیں کہ وہ ہمیں ہماری زمین سے نکالے گا۔" (تاریخ عمر رضی اللہ عنہ)

(۴) جزیرہ عرب' جس کا عرض جدہ سے اطراف عراق تک اور طول عدن ابین سے لے کر اطراف شام تک ہے۔ (قاموس) اس میں دجلہ' فرات' شام' بحر شام اور بحر ہند آ جاتے ہیں۔

(١٥٢٥) ٢٥ ـ وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ سَالِمٍ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ قَالَ فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا وَرِقًا إِلَّا الثِّيَابَ، وَالْمَتَاعَ، وَالْأَمْوَالَ ـ قَالَ: ((فَوَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَحْوَ وَادِي الْقُرٰى))، وَقَدْ اهْدِيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَبْدٌ أَسْوَدُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمُ، حَتّٰى إِذَا كَانَ بِوَادِي الْقُرٰى فَبَيْنَا مِدْعَمُ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهُ ـ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيْئًا لَهُ الْجَنَّةُ ـ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كَلَّا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِيْ أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْغَنَائِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا))ـ فَلَمَّا سَمِعُوْا ذٰلِكَ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((شِرَاكٌ (مِنْ نَارٍ) أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ))ـ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)ـ

(۱۵۲۵) ۲۵۔ مالک نے ثور بن زید سے روایت کیا اس نے ابوالغیث سالم مولی ابن مطیع سے روایت کیا اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس نے کہا کہ ہم خیبر کے سال رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے کہا کہ ہم نے سونا چاندی کی صورت میں مال غنیمت نہ لیا البتہ کپڑے' سامان اور مال تھا' رسول اللہ ﷺ وادی قری کی طرف متوجہ ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مدعم نامی کالے رنگ کا غلام بطور ہدیہ پیش کیا گیا یہاں تک کہ جب آپ وادی قری میں تھے وہ آپ کی سواری کا کجاوہ اتار رہا تھا اچانک پھرتا ہوا تیر آیا اس کو قتل کر دیا' لوگوں نے کہا' اسے جنت مبارک ہو' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خبردار مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ چادر جسے اس نے خیبر کے دن مال غنیمت سے پکڑا تھا جو ابھی تقسیم نہیں ہوئی تھی وہ اس پر آگ بن کر شعلہ زن رہے گی' جب انہوں نے یہ سنا تو ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آگ کا ایک تسمہ یا آگ کے دو تسمے۔" متفق علیہ

**تحقيق وتخريج:** بخاری: ۴۲۰۳، ۶۷۰۷۔ مسلم: ۱۱۵۔

**فوائد:** (۱) مال غنیمت سے چوری کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

(۲) کوئی مجاہد خواہ وہ آزاد ہو یا غلام تقسیم مال غنیمت سے قبل کچھ بھی اپنے پاس نہیں رکھ سکتا، یعنی امیر لشکر کو پائی پائی جمع کروانا فرض ہے۔

(۳) مال غنیمت چوری کرنے والے کی سزا جہنم ہے۔ جس قدر وہ چوری کرے گا اسی قدر اس کو جہنم کا عذاب ہوگا۔

(۴) جنگ خیبر کے موقع پر مجاہدین کو اکثر و بیشتر مالِ غنیمت، مال، کپڑے اور دیگر اشیائے ضروریات حصے میں ملیں۔

(۵) چوری کرنا گناہ ہے جبکہ مال غنیمت چوری کرنا سنگین گناہ ہے خواہ وہ نبی کا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض دفعہ صرف ایک گناہ اور نیت کے ہیر پھیر سے آخرت کی زندگی عذاب بن جاتی ہے خواہ اس کی نیکیاں بے شمار ہوں۔

(۱۵۲۶)۲۶۔ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((**كُنَّا نُصِيبُ [الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ] فِي مَغَازِينَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ**))۔

(۱۵۲۶)۲۶۔ بخاری شریف میں عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جب ہمیں شہد یا انگور بطور مال غنیمت ملتے تو ہم اسے کھا لیتے اور اسے اٹھاتے نہ تھے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۱۵۴۔

**فوائد:** (۱) جو بھی مال کافروں کے علاقے سے، بستی سے، ملک سے اور گھروں سے ان کے ہاتھ سے ملے وہ مالِ غنیمت شمار ہوگا اس میں خورد ونوش کی اشیاء بھی آ جاتی ہیں۔ خواہ وہ شہد اور انگور ہوں یا کوئی اور چیز۔

(۲) مال کے تقسیم ہو جانے کے بعد ہر ایک اپنے حصے کی چیز کھا سکتا ہے اور ساتھ بھی لے جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) غزوہ اس جنگ کو بولتے ہیں جس میں نبی کریم ﷺ نے بنفس نفیس شرکت کی ہو۔

(۴) ایسی اشیاء جس کے جلدی ضائع ہو جانے کا یا خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو اس کو تقسیم مال سے قبل کھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۵۲۷)۲۷۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ فَأَصَبْنَا غَنَمًا، ((**فَقَسَمَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ طَائِفَةً، وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي الْمَغْنَمِ**))۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي قِصَّتِهِ، وَذَكَرَ ابْنُ الْقَطَّانِ أَنَّ رِجَالَهُ ثِقَاتٌ۔

(۱۵۲۷)۲۷۔ معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی جنگ لڑی وہاں سے ہمیں بکریاں ہاتھ لگیں، رسول اللہ ﷺ نے کچھ ہم میں تقسیم کر دیں اور کچھ مال غنیمت میں باقی رہنے دیں۔ اس کو ابوداؤد نے اس کے قصہ میں روایت کیا ہے اور ابن قطان نے ذکر کیا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف الاسناد۔ ابوداؤد: ۲۷۰۷۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مالِ غنیمت سے خمس نکالنے سے قبل کسی کو کچھ دیا جا سکتا ہے۔

(۲) خیبر کے موقع پر مال غنیمت میں بکریاں بھی ہاتھ لگی تھیں۔

(۳) طائفہ کا لفظ جانور کے جتھے پر بھی بولا جاتا ہے۔

(۴) مالِ غنیمت تقسیم کرنے کا حق صرف امیر کو حاصل ہے۔ البتہ وہ اپنے ساتھ معاون لگا سکتا ہے اور اپنے ساتھیوں سے مال شمار کروا سکتا ہے ساتھیوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے امیر کی ہر لحاظ سے مدد کریں اور صحیح بات کو مانیں۔

(۱۵۲۸)۲۸۔ وَرَوَى ابْنُ حِبَّانَ فِيْ ((صَحِيْحِهِ)) مِنْ حَدِيْثِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ حَدِيْثًا، فِيْهِ: وَقَالَ: ((أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ وَبَرَةً مِنْ جَنْبِ بَعِيْرٍ ثُمَّ قَالَ: ((‏[يَا] أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِيْ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ قَدْرَ هٰذِهِ إِلَّا الْخُمُسَ وَالْخُمُسُ مَرْدُوْدٌ عَلَيْكُمْ، فَأَدُّوا الْخَيْطَ وَالْمِخْيَطَ، وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوْلَ، فَإِنَّهُ عَارٌ عَلٰى أَهْلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ...... اَلْحَدِيْثَ))۔

(۱۵۲۸)۲۸۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن اونٹ کے پہلو سے ایک بال کو پکڑا پھر ارشاد فرمایا: ''لوگو جو اللہ تعالیٰ تمہیں مال غنیمت دیتا ہے اس میں سے میرے لیے اس وبرہ کی مقدار میں بھی خمس کے علاوہ جائز نہیں اور خمس بھی تم پر ہی لوٹا دیا جاتا ہے دھاگہ اور سوئی تک ادا کر دیا کرو' خیانت سے بچو' یہ قیامت کے دن اس خیانت کا ارتکاب کرنے والے پر عیب ہوگا۔''

**تحقیق و تخریج:** نسائی: ۷/ ۱۳۱۔ الامام احمد: ۵/ ۳۱۸۔ بیہقی: ۶/ ۳۵۳۔

**فوائد:** (۱) نبی کے لیے خمس کے علاوہ باقی مال حلال نہ تھا۔

(۲) نبی کریم علیہ السلام صرف خمس سے کچھ لے لیتے تھے۔

(۳) خمس میں دیگر حاجت مندوں کا بھی حق ہے۔ خمس سے نبی کسی کی مدد بھی کر دیتے تھے اور تنگ وقت پر تعاون بھی کر دیتے تھے۔

(۴) مالِ غنیمت کی چوری پر غلول کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

(۵) ایک دھاگہ مخفی طریقے سے لے جانے والے کو بھی اسی کے مطابق آخرت کو عذاب ہوگا اور ایک دھاگہ ہی اس کے لیے باعث عار ہوگا۔

(۱۵۲۹)۲۹۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَأَخَذَهُ الْعَدُوُّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ، فَرُدَّ عَلَيْهِ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَأَبَقَ عَبْدٌ(لَهُ) (فَلَحِقَ) بِأَرْضِ الرُّوْمِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ، [يَعْنِيْ] بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ۔ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا، وَوَصَلَهُ

(۱۵۲۹)۲۹۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اس کی ایک گھوڑی چلی گئی دشمن نے وہ پکڑ لی مسلمانوں نے اس پر غلبہ پالیا' رسول اللہ ﷺ کے دور میں اسے واپس کر دیا' اس کا ایک غلام بھاگ گیا وہ سرزمین روم پہنچ گیا مسلمانوں نے اس پر غلبہ پالیا خالد بن ولید نے اسے واپس کر دیا' یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد۔ اس کو بخاری نے

أَبُوْ دَاوُدَ، وَاللَّفْظُ لِحَدِيْثِهِ۔

معلق ذکر کیا ہے اور ابوداؤد نے اس کو متصل اور لفظ اس کی حدیث کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۰۶۷۔ ابوداؤد: ۲۶۹۹۔

**فوائد:** (۱) دشمن کے چنگل سے ایک ایک جان اور ایک ایک چیز واپس لینے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(۲) غلام دوڑ کر چلا جائے تو اس پر بھی قابو پانا چاہیے اور اس کو واپس لانا چاہیے۔

(۳) یہ جوانمردی کی علامت ہوتی ہے اور جذبہ جہاد کا حد درجہ کا ذوق ہوتا ہے کہ مجاہد ارادہ کرے کہ میں نے کافروں کے قبضہ سے اپنی ہر چیز کو واپس لینا ہے۔ جیسا کہ گھوڑے کو واپس لیا گیا اور خالد بن ولید نے بھاگے ہوئے غلام کو حملہ کرکے دوبارہ واپس لیا تھا۔

(۱۵۳۰) ۳۰۔ وَعَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، أَنَّ (الْحَسَنَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ (أَبِيْ) رَافِعٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا رَافِعٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ بِكِتَابٍ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ قَالَ: فَلَمَّا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُلْقِيَ فِيْ قَلْبِيَ الْإِسْلَامُ۔ [قَالَ] فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنِّيْ لَا أَخِيْسُ الْعَهْدَ، وَلَا أَحْبِسُ الْبُرُدَ، وَلٰكِنِ ارْجِعْ إِلَيْهِمْ، (فَإِنْ كَانَ فِيْ قَلْبِكَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِكَ الْآنَ فَارْجِعْ) ))۔ قَالَ: فَرَجَعْتُ إِلَيْهِمْ، ثُمَّ إِنِّيْ أَقْبَلْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَسْلَمْتُ۔ قَالَ بُكَيْرٌ: وَأَخْبَرَنِيْ أَنَّ [أَبَاهُ] أَبَا رَافِعٍ كَانَ قِبْطِيًّا))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ ابْنِ حِبَّانَ (وَالْحَسَنُ هٰذَا لَمْ أَرَهُ فِيْ كِتَابِ ابْنِ أَبِيْ حَاتِمٍ فَإِنْ كَانَ عُرِفَ [حَالُهُ] فَبَاقِي الْإِسْنَادِ لَا نَظَرَ فِيْهِ)۔

(۱۵۳۰) ۳۰۔ بکیر بن اشج سے روایت ہے کہ حسن بن علی بن ابی رافع نے اسے بتایا کہ ابورافع نے اسے خبر دی کہ وہ قریش کا خط لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا کہ جب میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی گئی' میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم میں ان کی طرف واپس کبھی نہیں جاؤں گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نہ عہد توڑتا ہوں اور نہ قاصد کو قید کرتا ہوں آپ ایک دفعہ ان کی طرف جائیں اگر تیرے دل کی یہی کیفیت رہی جو اب ہے تو واپس آ جانا'' وہ کہتا ہے کہ میں واپس گیا ان کی طرف پھر میں رسول اللہ ﷺ کی طرف پلٹ آیا اور میں نے اسلام قبول کر لیا' بکیر کہتے ہیں مجھے خبر دی اس کا والد ابورافع قبطی تھا۔ ابن حبان کی روایت کے لفظ ہیں اور یہ حسن اس کو میں نے ابن ابی حاتم کی کتاب میں نہیں دیکھا اگر اس کا حال معلوم ہو جائے تو باقی سند درست ہے کوئی اختلاف نہیں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۶/ ۸۔ ابوداؤد: ۲۷۵۷۔ ابن حبان: ۱۶۳۰۔ حاکم: ۳/ ۵۹۸۔ بیهقی: ۹/ ۱۴۵۔

**فوائد:** (۱) معاہدوں کا احترام کرنا فریقین پر لازم ہے۔

(۲) اسلام عہد شکنی کی غداری کی اجازت دیتا ہے نہ ہی عہد شکنی کرنے والوں کی پاسداری کرتا ہے۔

(۳) سفیر کو صحیح سالم واپس بھیجنا ایک حکومت کی ذمہ داری ہے۔

(۴) سفیر کو امان دینا ایک حکومت کی ڈیوٹی ہے۔

(۵) سفیر ایک ایسی شخصیت ہے جس کا وقار برقرار رہتا ہے۔ ہر طرح کا تحفظ ملتا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ امور سفارت کے لیے افراد کو مقرر کرنا درست ہے۔

(۶) کچھ نبی کے چہرے کو دیکھ کر' کچھ شیریں گفتگو سن کر' کچھ گفتار کردار دیکھ اور کچھ اندازِ زندگی دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

## بَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُهَادَنَةِ

## جزیہ اور صلح کا بیان

(۱۵۳۱)۱۔ رَوَى الْبُخَارِيُّ فِيْ حَدِيْثٍ: ((وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ، حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ))۔

(۱۵۳۱)۱۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مجوس سے جزیہ نہیں لیا کرتے تھے یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے گواہی دی کہ نبی کریم ﷺ نے وادی ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا تھا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۳۱۵۶'۳۱۵۷۔

(۱۵۳۲)۲۔ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ حَدِيْثِ عَمْرٍو، سَمِعَ بُجَالَةَ: ((لَمْ يَكُنْ عُمَرُ [أَخَذَ الْجِزْيَةَ]۔ اَلْحَدِيْثُ))۔

(۱۵۳۲)۲۔ نسائی نے عمرو سے روایت کیا' اس نے بجالہ سے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جزیہ نہیں لیتے تھے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام شافعی فی الام: ۴/ ۱۷۳۔

**فوائد:** (۱) امان وحفاظت اور دار اسلام میں رہنے کے عوض میں جو کچھ غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ کہلاتا ہے۔ معاہدہ اس صلح نامے کا نام ہے جس کی بنا پر دونوں جانب کی حکومتیں جنگ کے لیے اتفاق کر لیتی ہیں۔

(۲) پارسی (آگ پرست) اہل کتاب میں شامل ہیں۔ مجوسیوں سے بھی جزیہ لے کر دار السلام میں رہنے دیا جائے۔

(۱۵۳۳)۳۔ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ فِيْ حَدِيْثِ صُلْحِ الْحُدَيْبِيَةِ (الطَّوِيْلِ): وَكَانَ الْمُغِيْرَةُ [بْنُ شُعْبَةَ] صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ ثُمَّ جَاءَ فَأَسْلَمَ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَّا الْإِسْلَامُ فَأَقْبَلُ، وَأَمَّا الْمَالُ فَلَسْتُ مِنْهُ (فِيْ) شَيْءٍ))

(۱۵۳۳)۳۔ بخاری شریف میں صلح حدیبیہ کے بارے میں طویل حدیث مذکور ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کا زمانہ جاہلیت میں ایک قوم سے ٹاکرا ہوا آپ نے انہیں قتل کیا اور ان کے مال لے لیے پھر آپ آئے تو اسلام قبول کر لیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اسلام تو میں قبول کر لیتا ہوں البتہ مال

وَفِيهِ: ثُمَّ جَاءَ [هُ] نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ [فَامْتَحِنُوهُنَّ]﴾ حَتَّى بَلَغَ ﴿بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ [الممتحنة١٠] فَطَلَّقَ عُمَرُ يَوْمَئِذٍ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا لَهُ فِي الشِّرْكِ.

کے ساتھ میرا کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے' پھر آپ کے پاس کچھ مومن عورتیں آئیں' اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کردی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ﴾ (الممتحنہ:١٠) حضرت عمرؓ نے اس دن دو عورتوں کو طلاق دی جو زمانہ شرک میں اس کے ساتھ منسلک تھیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ٢٧٣٢،٢٧٣١۔

**فوائد:** (١) اسلام میں آ کر امن بھی مل جاتا ہے اور گناہوں سے طہارت بھی مل جاتی ہے لیکن ضروری ہے کہ مسلمان ہونے سے قبل لوگوں کا مال غصب کیا ہو تو اس کو واپس کیا جائے حق چھینا ہو تو اس کو واپس کیا جائے اسلام وہ قبول نہ ہوگا کہ آدمی سارا مال لے کر لوٹ کر کہے میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

(٢) مشرکہ عورت سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(٣) صحیح مومن کی یہ علامت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر ہر حکم کو فوراً مانتا ہے وہ تاخیر سے کام نہیں لیتا۔

(٤) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خدا کے حکم پر محبوب سے محبوب اشیاء کو ترک کر دیا تھا۔

(١٥٣٤)٤۔ وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ عُرْوَةَ سَمِعَ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ يُخْبِرَانِ عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَا: لَمَّا كَاتَبَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو يَوْمَئِذٍ، كَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا، وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ۔ فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذَلِكَ، وَامْتَعَضُوا مِنْهُ، وَأَبَى سُهَيْلٌ إِلَّا ذَلِكَ فَكَاتَبَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَرَدَّ [رَسُولُ اللَّهِ ﷺ] (يَوْمَئِذٍ) أَبَاجَنْدَلٍ عَلَى أَبِيهِ سُهَيْلٍ، وَلَمْ يَأْتِهِ (أَحَدٌ) مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ، وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا۔ وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ وَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ ابْنِ (أَبِي) مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ وَهِيَ عَاتِقٌ،

(١٥٣٤)٤۔ ایک روایت میں ہے کہ عروہ نے مروان اور مسور سے سنا وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں بتاتے ہیں' دونوں نے کہا کہ جب سہیل بن عمرو نے اس دن معاہدہ تحریر کیا سہیل نے نبی کریم ﷺ پر یہ شرط عائد کی کہ ہم میں سے کوئی ایسا شخص جو آپ کے دین پر ہو وہ آپ کے پاس پہنچ گیا تو آپ اس کو ہماری طرف واپس کر دیں گے آپ نے ہمارے اور اس کے درمیان خلیج حائل ہوئی مسلمانوں نے اس شرط کو ناپسند کیا اور اس سے کبیدہ خاطر ہوئے سہیل اس شرط پر ڈٹا رہا' نبی کریم ﷺ نے اس سے معاہدہ کر لیا' رسول اللہ ﷺ نے معاہدے کے مطابق ابوجندل کو اس کے باپ سہیل کی طرف واپس کر دیا مردوں میں سے جو بھی آپ کے پاس آتا آپ

فَجَآءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُوْنَ النَّبِيَّ ﷺ أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ، فَلَمْ يَرْجِعْهَا إِلَيْهِمْ، لِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْهِمْ [مِنْ قَوْلِهِ] ﴿إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيْمَانِهِنَّ...... [فَلَاتَرْجِعُوْهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ]﴾ إِلٰى ﴿وَلَاهُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ﴾۔ [الممتحنة: ١٠]۔

اسے واپس کر دیتے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوتا' مومن خواتین ہجرت کر کے آپ کے پاس پہنچیں ان میں ام کلثوم بنت ابی معیط بھی تھی یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی اور یہ آزاد تھی اس کے اہل خانہ آئے اور رسول اللہ سے اس خاتون کی واپسی کا سوال کرنے لگے لیکن آپ نے اسے ان کی طرف واپس نہیں کیا' جب ان کے بارے میں اللہ کا فرمان نازل ہوگیا ﴿إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيْمَانِهِنَّ...... [فَلَاتَرْجِعُوْهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ]﴾ إِلٰى ﴿وَلَاهُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ﴾. [الممتحنة: ١٠] جب آپ کے پاس مومن مہاجر عورتیں آئیں تو ان کا امتحان لیا کرو' اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو انہیں کفار کی طرف مت لوٹانا (اس فرمان تک) کہ وہ ان کے لیے حلال نہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱۷۱۱، ۱۳۲۴۔

**فوائد:** (۱) کفار کے ساتھ معاہدہ کیا ہو تو اس پر اس وقت تک کاربند رہنا چاہیے جب تک وہ اسلام کو نقصان نہیں پہنچاتے۔

(۲) معاہدوں میں جائز شروط لگانا یا ان کو عمل میں لانا درست ہے۔

(۳) جب معاہدہ کی کسی شق کی خلاف ورزی ہو یا کوئی شق غلط ہو یا معاہدہ ہو جانے کے بعد علم ہو کہ یہ شق اللہ کی مرضی کے خلاف ہے تو اس کا انکار کیا جا سکتا ہے اس اعتبار سے معاہدہ توڑا جا سکتا ہے۔

(۴) مسلمان ہونے والی عورتوں کو کفار کے پاس واپس نہیں بھیجنا چاہیے ان کے ولی اب مسلمان ہیں کفار نہیں خواہ وہ کتنے ہی گہرے رشتہ دار ہوں اسلام کے بعد رشتہ صرف اسلام کا باقی رہتا ہے۔ کوئی کافر مسلمان کا اور کوئی مسلمان کسی کافر کا کسی لحاظ سے بھی وارث نہیں ہو سکتا۔

(١٥٣٥)٥۔ وَعَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((**مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدًا، لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ**))۔ لَفْظُ الرِّوَايَةِ عِنْدَ ابْنِ حِبَّانَ۔ [وَهُوَ عِنْدَ النَّسَائِيِّ بِمَعْنَاهُ]۔

(۱۵۳۵)۵۔ حسن' ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی ذمی کو قتل کیا اس نے جنت کی خوشبو نہ پائی۔'' یہ ابن حبان کے پاس روایت کے لفظ ہیں اور وہ

نسائی کے ہاں ہم معنی ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۵/ ۳۶،۳۸، ۵۲۔ نسائی: ۸/ ۲۵۔ ابن حبان: ۱۵۳۲۔ حاکم: ۱/ ۴۴۔

**فوائد:** (۱) معاہد وہ ہوتا ہے جو غیر مسلم ہو غیر مسلم علاقہ کا باشندہ ہو لیکن امان طلب کرتے ہوئے اسلامی ریاست میں مکین ہو۔ اس کو ذمی بھی کہتے ہیں۔

(۲) معاہد کو قتل کرنا حرام ہے۔

(۳) معاہد کو قتل کرنے والے مسلمان کو اس کے بدلے قتل تو نہیں کیا جائے گا البتہ ایسے قاتل مسلمان کی سزا آخرت میں یہ ہے کہ اس کو جنت کی خوشبو تک نصیب نہ ہوگی۔

(۴) جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک پائی جاتی ہے۔ یعنی معاہد کو قتل کرنے والا جنت کے قریب تو کیا چالیس سال کی مسافت سے بھی دور ہوگا۔

## بَابُ الْإِمَامَةِ

## امامت کا بیان

(١٥٣٦)١- رَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي قِصَّةٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً))۔

(۱۵۳۶)۱۔ مسلم نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ”جس نے اطاعت سے ہاتھ نکال لیا وہ اللہ سے قیامت کے دن اس حالت میں ملے گا کہ اس کے لیے کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو فوت ہوا اور اس کی گردن میں بیعت نہ ہوئی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔“

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۸۵۱۔

**فوائد:** (۱) اسلام مسلمانوں کو ایک امام مقرر کرنے کا حکم دیتا ہے۔

(۲) مقرر امام کی اطاعت فرد فرد پر واجب ہے۔ یعنی اس کی اطاعت فرض عین ہے۔

(۳) امام کی بیعت کرنا ضروری ہے۔ بیعت نہ کرنے والا مجرم شمار ہوگا۔ موت کے لحاظ سے اچھا نہ ہوگا۔ اتفاق سے اور ایک امام کی قیادت کے سائے تلے زندگی گزارنا ضروری ہے۔

(۴) کبھی مسلمانوں کا بغیر امام کے زندگی گزارنا اچھا نہیں ہے۔

(۵) ”امامت“ خلافت و پیشوائی کا نام ہے۔ اس کے متحمل کو امام کہتے ہیں۔ امام وہ ہوتا ہے جس کی اقتداء کی جائے۔

(١٥٣٧)٢- وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَزَالُ هٰذَا الْأَمْرُ فِي قُرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنَ النَّاسِ اثْنَانِ))۔

(۱۵۳۷)۲۔ اسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ معاملہ قریش میں ہمیشہ باقی رہے گا یہاں تک کہ لوگوں میں دو شخص بھی باقی رہ جائیں۔“

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۷۱۴۰۔ مسلم: ۱۸۲۰۔

(۱۵۳۸)۳۔ وَعِندَ الْبُخَارِيِّ مِنْ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ فِيْ قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيْهِمْ [فِيْهِ] أَحَدٌ إِلَّا أَكَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهِ [فِي النَّارِ]، مَا أَقَامُوا الدِّيْنَ))۔

(۱۵۳۸)۳۔ بخاری شریف میں حضرت معاویہؓ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے ہیں یہ معاملہ قریش میں باقی رہے گا اس میں جو بھی ان کی مخالفت کرے گا اللہ اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۷۱۳۹۔

**فوائد:** (۱) پیشوائی کے اول مستحق قریش ہیں۔

(۲) قریش کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کے آخری فرد تک خلافت کا حقدار اور کوئی نہیں بن سکتا۔ ایک بھی قریشی زندہ ہے تو وہ امام بنے گا۔

(۳) قریشی خاندان دیگر دنیا کے خاندانوں سے عظیم ہے۔

(۴) قریش کی موجودگی میں کوئی زور بازو سے حکومت کرنے والا جہنمی ہے۔

(۵) قریش نظام دین کو پختہ بنیادوں پر استوار کرنے کے اہل تھے۔

(۱۵۳۹)٤۔ وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ قِصَّةٍ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَحْفَظُ دِيْنَهُ، وَإِنِّيْ إِنْ لَا أَسْتَخْلِفْ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَسْتَخْلِفْ، وَإِنْ اَسْتَخْلِفْ فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدِ اسْتَخْلَفَ۔

(۱۵۳۹)۴۔ حضرت عمرؓ سے اس قصے میں مروی ہے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے دین کو محفوظ کرے گا اگر میں اپنا کوئی خلیفہ نامزد اگرچہ نہ کروں تو رسول اللہ ﷺ نے بھی تو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا اگر میں اپنا خلیفہ نامزد کردوں تو حضرت ابوبکر نے اپنا خلیفہ نامزد کیا تھا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۷۲۱۸۔ مسلم: ۱۸۲۳۔

**فوائد:** (۱) دین حنیف کی حفاظت اللہ تعالیٰ کی ذات خود فرماتی ہے۔

(۲) حفاظت کے اعتبار سے دین کسی کا محتاج نہیں ہے کہ کوئی اس کی حفاظت کرے اور نہ ہی کوئی شہرت کا مارا یہ چیلنج کرسکتا ہے کہ میں دعوت وتدریس ترک کردوں گا تو پھر یہ کام ٹھپ ہو جائے گا کیونکہ میرے سے بڑھ کر اور کوئی علیم وعقیل نہیں' میرا انداز دلچسپ' طریقۂ تدریس شاندار اور ڈیلنگ کا میرے پاس انوکھا فن ہے۔ یہ تمام خیالات بے سود ہیں۔

(۳) خلیفہ کا انتخاب مجلس شوریٰ اور رائے عامہ سے ہونا ضروری ہے۔

(۴) کوئی امیر جیتے جی اپنے کسی مقتدی اور تابع کو خلیفہ یا امیر بنا دے تو اس میں کوئی قباحت نہیں جبکہ خلیفہ نے ایسے آدمی کا انتخاب کیا ہو جس کو وہ واقعی ہی اقامت کا اہل سمجھتا ہے جبکہ اسے بھرپور امید ہے کہ یہ اس کا مستحق ہے اور حکومت وعوام کو عمدہ

زاویہ سے چلائے گا۔

(۱۰۴۰)٥۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا بُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْآخَرَ مِنْهُمَا))۔

(۱۵۴۰)۵۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب دوخلیفوں کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کردو۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۸۵۳۔

**فوائد:** (۱) بیک وقت دوخلیفہ نہیں ہوسکتے۔

(۲) بیعت کے لیے صرف ایک امیر وامام ہوتا ہے۔ اس کی بیعت فرض ہوتی ہے ایک وقت میں دو بیعتیں درست نہیں ہیں۔

(۳) ایک امام کی بیعت ہو چکی ہو پھر بھی عوام اس پر خوش ہوں اس کے بعد کوئی اور امام بن بیٹھے اور بیعت کا حکم دے تو اس کی بیعت کرنا درست نہیں ہے بلکہ ایسے غدار کو قتل کر دینا چاہیے۔

(۱۰۴۱)٦۔ وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ((مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ))۔

(۱۵۴۱)٦۔ اسی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''جس نے کسی برائی کو دیکھا تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے بدلے اگر وہ طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان سے روکے اور اگر وہ طاقت نہ رکھے تو اپنے دل سے برا جانے یہ کمزور ترین ایمان ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۴۹۔

**فوائد:** (۱) نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا فرض ہے۔

(۲) وہ آدمی جو ایماندار ہو اور زورِ بازو رکھتے ہوئے برائی سے منع کرتا ہو وہ اعلیٰ درجے کا قوی مومن ہوتا ہے۔

(۳) زبان سے کہہ کر لوگوں کو برائی سے روکنا یہ بھی ایک جہاد ہے۔

(۴) ہر مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اگر برائی کو ختم کرنے کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تو کم از کم برائی کی نفرت سے تو دل لازمی بھرا ہوا ہو۔

(۵) معلوم ہوا برائی سے نفرت کرنا ہمارا فرض ہے۔ برائی کو پسند کرنے والا حقیقت میں مسلمان نہیں ہے جیسا کہ آج کل وڈیو سی ڈیز' کیبل اور دیگر منکرات کے دلدادے اس زمرے میں آ جاتے ہیں۔ جن کے باعث برائیاں عروج پر ہیں۔

(۱۰۴۲)٧۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((سَيَكُوْنُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ [ف] تَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ، فَمَنْ عَرَفَ بَرِئَ، وَمَنْ أَنْكَرَ سَلِمَ، وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ))۔ قَالَ: أَفَلَا

(۱۵۴۲)۷۔ ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم پر ایسے سربراہ مقرر ہوں گے کہ تم پسند کرو گے اور ناپسند جس نے پسند کیا وہ بری ہوا جس نے انہیں ناپسند کیا وہ محفوظ رہا لیکن جو راضی ہوا اور پیچھے لگا'' اس نے

نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: ((لَا ، مَاصَلَّوْا))۔

عرض کی کیا ہم ان سے لڑیں فرمایا: ''نہیں جب تک وہ نماز پڑھیں۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۸۵۴۔

**فوائد:** (۱) امارت سے نااہل امراء سراسر خلائق کے لیے وبال ہوئے ہیں۔

(۲) جب تک امیر وامام پانچوں نمازیں ادا کرتے رہیں ان کی اقتداء کرنا اور امن کی فضا بحال رکھنا ضروری ہے۔

(۳) معلوم ہوا جو حکمران پانچ وقت نماز کا صحیح پابند نہ ہو اس کی اتباع ضروری نہیں ہے جیسا کہ آج کل کے دور کے اکثر وزراء اور امراء ہیں الا ماشاء اللہ ایسے امیر کی اسلام ومسلمانوں کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ جو خود برائی کرے اور اس کی رعایا النا اس کو تبلیغ کرے اور وہ ٹس سے مس بھی نہ ہو۔

(۴) نبی کریم علیہ السلام کے فرمان ''آنے والے ایام میں نااہل حکمران ہوں گے'' میں ایک اشارہ ہے کہ ہمیں کامیاب اور شرعی حکمرانوں اور امیروں کا انتخاب کرنے کی جستجو رکھنی چاہیے اور پارلیمنٹ کے لیے ضروری ہے کہ تمام تر ذاتی مفادات سے آنکھیں پھیر کر اسلام کے اصولوں اور انتخاب وزراء پر توجہ دیں تب ہی ہم نااہل حکمرانوں سے بچ سکتے ہیں۔

(۱۵۴۳)۸۔ وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ (مَوْلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ) أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ (فِيْ أُمَّةٍ) قَبْلِيْ إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّوْنَ، وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهِ يَفْعَلُوْنَ، وَيَفْعَلُوْنَ مَالَا يُؤْمَرُوْنَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ))۔

(۱۵۴۳)۸۔ ابورافع مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھ سے پہلے جس نبی کو بھیجا اس کے حواری بھی تھے اور اس کے ایسے ساتھی تھے جو اس کی سنت اختیار کرتے اور وہ کچھ کرتے جس کا انہیں حکم نہ دیا جاتا' جس نے ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مومن ہے جس نے ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کیا وہ مومن ہے اس کے بعد تو ایمان رائی کے ذرے برابر بھی نہیں رہتا۔''

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۵۰۔

**فوائد:** (۱) جو کوئی برائی اور برائی والوں سے دلی نفرت نہیں رکھتا یقیناً اس کے دل میں رائی برابر ایمان بھی نہیں ہے۔

(۲) تبلیغ کا ہر پہلو جہاد ہے۔

(۳) ہر نبی کے پیروکاروں پر یہ فرض عائد تھا کہ اپنے نبی کی بات مانتے ہوئے اس کے نقش قدم پر چلیں اور آج ہماری ڈیوٹی بھی یہی ہے۔

(۴) ایک دوسرے کو روکنا' ٹوکنا اور اچھائی کا حکم سناتے رہنا دراصل اس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی ہوتی ہے۔

(١٥٤٤) ٩۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ أَوْكَرِهَ، إِنْ لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ))۔ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ۔

(۱۵۴۴) ۹۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان شخص پر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے اگرچہ وہ پسند کرے یا ناپسند کرے اگر اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے اگر معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا لازم ہے اور نہ ہی اطاعت۔'' ان دونوں کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۷۱۴۴۔ مسلم: ۱۸۳۹۔

(١٥٤٥) ١٠۔ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ، مِنْ حَدِيثِ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: ((بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ سَرِيَّةً، فَسَلَّحْتُ رَجُلًا مِنْهُمْ سَيْفًا، فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: لَوْ رَأَيْتَ مَا لَامَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَعَجَزْتُمْ إِنْ بَعَثْتُ رَجُلًا فَلَمْ يَمْضِ لِأَمْرِي أَنْ تَجْعَلُوا مَكَانَهُ مَنْ يَمْضِي لِأَمْرِي؟))۔

(۱۵۴۵) ۱۰۔ ابوداؤد نے عقبہ بن مالک سے روایت کیا کہا' رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا ان میں سے ایک شخص کو تلوار پہنائی گئی' جب وہ واپس لوٹا تو اس نے کہا کاش میں نے دیکھ لیا ہوتا تو ہمیں رسول اللہ ﷺ ملامت نہ کرتے فرمایا: ''کیا تم عاجز آ گئے اس بات سے کہ میں نے ایک شخص بھیجا اس نے میرا حکم جاری نہیں کیا کہ تم اس کی جگہ ایسا شخص مقرر کرو جو میرا حکم جاری کرے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف ہے۔ الامام احمد: ۴/ ۱۱۰۔ ابوداؤد: ۲۶۲۷۔ ابن حبان: ۴۷۲۰۔

**فوائد:** (۱) امیر کی اطاعت ''رضا و ناراضگی'' دونوں حالتوں میں فرض ہے۔

(۲) امیر کا وہ حکم بجا لایا جائے جو صحیح اور شریعت کے موافق ہو۔ قرآن وسنت کے خلاف حکم دینے والے امیر کی اطاعت فرض نہیں ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دینے والا حکمران اس کا اہل ہے کہ اس کی بات کو ماننا تو کجا' اس کی بات سنی بھی نہ جائے۔

(۴) امیر ایسا ہو جو قرآن وسنت کے مطابق ہر کام کرتا ہو اور اپنی رعایا کو اس کا حکم دیتا ہو۔ اگر امیر میں شرعی خلاف ورزیاں رونما ہوں تو اس کو بدل کر نئے شرعی امیر کا انتظام کرنا چاہیے۔

(١٥٤٦) ١١۔ وَرَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، فِي قِصَّةٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ))۔

(۱۵۴۶) ۱۱۔ مسلم شریف میں ہے معقل بن یسار سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''جو امیر بھی مسلمانوں کے معاملات کا ذمے دار بنے پھر وہ محنت نہ کرے اور ان کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ ان

کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۷۱۵۰، ۷۱۵۱۔ مسلم: ۱۴۲۔

**فوائد:** (۱) رعایا کے امیر کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنی رعایا کی حفاظت کرے اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرے۔

(۲) رعایا سے بے نیاز امام کی یہ حالت ہوگی کہ رعایا تو جنت میں چلی جائے گی جبکہ وہ ان سے پیچھے رہ جائے گا جنت میں نہ جا سکے گا۔

(۳) رعایا کے لیے ہر طرح کی کوشش کرنا' امام کا خاص مشن ہے۔

(۴) ظالم' سفاک اور رعایا سے بدتمیزیاں کرنے والا اور تختہ حکومت پر جونک کی طرح چمٹ جانے والا' عوام کی اظہار ناپسندیدگی کے باوجود منصب پر قبضہ کرنے والا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم علیہ السلام کی نگاہوں میں فلاح پانے والا امام نہیں ہے۔ رعیت سے خیر خواہی نہ کرنا گناہ ہے۔

## بَابُ الْأَقْضِيَةِ

## قضاء کا بیان

(۱۰٤۷)١۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ السِّكِّيْنِ**))۔

(۱۵۴۷)۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو قاضی بنایا گیا یقیناً اسے بغیر چھری کے ہی ذبح کر دیا گیا۔"

(۱۰٤۸)٢۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((**مَنْ اُسْتُعْمِلَ عَلَى الْقَضَاءِ فَكَأَنَّمَا ذُبِحَ بِالسِّكِّيْنِ**))۔ أَخْرَجَهُمَا النَّسَائِيُّ مِنْ حَدِيْثِ عُثْمَانَ الْأَخْنَسِيِّ، وَقَدْ وَثَّقَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ، وَمَسَّهُ النَّسَائِيُّ۔

(۱۵۴۸)۲۔ اور ایک روایت میں ہے کہ "جسے منصب قضاء پر مقرر کر دیا گیا گویا وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔" ان دونوں کو نسائی نے عثمان اخنسی کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اس کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے اور نسائی نے اس کو صاحب جنون کہا ہے۔

**فوائد:** (۱) اقضیہ یہ قضی قضاء کی جمع ہے بمعنی فیصلے' حکم۔ قاضی' حاکم شرعی کو کہا جاتا ہے جو صحیح صحیح فیصلے کرتا ہے۔

(۲) مقدمات کے فیصلوں کے لیے قاضی مقرر کرنا جائز ہے۔

(۳) قاضی کا عہدہ بہت حساس اور محتاط عہدہ ہے ذرا سی غفلت سے بہت سارے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۴) غلط فیصلے کرنے والا قاضی اصل میں اپنے دین کو خراب کرتا ہے۔

(۱۰٤۹)٣۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيْفًا، وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي، لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى**

(۱۵۴۹)۳۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے ابوذر! میں تجھے کمزور دیکھ رہا ہوں تیرے لیے وہ کچھ پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں تو دو

اثْنَيْنِ، وَلَا تَوَلَّيَنَّ (عَلٰى) مَالِ يَتِيْمٍ))۔

آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا اور نہ یتیم کے مال کا ذمے دار بننا۔"

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۸۲۶۔

**فوائد:** (۱) یتیم کے مال کا ذمہ دار بننے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ شیطان ورغلاتا رہتا ہے مال' روپے دیکھ کر کئی تاویلیں ذہن میں جنم لیتی ہیں حتی کہ آدمی سمجھتا ہے کہ اس مال میں میرا بھی تو حق ہے۔ بعض دفعہ یتیم کے مال کا ذمہ دار یہ سمجھ کر مال استعمال کر لیتا ہے کہ میں بعد میں دے دوں گا لیکن بعد میں ہڑپ کرنے کے خیالات زیادہ غالب ہو جاتے ہیں آخر وہ یہ تاویل کر لیتا ہے کہ میں نے اس کو پالا بھی تو ہے اس چکر میں آ کر یتیم کی پائی پائی کھانے کا عادی بن جاتا ہے۔

(۲) وہ آدمی جو خوفِ خدا کو دل میں سما کر یتیم کے مال کا نگران بنتا ہے اور یتیم کے مال کو اپنے لیے حرام سمجھتا ہے اور پھر وہ یتیم پر انصاف سے خرچ کرتا ہے اور اس کے بالغ ہو جانے پر اس کو سارا مال واپس کر دیتا ہے اور سارے کا حساب دیتا ہے تو ایسا آدمی قابل رشک ہے اور اجر جزیل کا مالک ہے۔

(۳) جو چیز انسان اپنے لیے عمدہ سمجھتا ہے اس کو دوسروں کے لیے بھی اچھا سمجھنا چاہیے۔

(۴) گاہے بگاہے اپنی دوستوں کو اچھی باتوں کی نصیحت کرتے رہنا چاہیے۔ تاکہ ان کی دنیا و عاقبت کا بھلا ہو سکے۔

(۵) کوئی دوست اپنے دوست کو یا کوئی امام اپنے مقتدی کو کسی منصب کا نااہل گردانے تو اس کو بتا دینا چاہیے کہ آپ اس منصب کو سنبھال نہیں سکتے اس سے بچ کر رہنا۔ ایسے ہی وہ آدمی جسے پتہ ہے کہ میں فلاں ذمہ داری کو کما حقہ ادا نہیں کر سکتا اسے چاہیے کہ اس کو قبول نہ کرے اپنی نسبت کسی حقدار کو آگے آنے کا موقعہ دے۔ ہاں اگر اپنے تجربہ' علم اور متعلقہ فن و ہنر کے بارے واقفیت رکھتے ہوئے وہ جانتا ہے کہ میں اس کو اچھے انداز سے کنٹرول کرنے کے ساتھ ساتھ کام چلاؤں گا' موجودہ قباحتوں کا ازالہ کروں گا اور اس کے خسارے پر قابو پالوں گا تو پھر اس کو قبول بھی کر سکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عہدہ مانگنا چاہیے نہ عہدے کی خواہش کرنی چاہیے۔

(۱۵۵۰)۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحَرِّجُ عَلٰى[حَقِّ] الضَّعِيْفَيْنِ: اَلْيَتِيْمِ، وَالْمَرْأَةِ))۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۱۵۵۰)۹۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: "الٰہی! میں دو کمزوروں کے حق پر تنگی محسوس کرتا ہوں ایک یتیم اور دوسرا عورت۔" مسلم

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۴۳۹۔ ابن ماجۃ: ۳۶۷۸۔ حاکم: ۱/ ۶۳۔

**فوائد:** (۱) یتیم کا حق من وعن ادا کر دینا بڑی بات ہے۔

(۲) عورت کے حقوق میں کمی نہیں آنے دینی چاہیے۔

(۳) اگر دنیا پر حقوق غصب کرنے کی زیادہ شرح ہے تو وہ یتیم اور عورت کے حقوق کی ہے۔

(۴) یتیم وعورت کے حق ادا نہ کرنے والوں کے خلاف عدالت کو ہر صورت ایکشن لینا چاہیے تاکہ ان کی حق تلفی کا تدارک ہو سکے۔

(۵) اسلام یتیم اور عورت کے حقوق وتحفظ پر بھی بہت زیادہ زور دیتا ہے۔

(۱۵۵۱)۵۔ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ، لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيْتَهَا (عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِّلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُعْطِيْتَهَا) عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا))۔ [اَلْحَدِيْثُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۵۵۱)۵۔عبدالرحمان بن سمرہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبدالرحمٰن بن سمرہ امارت کا سوال نہ کرنا اگر تجھے مطالبہ کرنے پر امارت دے دی گئی تو تیر گلے پڑ جائے گی اگر تجھے بغیر مطالبے کے دی گئی تو تیری مدد کی جائے گی۔ متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۷۱۴۶، ۷۱۴۷۔

**فوائد:** (۱) عہدہ وامارت کا سوال کرنا منع ہے۔

(۲) جو مانگ کر عہدے پر فائز ہوتا ہے۔ اس کی اللہ تعالیٰ مدد نہیں کرتے ظاہر بات ہے جب اللہ تعالیٰ کی توفیق ساتھ نہ دے تو خسران عظیم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے جیسا کہ آج کل کے لیڈرز ہیں۔

(۳) بن مانگے کوئی چیز مل جائے تو اس کو رد نہیں کرنا چاہیے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص عطا ہوتی ہے۔

(۴) جس کے سپرد امارت کر دی جائے جبکہ اس نے خواہش نہ کی تب اللہ تعالیٰ ایسے امیر کی لازماً مدد کرتا ہے اور اس کو خیر کے کاموں کی توفیق دیتا ہے۔

(۵) معلوم ہوا امیر کا چناؤ مشاورتِ خاص وعام کے ذریعے کیا جانا چاہیے۔ اپنی مرضی سے امیر بننے والے آخر کف افسوس ملتے ملتے زوال کا نشانہ بن جاتے ہیں۔

(۱۵۵۲)٦۔ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ (أَنَّهُ) قَالَ: كَتَبَ أَبِيْ، وَكَتَبْتُ لَهُ إِلَى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ، وَهُوَ قَاضٍ بِسِجِسْتَانَ۔ أَنْ لَا تَحْكُمَ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْتَ غَضْبَانُ، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا يَحْكُمُ أَحَدٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ))۔

(۱۵۵۲)٦۔عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے روایت ہے اس نے کہا' میرے والد نے لکھا اور میں نے اسے لکھا عبداللہ بن بکرہ کے نام جب کہ وہ بجستان کے قاضی تھے کہ تم دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرنا جب کہ تم غصے میں ہو' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں کہ کوئی غصے کی حالت میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۷۱۵۸۔ مسلم: ۱۷۱۷۔

**فوائد:** (۱) فیصلے کو نبٹانا اور اچھے طریقے سے جانبین کو واپس بھیجنا یہ ایک قاضی کی ذمہ داری ہے۔

(۲) ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ کرنا قاضی کے عقیل ہونے کی علامت ہے۔

(۳) حالت غصہ میں جانبین کے درمیان فیصلہ کرنا منع ہے۔
(۴) جذبات میں آ جانے سے دماغ متاثر ہوتا ہے' خیال بدل جاتے ہیں قاضی خلاف شرع فیصلہ کر سکتا ہے۔
(۵) غصہ کی حالت میں کیے گئے فیصلوں کو عمل میں نہیں لایا جائے گا معلوم ہوا غصہ کی حالت میں قاضی' قاضی نہیں رہتا۔

(۱۵۵۳)۷۔ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ وَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ [الْحَاكِمُ] فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ [وَاحِدٌ]))۔

(۱۵۵۳)۷۔ عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ''جب کوئی حاکم فیصلہ کرتا ہے اور محنت کرتا ہے پھر وہ درست فیصلہ کر گزرتا ہے تو اس کے لیے دہرا اجر وثواب ہے اور جب کوئی حاکم فیصلہ کرتا ہے پھر وہ غلطی کر بیٹھتا ہے تو اس کے لیے ایک اجر ہے''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۷۳۵۲۔ مسلم: ۱۷۱۶۔

**فوائد:** (۱) قاضی کو ہر فیصلے پر دوہرا اجر ملتا ہے۔
(۲) قاضی کے لیے مجتہد ہونا ضروری ہے۔
(۳) قاضی کا اجتہاد غلط ہو جائے تو اس کو صرف ایک اجر ملتا ہے۔
(۴) قاضی کا اجتہاد کے وصف سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا بالغ' عاقل' مسلمان اور قرآن وسنت کا جاننے والا' مسائل ومقدمات کو بنظر عمیق دیکھنے والا اور غیر جانب دار ہونا جیسے اوصاف کا حامل ہونا بھی ضروری ہے۔

(۱۵۵٤)۸۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُوْنَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِيَ لَهُ عَلٰى نَحْوِ[م] مَّا أَسْمَعُ (مِنْهُ)، فَمَنْ قَطَعْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيْهِ شَيْئًا، فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهَا]۔

(۱۵۵۴)۸۔ ام سلمہؓ سے روایت ہے' کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو شاید تم میں سے کوئی اپنی چرب لسانی سے مجھے متاثر کرے اور میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں اس کے ظاہری دلائل سن کر اگر میں اس کے بھائی کے حق سے کاٹ کر اسے کچھ دے دوں تو وہ اسے نہ لے کیونکہ میں بایں صورت اسے جہنم کا ٹکڑا کاٹ کر دیتا ہوں'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۷۱۶۹۔ مسلم: ۱۷۱۳۔

**فوائد:** (۱) قاضی فیصلہ ظاہری بیانات' دلائل اور شواہد سے کرے گا۔
(۲) کوئی کسی کا حق مارتا ہے تو وہ اس قدر جہنم خریدتا ہے۔
(۳) صاحب حق نہ ہونے کے بعد چرب لسانی سے عدالت سے ناجائز مقدمہ جیت کر فاتح ہو کر لوٹنا یہ کوئی بہادری کی بات نہیں

ہے ایسے آدمی کے لیے جہنم کی بشارت ہے۔

(۴) اس حدیث میں تنبیہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے طرح طرح کی کارروائی کروائے بلکہ اپنے اپنے حق پر ثابت قدم رہے اور اس پر صبر کرے زہر پر شکر چڑھا کر پیش کرنے والے کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

(۵) قاضی ہر طرح کی کارروائی مکمل کرنے کے بعد اگر کسی کے حق میں فیصلہ کر بھی دے تو پھر لینے والے کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں آخرت برباد نہیں کروالینی چاہیے۔

(۱۵۵۵)۹۔ وَعَنْهَا قَالَتْ: أَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِيْ مَوَارِيْثَ لَهُمَا، لَمْ تَكُنْ لَهُمَا بَيِّنَةٌ إِلَّا دَعْوَاهُمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ (قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: فَذَكَرَ مِثْلَهُ يَعْنِيْ) [مِثْلَهُ]: ((**إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ**)) اَلْحَدِيْثَ۔ فَبَكَى الرَّجُلَانِ، وَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: حَقِّيْ لَكَ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((**أَمَّا إِذْ فَعَلْتُمَا مَا فَعَلْتُمَا، فَاقْتَسِمَا وَتَوَخَّيَا الْحَقَّ، ثُمَّ اسْتَهِمَا، ثُمَّ تَحَالَّا**))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

(۱۵۵۵)۹۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو شخص میراث کا باہمی جھگڑا لے کر آئے دونوں کے پاس دلیل کوئی نہ تھی صرف دعوے تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا (ابوداؤد میں اسی طرح مذکور ہے) ''میں بشر ہوں تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو'' یہ سن کر دونوں شخص رو پڑے دونوں میں سے ہر ایک نے کہا میں نے اپنا حق آپ کے سپرد کیا نبی کریم ﷺ نے یہ بات سن کر فرمایا: ''جب تم ایسا کرتے ہو تو مال کو آپس میں تقسیم کر لو اور حق کو ڈھونڈ کر اس پر عمل کرو اور قرعہ ڈال کر حصہ لے لو اور ایک دوسرے کو معاف کر دو۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ الامام احمد: ۶/ ۳۲۰۔ ابوداؤد: ۳۵۸۳۔

(۱۵۵۶)۱۰۔ وَعِنْدَهُ فِيْ رِوَايَةٍ: يَخْتَصِمَانِ فِيْ مَوَارِيْثَ وَأَشْيَاءَ قَدْ دَرَسَتْ، فَقَالَ: ((**إِنَّمَا أَقْضِيْ بَيْنَكُمْ (بِرَأْيِيْ) فِيْمَا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيْهِ [شَيْءٌ]**))۔ فِيْ إِسْنَادِهِمَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ۔ [وَقَدْ أَخْرَجَ لَهُ مُسْلِمٌ]۔

(۱۵۵۶)۱۰۔ ایک روایت میں ہے دو آدمی میراث میں جھگڑتے ہیں اور ان اشیاء کے بارے جو بوسیدہ ہو چکی تھیں، فرمایا: ''میں تمہارے درمیان اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں اس سلسلے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا ہوتا'' دونوں احادیث کی سند میں اسامہ بن زید ہے۔ مسلم نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث حسن ہے۔ ابوداؤد: ۳۵۸۵۔

**فوائد:** (۱) فیصلہ کرتے ہوئے قاضی سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۲) قاضی کا والہانہ اندازِ فیصلہ کچھ اس طرح کا ہونا چاہیے کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے اپنے مخاصمے بھلا کر ایک

دوسرے کے گلے مل جائیں اور ہر ایک صاحب حق ہونے کے باوجود اپنے خصم کو کہہ دے کہ میں نے اپنا حق تجھے دے دیا۔

(۳) قاضی جہاں فیصلے کرنے کا مجاز ہوتا ہے وہاں وہ لوگوں کو وعظ ونصیحت اور ترغیب وترہیب کے ذریعے سیدھا بھی کر سکتا ہے۔

(۴) عدالت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے ججوں کا بندوبست کرے جو اخلاقیات اور عمل' انصاف اور اجتہاد کے زیور سے آراستہ ہوں۔

(۵) قابل تشویش معاملہ میں قرعہ اندازی سے کام لیا جاسکتا ہے۔

(۱۵۵۷)۱۱۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُقْبَةَ إِمْرَأَةُ أَبِي سُفْيَانَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ مَا يُعْطِيْنِي مِنَ النَّفَقَةِ مَا يَكْفِيْنِي (وَيَكْفِي) بَنِيَّ، إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمِهِ، فَهَلْ عَلَيَّ (فِي ذٰلِكَ) مِنْ جُنَاحٍ؟ فَقَالَ [لَهَا] رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**خُذِي مِنْ مَالِهِ بِالْمَعْرُوْفِ مَا يَكْفِيْكِ وَيَكْفِي بَنِيْكِ**))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۵۵۷)۱۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عقبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ ابوسفیان بڑا بخیل آدمی ہے مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو البتہ میں اس کے مال میں سے اس کے علم میں لائے بغیر لے لیتی ہوں اس میں میرے لیے کوئی گناہ تو نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے کہا: ''تم معروف انداز میں اس کا اتنا مال لے سکتی ہو جو تیرے لیے اور تیرے بچوں کے لیے کافی ہو۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۷۱۸۰۔ مسلم: ۱۷۱۴۔

**فوائد:** (۱) خاوند بیوی کے اخراجات کا ذمہ دار ہے۔

(۲) بیوی کو نان ونفقہ نہ ملے تو وہ عدالت میں رٹ دائر کرواسکتی ہے۔

(۳) بیانِ حقیقت کے وقت خاوند کی خامیوں کو بتایا جاسکتا ہے تاکہ اس کے خلاف اور عورت کے حق میں کاروائی کی جاسکے۔

(۴) آدمی عورت پر مال روکے رکھے اس کو کچھ نہ دے تو عورت اس کی اجازت کے بغیر اور لاعلمی کی بنا پر بقدر ضرورت کچھ مال لے کر استعمال کر سکتی ہے بشرطیکہ خاوند کے مال کی بربادی مقصود نہ ہو۔

(۵) آدمی کے مال میں اولاد کا بھی حق ہے۔ آدمی لاپرواہی کرے یا کنجوسی کرے عورت اور اولاد پر کچھ خرچ نہ کرے تو اس کے مال سے عورت اپنے لیے اور بچوں کے لیے مالکی خرچ لے سکتی ہے ورنہ عدالت دلوائے گی یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت اپنے جائز مطالبات بیان کرنے کی مجاز ہے اسے حق حاصل ہے کہ وہ تنگی کی صورت میں قاضی وحاکم سے تعاون لے سکتی ہے۔

(۱۵۵۸)۱۲۔ وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ رَجُلًا أَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُخَاصِمُ أَبَاهُ فِي دَيْنٍ عَلَيْهِ،

(۱۵۵۸)۱۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا وہ اپنے باپ سے جھگڑا کر رہا تھا اس

فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ: ((أَنْتَ وَمَا لُكَ لِأَبِيْكَ)). أَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ۔

پر اس کا قرض تھا' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔'' ابن حبان

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۲۰۴۔ ابو داؤد: ۳۵۳۰۔ ابن ماجة: ۲۲۹۲۔

**فوائد:** (۱) باپ اپنے بیٹے سے بطورِ قرض کچھ رقم لے سکتا ہے۔ اسی طرح بیٹا' باپ سے بھی قرض لے سکتا ہے۔

(۲) باپ پر قرض ہو تو اس کے ساتھ برے طریقے سے پیش آتے ہوئے یا جھگڑتے ہوئے اس سے قرض واپس کرنے کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔

(۳) بیٹا اور بیٹے کا مال باپ کے ہی ہوتے ہیں۔

(۴) مقروض باپ تنگ ہو اور بیٹے کے دیئے ہوئے مال کو ادا نہ کرے تو بیٹے کے لیے یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ اس کو معاف کر دے۔

(۱۵۵۹)۱۳۔ وَعَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: بَيْنَمَا امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَآءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدٰيهُمَا، فَقَالَتْ هٰذِهِ لِصَاحِبَتِهَا: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ(أَنْتِ)، وَقَالَتِ الْأُخْرٰى: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ! فَتَحَاكَمَا إِلٰى دَاوٗدَ عَلَيْهِ [الصَّلَاةُ] وَالسَّلَامُ ، فَقَضٰى بِهِ لِلْكُبْرٰى، فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَأَخْبَرَتَاهُ، فَقَالَ: ائْتُوْنِیْ بِالسِّكِّيْنِ أَشُقُّهُ بَيْنَكُمَا[نِصْفَيْنِ] فَقَالَتِ الصُّغْرٰى: لَا، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، هُوَ ابْنُهَا، فَقَضٰى بِهِ لِلصُّغْرٰى))۔ قَالَ: قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ : (وَاللّٰهِ) اِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّيْنِ (قَطُّ) إِلَّا يَوْمَئِذٍ، مَا كُنَّا نَقُوْلُ إِلَّا الْمُدْيَةَ۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۵۵۹)۱۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دو عورتوں کے پاس ان کے اپنے دو بیٹے تھے بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کا بیٹا اچک کر لے گیا ان میں سے ایک نے اپنی سہیلی سے کہا' بھیڑیا تیرا بچہ اٹھا کر لے گیا ہے' دوسری نے کہا وہ تو تیرا بچہ اٹھا کر لے گیا ہے دونوں یہ جھگڑا حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے کر گئیں' انہوں نے بڑی کے حق میں فیصلہ دے دیا' پھر دونوں سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے پاس چلی گئیں دونوں نے ان کو اپنا اپنا موقف بتا دیا آپ نے فرمایا میرے پاس چھری لاؤ تا کہ میں اس بچے کو کاٹ کر آدھا آدھا دونوں میں تقسیم کردوں' چھوٹی نے کہا نہیں نہیں اللہ آپ پر رحم فرمائے وہ اس کا بیٹا ہے اسی کو دے دیجیے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ دے دیا'' حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ واللہ! میں نے اسی دن سکین کا لفظ سنا ورنہ پہلے ہم چھری کے لیے لفظ مدیہ بولا کرتے تھے۔ متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۳۴۲۸'۶۷۶۹۔ مسلم: ۱۷۲۰۔

**فوائد:** (۱) قاضی یا حاکم کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ معاملہ فہم زیرک اور دور اندیش ہو۔
(۲) قاضی عدالت کے لیے ضروری ہے کہ وہ طرفین کے بیانات تسلی سے سنے' بغیر بیانات سماع کیے فیصلہ کرنا شرعاً اچھا نہیں ہے۔
(۳) فیصلِ عدالت مجرم کو یا فریقین کو پرکھنے کے لیے اور اصل معاملہ بھانپنے کے لیے مختلف انداز اختیار کر سکتا ہے۔ یعنی مجرم کو ڈرا کر یا باتوں باتوں میں اس سے راز پوچھنے کی کوشش کر سکتا ہے۔
(۴) حضرت داوٗد علیہ السلام حکمت سے پُر فیصل نبی تھے۔ جو کہ بگڑے ہوئے مجرموں کا علاج کرنا جانتے تھے۔ یہ بھی کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔
(۵) چھری کے لیے سکین کا لفظ سب سے پہلے داوٗد علیہ السلام نے استعمال کیا تھا۔ چھری کو ''مدیہ'' بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ماں نہایت رحم دل ہوتی ہے۔ وہ کسی قیمت پر بھی اپنے جگر کو پاش پاش ہوتے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتی۔ جب فریقین کے بارے میں کوئی قاضی فیصلہ کر دے لیکن ایک فریق کے حق میں واقعی ظلم ہوا ہو تو کسی اور قاضی سے دوبارہ فیصلہ کروایا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی ہائی کورٹ کے صحیح فیصلہ نہ کرنے پر سپریم کورٹ کی طرف جایا جا سکتا ہے۔ دنیا میں کچھ مکرو فریب کرنے والے اور ناحق مطالبے کرنے والے بھی ہیں۔ ان کا تدارک صرف اور صرف معاشرے کی عدالت کر سکتی ہے۔ دو نمبر لوگوں کا سد باب کرنا اچھی عدالت کی عادت ہے۔

(١٥٦٠) ١٤۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ۔ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ، وَصَحَّحَهُ۔

(۱۵۶۰) ۱۴۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر لعنت بھیجی۔'' اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۲۱۲۔ ابو داؤد: ۳۵۸۰۔ ترمذی: ۱۳۳۷۔ ابن حبان: ۳۰۵۳۔ ابن ماجۃ: ۲۳۱۳۔

**فوائد:** (۱) رشوت ایک قابل لعنت فعل ہے جو اسلام میں حرام ہے۔
(۲) رشوت دینے والا اور رشوت خور دونوں لعنت رسول علیہ السلام کے برابر کے مستحق ہیں۔
(۳) کچھ ایسی قباحتیں ہیں جن کے باعث معاشرے کا امن اور نکھار مفقود ہو جاتا ہے اور وہ لاقانونیت کو دعوت دیتی ہیں۔ ان میں سے ایک رشوت کا مرض بھی ہے۔ اکثر معاملات کا بگاڑ رشوت خوری ہے۔

(١٥٦١) ١٥۔ وَعَنْ (أَبِي) حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ، قَالَ اِسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِنَ الْأَسْدِ، يُقَالُ لَهُ: اِبْنُ اللُّتْبِيَةِ۔ قَالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو: عَلَى الصَّدَقَةِ،

(۱۵۶۱) ۱۵۔ ابی حمید الساعدی سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بنو اسد کا آدمی صدقہ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر کیا' اسے ابن التبیہ کہا جاتا تھا عمرو بن ابی

فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: هٰذَا لَكُمْ ، وَهٰذَ أُهْدِيَ لِيْ۔ قَالَ: فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمِنبَرِ، فَحَمِدَاللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، وَقَالَ: ((مَا بَالُ الْعَامِلِ أَبْعَثُهُ، فَيَقُوْلُ: هٰذَالَكُمْ ، وَهٰذَا أُهْدِيَ لِيْ، أَفَلَا قَعَدَ فِيْ بَيْتِ أَبِيْهِ أَوْ(فِيْ بَيْتِ) أُمِّهِ حَتّٰى يَنْظُرَ أَيُهْدٰى إِلَيْهِ أَمْ لَا؟ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَنَالُ أَحَدٌ مِنكُمْ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا جَآءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلٰى عُنُقِهِ، بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةٌ لَهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةٌ تَيْعَرُ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَأَيْنَا (عُفْرَتَيْ) إِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ)) مَرَّتَيْنِ۔

عمرو نے کہا' جب وہ آیا تو اس نے کہا یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: ''اس عامل کا کیا حال ہے جسے میں بھیجتا ہوں تو وہ یہ کہتا ہے یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے وہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ وہ دیکھتا کہ اسے تحفہ دیا جاتا ہے یا کہ نہیں' مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان کہ جو بھی تم میں سے کچھ ان اموال میں سے پکڑ لیتا ہے وہ اسے اپنی گردن پر اٹھائے گا اونٹ کی مانند کہ وہ ڈکرا رہا ہوگا' یا گائے کی مانند کہ وہ آواز لگا رہی ہوگی یا بکری کی مانند جو ممیا رہی ہوگی' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے یہاں تک کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی خاکسری جگہ دیکھی پھر آپ نے فرمایا: ''الٰہی! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا'' یہ دو دفعہ فرمایا۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۷۱۷۴'۷۱۹۷۔ مسلم: ۱۸۳۲۔

**فوائد:** (۱) کسی عامل کا یا کسی افسر کا دورانِ ڈیوٹی حاضر سروس کسی کی طرف سے دیئے گئے ہدیہ کو قبول کرنا منع ہے۔

(۲) کسی حاضر سروس کو تحفہ دینا درست نہیں ہے۔

(۳) ایسا آدمی جو کہ حاضر سروس ہو اس کو ملا ہوا ہدیہ بیت المال میں جمع کروایا جائے گا۔ وہ حضرات جن کو تحائف ملتے ہیں اور اس کو اپنا مال بنا کر رکھ لیتے ہیں وہ مجرم ہیں روزِ قیامت ان کو تحائف کے مطابق سزا ملے گی۔

(۴) یہ حدیث ختم نبوت اور اتمام دین پر بھی دلالت کرتی ہے۔

(۵) یہ بھی معلوم ہوا جو کسی افسر وغیرہ کو تحفے دیئے جاتے ہیں ان میں اکثر غرض ولالچ' مرہون ہوتا ہے ورنہ وہی آدمی اگر گھر بیٹھ جائے تو بھلا کون ہے جو اس کو تحفہ دے گا؟ جو جو حکومت کے خزانہ سے تنخواہیں لیتے ہیں اور حکومت کی طرف سے منتخب ہیں وہ سبھی اس زمرہ میں آجاتے ہیں۔

## بَابُ الشَّهَادَاتِ

## گواہیوں کا بیان

(۱۵٦۲)۱۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ [بْنِ مَسْعُوْدٍ] رَضِيَ

(۱۵٦۲)۱۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے' کہتے ہیں

اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)).

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا بد معاشی ہے اور اس سے قتال کفر ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۸۔ مسلم: ۶۴۔

**فوائد:** (۱) مسلمان کی عزت وتوقیر کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کو گالی نہیں دینی چاہیے۔ مسلمانوں کا آپس میں گالی دینا حرام ہے اور فسق ہے۔

(۲) ''فسوق'' کا اصل معنی ہے اصلاح وحق کے راستے سے ہٹ جانا۔ معلوم ہوا جو مسلمان کو گالی دیتا ہے وہ صراط حق سے ہٹ جاتا ہے۔ گالی گلوچ والا فعل اصلاح کی بجائے خرابی کو دعوت دیتا ہے اور یہ قبیح عادت ایمان کی کمی کا ذریعہ بنتی ہے۔

(۳) مسلمان سے لڑنا حرام ہے۔

(۴) مسلمانوں کا آپس میں اتفاق و پیار سے رہنا ضروری ہے۔

(۵) کامل ایمان اور صحیح مسلمانی کے دیگر تقاضوں میں سے یہ بھی ہے کہ گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے سے گریز کیا جائے۔

(۱۵۶۳) ۲۔ وَعَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ)). قَالَ: قُلْتُ لَهُ: إِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِيْمٌ. قَالَ قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ)). قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ)).

(۱۵۶۳) ۲۔ اسی سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے ہاں کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تو اللہ کا کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے'' میں نے کہا واقعی یہ بڑا گناہ ہے، کہتے ہیں کہ میں نے سوال کیا پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: ''تو اپنے بچے کو قتل کرے اس اندیشے کی بنا پر کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گا'' کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: ''تو اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۴۴۷۷، ۶۰۰۱، ۶۸۱۱، ۶۸۶۱، ۷۵۲۰، ۷۵۳۲۔ مسلم: ۸۶۔

**فوائد:** (۱) جن گناہوں کی حد اور وعید قرآن وسنت میں مذکور ہے ان کو کبیرہ گناہ کا نام دیا گیا ہے یہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

(۲) کبیرہ گناہوں میں سے سب سے سرکردہ گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

(۳) اولاد کو قتل کرنا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔

(۴) پڑوسی خاتون سے زنا کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پڑوس ایک مقدس رشتہ ہے۔

(۵) معلوم ہوا کبیرہ گناہوں کے درمیان بھی مراتب ہیں کوئی سزا کے لحاظ سے سب سے عظیم اور کوئی اس سے کم ہے۔ لیکن سبھی

صغیرہ گناہوں سے بھاری ہیں۔

(١٥٦٤)٣۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ، وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: ((وَإِنْ قَضِيبٌ مِنْ أَرَاكٍ)) [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

(١٥٦٤)٣۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی مسلمان شخص کا حق اپنی قسم کے ذریعے مار لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم واجب کر دیتے ہیں اس کے لیے جنت کو حرام قرار دے دیتے ہیں'' ایک شخص نے آپ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر چہ کوئی معمولی سی چیز ہو؟ آپ نے فرمایا: ''اگر چہ پیلو کی ایک کٹی ہوئی شاخ کیوں نہ ہو؟'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۳۷۔

**فوائد:** (۱) ایک مسلمان کا مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ کسی قسم کا حق بغیر اجازت کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ہتھیا نہیں سکتا۔

(۲) جان کر اور قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق سلب کر جانا ظلم ہے۔

(۳) جو کوئی کسی کا حق مارتا ہے اس کے لیے جنت قطعاً حرام اور جہنم قطعاً حلال ہو جاتی ہے۔

(۴) اس حدیث میں حق غصب کرنے کی مقدار و تعداد کا ذکر نہیں ہے کہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ بلکہ ایک صحابی کے سوال کے جواب میں قلیل سے قلیل مال غصب کرنے سے جہنم واجب قرار دی گئی اور جنت سے محرومی کا یقین دلایا گیا۔

(۵) جنت کے کچھ لوازمات ہیں جن کو ادا کرنے سے یہ ملتی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے حق دیئے جائیں۔ ایسے ہی جہنم کے لوازمات ہیں جن کو اختیار کرنے سے آدمی چیخا کا بالن بن جاتا ہے۔ جنت وجہنم کی سزا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سنا سکتے ہیں اور دے سکتے ہیں کسی اور کو اس دنیا پر ذرا بھی اختیار نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حق کا وصف یہ ہے کہ وہ دیا جاتا ہے نہ کہ مانگا جاتا ہے۔

(١٥٦٥)٤۔ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، (عَنْ أَبِيهِ) قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا)) قُلْنَا: بَلٰى، [يَارَسُولَ اللّٰهِ] قَالَ: ((اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَوْ قَوْلُ الزُّورِ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا)) حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ۔

(١٥٦٥)٤۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے تو آپ نے تین مرتبہ یہ فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں'' ہم نے عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی، جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ بولنا' رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور آپ بیٹھ گئے

اور مسلسل اس بات کو دہرانے لگے یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش آپ خاموش ہو جائیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۶۵۴، ۵۹۷۶، ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، ۶۹۱۹۔ مسلم: ۸۷۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں تین کبیرہ گناہوں کا ذکر ہوا ہے جو کہ انسان کو قابل سزا بنا دیتے ہیں۔ شرک' والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی۔

(۲) ٹیک لگا کر بیٹھنا یا بیٹھ کر وعظ و نصیحت کرنا یا فتویٰ دینا درست ہے۔

(۳) بات کو بار بار دہرانا تا کہ سامعین اچھی طرح سن سکیں درست ہے۔ بعض دفعہ ایک اہم بات پر زور ڈالنے اور اس کی وقعت اجاگر کرنے کے لیے اس کو بار بار دہرایا جاتا ہے۔ معلوم ہوا ایک سے زائد بار تکرار آداب گفتگو کے منافی نہیں ہے۔

(۴) کسی کی سچ بات کو مزید سچا بنانے کے لیے کسی کے حق میں گواہی دینا درست ہے بشرطیکہ گواہی جھوٹی نہ ہو۔ کسی کا حق مارنے' کسی پر الزام لگانے' کسی پر ظلم کرنے' کسی سے دیرینہ بغض نکالنے کی خاطر اس کے خلاف جھوٹی گواہی دینا منع ہے۔

(۵) گواہی ایک ثبوت ہوتا ہے جس کی عدل کی دنیا میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اس کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب ملزم اپنے جرم کو تسلیم نہ کرے اور انکار کر دے۔ بعض ایسے مواقع ہیں جہاں گواہی کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ وہاں مقصد یہ ہوتا ہے کہ فریقین میں سے کوئی ایک وقت ضرورت پھر نہ جائے یعنی بے ایمانی اور ظلم کے ڈر کی وجہ سے گواہی دینی پڑتی ہے۔

(١٥٦٦) ٥- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ)) قُلْنَا: وَمَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: ((اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ))۔

(۱۵۶۶) ۵۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ مہلک چیزوں سے بچو'' ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک' جادو' کسی کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ نے حرام قرار دے رکھا ہے' یتیم کا مال کھانا' سود خوری' جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلنا اور مومن غافل اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۷۶۶، ۵۷۶۴، ۶۸۵۷۔ مسلم: ۸۹۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث میں شرک کے علاوہ چھ اور کبیرہ گناہوں کا ذکر آیا ہے وہ جادو' مظلوم قتل' یتیم کا مال کھانا' سود کھانا' میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیرنا اور کسی بے گناہ پر بدکاری کا الزام لگانا ہے۔

(۲) کبیرہ گناہوں کی خصلت یہ ہے کہ یہ اپنے حامل کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ یہ جسم وروح کو ناکارہ کر دیتے ہیں۔

(١٥٦٧) ٦- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو (بْنِ الْعَاصِ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مِنَ

(۱۵۶۷) ۶۔ عبداللہ بن عمر بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے

الْكَبَائِرِ أَنْ يَشْتِمَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ثَلاثَتِهَا]۔

کہ ایک آدمی اپنے والدین کو گالی دے" انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں ایک آدمی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔" متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۵۹۷۳۔ مسلم: ۹۰۔

**فوائد:** (۱) ایک دوسرے کے والدین کو برا بھلا کہنا گالی دینا اثم عظیم ہے۔

(۲) خواہ انسان اپنے والدین کو گالی نہ دے لیکن کسی کے والدین کو گالی دینا یہ گویا کہ اپنے والدین کو ہی گالی دینا ہے۔

(۳) والدین کی عظمت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ والدین کو صرف گالی دینا ہی کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے۔

(۴) زیادہ گناہ کا مستحق وہ ہوتا ہے جو کہ لڑائی اور گالی کی ابتدا کرتا ہے۔

(۱۵۶۸)۷۔ وَعَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَهْمٍ مَعَ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ وَعَدِيِّ بْنِ بَدَّاءٍ فَمَاتَ السَّهْمِيُّ بِأَرْضٍ لَيْسَ فِيْهَا مُسْلِمٌ، فَلَمَّا قَدِمُوْا بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوْا جَامًا (مِنْ فِضَّةٍ) مُخَوَّصًا بِذَهَبٍ، فَأَحْلَفَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمَكَّةَ فَقَالُوْا: ابْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِيْمٍ وَعَدِيِّ بْنِ بَدَّاءٍ۔ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ أَوْلِيَائِهِ فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا، وَإِنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ۔ قَالَ: وَفِيْهِمْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ﴾ [المائدة: ۱۰۶] أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَالْمُخَوَّصُ مَا جُعِلَ عَلَيْهِ مِنَ الذَّهَبِ مِثْلَ الْخُوْصِ۔

(۱۵۶۸)۷۔ عبدالملک بن سعید بن جبیر نے اپنے باپ سے روایت کیا' اس نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا بنوسہم کا ایک شخص تمیم الداری اور عدی بن بداء کے ساتھ روانہ ہوا سہمی شخص ایک ایسی جگہ فوت ہوا جہاں کوئی بھی مسلمان نہیں تھا جب وہ اس کا ترکہ لے کر آئے تو ان میں چاندی کا وہ پیالہ نہیں تھا جس پر سونے کا خول چڑھایا ہوا تھا' رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے حلف لیا پھر وہ پیالہ مکے میں ملا انہوں نے کہا ہم نے یہ تمیم اور عدی بن براء سے خریدا ہے ان کے ساتھیوں میں سے دو آدمی اٹھے ان دونوں نے حلف اٹھایا کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ مبنی برحق ہے اور یہ پیالہ ان کے ساتھی کا ہے' کہتے ہیں کہ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ﴾ [المائدة: ۱۰۶] اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور مخوص وہ ہوتا ہے جس پر

سونا لگایا جاتا ہے جیسے خول ہوتا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۶۷۸۰۔

**فوائد:** (۱) نصرانیوں کی سچی قسموں پر اعتبار کرنا درست ہے۔

(۲) جھوٹی قسم خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم اٹھائے تو اعتبار نہ کیا جائے۔ جھوٹی گواہی وقسم کبیرہ گناہ ہے۔

(۳) کسی وصی کا اپنے وصیت کرنے والے کے مال سے وصیت کرنے کے بعد کچھ چھپا لینا جرم ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا وقت مجبوری مسلم کی عدم موجودگی میں غیر مسلم کو اپنا وصی بنانا جائز ہے۔ وصی کے کچھ ہیر پھیر پر شک ہو تو وصیت کرنے والے کے دیگر قریبی رشتہ دار گواہوں اور شہادتوں سے وصی کو کالعدم بھی قرار دے سکتے ہیں یعنی وصی میں نقص پایا جائے تو اس کو رد بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے وصی کو چاہیے کہ وہ ٹھیک ٹھیک بیان دے اور صحیح صحیح ذمہ داری نبھائے۔

(۴) شہادت وگواہی کے وقت اپنی عزت سے ڈرتے ہوئے جھوٹی قسم نہیں کھانی چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھ کر سچی بات بتانی چاہیے۔

(۵) یہ بھی معلوم ہوا نبی غیب نہیں جانتا اور یہ بھی پتہ چلا کہ عدالت کا کیا ہوا فیصلہ اگر بعد میں اس کے برعکس کچھ حقائق مل جائیں اور کیے گئے فیصلے کے خلاف شہادتیں مل جائیں تو عدالت اپنا پہلا فیصلہ واپس لے کر دوسرا فیصلہ کر سکتی ہے جبکہ واقعی بات ٹھیک ہو۔

(۶) ساز وسامان کی فہرست بنا کر رکھ لینا یا کسی کے حوالے کر دینا بھی درست ہے یعنی ساز وسامان کو شمار کرنا اور احاطۂ تحریر میں لانا جائز ہے۔

(۱۵۶۹)۸۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَدَّ شَهَادَةَ الْخَائِنِ وَالْخَائِنَةِ، وَذِي الْغِمْرِ عَلَى أَخِيهِ، وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ، وَأَجَازَهَا لِغَيْرِهِمْ))۔ اُخْتُلِفَ فِي الْاِحْتِجَاجِ بِهٰذَا وَبِبَعْضِ رُوَاتِهِ۔ وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ، وَقَالَ: اَلْغِمْرُ اَلْحِنَةُ وَالشَّحْنَاءُ۔

(۱۵۶۹)۸۔ عمرو بن شعیب سے مروی ہے وہ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خائن مرد اور خائنہ عورت کی گواہی کو مسترد کر دیا اور اپنے بھائی کے بارے میں کینہ رکھنے والا' اور آپ اس کے ساتھ حجت اور اس کے کچھ راویوں کے ساتھ حجت پکڑنے میں اختلاف ہے' اس کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ''غمر'' عداوت و کینہ ہوتا ہے مسترد کیا خادم کی گواہی کو گھر والوں کے حق میں' ان کے علاوہ دوسروں کو گواہی دینے کی اجازت دی۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۱۸۱' ۲۰۴۔ ابوداؤد: ۳۶۰۰۔ بیہقی: ۱۰/ ۲۰۰۔ حاکم: ۴/ ۹۹۔

**فوائد:** (۱) خیانت کرنا گناہ ہے۔

(۲) خیانت کرنے والا مرد ہو یا عورت دونوں کی گواہی نا قابل قبول ہے۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دشمن اور کینہ ور آدمی کی گواہی بھی قبول نہیں ہوتی۔

(۴) کسی کا اپنے گھر والوں کے حق میں گواہی دینا بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں طرفداری کا شبہ ہوتا ہے۔

(۱۵۷۰)۹۔ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ أَيْضًا، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ بَدَوِيٍّ عَلٰى صَاحِبِ قَرْيَةٍ))۔ رَوَاهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ وَهْبٍ، وَرِجَالُهُ(مِنْهُ) إِلٰى مُنْتَهَاهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ۔

(۱۵۷۰)۹۔ ابوداؤد نے ابو ہریرہؓ کے حوالے سے روایت کیا انہوں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہیں ''بدوی کی گواہی کسی شہری کے خلاف جائز نہیں یہ ابن وہب سے بھی مروی ہے اس کے سلسلہ مسند کے رجال صحیح ہیں۔''

**تحقیق وتخریج:** ابو داؤد: ۳۶۰۲۔ ابن ماجة: ۲۳۶۷۔ بهيقى: ۱۰/ ۲۵۰۔

**فوائد:** (۱) معاشرہ کے افراد دو طرح کا بود و باش رکھتے ہیں' ایک شہری ہوتے ہیں اور دوسرے دیہاتی۔ شہری دیہاتیوں کی نسبت تیز اور معاملہ فہم ہوتے ہیں جبکہ دیہاتی شہریوں کی نسبت غافل اور جاہل ہوتے ہیں اور دین کے بارہ میں زیادہ پائیدار نہیں ہوتے۔ دیہاتی کو عربی میں ''بدوی'' کہتے ہیں۔

(۲) شہری کے حق میں دیہاتی کا گواہی دینا اس حدیث سے ناجائز ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ دیہاتی لوگوں کی عدالت مفقود ہوتی ہے اس وجہ سے ان کی گواہی کو ناپسند جانا گیا ہے۔

(۳) اگر ذمہ دار اور دیانت دار دیہاتی گواہی دے تو وہ قابل قبول ہوگی۔

(۴) معلوم ہوا رہن' سہن میں اور اندازِ زندگی میں بقدرے تفاوت پایا جاتا ہے۔

(۱۵۷۱)۱۰۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ، الَّذِي يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا))۔ [أَخْرَجُوهُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ]۔

(۱۵۷۱)۱۰۔ زید بن خالد جہنی سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں اچھے گواہ کے بارے میں نہ بتاؤں' وہ شخص جو گواہی دینے آئے پہلے اس سے کہ اس سے مطالبہ کیا جائے۔'' اس کو بخاری کے علاوہ سبھی نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۷۱۹۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ گواہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذمہ دار اور ہمہ وقت تیار انسان ہو تا کہ بوقت ضرورت وہ بغیر منت سماجت کے شوق سے ساتھ چل پڑے۔

(۲) سچی گواہی دینا اور پھر اس پر پہرا بھی دینا یہ نیکی کا کام ہے۔

(۳) گواہوں میں سے بہترین گواہ وہ ہے جو موقع پر بغیر کسی شد و مد کے حاضر ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرات جو گواہ بن جاتے

ہیں اور پھر وقت آنے پر نخرے دکھاتے اور اپنا وزن کرواتے ہیں وہ اچھے گواہ نہیں ہیں وہ تو الٹا بوجھ ہوتے ہیں۔ اس سے یہ بھی رد ہوا جو گواہ رقم کے لالچ میں بیٹھے رہتے ہیں وہ رشوت خور ہیں اور بدترین ہیں۔

## بَابُ الدَّعْوٰى وَالْبَيِّنَاتِ — دعوے اور دلیلوں کا بیان

(١٥٧٢)١۔ رَوَى مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: فَذَكَرَ حَدِيثًا فِيهِ ((**وَمَنِ ادَّعٰى مَالَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا، وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ**))۔

(١٥٧٢)١۔ مسلم میں ابوذرؓ سے مروی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: ”جس نے دعوی کیا اس چیز کا جو اس کی نہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔“

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ٣٥٠٨۔ مسلم: ١١٢۔

**فوائد:** (١) جھوٹا دعویٰ کرنا جہنم میں دخول کا یقینی ذریعہ ہے۔

(٢) اس حدیث میں ترغیب بھی ہے ترہیب بھی ہے۔ سچی بات کی ترغیب اور جھوٹی بات سے بچنے کی ترہیب ہے۔

(٣) دعویٰ اپنا حق ثابت کرنے کا نام ہے اس طرح ”بینہ“ واضح دلیل کو کہتے ہیں جو حق کو ظاہر کرتی ہے۔

(١٥٧٣)٢۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((**لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعَى نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَأَمْوَالَهُمْ، وَلٰكِنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعِي**))۔

(١٥٧٣)٢۔ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اگر لوگوں کو ان کے دعوے کی بنا پر دیا جائے تو لوگ مردوں کے خون اور ان کے اموال کا دعوی دائر کرائیں البتہ مدعی پر قسم ہوگی۔“

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ٤٥٥٢۔ مسلم: ١٧١١۔

**فوائد:** (١) کسی قسم کا فیصلہ کرنے کے لیے کچھ لوازمات ہوتے ہیں جن کا عدالت میں ہونا ضروری ہے۔ ان کے بغیر اکیلا قاضی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ وہ دعویٰ مدعی مدعا مدعا علیہ اور دلیل ہیں۔

(٢) اس حدیث میں عدالت کا ایک اصول بیان ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مدعی پر ضروری ہے کہ وہ اپنا دعویٰ دلیل سے ثابت کرے گواہ پیش کرے یا مدعا علیہ مدعی کے بیان کی تصدیق کرے کہ اس کا بیان ٹھیک ہے ورنہ پھر مدعا علیہ مدعی کے خلاف دلائل پیش کرے گا یا پھر وہ قسم کھائے گا۔

(١٥٧٤)٣۔ وَعَنْهُ ((**أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ**))۔

(١٥٧٤)٣۔ اس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قسم اور گواہی کی بنیاد پر فیصلہ سنایا۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ١٧١٢۔

**فوائد:** (١) سنت طریقہ یہ ہے کہ فیصلہ قسم و گواہی سے کیا جائے۔

(٢) قسم ایک عمل ہوتا ہے جو کہ بات کو سچا یا جھوٹ قرار دینے کے لیے کیا جاتا ہے تاکہ فریق ثانی مطمئن ہو جائے پریشانی کا

سامنا نہ کرنا پڑے۔

(۳) گواہ ایک عینی شاہد ہوتا ہے جو کہ قابل قبول ہوتا ہے اور عدالت میں اس کو خاص مقام حاصل ہوتا ہے۔

(۴) اسلام میں فیصلہ جات و معاملات میں گواہوں کی تعداد مختلف امور میں ایک سے لے کر چار تک رہتی ہے البتہ قسمیں ایک سے پچاس تک پہنچ جاتی ہیں۔ بعض دفعہ ایک آدمی یا عورت پانچ پانچ گواہیاں بھی پیش کرتے ہیں۔

(١٥٧٥)٤۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فَجَآءَ تْ اِمْرَأَةٌ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا۔ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((وَكَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟ دَعْهَا عَنْكَ۔ أَوْ نَحْوَهُ))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

(۱۵۷۵)۴۔ عقبہ بن حارث ؓ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا' آپ نے فرمایا: ''یہ کیا جو کہ کہا گیا ہے؟ اسے چھوڑ دو یا اسی طرح کے اور الفاظ فرمائے۔'' یہ لفظ بخاری کی روایت کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۶۶۰۔

(١٥٧٦)٥۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((فَنَهَاهُ عَنْهَا))۔

(۱۵۷۶)۵۔ ایک روایت میں ہے ''آپ نے اسے اس سے روک دیا۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۶۵۹۔

**فوائد:** (۱) بعض امور میں ایک گواہی بھی قابل قبول ہوتی ہے جب کہ گواہی دینے والا امانت دار اور معتبر ہو جیسا کہ ماں ہے وہ یہ کہے کہ میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے وغیرہ۔

(۲) دو رضاعی بہن' بھائی آپس میں ایک دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتے۔

(۳) دو رضاعی رشتوں کا آپس میں نکاح ہو جائے بعد میں پتہ چلنے پر وہ نکاح باطل قرار دیا جائے گا اور ان دونوں کے درمیان تفریق ڈال دی جائے گی۔

(۴) اس صورت میں جو کچھ عورت کو ملا وہ اس کا ہوگا یعنی حق مہر۔

(١٥٧٧)٦۔ وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ [الْحَضْرَمِيِّ] عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ، وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ۔ فَقَالَ: الْحَضْرَمِيُّ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ هٰذَا (قَدْ) غَلَبَنِي عَلَى أَرْضٍ لِيْ كَانَتْ لِأَبِيْ۔ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ: هِيَ أَرْضِي فِي يَدِي

(۱۵۷۷)۶۔ علقمہ بن وائل حضری نے اپنے باپ سے روایت کیا کہتے ہیں کہ حضر موت سے ایک شخص آیا اور ایک کندہ سے نبی کریم ﷺ کے پاس' حضرمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے جو میرے باپ کی تھی' کندی نے کہا یہ زمین میرے قبضے میں ہے میں

أَزْرَعُهَا، وَلَيْسَ لَهُ فِيهَا حَقٌّ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْحَضْرَمِيِّ: ((أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟)) قَالَ: لَا، قَالَ: ((فَلَكَ يَمِينُهُ)) قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَايُبَالِيْ مَاحَلَفَ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ۔ فَقَالَ[ النَّبِيُّ ﷺ]: ((لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذٰلِكَ))۔ اَلْحَدِيْثَ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

اس میں کھیتی باڑی کرتا ہوں نبی کریم ﷺ نے حضرمی سے کہا: ''کیا تیرے پاس کوئی دلیل ہے؟'' اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا: ''تم قسم دیتے ہو'' اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ فاسق فاجر شخص ہے اسے قسم کی کوئی پرواہ نہیں اور نہ ہی اسے کسی چیز کا پرہیز ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں۔'' مسلم

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۱۳۹۔

**فوائد:** (۱) جب مدعی کے پاس دلیل وگواہ نہ ہوتو مدعا علیہ پر قسم ہوگی اب اس میں یہ قید نہیں ہے کہ مدعا علیہ معتبر ہو یا نہ ہو' مسلم ہو یا غیر مسلم ہو۔

(۲) صرف اس صورت میں جب کہ مدعی کے پاس گواہ ہو نہ دلیل تو قاضی مدعا علیہ کی قسم پر فیصلہ سنا سکتا ہے۔

(۳) عدالت کا انعقاد مرکزی مقام پر بھی ہوسکتا ہے اور فیصلہ حاکم وقت بھی کرسکتا ہے۔ معلوم ہوا صدور وغیرہ کا عادل' منصف ہونا بھی ضروری ہے۔

(۱۵۷۸)۷۔ وَعَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِيْ مُوْسٰى(الْأَشْعَرِيِّ)، أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيْرًا أَوْ دَابَّةً إِلَى النَّبِيِّ ﷺ لَيْسَتْ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ، فَجَعَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمَا [بِالسَّوِيَّةِ]))۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ مِنْ رِوَايَةِ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ وَخَالَفَ هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ بِسَنَدِهِ، فَقَالَ: إِنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيْرًا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، (فَبَعَثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا شَاهِدَيْنِ)، فَقَسَمَهُ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ۔

(۱۵۷۸)۷۔ قتادہ' سعید بن ابی بردہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا ابوموسیٰ اشعری سے کہ دو آدمیوں نے ایک اونٹ یا کسی چوپائے کا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دعویٰ کیا دونوں میں سے کسی کے پاس کوئی دلیل نہ تھی' نبی کریم ﷺ نے وہ دونوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیا' ابوداؤد میں سعید کی روایت قتادہ سے مذکور ہے ہمام نے قتادہ سے اختلاف کیا اور کہا' نبی کریم ﷺ کے زمانے میں دو آدمیوں نے ایک اونٹ کے بارے میں دعویٰ کیا نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان برابر تقسیم کردیا۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف ہے۔ الامام احمد: ۴/ ۴۰۲۔ ابوداؤد: ۳۶۱۳'۳۶۱۴۔ نسائی: ۸/ ۲۴۸۔

(۱۵۷۹)۸۔ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ: مِنْ رِوَايَةِ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ أَبِيْ مُوْسٰى

(۱۵۷۹)۸۔ نسائی میں قتادہ سے روایت ہے وہ نضر بن انس سے وہ ابوبردہ بن ابی موسیٰ سے اشعری سے وہ اپنے

(الْأَشْعَرِيِّ)، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا دَابَّةً وَجَدَاهَا عَنْ رَجُلٍ، فَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا شَاهِدَيْنِ أَنَّهَا دَابَّتُهُ، فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ۔

باپ سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک چوپائے کے بارے میں دعویٰ کیا جو انہیں ایک شخص سے ملا' ہر ایک نے دو گواہ قائم کیے کہ یہ چوپایہ اس کا ہے نبی کریم ﷺ نے دونوں کے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث غریب ہے۔ بیہقی: ۱۰/ ۲۸۵۔

(۱۵۸۰)۹۔ رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا دَابَّةً، فَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا شَاهِدَيْنِ، فَقَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ [بِهَا] بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ۔

(۱۵۸۰)۹۔ ابن حبان میں قتادہ سے مروی ہے وہ نضر بن انس سے اور وہ بشیر بن نہیک سے وہ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک چوپائے کے بارے میں دعویٰ کیا ان میں سے ہر ایک نے دو گواہ قائم کیے رسول اللہ ﷺ نے دونوں کے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف ہے۔ ابن حبان: ۱۲۰۱۔ بیہقی: ۱۰/ ۲۵۸۔

**فوائد:** (۱) ان احادیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جب چیز ایک ہو اس کے مدعی دو ہوں اور دونوں کے پاس برابر کے ثبوت ہوں تو ان کے جھگڑے کا حل یہ ہے کہ وہ چیز نصف نصف دونوں میں تقسیم کر دی جائے۔

(۲) جب معاملہ مختلف فیہ ہو جائے تو حاکم و قاضی کو چاہیے کہ وہ ہر طرح کی مصلحت کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں تاکہ فریقین خوشی خوشی گھر لوٹیں۔

(۳) فریقین کے بیانات ہی فیصلے کا تانا بانا ہوتے ہیں ان کی سماعت کے بغیر فیصلہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی کرنا ممکن نظر آتا ہے۔

(۴) اسلام نے ہر ایک کو اپنے حق کے متعلق گویائی دی ہے وہ بے باک ہو کر عدالت میں اپنا حق مانگ سکتا ہے۔

(۱۵۸۱)۱۰۔ وَرَوَى قَتَادَةُ، عَنْ خِلَاسِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِخْتَصَمَ إِلَيْهِ رَجُلَانِ فِي مَتَاعٍ لَيْسَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: **((اِسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِينِ مَا كَانَ، أَحَبَّا ذٰلِكَ أَمْ كَرِهَا))**۔ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ۔

(۱۵۸۱)۱۰۔ قتادہ نے خلاس بن عمرو سے اور اس نے ابو رافع سے اور اس نے ابوہریرہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس شخص باہمی جھگڑے لے کر آئے' ایک ایسے سامان کے بارے میں کہ دونوں میں سے کسی کے پاس کوئی دلیل نہ تھی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں پسند ہو یا ناپسند قسم پر فیصلہ ہوگا۔'' ابوداود

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ الامام احمد: ۲/ ۵۲۴٬۴۸۹۔ ابوداؤد: ۳۶۱۸٬۳۶۱۶۔ ابن ماجۃ: ۲۳۲۹۔ بیھقی:

۱۰/ ۲۵۵۔

(۱۵۸۲) ۱۱۔ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ: أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا دَابَّةً وَلَمْ تَكُنْ لَهُمَا بَيِّنَةٌ، فَأَمَرَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِيْنِ۔

(۱۵۸۲) ۱۱۔ نسائی میں اس سند سے مروی ہے کہ دو آدمیوں نے ایک چوپائے کے بارے میں دعویٰ کیا جن کے پاس کوئی دلیل نہ تھی، رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ دونوں قسم پر قرعہ اندازی کریں۔

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد: ۳۶۱۸۔ ابن ماجۃ: ۲۳۲۹۔ بیھقی: ۱۰/ ۲۵۵۔

(۱۵۸۳) ۱۲۔ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَرَضَ عَلٰى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ، فَأَسْرَعُوْا، فَأَمَرَ أَنْ يُسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِيْنِ، أَيُّهُمْ يَحْلِفُ [أَوَّلُ]۔

(۱۵۸۳) ۱۲۔ بخاری شریف میں ہے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قوم پر قسم پیش کی تو انہوں نے جلدی کی آپ نے حکم دیا کہ ان کے درمیان قسم کی بنیاد پر فیصلہ کر دیں جو بھی پہلے قسم دے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۶۷۴۔

**فوائد:** (۱) فیصلے کی آخری کڑی قسم اٹھانا ہے پس جس نے قسم اٹھالی وہ چیز کا مستحق قرار پائے گا۔

(۲) جب فریقین دلیل و دعویٰ میں یکساں ہوں تو پھر دونوں کو قسم اٹھانے کی اجازت ہے۔ اگر کوئی فریق قسم اٹھانے سے انکار کرے گا تو دوسرا قسم اٹھانے کے فوراً بعد چیز کا مالک بن جائے گا۔

(۳) دونوں مدعی اس بات پر ڈٹے ہوں کہ وہ قسم اٹھائیں گے تو اس کا یہ حل ہے کہ ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی۔ پس جس کے نام قرعہ نکل آیا وہ قسم اٹھائے گا اور مالک بن جائے گا۔

(۱۵۸۴) ۱۳۔ وَرَوٰى أَبُوْ يَعْلٰى مِنْ حَدِيْثِ الْقَاسِمِ بْنِ جَحْوَلٍ الْبَهْزِيِّ، ثُمَّ السُّلَمِيِّ، قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ۔ وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَالْإِسْلَامَ۔ يَقُوْلُ: نُصِبَتْ حَبَائِلِيْ بِالْأَبْوَاءِ، فَوَقَعَ فِيْ حَبْلِيْ ظَبْيٌ، فَأَفْلَتَ بِهِ فَخَرَجْتُ فِيْ أَثَرِهِ، فَوَجَدْتُ رَجُلًا قَدْ أَخَذَهُ، فَتَنَازَعْنَا فِيْهِ [فَتَسَاوَقْنَا] إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَوَجَدْنَاهُ نَازِلًا بِالْأَبْوَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ يَسْتَظِلُّ بِنِطْعٍ فَاخْتَصَمْنَا إِلَيْهِ، فَقَضٰى بِهِ (رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ) بَيْنَنَا شَطْرَيْنِ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، نَلْقَى الْإِبِلَ فِيْهَا لَبُوْنٌ وَهِيَ مُصَرَّاةٌ وَهُمْ يَحْتَاجُوْنَ؟

(۱۵۸۴) ۱۳۔ ابو یعلیٰ نے قاسم جحول بہزی سے پھر سلمی سے روایت کیا اس نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا اس نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دیکھا' کہتے ہیں کہ میں نے ابواء مقام پر پھندے لگائے میرے پھندے میں ایک ہرن پھنس گیا پھر وہ غائب ہوگیا میں اس کے پیچھے نکلا میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اسے پکڑ رکھا ہے' ہم دونوں آپس میں جھگڑے اور رسول اللہ ﷺ کے طرف چلے آپ ابوء مقام پر ہی ایک درخت کے نیچے چڑھائی پر تشریف فرمائے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا' میں نے عرض کی یارسول

قَالَ: ((نَادِ صَاحِبَ الْإِبِلِ ثَلَاثًا، فَإِنْ جَآءَ، وَإِلَّا فَاحْلِلْ صِرَارَهَا، ثُمَّ اشْرَبْ ثُمَّ صُرَّوَابْقِ لِلَّبَنِ دَوَاعِيَهُ))۔ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، (إِنَّ) الضَّوَالَ تَرِدُ عَلَيْنَا، هَلْ لَنَا أَجْرٌ أَنْ نُسْقِيَهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ، فِيْ كُلِّ كَبِدٍ حَرَّى أَجْرٌ...... اَلْحَدِيْثَ))۔

اللہ ﷺ ہم بسا اوقات ایسی اونٹنیاں پاتے ہیں کہ ان کے تھنوں میں دودھ بھرا ہوتا ہے اور وہ ضرورت مند ہوتے ہیں آپ نے فرمایا: ''اونٹ کے مالک کو تین مرتبہ بلاؤ اگر وہ آ جائے ٹھیک ہے ورنہ تم اس کا دودھ لے لو پھر پیو اور چلو اور دودھ کے دوائی کو باقی رہنے دو'' ہمارے پاس جانور آئے ہیں اگر ہم انہیں پانی پلا دیں تو کیا ہمیں اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں ہر جاندار کو پانی پلانے سے ثواب ملتا ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث ضعیف ہے۔ ابو یعلیٰ: ۱۰۶۵۔ حاکم: ۴/ ۱۹۵۔

**فوائد:** (۱) اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ ایسی چیز یا ایسا جانور جس کا کوئی حقیقی مالک نہ ہو مثال کے طور پر شکار کا جانور تو اس صورت میں اگر چہ ایک نے پکڑنے کی سعی کی جبکہ اس کے ہاتھ مکمل طور پر نہیں لگا وہ بھاگ گیا تو اور کسی نے پکڑ لیا اب دونوں مستحق ہیں نبی کریم علیہ السلام نے دونوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔

(۲) شکار کرنا جائز ہے آج کل پابندیاں صرف عوام پر ہیں ورنہ جنگلات کے آفیسر تو خوب شکار کے مزے لیتے ہیں۔ صرف تحفظ کا نام دیا گیا ہے جبکہ یہ ناانصافی ہے۔ اسی طرح افسران بالا کے رشتہ داروں کو بھی شکار کے مواقع مل جاتے ہیں اور ان کے دوستوں کو بھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے سبھی کا اس پر حق ہے۔

(۳) حاجت مند انسان کسی کے دودھ والے جانور کا دودھ نکال کر پی سکتا ہے بشرطیکہ تین بار جانور کے مالک کو آواز دی ہو۔

(۴) جانوروں کو پانی پلانا نیکی کا کام ہے خواہ وہ اپنے ہوں یا پرائے۔ اسی طرح گزرگاہوں، راستوں اور مسافر خانوں کے قریب جانوروں کے پانی پینے کے لیے حوض، ٹینک کا بندوبست کر دینا صدقہ جاریہ ہے۔ نیکی کا کام ہے۔

(۵) معلوم ہوا ضرورت کے وقت ضرورت مند کی کوئی چیز اتنی استعمال کرنا جس سے خرابی لازم نہ آئے درست ہے۔ اسی طرح درختوں تلے بیٹھ کر ان کے سایوں سے لطف انداز ہونا درست ہے۔

(۱۵۸۵) ۱۴۔ وَرَوَى مَالِكٌ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلٰى مِنْبَرِيْ هٰذَا بِيَمِيْنٍ آثِمَةٍ، تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))۔

(۱۵۸۵) ۱۴۔ مالک نے جابر بن عبداللہ کے حوالے سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے اس منبر پر گناہ کی قسم کھائی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لیا۔''

**تحقیق وتخریج:** حدیث صحیح ہے۔ امام مالک فی الموطاء کتاب الاقضیہ۔ الامام احمد: ۳/ ۳۴۴۔ ابوداؤد: ۳۲۴۶۔ ابن ماجۃ: ۲۳۲۵۔ ابن حبان: ۱۱۹۲۔ حاکم: ۴/ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔

**فوائد:** (۱) ایسی قسم اٹھانا جو جھوٹی ہو یہ کبیرہ گناہ ہے پھر یہی موجب گناہ قسم کو منبر نبوی پر بیٹھ کر اٹھانا اس سے کبیرہ گناہ میں مزید شدت پیدا ہو جاتی ہے یعنی یہ بھی شدید تر کبیرہ گناہ بن جاتا ہے۔
(۲) معلوم ہوا کچھ مقامات واوقات اس نوعیت کے ہیں کہ جن میں کبیرہ گناہ ہو جائیں تو ان میں اور شدت پیدا ہو جاتی ہے۔
(۳) نبی کے منبر کی شان عام نہیں ہے۔ منبر نبوت صداقت کا داعی ہے۔
(۴) کبیرہ گناہ سے جہنم لازم ہو جاتی ہے جب اس میں اور عوامل مل جائیں جو اس میں اور زیادہ گناہ کو شامل کر دیں تو پھر جہنم کا عذاب بھی دوبالا ہو جاتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

(۱۵۸۶)۱۵۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ (وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ) يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ، رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَاءٍ (بِطَرِيْقٍ) يَمْنَعُ (مِنْهُ) ابْنَ السَّبِيْلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا، فَإِنْ أَعْطَاهُ مَا يُرِيْدُ وَفٰى لَهُ، وَإِلَّا لَمْ يَفِ لَهُ، وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا سِلْعَةً بَعْدَ الْعَصْرِ، فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا كَذَا وَكَذَا، فَأَخَذَهَا**))۔ لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ۔

(۱۵۸۶)۱۵۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، ایک وہ آدمی جو راستے پر فالتو پانی پینے سے مسافر کو روکتا ہے، ایک وہ شخص جس کسی شخص کی بیع دنیاوی مفاد کے لیے ہو جو وہ چاہتا ہے اگر اسے دے دے تو اس سے وفا کرتا ہے ورنہ اس سے وفا نہیں کرتا، ایک آدمی جس نے عصر کے بعد دوسرے آدمی سے قسم کھا کر بھاؤ لگایا کہ اس کی قیمت اس اس طرح ہے اور وہ اس سے خرید لیتا ہے۔''
بخاری

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۳۵۸، ۲۳۶۹، ۲۶۷۲، ۷۲۱۲، ۷۴۴۶۔ مسلم: ۱۰۸۔

**فوائد:** (۱) اللہ تعالیٰ دو طرح سے دیکھتے ہیں نظر رحمت سے اور نظر غضب سے بعض ایسے حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دیکھیں گے تو سہی مگر نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے۔ ظاہر بات ہے ایسے لوگ عذاب الیم کے مستحق ہوں گے۔
(۲) عصر کے بعد قسم اٹھانا ایک معنی خیز امر ہے۔
(۳) روز محشر جس کو اللہ تعالیٰ نے صاف کر دیا بری کر دیا وہ لاکھوں سعادتوں کا مالک ہو گا۔
(۴) مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے، مسافر کی خدمت کرنا عمل جزیل ہے اس کی بھوک وتشنگی کو رفع کرنا باعث نجات نیکی ہے۔
(۵) دنیا کی غرض کے لیے کسی سے بیعت کرنا اور کسی کو اپنا حاکم تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ ہے۔ ایسے آدمی کو صرف اپنے مطلب سے غرض ہوتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا زندگی کی چمک سخاوت وسچائی ہے۔

# كِتَابُ الْجَامِعِ

## متفرق مضامین کا بیان

(۱۵۸۷) ۱۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَانَوٰى. فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَاهَاجَرَ إِلَيْهِ)). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَاللَّفْظُ مُسْلِمٍ.

(۱۵۸۷) ۱۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اعمال کا دار مدار نیت پر ہے بلاشبہ ہر شخص کے لیے وہ کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی جس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہوگی اس کی ہجرت ثوابا بھی اللہ ورسول کی طرف ہوگی جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہوئی کہ وہ اسے پالے یا عورت کی طرف ہوئی کہ اس سے شادی کرے تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔'' متفق علیہ لفظ مسلم کے ہیں۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۱/ ۵۴۔ مسلم: ۱۹۰۷۔

(۱۵۸۸) ۲۔ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ ((بِالنِّيَّاتِ)).

(۱۵۸۸) ۲۔ بخاری شریف میں یہ لفظ ہے دارومدار نیتوں پر ہے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری۔

**فوائد:** (۱) عمل کی قبولیت کے لیے دو شرطیں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔ (۱) خلوص نیت (۲) طلب ثواب۔ نیت ایک قلبی عمل ہے۔ لسانی الفاظ درست نہیں ہیں۔

(۲) مہاجر ام قیسؓ سے متاثر ہو کر نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''جس نے ہجرت اس نیت سے کی کہ وہ نکاح کرے گا تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے'' مراد جس نیت سے کوئی کام کیا وہی ثمرہ اسے ملے گا۔

(۳) بغیر طلب رضائے الٰہی اور خالص نیت سے بڑے سے بڑا نیک عمل بھی راکھ بن جاتا ہے اور کھوکھلا ہوتا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ اور نبی کریم علیہ السلام کی طرف ہجرت کرنے والے بلند و بالا درجات کے مستحق ہیں۔

(۱۵۸۹)۳۔ وَعَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُهُ (يَقُوْلُ)ا: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ (يَقُوْلُ) وَأَهْوَى النُّعْمَانُ (بِإِصْبَعَيْهِ) إِلَى أُذُنَيْهِ: إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، (وَإِنَّ) الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا [أُمُوْرٌ] مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيْهِ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ))۔

(۱۵۸۹)۳۔ شعبی نے نعمان بن بشیر سے روایت کیا انہوں نے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہے' جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچ گیا' اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا اور جو کوئی ان مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہو گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو شاہی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانوروں کو چرائے قریب ہے کہ چراگاہ کے اندر اس کا جانور گھس جائے' آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے خبردار اللہ کی چراگاہ اس کی زمین میں حرام کردہ چیزیں ہیں' سن لو بدن میں ایک ٹکڑا گوشت کا ہے جب وہ سنور جاتا ہے تو سارا بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے' آگاہ رہو وہ دل ہے۔''

**تحقیق وتخریج:** بخاری، ۵۲'۲۰۵۱۔ مسلم: ۱۵۹۹۔

**فوائد:** (۱) حلال وحرام کی تبیین قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ اس کے بعد انکار کرنا کفر ہے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال اور تشابہ کی طرف جان کر جانا بے ایمانی ہے' غداری ہے اور ناقابل معافی جرم ہے۔

(۲) شبہات سے حتی المقدور بعید رہنا چاہیے۔ اس میں ایمان کی سلامتی ہے۔

(۳) تمام تر محارم اللہ تعالیٰ کی چراگاہ ہیں ان میں کسی کو بھی واقع ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ جس نے ایک دفعہ بھی منہ ماری کی

وہ اللہ کے غضب کا حقدار بن گیا۔

(۴) دل ایک ایسا جسم کا ٹکڑا ہے جو کہ ایک مرکز اور انسانی مشینری کا مین پرزہ ہے اس کی خرابی پر تمام بدن کی خرابی کا انحصار ہے جبکہ اس کی درستگی پر جسم کی تمام تر درستگی کا دارومدار ہے۔ لہٰذا دل کو سیدھا رکھنا چاہیے اور یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سیدھا رہ سکتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں ہوتا ہے اس کا ذکر کرتے رہیں اور اس سے التجا کرتے رہیں تاکہ وہ دل کو صراط مستقیم پر ہی رکھے۔

(١٥٩٠)٤- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا (هٰذَا) مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))۔

(۱۵۹۰)۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جو اس سے نہیں وہ مردود ہے۔"

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۶۹۷۔ مسلم: ۱۷۱۸۔

**فوائد:** (۱) وہ کام یا وہ بات جس پر شریعت نبوی کی مہر نہیں وہ ناقابل اعتبار ہے اور اس کی طرف نظر التفات سے دیکھنا بھی ناپسند عمل ہے۔

(۲) "حدث" ایک نئی اور انوکھی چیز یا بات کو کہتے ہیں جو کہ خلافِ سنت ہوتی ہے۔

(۳) حدث و بدعت کا اسلام میں کوئی جواز نہیں ہے بدعتی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ آبِ کوثر پینے کے لیے حوض کوثر پر ورود سے قبل روک دیا جائے گا وہ مقدس ہاتھوں سے متبرک ومنزہ جام نہ پی سکے گا۔

(۴) دلائل سے بات کرنا ضروری ہے اور یہ ضروری ہے کہ بات قرآن وحدیث کے سرکل میں رہ کر کی جائے۔

(١٥٩١)٥- وَعَنْهَا فِيْ حَدِيثِ بَرِيْرَةَ:(مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ(كَانَ) مِائَةَ شَرْطٍ))۔ هٰذَا مِنْ رِوَايَةِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ عُرْوَةَ۔

(۱۵۹۱)۵۔ اسی سے بریرہ کے حوالے سے مروی ہے جو شرط ایسی ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں وہ باطل ہوگی خواہ سو شرط ہو۔ یہ ہشام کی روایت سے عن ابیہ عروہ کے طریق سے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۷۲۹۔ مسلم: ۱۵۰۴۔

(١٥٩٢)٦- وَمِنْ رِوَايَةِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ: ((مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنْ شَرَطَ[ه] (مِائَةَ مَرَّةٍ))۔

(۱۵۹۲)۶۔ زہری نے عروہ سے روایت کیا جس نے ایسی شرط لگائی جو اللہ کی کتاب میں نہیں تو اس شرط کا اعتبار نہ ہوگا خواہ وہ سو مرتبہ شرط لگائے۔

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۲۵۶۱۔ مسلم: ۱۵۰۴۔

**فوائد:** (۱) غیر شرعی شروط کا جواز ہے نہ ان کو تسلیم کیا جائے گا۔

(۲) کسی معاملہ کو پختہ یا عمدہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ صحیح شرعی شروط کا انعقاد کیا جائے۔

(۳) خلافِ شرع شروط لگانا گناہ ہے۔

(۴) غلط شروط خواہ تعداد میں کتنی ہوں ان کی کوئی وقعت نہیں ہے معلوم ہوا تعداد کا وزن نہیں ہوتا بلکہ معیار کا وزن ہوتا ہے۔

(١٥٩٣)٧- وَمِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمَا كُلِّهَا]۔

(۱۵۹۳)۷۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔'' متفق علیہ

**تحقیق وتخریج:** بخاری: ۸۔ مسلم: ۱۶۔

**فوائد:** (۱) اسلام کے پانچ ستون ہیں۔ ان سبھی کو مضبوطی دیے رکھنا اور ان کو تسلیم کیے رکھنا نجات کا باعث ہے۔ کسی ایک ستون کے انہدام پر بھی امت کی ہلاکت لازم ہو جاتی ہے۔

(۲) ان پانچ ارکانِ اسلام میں تدریج کا پہلو پایا جاتا ہے اور ترتیب کا پہلو پایا جاتا ہے یعنی اول توحید بعد میں رسالت وعبودیت کا اقرار۔ تیسرے نمبر پر نماز اس کے بعد زکوۃ اس کے بعد حج اور آخر میں روزے۔ معلوم ہوا جو انسان زکوۃ کو تسلیم کر لے لیکن اس سے قبل نماز کو تسلیم نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے ترتیب ضروری ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یہی ترتیب بتائی اسی طرح حدیث ایمان میں بھی یہی ترتیب ہے۔

(۳) کچھ ارکان کا تعلق صرف قول سے ہے کچھ کا مال سے کچھ کا بدن سے اور کچھ کا قول، مال اور بدن تینوں سے ہوتا ہے جیسا کہ حج ہے۔

(۴) تمام ارکان لازم وملزوم ہیں ایک کے انکار پر دوسرے کا انکار لازم آتا ہے ایک کے ضیاع پر دوسرے کی ویلیو ختم ہوتی نظر آتی ہے۔

(١٥٩٤)٨- وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي حَدِيثٍ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَاحَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ))۔

(۱۵۹۴)۸۔ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نیکی حسن اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تجھے یہ ناپسند ہو کہ لوگ اس سے آگاہ ہو جائیں گے۔

**تحقیق وتخریج:** مسلم: ۲۵۵۳۔

**فوائد:** (۱) گناہ کی نوک ہوتی ہے جس سے انسان کے دل کو چوٹ لگتی ہے۔ گناہ کا خاصہ یہ ہے کہ اپنے کرنے والے کے سینہ میں ایک کھٹکا پیدا کرتا ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ گناہ کی یہ علامت ہوتی ہے کہ جس کو آدمی اکیلے کر سکتا ہے لیکن اس کی اطلاع اپنے سگے بھائی کو بھی

دینا برداشت نہیں کرتا۔ مراد جس کے کرنے سے کسی کو پتہ چل گیا تو یہ باعث عار ثابت ہوگا۔

(۳) احسن انداز سے ڈیلنگ کرنا حسن خلق کہلاتا ہے اور یہ نیکی ہے۔

(۴) گناہ سے اجتناب اور حسن خلق کا انتخاب ضروری امر ہے۔

(۱۵۹۵)۹۔ وَعَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ)) قُلْنَا: لِمَنْ [يَارَسُوْلَ اللّٰهِ]؟ قَالَ: ((لِلّٰهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُوْلِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَعَامَّتِهِمْ))۔

(۱۵۹۵)۹۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی ہے، ہم نے کہا یارسول اللہ ﷺ کس کے لیے؟ فرمایا: اللہ اس کی کتاب، اس کے رسول مسلمانوں کے ائمہ کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۵۵۔

**فوائد:** (۱) دراصل اسلام سارے کا سارا خیر خواہی اور نصیحت کا نام ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے خیر خواہی کا مطلب ہے اس واحد ذات کو من وعن اسماء وصفات سمیت تسلیم کیا جائے اس کی عبادت کی جائے جبکہ اس کے ساتھ شرک سے گریز کیا جائے۔

(۳) اس کی کتاب سے خیر خواہی یہ ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے اور اس کے جملہ احکام کو صدق دل سے تسلیم کیا جائے۔

(۴) رسول علیہ السلام سے یہ خیر خواہی ہے کہ اس کی رسالت کو مانا جائے، اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی ایک ایک بات کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

(۵) ائمہ کرام کے لیے خیر خواہی کا مفہوم یہ ہے کہ شرع و دین کے معاملہ میں ان کی اقتداء کی جائے ان کو ناجائز تنگ نہ کیا جائے ان سے غداری نہ کی جائے۔ عام مسلمانوں سے بھی خیر خواہی کا اسلام سبق دیتا ہے وہ اس طرح کہ ان کا خیال رکھا جائے، ان کے حقوق کی رعایت رکھی جائے ان کی صحیح راہنمائی کی جائے اور کار خیر کا عادی بنایا جائے۔ الغرض اللہ تعالیٰ سے لے کر ادنیٰ سے انسان تک سبھی کے الگ الگ حقوق ہیں۔ ان سب کو ادا کرنے کی اسلام دعوت دیتا ہے۔

(۱۵۹۶)۱۰۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ))۔

(۱۵۹۶)۱۰۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۰۰۵۔

(۱۵۹۷)۱۱۔ وَفِيْ حَدِيْثٍ لِأَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ))۔

(۱۵۹۷)۱۱۔ ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اچھے کام کی راہنمائی کی اسے کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۸۹۳۔

(١٥٩٨)١٢۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ))۔

(۱۵۹۸)۱۲۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نیکی کو حقیر نہ جانو اگرچہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۶۲۶۔

**فوائد:** (۱) جس قسم کی بھی بھلائی ہو وہ صدقہ ہوتی ہے۔ معلوم ہوا صدقہ اچھی بات اور علمی بات سے بھی کیا جاتا ہے صرف مال شرط نہیں ہے۔

(۲) جو کوئی کسی کو بھلی راہ پر چلاتا ہے یا چلنے کا عادی بناتا ہے وہ نیکی کا کام کرتا ہے۔ ایسا آدمی اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ جتنا نیکی کرنے والے کو اجر ملتا ہے اتنا ہی بتانے والے کو ملتا ہے۔

(۳) چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو معمولی جاننا درست نہیں ہے۔ معلوم ہوا چھوٹی سے چھوٹی برائی بھی وزن رکھتی ہے اس سے بھی گریز کرنا چاہیے۔ اس کو معمولی جان کر نہیں کرنا چاہیے۔

(۴) اپنے مسلمان بھائی کو ہشاش بشاش چہرے سے ملنا نیکی کا کام ہے یہ بھی پتہ چلا کہ کھلا چہرہ اللہ تعالیٰ کو پیارا لگتا ہے جب وہ کسی مسلمان کو دیکھ کر کھلتا ہے چہرہ غم و خوشی کو پرکھنے کا ذریعہ ہے چہرے کی خوشی زبان' ہونٹ' آنکھوں اور پیشانی کے ہیر پھیر سے ظاہر ہوتی ہے یعنی چہرہ انسان کے مکمل وجود کی عکاسی کرتا ہے آدمی خوش ہو تو چہرے کا انگ انگ کھل جاتا ہے ورنہ چہرہ مرجھایا نظر آتا ہے۔

(١٥٩٩)١٣۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، [قَالَ]: (إِنِّي) سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيْلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ))۔ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ۔ [أَخْرَجَهَا كُلَّهَا مُسْلِمٌ]۔

(۱۵۹۹)۱۳۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین باتوں کو ناپسند کیا ہے فضول باتوں کو، مال کو ضائع کرنا اور کثرت سوال کرنے کو۔'' یہ حدیث میں قصہ ہے اس تمام کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۴۰۸۔ مسلم: ۵۹۳۔

**فوائد:** (۱) اللہ تعالیٰ بھی مختلف مزاج کا مالک ہے اسے خوشی بھی محسوس ہوتی ہے اور وہ ناراض بھی ہو جاتا ہے۔ وہ پسند ناپسند کا بھی ملکہ رکھتا ہے۔

(۲) کچھ امور ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند سمجھتے ہیں ان میں سے تین یہ ہیں (۱) فضول باتیں (۲) حد سے بڑھ کر سوال کرنا (۳) مال کا ضیاع۔

(۳) ممنوعہ امور پر ایک روپیہ خرچ کرنا بھی حرام ہے۔

(۴) ایسا خرچ جو خلاف شروع ہو وہ مال کے ضیاع میں آ جاتا ہے۔

(۵) بدار و اسراف سے بچنا بہت ضروری ہے۔ معلوم ہوا نیکی کے کاموں پر لگا روپیہ ضائع نہیں جاتا۔

## فَصْلٌ فِيْ جُمَلٍ مِنَ الْأَمْرِ

## جملہ احکامات کا بیان

(١٦٠٠)١- وَعَنْ أَبِي مُوسَى [الْأَشْعَرِيِّ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ))۔

(۱۶۰۰)۱۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی تیمارداری کرو اور گردن چھڑاؤ۔“

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۳۷۳۔

**فوائد:** (۱) بھوکے کو کھانا کھلانا، مریض کی عیادت کرنا اور قیدی کو آزاد کرانا بہت بڑی نیکی ہے۔

(۲) کسی مظلوم قیدی کو جو کہ مستحق ہو اس کو آزاد کروانا سعادت کی بات ہے۔

(۳) مسلمان پر مسلمان کے کچھ حقوق ہیں ان میں سے مریض کی عیادت اور اس کو کھانا کھلانا سرفہرست ہے۔

(١٦٠١)٢- وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارِكْ [اللّٰهُ] لَكُمْ فِيهِ))۔ [انْفَرَدَ بِهِمَا الْبُخَارِيُّ]۔

(۱۶۰۱)۲۔ مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اپنا غلہ ماپو اللہ اس میں تمہارے برکت دے گا۔“ ان دونوں کے ساتھ بخاری منفرد ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۱۲۸۔

**فوائد:** (۱) غلہ کو تولنا، ماپنا شرعاً درست ہے۔

(۲) غلہ کو معلوم کر کے رکھنا باعث برکت کام ہے۔

(۳) برکت من جانب اللہ ہوتی ہے دنیا پر کسی کو اس کے عطا کا استحقاق حاصل نہیں ہے۔

(۴) اگر غلہ کو آگے فروخت کرنا ہو تو اس کو ماپنا تولنا ضروری ہے۔

(١٦٠٢)٣- عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ [بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ، وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا))۔

(۱۶۰۲)۳۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے اپنے باپ سے روایت کیا نبی کریم ﷺ نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کا نام فویسق (بدبخت) رکھا۔



**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۲۳۸۔

**فوائد:** (۱) چھپکلی کو مارنا شرعاً جائز ہے۔

(۲) چھپکلی ایک خطرناک جانور ہے یہ نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔

(۳) کچھ ایسے حشرات ہیں جن کو ختم کرنے کا پیمان رسالت نبوی سے حاصل ہے۔

(١٦٠٣)٤۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: ((إِنَّ خَلِيْلِي أَوْصَانِي إِذَا طَبَخْتَ مَرَقًا فَأَكْثِرْ مَاءَهُ، ثُمَّ انْظُرْ إِلَى أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ جِيْرَانِكَ فَأَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ))۔

(۱۶۰۳)۴۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میرے خلیل نے مجھے وصیت کی کہ جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال لیا کرو پھر دیکھو کہ تمہارے پڑوسی گھر کے کتنے افراد ہیں' انہیں بھی معروف طریقے سے سالن پہنچاؤ۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۶۲۵۔

**فوائد:** (۱) پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔
(۲) سالن کا شوربا اس نیت سے تھوڑا سا زیادہ بنانا کہ اپنے ہمسائے کو دوں گا تو یہ ایک خیر خواہی ہے اور قابل اجر عمل ہے۔
(۳) صحابہ نبی کریم علیہ السلام کو خلیل کے لقب سے بھی یاد کرتے تھے۔ جس کا معنی ہے بہترین دوست۔
(۴) اس حدیث میں نبی کریم علیہ السلام کی صحابی کو نصیحت ہے اور ہمارے لیے بھی اس میں سبق ہے کہ ہم بھی ہر دفعہ سالن تیار کرتے وقت سالن تھوڑا سا زیادہ بنالیں اور اپنے ہمسائے کو دیں اس سے جام وطعام میں برکت پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور پڑوسیوں سے حسن سلوک اور عمدہ ربط برقرار رہتا ہے۔

(١٦٠٤)٥۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوْا دِمَائَهُمْ، وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ))۔

(۱۶۰۴)۵۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ظلم سے بچو، بلاشبہ قیامت کے دن ظلم بہت سے اندھیرے کی صورت اختیار کرے گا' بخل سے بچو بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کر دیا انہیں برانگیختہ کیا کہ ان کے خون بہائے اور ان کے محارم کو حلال کریں۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۵۷۸۔

**فوائد:** (۱) ظلم ایسا گناہ ہے جو کہ روزِ قیامت کئی گنا بڑھ جائے گا اور اپنے حامل کے لیے وبال ہوگا۔
(۲) بخیلی ایک مہلک مرض ہے جس نے پہلوں کو تباہ کر دیا تھا آج بھی جو اس وصف سے متصف ہے اس کو یہ عادت ترک کر دینی چاہیے ورنہ ہلاکت کے سوا اور کچھ نہ ملے گا۔
(۳) بخل یہ مرکز ہے کئی شامتوں اور گناہوں کا اس کے آ جانے پر حلت وحرمت کے مابین تفاوت ختم ہو جاتا ہے اور خونریزیاں بڑھ جاتی ہیں۔

(١٦٠٥)٦۔ وَعَنْهُ، قَالَ: أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، وَ[كَانَ] رَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثُّغَامَةِ بَيَاضًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((غَيِّرُوْا هٰذَا (بِشَيْءٍ)

(۱۶۰۵)۶۔ اسی سے روایت ہے' فتح مکہ کے دن ابوقحافہ کو لایا گیا ان کا سر اور داڑھی ثغامہ کی طرح سفید تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بالوں کا رنگ کسی چیز کے ساتھ بدل

وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ))۔

دو اور کالے رنگ سے بچو۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۱۰۲۔

**فوائد:** (۱) ''ثغامہ'' سفید پھولوں والے پودے کو کہتے ہیں۔

(۲) سر اور داڑھی سفید ہو جائے تو اس کو رنگ دینا درست ہے۔

(۳) سر اور داڑھی کو کالا کولا اور دیگر سیاہ کلرز سے رنگنا جائز نہیں ہے۔

(۴) سر اور داڑھی کو مہندی لگانا جائز ہے۔ اس حدیث میں صرف یہ بات ہے کہ داڑھی کو متغیر کر دو نہ کہ منڈوا دو یا کتروا دو۔

(١٦٠٦)٧۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْآنُ عَلٰى لِسَانِهِ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ فَلْيَضْطَجِعْ))۔

(۱۶۰۶)۷۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی رات کو اٹھے اور قرآن اس کی زبان پر مشکل گزرے وہ جانتا ہی نہیں کہ وہ کیا کہتا ہے تو اسے چاہیے کہ لیٹ جائے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷۸۷۔

(١٦٠٧)٨۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحِ الصَّلَاةَ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ))۔

(۱۶۰۷)۸۔ اسی سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی رات کو اٹھے اور نماز کا آغاز کرے تو دو ہلکی رکعتیں ادا کرے۔''

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۷۶۸۔

**فوائد:** (۱) قیام اللیل پر اسلام زور دیتا ہے اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۲) رات کے قیام میں تلاوت قرآن کثرت سے کرنی چاہیے۔

(۳) رات کا قیام استطاعت کے مطابق کرنا چاہیے۔ تکلف سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب حواس قائم رہیں عبادت کر لیں جب نیند کا غلبہ ہو تو پھر آرام کر لینا چاہیے۔

(۴) قرآن کو سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے لب و لہجہ کا خیال رکھنا اور حرکات و سکنات کا خیال رکھنا نمازی کے لیے لازمی ہے۔

(۵) قیام اللیل کی ابتداء دو خفیف رکعتوں سے کرنی چاہیے۔ رات کا قیام طویل سے طویل تر بھی کیا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

(١٦٠٨)٩۔ وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((جُزُّوا الشَّوَارِبَ، وَأَرْخُوا اللُّحٰى، خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ))۔

(۱۶۰۸)۹۔ اسی سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مونچھیں تراشو داڑھی بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔

**تحقیق و تخریج:** (ا) رواہ مسلم ۲۶۰

**فوائد:** (ا) آگ پرست لوگ اپنی داڑھیوں اور مونچھوں کا خیال نہیں رکھتے۔

(۲) مونچھ کو کترنا اور داڑھی کو رکھنا اسلام کا شعار ہے۔ اور مجوس کی ممانعت ہے۔

(۳) وہ حضرات جو مونچھوں کو بڑھاتے اور داڑھیوں کو مونڈواتے کترواتے ہیں وہ یہود و مجوس کی نقالی کرتے ہیں۔ کامل ایمان والے حضرات نہیں ہیں۔

(۱۶۰۹) ۱۰۔ وَعَنْهُ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ، اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَلَا تَعْجِزْ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ[لَ] (كَانَ) كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ))۔

(۱۶۰۹) ۱۰۔ اسی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طاقت ور مومن بہتر اور اللہ کو کمزور مومن سے زیادہ پسندید ہوتا ہے ہر خیر کے معاملے میں حرص کرو جو تیرے لیے مفید ہو اللہ سے مدد مانگ اگر تجھے کوئی مصیبت لاحق ہو جائے تو پھر یہ نہ کہہ کہ اگر میں ایسے کرتا تو یہ ہو جاتا بلکہ یوں کہہ جو اللہ نے مقدر میں کیا اور جو اس نے چاہا سو ہو گیا لفظ ''لو'' شیطان کے عمل کا آغاز کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اور جب تم قحط میں سفر کرو تم جلدی کرو جانوروں کے سقط ہونے سے پہلے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۶۶۴۔

**فوائد:** (ا) مومن دو طرح کے ہوتے ہیں (ا) قوی (۲) کمزور۔ یہ قوت اور کمزوری ایمان کے لحاظ سے ہوتی ہے۔

(۲) زیادہ محبوب مومن وہ ہے جو قوی ہوتا ہے یہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارا ہوتا ہے جبکہ اچھے دونوں طرح کے مومن ہی ہوتے ہیں۔

(۳) اچھے اوصاف یہ ہیں اللہ تعالیٰ سے ہمہ وقت مدد لینا' عاجز نہ آنا' اور منفعت بخش چیز کو صول کرنا۔

(۴) جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوتا ہے کسی کے بس کی بات نہیں ہے اگر کام نہ ہو تو دیگر انداز اپنانے کی بجائے وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو نبی کریم علیہ السلام نے ہمیں بتایا وہ ہے یہ کہنا قدر اللہ واما شآء فعل۔

(۵) کلمہ ''لو'' یہ شاید' کاش کے لیے استعمال ہوتا ہے موقعہ گزر جانے کے بعد یہ کلمہ استعمال کرنا ایک شیطانی عمل ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۱۶۱۰) ۱۱۔ وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ تَبَادِرُوا بِهَا

(۱۶۱۰) ۱۱۔ اسی سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم زرخیز زمین پر سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا حق دو' زمین میں اور جب تم رات کو سفر کرو تو راستے

نِقْيَهَا، وَإِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ، فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَأْوَى الْهَوَامِ بِاللَّيْلِ))۔

سے بچ کر چلو کیونکہ یہ جانوروں ک راستے اور رات کے وقت کیڑے مکوڑوں کی جائے پناہ ہوتے ہیں۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۹۲۶ ۔

**فوائد:** (۱) جانوروں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ان کے گھاس و چارہ کا بندوبست کرنا ہم پر فرض ہے۔

(۲) ہر موسم کے مطابق جانوروں کو ان کی خوراک فراہم کرنی چاہیے۔ ان کو بھوکا رکھنا ظلم ہے۔

(۳) رات کے وقت سفر کرنا درست ہے۔

(۴) رات کے وقت گزرگاہوں سے ہٹ کر چلنا زیادہ بہتر ہے ہر طرح کے خطرات سے انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔ اکثر حشرات الارض رات کے وقت سڑکوں پر خوراک کی طلب میں نکل آتے ہیں بعض دفعہ حبس سے اکتا کر بھی باہر آ جاتے ہیں۔ اسلام نے انسان کو لیل و نہار کے تحفظات فراہم کیے ہیں۔

(۱۶۱۱)۱۲۔ وَعَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا (الدُّعَاءَ) ))۔

(۱۶۱۱)۱۲۔ اسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ حالت سجدہ میں ہوتا ہے تم بحالت سجدہ کثرت سے دعا کرو۔

**تحقیق و تخریج:** (۱) راوہ مسلم ۴۸۲

**فوائد:** (۱) سجدہ عبادت میں سے ہے۔

(۲) قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ سجدہ ہے۔ سجدہ عبادت کا عاجز ترین پہلو ہے۔

(۳) کثرت دعا، رحمت الٰہی کے نزول کا عمدہ ذریعہ ہے۔

(۱۶۱۲)۱۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي غَزْوَةٍ غَزَوْنَاهَا: ((اِسْتَكْثِرُوا مِنَ النِّعَالِ، فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ رَاكِبًا مَا انْتَعَلَ))۔ [أَخْرَجَهَا مُسْلِمٌ]

۱۶۱۱/۱۳۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ ایک جنگ میں فرماتے ہیں جو ہم نے لڑی، کثرت سے جوتے پہنا کرو کیونکہ جو شخص جوتا پہنے رکھے وہ سوار کی مانند رہتا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** (۱) رواہ مسلم ۲۰۹۶

**فوائد:** (۱) جوتوں کا استعمال اسلام میں جائز ہے بالاتفاق۔

(۲) جوتوں کے کئی فوائد ہیں۔ یہ پاؤں کو چھلنی ہونے سے بچاتے ہیں۔

(۳) آدمی ان کے پہننے سے ایک سوار محسوس ہوتا ہے۔ موذی اشیاء سے تحفظ ملتا ہے الغرض ہر طرح کا سکون بھی ملتا ہے۔

(۴) ننگے پاؤں رہنے سے گریز کرنا چاہیے۔

(۵) البتہ کسی عذر کی بنا پر ننگے پاؤں چلنا درست ہے۔

## فَصْلٌ فِيْ جُمَلٍ مِنَ النَّهْيِ

## جملہ منہیات کا بیان

(۱۶۱۳)۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ**)).

(۱۶۱۳)۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔“

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۰۶۴، ۶۰۶۶۔ مسلم: ۲۵۶۳۔

**فوائد:** (۱) ایک دوسرے کے بارے بدگمانیوں سے بچنا ضروری ہے۔

(۲) بدترین جھوٹ بدگمانی ہوتا ہے۔

(۳) بعض گمان گناہ بن جاتے ہیں۔

(۴) مسلمان کو بدگمانی جیسے موذی مرض سے دور رہنا ضروری ہے۔ یہ آپس کی الفت وعزت کو پاش پاش کر دیتا ہے۔

(۱۶۱۴)۲۔ (وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((**لَا يُشْهِرُ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ...... الْحَدِيثُ**))).

(۱۶۱۴)۲۔ اسی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی طرف اسلحہ نہ لہرائے۔“

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۰۷۲ مسلم: ۲۶۱۷۔

**فوائد:** (۱) اسلحہ کی سرعام نمائش کرتے پھرنا سخت منع ہے۔

(۲) وقت ضرورت اسلحہ ساتھ رکھا جا سکتا ہے لیکن اس کو چھپا کر رکھا جائے۔

(۳) اسلحہ سے کسی بھائی کو ڈرانا اور اس کی طرف اسلحہ کا رخ کرنا خلاف شرع کام ہے۔

(۴) اسلحہ عام کرنے سے ایک عادت پڑ جاتی ہے۔ لوگ دیکھا دیکھی اپنے اپنے ہتھیار ساتھ لے کر چلنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس کا بعض دفعہ نقصان بھی ہوتا ہے شادی بیاہوں پر اکثر مشاہدات سامنے آتے ہیں۔

(۵) اسلحہ تیار کرنا اور اس کو فروخت کرنا اور اپنے تحفظ کے لیے رکھنا درست ہے۔ جبکہ غرض یہ ہو کہ اس کے ذریعہ اپنے دشمن سے لڑوں گا اور ملک کی حدود کا خیال رکھوں گا۔ ورنہ کسی مسلمان کو قتل کرنے یا شوق کے طور پر اسلحہ خریدنا منع ہے۔

(۱۶۱۵)۳۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ (الْخُدْرِيِّ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((**نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ، أَنْ يُشْرَبَ مِنْ أَفْوَاهِهَا**)).

(۱۶۱۵)۳۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزے کو الٹا کر اس سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۶۲۵، ۵۶۲۶۔ مسلم: ۲۰۲۳۔

(١٦١٦)٤۔ وَفِی رِوَایَةٍ: ((وَاخْتِنَاثُهَا أَنْ يُقْلَبَ رَأْسُهَا ثُمَّ يُشْرَبُ مِنْهُ))۔

(۱۶۱۶)۴۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اختناث کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سر کو پلٹایا جائے پھر اس سے پانی پیا جائے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ٢٠٢٣۔

**فوائد:** (۱) پینے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ پانی کے بڑے برتن یا مشک سے الگ کسی برتن میں پانی ڈالا جائے پھر اس کو پیا جائے۔

(۲) مشکوں، مشکیزوں کو ہی منہ لگا لینا درست نہیں ہے۔ یہ مروت کے خلاف بھی ہے اور طبی نقطۂ نگاہ سے بھی غلط ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے اس میں کیڑا مکوڑا ہو جو اندر چلا جائے۔

(۳) نبی کریم علیہ السلام کے فرامین پر عمل کیا جائے تو زندگی اجیرن نہیں بنتی۔

(۴) کوئی نئی چیز پینی ہو تو اس کو دیکھ کر اور احتیاط سے پینا چاہیے۔

(١٦١٧)٥۔ وَعَنْ أَبِی أَيُّوبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِی يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ))۔

(۱۶۱۷)۵۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اس طرح کہ وہ دونوں ملتے ہیں یہ اس سے پہلو بچاتا ہے اور وہ اس سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے۔ ان دونوں میں اچھا وہ ہے جو سلام سے ابتدا کرے۔“

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ٦٠٧٧، ٦٢٣٧۔ مسلم: ٢٥٦٠۔

**فوائد:** (۱) اسلام آپس میں لڑائی، جھگڑے کا رد کرتا ہے۔

(۲) کسی مسلمان کے لائق نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان سے تین دن سے زائد لڑا رہے اور ناراض رہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تین دن میں خوب لڑ لینا چاہیے تیسرے روز صلح کر لینی چاہیے بلکہ یہ معنی ہے کہ اولاً لڑنا نہیں چاہیے اگر دو بھائی آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جلد از جلد تین روز سے قبل صلح کریں۔

(۳) لڑائی شروع کرنے والا زیادہ گناہگار ہوتا ہے۔

(۴) لڑائی کو ختم کر کے صلح کرنے میں پہل کرنے والا زیادہ اجر کا مالک ہوتا ہے۔

(۵) حد درجہ کی ناراضگی کا اسلام رد کرتا ہے۔

(١٦١٨)٦۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا [قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ]: ((إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ

(۱۶۱۸)۶۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ”جب کوئی تم میں سے کھانا کھائے وہ اپنا ہاتھ صاف نہ کرے

فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا، أَوْ يُلْعِقَهَا))

یہاں تک کہ اس کو چاٹ لے یا کسی سے چٹوا لے۔"

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۵۴۵۶۔ مسلم: ۲۰۳۱۔

**فوائد:** (۱) کھانا کھا لینے کے بعد ہاتھوں کو چاٹنا سنت ہے۔

(۲) معلوم ہوا آج کل کے ٹیشو پیپرز کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے بلکہ ہاتھوں پر لگے غذائی مواد کو منہ سے صاف کرنا چاہیے حتی کہ آدمی اپنی بیوی سے انگلی چاٹنے کو کہہ سکتا ہے۔

(۳) انگلی چاٹنا طبی لحاظ سے مفید ثابت ہوتا ہے۔

(۱۶۱۹)۷۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾[الاسراء: ۱۱۰] فِي الدُّعَاءِ۔

(۱۶۱۹)۷۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: یہ آیت نازل ہوئی۔ (الاسراء:۱۱۰) اور اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت زیادہ پست آواز سے۔" یہ دعا کے بارے ہے۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۴۷۲۳، ۶۳۲۷۔ مسلم: ۴۴۷۔

**فوائد:** (۱) یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ مذکورہ آیت مبارکہ دعا کے بارے نازل ہوئی جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قرأت کے بارے نازل ہوئی۔ ان دونوں کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ نمازیوں کو راہِ اعتدال اختیار کرنی چاہیے۔ (یعنی قرأت و دعا میں)

(۲) اگر قراءت کے متعلق ہے تو وہ جہری نمازوں کے متعلق ہے۔

(۳) یہ ممکنات سے ہے کہ ایک بار یہ آیت دعا کے بارے اور دوسری بار قرأت کے بارے نازل ہوئی ہو۔

(۱۶۲۰)۸۔ وَعَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [قَالَ] ((لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي، (وَلٰكِنْ) لِيَقُلْ: لَقِسَتْ نَفْسِي))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمَا كُلِّهَا]۔

(۱۶۲۰)۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میرا دل خبیث ہو گیا البتہ وہ یہ کہے میرا دل قدرے سخت ہو گیا"۔ متفق علیہ

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۱۷۹، ۶۱۸۰۔ مسلم: ۲۲۵۰، ۲۲۵۱۔

**فوائد:** (۱) دل میں سختی کا وصف پایا جاتا ہے بعض دفعہ دل کی سختی پہاڑوں کی سختی کو مات دے دیتی ہے۔

(۲) دل کو برا بھلا کہنا درست نہیں ہے۔

(۱۶۲۱)۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَوْصِنِي: قَالَ: ((لَا تَغْضَبْ)) فَرَدَّدَ[ذٰلِكَ] مِرَارًا، قَالَ: ((لَا

(۱۶۲۱)۹۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ مجھے وصیت کیجیے، آپ نے فرمایا: "غصے نہ ہونا اس نے بار بار یہی سوال کیا" آپ نے

تَغْضَبْ))۔

ہر بار یہی جواب دیا۔“

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ٦١١٦۔

**فوائد:** (۱) کوئی کسی کو وصیت ونصیحت کرے تو درست ہے۔

(۲) کوئی کسی کو نصیحت کرنے کی دعوت دے سکتا ہے۔ یعنی کسی سے نصیحت سن کر اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

(۳) غصہ نہ کرنا یہ بڑی خوبی کی بات ہے۔

(۴) غصہ کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ اس سے کئی نقصانات سامنے آتے ہیں۔

(١٦٢٢) ١٠۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْأَنْصَارِيِّ، ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْمُثْلَةِ، وَالنُّهْبٰى))۔ [أَخْرَجَهُمَا الْبُخَارِيُّ]۔

(۱۶۲۲) ۱۰۔ عبداللہ بن زبیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مثلہ کرنے اور لوٹنے سے منع فرمایا۔ یہ دونوں روایتیں بخاری نے بھی روایت کی ہیں۔

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۴۷۴، ۵۵۱۶۔

**فوائد:** (۱) ”مثلہ“ میدان جنگ میں کسی مقتول کے ہاتھ، پیر، کان، ناک یا کوئی اور عضو کاٹ دینے کا نام ہے۔ اس کی اسلام نے بھرپور مذمت کی ہے حتی کہ کافروں کا مثلہ کرنا بھی منع قرار دیا گیا ہے۔

(۲) ”نہبہ“ لوٹ مار، ڈاکہ زنی کو کہا جاتا ہے جو کہ اسلام نے منع قرار دی ہے۔

(۳) اسلام نے چوروں اور ڈاکوؤں کی بہت سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔

(۴) یہ وہ اصول ہیں جن کے پیش نظر زندگی سکون سے گزر سکتی ہے۔ یہ اسلامی قوانین اپنے اندر کافی برکات رکھتے ہیں۔ ان کے فقدان کا علم آج بخوبی ہو رہا ہے۔ آج ہماری ہلاکت ہمارا مقدر بن گئی ہے۔ چہار سمت دھماکوں، ڈکیتیوں، چوریوں کی فضا قائم ہے۔ ایمان کی قلت کے پیش نظر آج کفار کا رعب ہمارے سینوں پر حکومت کر رہا ہے۔ قانون کے ٹھیکیدار جج اور پولیس اکثر خود ملوث ہیں۔ جو چند اچھے ہیں وہ لاچار ہیں۔ بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو لقمہ بنائے جا رہی ہیں۔ ذلت کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارا قانون لیت ولعل کا متحمل اور ہمارے حکمران اندر کھاتے حدود کے منکر نظر آتے ہیں۔

(١٦٢٣) ١١۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَقْرُنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ حَتّٰى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ))۔

(۱۶۲۳) ۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ ”ایک شخص دو کھجوروں کو ملا کر کھائے یہاں تک کہ وہ اپنے ساتھی سے اجازت لے۔“

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۴۵۵؛ ۲۴۸۹، ۲۴۹۰۔ مسلم: ۲۰۴۵۔

(١٦٢٤) ١٢۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: قَالَ شُعْبَةُ: لَا أَدْرِيْ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ إِلَّا مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ۔ يَعْنِيْ

(۱۶۲۴) ۱۲۔ ایک روایت میں ہے کہ میں یہ کلمہ نہیں جانتا مگر عبداللہ بن عمر کے قول سے یعنی استیذان کا کلمہ۔

الْإِسْتِئْذَانِ۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۱۵۰۔

**فوائد:** (۱) جہاں اسلام نے بود و باش کے طرز ہمارے سامنے رکھے ہیں وہاں اسلام نے شرب و طعام کے بھی ڈھنگ بتائے ہیں۔ ان تمام قوانین کا فلسفہ امن و ترقی ہے۔

(۲) اشیاء طاق و جفت ہونے کا ملکہ رکھتی ہیں ان میں سے اگر کوئی کھانے کی چیز ہو جیسے کھجور ہے۔ یہ دانے دار بھی ہوتی ہے ایک ایک یا دو دو کر کے کھائی بھی جاتی ہے ایسی چیز جب اکٹھی کھائی جائے تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو ایک ایک کر کے کھایا جائے اگر دو کھائی ہوں تو ساتھ والے دوست کو بتا کر کھانی چاہیے تاکہ اس کے دل میں کسی قسم کا وسوسہ پیدا نہ ہوتا کہ ہر ایک کو کھانے کا یکساں حق بھی مل سکے۔ ساتھیوں کی اجازت کے بغیر ان کی نسبت جلدی سے زیادہ کھائے جانا ادب و مروت کے خلاف ہے۔ سبھی یکساں حق رکھتے ہیں۔

(١٦٢٥)١٣۔ وَفِي [الْ] حَدِيثِ (عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ): ((لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ))۔ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]۔

(۱۶۲۵)۱۳۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ جلتی نہ چھوڑا کرو۔“

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۶۲۹۳۔ مسلم: ۲۰۱۵۔

**فوائد:** (۱) رات کو سوتے وقت آگ کو بالکل بجھا کر سونا چاہیے۔

(۲) سوتے وقت آگ بجھا کر سونا مال و جان کے لیے عمدہ ہے۔

(۳) اسلام نے پہلو بہ پہلو انسان کی حفاظت کے لیے مفید اقدامات کیے ہیں جو کہ زندگی کو دلہن بنا دیتے ہیں۔

(۴) یہ مشاہدات سامنے آتے رہتے ہیں کہ بعض مکانات و نفوس ذرا سی غفلت کی بنا پر آگ و گیس کی نظر ہو جاتے ہیں۔

(۵) نبی کریم علیہ السلام کے فرمان تسلیم کر لینے اور اس پر عمل کر لینے کا یہ فائدہ ہے کہ انسان محفوظ و مامون رہتا ہے۔

(١٦٢٦)١٤۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدَّهُ، فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ طَيِّبُ الرِّيحِ))۔

(۱۶۲۶)۱۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کسی کو خوشبو پیش کی جائے تو وہ اسے مسترد نہ کرے اٹھانے میں سب سے ہلکی خوشبو ہی تو ہوتی ہے۔“

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۲۵۳۔

**فوائد:** (۱) خوشبو لگانا سنت ہے۔

(۲) بہترین تحفہ خوشبو ہوتا ہے۔

(۳) خوشبو جیسے تحفے کو تو خاص طور پر رد نہیں کرنا چاہیے۔

(۴) خوشبو دل کو سکون اور دماغ کو تازگی فراہم کرتی ہے۔

(١٦٢٧)١٥۔ وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلَا يَلْطِمَنَّ الْوَجْهَ))۔

(۱۶۲۷)۱۵۔ اسی سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی سے لڑائی کرے وہ اس کے چہرے پر تھپڑ نہ مارے۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۲۵۵۹۔ مسلم: ۲۶۱۲۔

(١٦٢٨)١٦۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((فَلْيَتَجَنَّبِ الْوَجْهَ))۔

(۱۶۲۸)۱۶۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۶۱۲۔

**فوائد:** (۱) انسان کے جسم کا معزز ترین حصہ چہرہ ہے۔

(۲) چہرے پر مارنا سخت منع ہے۔

(۳) جب کبھی ایسی نوبت آ جائے جس سے کسی کو سزا دینی ہو تو انسان کے چہرے پر مارنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ خواہ تعزیراً ہو تحدیداً یا تادیباً ہو۔

(١٦٢٩)١٧۔ وَعَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ إِنْ شِئْتَ، وَلٰكِنْ لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، (وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ) فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ))۔

(۱۶۲۹)۱۷۔ اسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو یہ نہ کہے الٰہی! اگر تو چاہے تو بخش دے بلکہ پختہ ارادے سے مانگے اور اپنی رغبت کا مظاہرہ کرے جب کسی چیز کو اہمیت دے کر مطالبہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دیتے ہیں۔''

**تحقیق و تخریج:** بخاری: ۷۴۷۷۔ مسلم: ۲۶۷۹۔

**فوائد:** (۱) دعا کئی مسائل کا حل ہے۔

(۲) دعا یقین و اطمینان سے مانگنی چاہیے۔

(۳) دعا مانگتے وقت یہ کہنا کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے درست نہیں ہے بلکہ پرعزم انداز سے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرنی چاہیے۔ وہ غافر الذنب اور قابل التوبہ ہستی ہے، معاف کر دے گی۔

(۴) جو کچھ بھی مانگنا ہو اس کا نام لے کر رغبت سے اور پرعزم ہو کر مانگنا چاہیے۔ اللہ ہر چیز دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

(۵) سبھی کچھ اللہ تعالیٰ دے سکتے ہیں۔ اسی سے ہی مانگنا چاہیے۔

(١٦٣٠)١٨۔ (وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اُنْظُرُوْا إِلٰى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ، وَلَا تَنْظُرُوْا

(۱۶۳۰)۱۸۔ اسی سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو کم تر ہیں ان کی طرف

إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَهُوَ أَجْدَرُ أَلَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ))۔

دیکھو اور جو تم میں کم تر ہیں ان کی طرف نہ دیکھو تو وہ زیادہ مناسب ہے کہ تم اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو کمتر نہیں سمجھو گے۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۹۶۳۔

**فوائد:** (۱) نعمت خداوندی کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے سے کمزور کی طرف التفات کیا جائے، نہ کہ امیروں کی طرف دیکھا جائے۔

(۲) اپنے سے کم تر کی طرف دیکھنے سے دل کو تسلی اور نیا جذبہ ملتا ہے انسان قانع بن جاتا ہے جبکہ اپنے سے اعلیٰ کی طرف دیکھنے سے احساس کمتری نصیبے میں آتی ہے۔ انسان حریص اور شک کا پتلا بن جاتا ہے دنیا کی چاہت مزید وجود میں سرایت کر جاتی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا قابل تحسین عمل ہے۔

(۴) امیر و غریب پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی چاہت پر منحصر ہے۔

(١٦٣١)١٩۔ وَعَنْ [أَبِي هُرَيْرَةَ]۔ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ، فَإِنَّ الْكَرْمَ [الرَّجُلُ] الْمُسْلِمُ))۔

(۱۶۳۱)۱۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "انگور کا نام کرم نہ رکھو کیونکہ کرم تو دراصل مسلمان آدمی کو کہتے ہیں۔"

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۲۴۷۔

(١٦٣٢)٢٠۔ وَفِي رِوَايَةٍ: ((فَإِنَّ الْكَرْمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ))۔ أَخْرَجَهَا مُسْلِمٌ۔

(۱۶۳۲)۲۰۔ ایک روایت میں ہے کہ کرم تو مومن کا دل ہوتا ہے۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۲۴۷۔ بخاری: ۶۱۸۳۔

**فوائد:** (۱) عرب لوگ انگور کو کرم کا نام اس خیال پر دیتے تھے کہ اس سے بزرگی اور سخاوت کا پہلو ترقی کرتا ہے اس لیے اس سے منع کر دیا گیا۔

(۲) کرم مومن آدمی کے دل کو کہتے ہیں یا مومن کو کہتے ہیں۔

(۳) مومن کے قلب و دل کی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے اس کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کو کرم کا نام دیا ہے جو کہ ایک انگور کا نام نہیں رکھا جا سکتا۔

(١٦٣٣)٢١۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمَّيْتُ ابْنَتِي بَرَّةَ فَقَالَتْ لِي زَيْنَبُ بِنْتُ أَبِي سَلَمَةَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ هَذَا الْاِسْمِ، وَسُمِّيتُ بَرَّةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُزَكُّوا

(۱۶۳۳)۲۱۔ محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے اپنی بیٹی کا نام برہ رکھا مجھے زینب بنت ابی سلمہ نے کہا نبی کریم ﷺ نے یہ نام رکھنے سے منع فرمایا کہ کسی کا نام برہ رکھا جائے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم اپنی

(أَنْفُسَكُمْ) [عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا] اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ))۔ فَقَالُوا: بِمَ نُسَمِّيهَا؟ قَالَ: ((سَمُّوهَا زَيْنَبَ))۔ [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]۔

پاکیزگی اللہ پر بیان نہ کرو اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے نیکی کرنے والے کون ہیں'' انہوں نے پوچھا کہ پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ فرمایا اس کا نام زینب رکھو۔

**تحقیق و تخریج:** مسلم: ۲۱۴۲۔



**فوائد:** (۱) کسی کے رکھے ہوئے نام کو تبدیل کر کے اور نام رکھنا درست ہے۔

(۲) اپنے آپ کی تعریف کرنا اچھا نہیں ہے یہ تو سراسر شرمندگی کا باعث ہوتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ ہر نیک و بد کو بخوبی جانتے ہیں۔

(۴) اپنا لقب یا نام اس نیت سے رکھنا کہ میں ایسے ہی ہوں تو یہ اپنی تعریف ہے جبکہ اللہ اس کو زیادہ جانتا ہے۔ ایسے نام جن میں خوشامدی کا پہلو ہو ان کے رکھنے سے گریز کیا جائے۔

(۵) برہ وغیرہ جیسے نام اس نیت سے رکھنا کہ اس بچی کو اللہ تعالیٰ نیک بنائے اسم بامسمیٰ بنائے تو اس غرض سے ایسا نام رکھا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ الغرض ہر وہ نام جس میں کوئی نہ کوئی قباحت پائی جائے اس کو رکھنے سے گریز کرنا چاہیے۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو شرعی احکام کو نازل کرنے والا ہے حلال وحرام کو تفصیل سے بیان کرنے والا ہے۔ جس نے اللہ کی رضا کی خاطر اس کی پیروی اختیار کی اسے وہ سلامتی کے راستے دکھلانے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اللہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ ایسی توحید کا حامل ہے جو تقریر میں محکم انتظام اور اخلاص میں وافر الاقسام ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ان پر افضل واکمل درود وسلام پھر ان کی پاکیزہ اور معزز آل پر اور ان کے صحابہ کرام پر جو ہدایت کے ستارے ہیں۔

یہ علم حدیث کی ایک مختصر کتاب ہے جسے میں نے پوری ذمے داری سے صحیح احادیث پر مشتمل مرتب کیا اور اس کی تالیف اور احادیث کے انتخاب میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ جس نے اس کتاب کے مقصد کو سمجھ لیا اس کا رابطہ اس کے ساتھ اور مضبوط ہو گیا۔ گویا اس نے اسے یوں اپنی گرفت میں لیا جیسے کوئی بخیل مال کو اپنی گرفت میں لیتا ہے اور اس نے اس کتاب کو بڑی محبت اور عقیدت سے اس کے اعلیٰ مقام ومرتبہ کے پیش نظر اپنے دل میں اتار لیا۔ اور میں نے اس کتاب کا نام "کتاب الالمام باحادیث الاحکام" رکھا ہے میں نے اس کتاب میں وہی حدیث درج کی ہے جسے محدثین اور باریک بین آئمہ جرح وتعدیل اور فقیہان ذی وقار نے ثقہ اور صحیح قرار دیا ہے محدثین وفقہاء میں سے ہر ایک کا مرکزی نکتہ ہوتا ہے۔ جس کو وہ ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھتا ہے اور اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے راستے پر چلنے سے وہ پہلوتہی اختیار کرتا ہے ایسا طرز عمل اختیار کرنے میں خیر وبرکت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ ہمیں اس کتاب کے ذریعے دین ودنیا کے لحاظ سے نفع بہم پہنچائے، اور اس کتاب کو ہمارے لیے نور بنا دے جو ہمارے سامنے افشاں وفروزاں رہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کے پڑھنے والوں کو اسے زبانی یاد کرنے کی توفیق عطا کرے اور ہمیں اس کتاب کی برکت کے ذریعے اعلیٰ وارفع مقام پر پہنچائے۔

بلاشبہ ہمارا رب بند عقدے کھولنے والا اور دلوں کے بھید جاننے والا ہے وہ غنی اور کریم ہے۔

وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم

ابن دقیق العید رحمہ اللہ

ZA6
4 502601 201006

ڈسٹری بیوٹر
پاکستان میں کتاب وسنت کی اشاعت کا قدیم ادارہ
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-7321865
موبائل: 0334-4229127
Web: nomanibooks.com, E-Mail: nomania2000@hotmail.com